اور دیوی کا ترشول
ے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ناگ اور جادوئی ترشول

اے حمید

پیارے دوستو!

کہانی کیا ہے یہ تو تم پڑھ ہی لو گے۔ اس دفعہ تو یہ سطور صرف آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ہے۔ آپ میں سے بہت بچوں نے مجھے عید کارڈ بھجوائے۔ جن کی محبت اور پُر خلوص اظہار کے لیے میں بے حد ممنون ہوں اور دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی ہزاروں عیدیں خوشیوں کے ساتھ نصیب کرے۔ آمین۔

اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ اسی طرح میری حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے۔

اے حمید

محمد ارشد

بار اوّل : ۱۹۸۱ء

تعداد : دو ہزار

قیمت : چار روپے

ناشر : مکتبہ اقرأ ... شاہ عالم مارکیٹ لاہور

طابع : المجید پرنٹرز، لاہور

ترتیب

موتی غنڈہ

رات گزر گئی - چاند ڈوب گیا — دن کی روشنی تبت کی برفانی پہاڑیوں اور وادیوں میں پھیل گئی

جھونپڑی کے اندر شنوجی کا بت خاموش بیٹھا تھا۔ اس بت کے سر کے اوپر ناگ سونے کا بت بنا کنڈلی مارے بیٹھا تھا — اگرچہ دن کا وقت تھا مگر وادی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی — ادھر عنبر دلی پہنچ چکا تھا اور ایک کاروان سرائے میں ٹھہرا تھا اور ماریا کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے ایک سادھو نے کہا تھا کہ ماریا دلی کی طرف ایک قافلے کے ساتھ جا رہی ہے اور وہیں اُسے ملے گی — عنبر کو ناگ کی بھی کوئی خبر نہیں تھی — میسور میں سلطان ٹیپو کو شہید کر دیا گیا تھا اور انگریزوں نے میسور پر قبضہ کر لیا تھا — اب وہ دلی پر قبضہ کرنے کے لیے سازش کا جال پھیلا رہے تھے — دلی میں اورنگ زیب کے بعد بڑے کمزور مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کی حکومت تھی — لیکن پہلے ہم تبت کی برفانی وادی میں ناگ کے پاس چل کر دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا واقعات پیش آ رہے ہیں —

جھونپڑی میں ہلکی ہلکی دھوپ آ رہی تھی کہ پہاڑی ڈھلان کے ایک
گاؤں کی بوڑھی عورت گرتی پڑتی جھونپڑی میں داخل ہوئی اور شوجی کی
مورتی کے آگے ہاتھ باندھ کر بولی :

"ہے مہاراج ، میں غریب بیوہ عورت ہوں — میرا ایک ہی بیٹا ہے
جو بیمار ہے — گھر میں کھانے کو کچھ نہیں رہا — مہاجن کا بڑا قرض ہو
گیا ہے — وہ مکان قرقی کرا رہا ہے۔ مہاراج ، میری مدد کرو۔"

ماں کی اس دعا میں نہ جانے کیا اثر تھا کہ شوجی کی مورتی میں
حرکت پیدا ہوئی اور پھر مورتی کے لب ہلے اور آواز آئی :

"اے دکھی عورت ، ہم نے تمہاری فریاد سن لی ہے — ہم تمہاری
مدد کریں گے — ہمارے سر کے اوپر سونے کے سانپ کا ایک بت رکھا ہے ،
اسے شہر لے جا کر بیچ دے جو دولت ملے اس سے مہاجن کا قرض ادا کر
دے اور اپنا نیا مکان بنوا اور بچے کا علاج کرا — ڈرو نہیں ، ہم تمہیں
اجازت دیتے ہیں۔"

پہلے تو غریب عورت ڈر گئی ، مگر جب مورتی نے اسے اجازت دے
دی — وہ آگے بڑھی — اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر مورتی کے سر کے
اوپر سے سونے کا سانپ اٹھا کر جھولی میں رکھا اور شوجی کے آگے سر
جھکا کر اس کا شکریہ ادا کیا اور واپس گاؤں کو چل پڑی —

گاؤں میں جا کر اس نے سونے کے ناگ کی مورتی اپنے بیمار بیٹے
کو دکھائی اور سارا ماجرا سنایا۔ اس کے بیمار بیٹے نے کہا :

"ماتا جی ، ہم اسے شہر لے جا کر کسی جوہری کے پاس بیچ دیتے ہیں —
مورتی نے بھی یہی کہا تھا۔"

دوپہر کو بیوہ عورت نے بیٹے کو ساتھ لیا — ایک پالکی میں بیٹھی
اور شہر میں آ گئی۔ یہاں ایک مشہور جوہری کی دکان میں جا کر سونے کا
ناگ اسے دکھایا۔ چالاک جوہری نے اس کی قیمت آدھی سے بھی کم
بیوہ عورت کو دی اور سونے کا ناگ اپنی تجوری میں رکھ لیا — کرنا خدا کا
کیا ہوا کہ رات کو دکان میں چراغ جلتا رہ گیا — آدھی رات کو اس
علاقے میں بھونچال کا ایک جھٹکا سا محسوس ہوا۔ اس جھٹکے سے دکان کا
چراغ نیچے گر پڑا اور آگ لگ گئی —

آگ جب جوہری کی تجوری کے پاس پہنچی تو لوہے کی تجوری
گرم ہونے لگی — جب سونے کے ناگ کو سینک پہنچا تو وہ اپنی جگہ
سے تھوڑا سا ہلا — اس میں جان پڑنے لگی تھی — جب ذرا گرمی پہنچی تو
ناگ سانپ کی اصلی شکل میں آ گیا — اس نے دیکھا کہ تجوری گرم ہو رہی
ہے اور وہ اس کے اندر بند ہے اسے تجوری کا وہ سوراخ نظر آیا جس
میں چابی لگائی جاتی تھی — ناگ اس سوراخ میں سے رینگ کر باہر نکل آیا۔

ناگ نے وہ رات اس چھوٹے سے شہر کے ایک باغ میں گزار دی۔
وہ میسور کے شہر سے عنبر سے جدا ہوا تھا — جہاں وہ دلی کی طرف ماریا کی
تلاش میں جانے والے تھے — اسے یقین تھا کہ عنبر ضرور دلی ہی گیا
ہو گا —

پس دوسرے دن ناگ دہلی کی طرف روانہ ہوگیا —
شہر سے باہر آکر اس نے سانپ کا مہرہ، جو سونے کا بت بننے کے
ساتھ ہی سونا بن کر اس کے جسم کے ساتھ چپک گیا تھا، جیب سے
نکال کر منہ میں رکھا اور غائب ہو کر فضا میں بلند ہوگیا۔ اب اس نے
ملک ہندوستان کے شہر دلی کی طرف اڑنا شروع کر دیا — وہ شام ہونے
سے پہلے پہلے دہلی شہر کے اوپر پہنچ گیا — اسے غروب ہوتے سورج کی
سنہری روشنی میں دہلی کے لال قلعے کے چمکتے برج اور بادشاہی مسجد کے
مینار نظر آئے —

ناگ ابھی تک شہر کے مکانوں کے اوپر اڑ رہا تھا۔ اس نے دیکھا
کہ دلی کے مشہور بازار چاندنی چوک میں چھوٹی سی نہر بہہ رہی ہے۔ بازار
میں بڑی بڑی مشعلیں روشن ہیں — نہر میں لوگ کشتیوں میں بیٹھے سیر
کر رہے تھے — ناگ غائب حالت میں شہر کے اوپر اڑ رہا تھا اور
اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اتنا وہ جانتا تھا کہ عنبر اس کا انتظار
کسی کارواں سرائے میں ہی کر رہا ہوگا — وہ شہر کے اوپر مکانوں
کے قریب آگیا — اب وہ شہر کے کسی بازار میں اترنا چاہتا تھا — وہ
جامع مسجد کے پاس ایک خانقاہ کے پیچھے آم کے درخت کے پاس نیچے
اتر آیا — یہاں اترتے ہی وہ انسانی شکل میں آگیا — اسے نہیں معلوم
تھا کہ ایک آدمی وہاں بیٹھا کونڈی ڈنڈے میں بادام گھوٹ رہا تھا —
اس نے جو اچانک ایک نوجوان خوب صورت لڑکے کو نمودار ہوتے دیکھا
تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ کونڈی ڈنڈا وہیں چھوڑ کر
چیخ مار کر بھوت بھوت کہتا ہوا اٹھ دوڑا —

ناگ ہنس دیا — اور وہاں سے نکل کر جامع مسجد کے پیچھے گنجان
بازار میں آگیا — اسی جگہ پر وہ سرائے تھی جہاں دوسرے شہروں سے قافلے
آیا کرتے تھے — ادھر عنبر گرمی کی وجہ سے سرائے والی کوٹھڑی سے
باہر نکل کر سرائے کے آگے ٹہل رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ناگ پر
پڑی۔ وہ اس کی طرف بھاگا — ناگ نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا —
دونوں بچھڑے ہوئے دوست مل گئے — دونوں نے ایک دوسرے کو
گلے لگایا — خوشی سے ان کے چہرے کھل گئے تھے۔ دونوں نے ایک
دوسرے کو اپنے اپنے گزرے ہوئے واقعات سنائے اور پھر ماریا کے
بارے میں باتیں کرنے لگے —

عنبر نے کہا:

"مجھے ایک نیک سادھو نے کہا تھا کہ وہ ایک قافلے کے ساتھ
دلی کی طرف روانہ ہو چکی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں اسی سرائے
میں ملے گی"

ناگ نے کہا:

"ہم اسی سرائے میں ماریا کا انتظار کریں گے"

عنبر نے ناگ کو بتایا کہ ایک قافلہ مدراس اور میسور سے ہوتا ہوا
جمعرات کی شام کو سرائے میں پہنچنے والا ہے۔ جمعرات میں ابھی دو دن

باقی تھے — ناگ بھی عنبر کے ساتھ ہی اسی سرائے میں ٹھہر گیا — رات کا کھانا کھا کر انہوں نے دلّی کے چاندنی چوک کی سیر کی اور پھر واپس سرائے میں آ گئے —

رات انہوں نے سرائے کی چھت پر سو کر گزاری — رات کو ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی — اس زمانے میں آج کے زمانے کے سکوٹروں، ٹرکوں رکشوں موٹروں اور ویگنوں کا شور نہیں تھا — شام کے بعد شہر دہلی میں خاموشی چھا جاتی تھی — شہر کی دیوار کے پار والے آم کے باغوں سے کوئلوں کے کوکنے کی آواز آتی تھی اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے تھے۔ ہوا میں پھولوں، درخت کے پتوں اور سوندھی سوندھی مٹی کی خوشبو تھی۔ اس ہوا میں ابھی پٹرول اور بس کے کالے دھوئیں کی بو شامل نہیں ہوئی تھی — ابھی ہوا پاک اور شفاف تھی — یہی وجہ تھی کہ رات کو انہیں خوب نیند آئی —

صبح صبح شاہی قلعے کے ایک برج میں صبح کی اذان کے بعد نوبت کے ساتھ شہنائی کی میٹھی آواز سنائی دینے لگی — مسلمان نماز پڑھنے مسجدوں کی طرف اور ہندو مندروں کی طرف چل پڑے۔ دریا پر عورتیں نہانے چلی گئیں — شہر میں صبح صبح ہی بڑی رونق ہو گئی تھی — عنبر اور ناگ بھی جامع مسجد میں آ گئے۔ انہوں نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اللہ میاں سے مسلمانوں کے حق میں دعا مانگی اور مسجد سے نکل کر شہر سے باہر آ گئے۔ شہر کے بڑے دروازے دن چڑھتے ہی کھول دیے گئے

تھے

شہر سے باہر املی والی پہاڑی کی پتلی سڑک کے پاس ایک باغ تھا۔ یہی وہ باغ تھا، جہاں آگے جا کر ایک سو سال بعد مغل کمزور اور بزدل شہزادوں کا انگریزوں نے قتل عام کرنا تھا — دونوں دوست باغ میں ایک جگہ گھاس پر بیٹھ گئے —

عنبر نے کہا:

"کتنی عجیب بات ہے کہ جو واقعات آج سے سو سال بعد ہونے والے ہیں، ہمیں وہ معلوم ہیں، بلکہ ان کے اوپر سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں — اگر ہم کسی کو بتائیں کہ ہم جانتے ہیں کہ جس جگہ ہم بیٹھے ہیں یہاں چار مغل شہزادوں کی لاشیں پڑی ہوں گی تو وہ کبھی یقین نہیں کرے گا —"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"ہاں، کوئی یقین کر ہی نہیں سکتا — یہ بات ہی ایسی ہے"

عنبر نے اٹھتے ہوئے کہا:

"میرا خیال ہے کہ کسی دکان پر چل کر آج حلوہ پوری کا ناشتا کیا جائے"

"ضرور ضرور، آج میرا بھی دل چاہتا ہے کہ ذرا چٹ پٹی چیزیں کھائی جائیں۔ دلّی کے ہندو حلوہ، پوریاں اور مٹھائی بڑی اچھی بناتے ہیں۔ آؤ چاندنی چوک میں چلتے ہیں — وہاں ایک بڑی مشہور دکان ہے:"

"ہو سکتا ہے اس کا باپ چلا جائے اور وہ نہ جائے۔"

ادھر یہ ناشتہ کرتے ہوئے باتیں بھی کر رہے تھے اور ادھر کالا سانپ پھن اٹھائے ناگ کی طرف رینگتا ہوا چلا آ رہا تھا۔۔۔ وہ قریب آکر جھومنے لگا۔۔۔ لوگوں نے شور مچایا:

"ارے لڑکو! اٹھ کر بھاگ جاؤ۔۔۔ سانپ تمہیں ڈس دے گا۔ بھاگو، اپنی جانیں بچاؤ۔"

ناگ نے عنبر سے کہا:

"اگر ان لوگوں کو پتا چل جائے کہ یہ سانپ مجھے سلام کرنے آ رہا ہے تو بھی یقین نہ کریں گے۔"

عنبر بولا:

"اب تو انہیں یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

پیرا ابھی سانپ کے پاس آکر برابر بین بجا رہا تھا۔ مگر سانپ کا رخ ناگ کی طرف تھا۔۔۔ حالانکہ اس کا منہ پیرے کی طرف ہونا چاہیے تھا جو بین بجا رہا تھا۔۔۔ پیرے کو کچھ شک ہوا کہ معاملہ گڑبڑ ہے۔ دال میں کچھ کالا ہے۔۔۔ پرانا پیرا تھا۔۔۔ سانپ پکڑتے ایک عمر گزر گئی تھی۔۔۔ بڑے بوڑھوں سے سانپ کے بارے میں بڑی بڑی عجیب کہانیاں سن رکھی تھیں۔۔۔ اس نے بین بجانا بند کر دی۔

ادھر سانپ نے اپنا پھن جھکا کر ناگ کو سلام کیا اور اپنی گردن جھکا کر اس کے آگے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔۔۔ جو لوگ پہلے ڈر کے مارے

بھاگ گئے تھے۔۔۔ اب دور کھڑے ہو کر یہ عجیب و غریب تماشا دیکھنے لگے۔ عنبر نے آہستہ سے کہا:

"ناگ، اسے واپس بھیج دو۔۔۔ لوگ خواہ مخواہ تماشا بنا رہے ہیں۔"

پیرے نے بین پرے رکھی اور ہاتھ جوڑ کر ناگ کے آگے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ کہنے لگا:

"جے ناگ مہاراج، آپ کوئی بڑے مہاتما ہیں جو میرے کالے سانپ نے آپ کو سلام کیا اور ماتھا ٹیکا۔۔۔ مجھے آشیر باد دیجیے۔"

ناگ نے مسکرا کر پیرے کو دیکھا اور کہا:

"میں ناگ مہاراج نہیں ہوں بھائی، تمہارے سانپ کو جانے کیا ہو گیا ہے جو میرے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا ہے۔"

پیرا بولا:

"مہاراج! آپ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔۔۔ میں نے ساری عمر سانپوں میں گزاری ہے۔۔۔ میں جانتا ہوں۔ سانپ سوائے دیوتا کے اور کسی کے آگے اپنا سر نہیں جھکاتا۔۔۔ آپ مجھے آشیرباد دیں۔"

عنبر نے کہا:

"ناگ بھائی، دے دو آشیرباد اس پیرے کو۔۔۔ بے چارہ بڑی عاجزی سے درخواست کر رہا ہے۔"

اتنے میں لوگوں میں سے ایک ہٹا کٹا، لمبا تڑنگا دلی شہر کا سب سے مشہور قاتل اور غنڈہ موتی ہاتھ میں خنجر لیے چھلانگ لگا کر

پیرے کے پیچھے آ کر بولا:

"خبردار پیرے، اس مسلمان کے آگے یوں ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ تم ہندو ہو۔ جو کہنا ہے مجھ سے کہو، میں بھی ہندو ہوں اور ساری دلی کا مالک ہوں۔ میں تمہاری غرض پوری کر دوں گا۔ یہ بھوکا ننگا مسلمان تمہیں کیا دے سکتا ہے جس کے پاس حلوہ پوری کے لیے بھی پیسے نہیں ہوں گے۔"

یہ ناگ کی سخت بے عزتی تھی۔ عنبر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ موتی غنڈے کی گردن توڑنے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ ناگ نے اسے روک دیا۔

"نہیں عنبر، اسے معاف کر دو۔ اس نے ہمیں مسلمان کہا ہے اور مسلمان معاف کر دیتا ہے۔ وہ اپنے لیے نہیں، خدا کے لیے لڑتا ہے۔"

لوگ دم بخود ہو کر کھڑے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ موتی غنڈہ بڑا زبردست بدمعاش ہے اور کسی کو قتل کر دینا اس کے لیے معمولی بات ہے۔ اس کی بات کو شاہی قلعے کے اندر بادشاہ بھی نہیں ٹالتا تھا، کیونکہ مغل حکومت کمزور ہو چکی تھی، وہاں جو ہندو کھڑے تھے وہ خوش ہو رہے تھے کہ ابھی موتی غنڈہ ان دونوں مسلمانوں کو مار مار کر ان کا بھرکس نکال دے گا اور جو مسلمان وہاں کھڑے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر ہندو غنڈے نے ان دونوں مسلمانوں

پر حملہ کیا تو وہ اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔

ناگ ابھی تک دری پر بیٹھا ہوا تھا اور سانپ اس کے سامنے کنڈلی مارے ہوئے تھا۔ پیرا ہاتھ جوڑے کبھی موتی غنڈے کا منہ تکتا تھا اور کبھی ناگ کی طرف دیکھتا تھا۔ ناگ کے روکنے سے عنبر پیچھے ہٹ گیا اور ناگ کی طرف دیکھ کر بولا:

"میں تمہاری وجہ سے اسے کچھ نہیں کہوں گا۔"

موتی غنڈے نے نعرہ لگا کر کہا:

"اے ذلیل مسلمان، میں تمہیں اور تمہارے اسلام کو کیا سمجھتا ہوں۔ ہا ہا ہا۔"

اب ناگ سے برداشت نہیں ہو سکا۔ کوئی بھی مسلمان یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کے سامنے کوئی اس کے دین اسلام کی بے عزتی کرے۔ وہ اسلام کے لیے ہر وقت جان دینے پر تیار رہتا ہے۔ ناگ نے سانپ کو اشارہ کیا۔ سانپ کنڈلی مارے مارے ایک چھلانگ لگا کر موتی غنڈے کے سر پر پہنچ گیا۔ مگر موتی غنڈہ بڑا ہوشیار نکلا۔ اس نے تلوار کے ایک ہی وار سے سانپ کے دو ٹکڑے کر دیے۔ ہجوم میں ہندوؤں نے خوشی سے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ مسلمانوں کے دل بجھ سے گئے۔ وہ حملہ کرنے کے لیے پر تولنے لگے۔ سانپ کی موت کے ساتھ ہی ناگ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر پیچھے کرتے ہوئے کہا:

"ناگ۔ یہ میرا شکار ہے۔"

موتی غنڈے نے للکار ماری اور کہا:

"تو بھی سامنے آکر دیکھ لے۔ اس تلوار سے سانپ کی طرح تیرے بھی ٹکڑے اڑا دوں گا۔"

اور موتی غنڈہ تلوار لہراتا میدان میں کود پڑا۔ وہاں ہندو زیادہ تھے۔ مسلمان تھوڑے تھے۔ مسلمانوں نے عنبر کی جان بچانے کے لیے ذرا ایک قدم اٹھایا تو ہندو سامنے خنجر تلواریں لے کر آگئے۔

"خبردار، کوئی آگے نہ بڑھے۔ ایک کا مقابلہ ایک سے ہونے دو۔"

ایک بوڑھے مسلمان نے کہا:

"وہ مسلمان بے چارا نہتا ہے۔"

موتی غنڈے نے کہا:

"اسے ایک تلوار دے دو۔"

اس پر عنبر نے مسکرا کر کہا:

"نہیں، میں نہتا ہی لڑوں گا۔"

اس پر ہجوم میں مسلمانوں نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔

ہندو غنڈہ تلوار چلاتا عنبر کی طرف بڑھا اور بولا:

"اب بھی تلوار لے لے۔ کیوں اپنی موت کو آواز دے رہا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"موتی غنڈے، جو کچھ کہتا ہے کہہ لے۔ کیوں کہ آج تمھاری زندگی کا آخری دن ہے۔ ابھی تھوڑی دیر بعد تیری زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی ہوگی۔"

موتی غنڈے نے غصے میں آکر تلوار ہوا میں لہرائی اور پوری طاقت سے عنبر پر حملہ کر دیا۔ تلوار عنبر کے قریب سے نکل گئی۔ عنبر کو تلوار نہ لگ سکی۔ لوگ خوف کے مارے چپ تھے۔ پھر ہندوؤں نے نعرے لگا کر موتی غنڈے کا حوصلہ بڑھانا شروع کیا۔

"موتی، اس مُسلے کو مار دو۔ اس کی گردن اتار دو۔ اس مسلمان کو مزہ چکھا دو۔"

موتی غنڈے نے دوسرا وار کیا۔ عنبر اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ وہ ہندو غنڈے کو زندہ رہنے کا تھوڑا سا اور موقع دینا چاہتا تھا۔ اس نے موتی سے کہا:

"موتی، اب تیری زندگی کے چند ایک ہی سانس باقی رہ گئے ہیں۔ لو اب میں وار کرنے آ رہا ہوں۔"

عنبر نے پہلی بار 'یا علی' اور 'اللہ اکبر' کا نعرہ لگایا اور اچھل کر موتی کے سامنے آگیا۔ موتی غنڈے نے دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کر عنبر کے سر پر پوری طاقت سے وار کر دیا۔ اس قدر اونچی آواز پیدا ہوئی کہ جیسے کسی نے چٹان پر زور سے کلہاڑا مارا ہو۔ اس کے بعد لوگوں نے جو کچھ دیکھا، وہ انھوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

تلوار ایک جھنکار کے ساتھ ٹوٹ کر دُور جا گری اور صرف اس کا دستہ
ہندو غنڈے کے ہاتھ میں رہ گیا — اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ
یہ کیا ہوا ہے — وہ کبھی عنبر کو دیکھتا اور کبھی اپنے ہاتھ میں پکڑی
تلوار کے ٹوٹے ہوئے دستے کو —

عنبر نے گرج کر کہا :

" او کافر، اب اللہ کے شیر کا وار بھی دیکھ "

عنبر نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ مارا — ہندو غنڈے کے ہاتھ
سے تلوار کا دستہ اس کی کلائی سمیت نیچے زمین پر گر پڑا — خون کی
ایک دھار غنڈے کی کلائی سے نکل کر فوارے کی طرح گرنے لگی - عنبر
نے اس کے ساتھ ہی اسے گردن سے پکڑ کر ہوا میں اتنے زور سے
اچھالا کہ وہ اوپر درخت سے ٹکرا کر دھڑام سے نیچے گرا اور اس کی
ہڈیاں چورا ہو گئیں — مسلمانوں نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعرے لگائے
اور آگے بڑھ کر عنبر کو کندھوں پر اٹھا لیا — ہندو وہاں سے دُم دبا
کر بھاگ گئے — مسلمانوں نے جلوس بنا کر عنبر کو ساتھ لیا اور جامع مسجد
کی طرف روانہ ہو گئے — ناگ مسکراتے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔
جامع مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچ کر عنبر نے بڑی مشکل سے اپنے آپ
کو ہجوم سے چھڑایا اور انہیں کہا کہ وہ اب اپنے اپنے کاروبار پر
جائیں۔

اس کافر نے خدا کی شان میں گستاخی کرنے کی جرأت کی تھی۔

جس نے اسے اس کا مزا چکھا دیا — یہ میری طاقت نہیں تھی۔ بلکہ اللہ
کی طاقت تھی "

لوگ اچھل اچھل کر نعرے لگانے لگے — ناگ نے عنبر کا ہاتھ
پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا ہجوم سے باہر نکال کر لے گیا —

تین سو سال پیچھے

عنبر اور ناگ نے سرائے میں آکر دم لیا۔

"یار آج تو صبح صبح جنگ ہو گئی تھی۔" ناگ نے اپنے کرتے کے بٹن بند کرتے ہوئے کہا۔ عنبر اپنے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔ ... لگا:

"یہ تو کفر کے خلاف جہاد تھا ناگ۔"

"ہاں بے شک یہ جہاد تھا اور خدا نے ہمیں اس میں فتح دی۔" عنبر کہنے لگا:

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کچھ دیر کے لیے شہر سے باہر ہی کسی باغ میں ٹھکانہ بنانا چاہیے، کیونکہ یہ شہر کے لوگ یہاں ہمارا ناک میں دم کر دیں گے۔"

ناگ نے کہا:

"بڑا نیک خیال ہے، کیونکہ جن لوگوں نے شہر میں ہمارا جلوس نکا... ہے وہ ہمارا مزار بنانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔"

"تو پھر چل کر قطب صاحب کی لاٹ کے پاس رہنے کا ٹھکانہ بنا...

جب تک قافلہ آئے گا تو یہاں ماریا کو دیکھنے واپس آجائیں گے۔"

دونوں صدیوں کے دوستوں نے دوپہر کا کھانا کاروان سرائے کی کوٹھڑی میں ہی کھایا۔ اس لیے کہ انہیں دلی شہر کے لوگوں کے کھانے پسند تھے۔ ورنہ انہیں نہ کھانے کی ضرورت ہوتی تھی اور نہ پینے کی۔ اس وقت بھی باہر لوگ اکٹھے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جوں ہی وہ دونوں باہر نکلے۔ لوگ نعرے لگانے لگے۔

ناگ نے عنبر سے کہا:

"بھاگو میاں یہاں سے، یہ آج ہمارا مزار بنا کر ہی دم لیں گے۔"

اور دونوں ایک طرف کو اٹھ دوڑے۔ لوگ نعرے لگاتے ان کے پیچھے دوڑنے لگے۔ مگر شہر کے دروازے سے باہر نکلتے ہی لوگوں نے دیکھا کہ ایک دوست تو غائب ہو گیا اور دوسرے کی رفتار اتنی تیز ہو گئی کہ دیکھتے دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب تو لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ دونوں بڑی کرنی والے نوجوان بزرگ تھے، لیکن وہ ان کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ لوگ ایک دوسرے سے باتیں کرتے اور ہاتھ ہی ملتے رہ گئے۔

قطب کی صاحب کی لاٹ کے پاس پہنچ کر عنبر بھی رک گیا۔ وہ طوفان میل کی طرح بھاگا آرہا تھا۔ اور ناگ اس کے سر کے اوپر غائب ہو کر اڑتا چلا آرہا تھا۔ ناگ نیچے اتر آیا۔ سانپ کا مہرہ اس نے منہ سے نکال کر جیب میں رکھ لیا۔ وہ قطب کی لاٹ ...

سامنے والے کیکر کے گھنے درختوں کے نیچے بنے ہوئے خوب صورت گول چبوترے پر جا کر ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ گئے — دلی کی گرمی سے وہ بھی تنگ آ رہے تھے مگر درختوں کی چھاؤں بڑی ٹھنڈی تھی۔ قطب کی لاٹ کا سرخ پتھر دھوپ میں چمک رہا تھا اور ابھی اس کی سب سے اوپر والی منزل گری نہیں تھی۔ ساری منزلیں سلامت تھیں — یہ جگہ اس زمانے میں بڑی سنسان تھی۔ ارد گرد کوئی آبادی نہیں تھی —

دھوپ ڈھلنے تک انہوں نے وہاں آرام کیا — ناگ تو بڑے مزے سے ٹھنڈی چھاؤں میں سو رہا تھا — دوپہر ڈھلنے کے بعد ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی — عنبر نے دیکھا کہ ناگ گہری نیند سو رہا ہے اور خراٹے بھی لے رہا تھا — ناگ کے خراٹے سانپ کی شوکر کی طرح سے ہوتے تھے — اگر کوئی آنکھ بند کرے تو ایسا لگے کہ کوئی اژدہا پھنکار رہا ہے۔

عنبر کا جی چاہا کہ اس خوشگوار موسم میں سیر کرے۔

سیر سے واپس آنے کے بعد عنبر نے ناگ کو اٹھایا اور شہر کی طرف چل دیے — اور سرائے میں جا کر انہوں نے معلوم کیا کہ میسور سے چلا ہوا قافلہ دہلی کب پہنچ رہا ہے۔ انہیں پتا چلا کہ قافلہ دوپہر کے بعد پہنچنے والا ہے — ناگ اور عنبر دونوں بڑے خوش ہوئے اور بے تابی سے قافلے کا انتظار کرنے لگے۔ انہیں یقین تھا کہ ماریا اسی قافلے میں پہنچنے والی ہے —

ناگ اور عنبر نے سرائے کے باہر چبوترے پر بچھی ہوئی دری پر بیٹھ

کر قہوہ پیا اور پھر باتیں کرنے لگے — جوں جوں قافلے کے آنے کا وقت قریب آ رہا تھا۔ ان کی بے چینی بڑھ رہی تھی — ماریا سے مل کر دونوں دہلی سے کسی دوسرے ملک کے لیے روانہ ہونا چاہتے تھے — یوں ہی ناگ کے دل میں خیال آیا کہ کچھ دیر شاہ باغ کی سیر کرتے ہیں۔

دونوں سرائے سے اٹھ کر شہر کے دروازے سے باہر نکلے اور شاہ باغ میں آ گئے — یہ وہی تاریخی باغ تھا جہاں سو سال بعد مغل شہزادوں کا قتل عام ہونے والا تھا۔ باغ کے درختوں پر پرندے چھپ رہے تھے۔ گرمی خوب پڑ رہی تھی۔ مگر باغ میں درختوں کے سایوں کے نیچے بڑی ٹھنڈک تھی۔ وہ بارہ دری سے گزر کر ایک مسجد میں آ گئے۔ یہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی چھوٹی سی مسجد تھی جہاں شاہی محل کے امرا جمعہ کی نماز آ کر پڑھا کرتے تھے۔ مسجد کے صحن میں نیم کے گھنے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں تھی۔ دونوں دوست اس چھاؤں میں بیٹھ گئے۔

ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ ان کو باتیں کرتے کرتے نیند آ گئی اور وہ سو گئے —

جب وہ سو کر اٹھے تو دوپہر ڈھل چکی تھی۔ دھوپ کا رنگ سنہری پڑ رہا تھا — ناگ نے آنکھیں مل کر کہا:

"یار، ہم کافی دیر سوتے رہے ہیں"

عنبر بولا:

"ہاں، کوئی دو گھنٹے تو سوئے ہوں گے"

"چلو شہر چلتے ہیں۔ ماریا کا قافلہ آنے ہی والا ہے۔ بلکہ کہیں آ ہی نہ گیا ہو۔"

دونوں باغ سے نکل کر سڑک پر آئے تو انہیں سڑک پر کچھ تبدیلی سی محسوس ہوئی۔ جب وہ سونے کے لیے باغ میں داخل ہوئے تھے تو اس سڑک پر پتھر ہی پتھر تھے جنہیں کوٹ کر ہموار کیا گیا تھا لیکن اب سڑک پر ایک بھی پتھر نہیں تھا۔ درختوں پر بھی کوئی پرندہ نہیں بول رہا تھا۔

ناگ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"اس سڑک کے پتھر کہاں چلے گئے؟"

"یہی میں سوچ سوچ کر حیران ہو رہا ہوں۔ یہاں تو پتھروں کی سڑک تھی۔ اب مٹی اڑ رہی ہے۔ کیا اس شہر میں سڑک بھی چرا کر لے جاتے ہیں؟"

دونوں شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کے لباس مغلیہ طرز کے نہیں تھے بلکہ ایرانی اور کچھ کچھ ترکی لباس تھے۔ وہ تعجب سے ادھر ادھر تکنے لگے۔ شہر کی دیوار بھی جگہ جگہ سے گری ہوئی اور ٹوٹی پھوٹی تھی۔

"یہ کیا بات ہے عنبر؟" ناگ نے کہا۔

وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ ابھی دو گھنٹے پہلے وہ جن دکانوں اور دکانداروں کو وہاں چھوڑ گئے تھے، ان میں سے ایک بھی دکان وہاں نہیں تھی۔ دکانوں کی جگہ وہاں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔

عنبر بولا:

"کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے ناگ۔"

شہر کا حلیہ پہلے ایسا نہیں تھا۔ مغلیہ عہد کے دو منزلہ مکان وہاں نہیں تھے۔ اب ایک منزلہ مکانوں پر چھتوں کی جگہ پردے گرے ہوئے تھے۔ ایک دکاندار سر پر بڑی سی ترکی گول پگڑی باندھے بیٹھا تربوز بیچ رہا تھا۔ عنبر نے اسے اسلام علیکم کہا۔ اس نے ترکی لہجے میں وعلیکم السلام کہا۔ اور ترکی میں پوچھا:

"کیا چاہیے بھائی؟"

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:

"ایک گھنٹے پہلے تو یہاں کے دکاندار اردو بولتے تھے۔ یہ ترکی زبان کہاں سے آ گئی؟"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ عنبر نے جیب سے سونے کی ایک اشرفی نکال کر دکاندار کو دی اور ترکی زبان میں کہا:

"ایک تربوز دے دو ہمیں بھائی۔"

دکاندار نے عنبر کے ہاتھ سے سونے کا سکہ لے کر اسے الٹ پلٹ کر غور سے دیکھا اور پھر بڑی بڑی آنکھیں پوری کھول کر بولا:

"برادر، یہ سکہ تم نے کہاں سے لیا ہے؟"

عنبر نے کہا:

"ہم نے دہلی میں ہی لیا تھا۔"

دکاندار نے دوسرے گاہکوں کو وہ سکہ دکھا کر کہا:

"بھائیو ذرا دیکھو تو اس سکے پر کس بادشاہ کا نام لکھا ہے؟"

ایک گاہک نے سکے پر نام پڑھ کر کہا:

"اس پر تو کسی شاہ عالم ثانی بادشاہ کا نام لکھا ہے۔"

دکاندار نے سر کھجاتے ہوئے پوچھا:

"بھائی، یہ کس ملک کا بادشاہ ہے؟"

عنبر نے کہا:

ہندوستان کا مغل بادشاہ ہے اور لال قلعے میں — اسی دلی شہر میں اس کا دربار لگتا ہے۔ کیا تم کو نہیں معلوم؟"

کچھ اور لوگ بھی وہاں اکٹھے ہو گئے اور عنبر کی اس بات پر ہنسنے لگے۔

دکاندار نے سکہ واپس کرتے ہوئے کہا:

"بھائی تم کس شاہ عالم بادشاہ کی بات کر رہے ہو؟"

ناگ بولا:

"جو مغل بادشاہ ہے۔"

"کون مغل؟" دکاندار نے تعجب سے پوچھا۔

اب عنبر اور ناگ سمجھ گئے کہ ان کے ساتھ کیا حادثہ ہو گیا ہے۔

عنبر نے اپنا شک دور کرنے کے لیے دکاندار سے پوچھا:

"کیا دہلی پر مغل بادشاہوں کی حکومت نہیں ہے؟"

دکاندار نے کہا:

"بھائی دہلی پر تو اس وقت شہاب الدین غوری کی حکومت ہے۔"

عنبر اور ناگ کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ جب وہ دونوں شاہ باغ میں سو رہے تھے تو تاریخ کا وقت ایک دم سے تین سو سال پیچھے چلا گیا تھا — زمانہ بدل گیا تھا۔ اب دہلی پر مغلوں کی نہیں، بلکہ شہاب الدین غوری کی حکومت تھی اور شہر میں ایرانی اور ترکی زبان ہی بولی اور سمجھی جاتی ہے — اردو ابھی کسی کو نہیں آتی تھی۔ لوگ عنبر اور ناگ کے لباس کو بھی حیرت سے دیکھنے لگے۔ کوئی کہتا کہ یہ دونوں پاگل ہیں۔ انہیں قلعے کے پاگل خانے میں بھجوا دو — کوئی کہتا کہ یہ مرہٹوں کے جاسوس ہیں۔ انہیں فوج کے حوالے کر دو۔

اتنے میں دو فوجی بھی وہاں آ گئے — انہوں نے سارا معاملہ سنا اور سونے کے سکے بھی دیکھے — دونوں فوجیوں نے پرانے افغانوں کی طرز پر گول پگڑیاں باندھ رکھی تھیں — بڑی گھیر دار شلواریں اور لمبے کرتے تھے۔ کمر پر ڈھال بندھی تھی اور پہلو میں خم دار تلواریں لٹک رہی تھیں۔ کندھے پر تیر کمان بھی تھے۔ عنبر نے کہا:

"ہم جاسوس نہیں ہیں۔"

فوجی بولا:

"تو پھر تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر اور ناگ اب انہیں کیا بتاتے کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ وہ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے تو فوجی اور زیادہ الجھ جاتے۔ آخر انہوں نے عنبر اور ناگ کو گرفتار کر لیا ۔۔۔ اور کہا:

"تمہیں دربار میں پیش کیا جائے گا ۔۔۔ تم مرہٹوں کے جاسوس ہو۔ چلو ہمارے ساتھ"

عنبر اور ناگ اگر چاہتے تو وہاں سے بڑی آسانی سے فرار ہو سکتے تھے ۔۔۔ لیکن ناگ نے عنبر سے کہا:

"بھائی جب یہ انقلاب آ ہی گیا ہے تو چلو ذرا دربار کی سیر بھی کرلیں۔ اب تو خدا جانے وہ قافلہ بھی کہاں تتر بتر ہو گیا ہوگا، جس کے ساتھ ماریا سفر کر رہی تھی"

فوجی دونوں کو گھوڑے پر بٹھا کر قلعے کے اندر لے گئے ۔۔۔ قلعے کا وہ ایک روپ ہی نہیں تھا ۔۔۔ یہ ایک عارضی سا قلعہ لگتا تھا جس کی دیواریں یونہی بڑے بڑے پتھر رکھ کر اٹھائی گئی تھیں اور یہ اس جگہ پر نہیں تھا، جہاں بعد میں مغل بادشاہوں نے قلعہ بنایا۔ بھورے رنگ کے پتھروں کا ایک محل قلعے کے اندر بنا ہوا تھا۔ اس محل میں شہاب الدین غوری کا گورنر دربار لگاتا تھا۔ غوری جو کہ شمالی ہندوستان میں اپنی سلطنت قائم کر چکا تھا ۔۔۔ اس وقت مرہٹوں کے ساتھ جنگ کرنے الہ آباد کی طرف گیا ہوا تھا ۔۔۔ جہاں مرہٹوں کا ایک لشکر دہلی پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا تھا ۔۔۔

گورنر کے سامنے عنبر اور ناگ کو پیش کیا گیا ۔ گورنر نے غور سے ان دونوں کو دیکھا اور وہی سوال کیا کہ تم کون ہو۔ اگر سچ سچ بتا دوگے تو تمہاری جان بخشی کر دی جائے گی ۔

عنبر نے کہا:

"جناب والا، ہم مسلمان ہیں اور شاہ باغ میں سو رہے تھے۔ جب اٹھے تو وہاں ایک چبوترے پر ہمیں یہ سونے کے سکے ملے۔ ہم ملک مصر کے رہنے والے ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے"

عنبر نے گورنر کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے ہیں اور شاہ باغ میں سوتے سوتے شاہ عالم ثانی کا عہد نکل گیا تھا اور وہ تین سو برس پیچھے چلے آئے ہیں۔ کیونکہ یہ عنبر، ناگ اور ماریا کا واپسی کا سفر تھا اور وہ واپس پانچ ہزار سال پرانے مصر کی طرف سفر کر رہے تھے ۔ گورنر کو ان کی بات پر یقین نہ آیا ۔ اس نے حکم دیا کہ جب تک سلطان غوری جنگ سے واپس نہیں آتے، ان جاسوسوں کو قید میں ڈال دیا جائے ۔

"یہ تم کس زبان میں بات کر رہے ہو؟"

ناگ نے کہا:

"میں ایک ایسی زبان میں بات کر رہا تھا جو آج سے تین سو سال بعد اس ملک میں بولی جائے گی اور جس کا نام اردو ہوگا۔"

سپاہی نے کہا:

"تمہیں یہ زبان کیسے آگئی؟"

ناگ بولا:

"یہ راز تم نہیں سمجھ سکو گے۔ چلو گورنر خاقان کے پاس چلتے ہیں۔"

اس وقت عنبر اور ناگ کو خاقان اعظم کے کمرہ خاص میں پیش کر دیا گیا۔ خاقان اعظم کچھ پریشان تھا۔ اور ہاتھ پیٹھ پر رکھے ٹہل رہا تھا۔ عنبر اور ناگ کو دیکھ کر اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا کہ وہ چلے جائیں۔ جب کمرہ خاص میں وہ تینوں اکیلے رہ گئے تو خاقان اعظم نے عنبر کی طرف دیکھ کر اپنی کمر میں سے اچانک چمکتا ہوا خنجر نکال لیا اور عنبر کی طرف اس کی نوک کرکے کہا:

"میں جانتا ہوں، تم دونوں مرہٹوں کے جاسوس ہو، لیکن تم مسلمان بھی ہو۔ ہم بھی مسلمان ہیں۔ اس وقت مرہٹوں کی طرف سے دلی کی اسلامی سلطنت کو سخت خطرہ ہے۔ مرہٹے دس لاکھ کا زبردست لشکر لے کر دلی سے تین سو میل نیچے دریائے گوگرہ کے پار جمع ہیں۔ سلطان شہاب الدین غوری دریا کے اس کنارے پر دشمن سے مقابلے

دلچسپ مہم

عنبر اور ناگ کو قلعے کے ایک تہہ خانے میں بند کر دیا گیا۔

ناگ بولا:

"اب کیا ارادے ہیں۔ اس گورنر نے ہمارے ساتھ جو سلوک کرنا تھا کر چکا۔ اب ہم یہاں قید خانے میں وقت ضائع نہیں کر سکتے۔ ہمیں ماریا کو بھی تلاش کرنا ہے۔"

بات ٹھیک تھی اور عنبر کی سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ بولا:

"تو پھر چلو، ابھی یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ ہمارے لیے فرار ہونا کون سی مشکل بات ہے۔"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور دو سپاہی اندر آگئے۔ انہوں نے عنبر سے کہا کہ گورنر خاقان نے انہیں ابھی بلایا ہے۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا۔ ناگ نے کہا:

"چلو، ملاقات کرنے میں کیا حرج ہے۔"

اس پر ایک سپاہی نے پلٹ کر غصے سے کہا:

کے لیے تیار بیٹھا ہے، لیکن مسلمانوں کا لشکر کافروں کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے ۔ ہمارے لشکر میں صرف دو لاکھ فوج ہے اور توپیں بھی دشمن کے مقابلے میں کم ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

خاقان اعظم نے خنجر لہرا کر کہا:

"تم جاسوس ہو۔ تمہیں مرہٹوں نے ہمارے محل میں فوج کے راز معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے، لیکن اگر تم اپنی آخرت سنوارنا چاہتے ہو تو اس وقت مسلمان لشکر کی مدد کرو اور ہمیں بتا دو کہ دشمن نے دریا پار کس کس مقام پر توپیں لگا رکھی ہیں اور وہ کب دریا پار کر کے حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"خاقان اعظم، پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ ہماری مدد چاہتے ہیں تو اس خنجر کو واپس اس کے نیام میں ڈال لیں۔"

خاقان اعظم نے طیش میں کہا:

"یہ خنجر میں باہر ہی رکھوں گا ۔ اس لیے کہ اگر تم نے دشمن کے راز نہ بتائے تو اسی خنجر سے میں تم دونوں لڑکوں کو اسی جگہ ذبح کر دوں گا۔ میں چنگیز و ہلاکو کی اولاد میں سے ہوں اور دشمن کو قتل کرنا میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔"

عنبر بولا:

"ہم چنگیز خان کو بھی جانتے ہیں اور ہلاکو خان سے بھی ایک بار مل چکے ہیں اور اپنے واپسی کے اس سفر میں اس سے ایک بار پھر ملاقات کریں گے ۔ اس لیے ہمیں یہ کہہ کر ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔"

خاقان اعظم نے خنجر لہرا کر کہا:

"پاگلوں ایسی باتیں کر کے تم اپنے آپ کو پاگل ثابت نہیں کر سکتے ۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم پاگل نہیں ہو اور مرہٹوں کی جاسوسی کرنے یہاں آئے ہو ۔ اب جلدی بتاؤ مرہٹوں نے دریا پار اپنی توپیں کہاں لگا رکھی ہیں؟"

اب تو عنبر اور ناگ دونوں کو بھی غصہ آگیا ۔ اصل میں خاقان اعظم کو بات کرنے کا طریقہ نہیں آیا تھا ۔ اسے پیار محبت سے کام نکالنا چاہیے تھا، لیکن وہ الٹی کھوپڑی کا آدمی تھا اور عنبر کی بھی کھوپڑی الٹ گئی تھی ۔ اس نے آگے بڑھ کر خاقان کے ہاتھ سے خنجر جھٹک کر پرے پھینک دیا ۔ یہ گستاخی ایسی تھی کہ جس کی سزا قتل کے سوا اور کچھ نہیں تھی ۔ خاقان پیچھے ہٹا اور دیوار کے ساتھ لگی تلوار کھینچ کر عنبر پر وار کر دیا ۔ عنبر نے وار اپنے بازو پر لے لیا ۔ تلوار عنبر کے بازو سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔ خاقان اعظم دنگ سا ہو کر رہ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ ہو سکتا ہے، اس نوجوان نے آستین کے نیچے لوہے کی پوستین پہن رکھی ہو ۔ اس نے دوسری تلوار دیوار سے اتار لی ۔

عنبر نے کہا:

"سنو خاقان، تم اپنی فوج کی ساری تلواریں بھی لے آؤ گے تو میرے جسم پر ایک خراش تک نہ ڈال سکو گے۔ اس لیے کہ میں تمہاری تلواروں اور نیزوں سے بلند ہوں۔"

ناگ بولا:

"اور میں تمہارے سر سے بھی بلند ہوں — اگر میں چاہوں تو تمہیں اسی جگہ کھڑے کھڑے ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ کر فرش پر پٹخ کر ہلاک کر سکتا ہوں، مگر ہم ایسا نہیں کریں گے۔"

عنبر نے کہا:

"اس لیے کہ تم بھی مسلمان ہو اور ہم بھی مسلمان ہیں اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے۔"

خاقان اعظم کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ نوجوان لڑکے کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں — ایک بات پر وہ ضرور حیران تھا کہ عنبر پر تلوار کے وار نے اثر نہیں کیا تھا کہ اس کے کرتے کے نیچے لوہے کی جالی بھی نہیں تھی — اس نے عنبر سے کہا:

"کیا تم جادوگر ہو؟"

ناگ بولا:

"ہاں! ہم ملک مصر کا پرانا جادو جانتے ہیں۔ میں جادو کے ذریعے غائب بھی ہو سکتا ہوں۔"

اور اتنا کہتے ہی ناگ نے مہرہ نکال کر منہ میں رکھا اور غائب ہو گیا۔ خاقان اعظم آنکھیں مل کر ادھر ادھر تکنے لگا کہ ناگ کہاں غائب ہو گیا۔ ناگ نے مہرہ منہ سے نکالا اور پھر ظاہر ہو گیا۔

"اب تمہیں ہماری طاقت کا یقین آ گیا ہو گا — اب تم غور کرو کہ ہمیں کسی کافر کے لیے جاسوسی کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر ہم چاہتے تو تمہاری قید سے بھی آسانی کے ساتھ باہر نکل سکتے تھے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ پہلے ہم پر جو جاسوسی کا الزام لگایا ہے اسے واپس لیا جائے۔"

خاقان اعظم سمجھ گیا کہ یہ دونوں کوئی بہت بڑے جادوگر ہیں — اور ان سے بڑا کام لیا جا سکتا ہے — اس نے مسکرا کر کہا:

"میں نے تم پر جاسوسی کا جو الزام لگایا تھا، اسے واپس لیتا ہوں۔ اب بتاؤ، تم ایک مسلمان سلطنت کے لیے، اسلام کے لیے کافروں کی فوج کے راز ہمیں لا کر دو گے؟"

عنبر نے کہا:

"ہم یہ کام کریں گے، مگر نہ تمہارے لیے اور نہ شہاب الدین غوری کے لیے، بلکہ صرف اسلام اور مسلمانوں کے لیے۔"

خاقان اعظم نے عنبر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا:

"ہمیں ایسے ہی جان نثار اور سچے مسلمانوں کی ضرورت ہے، جو کسی شخص یا لالچ کے لیے نہیں، بلکہ صرف اسلام اور اسلام کے لیے جہاد کریں۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں آج ہی تمہیں ایک خاص دستے کے

ساتھ سلطان کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"لیکن کیا آپ ہمیں ایک بات بتا سکتے ہیں؟"

"ضرور پوچھو۔ تم کون سی بات پوچھنا چاہتے ہو۔"

عنبر نے کہا:

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ میسور سے جو قافلے دہلی کی طرف آتے ہیں وہ کس کاروان سرائے میں ٹھہرتے ہیں؟"

خاقان اعظم کے ماتھے پر بل آ گیا۔ اس نے کہا:

"اے نوجوان، تم نے پھر میرے دل میں شک ڈالنے والا سوال پوچھا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ میسور کا علاقہ ہمارے دشمن مرہٹوں کا علاقہ ہے اور ادھر سے کسی قافلے کے دہلی آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ناگ نے کہا:

"اصل بات یہ ہے کہ آج سے تین سو سال پہلے ہماری ایک بہن جس کا نام ماریا ہے اس قافلے میں دہلی کے لیے روانہ ہوئی تھی۔ ہم اس کی تلاش میں ہیں۔"

خاقان اعظم نے سر جھٹک کر کہا:

"ویسے کبھی کبھی وقت مجھے شک پڑتا ہے کہ تم سچ مچ پاگل ہو۔ کیونکہ جو قافلہ میسور سے آج سے تین سو سال پہلے چلا تھا

سکتا ہے کہ وہ ابھی تک دہلی کی طرف آ رہا ہو؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"ایسا ہو سکتا ہے۔ اگر آپ ہماری جگہ ہوتے تو آپ بھی کہتے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔"

خاقان اعظم نے کہا:

"تو پھر آپ جادوگر ہو کر بھی یہ پتا نہیں چلا سکتے کہ وہ قافلہ اس وقت کہاں ہو گا۔"

خاقان نے یہ بات مذاق میں کہی تھی۔ ناگ نے کہا:

"ٹھیک ہے، ہم جادو کے ذریعے پتا چلا لیں گے۔"

اسی وقت ایک تیز رفتار دستہ تیار کیا گیا اور عنبر اور ناگ کو اس دستے کے ساتھ روانہ کر دیا۔ یہ ایک طوفانی سواروں کا دستہ تھا۔ دہلی شہر سے نکلتے ہی برق رفتار گھوڑوں نے ہوا سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ دس میل کے بعد ایک پڑاؤ آیا جہاں تازہ دم گھوڑے پہلے ہی سے تیار کھڑے تھے۔ ان گھوڑوں پر سوار ہو کر یہ لوگ آگے روانہ ہو گئے۔ اسی طرح منزلیں طے کرتے کرتے اور ایک رات نجیب آباد کی شاہی سرائے میں آرام کرنے کے بعد دوسرے روز یہ طوفانی سوار سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں پہنچ گئے۔ بگل بجا کر شاہی دستے کی آمد کا اعلان کر دیا گیا۔ دستے کا کماندار اسی وقت سلطان کی خدمت میں اس کے شاہی خیمے میں حاضر ہوا اور عنبر اور ناگ کو پیش

کرتے ہوئے گورنر دلی خاقان اعظم کا خط دیا — عنبر اور ناگ نے دیکھا سلطان کا خیمہ بڑا سادہ تھا — اگرچہ سلطان شہاب الدین غوری ایک عظیم الشان بادشاہ تھا، لیکن اس کا خیمہ ایک سیدھے اور سچے مسلمان سپاہی کی طرح کا تھا — سلطان کے چہرے پر جلال ٹپک رہا تھا، لیکن اس وقت چہرے پر پریشانی تھی — اس نے خاقان کا خط پڑھ کر عنبر اور ناگ کی طرف گہری نظر ڈالی — عنبر بھی سلطان کو اسی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پانچ ہزار سال کے سفر میں سیکڑوں بڑے بڑے عالیشان بادشاہ دیکھے تھے۔ ایسے بادشاہ کہ جن کو دیکھ کر لوگ غش کھا کر گر پڑتے تھے اور جن کے ایک اشارے پر سیکڑوں لوگ قتل کر دیے جاتے تھے — سلطان شہاب الدین غوری بھی سمجھ گیا کہ یہ دونوں نوجوان کوئی معمولی انسان نہیں ہیں — ان کے چہروں پر ایک خاص قسم کی پُراسرار چمک تھی جو انہیں دوسرے عام لوگوں سے الگ کر رہی تھی۔

سلطان نے دونوں کو بیٹھنے کا اشارا کیا اور سپاہیوں کو خیمے سے باہر بھجوا دیا — عنبر اور ناگ خیمے کی دیوار کے ساتھ لگے گدّوں پر بیٹھ گئے — سلطان بھی تخت پر بیٹھ گیا — اس نے عنبر سے پوچھا:

"کیا تم مسلمان ہو اور مصر کے رہنے والے عرب ہو؟"

عنبر نے کہا:

"جی ہاں، ہم مسلمان ہیں اور مصر کے رہنے والے ہیں۔ میرا نام عنبر ہے اور میرے دوست کا نام ناگ ہے۔"

سلطان نے کہا:

"لیکن تمہارے نام تو کافروں جیسے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"اصل میں ہمارے نام شروع سے ہی یہی ہیں اور ہم ایک دوسرے کو اسی نام سے پکارتے ہیں۔"

سلطان نے پوچھا:

"تم نے کب اور کہاں اسلام قبول کیا تھا؟"

عنبر بولا:

"آج سے سات سو برس پہلے ہم نے دمشق میں ایک نیک دل بزرگ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے کلمہ پڑھا تھا۔"

سلطان خاموش رہا — اپنے خط میں دلی کے گورنر نے اُسے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ دونوں نوجوان کبھی کبھی پاگلوں ایسی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان باتوں پر دھیان نہ فرمائیے گا اور اصل بات کیجیے گا ان کے ساتھ — سلطان ٹہلنے لگا، پھر رک کر بولا:

"کیا تم خدا کو حاضر ناظر جان کر کہہ سکتے ہو کہ تم کافروں کے جاسوس نہیں ہو؟"

ناگ بولا:

"اوّل تو ہمیں آپ کے سامنے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیونکہ ہمیں آپ سے کوئی غرض نہیں — مطلب

آپ کو ہم سے ہے۔ اس کے باوجود ہم اسلام اور صرف اسلام کی خدمت کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔"

سلطان شہاب الدین کے سامنے آج تک کسی کی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اس قسم کی بات کرتا۔ اسے ایک دم غصہ آیا۔ اس کا ہاتھ ایک بار اپنی تلوار کے قبضے پر گیا، لیکن پھر اس کی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ جانے کیوں سلطان کو عنبر اور ناگ کی سچائی پر یقین ہونے لگا تھا۔ اس نے گہرا سانس لے کر کہا:

"اس وقت ہم دہلی کی اسلامی سلطنت کو بچانا چاہتے ہیں۔ ہمارے سپاہیوں کے دل اسلام کے جذبے سے سرشار ہیں، لیکن مرہٹوں کی تعداد ہم سے کئی گنا ہے اور ان کے پاس ہزاروں توپیں بھی ہیں۔ ہمارا ایک ایک سپاہی اسلام کے نام پر کٹ مرے گا مگر دشمن کو دریا پار نہیں کرنے دے گا۔ اس کے باوجود کسی وقت خیال آتا ہے کہ جب سارے مجاہد شہید ہو گئے تو پھر کیا ہو گا — کیا دہلی کی گلیوں میں مسلمان عورتوں اور بچوں کا خون بہے گا — کیا کافر ہندو مرہٹے مسلمان گھروں میں گھس کر مسلمان شریف زادیوں کو بے عزت کریں گے؟"

عنبر نے بات کاٹ کر کہا:

"سلطان، ایسا نہیں ہو گا — خدا ہماری مدد کرے گا — ہم دشمن کو دریا پار کرنے سے پہلے ہی تباہ و برباد کر دیں گے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

سلطان نے ناامید سا ہو کر کہا۔ عنبر اُٹھ کر سلطان کے پاس جا کھڑا ہوا، پھر کہنے لگا:

"سلطان، میں جانتا ہوں کہ آپ غزنی اور قندھار سے ہندوستان میں صرف مسلمانوں کو ہندوؤں کے ظلم و ستم سے نجات دلانے آئے ہیں — آپ اس سے پہلے بھی مرہٹوں کو شکست دے چکے ہیں۔"

سلطان نے کہا:

"یہ تمہاری بات درست ہے، مگر اس بار جنوبی ہند کی ساری ہندو ریاستوں کی فوج مرہٹوں کے ساتھ مل گئی ہے — ان کی فوج کی تعداد دس لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے — جب کہ میرے پاس بڑی مشکل سے دو اڑھائی لاکھ کے قریب سپاہی ہوں گے۔"

عنبر نے کہا:

"خدا نے ہمیشہ زیادہ تعداد کے آگے کم تعداد مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے۔ انشاء اللہ اس جنگ میں بھی آپ کو فتح ہو گی۔"

سلطان کہنے لگا:

اس کے لیے بڑی دانش مندی اور کمال کی جاسوسی کی بھی ضرورت ہے تاکہ دشمن کو حملہ کرنے سے پہلے ہی اتنا نقصان پہنچا دیا جائے کہ وہ پوری طاقت سے حملہ نہ کر سکے۔

ناگ نے کہا:

"ایسا ہو سکتا ہے۔"

سلطان نے پوچھا :

"کیا تمہارا جادو دشمن کے راز معلوم کر سکتا ہے۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے، میں صرف یہ پتا کرنا چاہتا ہوں کہ دشمن نے دریا پار اپنی توپیں کس جگہ رکھی ہیں اور اُن توپوں کے ساتھ وہ کس طرف سے دریا پار کرے گا۔ اس کے بعد میرے جانباز سپاہی اپنی جان لڑا دیں گے اور پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

عنبر نے کہا :

"سلطان، آپ خدا پر بھروسا رکھیں۔ ہم آج رات کو ہی دریا پار کر کے دشمن کے لشکر میں پہنچ جائیں گے اور ساری معلومات حاصل کر کے واپس آ جائیں گے۔"

سلطان بولا :

"لیکن مرہٹے تم دونوں کو پکڑ کر قتل کر دیں گے۔ تمہارا اس طرح ان کے لشکر میں جانا سخت خطرناک بات ہوگی۔"

ناگ نے کہا :

"ہم سادھوؤں کا بھیس بدل کر جائیں گے۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہمیں کوئی قتل نہیں کرے گا۔"

سلطان نے کچھ فکر مند ہو کر کہا :

"پھر بھی میں سمجھ نہیں سکتا کہ تم ایک مکار مرہٹہ کافر سردار ہولکر راؤ سے اپنے آپ کو کیسے بچا سکو گے۔ اس کی آنکھیں

ہیں۔ وہ رات کے اندھیرے میں زمین پر رینگتی ہوئی چیونٹی کو بھی دیکھ لیتی ہیں۔"

ناگ نے کہا :

"ہم چیونٹی بن کر بھی اسے دکھائی نہیں دیں گے۔"

سلطان نے خوش ہو کر کہا :

"میدانِ جنگ میں دشمن کی فوجوں کی جاسوسی اسلام میں حرام نہیں ہے۔ اگر تم کامیاب ہو کر واپس لوٹے تو میں سمجھوں گا کہ ہندوستان میں اسلام کے دین کی بنیادیں رکھنے میں تم دونوں کا ہاتھ بھی شامل ہوگا۔"

عنبر نے کہا :

"خدا ہماری مدد کرے گا سلطان، آپ ایسا کریں کہ ہر روز رات کو دریا کے دوسرے کنارے جدھر اونچی پہاڑی ہے، دیکھا کریں۔ جس رات آپ کو پہاڑی پر آگ جلتی نظر آئی، آپ اسی وقت اپنی فوج لے کر دریا پار کر کے دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیں۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" سلطان نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"بہادر نوجوانو، میں نے تمہارے بارے میں سنا ہے کہ تم میں سے ایک نوجوان جادو بھی جانتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دشمن ہولکر راؤ کے لشکر میں پہنچ کر تمہیں جادو سے زیادہ عقل مندی اور ہوشیاری کی ضرورت پڑے گی، کیونکہ اپنے جادو سے تم خود غائب ہو سکتے ہو لیکن دشمن کے لاکھوں کے لشکر کو غائب نہیں کر سکتے۔"

ناگ نے مسکرا کر کہا :

"ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں سلطان، جادو سے زیادہ ہم عقلمندی اور ہوشیاری سے کام لیں گے۔ اسی لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آدھی رات کی بجائے ہم دن کے وقت دریا عبور کریں گے۔"

"دن کے وقت؟" سلطان نے کچھ تعجب سے پوچھا۔

"ہاں سلطان عالی، اب اجازت دیجیے۔ کل صبح آپ سے ملاقات ہو گی۔"

عنبر اور ناگ اجازت لے کر واپس لشکر میں اپنے خیمے میں آ گئے جو انہیں رات آرام کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔ دوسرے دن سلطان اپنے خیمے کے باہر تخت پر بیٹھا دریا کے دوسرے کنارے دشمن کی نقل و حرکت کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک چمٹا اور کھڑتالیں بجاتے جو جٹا دھاری لمبی لمبی داڑھیوں والے نوجوان سادھوؤں نے آ کر ادب سے سلام کیا۔ سلطان نے کچھ ناراض ہو کر اپنے وزیر سے کہا:

"ان احمقوں کو یہاں آنے کی اجازت کس نے دی ہے؟"

وزیر تلوار نکال کر سادھوؤں کی خبر لینے ہی والا تھا کہ عنبر اور ناگ نے داڑھیاں اتار کر ایک بار پھر سلام کیا اور کہا:

"سلطان عالی کو اب یقین ہو جانا چاہیے کہ ہم عقل مندی اور ذہانت سے کام لے رہے ہیں۔ جادوگری سے نہیں۔"

سلطان عنبر اور ناگ کے کامیاب بھیس سے بڑا خوش ہوا۔ اٹھ کر ان دونوں کو گلے لگایا اور کہا:

"میرے بچو، خدا تمہیں کامیاب کرے۔ میری آنکھیں دریا کے دوسرے کنارے پر ہی لگی رہیں گی۔"

"بھگوان بھلا کرے مہاراج۔"

عنبر نے ہنس کر چمٹے والا ہاتھ لہرا کر کہا اور کھڑتالیں چمٹے بجاتے سلطان شہاب الدین غوری سے اجازت لے کر دریا کی طرف چل پڑے۔

دریا کی لہریں ساحل سے باہر تک آ رہی تھیں۔ برسات کے موسم کی وجہ سے دریائے گوگیرہ بھرا بھرا تھا اور موجیں تیزی سے بہہ رہی تھیں۔ سلطانی لشکر سے ذرا فاصلے پر جا کر عنبر اور ناگ نے دو مشکیں ایک جگہ جھاڑیوں میں سے نکال کر دریا میں ڈال دیں۔ ان کے اوپر اوندھے لیٹ گئے اور ہاتھوں کو پانی میں چپوؤں کی طرح چلاتے دریا کے دوسرے کنارے کی طرف روانہ ہوئے۔ دریا چڑھاؤ پر تھا۔ بہاؤ تیز تھا پھر بھی عنبر اور ناگ کو کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ ایک بار پھر دین اسلام کی خدمت کے لیے ایک زبردست اور بڑی دلچسپ مہم پر جا رہے تھے۔

اگن سانپ

عنبر اور ناگ دریا پار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ دریائے گوگیرہ کے دوسرے کنارے پر اونچی خشک جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں — ان جھاڑیوں میں انھوں نے پچھولی ہوئی مشکیں پھینک دیں۔ عنبر نے ناگ سے کہا:

"میں نے تمہیں اتنے ہزار سالوں میں پہلے کبھی اتنی لمبی ڈاڑھی کے ساتھ نہیں دیکھا۔"

اور خوب ہنسا — ناگ بولا:

"میں نے بھی تمہیں پہلی بار اس لمبی ڈاڑھی میں دیکھ رہا ہوں تم میرے باپ لگ رہے ہو۔"

عنبر نے کہا:

"ناگ آج اپنی خفیہ طاقتوں کو الگ رکھ کر ذرا اپنی عقل اور جاسوسی کے شوق کو بھی آزما کر دیکھتے ہیں۔ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم بس خفیہ طاقتوں سے ہی کام لینا جانتے ہیں اور عقل اور جاسوسی سے کام نہیں لے سکتے۔"

"بالکل ٹھیک ہے — ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ اپنی زبردست طاقت کو استعمال میں نہ لائیں جب تک کہ ہماری جان پر ہی نہ بن جائے۔"

"ایسا ہی ہوگا — چلو اب اپنی اداکاری شروع کرتے ہیں۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ سامنے درختوں کی طرف سے ایک مرہٹہ فوجی گھوڑا دوڑاتا ہماری طرف آ رہا ہے — وہ ضرور دریا پر پہرہ دے رہا ہے۔"

ناگ نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر مرہٹہ فوج کا زبردست لشکر ڈیرا ڈالے پڑا تھا — جہاں تک نظر جاتی تھی، فوج کے خیمے ہی خیمے لگے تھے — ایک سپاہی گھوڑا دوڑائے ان کی طرف چلا آ رہا تھا۔ عنبر نے ناگ کو اشارہ کیا اور کہا:

"چل بچہ، شروع کر دے اداکاری — بن جا نا کوہ ہمالیہ کا سادھو۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں نے چمٹے بجاتے ہوئے جھوم جھوم کر گا گا کر ناچنا اور گانا شروع کر دیا — کہ

"نہ گھر تیرا نہ گھر میرا
چڑیاں رین بسیرا
ہے رے بابا!
چڑیاں رین بسیرا"

مرہٹے سپاہی نے قریب آکر گرج کر کہا:

"ٹھہرو، کون ہو تم؟"

عنبر نے چمٹا بجا کر کہا:

"ہم سادھو لوگ ہیں بچہ۔ جنگل جنگل، نگر نگر گھوم کر بھگوان کے سنسار کا تماشا دیکھتے ہیں۔"

اور عنبر نے اونچی آواز میں گانا شروع کر دیا۔

"نہ گھر تیرا نہ گھر میرا

چڑیاں رین بسیرا

بے رے بابا۔"

"بکواس بند کرو۔" مرہٹہ سپاہی گرجا۔ "تم سادھو نہیں، افغان فوج کے جاسوس ہو۔ چلو ہمارے ساتھ۔"

ناگ نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"بابا! ہم تو دنیا کے دھندے چھوڑ چکے ہیں۔ ہمیں کسی کے لیے جاسوسی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں دنیا کا کوئی لالچ نہیں ہے۔"

مرہٹہ سپاہی نے تلوار کھینچ لی:

"خاموش، چلو سردار کے پاس۔"

اتنے میں وہاں چھ سات اور سپاہی بھی آ گئے۔ عنبر نے کہا:

"چلو رے چلو ہمیں اپنے سردار کے پاس۔ کیا بگاڑے گا وہ ہمارا۔ ہمارے پاس ہے ہی کیا۔ چلو۔"

ناگ بھی بولا:

"ہم جوگی لوگ ہیں۔ دنیا کے موہ چھوڑ چکے۔ چلو رے چلو ہمیں اپنے سردار کے پاس۔"

مرہٹہ سپاہی ان دونوں کو آگے لگا کر مرہٹہ فوج کے خیموں میں لے آیا۔ عنبر اور ناگ چوری آنکھ سے لشکر کا جائزہ لے رہے تھے۔ فوج بہت زیادہ تھی اور خیموں کے اوپر ہندو فوج کا نشان زرد جھنڈے لہرا رہے تھے۔ سپاہی اپنے اپنے کام میں لگے تھے۔ مرہٹہ سپاہی نے عنبر اور ناگ کو ایک سردار کے خیمے میں لے جا کر پیش کر دیا۔ سردار کے ماتھے پر تلک لگا تھا۔ وہ فوجی لباس میں تھا اور تلوار کمر کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ جس کا دستہ ہیرے موتیوں سے جڑا ہوا تھا۔

"سردار، یہ جاسوس ہیں مگر اپنے آپ کو سادھو کہتے ہیں۔ ان کو میں نے دریا کنارے پکڑا ہے۔ یہ سلطان کی فوج کی طرف سے دریا پار کر کے ہمارے لشکر میں آئے ہیں۔"

مرہٹہ سردار نے نفرت بھری نظروں سے عنبر اور ناگ کی طرف دیکھا اور چلا کر کہا:

"سچ سچ بتاؤ، کون ہو تم؟"

عنبر نے جھوم جھوم کر چمٹا بجاتے ہوئے گا کر کہا:

"ہم تو ہری نام کے جوگی بابا، ہری نام کے جوگی۔"

مرہٹہ سردار نے آگے بڑھ کر عنبر کو گردن سے پکڑ لیا۔ عنبر

نے جلدی سے اپنا آپ چھڑا لیا اور کہا:

"خبردار، جو ہمیں ہاتھ لگایا، نہیں تو ہم تمہیں ابھی بھسم کر دیں گے۔ ہم ہمالیہ کے جوگی ہیں۔ بڑی بھاری پتیا کی ہے ہم نے، ہم بھگوان کرشن کے سادھو ہیں۔"

مرہٹہ سردار پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے تلوار نکال لی:

"جھوٹے، مکار جاسوس، ابھی تیری ساری پتیا نکال باہر کرتا ہوں۔"

اس نے عنبر کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ کر کہا:

"بول افغانی فوج کے کس سردار نے تجھے یہاں بھیجا ہے اور افغان فوج نے کہاں کہاں توپیں لگا رکھی ہیں۔"

عنبر نے چمٹا بجا کر کہا:

"اے مرہٹہ سردار، اگر اپنی جان کی خیر چاہتا ہے تو اب بھی باز آجا اور تلوار واپس نیام میں ڈال کر ہمیں آزاد چھوڑ دے، نہیں تو پچھتائے گا۔"

"بکواس بند کر جھوٹے پاکھنڈی۔" مرہٹہ سردار چلایا۔

عنبر نے گرج کر کہا:

"تو پھر یہ دیکھ ہماری کرامت۔"

اور اس کے ساتھ ہی عنبر نے آگے کو زور لگایا۔ تلوار کی نوک اس کے پیٹ کے اوپر رکھی ہوئی تھی۔ آگے زور لگانے سے

تلوار اس کے پیٹ میں گھسنے کی بجائے ٹوٹ کر گر پڑی۔ مرہٹہ سردار نے خنجر نکال لیا۔

"میں تمہاری اس تماشا بازیوں میں نہیں آؤں گا:"

پھر وہ ناگ کی طرف دیکھ کر بولا:

"یہ نقلی داڑھی اتار دو۔ ابھی ثابت ہو جائے گا کہ اصلی ہو کہ نقلی۔"

یہ امتحان بڑا کڑا تھا۔ داڑھی تو نقلی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ اب اپنی طاقت سے کام لینے کا وقت آگیا ہے۔ اس نے ہاتھ اوپر اٹھا کر بلند آواز میں کہا:

"اے ہمالہ پہاڑ کے دیوتاؤ، اس مرہٹہ سردار نے تمہاری داڑھی کی بے عزتی کی ہے۔ مجھے اجازت دو کہ میں اس سے تمہاری بے عزتی کا بدلہ لوں۔"

اور اس کے ساتھ ہی ناگ نے گہرا سانس لیا اور پھنکار مار کر ایک سیاہ کالا اژدہا بن کر پھن اٹھائے جھومنے لگا۔ مرہٹہ سردار کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

عنبر نے چیخ کر کہا:

"اے مرہٹہ سردار، اب بتا تُو کیا چاہتا ہے؟ کوہ ہمالہ کے دیوتا تجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ تُو ان کے انتقام سے نہیں بچ سکتا۔" دیوتا تمہیں زمین میں غرق کر دیں گے۔"

مرہٹہ سردار نے خنجر پھینک کر ہاتھ باندھ لیے اور کہا:

"اے مقدس دیوتا، مجھے معاف کر دے۔ مجھ سے بھول ہو گئی۔ آئندہ تیرے سادھوؤں کو کچھ نہیں کہوں گا۔"

ناگ اسی وقت واپس انسانی شکل میں آ گیا، کیونکہ وہ دونوں انسان رہ کر اپنی عقل مندی اور ہوشیاری کو استعمال میں لاتے ہوئے جاسوسی کرنا چاہتے تھے۔ ناگ نے مرہٹہ سردار کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا:

"جا بچہ، ہم نے تمہیں معاف کر دیا۔"

مرہٹہ سردار تو اب عنبر اور ناگ کے آگے بچھا جاتا تھا۔ اس نے سپاہیوں کو بلا کر بُرا بھلا کہا کہ وہ اس قسم کے پہنچے ہوئے بزرگ سادھوؤں کو کیوں پکڑ کر لے آئے۔

"مہاراج، اگر آپ چاہیں تو لشکر میں آپ کو ایک الگ خیمہ دے دیا جاتا ہے۔ وہاں آپ جتنی دیر چاہے رہیں۔"

چاہتے تو عنبر اور ناگ یہی تھے لیکن عنبر نے کہا:

"نہیں، ہم تم دنیاداروں کے بیچ میں نہیں رہنا چاہتے۔ ہم یہاں سے ہمالیہ کے پہاڑوں میں چلے جائیں گے۔"

مرہٹہ سردار نے عنبر کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"مہاراج، مجھے بھی خدمت کا موقع دیں۔ کچھ دیر تو ہمارے لشکر میں رہ جائیں۔ میں آپ کو اپنے سپہ سالار ہولکر راؤ سے

ملاؤں گا۔ وہ آپ سے مل کر بڑے خوش ہوں گے۔"

ناگ نے اپنی زبان میں عنبر سے کہا:

"ہاں کہہ دو بھائی۔"

عنبر نے کہا:

"اچھا اگر تم مجبور کرتے ہو تو پھر ہم دو چار دن تمہارے لشکر میں رہ لیتے ہیں۔"

"آپ کا لاکھ لاکھ شکریہ مہاراج۔"

اسی وقت لشکریوں کے درمیان ایک الگ تھلگ مقام پر عنبر اور ناگ کے لیے خیمہ لگا دیا گیا۔ چار سپاہی ان کی خدمت کے لیے دے دیے گئے۔ دوپہر کو انہیں خوب دودھ، گھی، مٹھائیاں اور چاول کھلائے گئے۔ شام کو پھل اور ناریل کا پانی پینے کو دیا گیا۔ سپہ سالار ہولکر راؤ تو عنبر کا غلام بن گیا تھا۔ رات کو اس نے عنبر ناگ کی خدمت میں خود جا کر عرض کی کہ مہاراج رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیے گا۔

عنبر اور ناگ یہی چاہتے تھے۔ وہ ہولکر راؤ کے خیمے میں آ گئے۔ طرح طرح کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ نوکر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ ہاتھ دھلائے گئے۔ گلاب چھڑکا گیا۔ کھانا شروع ہوا۔ بڑا مزے دار کھانا تھا۔ کھانے کے بعد پان سپاری اور مٹھائیوں سے خاطر کی گئی۔

کھانے کے بعد عنبر نے باتوں ہی باتوں میں مرہٹہ سردار سے
پوچھا کہ وہ دریا کنارے کب تک اتنا بڑا لشکر لے کر پڑا رہے گا
مسلمانوں پر حملہ کرکے انہیں ختم کیوں نہیں کرتے ہو؟

مرہٹہ سردار پہلے تو ذرا ہچکچایا — ناگ نے جھٹ کہا:

"بچہ! ہمیں ساری بات بتا دو — شاید ہم تمہاری مدد کرسکیں۔"

مرہٹہ سردار بولا:

"مہاراج، آپ تو سب کچھ جانتے ہیں — ہم ہفتہ کی رات کو
دریا پار کرکے سلطان کی فوج پر حملہ کرنے والے ہیں — ہمیں معلوم ہے
کہ ہماری فوج مسلمانوں کی فوج سے کہیں زیادہ ہے اور وہ ہمارا
مقابلہ نہ کرسکیں گے اور ہم فتح پاکر سلطان شہاب الدین غوری کو
قتل کردیں گے اور پھر دلی پر اسلامی جھنڈا نوچ کر پھینک دیا جائے
گا اور ہندو زرد جھنڈا لہرا دیا جائے گا۔"

عنبر نے دل میں کہا:

"ایسا انشاء اللہ کبھی نہیں ہوگا۔"

ناگ نے کہا:

"بچہ، گھبراؤ نہیں — بھگوان تمہاری مدد کرے گا۔"

عنبر نے کہا:

"ضرور کریں گے، لیکن آکاش کے دیوتا کہتے ہیں کہ تم توپوں کے
بغیر یہ جنگ نہیں جیت سکتے اور تمہارے پاس تو ایک بھی توپ

نہیں ہے۔"

مرہٹہ سردار زور سے ہنسا:

"مہاراج، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے اتنے بڑے لشکر
کے پاس توپیں نہ ہوں؟"

عنبر نے گرم گرم لوہے پر ایک اور چوٹ ماری:

"ہمیں تو سارے لشکر میں ایک بھی توپ دکھائی نہیں دی۔
خدا جانے کہاں چھپا رکھی ہیں تم نے توپیں؟"

مرہٹہ سردار نے کہا:

"مہاراج، آپ تو سب کچھ جان کر بھی بھولے بن رہے ہیں۔
کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے دریا کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ
توپیں کشتیوں میں لگا کر پھیلا رکھی ہیں تاکہ جب ہم حملہ کرنے کے لیے دریا
پار کریں تو توپیں کشتیوں میں آگے آگے گولہ باری کرتی ہوئی جائیں۔"

"سبحان اللہ — یہ ارادے ہیں اس کافر کی اولاد کے — کوئی بات
نہیں بچہ، ابھی رات ہی کو خبر لیتے ہیں تمہاری توپوں کی۔" عنبر نے دل
میں کہا — پھر بولا:

"ہاں ہاں بچہ، ہمیں سب معلوم ہے — ہم تو تمہارا امتحان لینے
کے لیے پوچھ رہے تھے ورنہ ہمیں تمہاری توپوں سے کیا مطلب —
اچھا بچہ، اب ہم اپنے خیمے میں چل کر آرام کریں گے — بڑی نیند آرہی
ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی مہاراج۔"

مرہٹہ سردار عنبر اور ناگ کو باہر تک چھوڑنے آیا۔ پھر ادب سے جھک کر سلام کر کے انہیں سپاہیوں کے ساتھ رخصت کیا۔ اپنے خیمے میں آتے ہی ناگ نے کہا:

"توپیں انہوں نے دریا میں کشتیوں میں باندھ کر چھپا رکھی ہیں۔ ہمیں ابھی جا کر رات کے اندھیرے میں انہیں دیکھنا ہوگا کہ ہم انہیں کس طرح بے کار کر سکیں گے۔"

عنبر نے کہا۔

ہم ساری کشتیوں میں سوراخ کر دیں گے تاکہ وہ عین وقت پر توپوں سمیت دریا میں ڈوب جائیں۔"

ناگ نے کہا:

"پھر سو توپوں کی کشتیوں میں سوراخ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے پھر ایک بھی کشتی پہلے ڈوبی تو فوج باقی توپوں کو بچا لے گی۔"

"پھر تمہاری کیا رائے ہے؟" عنبر نے پوچھا۔

ناگ بولا:

"میں جا کر پہلے توپوں کو دیکھ آؤں، پھر واپس آ کر تمہیں بتاؤں گا ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ پرسوں ہفتہ کی رات ہے۔ ابھی کل کا دن کل کی رات پڑی ہے۔ میں جا رہا ہوں"

ناگ نے سانپ کا مہرہ منہ میں رکھا اور غائب ہو کر ہوا میں اڑتا

اڑتا خیمے سے باہر آ گیا۔ باہر دو سپاہی ان کی حفاظت اور خدمت کے لیے کھڑے تھے۔ ناگ ان کے سروں کے اوپر سے اڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ وہ لشکری سپاہیوں کے خیموں میں اندھیرا تھا۔ فوج سو رہی تھی۔ خیموں کے باہر کہیں کہیں مشعلیں جل رہی تھیں جن کی روشنی میں پہرہ دینے والے سپاہی چلتے پھرتے خبردار، ہوشیار کی آوازیں لگاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ناگ خیموں سے دور دریا کے کنارے اس جگہ پر آ گیا جو مرہٹہ سپہ سالار نے بتائی تھی۔

اندھیرے میں بھی ناگ کو ہر شے اچھی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ تھوڑے فاصلے پر دریا میں کنارے کنارے دور تک کشتیاں کھڑی ہیں، جن کو جھاڑیوں سے چھپا دیا گیا ہے۔ ہر کشتی رسے کے ساتھ کنارے سے بندھی تھی اور سپاہی ادھر ادھر کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ دیکھنے پر ایسا لگتا تھا کہ جیسے دریا میں جھاڑیوں کے جھنڈ اگے ہوئے ہیں۔ ناگ نے اوپر اڑتے ہوئے تمام کشتیوں کو دیکھا۔ جھاڑیوں میں بڑی بڑی توپیں چھپی ہوئی تھیں اور ان کے گولے بھی کشتیوں میں ہی پڑے تھے۔

ناگ واپس عنبر کے پاس خیمے میں آ گیا اور ساری خبر دی۔ عنبر نے کہا:

"اب بتاؤ ہم ان کشتیوں کو توپوں سمیت کیسے دریا میں غرق کر سکتے ہیں؟"

ناگ نے کہا:

"ایک ایک کشتی میں سوراخ کر کے اسے ڈبونا بڑی دقت کی بات ہے اور مشکل کام بھی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"تو پھر کشتیاں کیسے غرق کریں — ان کا دریا میں غرق ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ان پر توپیں لدی ہوئی ہیں — یہ توپیں اسلامی لشکر کو زبردست نقصان پہنچائیں گی۔"

ناگ نے چٹکی بجا کر کہا:

"ایک ترکیب ذہن میں آئی ہے۔"

"وہ کیا؟ جلدی بتاؤ یار ناگ۔" عنبر نے بے چینی سے پوچھا۔

ناگ بولا:

"اگر اس علاقے میں وہ سانپ مل گئے جنہیں اگن ناگ کہتے ہیں — یعنی جن کی پھنکار کے ساتھ منہ سے آگ نکلتی ہے تو میں ان کشتیوں کو آگ لگا کر تباہ کرا سکتا ہوں۔"

"بڑا اچھا خیال ہے لیکن کیا اگن سانپ کی لگائی ہوئی آگ کو سپاہی بجھا نہیں دیں گے؟"

"میرے سانپوں کا لشکر سب سے پہلے توپوں پر پہرہ دینے والے سپاہیوں کو ڈس کر ختم کرے گا — پھر وہ کشتیوں کو آگ لگا کر انہیں دھکیلتے ہوئے کنارے سے دور لے جائیں گے تاکہ کوئی انہیں بجھا نہ

سکے اور توپیں کشتیوں سمیت جل کر غرق ہو جائیں۔"

"تو پھر اگن سانپ کے بارے میں کب پتا کرو گے؟" عنبر نے پوچھا۔

ناگ بولا:

"کب کیا؟ ابھی اسی خیمے میں پتا کر لیتا ہوں۔"

ناگ نے آنکھیں بند کر کے لہریں خارج کیں — یہ لہریں اتنی زبردست طاقت والی تھیں کہ ارد گرد کی زمین کے اندر رہنے والے جتنے سانپ تھے ایک دم سے بیدار ہو گئے — مگر ناگ نے ان میں سے صرف ایک سفید سانپ کو بلایا تھا جو ان کا بادشاہ تھا — بادشاہ سانپ فوراً رات کے اندھیرے میں خیموں کے درمیان سے گزرتا ناگ کے خیمے میں آ کر سر جھکا کر ادب سے بیٹھ گیا اور بولا:

"ناگ دیوتا کا ادھر آنا ہمارے لیے مبارک ہو — کیا حکم ہے میرے آقا؟"

ناگ نے اس سے پوچھا کہ کیا اس علاقے میں اگن سانپ رہتے ہیں؟ سانپوں کے بادشاہ سفید سانپ نے ادب سے عرض کی:

"اے عظیم ناگ، یہاں سے آگے ایک پہاڑی ہے جو سرخ پتھروں سے بنی ہوئی ہے — اس پہاڑی میں پچاس اگن سانپ رہتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"فوراً ان کے بادشاہ کو ہمارے سامنے حاضر کرو۔"

"جو حکم میرے آقا!"

اتنا کہہ کر سفید سانپ واپس چلا گیا۔ عنبر نے ناگ سے کہا:

"ان پچاس اگن سانپوں سے ہم بڑا کام لے سکتے ہیں۔ یہ کافروں کے خیموں کو بھی آگ لگا سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں، ایسا ہی کریں گے بھائی عنبر۔"

تھوڑی دیر بعد سفید سانپ اپنے ہمراہ ایک سرخ اگن سانپ کو لے کر آ گیا۔ اس ایک فٹ لمبے دبلے پتلے سرخ سانپ کے منہ سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی۔ اس نے آتے ہی ناگ کے آگے سر جھکا کر سلام کیا اور کہا:

"حکم کریں اے عظیم ناگ دیوتا، مجھے کس خدمت کے لیے یاد کیا گیا ہے؟"

ناگ نے اگن سانپوں کے بادشاہ کو ساری بات اچھی طرح سمجھائی اور بتایا کہ ہفتے کی رات وہ پچاس کے پچاس اگن سانپوں کو لے کر کشتیوں کے قریب آ جائے۔ ایک ایک سانپ کی ڈیوٹی ایک ایک کشتی پر لگا دی جائے۔

آدھی رات کو ایک خاص آواز کے ساتھ ہی تمام سانپ منہ سے آگ کے شعلے نکال کر اپنے سامنے والی کشتی میں آگ لگا دیں گے۔ پھر اس کشتی کو دھکیل کر دریا میں لے جائیں گے۔ اگر سپاہیوں نے آگ بجھانے کی کوشش کی، تو انہیں ڈس کر ہلاک کر دیا

جائے گا، بلکہ اگر ایسا ہو سکے تو ان پہرہ دینے والے سپاہیوں کو دریا کنارے آتے ہی ڈس کر ہلاک کر دینا۔"

اگن سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ، آپ بے فکر رہیں۔ جیسا آپ نے حکم دیا ہے ایسے ہی ہو گا۔"

ناگ نے انہیں ہفتے کی رات کو تیار رہنے کا حکم دے کر واپس بھیج دیا۔ سفید اور سرخ سانپ خیمے سے باہر نکل کر دریا کی طرف روانہ ہوئے تو ایک پہرے دار سپاہی نے انہیں دیکھ کر شور مچا دیا۔

"سانپ، سانپ، سانپ۔"

دوسرے پہرے دار بھی وہاں آ گئے۔ انہوں نے دونوں سانپوں کو دیکھ کر ان پر تلواروں سے وار کرنے شروع کر دیے۔ سفید سانپ نے سرخ سانپ سے کہا:

"اگن سانپ اسے بھسم کر دو۔"

اگن سانپ نے پھنکار ماری تو اس کے منہ سے آگ کا تیز شعلہ نکل کر سپاہی پر گرا اور اسے آگ میں لپیٹ لیا۔ وہ شعلوں میں لپٹ کر شور مچاتے مچاتے گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ دوسرے سپاہی چیخیں مارتے بھاگ گئے۔ عنبر اور ناگ خیمے کے ایک سوراخ میں سے یہ سارا تماشا دیکھ رہے تھے۔

ناگ نے کہا:

"کیا رائے ہے تمہاری اس آگ کے بارے میں؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"یہ تو جہنم کی آگ لگتی ہے جو کافروں کو جلا کر راکھ کر دے گی۔"

"انشاء اللہ!" ناگ نے کہا اور وہ دونوں سونے کے لیے اپنے اپنے نرم نرم بستروں پر لیٹ گئے۔

دوسرے دن ایسا اتفاق ہوا کہ مرہٹہ فوج کے سپہ سالار ہولکر راؤ کا گورو دیو یوگ راج گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آ گیا — سپہ سالار نے آگے بڑھ کر گورو دیو کا استقبال کیا اور اپنے خیمے میں لے جا کر خود اس کے ہاتھ پاؤں دھلائے اور کھانا چن دیا — سپہ سالار نے نوکر سے کہا کہ وہ ہمارے جوگی دوستوں کو بھی بلا لائے۔ گورو دیو نے پوچھا:

"کیوں میاں یہ جوگی لوگ یہاں فوج کے لشکر میں کہاں سے آ گئے؟"

سپہ سالار نے کہا:

"گورو دیو مہاراج، یہ بڑے پہنچے ہوئے جوگی مہاراج ہیں۔ ایک تو بہت بڑا جادوگر ہے — انسان کی بجائے ایک دم سے سانپ بن جاتا ہے۔"

گورو دیو نے کہا:

"اچھا، ہم بھی دیکھتے ہیں کہ کون ہیں یہ شعبدہ باز — پاکھنڈی!"

سپہ سالار کی ہمت نہیں تھی کہ اپنے گورو کے آگے بول سکتا۔

اتنے میں عنبر اور ناگ بھی لمبی لمبی داڑھیاں چھوڑے چمٹا بجاتے بھجن گاتے آ گئے۔ دور ہی سے ایک سفید بالوں والے بوڑھے گورو دیو کو چاندی کی چوکی پہ بیٹھے دیکھا تو آپس میں بولے:

"مجھے تو کچھ گڑبڑ لگتی ہے۔"

"دیکھا جائے گا یار، تم چلو تو سہی۔"

عنبر اور ناگ کا تعارف سپہ سالار ہولکر راؤ نے اپنے گورو دیو سے کرایا — عنبر اور ناگ نے بڑے ادب سے گورو دیو کو سلام کیا — گورو دیو ان دونوں کی طرف بڑی گہری نظر سے دیکھ رہا تھا۔ کھانا شروع ہو گیا۔ کھانے کے بعد جب عنبر اور ناگ چلے گئے تو گورو دیو چاندی کی چوکی سے اٹھا اور سپہ سالار ہولکر راؤ سے بولا:

"یہ دونوں بہت بڑے شعبدہ باز ہیں — یہ سلطان شہاب الدین غوری کے جاسوس ہیں۔"

مرہٹہ سپہ سالار پر گویا بجلی گر پڑی — وہ اپنے گورو دیو کا منہ تکتا رہ گیا۔

جادوئی ترشول

گورو دیو نے کہا:

"اے ہوکر راؤ، اگر تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں تو آزما کر دیکھ لے — یہ دونوں سلطان کے جاسوس ہیں اور تمہاری فوجی طاقت کا پتا کرنے آئے ہیں۔"

ہوکر راؤ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اسے اپنے گورو کی بات پر یقین تھا — اس نے کہا:

"گورو دیو، ان لوگوں کی یہ ہمت کہ میرے لشکر میں گھس کر میری آنکھوں کے سامنے جاسوسی کریں — میں ابھی ان کے خیمے میں جا کر انہیں آزماتا ہوں۔"

گورو دیو نے کہا:

"آزمانا کیا ہے بیٹا، تم ان کی ڈاڑھیاں اتار سکتے ہو — لیکن ایک بات یاد رکھنا — میرا علم یہ بھی کہہ رہا ہے کہ یہ دونوں بڑی غیر معمولی طاقت رکھتے ہیں۔"

سپہ سالار ہوکر راؤ نے اپنے گورو دیو کی طرف دیکھا اور کہا:

"گورو دیو، کیا یہ آپ سے بھی زیادہ طاقت رکھتے ہیں؟"

گورو دیو نے کہا:

"مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہاں، کیونکہ تم نہیں جانتے۔ یہ لوگ پانچ ہزار سال سے زندہ ہیں۔"

"ہیں؟" ہوکر راؤ نے چونک کر کہا: "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج! بھلا کوئی انسان پانچ ہزار سال بھی زندہ رہ سکتا ہے؟"

گورو دیو نے کہا:

"کوئی نہیں اتنی دیر زندہ رہ سکتا، مگر یہ زندہ ہیں۔"

"تو پھر یہ لوگ تو میرے قابو میں نہیں آئیں گے۔ یہ تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور مجھے سخت نقصان پہنچائیں گے۔"

گورو دیو نے کہا:

"ان میں سے ایک سانپ ہے — اس میں اتنی طاقت آ گئی ہے کہ جو چاہے روپ بدل سکتا ہے — دوسرے کو موت نہیں آ سکتی —"

"تو پھر یہ تو بڑے طاقت ور لوگ ہوئے — میں انہیں قتل ہی کروائے دیتا ہوں — نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

گورو دیو نے کہا:

"تم عنبر کو نہیں مار سکتے — ہاں ناگ پر تلوار کا اثر ہو سکتا ہے۔ مگر وہ اتنا ہوشیار ہے کہ فوراً غائب ہو جائے گا۔"

ہولکر راؤ بڑا پریشان ہوگیا۔ اس نے گورو دیو سے کہا کہ وہ تو
کل آدھی رات کو دریا پار کر کے سلطان کی فوجوں پر حملہ کرنے والا ہے۔

گورو دیو نے کہا:

"تم کل حملہ شروع کر دو۔ میں آج رات ایک عمل کروں گا،
جس سے ان میں سے ایک تمہارے قابو میں آجائے گا۔ یہ ناگ
سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ اس ملک کے سارے
سانپوں کو یہاں بلا کر تمہاری فوج کو ہلاک کرا سکتا ہے۔"

ہولکر راؤ نے ہاتھ باندھ لیے اور گورو دیو سے کہا:

"مہاراج، بھگوان کے لیے کچھ عمل کیجیے اور ان جاسوسوں سے
مجھے نجات دلائیے۔"

گورو دیو نے ہنس کر کہا:

"وہ تمہارے قابو میں آجائے گا۔ تم جو اسے حکم کرو گے، وہی وہ
کرے گا۔"

ہولکر نے خوش ہو کر کہا:

"اگر ایسا ہو جائے تو میں سارے ہندوستان پر قبضہ کر سکتا ہوں۔"

اس رات گورو دیو قریب کی پہاڑیوں میں نکل گیا اور ساری رات
کوئی عمل پڑھتا رہا اور اپنے ترشول کو زمین میں گاڑے اس پر بار بار
پڑھ پڑھ کر پھونکیں مارتا رہا۔ ساری رات گزر گئی۔ دن نکلا تو گورو دیو
وہ ترشول لے کر واپس ہولکر راؤ کے شاہی خیمے میں آگیا۔ اس نے ترشول
ہولکر راؤ کو دیتے ہوئے کہا:

"یہ ترشول اب جادو کی ترشول بن گئی ہے۔ اس میں اتنی طاقت
آگئی ہے کہ یہ ناگ یعنی اس نوجوان کو تمہارا غلام کر دے گی جو سانپ
ہے اور تم اس سے بڑا کام لے سکتے ہو، لیکن میرا ذکر کہیں نہیں کرنا
ہوگا۔ اگر تم نے میرا ذکر کیا تو ترشول کا سارا جادو ختم ہو جائے گا۔
اب میں جا رہا ہوں۔ تم جانو اور تمہارا کام۔ ذرا ہوشیاری سے کام
لینا۔"

گورو دیو تو اسی روز مرہٹہ لشکر سے نکل کر ہمالیہ کی طرف واپس
روانہ ہوگیا۔ وہ ہولکر راؤ کو ترشول کے بارے میں سب کچھ سمجھا گیا تھا
کہ اسے کس طرح ناگ کو قابو میں کرنا ہے۔ دوسرے دن لشکر میں حملے
کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ آدھی رات کو لشکر نے دریا پار کر کے حملہ
کرنا تھا۔ اُدھر ناگ بھی خبردار ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے سارے سانپوں
کو ہوشیار کر رکھا تھا کہ جونہی رات کو وہ اس کی آواز سنیں، دریا میں
کھڑی توپوں والی کشتیوں کو آگ لگا کر غرق کر دیں۔

عنبر اور ناگ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اپنے خیمے میں لیٹے آرام کر
رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی اندر آیا اور بولا:

"آپ کو سالار ہولکر راؤ نے یاد کیا ہے۔"

"کس کو؟ ہم دونوں کو؟" عنبر نے پوچھا۔

"جی نہیں، آپ کو صرف۔" اس آدمی نے ناگ کی طرف اشارہ کیا۔

ناگ اٹھ کر چلنے لگا تو کچھ سوچ کر رک گیا اور عنبر کے پاس آ

کر بولا:

"عنبر! خدانخواستہ اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ ہو جائے تو تم

اگنی سانپوں کو عین وقت پر آواز دے دینا۔"

پھر ناگ نے عنبر کو وہ فقرہ بتایا جو رات کو اس نے سانپوں کو

مخاطب کر کے زور سے کہا تھا۔

عنبر نے کہا:

"تم نے یہ کیا کہا کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ ہو سکتا ہے! میں

بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

ناگ نے اسے وہیں روک کر کہا:

"نہیں نہیں عنبر! اس نے صرف مجھے بلایا ہے — صرف مجھے ہی جانا

چاہیے — عین وقت پر کام خراب نہیں ہونا چاہیے — میں ابھی واپس

آ جاؤں گا۔"

عنبر کو خیمے میں چھوڑ کر ناگ سیدھا ہولکر راؤ کے خیمے میں آ گیا۔

وہ ایک تخت پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا — آج اس کے ہاتھ میں

ایک چاندی کی ترشول تھی جس کے تینوں خنجر چمک رہے تھے۔ اس نے

مسکرا کر ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:

"مہاراج! میرے پاس ایک سپاہی ایک بڑا زہریلا سانپ لایا

ہے — ذرا اسے دیکھیں تو۔"

ہولکر نے تخت کے نیچے سے ایک پٹاری نکال کر اس کے پاس

رکھ دی —

"سانپ اس کے اندر ہے۔"

ناگ نے پٹاری کھولی اور جوں ہی سانپ پر جھکا، ہولکر راؤ نے

اپنے گورو دیو کی ہدایت کے مطابق ترشول ناگ کے سر کے اوپر کر دیا۔

ترشول کے اندر سے چنگاریاں سی نکل کر ناگ کے جسم پر پڑیں اور وہ

اپنی جگہ پر پتھر بن کر رہ گیا — گورو دیو کے حکم کے مطابق ہولکر نے

دوسری بار پھر ترشول اس کے جسم کے اوپر کیا۔ ایک بار پھر نیلے اور

سرخ رنگ کی چنگاریاں اس کے اندر سے نکل کر ناگ کے جسم پر گریں

اور اس کے جسم میں حرکت پیدا ہو گئی — اب وہ ہولکر راؤ کا غلام بن

گیا تھا — ہولکر راؤ نے ترشول کو اپنے خاص صندوق میں بند کر دیا اور

ناگ سے پوچھا:

"اب بتاؤ تم کون ہو؟ اور کیا کرنے آئے ہو؟"

ناگ نے کہا:

"مہاراج، ہم شاہی فوج کے جاسوس ہیں اور آپ کے لشکر

کی جاسوسی کرنے آئے ہیں۔"

ہولکر بولا:

"اپنی نقلی داڑھی اتار پھینکو — اور اصلی روپ میں آ جاؤ۔"

ناگ نے فوراً اپنی نقلی داڑھی اتار کر پھینک دی اور وہ پھر

سے ناگ کی شکل میں آ گیا — یہ عنبر اور ناگ کی خوش قسمتی تھی کہ ہولکر راؤ نے ناگ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ انہوں نے مرہٹہ فوج کی توپوں کو تباہ کرنے کا کیا پروگرام بنا رکھا ہے، کیونکہ ناگ صرف اتنی بات بیان کرتا تھا جتنی اس سے پوچھی جاتی تھی — اس کے بعد وہ خاموش ہو جاتا تھا — اپنی طرف سے ناگ کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ وہ پوری طرح سے اس جادو کی بھیدی ترشول کے قبضے میں آ چکا تھا۔

مرہٹہ سپہ سالار نے کہا:

"کیا یہ سچ ہے کہ تم سانپ ہو اور پانچ ہزار سال سے زندہ ہو؟"

"جی ہاں مہاراج —" ناگ نے جواب دیا۔

مرہٹہ سپہ سالار نے پوچھا:

"کیا یہ بھی صحیح ہے کہ تمہارے دوست عنبر پر موت اثر نہیں کرتی اور وہ پانچ ہزار سال سے زندہ ہے؟"

"جی ہاں، مہاراج۔"

ہولکر راؤ گہری سوچ میں پڑ گیا — وہ عنبر کو قتل کروانا چاہتا تھا — مگر چونکہ اس پر موت کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے اُسے مار نہیں سکتا تھا — اس نے ناگ سے کہا:

"تم تو میرے قابو میں آ گئے — کیا کوئی ایسا طریقہ بھی ہے کہ یہ تمہارا ساتھی عنبر بھی میرے قابو میں آ جائے اور میں اسے جاسوسی کرنے کی سخت سزا دے سکوں۔"

ناگ بولا:

"آپ اُسے صرف ایک طریقے سے ہی قید کر سکتے ہیں۔ ایک گہرا کنواں کھدوائیے اور عنبر کو کسی طرح اس کے اندر ڈال دیں — وہ کنوئیں کے اندر سے باہر نہیں نکل سکے گا — یہ اس کی ایک طرح سے موت ہی ہو گی۔"

ناگ کو کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ اپنے جگری دوست عنبر کے خلاف سازش کر رہا ہے — اس کا دماغ بھیدی ترشول کے اثر میں تھا اور وہ مرہٹہ سپہ سالار کے قبضے میں تھا، جو وہ اسے حکم دیتا تھا وہی کرنے لگتا تھا۔

ہولکر راؤ نے کہا:

"مجھے نیا کنواں کھدوانے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا ایک کنواں ہمارے لشکر کے خیموں میں ایک جگہ موجود ہے، میں اس کے اندر عنبر کو پھینک سکتا ہوں — مگر سوال یہ ہے کہ عنبر اس کے اندر کیسے جائے گا؟"

ناگ نے کہا:

"یہ آپ کو سوچنا ہو گا۔"

مرہٹہ سپہ سالار نے ناگ کو حکم دیا:

"یہ کام تمہیں کرنا ہو گا۔"

ناگ نے کہا:

"ایسا ہی ہوگا مہاراج، میں ابھی جا کر عنبر کو اس کنوئیں میں گرا دیتا ہوں۔"

ناگ مرہٹہ سپہ سالار کے خیمے سے نکل کر سیدھا عنبر کے پاس آ گیا۔ عنبر نے ایک پل کے لیے بھی محسوس کیا کہ ناگ میں ایک زبردست تبدیلی آ چکی ہے۔ ناگ تو جیسے جادوئی ترشول کے اثر میں آ کر ایک مشین کی طرح کام کر رہا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا:

"عنبر، میرے ساتھ آؤ۔"

"کہاں ناگ؟" عنبر نے پوچھا۔

ناگ بولا:

"بس میرے ساتھ آؤ۔"

ناگ آگے آگے چل پڑا۔ عنبر اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ کنواں ایک خیمے کے پاس تھا۔ یہ چوڑا اور گہرا کنواں تھا۔ نیچے پانی تھا۔ ناگ نے کہا:

"اس کنوئیں کے اندر اتر جاؤ یہ رسی تھام کر اور نیچے تمہیں ایک پتھر کے نیچے ایک یاقوت ملے گا، وہ مجھے لا کر دے دو۔ اس کی مجھے بڑی سخت ضرورت ہے۔"

عنبر نے تعجب سے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"یار ناگ، یہ اتنی سی بات کے لیے تم مجھے وہاں سے اٹھا کر لائے ہو، یہ کام تو تم خود ہی کر سکتے تھے۔"

ناگ نے کہا:

"نہیں عنبر، کسی وجہ سے میں کنوئیں کے اندر نہیں جا سکتا۔ تمہارا جانا بہت ضروری ہے۔ اگر تم نہیں کنوئیں میں اترنا چاہتے تو ٹھیک ہے، بے شک نہ اترو۔"

عنبر نے کنوئیں کے اوپر چڑھ کر کہا:

"بھلا یہ بھی کبھی ہوا ہے کہ ناگ کوئی بات کہے اور میں انکار کر دوں۔ ہماری دوستی تو دنیا کی سب سے پرانی دوستی ہے۔ لو میں کنوئیں میں اتر کر تمہیں یاقوت لائے دیتا ہوں۔"

عنبر نے رسی کو اپنی کمر کے گرد لپیٹا اور کنوئیں میں اترنے لگا۔ کنواں کافی گہرا تھا۔ بہت نیچے کہیں جا کر پانی کا گول تھال چمک رہا تھا۔ جب عنبر پانی میں پہنچا تو ناگ نے اوپر سے رسی اس کے اوپر پھینک دی اور کہا:

"اے عنبر اب تم مرہٹہ سپہ سالار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی کنوئیں میں قید رہو گے۔"

ناگ کے منہ سے یہ بات سن کر عنبر کو جھرجھری سی آ گئی۔ اس نے ناگ کو ہزاروں روپ میں دیکھا تھا مگر اپنے دشمن کے روپ میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ناگ نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا۔ اور اسے کنوئیں کے اندر کیوں اتار دیا۔ یہ بات بھی صرف ناگ ہی کو معلوم تھی کہ اگر عنبر کو کسی گہرے

کنوئیں میں اتار دیا جائے تو وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ ایک بات کا عنبر کو اچھی طرح یقین تھا کہ ناگ یہ سب کچھ کسی تعویذ یا جادو کے اثر سے کر رہا ہے اور اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ کیونکہ آج آدھی رات کو مرہٹہ فوج دریا پار کر کے مسلمان لشکر پر حملہ کرنے والی تھی۔ اگر ناگ نے دریا والی توپیں غرق نہ کیں تو مسلمان لشکر کو زبردست نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا۔

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اسے ناگ نے وہ جملہ بتا دیا تھا جو اس نے اپنی پوری طاقت سے آگ سانپوں کو کہنا تھا اور جس کے بعد ان سرخ آگ پھینکنے والے سانپوں نے کشتیوں کو آگ لگانا تھی۔ اب عنبر کو خیال آیا کہ ناگ نے جاتے ہوئے اُسے کیوں وہ جملہ بتا دیا تھا جو سانپوں کو آواز دے کر کہنا تھا۔ اسے شک تھا کہ آج اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہونے والا ہے اور وہ حادثہ ہو گیا تھا۔ مرہٹہ سپہ سالار نے اپنے کسی خاص جادوگر کی مدد سے ناگ کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ اچانک عنبر کو گورو دیو کا خیال آ گیا۔ یہ سارا کام اسی مکار گورو دیو کا ہی تھا۔ آج سے تین چار سو سال پہلے کے ہندو جوگی بڑے زبردست جادوگر بھی ہوا کرتے تھے۔

عنبر کنوئیں کے اندر ایک پتھر پر بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جہاں کنوئیں کی گول دیوار پانی میں چلی جاتی تھی۔ وہاں دیوار کے اندر ایک کھڈ سا بنا ہوا تھا۔ عنبر اس کے اندر جا کر بیٹھنے لگا تو ایک سانپ پھنکار مار کر اس کی طرف بڑھا۔

عنبر نے کہا:

”بھائی! تم ہی کچھ میرا لحاظ کرو۔“

سانپ نے بڑی تیزی سے عنبر کے بازو پر ڈسا اور کنوئیں کی دیوار کے اوپر چڑھ کر غائب ہو گیا۔ عنبر پر بھلا کیا اثر ہو سکتا تھا وہ دیوار کے اندر کھڈ میں جا کر بیٹھ گیا۔ ابھی نہ جانے اسے کتنے دن اور اس کنوئیں میں ہی رہنا تھا، کیونکہ وہ رسی کی مدد کے بغیر کنوئیں سے باہر نہیں نکل سکتا تھا اور رسی بھی اگر کنوئیں کے اوپر سے نیچے لٹکائی جائے۔

دن گزر گیا۔ کنوئیں کے اندر رات کا اندھیرا اتر آیا۔ آج رات مرہٹہ لشکر حملہ کرنے والا تھا۔ فوج میں دریا پار کرنے کی زبردست تیاریاں شروع ہو گئیں۔ دونوں جاسوس یعنی ناگ اور عنبر مرہٹہ سپہ سالار ہولکر کے قبضے میں آ چکے تھے۔ اس لیے وہ بڑا بے فکر تھا کہ آدھی رات کو دریا پار کرنے کی خبر سلطان کی فوج کو نہیں مل سکے گی۔ ناگ کو اس نے حکم دے دیا تھا کہ وہ خیمے کے اندر ہی بند رہے۔ ناگ خیمے کے اندر ایک چوکی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے دماغ میں کسی قسم کا کوئی خیال نہیں آ رہا تھا۔ ہولکر داؤ کے ترشول نے اس کے دماغ کو خالی کر دیا تھا۔ اگر اس کو کوئی خیال تھا تو یہی کہ ہولکر داؤ جو حکم کرے اس کی ناگ اب سانپوں نے

تعمیل کرے۔

ناگ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس نے آگ سانپوں کو ہدایت کر رکھی ہے کہ آدھی رات کو اس کی آواز سن کر توپوں والی کشتیوں کو فوراً آگ لگا دیں۔ دوسری طرف عنبر کنویں کے اندر بیٹھا آدھی رات کا انتظار کر رہا تھا۔ مرہٹہ لشکر نے دریا کی طرف آنا شروع کر دیا اور بڑی بڑی کشتیوں میں فوج سوار ہو گئی۔ رات کے جب ٹھیک بارہ بجے تو توپ والی کشتیوں نے دریا کے دوسرے کنارے کی طرف چلنا شروع کر دیا

عنبر نے محسوس کیا کہ کنویں کے باہر مرہٹہ سپاہیوں کی اب آوازیں نہیں آ رہی ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ فوج دریا پار کر رہی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ ہونٹوں کے اردگرد پیالے کی طرح بنائے اور منہ کنویں کے اوپر کر کے پوری طاقت سے آواز دی:

"اے آگ کے سانپو، ناگ دیوتا کے حکم سے اپنا کام شروع کر دو۔"

یہ آواز سیدھی سرخ چٹان کے آس پاس چھپے ہوئے والے آگ سانپوں نے فوراً سن لی۔ انہوں نے دریا کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اس وقت توپ والی کشتیاں دریا میں کافی آگے جا چکی تھیں۔ چھ سات سو سانپ دریا میں اتر کر کشتیوں کی طرف چل پڑے۔ رات کے اندھیرے میں کوئی سپاہی ان سانپوں کو نہ دیکھ

دیکھ سکا۔ ہر سانپ نے ایک ایک کشتی کو پکڑ لیا اور ان کے اندر رکھی توپ کے اوپر پڑی خشک بارود پر ایک ہی وقت میں زور سے پھنکار مار کر آگ پھینکی۔ آگ سانپوں کے منہ سے نکلتی ہوئی آگ کے شعلے بڑے زبردست تھے۔ کشتیوں نے ایک دم آگ پکڑ لی۔

فوج میں شور مچ گیا۔ دریا پر چاروں طرف کشتیاں ہی کشتیاں آگ کے شعلوں میں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔ سارا دریا روشن ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے مرہٹہ فوج دریا پار کرتی مسلمان لشکر کو صاف دکھائی دینے لگ گئی۔ مرہٹہ سپہ سالار نے آگ بجھانے کی بہت کوشش کی مگر سانپ پھنکار مار مار کر پھر سے آگ روشن کر دیتے۔ ناگ پیچھے محل میں رہ گیا تھا اس لیے مرہٹہ سپہ سالار اسے سانپوں کو ہلاک کرنے کا حکم نہیں دے سکتا تھا۔ بھیدی ترشول بھی پیچھے شاہی محل کے صندوق میں پڑا تھا۔

دوسری طرف سلطان کی فوجوں نے مرہٹہ لشکر کا یہ حال دیکھا اور دریا میں توپوں والی کشتیاں جل جل کر غرق ہوتی دیکھیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔ سلطان سمجھ گیا کہ عنبر اور ناگ نے اپنا کام کر دکھایا ہے لیکن اسے پہاڑی کے اوپر آگ جلنے کا انتظار تھا۔

عنبر کنویں میں خاموش بیٹھا دریا میں جل جل کر غرق ہوتی کشتیوں کو دیکھ تو نہیں سکتا تھا مگر اسے یقین تھا کہ آگ سانپوں نے

مرہٹہ لشکر کی توپوں کو جلا کر دریا میں غرق کر دیا ہوگا۔ اچانک اسے
خیال آیا کہ آتی دفعہ وہ سلطان شہاب الدین کو یہ بات خاص طور پر
کہہ کر آئے تھے کہ جس وقت دریا پار پہاڑی پر آگ نظر آئے وہ
حملہ کر دیں۔ لیکن اب یہ معلوم تھا کہ دریا کے بیچ میں جا کر مرہٹہ
فوج کی توپ والی کشتیوں کو آگ لگی ہوئی تھی اور وہ جل جل کر
غرق ہو رہی تھیں۔ اس کی روشنی میں مسلمان لشکر کو صاف نظر
آ رہا تھا کہ کافر فوج کے سپاہی حملہ کرنے چلے آ رہے ہیں۔

شہاب الدین غوری نے جب یہ دیکھا کہ مرہٹہ لشکر کی ایک
بھی توپ باقی نہیں رہی اور ساری توپیں غرق ہو گئی ہیں تو
اس نے اپنی فوج کو حکم دے دیا کہ دریا میں دشمن کے لشکر کو
غرق کر دو۔

مسلمان نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے آوازے بلند کرتے دریا میں
اتر گئے۔ مرہٹہ لشکر دریا کے بیچ میں پہنچ چکا تھا۔ سپہ سالار
ہولکر راؤ بہت پریشان تھا۔ جاسوسوں کی سازش کامیاب ہو گئی
تھی اور اس کی ساری توپیں تباہ ہو گئی تھیں۔ سلطان کے توپ
خانے نے گولے برسانے شروع کر دیے۔ مرہٹہ فوج مکئی کے
دانوں کی طرح بھننی جانے لگی۔ مسلمان مجاہد اپنی بڑی بڑی کشتیوں
میں سوار مرہٹہ لشکر کے بیچ میں جا پہنچے اور تلوار سے تلوار ٹکرانے
لگی۔ مجاہدین کی توپیں دھائیں دھائیں کر کے چل رہی تھیں اور
مرہٹے سپاہی مر رہے تھے۔ مرہٹہ لشکر کی طرف سے ایک بھی توپ
نہیں چل رہی تھی۔

سلطان کے لشکر نے آدھی سے زیادہ مرہٹہ فوج کو دریا میں
کاٹ کر غرق کر دیا۔ باقی سپاہی بھاگ اٹھے۔ سلطان نے نعرہ
لگا کر کہا:

"دشمن بھاگنے نہ پائے۔ اس کا پیچھا کر کے اسے ختم کر
دو۔"

مسلمان فوج کے سپاہی مرہٹوں کا پیچھا کرتے دریا کے دوسرے
کنارے پہنچ گئے۔ ہندو سپاہی دم دبا کر بھاگ رہے تھے اور
رات کے اندھیرے میں زخمی چوہوں کی طرح اپنے آپ کو چھپانے
کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر مسلمان مجاہد ڈھونڈ ڈھونڈ کر انہیں
ہلاک کر رہے تھے۔ ساری رات گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔
صبح سورج کی روشنی پھیلی تو دریا کا پانی کافروں کے خون سے
لال ہو رہا تھا اور دریا کے دوسرے کنارے پر دشمن کی لاشیں
بکھری ہوئی تھیں۔

ان لاشوں میں مرہٹہ سپہ سالار ہولکر راؤ کی لاش بھی
وہیں میدان میں پڑی تھی۔ مسلمانوں نے خیموں کو آگ لگا دی
اور مرہٹہ سپہ سالار کا سر کاٹ کر نیزے پر لٹکا دیا۔ سلطان
شہاب الدین غوری کو ناگ اور عنبر کہیں دکھائی نہیں دے رہے

تھے — اس نے حکم دیا کہ دونوں جہاں کہیں بھی ہوں انہیں تلاش
کیا جائے — عنبر تو گہرے کنویں میں بند تھا — ناگ مرہٹہ سپہ سالار
کے خیمے میں اسی طرح چوکی پر بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔
سپاہیوں نے ناگ کو پہلے بھی دیکھا تھا۔ مگر اب اس کی ڈاڑھی نہیں
تھی — ڈاڑھی تو عنبر نے بھی اتار کر کنویں میں پھینک دی تھی کیونکہ
اب اس کی ضرورت نہیں تھی — پھر بھی سپاہی ناگ کو لے کر سلطان
کے شاہی خیمے میں آگئے — سلطان کو کیا خبر تھی کہ ناگ جادوئی ترشول
کے اثر میں ہے — سلطان نے ناگ کو گلے لگا لیا —

"شاباش میرے بچو، تم نے ہندوستان میں آنے والے مسلمانوں
کے لیے ایک بہت بڑا کام کیا ہے — اب دہلی اور دوسرے علاقوں
پر اسلام کا جھنڈا لہراتا رہے گا — ہاں، تمہارا دوست عنبر کہاں ہے؟"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسے یاد ہی نہیں تھا کہ اس
نے عنبر کو کنویں کے اندر پھینک دیا ہے۔ کیونکہ اُسے تو صرف اتنی
بات یاد رہتی تھی جتنی اسے ہدایت کی جاتی تھی۔ اس کے بعد وہ
بھول جاتا تھا — اس نے سلطان کی طرف بے جان نظروں سے
دیکھا اور کوئی لفظ منہ سے نہ نکلا — سلطان بڑا حیران ہوا کہ ناگ
کو آج کیا ہو گیا ہے — اس نے پوچھا:

"تمہاری ڈاڑھی کہاں رہ گئی ہے؟"

ناگ نے اس کا بھی کوئی جواب نہ دیا — سلطان نے اپنے وزیر
سے کہا:

"آپ کا کیا خیال ہے اس نوجوان پر کسی نے جادو تو نہیں
کر دیا؟"

وزیر بڑا عقلمند تھا۔ اُس نے سلطان سے کہا:

"ایسا ہی لگتا ہے سلطان معظم، اس نوجوان پر کسی عمل کا اثر
ہو گیا ہے — اسے حفاظت سے کسی جگہ بند کر کے رکھیں — کہیں
ایسا نہ ہو کہ جادو کے اثر میں آکر یہ ہمیں نقصان پہنچا دے۔"

سلطان نے کہا:

"آپ کا مشورہ بالکل ٹھیک ہے وزیر صاحب۔"

سلطان نے اسی وقت ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"میرے عزیز، تم میرے خیمے میں جا کر آرام کرو۔"

ناگ سلطان کی طرف دیکھتا رہا — اس نے آگے سے ہاں یا نہ
بالکل نہ کہی۔ سلطان نے اپنے خاص باڈی گارڈ دستے کو حکم دیا کہ
ناگ کو لے جا کر دریا پار نجیب آباد کے قلعے کے ایک تہ خانے میں
بند کر دیا جائے۔

"مگر خبردار، اسے ذرا سی بھی تکلیف نہ ہو۔ اس کے آرام کا
پورا پورا خیال رکھا جائے۔"

باڈی گارڈ دستہ ناگ کو لے کر دریا پار روانہ ہو گیا
سلطان نے اب عنبر کی تلاش شروع کر دی — سلطان کے باڈی

کارندے نے نجیب آباد کے ایک قلعے کے تہ خانے میں ناگ
کو لے جا کر مہمان کی طرح بند کر دیا۔ چونکہ ناگ پر کسی نے
جادو کر رکھا تھا۔ اس لیے سلطان کا حکم تھا کہ ناگ کو قلعے سے
باہر نہ نکلنے دیا جائے۔

سلطان کے سپاہی جگہ جگہ عنبر کو تلاش کرتے رہے مگر وہ
کہیں نہ ملا۔

فتح حاصل کرنے کے بعد اسلامی لشکر دہلی کی طرف کوچ کر گیا
مرہٹہ سپہ سالار کا خیمہ بھی لوٹ لیا گیا تھا۔ اس کے تخت کے نیچے
جو ترشول تھا سپاہیوں نے اسے اٹھا کر دریا میں پھینک دیا۔
ترشول دریا میں گرنے کے بعد ریت میں جا کر اٹک گیا۔ عنبر ابھی
تک اسی کنوئیں میں پڑا تھا۔ باہر سے اب اسے کسی کی آواز سنائی
نہیں دیتی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مرہٹہ فوج کی شکست ہو
چکی ہے اور اسلامی لشکر فتح کے بعد وہاں سے دلی کی طرف کوچ
کر گیا ہے۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ ناگ کہاں ہو گا؟ کہیں اس نے
سلطان شہاب الدین غوری کو اپنے جادو کی وجہ سے کوئی نقصان تو
نہیں پہنچا دیا؟ پھر وہ ماریا کے بارے میں بھی سوچتا تھا کہ خدا جانے
تین سو برس پیچھے کی طرف ایک دم چلے جانے سے وہ کس جگہ پر
ہو گی۔

ایک دن عنبر کو کنوئیں کے اوپر کسی آدمی کی آواز سنائی دی۔

اُسے ایسا لگا جیسے کوئی پانی نکالنے کے لیے کہ رات پھر کنوئیں
میں ڈول پھینکا گیا۔ عنبر نے ڈول کو پکڑ لیا۔ اوپر سے کسی نے آواز
دی:

"نیچے کنوئیں میں کون ہے؟"

عنبر نے کہا:

"میں ایک انسان ہوں۔ دشمن نے مجھے کنوئیں میں پھینک دیا
تھا۔ مجھے باہر نکالو۔"

"اس رسی کو پکڑ لو۔ میں تمہیں باہر کھینچتا ہوں۔"

عنبر نے رسی کو پکڑ لیا۔ باہر دو آدمی تھے۔ انہوں نے عنبر
کو کنوئیں سے نکال لیا۔ عنبر نے باہر آ کر دیکھا کہ دن کی روشنی میں
کہیں کہیں مرہٹہ سپاہیوں کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں اور اس کے سامنے
دو مسافر کھڑے تھے۔

عنبر نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ان کی زبانی اُسے پتا چلا کہ سلطان
کی فوج کو فتح ملی تھی اور مرہٹہ سپہ سالار ہولکر راؤ مارا گیا تھا۔ ان
مسافروں نے عنبر سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور اُسے کس نے کنوئیں
میں پھینکا تھا۔ عنبر نے کہا کہ وہ اسلامی لشکر کے ساتھ آیا تھا۔ مسافر
بولا کہ پھر تو تمہارے پاس ضرور لوٹی ہوئی دولت ہو گی۔ بتاؤ وہ دولت
کہاں ہے۔

ان مسافروں نے خنجر نکال لیے۔ عنبر ہنس پڑا اور بولا:

"بھائی میرے پاس کوئی دولت نہیں۔ میں تو ایک غریب آدمی ہوں" مگر وہ لوگ نہ مانے اور انہوں نے عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے خنجروں کے وار اپنے جسم پر لیے۔ وہ انہیں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا، کیونکہ انہوں نے اسے کنوئیں سے باہر نکالا تھا۔

جب مسافر لٹیرے خنجر مار مار کر تھک گئے اور ان کے اپنے ہاتھ لہولہان ہو گئے اور عنبر کے جسم پر خراش تک نہ آئی تو وہ بھوت بھوت کا شور مچاتے وہاں سے بھاگ گئے۔

عنبر نے دریا کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ دریا پار کر کے وہ ناگ کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا۔

- عنبر اور ناگ کی دشمنی کیسے ختم ہوئی؟
- ماریا کس حالت میں عنبر کو ملی؟
- ناگ پر جادو کا اثر کیسے ختم ہوا؟
- بھیدی ترشول دریا سے کس نے نکالی؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو عنبر، ناگ، ماریا کی اگلی قسط نمبر ۲۲ میں ملیں گے۔ جس کا عنوان ہے "ناگ عنبر مقابلہ"

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں۔

آپ کے جانے پہچانے سلسلے

موت کے تعاقب کی واپسی

۹۹ سیڑھیوں کا راز

جاننے کے لیے

سلور جوبلی نمبر ۲۵ میں

عنبر ناگ ماریا سے ملیے!

قیمت -/۱۱ روپے

صفحات ۳۰۰

۵ - اکتوبر سے اپنے قریبی بک سٹال یا ہاکر سے خرید فرمائیں!

نیا مکتبہ اقرأ - ۱۳/ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

۲۲
ناگ عنبر مقابلہ
اے حمید

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ناگ، عنبر مقابلہ

اے حمید

قوس پبلی کیشنز

۱۴/ بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

پیارے دوستو،

گہرے اندھے کنوئیں سے نکلنے کے بعد عنبر نے دیکھا کہ مرہٹہ لشکر تباہ ہو چکا ہے۔ جگہ جگہ سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہیں — وہ دریا پہ آ گیا — دوسرے کنارے پر اسلامی لشکر فتح حاصل کرنے کے بعد شاید روانہ ہو چکا تھا — عنبر دریا پار کرنے کے لیے اس میں اتر گیا — جہاں وہ دریا میں اُترا تھا ٹھیک اس جگہ ریت میں جادو کا وہ ترشول پھنسا ہوا تھا جس میں ناگ قید تھا — ناگ ترشول کا قیدی بن چکا تھا۔ مگر عنبر بے خبر دریا میں تیرتا چلا گیا — دوسرے کنارے پہ جا کر اس نے کیا دیکھا، یہ آپ خود پڑھیں گے تو زیادہ لطف اٹھائیں گے۔ کیونکہ ناگ پر جادو کر کے ترشول میں قید کر دیا گیا ہے اور ابھی عنبر نے ناگ کو بھی تلاش کرنا ہے اور اُسے ایک زبردست جادو سے نجات دلانی ہے، مگر کس طریقے سے —

اے حمید

ترتیب

عنبر ڈاکو بن گیا

دریا پر موت کا سناٹا تھا۔

کہیں کہیں ابھی تک مرہٹہ سپاہیوں کی لاشیں دریا کنارے ریت میں پھنسی گل سڑ رہی تھیں۔۔ دریا چڑھا ہوا تھا۔۔ عنبر ایک جگہ دریا کے کنارے بیٹھ گیا۔۔ وہ سوچنے لگا کہ دریا کس جگہ سے پار کرے۔۔ اسے دریا کے دوسرے کنارے پر اسلامی لشکر کا ایک بھی خیمہ نظر نہیں آ رہا تھا۔۔ سلطان کی فوج فتح پانے کے بعد دہلی کی طرف چلی گئی تھی۔۔ عنبر کو خبر ہی نہیں تھی کہ جس جگہ وہ بیٹھا تھا وہاں دریا کے اندر کنارے کے پاس ریت میں وہ جادو کی ترشول پڑی تھی جس نے ناگ پر جادو کر رکھا تھا۔ کنارے پر کئی جگہوں پر جھاڑیاں اور درخت جلے ہوئے تھے۔۔ یہ آگ اگن سانپوں نے لگائی تھی۔۔ عنبر کو خیال آیا کہ کیوں نہ وہ کسی اگن سانپ کو بلا کر اس سے ناگ کے بارے میں پوچھے۔۔ اُسے صرف ایک ہی فقرہ یاد تھا، جسے بول کر اس نے اگن سانپوں کو آگ لگانے کا حکم دیا تھا اور وہ سرخ چٹان کے نیچے سے نکل آئے تھے اور انہوں

ترتیب

عنبر ڈاکو بن گیا

دریا پر موت کا سناٹا تھا۔

کہیں کہیں ابھی تک مرہٹہ سپاہیوں کی لاشیں دریا کنارے ریت میں پھنسی گل سڑ رہی تھیں۔۔ دریا چڑھا ہوا تھا۔ عنبر ایک جگہ دریا کے کنارے بیٹھ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ دریا کس جگہ سے پار کرے۔ اسے دریا کے دوسرے کنارے پر اسلامی لشکر کا ایک بھی خیمہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سلطان کی فوج فتح پانے کے بعد دہلی کی جانب چلی گئی تھی۔ عنبر کو خبر ہی نہیں تھی کہ جس جگہ وہ بیٹھا تھا وہاں دریا کے اندر کنارے کے پاس ریت میں وہ جادو کی ترشول پڑی تھی جس نے ناگ پر جادو کر رکھا تھا۔ کنارے پر کئی جگہوں پر جھاڑیاں اور درخت جلے ہوئے تھے۔ یہ آگ اگن سانپوں نے لگائی تھی۔ عنبر کو خیال آیا کہ کیوں نہ وہ کسی اگن سانپ کو بلا کر اس سے ناگ کے بارے میں پوچھے۔ اُسے صرف ایک ہی فقرہ یاد تھا، جسے بول کر اس نے اگن سانپوں کو آگ لگانے کا حکم دیا تھا اور وہ سرخ چٹان کے نیچے سے نکل آئے تھے اور انہوں

نے مرہٹہ لشکر کی ساری توپوں والی کشتیوں کو آگ لگا کر دریا میں
غرق کر دیا تھا۔۔۔ عنبر نے وہی فقرہ ایک بار پھر اونچی آواز میں
دہرایا۔۔۔ مگر کوئی سانپ نہ آیا۔۔۔ اس نے دوسری تیسری اور چوتھی
بار بھی وہی فقرہ دہرایا، لیکن ایک بھی سانپ وہاں پر نہ آیا۔
ایسا لگتا تھا کہ کشتیوں کو آگ لگانے کے بعد سانپ اپنے
علاقے میں چلے گئے تھے۔

عنبر نے آخر فیصلہ کیا کہ اسے دریا پار جانا چاہیے۔ اُس
نے ایک جگہ دریا میں چھلانگ لگا دی۔۔۔ وہ تیرنے لگا۔۔۔ پانی تیز
اور ٹھنڈا تھا۔۔۔ عنبر کو پانی ڈبو نہیں سکتا تھا۔۔۔ وہ دریا کی
لہروں پر سامنے کی طرف تیرتا چلا گیا اور دوسرے کنارے پر
پہنچ گیا۔۔۔ ادھر بھی اسلامی لشکر کے خیمے اکھڑ چکے تھے اور کہیں
کہیں جلی بجھی لکڑیاں اور سپاہیوں کی پرانی چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔
اُسے اچھی طرح اندازہ ہوگیا تھا کہ مرہٹوں کو بڑی زبردست
شکست ہوئی ہے۔۔۔

وہ دریا پار کر کے میدان سے گزر کر نجیب آباد کے پہاڑی
قلعے کی طرف چل پڑا تاکہ قلعے میں سلطان کا جو گورنر ہوگا اس
سے جنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔
جب وہ پہاڑی علاقے میں پہنچا تو دُور اُسے نجیب آباد کا قلعہ
دکھائی دیا۔۔۔ ایک ندی قلعے کی طرف جاتی تھی۔۔۔ وہ ندی کے

کنارے درختوں کے ساتھ ساتھ قلعے کی طرف چلنے لگا۔۔۔ دن ڈھل
رہا تھا اور جنگل میں تپش کم ہوگئی تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے
لگی تھی۔۔۔ عنبر کو گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔

وہ رُک گیا اور درختوں میں دیکھنے لگا۔۔۔ آواز ان درختوں
کی طرف سے ہی آئی تھی۔ عنبر نے سوچا شاید کوئی مسافر اُدھر
سے گزرا ہوگا۔۔۔ وہ قلعے کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ ندی آگے
جا کر بائیں طرف گھومی تو اچانک درختوں میں سے دو ڈاکو نکل
کر اس کے سامنے آ گئے۔۔۔ ان کے چہرے خوفناک، آنکھیں لال
اور کانوں میں بالے تھے۔ سروں پر پگڑ باندھ رکھے تھے اور چہرہ
آنکھوں تک چھپا ہوا تھا۔۔۔ عنبر رُک گیا۔ دونوں ڈاکو گھوڑوں
سے اُتر کر عنبر کے پاس آئے اور اُسے سر سے پاؤں تک غور
سے دیکھنے لگے۔

"کون ہو بھئی تم؟ ادھر کہاں جا رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"بھائی صاحب، میں ایک پردیسی ہوں۔۔۔ دریا پار کی ایک
بستی سے آیا ہوں۔۔۔ قلعے میں میرا ایک رشتے دار رہتا ہے۔ اُس
کے پاس جا رہا ہوں۔۔۔"

دوسرا ڈاکو کمر سے خنجر نکال کر بولا:

"مگر اس وقت تم ایسا کرو کہ تمہارے پاس جتنا مال ہے"

نکال کر چپکے سے ہمارے حوالے کر دو۔"

دوسرے ڈاکو نے خنجر عنبر کی پسلی کے ساتھ لگا کر کہا:

"اگر شور مچایا یا بھاگنے کی کوشش کی تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس جنگل میں کالنگاہ ڈاکو کی حکومت ہے اور ہم اس کے ڈاکو ہیں۔ اب نکالو مال جہاں جہاں چھپا رکھا ہے، کپڑوں میں تم نے۔"

عنبر کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے دونوں ڈاکوؤں کو بڑی عاجزی سے کہا کہ بھائی میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ڈاکو غصّے میں بولا:

"جھوٹ بکتے ہو، اتنی دُور سے چلے ہو اور خالی ہاتھ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، اگر سیدھی طرح مال نہ نکالا تو ہمیں دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

عنبر نے کہا:

"بھائی، میں نے سچی بات کہہ دی ہے۔ اب اگر تم لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں آیا تو پھر بے شک تم دوسرا طریقہ اختیار کر لو۔"

اس دیدہ دلیری پر ڈاکو کچھ حیران بھی ہوئے اور انہیں عنبر کی اس گستاخی پر غصہ بھی آیا، کیونکہ اس علاقے میں لوگ کالنگاہ ڈاکو کا نام سُن کر ہی سارا مال اور زیور نکال کر سامنے

رکھ دیتے تھے اور یہ مسافر انہیں کہہ رہا تھا کہ وہ بے شک دوسرا طریقہ اختیار کر لیں۔ ڈاکو عنبر پر حملہ کرنے ہی والے تھے کہ اتنے میں درختوں میں سے کالے رنگ کا ایک گھوڑا نکل کر سامنے آ گیا۔ اُس پر ایک سوار بیٹھا تھا، جس کی کمر کے ساتھ تلوار لگی تھی اور کندھے پر پیچھے تیر کمان لٹک رہا تھا۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ مونچھیں تھیں اور چہرہ شیر کی طرح رُعب والا تھا۔ آنکھیں سُرخ اور رنگ گہرا سانولا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی دونوں ڈاکو پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔

یہ کالنگاہ ڈاکو تھا۔ اس نے عنبر کی طرف دیکھ کر اپنے ساتھی ڈاکوؤں سے پوچھا کہ یہ کون مسافر ہے؟

عنبر نے وہی بات دہرادی جو پہلے ڈاکوؤں کو بتائی تھی۔

کالنگاہ ڈاکو نے ان ڈاکوؤں کو بُرا بھلا کہا کہ وہ غریب مسافروں کو کیوں تنگ کرتے ہیں۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کالنگاہ ڈاکو صرف امیر لوگوں کو لوٹتا ہے اور غریبوں کی مدد کرتا ہے، پھر تم نے ایک مسافر کو روک کر لوٹنے کی جرأت کیسے کی؟"

ڈاکو تھر تھر کانپنے لگے، لیکن کالنگاہ ڈاکو کا یہ اصول تھا کہ ایک بار جس سے غلطی ہو جائے، وہ اسے دوسرا موقع نہیں دیتا تھا۔ اس نے تلوار کھینچ کر گھوڑے کو آگے بڑھایا اور ڈاکوؤں کے

پاس آکر ایک ہی وار سے دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں۔
ان کی گردنیں ندی میں گر پڑیں اور خون سے ندی سرخ ہوگئی۔
عنبر بھی حیران ہوا کہ یہ بڑا خوف ناک قسم کا ڈاکو ہے۔ کالنگاہ نے
عنبر سے کہا:

"تم کالنگاہ ڈاکو کے علاقے میں آئے ہو۔ تم ہمارے مہمان
ہو۔ ہم تمہاری خاطر تواضع کریں گے۔"

عنبر خاموشی سے کالنگاہ ڈاکو کے ساتھ چل پڑا۔ درختوں
کے اندر جاکر ایک کھلی جگہ تھی۔ وہاں پچاس ساٹھ ڈاکو گھاس
پر اپنے ہتھیار رکھے آرام کر رہے تھے۔ اُن کے گھوڑے گھاس
چَر رہے تھے۔

کالنگاہ کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر سارے ڈاکو اس
طرف تکنے لگے کہ یہ سردار کس نوجوان کو اپنے ساتھ لے آیا ہے۔
کالنگاہ ڈاکو نے ہاتھ بلند کرکے کہا:

"یہ ہمارا مہمان ہے، اس کی تواضع کریں گے۔"

کالنگاہ درختوں کے نیچے بچھی ہوئی رنگین چارپائی پر بیٹھ گیا۔
عنبر کے لیے اس نے پھل اور شربت منگوایا۔ عنبر اس ڈاکو کے
کردار اور اخلاق سے بڑا خوش ہوا۔ اگرچہ وہ خونی قاتل تھا، مگر
مہمانوں اور غریب لوگوں کے حق میں بڑا مہربان تھا۔ اس نے عنبر
سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور اس کے ماں باپ کہاں رہتے ہیں۔

عنبر نے اسے کہا کہ اس کے ماں باپ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں،
اور وہ اس دنیا میں اکیلا ہے۔

کالنگاہ ڈاکو نے کہا:

"تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں شامل ہو جاتے۔ ہم ڈاکو ضرور
ہیں، مگر ہم غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور صرف امیر آدمیوں کو لوٹتے
ہیں۔ ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے۔"

عنبر نے سوچا کہ چلو اس ڈاکوؤں کی ٹولی میں ہی شامل ہو
جاتے ہیں۔ اس طرح شہر شہر جنگل جنگل پھرنے کا موقع ملے گا اور
اور ہو سکتا ہے، اسی آوارہ گردی میں کہیں ناگ یا ماریا سے ملاقات
ہو جائے۔

عنبر نے ہامی بھر لی۔ کالنگاہ ڈاکو خوش ہوا، اس نے باقی
ڈاکوؤں سے عنبر کو ملایا اور کہا:

"آج سے یہ بھی تمہارا بھائی ڈاکو ہے۔"

عنبر ڈاکوؤں کی ٹولی میں شامل ہوگیا۔ کالنگاہ ڈاکو اسی روز
اپنی ٹولی کو لے کر گھوڑوں پر سوار ہو کر گجرات ضلع کاٹھیاواڑ کی طرف
دریائے جمنا کے کنارے نکل گیا۔

اب ہم ماریا کی خبر لیتے ہیں کہ جب تاریخ نے ایک دم سے
تین سو سال پیچھے کی طرف چھلانگ لگائی تو اس وقت ماریا کہاں پر
تھی۔ یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا میسور سے ایک قافلے کے ساتھ

دہلی کی طرف آ رہی تھی — راستے میں ایک جگہ قافلے نے پڑاؤ ڈالا
دہلی ابھی ایک منزل دُور تھی — رات کو ایک کھلی جگہ پر درختوں کے
جھنڈ اور چشمہ دیکھ کر قافلہ وہیں رات بسر کرنے کے لیے رُک گیا۔
ماریا اس قافلے کے ساتھ تھی اور ایک اونٹ پر بیٹھی ہوئی تھی —
اُسے کوئی دیکھ تو سکتا نہیں تھا — یہ ایک خالی اونٹ تھا۔
جس پر سامان لدا ہوا تھا — ماریا اس سامان کے اوپر بیٹھی رہتی تھی۔
پڑاؤ ہوا تو ماریا بھی اونٹ سے نیچے اُتر آئی — مسافروں نے آگ
جلالی تھی اور کھانا پکانے لگے تھے — ماریا کو نہ کھانا پکانے کی ضرورت
تھی اور نہ کھانے کی ضرورت تھی۔

موسم خوشگوار تھا۔ شام کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی — ماریا
نے سوچا کہ ذرا سیر کرنی چاہیے۔ وہ ایک جانب درختوں میں آ گئی۔
یہاں درختوں پر تازہ پھل لگے تھے — ماریا نے ایک سنگ سرخ کی
بارہ دری دیکھی — وہ بارہ دری میں آکر بیٹھ کر آرام کرنے لگی —
اسے نیند سی آ گئی — ابھی شام کا اندھیرا پوری طرح نہیں چھایا تھا۔
اور دن کی روشنی باقی تھی — ماریا سو گئی، سو کر اُٹھی تو کیا دیکھتی
ہے کہ وہاں بارہ دری کوئی نہیں — وہ بڑی حیران ہوئی کہ جس
بارہ دری میں وہ سوئی تھی، وہ کہاں چلی گئی؟ اسے ابھی تک معلوم
نہیں تھا کہ وقت تین سو سال پیچھے تاریخ کے ماضی میں چلا گیا ہے۔
بارہ دری پچاس سال پہلے بنی تھی اور چونکہ وہ تین سو سال پیچھے چلی

گئی تھی — اس لیے ظاہر ہے کہ وہاں بارہ دری نہیں ہو سکتی تھی۔
ماریا اٹھ کر اس چشمے پر آئی، جہاں قافلے نے پڑاؤ ڈالا تھا۔
کیا دیکھتی ہے کہ وہاں نہ قافلہ ہے، نہ قافلے کے لوگ اور
نہ گھوڑے اور اونٹ — درختوں کے وہ جھنڈ بھی نہیں ہیں جن کو وہ
سونے سے پہلے چھوڑ کر گئی تھی — سوچنے لگی کہ یہ کیا انقلاب آ
گیا ہے — اچانک اس کے ذہن میں یہ خیال بجلی کی طرح چمکا کہ
کہیں وقت ایک دم پیچھے کی طرف تو نہیں چلا گیا؟ جس وقت
وہ سوئی تھی۔ میسور پر انگریزوں کا قبضہ تھا اور دہلی میں مغلوں
کی حکومت تھی۔ معلوم کرنا چاہیے کہ اب کس کا زمانہ ہے؟ ماریا
چشمے کے ساتھ چلنے لگی — چشمہ آگے جا کر ایک ندی میں مل جاتا
تھا — ماریا ندی پر آ گئی — یہاں اس نے دو مسافروں کو دیکھا جو
ندی کنارے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔

ماریا ان مسافروں کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی — ان کے لباس
بھی بدلے ہوئے تھے — یہ مغلیہ لباس نہیں تھا — ماریا کو اب
یقین ہو گیا کہ وقت کم از کم دو تین سو سال پیچھے چلا گیا ہے۔
ماریا نے مسافروں کی باتیں سُنیں تو وہ سلطان شہاب الدین غوری
کی باتیں کر رہے تھے۔ جس نے مرہٹوں کو عبرت ناک شکست
دی تھی — ماریا نے سوچا۔
"تو یہ مغلوں سے پہلے کا زمانہ ہے اور دہلی پر شہاب الدین

غوری کی حکومت ہے۔"

خدا جانے عنبر اور ناگ کس حال میں ہوں گے؟ ماریا نے سوچا — ظاہر ہے ان کے ساتھ بھی وقت بدل گیا ہوگا اور وہ بھی تین سو برس پیچھے چلے گئے ہوں گے — اب وہ اُنہیں کہاں تلاش کرے! کیا دہلی جائے؟ کیا گجرات کی طرف نکل چلے یا کوہ ہمالیہ کے دامن کے کسی شہر میں چلی جائے؟

ماریا نے اُن مسافروں کو وہیں چھوڑا اور ایک طرف روانہ ہوگئی — اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ جس ندی کے ساتھ ساتھ آگے چل رہی ہے، وہ کس شہر کو جا کر نکل جاتی ہے — ویسے ماریا کا خیال تھا کہ وہ دلی جائے — ہو سکتا ہے، اس بڑے شہر میں اس کی ملاقات عنبر یا ناگ سے ہو جائے — ماریا چلتی چلی گئی — کافی دُور آگے جا کر ندی ایک بڑی نہر میں جا کر گر گئی۔ یہ نہر کافی بڑی تھی — کنارے پر گھنے درختوں کی چھاؤں تھی — ایک بیل گاڑی آگے کی طرف جا رہی تھی — ماریا بیل گاڑی کے ساتھ ساتھ چلنے لگی — گاڑی بان بیلوں کو ہانکتے ہوئے کوئی گیت گا رہا تھا۔ ماریا گاڑی پر چڑھ کر بیٹھ گئی — گاڑی بان کو ذرا بھی خبر نہ ہوئی — وہ اکیلا تھا اور گاڑی پر آٹا دال لادے کسی دوسرے گاؤں کی طرف جا رہا تھا —

گاؤں آگیا — گاؤں پہنچ کر گاڑی بان بڑا خوش تھا — ماریا بھی

گاؤں کی چل پھر کر سیر کرنے لگی — لوگوں کی باتوں سے اسے معلوم ہوا کہ وہ دہلی سے دس کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں میں ہے۔ اور دہلی شہر کو وہاں سے یکّے بھی جاتے ہیں — یہ یکّے آج کے زمانے سے بڑے مختلف تھے۔ پالکی بنی ہوتی تھی جس کے آگے گھوڑا یا بیل جُتے ہوتے تھے۔ یہ چار چار پانچ پانچ کی ٹولی بنا کر صبح منہ اندھیرے روانہ ہوتے تھے اور شام کو دریائے جمنا کے کنارے پہنچ جاتے تھے —

دہلی شہر دریائے جمنا کے کنارے پر آباد تھا — ماریا نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی پالکی میں بیٹھ کر دہلی جائے گی اور وہاں عنبر اور ناگ کو تلاش کرے گی۔ پالکیوں کا ایک قافلہ دوسرے روز دہلی کی طرف روانہ ہوا تو ماریا بھی ایک پالکی کی چھت پر جا کر بیٹھ گئی — سارا دن ویران میدانوں اور ٹیلوں میں سفر کرنے کے بعد شام کو پالکیاں دہلی شہر کے قریب دریائے جمنا کے کنارے پر پہنچ گئیں۔ مسافر اُتر کر شہر کی طرف روانہ ہوئے — وہ رات ہونے سے پہلے پہلے شہر میں داخل ہو جانا چاہتے تھے، کیونکہ رات کے بعد شہر کے دروازے بند کر دیے جاتے تھے —

شہر دہلی کے اردگرد ایک دیوار بنی ہوئی تھی جو شکستہ ہو رہی تھی — کئی جگہوں پر شہر کے دروازے تھے — ماریا نے دوسرے مسافروں کے ساتھ ایک کشتی پر بیٹھ کر دریا پار کیا — شہر کا دروازہ کھُلا تھا۔

پہرے دار دروازے میں بیٹھے لوگوں سے شہر میں داخل ہونے کا محصول وصول کر رہے تھے۔ ماریا کو تو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ اس سے محصول کیسے وصول کرتے ۔۔۔ ماریا شہر میں آ گئی۔

دہلی شہر بڑا پرانا پرانا لگ رہا تھا۔ اک منزلہ مکان تھے۔ جن کے لکڑی کے چھجے آگے کو جھکے ہوئے تھے ۔۔۔ آبادی زیادہ نہیں تھی ۔۔۔ شہر میں امیر لوگوں کی بڑی بڑی حویلیاں بھی تھیں۔ ان کے باہر حبشی غلام تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے ۔۔۔ سڑکیں پتھر کوٹ کر بنائی گئی تھیں جن پر پالکیاں اور گھوڑے چل پھر رہے تھے۔ سپاہی تیر کمان اور تلوار لگائے دکانوں کے آگے سے گزر رہے تھے ۔۔۔ یہ ترک اور افغان سپاہی تھے ۔۔۔ ماریا کو شہر کی سیر کرتے کرتے شام کا اندھیرا چھا گیا ۔۔۔

دکانوں اور مکانوں میں مشعلیں روشن کر دی گئیں۔ گلیوں اور بازاروں میں بھی جگہ جگہ مشعلیں جل اٹھیں ۔۔۔ روشنی ہو گئی، مگر آج کے مقابلے میں یہ روشنی کچھ بھی نہیں تھی، بلکہ ہم اسے اندھیرا ہی کہیں گے ۔۔۔ ماریا کے قریب سے ایک پالکی گزری۔ اسے حبشی غلاموں نے اپنے کندھے پر اٹھا رکھا تھا ۔۔۔ اس پر باریک پردہ پڑا تھا ۔۔۔ ماریا نے آگے جا کر دیکھا ۔۔۔ ایک بڑی خوب صورت لڑکی پالکی کے اندر لیٹی ہوئی تھی ۔۔۔ دو آدمی پالکی کے آگے آگے بھاگ رہے تھے اور لوگوں کو پرے پرے ہٹنے کی آوازیں

لگا رہے تھے۔

ماریا نے سوچا کہ شاید یہ لڑکی بیمار ہے ۔۔۔ اسے کسی حکیم کے پاس لے جایا جا رہا ہے ۔۔۔ ماریا نے دیکھا کہ پالکی دور گلی کے کونے میں ایک حویلی میں داخل ہو گئی ۔۔۔ ماریا بھی اس حویلی کی طرف چلی ۔۔۔ دل میں یہ خیال لیے ہوئے کہ چل کر اسی حویلی میں رات بسر کی جائے ۔۔۔ صبح اٹھ کر شہر میں عنبر اور ناگ کو تلاش کیا جائے گا ۔۔۔ حویلی کی ڈیوڑھی میں پہرہ لگا تھا اور مشعل روشن تھی۔ پالکی بڑے دروازے کے اندر ایک طرف کھڑی کی ۔۔۔ لڑکی کو اوپر لے جایا گیا ۔۔۔

ماریا بھی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل میں آ گئی ۔۔۔ یہاں ایک بڑا کمرہ تھا۔ جس کی دیواروں پر پردے گرے تھے ۔۔۔ چھت کے درمیان میں ایک ہوا دان بنا ہوا تھا جس میں سے تازہ اور ٹھنڈی ہوا کمرے میں آ رہی تھی ۔۔۔ موم بتیوں کا ایک بڑا جھاڑ فانوس روشن تھا ۔۔۔ وہی خوب صورت پالکی والی لڑکی ایک مسہری پر لیٹی تھی ۔۔۔ سفید ڈاڑھی والا ایک آدمی اس کے پاس چوکی پر بیٹھا تھا ۔۔۔ کنیزیں پنکھا جھلا رہی تھیں ۔۔۔ ماریا نے قریب جا کر دیکھا خوب صورت لڑکی کا چہرہ زرد تھا۔ اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے ۔۔۔ وہ بہت بیمار لگتی تھی ۔۔۔ ایک نوجوان آدمی ترکی شہزادوں کے لباس میں اندر آیا ۔۔۔ اس نے جھک کر کہا:

" ابا حضور آداب ۔"

" لے آئے بٹیا دوائی ۔" بوڑھے نے سر اٹھا کر کہا۔

انہوں نے چاندی کے پیالے میں دوا ڈال کر چمچ کی مدد سے لڑکی کو پلائی ۔ لڑکی نے دوا پی کر آنکھیں بند کر لیں اور لیٹ گئی۔ وہ بہت کمزوری محسوس کر رہی تھی اور اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی ۔

باپ نے بیٹے سے کہا:

ارسلان بیٹے، تمہاری بہن کو آج بیمار ہوئے ایک مہینہ گزر گیا ہے ۔ دہلی شہر کے تمام حکیموں کا علاج کرا چکا ہوں۔ کسی کی دوائی نے فائدہ نہیں پہنچایا ۔ اب سوچتا ہوں کہ بیٹی کو لے کر واپس ترکستان چلا جاؤں ۔ شاید اپنے پرانے وطن کی آب و ہوا میں میری بیٹی اچھی ہو جائے ۔"

بیٹے نے کہا:

" ابا حضور، آپ شاہی دربار کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ سلطان کو آپ پر بڑا بھروسہ ہے ۔ وہ دربار آپ کے حوالے کر کے کابل گئے ہیں ۔ آپ نہ ہوں گے تو مرہٹوں اور جاٹوں کو سلطان کے خلاف بغاوت پھیلانے کا موقع مل جائے گا۔"

بوڑھے نے کہا:

" لیکن ادھر میری اکلوتی بیٹی ثمینہ کی زندگی کا سوال ہے۔

میں اسے موت کے منہ میں جاتے نہیں دیکھ سکتا۔"

بیٹے نے کہا:

" میں نے شاہی نجومی کو بلایا ہے ۔ ایک بار اسے ہمشیرہ صاحبہ کا زائچہ بنا لینے دیجیے ۔ دیکھتے ہیں وہ کیا کہتا ہے، پھر آپ بے شک ترکستان کا سفر اختیار کر لیجیے گا ۔"

بوڑھا خاموش ہو کر خدا سے دعا مانگنے لگا۔

اتنے میں ایک کنیز نے آ کر آہستہ سے کہا:

" شاہی نجومی آ گیا ہے، حضور انور ۔"

بیٹے نے کہا:

" انہیں دیوان خانے میں بٹھاؤ ۔"

پھر اپنے باپ کی طرف دیکھ کر بولا:

" ابا حضور، آپ بھی چلیے میرے ساتھ ۔ زائچہ بنوانا حرام نہیں ہے ۔ اگر بیماری حد سے گزر جائے اور کسی دوائی سے آرام نہ آئے تو ستاروں کا حساب بھی کر کے دیکھ لینا چاہیے۔"

دونوں باپ بیٹا دوسرے کمرے میں آ گئے ۔

ماریا نے جھک کر لڑکی ثمینہ کو دیکھا ۔ اتنی خوبصورت لڑکی ماریا نے پہلے بہت کم دیکھی تھی ۔ بیماری نے اسے کمزور اور زرد کر دیا تھا، پھر بھی وہ بہت دل کش لگ رہی تھی ۔ ماریا دیوان خانے میں آ گئی ۔ وہاں ایک لمبی ڈاڑھی والا نجومی لمبا چغہ پہنے

دیوان پر بیٹھا ثمینہ کا زائچہ سامنے رکھے حساب لگا رہا تھا۔ ثمینہ کا باپ اور بھائی دونوں شاہی نجومی کے قریب ہی خاموش بیٹھے تھے۔ آخر نجومی نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور سر اٹھا کر بولا:

"بچی کا مرض آگے نکل چکا ہے۔"

باپ نے فکر مند ہو کر کہا:

"کیا ستاروں میں میری بیٹی کی بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے؟"

نجومی بولا:

"صرف ایک علاج ہے مگر وہ اس قدر مشکل ہے کہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔"

باپ نے گردن اٹھا کر کہا:

"آپ فرمائیے تو، میں اپنی بچی کی زندگی کی خاطر اپنی جان اپنا مال سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں۔"

نجومی کہنے لگا:

"وہ چیز آپ کے مال خرچ کرنے یا جان دینے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔"

بیٹے نے کہا:

"آخر وہ کیا شے ہے، آپ بتائیں تو سہی۔"

نجومی نے ایک گہرا سانس بھرا۔ زائچے کو ایک بار پھر

دیکھا اور کہا:

"ستاروں کا حساب کہتا ہے کہ دہلی شہر کے جنوب میں ایک پرانی مسجد ہے۔ اس مسجد کے پیچھے ایک قبرستان ہے۔ قبرستان میں ایک اندھا اور گہرا کنواں ہے۔ اس قبرستان میں روحوں کی حکومت ہے جو کسی کو رات کو وہاں نہیں آنے دیتیں۔ اس کنوئیں کے اندر سرخ رنگ کی جھاڑی اُگی ہوئی ہے جس پر سرخ گول پھل لگا ہے۔ اگر وہ پھل لا کر شہزادی ثمینہ کو گرم پانی میں ابال کر پلایا جائے تو وہ بالکل تندرست ہو جائیں گی۔"

باپ نے کہا:

"یہ کون سی مشکل بات ہے۔ میں ابھی اپنے سپاہیوں کو کہتا ہوں کہ وہ کنوئیں میں اتر کر سرخ پھل توڑ لائیں۔"

نجومی نے کہا:

"کنوئیں میں تین جن رہتے ہیں، وہ کسی کو اندر نہیں آنے دیں گے۔ آپ کوشش کر کے دیکھ لیں۔"

صبح کنوئیں میں سپاہی اتارے گئے۔ وہ سب کے سب اندر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بڑی مشکل سے انہیں لمبے لمبے بانسوں کے آگے لوہے کے بڑے بڑے چھجے لگا کر باہر نکالا گیا۔ جو کوئی کنوئیں کے اندر اترتا، بے ہوش ہو کر اندر ہی

گر پڑتا— دو سپاہی مر بھی گئے — ثمینہ شہزادی کا باپ اور
بھائی نا امید ہو گئے تو ماریا نے کنوئیں میں اترنے کا فیصلہ کیا۔
اس نے ایک رسّی کو اوپر کنوئیں کے پاس درخت سے باندھا،
پھر رسّی کا دوسرا سرا اپنے جسم کے گرد لپیٹا اور خداوند کا نام
لے کر کنوئیں میں اُترنے لگی—

جب وہ بالکل نیچے کنوئیں میں اس جگہ پہنچی، جہاں سے
پانی شروع ہو جاتا تھا تو اس کی نظر اپنے آپ سرخ بیل پر پڑی
اس کے ساتھ سرخ پھل لگا ہوا تھا۔ ماریا نے آلوچے کے برابر
اس پھل کو توڑ کر رومال میں باندھا اور واپس کنوئیں میں سے
باہر نکل آئی۔ وہ چونکہ خود غائب تھی، اس لیے دوسری غیبی روحوں
کو دیکھ لیتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ کنوئیں کے سامنے ایک سنگِ مرمر
کے چبوترے والی پرانی قبر کے پاس ایک سفید لباس والی روح
کھڑی اس کی طرف دیکھ رہی ہے۔

ماریا نے پھل والا رومال جیب میں رکھا اور روح کے قریب
آ کر بولی:

"کیا تم اس قبر کی روح ہو، جس کے باہر کھڑی ہو؟"

روح تھوڑا سا چونکی:

"کیا تم مجھے دیکھ رہی ہو؟"

"ہاں، کیوں نہیں— بتاؤ تم کون ہو؟"

روح نے کہا:

"جس لڑکی کی مرض کا علاج کرنے کے واسطے تم کنوئیں کے
اندر سے پھل نکال کر لے جا رہی ہو، میں اس کی ماں کی روح
ہوں۔ میں تمہارا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتی ہوں، تم نے میری بچی
کی زندگی بچانے کے لیے وہ کام کر دکھایا جو کوئی دوسرا انسان
نہیں کر سکتا تھا۔"

ماریا نے کہا:

"اس لیے کہ میں غیبی عورت ہوں۔ مجھ پر آسیب اور
جنّ بھوت کے حملے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ تمہاری بیمار بیٹی کی
مدد کرنا میرا فرض ہے۔ لیکن تم اس قبرستان میں کیا کر رہی
ہو؟"

روح نے کہا:

"میں بہشت سے اپنی بیٹی کی بیماری کا سُن کر آئی ہوں
اور بے چین ہوں۔"

ماریا بولی:

"اب تمہیں خوش ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ نجومی کے کہنے کے
مطابق اب تمہاری بیٹی کو صحت مل جائے گی۔"

"خدا کا شکر ہے۔"

ماریا نے وہاں سے سیدھا حویلی کی راہ لی— آج سے تین

سو برس پرانے دہلی شہر پر شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ شہر میں کہیں کہیں مشعلیں روشن ہوگئی تھیں۔ ماریا ترکی امیر کی حویلی میں داخل ہوتی — وہ دوسری منزل میں آگئی۔ شہزادی ثمینہ کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ وہ بے ہوش تھی۔ نجومی اور حکیم سر جھکائے بیٹھے تھے — ثمینہ کا باپ اور بھائی بھی بیٹھے خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے، ماریا ان کے قریب جا کر کھڑی ہوگئی۔

ناگ عنبر مقابلہ

ماریا دوائی کیسے دے؟

یہی سوال اُسے پریشان کر رہا تھا — وہاں گھر کے سبھی لوگ بیمار لڑکی کے اردگرد بیٹھے تھے — نجومی بھی تھا — شہزادی ثمینہ کا بوڑھا ترکی باپ بھی تھا — ثمینہ کا غمزدہ بھائی بھی تھا۔ ماریا اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی — ثمینہ کی حالت خراب تھی۔ اس پر موت کے سائے چھا رہے تھے — وقت نازک تھا — ماریا جلدی سے دوسرے کمرے میں گئی — وہاں پرانی طرز کی ایک دوات اور پرندے کے پَر والا قلم اور زرد رنگ کے کاغذ رکھے تھے — ماریا نے کاغذ پر لکھا:

"کنویں کے اندر اُگنے والا پھل حاضر ہے۔"

قلم کی سیاہی کو ماریا نے سفید سفوف سے سکھایا۔ اس میں سرخ گول پھل کو لپیٹا اور پہلے والے بڑے کمرے میں آگئی — اس نے کاغذ کا گیند سا بنا کر نجومی کی جھولی میں ڈال دیا۔ نجومی نے چونک کر دیکھا کہ یہ کاغذ کا چھوٹا سا گیند اس کی جھولی میں کس

نے ڈال دیا۔ ثمینہ کے باپ اور بھائی نے بھی اس گیند کو گرتے
دیکھا تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ گیند کدھر سے آیا ہے۔
نجومی نے اسے کھولا تو اس کے اندر وہی سرخ پھل لپٹا ہوا
تھا۔ ساتھ خط بھی تھا۔ اس نے خط پڑھا۔ سب دہشت زدہ ہو
کر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔

نجومی نے کہا:

"یہ کسی آسیب کا کام ہے۔"

باپ نے کہا:

"جو بھی ہو اسے جلدی سے اُبال کر میری بچی کو پلاؤ تاکہ
اسے صحت نصیب ہو۔"

نجومی نے اسی وقت پھل کو گرم پانی میں اُبالا۔ شربت کو
ٹھنڈا کیا اور پھر بے ہوش شہزادی ثمینہ کے حلق میں چمچ سے ٹپکانا
شروع کیا۔ تین چار چمچ پینے کے بعد ہی ثمینہ نے آنکھیں کھول
دیں۔

ماریا نے خداوند کا شکر ادا کیا اور وہاں سے نکل کر حویلی
کی چھت پر آگئی۔ چھت پر ایک گول بُرج بنا ہوا تھا جیسا کہ
پُرانے زمانے کے امیروں کی حویلیوں کی چھتوں پر بنے ہوتے تھے۔
یہ پہریداروں کے لیے ہوتے تھے۔ لیکن اس بُرج میں کوئی پہریدار
نہیں تھا۔ ماریا نے وہیں رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور لیٹ

گئی۔ فرش سنگِ مرمر کا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ وہ نیند کے بغیر
بھی زندہ رہ سکتی تھی، لیکن ماریا، جیسا کہ آپ نے پیچھے بھی پڑھا
ہوگا۔ رات کو اگر موقع ملے تو سو جایا کرتی تھی۔ اس وقت
وہ عنبر اور ناگ کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ کہاں ہوں گے۔

ناگ تو نجیب آباد کے قلعے کے تہہ خانے میں سلطان کا
شاہی مہمان بن کر قید تھا۔ قید اس لیے کہ اس پر جادوئی ترشول
کا زبردست اثر تھا اور سلطان نے حکم دیا تھا کہ ناگ کو تہہ خانے
میں بند رکھا جائے اور اس کے آرام کا بھی ہر حالت میں خیال
رکھا جائے۔ ساتھ ہی سلطان نے ہدایت کی تھی کہ ناگ کو
قلعے سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ سلطان خود تو کابل کی طرف
چلا گیا تھا۔ قلعے پر ایک افغان امیر کی حکومت تھی۔ افغان امیر
ہر روز ناگ کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتا تھا کہ وہ خیریت
سے ہے اور جادوئی ترشول نے اس پر اثر ڈالنا شروع نہیں کیا۔
عنبر ڈاکو کالنگاہ کے گروہ میں شامل ہو چکا تھا کہ شاید اس
گروہ کے ساتھ آوارہ گردی کرتے ہوئے ناگ اور ماریا سے ملاقات
ہو جائے۔ اسے اتنا پتا چل گیا تھا کہ نجیب آباد کے قلعے سے
سلطان شہاب الدین غوری واپس کابل جا چکا ہے۔ اس لیے
اب قلعہ نجیب آباد میں جانا بے کار تھا۔ وہاں ناگ کہاں ہو سکتا
تھا۔ ادھر دریائے گوگیرہ میں جس جگہ مرہٹہ سپہ سالار کی شکست کے

بعد ایک افغان سپاہی نے جادو کا ترشول پھینکا تھا، وہ ترشول پانی کی لہروں کے ساتھ ساتھ بہتا کافی آگے نکل گیا تھا۔ اس زمانے میں دریاؤں کی صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ دریاؤں کی تہہ کی مٹی لہروں کے ساتھ ہی سفر کرتی تھی۔ سیلاب میں وہ کناروں پر آ جاتی اور اس کے بعد کہیں سے دریا کی تہہ اونچی ہو جاتی تھی اور وہاں ایک جزیرہ سا بن جاتا تھا۔

آگے جا کر جہاں دریائے گوگیرہ گجرات کاٹھیا وار کے جنگلوں میں داخل ہوتا تھا، وہاں ایک ماہی گیر نے دریا میں جال پھینکا۔ جال میں کافی مچھلیاں آگئیں۔ اس نے جال واپس کھینچا تو مچھلیوں کے ساتھ وہی جادوئی ترشول بھی جال میں پھنس کر آگیا۔ ماہی گیر ہندو تھا۔ اس نے ترشول کا آنا اپنے لیے مبارک سمجھا اور اسے اپنی جھونپڑی میں لے آیا اور بیوی کو دکھایا۔ اس کی بیوی گاؤں کے بڑے زمیندار اور مالک پٹیل کے گھر پر کام کاج کرتی تھی۔

بیوی نے کہا:

"یہ بڑا قیمتی ترشول لگتا ہے۔ اسے پٹیل جی کو دے کر انعام حاصل کرتے ہیں۔"

ماہی گیر بولا:

"نہیں، ہم اسے اپنے پاس ہی رکھیں گے۔ ہم یہ ترشول کسی کو نہیں دیں گے۔ اس سے ہمارے گھر لکشمی دیوی آیا کرے گی۔"

لیکن ماہی گیر کی بیوی لالچی عورت تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ترشول پٹیل کو دے کر اس سے انعام لے۔ دوسرے دن وہ پٹیل کے گھر کام کرنے گئی تو اس نے پٹیل کی بیوی سے ترشول کا ذکر کر دیا اور کہا کہ ایک بڑا خوب صورت ترشول دریا سے ملا ہے۔

پٹیل کی بیوی نے کہا:

"ترشول تو ہمارے مذہب کی نشانی ہے۔ تم وہ ترشول مجھے لا دو۔ میں تمہیں اس کے بدلے ایک گائے دے دوں گی اور اس کا دودھ بچوں کو پلانا اور مکھن کھانا۔"

ماہی گیر کی بیوی بہت خوش ہوئی۔ گھر آ کر ماہی گیر کو بتایا کہ پٹیل کی بیوی کہتی ہے، ترشول دے دو اور گائے لے جاؤ۔ یہ بہت بڑا لالچ تھا۔ گائے ماہی گیر ساری عمر نہیں خرید سکتا تھا۔ اس نے ترشول پٹیل کی بیوی کو بھجوا دی اور گائے لے گی۔ پٹیل کی بیوی نے ترشول لا کر مکان کے کمرے میں رکھ دیا۔ اس کا خاوند کھانا کھانے آیا تو ترشول کو دیکھ کر بولا:

"یہ ترشول کہاں سے آگیا سُندری؟"

سُندری پٹیل کی بیوی کا نام تھا۔ اس نے ماہی گیر کی بیوی کی کہانی بیان کر دی۔ پٹیل بولا:

"یہ ترشول مجھے کسی راکشش (شیطان) کا لگتا ہے۔ اسے فوراً واپس کر دو۔ ہم اسے اپنے گھر میں نہیں رکھیں گے

اور ماہی گیر سے اپنی گائے واپس لے لو۔"

پٹیل کی بیوی نے بہت کوشش کی کہ ترشول ماہی گیر کو واپس نہ کرے اور گھر میں ہی رہے، مگر پٹیل نہ مانا — مجبور ہو کر پٹیل کی بیوی نے ترشول ماہی گیر کو واپس کر دیا اور کہا:

"اسے لے لو اور گائے واپس کر دو، یہ پٹیل جی کا حکم ہے۔"

ماہی گیر بے چارا کیا کر سکتا تھا — کیسے انکار کرتا — اُس نے ترشول رکھ لیا اور گائے واپس کر دی — اس کی بیوی کو گائے واپس دینے کا بڑا افسوس ہوا، مگر پٹیل تو گاؤں کا مالک تھا۔ اس کے حکم کے آگے کون دم مار سکتا تھا — ماہی گیر کی بیوی گائے کا دودھ ہانڈی میں رکھے ابال رہی تھی کہ پٹیل کے ہٹے کٹے نوکر آ کر گائے لے گئے اور گائے کے دودھ کی ہانڈی بھی ساتھ ہی لیتے گئے — ماہی گیر کی بیوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بڑی خوش تھی کہ آج اپنے بچوں کو گائے کا دودھ جی بھر کر پلائے گی اور اُس کا مکھن بھی کھلائے گی — ماہی گیر کو بھی بڑا افسوس ہوا، وہ بولا:

"بھاگوان، اب افسوس نہ کرو — بھگوان نے چاہا تو یہی ترشول ہمیں گائے بھی دے دے گا۔"

بیوی بولی:

"ترشول بے چارا گائے کہاں سے لائے گا؟ پٹیل جی کہتے

تھے کہ یہ کسی راکھشش کا ترشول ہے۔"

ماہی گیر نے کہا:

"میں نہیں مانتا — یہ ترشول ہم اپنے پاس ہی رکھیں گے۔ جیسا بھی ہے، یہ اب ہمارا ہے۔"

اس ماہی گیر کی ساتھ والی بستی کے ماہی گیروں سے دشمنی تھی — وہ اس کے خلاف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ یہ ان کی گھاٹ پر مچھلیاں پکڑا کرے — دوسرے روز اس گاؤں کے ماہی گیروں نے اس ماہی گیر کی جھونپڑی پر حملہ کر دیا اور اسے گرانا شروع کر دیا — ماہی گیر بے چارا دہائی دینے لگا۔ اس کی بیوی بچے رونے لگے، مگر وہاں اس کی فریاد کون سنتا — دوسرے گاؤں والوں نے بڑے پٹیل کو رشوت دے کر اجازت حاصل کر رکھی تھی — غریب ماہی گیر نے روتے ہوئے ترشول کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے اپنے آپ نکل گیا —

"اے ترشول تو ہی میری مدد کر۔"

اتنا کہنا تھا کہ ترشول میں حرکت پیدا ہوئی — ایک چنگاری سی اُس کے اندر سے نکلی اور پھر ایک سیاہ ناگ پھنکارتا ہوا وہاں آ گیا —

ماہی گیر اور اس کی بیوی ڈر کر جھونپڑی سے باہر آ گئے۔ اس کے دشمن جھونپڑی کو گرا رہے تھے — سیاہ ناگ بھی پھنکارتا

لہراتا باہر آگیا — اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل کر زبردست پھنکار کی آواز کے ساتھ جھونپڑی گرانے والوں کے جسموں پر پڑے اور انہیں آگ لگ گئی — وہ چیختے چلاتے دوڑے — سیاہ ناگ نے دوسرے آدمیوں پر حملہ کر دیا — سب کے جسموں پر شعلے پھینکے اور انہیں آگ لگا دی۔

وہ لوگ دریا میں کود گئے اور یوں جانیں بچا کر وہاں سے رفوچکر ہو گئے — ماہی گیر اور اس کی بیوی حیران کھڑے ترشول کی یہ کرامت دیکھ رہے تھے — سیاہ ناگ ترشول کے قریب آیا اور ایک گہرا سانس لے کر غائب ہو گیا — ماہی گیر کی بیوی نے کہا:

یہ ساری کرامت اس ترشول کی ہے — اس ترشول میں ایک ناگ دیوتا رہتا ہے۔"

"بھئی، یہ تو کمال کر دیا اس ترشول نے — اب میں اس سے اور بھی کام لے سکتا ہوں۔"

اُس نے ترشول کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے ترشول، ہم غریب ہیں — ہمیں دولت لا دے تاکہ ہم بھی آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔"

ترشول ایک بار پھر اپنی جگہ سے ہلی۔ اس میں سے کچھ چنگاریاں نکلیں اور پھر وہی سیاہ ناگ نمودار ہو گیا۔ اُس نے

ایک طشتری لا کر سامنے رکھ دی اور غائب ہو گیا۔ ماہی گیر کی بیوی نے طشتری پر سے رومال ہٹایا تو خوشی ت کی چیخ نکل گئی — طشتری ہیرے جواہرات سے بھری ہوئی تھی۔

دونوں میاں بیوی گھبرا گئے۔ گاؤں کے سُنار کے پاس جا کر انہوں نے ساری بات بیان کر دی — یہ بات مکار پٹیل کے کانوں تک پہنچی تو اس نے ماہی گیر کو بُلا کر ڈانٹا اور سارے ہیرے جواہرات اس سے چھین لیے اور جادو کی ترشول بھی اُس سے لے کر اپنے پاس رکھ لی — ماہی گیر نے شور مچایا تو پٹیل نے اپنے آدمیوں کو کہہ کر اسے قتل کروا کر لاش نہر میں پھینکوا دی۔ اس کی بیوی روتی پیٹتی اپنے بچوں کے ساتھ گاؤں چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی —

پٹیل بڑا ظالم آدمی تھا — اس کے آگے کون بول سکتا تھا — وہ چھ سات گاؤں کا مالک تھا اور راج کرتا تھا۔ علاقے کا راجہ جس کی حکومت گجرات کے ایک خاص چھوٹے سے قلعے اور دیہات تک تھی، پٹیل کا دم بھرتا تھا —

پٹیل نے ترشول کو آزمانا چاہا — اس نے ایک روز اپنی بیٹھک میں ترشول کو سامنے رکھ کر کہا:

"اے جادو کی ترشول، مجھے کوہ رتنا گری کے پہاڑوں سے نکلنے والا سرخ یاقوت لا دے۔"

ترشول میں لرزش پیدا ہوئی — چنگاریاں نکلیں اور سیاہ
ناگ سامنے آکر پھن اٹھا کر کھڑا ہوگیا — ظالم لالچی پٹیل نے
اپنا سوال دہرایا — سیاہ ناگ غائب ہوگیا — تھوڑی دیر بعد سیاہ
ناگ واپس آیا تو اس نے ایک سبز رنگ کی پوٹلی پٹیل کے
آگے پھینک دی۔

پٹیل نے پوٹلی کھولی تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی
کی پھٹی رہ گئیں۔ پوٹلی کے اندر دتنا گری پہاڑوں کا سرخ یاقوت
لپٹا ہوا تھا۔ پٹیل نے ترشول کے آگے سجدہ کر دیا، کیوں کہ وہ
ہندو تھا اور ہندو کی جس جگہ سے غرض پوری ہوتی ہو وہ وہاں
پر سجدہ کر دیتا ہے — اس نے ترشول کو حویلی کی سب سے پچھلی
کوٹھڑی میں ایک صندوق کے اندر بند کر کے تالا لگا دیا۔

ناگ عجیب آباد کے قلعے کے تہ خانے میں بند تھا — لیکن
پہرے داروں نے دیکھا کہ کبھی کبھی وہ تہ خانے سے غائب ہو
جاتا ہے اور تھوڑی دیر بعد پھر واپس آجاتا ہے — وہ بڑے حیران
ہوتے، پھر سوچا کہ قلعے کے امیر کو خبر دینی چاہیے — کیوں کہ
ناگ سلطان شہاب الدین غوری کا خاص مہمان تھا جسے اس کے
حکم سے وہاں رکھا گیا تھا۔

پہریداروں کو اس بات کی بھی بھنک پڑ گئی تھی کہ ناگ پر
کسی نے جادو کر رکھا ہے — امیر قلعہ کو خبر ملی تو وہ خود تہ خانے

میں آیا — دیکھا کہ ناگ آلتی پالتی مارے تہ خانے کے فرش پر
بت بنا بیٹھا ہے، نہ کسی کی طرف دیکھتا ہے، نہ کسی کے سوال کا
جواب دیتا ہے —

پہرے دار نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے اپنی آنکھوں کے
سامنے اسے غائب ہوتے دیکھا تھا۔

امیر قلعہ نے کہا:

"اگر اب ناگ غائب ہو تو فوراً مجھے خبر کر دینا۔"

ادھر اب ایسا ہوا کہ گجرات کاٹھیاواڑ کے گاؤں کے پٹیل کا
ایک دشمن آدمی رات کو اپنے آدمی لے کر تلواریں لہراتا اس
کی حویلی پر آگیا اور للکارنے لگا۔ پٹیل کی بیوی کو تو غش آ
گیا — پٹیل بھی کانپنے لگا — پھر اسے خیال آیا۔ بھاگم بھاگ
کوٹھڑی میں پہنچا — صندوق کھول کر ترشول کے آگے ہاتھ جوڑ
کر کہا:

"اے ترشول دیوتا، میری مدد کرو — میرے دشمن کو ختم
کر دو، نہیں تو یہ میرے سارے خاندان کو ابھی قتل کر دیگا۔"

ترشول میں لرزش پیدا ہوئی، چنگاریاں نکلیں اور ناگ سامنے
آگیا — پٹیل نے اپنی خواہش کو دہرایا تو سیاہ ناگ کوٹھڑی میں
سے باہر نکل گیا — پٹیل اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ حویلی کے باہر
پٹیل کے دشمن گھوڑوں پر سوار حویلی کے بڑے دروازے میں کھڑے

اُسے آگ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پٹیل نے چھوٹی کھڑکی
میں سے باہر دیکھا ــ اس کے دشمن دروازے پر تیل چھڑک رہے
تھے ــ اس نے سیاہ ناگ کو ایک جھاڑی میں جاتے اور پھر
جھاڑیوں کے پیچھے سے ایک بہت بڑے ہاتھی کو نکلتے دیکھا،
جس نے سامنے آتے ہی پٹیل کے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اس
گروہ کے سردار کو سونڈ میں لپیٹ کر اوپر اٹھا کر زور سے پٹخ
دیا اور اس کا وہیں کچومر نکل گیا ــ باقی چار آدمیوں کو بھاگتے
ہوئے پکڑ لیا اور سونڈ میں لپیٹ کر انہیں اپنے آگے زور سے
پھینکا اور پھر باری باری انہیں اپنے پاؤں تلے کچل کر رکھ دیا۔
باقی تلواریں پھینک کر بھاگ کھڑے ہوئے ــ

پٹیل حیران بھی بے حد تھا۔ اور خوش بھی بہت ہوا ــ
اس کے تو سارے کام یہ اکیلا ترشول کر رہا تھا۔ اسے خود
کوئی کام کرنے کی کیا ضرورت تھی ــ

اب پٹیل اس ترشول کو زبردست حفاظت میں رکھتا
تھا ــ پٹیل نے پچھلی کوٹھڑی میں زمین کھود کر ترشول کو اس
کے اندر دبا کر رکھ دیا۔

دوسری طرف کالنگاہ ڈاکو بھی اپنی ٹولی کے ساتھ گجرات
کاٹھیاواڑ کی ندی دھارا کے علاقے میں داخل ہو چکا تھا کیونکہ
اس علاقے میں بڑے بڑے موٹے پیٹوں والے غریبوں پر ظلم

کرنے والے ہندو ساہوکار پٹیل رہتے تھے ــ عنبر اس گروہ میں
کالنگاہ ڈاکو کے ساتھ تھا۔ جاسوسوں نے پہلے ہی کالنگاہ ڈاکو
کو خبر دے دی تھی کہ دریا کنارے ایک پٹیل رہتا ہے جس کے
پاس بہت جواہرات اور رتنا گری پہاڑیوں کا ایک بڑا قیمتی سرخ
یاقوت ہے ــ یہ وہی لالچی اور ظلم کرنے والا قاتل پٹیل تھا،
جو غریب ماہی گیر کو قتل کروا چکا تھا اور جس کے پاس جادو
کی ترشول تھی ــ کالنگاہ ڈاکو شام کے وقت گاؤں کے باہر پہنچ
گیا۔ دریا کنارے اس نے ماہی گیروں کی جھونپڑیوں کے پاس
گھوڑے رکوا دیے اور ڈیرہ ڈال دیا ــ

عنبر سے اس نے کہا:

"بھائی عنبر، تھوڑا کھانا وانا کھا لیں، پھر پٹیل کے گھر چل
کر اس کی خبر لیتے ہیں"

ماہی گیروں نے کالنگاہ ڈاکو کو مچھلی لا کر دی ــ یہ لوگ
جانتے تھے کہ کالنگاہ ڈاکو غریبوں کا بڑا ہمدرد ہے ــ ان ماہی گیروں
نے اسے بتایا کہ پٹیل کے پاس کوئی جادو کی شے ہے جس کی
مدد سے وہ دولت حاصل کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو قتل بھی
کروا دیتا ہے ــ

کالنگاہ ڈاکو نے عنبر سے کہا:

"عنبر بھائی، دشمن بڑا زبردست ہے، اس سے ہوشیار رہنا ہوگا۔"

عنبر نے کہا:

"فکر نہ کرو کالنگاہ، میں آگے آگے چلوں گا۔ مجھے وہ نہیں مار سکے گا۔"

کالنگاہ بولا:

"ارے نہیں بابو، تم تو ہمارے مہمان ہو، تمہیں ہم نہیں مرنے دیں گے۔ تمہیں کچھ ہوگا تو ڈاکوؤں کی برادری میں ہماری ناک نہ کٹ جائے گی۔ آگے آگے ہم چلیں گے۔"

شام کا کھانا ختم ہوگیا۔ سارے ڈاکوؤں نے خوب مزے لے لے کر مچھلی کھائی۔ کالنگاہ ڈاکو نے ان سے کہا:

"میرے بھائیو، اس پٹیل کے پاس میں اپنے صرف دو چار جان باز لے کر ہی جانا چاہتا ہوں۔ باقی لوگ اسی جگہ ہمارا انتظار کریں گے۔"

کالنگاہ نے عنبر کے علاوہ دو ڈاکو اپنے ساتھ لیے اور گھوڑے کو پٹیل کی بڑی حویلی کی طرف بڑھایا۔ دو گھنٹے سے کالنگاہ ڈاکو اس گاؤں کے باہر دریا کنارے ڈیرا ڈالے پڑا تھا، لیکن کیا مجال ہے جو کسی غریب گاؤں والے یا ماہی گیر نے پٹیل کو خبر لگنے دی ہو۔ وہ سب یہی چاہتے تھے کہ پٹیل کی حویلی کو لوٹ

کر آگ لگا دی جائے۔ کیونکہ پٹیل نے ان کے کئی بھائیوں اور بچوں کو ہلاک کیا تھا۔

شام کی دیا بتی روشن ہوچکی تھی کہ کالنگاہ ڈاکو منہ سر چھپائے، تلوار ہاتھ میں لیے پٹیل کی ڈیوڑھی پر جا پہنچا۔ ایک طرف عنبر تھا اور دوسری طرف اس کے دو دوسرے ڈاکو ساتھی تھے۔ پہرے دار نے ڈاکوؤں کی شکل دیکھی تو اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔

کالنگاہ ڈاکو نے قہقہہ لگا کر کہا:

"دولت مند آدمی کی غلامی نے تمہیں بھی بزدل بنا دیا ہے۔ جاؤ، جا کر پٹیل سے کہو کہ زنانے سے نکل کر مردانے میں آ جائے۔ ہم اس سے ملنے بڑی دور سے آئے ہیں۔"

پہرے دار بھاگم بھاگ اندر پہنچا اور جا کر بتایا کہ دو چار بڑے خونخوار قسم کے آدمی اسے بلا رہے ہیں۔ پٹیل بڑے غرور میں تھا، اسے اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ ہوگیا تھا۔ اس نے پہرے دار کی بات پر کوئی خاص دھیان نہ دیا اور زنانے سے نکل کر باہر حویلی کے مردانہ علاقے کی طرف آگیا۔

یہاں جب اس نے مشعلوں کی روشنی میں اچانک چار پانچ ڈراؤنی شکلوں والے خونخوار انسانوں کو گھوڑوں سے اتر کر اپنے سامنے آتے دیکھا تو اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ گلے کا

منکا بجنے لگا — پتلی پتلی ٹانگیں کانپنے لگیں اور موٹی گوگڑ کے
اندر گڑگڑ کی آوازیں آنے لگیں — اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔
"کہو مہاراج، کیا کام ہے؟"
کالنگاہ ڈاکو نے تلوار کی نوک سے پٹیل کے گلے میں پڑا
ہوا موتیوں کا ہار جھٹکے سے توڑ ڈالا اور کہا:
"سُنا ہے، تیرے پاس بڑے موتی جواہرات ہیں؟ سُنا
ہے، تیرے پاس لال یاقوت بھی ہے رتناگری کے پہاڑوں کا —
ذرا ہمیں بھی تو دکھا اپنی دولت؟"
پٹیل سمجھ گیا کہ موت سر پر آگئی ہے۔ اب یہ ٹل نہیں
سکتی۔ اس نے کالنگاہ ڈاکو کو پہچان لیا تھا اور اسے اچھی
طرح معلوم تھا کہ کالنگاہ ڈاکو جس پٹیل کے گھر جاتا ہے اُسے
ہلاک کرکے ہی واپس جاتا ہے، جو اس کے راستے میں آتا ہے
اسے بھی قتل کر دیتا ہے۔ اس نے ہاتھ باندھ کر کہا:
"ابھی لاتا ہوں مہاراج!"
وہ جانے لگا تو کالنگاہ نے تلوار آگے کرکے کہا:
"سُنا ہے تیرے پاس کوئی جادو کی پٹاری بھی ہے، ذرا
وہ بھی تو لاکر ہمیں دکھا —"
"ابھی لایا مہاراج!"
پٹیل حویلی کے اندر جانے کے لیے مڑا تو عنبر نے کہا:

"کالنگاہ، اسے اکیلا مت جانے دو۔ یہ بات خطرناک ثابت
ہوسکتی ہے۔"
کالنگاہ نے ہمیشہ عنبر کے کہنے پر عمل کیا تھا۔ اُس نے
وہیں گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑا دوڑاتا پٹیل کے آگے جا
کھڑا ہوا —
"نہیں موٹے لالہ، ایسے نہیں — ہم تمہارے ساتھ جائیں
گے۔ ہم سب تمہارے ساتھ جائیں گے!"
"بڑی خوشی سے مہاراج! بڑی خوشی سے آئیں۔"
پٹیل کا خیال تھا کہ وہ اکیلا جاکر ترشول سے مدد طلب
کرے گا — اب یہ سارے اس کے ساتھ چل پڑے تھے، پھر بھی
پٹیل نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے مر جائے مگر جادو کے ترشول
کو ایک بار مدد کے لیے ضرور پکارے گا —
مصیبت یہ تھی کہ اُس نے سُرخ یاقوت بھی اسی ترشول
والی کوٹھڑی میں رکھا تھا۔ پٹیل کانپتی ہوئی ٹانگیں کھڑکھڑاتا
ان تینوں ڈاکوؤں کو لے کر حویلی کی پچھلی کوٹھڑی میں آگیا۔ یہاں
اس نے صندوق میں سے سرخ یاقوت کی پوٹلی اور دوسرے
جواہرات نکال کر کالنگاہ ڈاکو کو دیے اور کہا:
"کیا اب میری جان بخشی ہوگئی حضور؟"
میرے موتی جواہرات اور سرخ یاقوت دیکھ کر کالنگاہ کی

نگاہیں چکاچوند ہو گئیں — اس نے عنبر سے کہا :

"یہ تو کسی راجہ کے خزانے کے موتی لگتے ہیں ۔"

عنبر نے کہا :

"کسی بادشاہ کے خزانے کے لگتے ہیں — بے چارے راجوں کے پاس اتنے قیمتی موتی کہاں ہوں گے ۔"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے ۔" کالنگاہ نے کہا ۔

پھر اس نے تلوار نکال لی اور پٹیل کی گردن پر اس کی نوک رکھ کر کہا :

"اب مرنے کے لیے تیار ہو جا موٹے سور ۔"

اب تو پٹیل کی جان ہی نکل گئی — سمجھ گیا کہ موت سر پر آ گئی ہے، لیکن مرنے سے پہلے اس نے بلند آواز سے ترشول کو پکار دیا —

"اے ترشول، میری مدد کر ۔"

جادو کی ترشول صندوق کے اندر بند تھی ۔ وہ صندوق کے اندر ہی ہلی — اس میں سے چنگاریاں نکلیں اور پھر اچانک کوٹھڑی میں زور سے بجلی چمکی بادل گرجے اور پھر ایک سیاہ ناگ پھنکارتا ہوا حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا — اس نے دو ڈاکوؤں کو ڈس کر ہلاک کر دیا —

عنبر دیکھتا ہی رہ گیا — سیاہ سانپ اب عنبر کی طرف حملہ کرنے

آیا — کالنگاہ نے تلوار نکال کر سانپ کے دو ٹکڑے کرنے چاہے ۔ وہ تلوار مارنے ہی لگا تھا کہ اچانک چھلانگ لگا کر عنبر سانپ اور تلوار کے درمیان آ گیا — تلوار عنبر کے جسم سے ٹکرائی اور ایسی آواز آئی جیسے وہ کسی چٹان کے ساتھ ٹکرائی ہو ۔"

"خبردار کالنگاہ، اسے مت مارنا ۔" عنبر چلایا ۔

کالنگاہ کی تلوار کا وار عنبر کے جسم پر پڑ چکا تھا — یہ وار اگر عنبر کے بجائے کسی دوسرے آدمی پر پڑتا تو اس کے جسم کے فوراً دو ٹکڑے ہو جاتے اور تلوار دوسری طرف نکل گئی ہوتی ۔ مگر عنبر کے جسم سے لگ کر تلوار ٹوٹ گئی تھی ۔ کالنگاہ ڈاکو حیرت سے عنبر کو تکنے لگا — عنبر سانپ کی طرف تک رہا تھا ۔ سانپ بھی عنبر کو ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا ۔

عنبر نے کہا :

"ناگ، کیا تم نے اب بھی مجھے نہیں پہچانا ؟ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے کس طرح تمہاری جان بچائی ہے — تم میرے بھائی ہو — تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟ مجھے بتاؤ تم پر کس نے جادو کر دیا ہے ۔"

ناگ پھن اٹھائے خاموش تھا، جھوم رہا تھا اور عنبر کو اپنی لال لال آنکھوں سے تک رہا تھا — صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بے بس ہے اور کسی زبردست جادو کے اثر میں ہے — وہ

یہ بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ جس ترشول نے اسے اپنے جادو میں
قید کر رکھا ہے — وہ صندوق میں بند پڑی ہے۔
کالنگاہ ڈاکو نے آگے بڑھ کر کہا:
"عنبر بھائی، یہ تم سانپ سے کیا باتیں کر رہے ہو؟"
کالنگاہ ڈاکو عنبر کی خفیہ طاقت سے کچھ گھبرا گیا تھا۔ سانپ
سے باتیں کرتے دیکھ کر اسے اور زیادہ یقین ہو گیا تھا کہ یہ عنبر
کوئی بھوت یا دیوتا ہے —
عنبر نے کالنگاہ ڈاکو کی بات کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔
وہ ناگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس سے باتیں کرتا رہا —
"ناگ اپنے ہوش میں آؤ، تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔
مجھے پہچانو، میں عنبر ہوں۔"
سیاہ ناگ ایک دم غصے میں آ کر پھنکارا اور اس نے جھک
کر عنبر کی کلائی پر ڈس دیا — کالنگاہ نے زور سے خنجر سانپ کی
طرف پھینکا — عنبر نے چیخ مار کر کہا:
"کالنگاہ خبردار، سانپ کو کچھ نہ کہنا۔"
"وہ تمہیں ڈس چکا ہے، جلدی سے یہاں سے نکل چلو۔"
عنبر نے کہا:
"نہیں، میں نہیں جاؤں گا — تم نکل جاؤ۔"
"یہ سارا تماشہ پیٹیل کونے میں دبکا حیرانی اور خوف سے

دیکھ رہا تھا —
اب جو اس نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو کالنگاہ
ڈاکو کی اُس پر نظر پڑ گئی — اس نے وہیں سے تلوار کا ایک ہاتھ
گھما کر ایسا مارا کہ پیٹیل دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا — عنبر ناگ کی
آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا تھا اور اسے کہہ رہا تھا۔
"ناگ، تم جانتے ہو کہ مجھ پر زہر اثر نہیں کرے گا، مجھے
پہچانو، ہوش میں آؤ۔"
سانپ نے دوسری بار غصے سے بھڑک کر عنبر کی دوسری کلائی
پر حملہ کر دیا — عنبر نے ناگ کو گردن سے پکڑنا چاہا۔ مگر ناگ
اس کے ہاتھ سے نکل کر پھر سامنے آ گیا — کالنگاہ ڈاکو حیران
رہ گیا تھا کہ اتنا زہریلا سانپ دو بار عنبر کو ڈس چکا ہے، مگر
اس پر زہر کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا — اب وہ خود اپنی جان
بچانے کی فکر میں تھا کہ کہیں سانپ اُس پر حملہ نہ کر دے —
کیونکہ عنبر نے اسے ہدایت کی تھی کہ سانپ کو کچھ نہ کہا جائے۔ وہ
خود گھبرا رہا تھا کہ کہیں سانپ کوئی دیوتا ہی نہ ہو — عنبر نے
ناگ کو دوسری بار قابو کرنے کی کوشش کی تو ناگ نے ایک
بھیانک پھنکار ماری اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل کر
عنبر کے جسم سے ٹکرائے —
کالنگاہ نے چیخ ماری:

"عنبر، میں اس سانپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا — بھگوان کے لیے پیچھے ہٹ جاؤ"

عنبر نے چلّا کر کہا:

"کالنگاہ، خبردار اس سانپ پر حملہ نہ کرنا"

کالنگاہ یہ دیکھ کر اور زیادہ حیرت میں گم ہوا کہ سانپ کے منہ سے نکلنے والے شعلوں کا عنبر پر ذرا سا بھی اثر نہیں ہو رہا تھا — ناگ اور عنبر اسی طرح لڑتے لڑتے پٹیل کی حویلی سے باہر آ گئے۔

ناگ کے منہ سے شعلے نکل کر عنبر کے جسم پر پڑ رہے تھے — عنبر ان شعلوں میں بھی بار بار بڑی محبّت اور شفقت کے ساتھ ناگ سے باتیں کیے جا رہا تھا۔

"ناگ، واپس آ جاؤ — واپس آ جاؤ — تم ناگ ہو، میں عنبر ہوں — خدا کے لیے اپنے آپ کو پہچانو"

ناگ کی آنکھیں سُرخ تھیں — اس کے منہ سے شعلے نکل رہے تھے — آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں اور پھر کالنگاہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا — جب اس نے دیکھا کہ سانپ ایک دم سے جُون بدل کر بنگال کا دھاری دار آدم خور شیر بن گیا اور پورا منہ کھول کر زور سے دھاڑا اور عنبر پر حملہ کر دیا۔ کالنگاہ گھبرا گیا۔ وہ اچھل کر دیوار کے اوپر چڑھ کر ڈیوڑھی کی چھت پر آ گیا۔

صحن میں چاروں طرف مشعلیں روشن تھیں — اس کی روشنی میں شیر نے عنبر کے شانے پر اتنے زور سے پنجہ مارا کہ عنبر نیچے گر پڑا — دونوں گتھم گتھا ہو گئے — تھوڑی دیر بعد عنبر اوپر آ گیا۔ کالنگاہ یہ دیکھ کر حیرانی کے سمندر میں ڈوبتا جا رہا تھا کہ اس قدر شیر کے پنجے کھانے کے بعد بھی عنبر کے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی تھی۔

عنبر نے شیر کے جبڑے میں ہاتھ ڈال کر اسے کھول دیا۔ شیر غرّا رہا تھا، گرج رہا تھا اور عنبر اُسے کہہ رہا تھا:

"ناگ، تمہیں کیا ہو گیا ہے — پہلے تم نے یہ حرکت کبھی نہیں کی تھی۔ مجھے بتاؤ، تم پر کس نے جادو کیا ہے"

شیر نے عنبر کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑایا اور دھاڑتا ہوا اُچھل کر چھلانگ لگا کر دیوار پھاند کر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا — کالنگاہ چھت سے کود کر عنبر کے پاس آ گیا۔

"عنبر بھائی، یہ کیا چکر ہے — میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا"

عنبر کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں — اُس کی آنکھیں دیکھ کر کالنگاہ پر ایک دہشت سی بیٹھ گئی۔

عنبر نے کہا:

"اس پٹیل نے کس کو مدد کے لیے آواز دی تھی؟"

کالنگاہ غور کرنے کے بعد بولا :

"یاد نہیں مجھے ـــ میرا خیال ہے اُس نے بھگوان کرشن کو پکارا تھا ـــ یہی وجہ ہے کہ اس کی پکار پر بھگوان کرشن ناگ کا روپ بدل کر آ گئے ـــ تم نے غلطی کی عنبر جو ناگ کے مقابلے میں آ گئے ـــ وہ سانپ نہیں تھا، وہ تو بھگوان کرشن تھے۔ چلو اب یہاں سے بھاگ چلو ـــ نہیں تو ہم پر ضرور کوئی نہ کوئی مصیبت آجائے گی ۔"

عنبر کو اب بھی شبہ تھا کہ پٹیل نے مرنے سے پہلے مدد کے لیے کرشن مہاراج کو نہیں بلکہ کسی اور شے کو آواز دی تھی۔ وہ لفظ اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ رات گہری ہو رہی تھی۔ اور خطرہ تھا کہ اس علاقے کے تعلق دار کی طرف سے فوج نہ آ جائے ـــ عنبر کالنگاہ کے ساتھ پٹیل کی حویلی سے باہر آ گیا۔ حویلی سے باہر گاؤں میں اندھیرا تھا ـــ لوگ ڈر کے مارے گھروں میں بند ہو کر بیٹھ گئے تھے ـــ پٹیل کے قتل، ڈاکو کالنگاہ کے آنے اور شیر کی دھاڑوں اور گرج نے انہیں بے حد خوفزدہ کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے گھروں کے چراغ بجھا دیے تھے ـــ کالنگاہ نے اپنے ڈاکوؤں کو ساتھ لیا اور گھوڑے دوڑاتے اندھیرے ویران گاؤں سے ندی کی طرف نکل گئے ـــ

عنبر گھوڑے پر سوار کالنگاہ ڈاکو کے ساتھ ساتھ جا رہا

تھا۔ ایک بات کی اُسے تسلی تھی کہ ناگ کو اس نے دیکھ لیا ہے۔ وہ انہی جنگلوں میں کہیں نہ کہیں شیر یا سانپ یا اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور وہ اُسے ایک بار پھر جادو کے اثر سے نکالنے کی کوشش کرے گا ۔

پیچھے گاؤں میں ویرانی چھا گئی تھی ـــ پٹیل کے گھر میں لاشیں پڑی ہوئی تھیں ـــ لوگ گھروں میں دیے بجھائے دروازے بند کیے بیٹھے تھے کہ کہیں ڈاکو یا شیر آ کر انہیں ہلاک نہ کر دے اسی گاؤں میں ایک ایسا آدمی بھی چکر لگا رہا تھا جس نے پٹیل کی زبان سے یہ فقرہ سن لیا تھا :

"اے ترشول میری مدد کر ۔"

اور پھر ترشول کے سیاہ سانپ نے پٹیل کے دشمنوں پر حملہ کر دیا تھا ـــ یہ شخص اُسی ترشول کی تلاش میں تھا۔ پٹیل کے بیوی بچے حویلی سے جا چکے تھے ـــ یہ آدمی پٹیل کی خالی حویلی میں گھوم پھر کر بکھری ہوئی چیزوں اور صندوقوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا ـــ تلاشی لیتے لیتے وہ مکان کی پچھلی کوٹھڑی میں بھی آ گیا ـــ یہاں اُسے ایک صندوق پڑا دکھائی دیا۔ اُس نے صندوق کھولا تو اس کے اندر جادو کا ترشول دکھائی دیا۔ اس شخص کی آنکھیں کھل گئیں ـــ ترشول کو نکال کر چوما اور لمبے کرتے کے اندر چھپا کر باہر کو بھاگا ـــ اندھیرے سنسان گاؤں کے بازاروں

سے ہوتا سیدھا ندی کنارے کی ایک بستی میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس کی ایک جھونپڑی تھی — وہ پٹیل کی حویلی کا پنڈت تھا۔ جھونپڑی میں آتے ہی اس نے ترشول کو نکال کر سامنے رکھا اور اس کے آگے ہاتھ باندھ کر بولا:

"اے ترشول، میری مدد کر — مجھے دولت لا کر دے۔"

ترشول ہلنے لگا، پھر اس میں سے چنگاریاں نکلیں اور تھوڑی دیر بعد اُسے سانپ کی پھنکار کی آواز سنائی دی — پنڈت ڈر کر کھاٹ کے اوپر چڑھ گیا — ایک سیاہ ناگ اپنے منہ میں سرخ مخمل کی پوٹلی اس کے آگے رکھ کر واپس چلا گیا — پنڈت سانپ کے جاتے ہی کھاٹ سے چھلانگ لگا کر نیچے آیا — جلدی سے پوٹلی اٹھا کر کھولی — وہ سرخ و سفید قیمتی جواہرات سے بھری ہوئی تھی — خوشی کے مارے پنڈت کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے ترشول کو کھاٹ کے نیچے چھپایا — پوٹلی اپنی کمر کے ساتھ باندھی اور سو گیا — خوشی سے اُسے باقی رات نیند نہ آئی۔ منہ اندھیرے اُٹھ کر شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ دکانیں ابھی نہیں کھلی تھیں — ایک مندر میں جا کر بیٹھ گیا اور سورج نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

جب دن چڑھا اور بازار کھل گئے تو پنڈت بھی بازار میں آ گیا۔ ہندو بنیے دکانوں پر بیٹھے تھے۔ گاہک آنا شروع ہو گئے تھے۔

پنڈت ایک جوہری کی دکان پر گیا — اُسے جواہرات کی پوٹلی دکھائی۔ یہ بڑے ہی قیمتی جواہرات تھے — جوہری نے پنڈت کی طرف دیکھا اور پوچھا — کہ وہ انہیں کہاں سے لایا ہے؟

پنڈت نے کہا:

"لالہ جی، تم کو اس سے کیا مطلب؟ تم یہ بتاؤ کہ اس کے کتنے پیسے دو گے؟"

جوہری سمجھ گیا کہ یہ پنڈت کوئی چور ہے، کہنے لگا:

"بھیا، میں تو تمہیں ایک ہزار سونے کی اشرفیاں دے سکتا ہوں۔"

پنڈت نے ساری زندگی کبھی ایک ہزار اشرفیاں نہیں دیکھی تھیں — جلدی سے جواہرات کی پوٹلی جوہری کے حوالے کی اور ایک ہزار اشرفیاں لے کر دکان سے بھاگا۔ وہ ایک گلی میں داخل ہو گیا تاکہ جلدی سے دوسری طرف کھیتوں میں نکل جائے گا۔ اس بھاگ دوڑ میں اسے بالکل خیال ہی نہ رہا کہ جادو کا ترشول اس کے کُرتے کے اندر سے کھسک کر نکل گیا ہے۔

اس مکان میں ایک بیوہ مسلمان نیک بی بی اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ رہتی تھی — بے چاری ماں دن بھر گھر میں چرخہ کات کر سوت بناتی اور ساہوکار کو دے کر جو تھوڑے پیسے ملتے اس سے گھر کا خرچ چلاتی، اس کی بیٹی زبیدہ جوان ہو گئی تھی، مگر

اس کی ماں کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ بیٹی کا بیاہ کر سکے۔

اتفاق سے وہ عورت بازار سے کوئی چیز خریدنے گھر سے نکلی تو اس کی نظر ترشول پر پڑی جو اس کے مکان کے آگے گلی میں پڑا تھا۔ اس نے پہلے تو حیرانی سے ترشول کو دیکھا کہ اتنا خوب صورت چمکیلا ترشول یہاں کون پھینک گیا ہے۔ آگے بڑھ کر ترشول اٹھایا اور اپنی بیٹی کو جا کر دکھایا۔

بیٹی نے کہا:

"اماں، مجھے تو یہ جادو ٹونہ لگتا ہے۔ اسے وہیں پھینک دو۔"

ماں نے کہا:

"اصلی پیتل ہے بیٹی۔ چلو اسے دکاندار کے پاس بیچ کر دو پیسے ہی کما لیں گے۔"

بیوہ عورت ترشول لے کر اندر چلی گئی۔ اس کی بیٹی بھی اس کے ساتھ تھی۔ عورت نے ترشول صندوق کے اوپر رکھ دیا۔ اور بیٹی کے کپڑے دھونے لگی۔ بیٹی بیٹھی سلائی کڑھائی کرنے لگی۔ بیوہ عورت کپڑے دھوتے دھوتے تھک گئی تو اس نے بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:

"اری کبھی تو بھی میری مدد کر دیا کر۔"

بیٹی نے کہا:

"اماں، میں کیا مدد کروں؟"

ماں کے منہ سے نکل گیا۔

"تو اور کیا میں اس ترشول سے کہوں کہ اے ترشول میری مدد کر اور میرے کپڑے دھو دے۔"

اس کے منہ سے اتنا نکلا ہی تھا کہ ترشول صندوق کے اوپر پڑے پڑے ہلنے لگا۔ پھر اس کے اندر سے سبز اور نیلے رنگ کی پھلجھڑیاں سی نکل کر ارد گرد بکھرنے لگیں۔ عورت اور اس کی بیٹی ڈر کر ایک دوسرے سے لپٹ گئیں۔ چنگاریاں بجھ گئیں۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ اُن کے کپڑے اپنے آپ دُھل رہے ہیں۔ کوئی غیبی طاقت انہیں دھو دھو کر نچوڑ رہی ہے۔ جب کپڑے دُھل گئے تو بیٹی نے کہا:

"اماں اس ترشول میں تو کوئی جن قید ہے، اسے کہتے ہیں، ہمیں دولت لا دے۔"

ماں نے کہا:

"نہ بیٹی، ہمیں ایسی دولت نہیں چاہیے۔"

"ماں تو اور کیا کوئی ہمیں اپنے گھر آ کر دولت دے جائے گا۔"

ماں کے منع کرنے کے باوجود بیٹی نے ترشول کی طرف منہ کر کے کہا:

"اے ترشول کے جن ہماری مدد کر، ہمیں دولت لا کر دے۔"

ترشول اسی طرح ایک بار زور سے ہلا۔ اس کے اندر سے چنگاریاں نکلیں اور پھر ایک سیاہ ناگ پھنکارتا ہوا ان کی کوٹھڑی میں آیا اور ایک سبز رنگ کی تھیلی پھینک کر چلا گیا — اس تھیلی میں بھی بڑے قیمتی ہیرے اور سونے کے زیور تھے۔ ماں بیٹی کی تو آنکھیں چکا چوند ہو گئیں — انہوں نے ہیروں کی تھیلی سنبھالی اور مکان کو تالا لگا کر سیدھی جوہری کی دکان کی طرف روانہ ہو گئیں۔

عنبر اپنے دوست کالنگاہ ڈاکو کے گروہ کے ساتھ گجرات کاٹھیا واڑ کے ایک جنگل میں رہ رہا تھا۔ کالنگاہ عنبر سے دبا دبا سا رہتا تھا — اس نے کئی بار عنبر کو کریدنے کی کوشش کی کہ اس پر شیر کے پنجوں اور سانپ کے زہر کا اثر کیوں نہیں ہوا تھا — اور وہ شیر کون تھا جو پہلے سانپ بن کر آیا تھا اور وہ اس سے باتیں کرتے ہوئے بالبار کہتا تھا۔

"مجھے پہچانو، میں عنبر ہوں۔"

مگر عنبر جواب گول کر جاتا تھا — وہ کالنگاہ کو اپنا راز خود اپنی زبان سے نہیں بتانا چاہتا تھا۔ کالنگاہ نے عنبر کو آزمانے کے لیے ایک دن بہت زہریلا سانپ کہیں سے منگوایا اور عنبر کے بستر میں چھوڑ دیا — صبح سانپ مرا ہوا تھا اور عنبر زندہ تھا۔

کالنگاہ نے کہا۔

"عنبر بھائی، آخر یہ راز تم کب تک مجھ سے چھپائے رکھو گے؟ تم مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ تم اصل میں کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"کالنگاہ دوست، تمہیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر کبھی وقت آگیا تو تمہیں اپنے آپ معلوم ہو جائے گا، ابھی میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

عنبر اکثر راتوں کو اُٹھ کر جنگل میں نکل جاتا — کہ شاید کسی جگہ ناگ سے ملاقات ہو جائے، جو شیر بن کر اس جنگل میں گھوم رہا تھا۔

وہاں گاؤں میں مشہور ہو گیا تھا کہ جنگل میں ایک ایسا نیک دل شیر آیا ہوا ہے جو کسی کو کچھ نہیں کہتا اور آدمی کو دیکھ کر خود ہی جھاڑیوں میں چلا جاتا ہے — عنبر سمجھ رہا تھا کہ یہی ناگ ہے —

اس نے ناگ کو بہت تلاش کیا، مگر وہ اسے کہیں نہ ملا۔ شاید ناگ بھی اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہو جاتا تھا۔

ایک رات کی بات ہے کہ کالنگاہ ڈاکو کا ایک دشمن بھومالا قاتل کالنگا کو قتل کرنے کی نیت سے اس جنگل میں آگیا۔ جہاں کالنگا نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ کالنگاہ اور عنبر ڈیرے سے

تھوڑی دور ایک چشمے کے کنارے ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پہ صف
بچھائے لیٹے باتیں کر رہے تھے — رات خاموش اور چاندنی تھی۔
جنگل سنسان تھا —

اچانک ایک طرف سے چومالا قاتل چھلانگ لگا کر کودا اور
کالنگاہ کے سینے پر تلوار لے کر چڑھ گیا —

"اب بتا تجھے کون بچا سکتا ہے — میں چومالا ہوں — تم
نے مجھے پہچان لیا ہوگا — مجھے آج تم سے اپنے دوست کے
قتل کا بدلہ لینے آیا ہوں"

عنبر پرے ہو کر کھڑا تھا اور نہتا تھا — چومالا کو معلوم تھا
کہ ایک نہتا آدمی کچھ نہیں کر سکتا — اسے کیا خبر تھی کہ عنبر
نہتا ہی اس کے لیے کافی ہے —

کالنگا نے مسکرا کر کہا :

"چومالے ، میری موت تیرے ہاتھوں نہیں لکھی — میں جانتا
ہوں ، تم — تم مجھے نہیں مار سکو گے"

خدا جانے یہ اعتماد کالنگاہ میں کہاں سے اور کس وجہ
سے آ گیا تھا کہ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر
رہا تھا اور اس کے چہرے پر ذرا سی بھی گھبراہٹ نہ تھی — چومالہ قاتل
غصے میں آ گیا —

"اچھا ، یہ بات ہے تو پھر یہ سہی"

اتنا کہہ کر چومالے قاتل نے تلوار ہوا میں اٹھائی کہ کالنگاہ
کے سینے میں گھونپ دے — عنبر بھلا کیسے خاموش رہ سکتا تھا۔
وہ اُچھل کر چومالے قاتل کے آگے آیا — اور اپنا ہاتھ تلوار کے
نیچے رکھ دیا — تلوار کا بھرپور وار عنبر کے بازو پر پڑا اور
بازو کٹنے کے بجائے تلوار بازو سے ٹکرا کر ٹیڑھی ہو گئی — چومالے
نے جلدی سے تلوار پھینک کر خنجر نکال لیا اور کالنگاہ کو چھوڑ
عنبر پر حملہ کر دیا — عنبر نے کوئی حرکت نہ کی اور اُسے حملہ
کرنے دیا — جب خنجر عنبر کے سینے پر آ کر لگا تو اس نے
چومالے قاتل کا ہاتھ پکڑ کر اسے زور سے جھٹکا دیا — قاتل
کا ہاتھ کہنی سے ٹوٹ کر عنبر کے ہاتھ میں آ گیا — چومالہ قاتل
خوف اور درد سے زرد ہو کر پیچھے ہٹا — اس کی کہنی سے خون
گر رہا تھا۔ عنبر نے آگے بڑھ کر قاتل چومالے کو گردن سے پکڑ کر
ایک جھٹکا دیا اور پھر دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر درختوں کی طرف
اُچھال دیا — قاتل کی چیخ نکل گئی — اور وہ اوپر سخت زخمی
حالت میں درخت کی شاخوں میں ہی الٹا ٹنگ گیا —

کالنگاہ نے نیچے سے ایک تیر ، کمان میں جوڑا اور سن
سے چلا دیا — تیر سیدھا چومالہ قاتل کے سینے میں جا کر کھب گیا۔
اس کے بعد کالنگا نے چار تیر چلائے — چاروں قاتل کے جسم
میں داخل ہو کر گڑ گئے اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا ۔

اس کے بعد کالنگاہ نے عنبر کو سینے سے لگا لیا اور کہا:

"عنبر، آج سے تم میرے سچے بھائی ہو۔ اب میں تم سے کبھی نہیں پوچھوں گا کہ یہ طاقت تمہارے اندر کہاں سے آئی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ٹھیک ہے، تم مجھے ہمیشہ اپنا سچا بھائی ہی پاؤ گے۔"

عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کالنگاہ ڈاکو کو چھوڑ دے گا، کیونکہ وہ اس کے راز سے واقف ہو گیا تھا۔۔۔ دوپہر کے بعد جب سورج ڈھلنے لگا اور گرمی ذرا کم ہوئی تو عنبر کالنگاہ کو ڈیرے پر سوتا چھوڑ کر ندی کے ساتھ ساتھ جنگل میں روانہ ہو گیا۔۔۔

اب وہ ناگ کی تلاش میں تھا۔۔۔ وہ ہر قیمت پر ناگ کو اپنی اصلی حالت میں لانا چاہتا تھا۔۔۔ اسے معلوم تھا کہ اسی جنگل میں ناگ شیر کے روپ میں گھوم رہا ہے۔۔۔ ندی آگے جا کر جنگل میں ایک طرف گھوم گئی۔ عنبر یہاں رک کر ہوا میں ناگ کی بو سونگھنے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔ اسے ایک طرف جھاڑیوں میں سے ناگ کی بو محسوس ہوئی۔۔۔ وہ جھاڑیوں کے پاس آ کر رک گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک دم سے جھاڑیاں پرے ہٹا دیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ناگ تو کہیں بھی نہیں تھا۔۔۔ اس

کی جگہ ایک سفید سانپ جس کے سر پر تاج تھا۔۔۔ کنڈلی مارے بیٹھا جھوم رہا تھا۔ عنبر نے آنکھیں بند کر کے پوری توجہ کے ساتھ سفید سانپ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سانپوں کا بادشاہ سانپ ہے اور ناگ کے سلسلے میں اس کی مدد کر سکتا ہے۔۔۔ عنبر نے لہروں کی زبان میں سفید سانپ سے کہا:

"ناگ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو؟"

سفید سانپ نے اپنے دماغ سے ہلکی ہلکی لہریں خارج کیں جو عنبر کے دماغ میں آ کر لفظ بن گئیں۔۔۔ سفید سانپ کہہ رہا تھا:

"ناگ عظیم دیوتا ہے۔۔۔ اسے ایک جوگی جادوگر گورو دیو نے ترشول میں قید کر دیا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"وہ جوگی اس وقت کہاں ہے؟"

"ہمالیہ کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہے۔"

"کیا تم ترشول کا بند توڑ سکتے ہو؟"

"نہیں یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"کیا تم مجھے جوگی گورو دیو کے پاس پہنچا سکتے ہو؟"

"نہیں، یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے۔"

عنبر نے پوچھا،

"تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟"

سفید سانپ بولا:

"میں تمہیں جادو کا ترشول لا کر دے سکتا ہوں۔"

"جلدی سے لا دو۔ میں ناگ کو اپنے قابو میں کر کے رکھوں گا اور اس کا علاج بھی کروں گا۔"

سفید سانپ ایک دم سے غائب ہو گیا — تھوڑی دیر بعد وہی چمکیلی ترشول عنبر کے آگے آن کر گری — عنبر نے ترشول اٹھا لی — عنبر نے ترشول کو اٹھا کر غور سے دیکھا اور پھر اسے کہا:

"اے جادو کی ترشول، تیرے اندر جو ناگ قید ہے، اسے میرے سامنے انسانی شکل میں لا۔"

ترشول عنبر کے ہاتھوں میں کانپنے لگی، پھر اس میں سے چنگاریاں پھوٹ پڑیں — اس کے ساتھ ہی جنگل میں شیر کی گرج سنائی دی — عنبر نے جنگل کے درختوں کی طرف دیکھا۔ ایک سیکنڈ کے بعد ناگ انسانی شکل میں عنبر کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ عنبر کو بالکل نہیں پہچان رہا تھا۔ ناگ نے بھاری آواز میں کہا:

"تم مجھ سے کیا مدد چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"بس میرے ساتھ ساتھ رہو۔"

ناگ نے کہا:

"نہیں، میں ایسا نہیں کر سکتا — مجھے کوئی کام نہیں بتاؤ گے تو میں واپس اپنی دنیا میں چلا جاؤں گا۔"

عنبر سوچ میں پڑ گیا — وہ اسے کیا کام بتائے؟ آخر اس نے سوچ کر کہا:

"پھر تم واپس اس ترشول میں آ جاؤ۔"

ناگ ایک دم سے غائب ہو گیا — اس کے غائب ہوتے ہی ترشول ایک بار زور سے کانپی اور پھر ساکت ہو گئی۔ عنبر نے ترشول کو اپنے چغے کے اندر چھپا لیا اور جنگل میں ندی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا — وہ جنگل سے باہر نکلنا چاہتا تھا — کم از کم ناگ اس کے پاس ضرور آ گیا تھا۔

بُرج کی رُوح

دوپہر کو جنگل ختم ہو گیا —

عنبر کے سامنے ایک اونچا نیچا میدان پھیلا تھا جس میں سے ایک کچا بیل گاڑی کا راستہ شمال کی طرف جاتا تھا۔ عنبر اُس راستے پر چل پڑا — شام تک وہ ایک گاؤں میں پہنچا۔

آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے ہندوستان میں اتنی آبادی نہیں تھی — کہیں کہیں گاؤں آتا تھا، جہاں چند دیہاتی لوگ رہتے تھے — گاؤں کے مکان کچے تھے — عورتیں رات کا کھانا پکا رہی تھیں — عنبر گاؤں کے باہر ایک کنوئیں پر جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔ ان کی زبان ہندی تھی مگر فارسی اور ترکی زبان کے لفظ بھی بہت بولتی تھیں — عنبر سمجھ گیا، کہ وہ دہلی کے قریب آ گیا ہے۔ ایک عورت سے اس نے بات کرنے کے لیے کہا۔

"بہن تھوڑا پانی پلا دو۔"

عورت نے گاگر میں سے عنبر کو پانی پلایا اور پوچھا:

"مسافر لگتے ہو — کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"دُور سے آ رہا ہوں بہن، یہ بتاؤ کہ دہلی شہر یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

عورت نے دوسری عورتوں کی طرف دیکھا — ایک عورت بولی:

"بھیا، دہلی شہر تو یہاں سے سو کوس ہے — کسی گاڑی بان کے ساتھ چلے چلو — کیا پیدل جاؤ گے، تمہارا گھوڑا کہاں ہے۔ تمہارے پاس تیر تلوار بھی نہیں — تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"بہن، میں ایک سیاح ہوں۔ ملک مصر سے تمہارے ملک کی سیر کرنے آیا ہوں —"

عورتیں کھلکھلا کر ہنس پڑیں —

"لو رہی سُن لو، یہ سیر کرتا پھر رہا ہے۔"

عورتیں ہنستی مسکراتیں پانی کی گاگریں اٹھائے گاؤں کی طرف چل دیں — عنبر وہاں اکیلا رہ گیا — اُس کے پاس گھوڑا ضرور ہونا چاہیے تھا۔ اس طرح تو پیدل چلتے ہوئے کافی وقت لگ جائے گا — مگر وہ گھوڑا کہاں سے حاصل کرے — اُسے ترشول کا خیال آ گیا — اس نے سوچا کیوں نہ ناگ سے مدد لی جائے۔ عنبر ایک درخت کے پیچھے ہو گیا — چغے کے اندر سے ترشول

نکالی اور اُسے کہا :

"اے ترشول، مجھے ایک تیز رفتار گھوڑا چاہیے۔"

ترشول کا پہی، اس میں سے چنگاریاں نکلیں اور دوسرے لمحے ایک سیاہ صحت مند گھوڑا اس کے سامنے کھڑا تھا۔ عنبر نے ترشول چغے کے اندر چھپائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر کچی سڑک پر روانہ ہو گیا۔ یہ سڑک گاؤں کے بیچ میں سے ہو کر گزرتی تھی۔ وہ گاؤں میں پہنچا تو ایک عورت نے دوسری سے کہا :

"اے ری، یہ سیر کا شوقین تو کہیں سے گھوڑا بھی چرا کر لے آیا۔"

عنبر ان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

رات کا اندھیرا پھیلا تو عنبر ایک درخت کے پاس جا کر رک گیا۔ گھوڑے کو اس نے کھلا چھوڑ دیا کہ گھاس وغیرہ چرتا رہے۔ مگر اس گھوڑے کو نہ چارے کی ضرورت تھی اور نہ پانی کی۔ وہ تو جادو کا گھوڑا تھا۔ بس اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ عنبر نے اسے درخت کے ساتھ باندھا اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ بس اسی طرح اونگھتے اونگھتے اس نے رات بسر کر لی۔ صبح اٹھ کر کنوئیں پر منہ ہاتھ دھویا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اسی طرح تین روز چلتے رہنے کے بعد عنبر کو دور سے دہلی شہر کی مسجدوں کے مینار دکھائی دیے۔

وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے گھوڑے کی رفتار اور تیز کر دی شہر کے دروازے پر پہرے دار نے روک کر اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے!

عنبر نے کہا :

"میں ملک مصر کا حکیم ہوں اور جڑی بوٹیوں کی تلاش میں ہندوستان میں گھوم پھر رہا ہوں۔"

پہرے دار نے اُسے شہر دہلی کے اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

عنبر نے بھی اب افغانوں اور ترکوں کا لباس پہن لیا تھا اور مغل لباس ترک کر دیا تھا۔ گھوڑے پر سوار شہر دہلی کے بازاروں سے گزرتا وہ سیدھا ایک کاروان سرائے میں آ گیا۔ نوکر نے اس کا گھوڑا تھام لیا اور اسے سرائے کے اصطبل میں لے گیا۔

کاروان سرائے میں کچھ دوسرے مسافر بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ ہندو جوگی بھی تھے جو ہمالیہ کے مندر کی یاترا کرنے جا رہے تھے۔ عنبر کی چارپائی گرمی کی وجہ سے چھت کے اوپر ڈال دی گئی۔ اس کے پاس ہی ایک سادھو کی چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ سادھو بڑا ہنس مکھ آدمی تھا۔ اس نے عنبر کو خوش آمدید کہا اور اپنے تھیلے سے مٹھائی نکال کر کھانے کو دی۔ اس نے

عنبر کو بتایا کہ وہ درگا ماتا کی یاترا کرنے کیلاش جی کے مندر میں جا رہا ہے۔ عنبر نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ مصر کے مُلک سے ہندوستان کی سیر کرنے آیا ہے — رات کو سونے سے پہلے عنبر نے چغے کے اندر سے ترشول نکال کر سرہانے رکھا تو سادھو نے ترشول دیکھ کر کہا :

"یہ ترشول تم نے کہاں سے لیا بچے؟"

سادھو کے پاس بھی اسی قسم کا ایک ترشول تھا۔ عنبر نے مسکرا کر کہا :

"یہ مجھے ایک راہب نے تحفہ دیا تھا — تمہارے پاس بھی تو اسی قسم کا ترشول ہے بابا"

"ہاں بیٹا، ہم سادھوؤں کے پاس ترشول ضرور ہوا کرتے ہیں۔ اس سے ہم جنگل میں جانوروں اور درندوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں — تمہارا ترشول بہت خوب صورت ہے"

اس کے بعد سادھو سو گیا اور تھوڑی دیر بعد ہی خراٹے لینے لگا۔ عنبر چونکہ سونے کے موڈ میں تھا، اس لئے کچھ دیر بعد اسے بھی نیند آ گئی — کاروان سرائے میں رات کو خاموشی اور اندھیرا چھا گیا — جب دہلی قلعے کی نوبت نے رات کے دو بجائے تو سادھو نے آنکھیں کھول کر اپنے آس پاس دیکھا عنبر گہری نیند سو رہا تھا۔ سادھو آہستہ سے چارپائی پر سے اٹھا اس نے بڑے

آرام سے عنبر کے سرہانے سے اس کا ترشول اٹھایا اور اس کی جگہ اپنا ترشول رکھ دیا جو بالکل عنبر کے ترشول جیسا ہی لگتا تھا۔ پھر سادھو دبے پاؤں چھت پر سے اتر کر سرائے کے دروازے سے باہر نکل کر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

عنبر بڑی میٹھی نیند سو رہا تھا — اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب دھوپ اس کے منہ پر آ گئی تھی — عنبر خدا کو یاد کر کے کلمہ شریف پڑھتا اٹھا اور ترشول کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے اپنے چغے کے اندر رکھ لیا، پھر وہ نیچے آ گیا — غسل خانے میں جا کر اس نے غسل کیا، وضو کیا — سرائے کے پیچھے کی انار والی مسجد میں دو نفل پڑھے — آج اس کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی، جس کا اسے افسوس تھا۔

ناشتے کے بعد نئے کپڑے پہن کر عنبر شہر دہلی میں آیا اور لوگوں کے درمیان سے گزرنے لگا — وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا کہ شاید اسے کسی جگہ سے ماریا کے جسم کی خوشبو آ جائے۔

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، ماریا بھی دہلی میں ہی تھی۔ وہ شہر کے اندر ایک ترک امیر کی شاندار حویلی کے چھت والے بُرج میں رہ رہی تھی۔ اس کے ترک امیر کی بیٹی شہزادی ثمینہ کو اندھے کنوئیں میں سے سرخ آلوچے ایسا پھل لا کر دیا تھا جسے نجومی نے اُبال کر ثمینہ کو پلایا اور وہ موت کے منہ میں جانے

سے تیج گئی تھی۔ تمک امیر نجومی اور ترک امیر کا بیٹا اور ثمینہ کا بھائی ارسلان حیران ہوتے تھے کہ ایک خط کے ساتھ انڈے تیں کا پھل ان کے پاس کہاں سے آ گیا۔ ماریا نے اپنا آپ ان لوگوں پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ دن بھر شہر کے گلی کوچوں کا چکر لگا کر ناگ اور عنبر کو تلاش کرتی اور رات کو حویلی کی چھت پر آ کر لیٹ جاتی۔

عنبر دہلی میں ہر روز بازاروں اور گلی کوچوں اور باغوں کی گشت کرتا۔ جگہ جگہ ماریا کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کرتا جہاں اکیلا ہوتا وہاں اسے آہستہ سے آواز بھی دے دیتا۔ مگر ماریا ابھی تک اسے نہیں ملی تھی۔ ترشول اس نے سرائے کی کوٹھڑی میں ایک جگہ زمین کھود کر دبا رکھا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اصلی ترشول چوری ہو چکا تھا۔ اور وہ نقلی ترشول لیے لیے پھر رہا تھا۔ ناگ اس کے پاس سے رخصت ہو کر اس سادھو کے پاس جا چکا تھا جو ... شہر سے نکل کر دریائے جمنا کے کنارے پہنچ گیا تھا۔

دریا ساون کی اندھیری رات میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کوئی کشتی نہیں تھی جس پر بیٹھ کر دریا پار کیا جا سکے۔ اس سے پہلے کہ عنبر کو ترشول کی چوری کا علم ہو، وہ دریا پار کر کے دہلی کے ضلع سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ اس نے ترشول کو آزمانا چاہا۔

اُسے سامنے رکھ کر کہا:

"اے جادو کے ترشول میری مدد کر اور مجھے دریا پار کرا دے۔"

ترشول میں لرزش پیدا ہوئی۔ چنگاریاں سی نکلیں اور ناگ انسانی شکل میں سامنے آ گیا۔ پہلے تو سادھو ایک سرخ آنکھوں والے عجیب چپ چاپ سے آسیبی انسان کو دیکھ کر ڈر گیا، پھر ہمت کر کے بولا:

"مجھے دریا پار کرا دو۔"

ناگ نے اسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا لیا اور دریا کی لہروں پر چلنا شروع کر دیا۔ سادھو کو خوف لگ رہا تھا کہ کہیں وہ دریا میں گر نہ جائے مگر ناگ بڑے آرام سے چل رہا تھا جیسے وہ سڑک پر چل رہا ہو۔ دریا پار جا کر اُس نے سادھو کو کنارے پر اتارا اور غائب ہو گیا۔

سادھو تو خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ اسے بیٹھے بٹھائے تنا بڑا خزانہ مل گیا تھا۔ وہ ریاست باغپتی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس زمانے میں باغپتی نام کی ایک چھوٹی سی ریاست دہلی سے دو سو کوس دور شمال میں کوہ ہمالیہ کے دامن میں ہوا کرتی تھی۔ اس ریاست میں ایک راجہ حکومت کرتا تھا۔ سادھو نے سوچا وہ راجہ کے دربار میں چل کر ترشول کی کرامت دکھاتے ہیں اور

انعام واکرام پاتے ہیں — وہ ریاست باغپت کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر عنبر ایک شام دلی کے بازاروں میں گھوم پھر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک حویلی کی چھت پر چراغ روشن ہے — ان دنوں شہر کی چھتوں پر کہیں کہیں مشعلیں جلا کرتی تھیں — چراغ عام طور پر مزاروں پر روشن ہوتے تھے — اس نے ایک آدمی سے پوچھا:

"کیوں بھائی، یہ کس کا مزار ہے؟"

اُس نے ہنس کر کہا:

"میاں پاگل ہوگئے ہو کیا — یہ تو امیر اسپ ارسلان بیگ طغرل کی حویلی ہے —

تو پھر اس کے بُرج میں دیا کیوں جلتا ہے — مشعل کیوں نہیں جلتی —

آدمی بولا: بھائی سُنا ہے — امیر کی حویلی میں کوئی رُوح گھس آئی ہے — بس اسی لیے اس کی صاحبزادی جمعرات کی جمعرات چراغ روشن کر دیتی ہے۔"

آدمی تو یہ کہہ کر چلا گیا — عنبر کو امید کی ہلکی سی کرن دکھائی دی — وہ اس امید کی ہلکی روشنی میں امیر اسپ ارسلان کی حویلی کی طرف آ گیا —

شام کا وقت تھا — گھروں میں دیا بتی روشن ہوگئے تھے۔ محلوں کے کونوں پر بھی مشعلیں روشن ہوگئی تھیں — ترک امیر کی حویلی کی ڈیوڑھی میں بھی ایک مشعل جل رہی تھی — عنبر نے دروازے پر جا کر غلام پہرے دار سے کہا۔

"کیا جناب امیر تشریف رکھتے ہیں — اگر ہیں تو انھیں کہو، کہ مصر سے ایک غلام حاضری کی اجازت چاہتا ہے۔"

غلام نے امیر کو جا کر اطلاع دی — وہ اس وقت اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھا باداموں کا شربت پی رہا تھا اور پائیں باغ میں فوارہ چل رہا تھا اور درختوں میں فانوس روشن تھے — اُس نے غلام کی طرف دیکھ کر کہا:

"اسے مہمان خانے میں بٹھاؤ — ہم ابھی آتے ہیں۔"

پھر اپنی بیٹی کی طرف پلٹ کر دیکھا اور اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ مصر کے ملک سے کون آگیا ہے، کہیں مصر کے شاہ نے کوئی خاص پیغام نہ بھجوایا ہو۔"

مہمان خانے میں امیر داخل ہوا تو سامنے سانولے رنگ کا گھنگھریالے بالوں والا ایک عام لباس والا نوجوان بیٹھا تھا۔ عنبر نے ادب سے اٹھ کر سلام کیا — امیر نے ہاتھ کے اشارے سے دیوان پر بیٹھنے کو کہا — غلام اس دوران میں عنبر کو شربت دے گیا تھا —

ترک امیر نے پوچھا:

"کہو میاں، تم مصر سے ہمارے لیے کس کا پیغام لائے ہو؟"

اس عرصے میں عنبر نے اس حویلی میں ماریا کی خوشبو کو سونگھ لیا تھا اور اس کا چہرہ امید کی کرن سے روشن ہوگیا تھا۔ اس نے کہا:

"جناب امیر، میں مصر سے سیاحت کرتا ہندوستان میں آیا ہوں — الحمدللہ مسلمان ہوں — کچھ دیر اس شہر دلّی کی سیاحت کرنا چاہتا ہوں — اگر آپ مجھے اپنی سفارش سے کوئی کام دلوا دیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔"

ترک امیر نے کہا:

"تم کیا کام کر سکتے ہو؟"

عنبر بولا:

"جناب عالی، میں پتھر ڈھوتے سے لے کر جڑی بوٹیوں کی دوائیاں بنانے تک کا کام کر سکتا ہوں۔"

ترک امیر ہنس دیا:

"میاں بڑے خوش مذاق نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ اچھا، ہم ایسا کرتے ہیں کہ شاہی محل میں حاکم سے سفارش کر کے تمہیں تمہیں کسی کام پر لگوائے دیتے ہیں۔ تم کل ہمیں ملنا۔"

ترک امیر اٹھ کھڑا ہوا — عنبر تو اس حویلی میں رہ کر ماریا

کا سراغ لگانا چاہتا تھا — اس نے کہا:

"جناب عالی، رات سر پر آئی ہے — اس شہر میں میرا کوئی جاننے والا نہیں — اگر آپ اجازت دیں تو بندہ اس حویلی میں کسی جگہ رات بسر کرلے گا۔"

ترک امیر نے غلام سے کہا:

"ہمارے مہمان کو مہمان خانے پہنچا دو — وہاں بستر لگوا دو۔ اور کھانا ہمارا مہمان رات کو ہمارے ساتھ کھائے گا۔"

ترک امیر عنبر سے ہاتھ ملا کر اوپر آگیا — غلام نے عنبر کو حویلی کے مہمان خانے میں پہنچا دیا جو حویلی کے کونے پر تھا اور جس کا الگ راستہ گلی میں نکلتا تھا — عنبر نے ہوا میں سونگھا — ماریا کی خوشبو اب بھی آرہی تھی — ماریا اس وقت محل کی چھت پر اپنے برج میں بیٹھی شہر دلّی کے گھروں میں چراغوں کی روشنی کی بہار دیکھ رہی تھی کہ اچانک اسے عنبر کی خوشبو محسوس ہوئی — وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے چاروں طرف منہ کر کے باری باری سانس لیا — خوشبو حویلی کے نیچے سے آرہی تھی۔ وہ چھت کی سیڑھیاں اتر کر حویلی کی دوسری منزل میں آگئی — اس وقت ترک امیر نیچے پائیں باغ میں اپنی بیٹی کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا — ماریا نے اوپر جھروکے میں سے نیچے جھانک کر دیکھا۔ باغ میں فانوس

روشن تھے ___ اور موتیے کے پھولوں کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی
تھی — اس خوشبو نے عنبر کی خوشبو کو ماریا سے دُور کر دیا، پھر
بھی وہ نا امید نہیں ہوئی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ عنبر حویلی کے
آس پاس کہیں منڈلا رہا ہے۔

سادھو، ناگ اور جلّاد

ماریا دوسری منزل کی سیڑھیوں کے پاس آئی تو اسے عنبر کی
خوشبو نیچے سے آتی محسوس ہوئی۔ وہ بے دھڑک سیڑھیاں اُترنے
لگی — اتفاق سے ایک خواجہ سرا طشت میں کچھ پھل رکھے اوپر
چلا آ رہا تھا، کیونکہ ترک امیر کے کمرہ خاص میں رات کا کھانا
لگایا جا رہا تھا۔ جب وہ خواجہ سرا ماریا کے قریب سے گزرا تو
ماریا کو شرارت سوجھی — اس نے خواجہ سرا کے طشت میں سے
دو بڑے انار اٹھا لیے — خواجہ سرا نے جو دو اناروں کو طشت
میں سے اپنے آپ اُٹھ کر ہوا میں لٹکتے دیکھا تو چیخ ماری۔
طشت اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر سیڑھیوں میں گر پڑا اور وہ
نیچے کو بھاگ گیا —

ماریا نے دونوں انار وہیں رکھ دیے اور سیڑھیاں اُتر کر
جس طرف سے عنبر کی خوشبو آ رہی تھی، اس طرف چلی —

یہ خوشبو پہلی منزل کے مہمان خانے سے آ رہی تھی۔ وہ
مہمان خانے کے دروازے پر آ گئی — دوسری طرف عنبر بھی پلنگ

سے اُٹھ بیٹھا۔ اسے ماریا کی بڑی تیز خوشبو آئی تھی۔ اس نے
آواز دی:

"ماریا کیا تم آگئی ہو؟"

ماریا نے عنبر کی آواز سُن لی تھی۔۔ اس نے دروازے پر
دستک دی اور کہا:

"ہاں عنبر، یہ میں ہوں ۔۔ دروازہ کھولو۔۔ اگر نہیں تو
میں بند دروازے میں سے نکل کر آرہی ہوں۔"

ماریا بند دروازے میں سے گزر کر مہمان خانے میں آگئی۔
عنبر ماریا کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ مگر جب ماریا نے عنبر کا ہاتھ
پکڑا تو عنبر نے اس کا ہاتھ چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا۔
ماریا بھی عنبر کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہو گئی۔۔

عنبر بولا:

"اے اللہ، تیرا شکر ہے کہ میری بہن مجھے پھر سے مل گئی۔"

ماریا نے چھوٹتے ہی پوچھا:

"باقی باتیں تو پھر ہوں گی۔ یہ بتاؤ کہ ناگ کہاں ہے؟
وہ تو تمہارے ساتھ ہی تھا!"

عنبر نے آہ بھر کر کہا:

"پیاری بہن ماریا، یہ ایک لمبی کہانی ہے۔۔ ناگ اس وقت
میرے پاس ضرور ہے، مگر وہ پہلے والا ناگ نہیں ہے۔ اس پر

جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ اُسے کسی زبردست ہندو جادوگر نے
ترشول میں قید کر دیا ہے۔"

ماریا نے پوچھا:

"وہ ترشول کہاں ہے؟"

"میرے پاس سرائے میں ہے۔ آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔"

ماریا عنبر کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی۔ ڈیوڑھی میں
غلام پہرہ دے رہا تھا۔ عنبر نے غلام سے کہا کہ وہ ذرا ایک
کام سے باہر جا رہا ہے۔۔ جناب امیر سے کہنا کہ میں کھانے پر
حاضر ہو جاؤں گا۔۔

عنبر ماریا کو لے کر سیدھا سرائے میں آگیا۔ اپنی کوٹھڑی میں
پہنچ کر عنبر نے کونے کی زمین کھودی اور ترشول باہر نکال کر
ماریا کو دکھایا:

"یہ ہے وہ جادو کا ترشول، جس کے اندر ناگ قید کر دیا
گیا ہے۔"

ماریا نے ترشول کو دیکھ کر کہا:

"یہ کیا غضب ہو گیا عنبر! اب ناگ کو اس میں سے کس
طرح سے نجات دلائیں؟"

عنبر نے کہا:

"یہی سوچ کر تو میں پریشان رہتا تھا۔۔ ایک تمہاری فکر

مجھے لگی تھی، دوسرے ناگ کی پریشانی تھی — میں تو ہر وقت کھویا کھویا سا رہنے لگا تھا۔"

ماریا نے پوچھا:
"کیا تم نے ناگ کو اس ترشول سے باہر آتے دیکھا ہے؟"

عنبر بولا:
"صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ماریا نے تعجب سے پوچھا۔

عنبر نے کہا:
"مطلب یہ کہ جادو کے اثر کی وجہ سے ناگ کا دماغ ایک جگہ پر آ کر رُک گیا ہے — اب وہ دوست دشمن کو بالکل نہیں پہچانتا — جس کے پاس یہ ترشول ہوگا وہ اسی کا غلام ہوگا — اور اس کے کہنے پر عمل کرے گا؛ چنانچہ جس آدمی کے پاس پہلے یہ ترشول تھا — اس کے حکم سے ناگ مجھے ہلاک کرنے سانپ بن کر آ گیا —"

ماریا نے تعجب سے پوچھا:
"کیا اُسے معلوم نہیں تھا کہ تم مر نہیں سکتے؟"

"یہی تو میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ اس کا دماغ ایک جگہ رُک گیا ہے — اسے کچھ یاد نہیں رہا کہ وہ کون ہے۔ اس کے دوست کون ہیں اور وہ کیا کر رہا ہے۔ ترشول کا مالک اُسے

جو کہتا ہے وہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟" ماریا نے پوچھا۔

"پھر ناگ سانپ بن کر آ گیا — میں نے اسے بہت کہا کہ میں عنبر ہوں۔ اس کا بھائی ہوں — اس کا پرانا دوست ہوں مگر اس پر جیسے کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا — اس نے دو بار مجھے ڈس دیا۔ میں نے اسے قابو میں کرنا چاہا تو وہ شیر بن کر مجھ پر لپکا۔"

"میرے خدا!" ماریا کے منہ سے نکل گیا۔

عنبر نے کہا:
"پھر اس نے مجھے ہلاک کرنے کی بہت کوشش کی مگر میں اس سے مقابلہ کرتا رہا۔ آخر تھک کر وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا —"

ماریا بڑے غور سے عنبر کی باتیں سُن رہی تھی — اس کے بعد جو واقعات پیش آئے عنبر نے ماریا کو پورے کے پورے سُنا دیے کہ کس طرح پھر ترشول اُس کے قابو میں آ گئی اور اس نے ناگ کو بلا کر اپنے ساتھ انسانی شکل میں رکھنے کی کوشش کی — مگر ناگ نے کہا کہ اُسے کوئی کام بتایا جائے اگر کام نہیں ہے تو وہ چلا جائے گا۔

"اب ناگ اس ترشول کے اندر ہے اور میں اس ترشول کو سنبھال کر رکھے ہوئے ہوں۔"

ماریا نے ترشول کو لے کر کہا:

"عنبر، ناگ کو بلاؤ۔"

عنبر نے کہا:

"میری بہن، ناگ کو بلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہمیں تو زلالہ کی روح کو بلانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس سے ترشول کے جادو کا کوئی توڑ حاصل کیا جا سکے۔"

ماریا نے کہا:

"تم ذرا ناگ کو بلاؤ تو سہی۔ میں اس کو ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔ آخر وہ میرا بھائی ہے۔ وہ سکتا ہے مجھے پہچان لے، اور اس پر جادو کا اثر ختم ہو جائے۔"

عنبر مسکرایا:

"خیر، یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہیں پہچان لے۔ بہرحال تم کہتی ہو تو میں ناگ کو حاضر کیے دیتا ہوں۔"

عنبر نے ترشول کو سامنے پلنگ پر رکھ دیا اور اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا:

"اے جادو کے ترشول، ناگ کو انسانی شکل میں حاضر کر۔"

ترشول پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اثر کیا ہوتا، وہ تو نقلی ترشول تھا۔ اصلی ترشول تو وہ سادھو اپنے ساتھ لے کر کوہ ہمالا کی ریاست باغپت کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ عنبر نے دوسری بار جب

کہا:

"اے جادو کے ترشول، ناگ کو حاضر کر دے۔ اے ناگ ہماری مدد کر۔"

ترشول پر پھر کوئی اثر نہیں ہوا۔ نہ اس میں کوئی لرزش پیدا ہوئی، نہ وہ اپنی جگہ سے ہلی اور نہ اس کے اندر سے کوئی چنگاری نکلی۔ ماریا نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا اس کا جادو ختم ہو گیا ہے؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

عنبر بار بار ترشول کو مدد کے لیے پکارنے لگا۔ اس نے کئی بار ناگ کو آواز دی کہ ہماری مدد کرو، ہماری مدد کرو۔ اے جادو کے ترشول ہماری مدد کرو۔ مگر ترشول ویسے کا ویسا پلنگ پر پڑا رہا۔ کچھ نہ ہوا۔ اب تو عنبر بھی پریشان ہو گیا۔ اس نے ترشول اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔ مشعل کی روشنی میں لایا۔ کئی بار ترشول کو غور سے دیکھا۔ اچانک اس کی نظر ترشول کے دستے پر پڑی۔ اس ترشول کے دستے میں نیچے دو کیل ٹھکے تھے جو اس کے جادو کے ترشول میں نہیں تھے۔ غور سے دیکھا تو اس ترشول کا رنگ بھی کچھ پھیکا تھا۔ عنبر نے سر پکڑ لیا۔

ماریا نے پوچھا:

"کیا ہوا؟"

عنبر نے کہا :

" یہ وہ ترشول نہیں ہے — ہمارا ترشول بدل دیا گیا ہے "

"کس نے بدلا ہے ؟ کیا تمہیں کچھ یاد ہے ؟" ماریا نے پوچھا

عنبر کو اب وہ سادھو یاد آ گیا تھا جس نے اُس کے ترشول کی تعریف کی تھی ۔ اس نے کہا :

" ایک سادھو اس سرائے میں آکر ٹھہرا تھا — اسی نے میرا ترشول اپنے ترشول سے بدل لیا ہے "

" اب اسے کہاں تلاش کریں ؟"

عنبر بولا :

" یہ کل صبح فیصلہ کریں گے — یہاں جتنے سادھو آتے ہیں وہ ہمالیہ کے پہاڑوں کی طرف جاتے ہیں ۔ وہ بھی کہہ رہا تھا کہ اُسے درگا دیوی کی یاترا کو ہمالیہ کے پہاڑوں میں جانا ہے ۔ ہم درگا دیوی کے مندر کو ہی جائیں گے "

ماریا نے کہا :

" اب تمہیں ترک امیر کے ہاں کھانے پر چلنا چاہیے — وہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے ۔ بڑے وضع دار عزت والے لوگ ہیں — آؤ چلتے ہیں "

ماریا نے عنبر کو ساتھ لیا اور حویلی میں واپس آ گئی ۔ کھانے پر عنبر کا انتظار ہو رہا تھا ۔

امیہ نے پوچھا :

" بھئی آپ کدھر چلے گئے تھے — ہم تو پریشان ہو رہے تھے "

عنبر نے مسکرا کر بتایا کہ دہلی میں ایک مزار ہے ۔ وہ وہاں ذرا فاتحہ پڑھنے چلا گیا تھا —

ترک امیر خاموش رہا — کھانا کھانے کے بعد عنبر نے بات چھیڑ دی کہ آپ کی حویلی میں کوئی روح بھی رہتی ہے ۔ ترک امیر نے جواب میں کہا :

" ہاں، کہتے ہیں کہ ہماری حویلی میں کوئی روح بھی رہتی ہے ۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے "

ترک امیر ماریا کے بارے میں عنبر کو بتانا نہیں چاہتا تھا ۔ عنبر بھی خاموش ہو گیا — وہاں نجومی بھی بیٹھا ہوا تھا — عنبر نے یونہی مذاق سے کہا کہ محترم بزرگ میرا زائچہ تو بتائیے ۔ ترک امیر نے بھی سفارش کر دی "

" ہاں بھائی، اس برخوردار کا زائچہ بنا کر بتاؤ کہ اس کا سفر کیسا رہے گا "

بوڑھے نجومی نے اسی وقت سلیٹ پر لکیریں ڈال کر عنبر کا زائچہ بنا دیا اور ستاروں کی چال دیکھ کر حساب کرنے لگا ۔ اچانک وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا — پھر کبھی زائچے کو دیکھتا اور کبھی عنبر کو دیکھنے لگتا — پھر کہتا :

"یقین نہیں آتا۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے، مگر میرا حساب کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔"

ترک امیر نے تعجب سے پوچھا:

"تمہارا حساب کیا کہتا ہے، کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے؟"

نجومی سلیٹ کی لکیروں کو دیکھ کر کہنے لگا:

"میرا حساب کہتا ہے کہ یہ لڑکا پانچ ہزار برس سے زندہ ہے۔"

ترک امیر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو بھائی، بھلا کوئی انسان پانچ ہزار سال تک زندہ رہ سکتا ہے؟ آج ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارا حساب بھی غلط ہو جاتا ہے۔"

نجومی نے کہا:

"امیر، میں جھوٹ بول سکتا ہوں، مگر میرا حساب کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ ستارے کہہ رہے ہیں کہ یہ لڑکا آج سے پانچ ہزار سال پہلے مصر کے ایک حکیم کے گھر پیدا ہوا اور پھر اس کی پرورش فرعون کے محل میں ہوئی۔"

عنبر مسکرا رہا تھا۔ ترک امیر نے ہنس کر کہا:

"بس بس بھائی نجومی۔ اب تم جا کر آرام کرو۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

نجومی سلام کر کے چلا گیا۔ مگر وہ دروازے تک پلٹ پلٹ کر عنبر کو دیکھتا گیا۔ ترک امیر نے ہنستے ہوئے کہا:

"میاں، یہ نجومی ہمارا پرانا دوست ہے۔ آج یہ بھی پاگل ہو گیا ہے۔ بھلا تم پانچ ہزار سال تک زندہ رہ سکتے ہو؟"

عنبر نے آہستہ سے سر ہلا کر کہا:

"ہاں رہ سکتا ہوں۔ بلکہ میں پانچ ہزار سال سے زندہ ہوں۔"

ترک امیر ایک دم چپ ہو گیا:

"کیا؟ کیا تمہارے دماغ پر بھی نجومی کا اثر ہو گیا ہے؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"نہیں نہیں جناب امیر، میں تو آپ سے مذاق کر رہا تھا۔ پانچ ہزار سال تک دنیا کا کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا۔ اچھا میاں، اب تم بھی جا کر آرام کرو۔ رات گہری ہو رہی ہے۔"

ماریا وہیں موجود تھی۔ امیر اُٹھنے لگا تو ماریا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ اپنے آپ کھلنے پر امیر نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا۔

عنبر نے کہا:

"یہ وہی حویلی کی روح لگتی ہے۔"

امیر سر ہلا کر چلا گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ روح ہی کی کارستانی ہے۔

دوسرے روز ماریا اور عنبر اپنے مشکل سفر پر ہمالیہ کے برفانی پہاڑوں کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ ماریا نے کہا کہ وہ ثمینہ کو کوئی تحفہ دینا چاہتی ہے۔ عنبر نے کہا کہ اگر ناگ ہوتا تو وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے کسی خزانے سے ہیرے موتی لاکر دے دیتا۔ ماریا نے کہا کہ وہ شاہ باغ سے پھول توڑ کر لاتی ہے۔

ماریا وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں گلاب کے سرخ پھول تھے جو عنبر کو بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ عنبر ڈیوڑھی میں کھڑا تھا۔ ماریا دوسری منزل میں ثمینہ کے پاس گئی۔ وہ اکیلی بستر پر لیٹی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ ماریا نے گلاب کے سرخ پھول اس کی جھولی میں ڈال دیئے۔ شہزادی ثمینہ ایک دم سے چونک اٹھی:

"یہ۔ کون۔ کون ہے؟"

اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ماریا نے پہلی بار اس کے آگے زبان کھولی اور بڑے میٹھے لہجے میں کہا:

"یہ تمہاری بہن کی طرف سے تحفہ ہے۔"

اب تو ثمینہ اور زیادہ چونکی۔ اور گھبرا کر پلنگ کے دائیں

بائیں تکنے لگی۔

ماریا نے کہا:

"گھبراؤ نہیں ثمینہ، میں تمہاری سہیلی ہوں۔"

ثمینہ نے پوچھا:

"کیا تم برج کی روح ہو؟"

ماریا ہنس دی:

"ہاں، تم یہی سمجھ لو۔"

ثمینہ نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے بیماری میں اس کی مدد کی۔

ماریا نے کہا:

"خداوند نے تمہاری مدد کا مجھے حکم دیا تھا۔ اچھا، اب میں جا رہی ہوں۔ میرا بھائی جس کی مجھے تلاش تھی آگیا ہے۔"

ثمینہ نے کہا:

"تمہارا بھائی کون ہے، کہاں ہے؟"

ماریا نے کہا:

"عنبر، جو آج ہی تمہاری حویلی میں مہمان ٹھہرا ہے۔"

ثمینہ بولی:

"پیاری سہیلی، تم نہ جاتیں تو اچھا تھا۔ تم مجھے بہت یاد آؤ گی۔ کیا تم رک نہیں سکتیں۔"

ماریہ نے کہا :

" نہیں ثمینہ، میرا جانا بہت ضروری ہے۔ خداوند کی مرضی ہوئی تو واپسی پر ضرور ملوں گی "۔

ثمینہ نے کہا :

" میں تمہارا انتظار کروں گی "۔

اس کا کوئی جواب نہ آیا کیونکہ ماریا جا چکی تھی۔ ڈیوڑھی میں عنبر ماریا کا انتظار کر رہا تھا۔ ماریا نے اس کے قریب جا کر کہا :

" چلو "۔

دونوں ترک امیر کی حویلی سے نکل آئے۔ ساڑھے چار سو سال پہلے کا دلی کا شہر اداس اداس اور بے رونق سا تھا۔ سڑکیں کچی تھیں۔ صرف قلعے کو جانے والی سڑک پر پتھروں کی بڑی بڑی سلیں رکھی ہوئی تھیں۔ گلیاں تنگ و تاریک تھیں۔ عنبر نے ماریا سے کہا کہ انہیں دو گھوڑے خریدنے ہوں گے۔ کیونکہ وہ پیدل یہ سفر نہیں کر سکتے۔

عنبر کے پاس سونے کے ٹکڑے موجود تھے۔ اس نے ایک سرائے میں جا کر دو گھوڑے خریدے۔ ان پر ساز باندھا اور خدا کا نام لے کر دونوں بہن بھائی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔۔۔ انہوں نے گھوڑوں کا رخ دریائے جمنا کے پل کی طرف کر دیا۔

وہ دریا پار کر کے شمال کے جنگلوں سے گزر کر ہمالیہ کے پہاڑوں میں درگا مندر کی طرف جانا چاہتے تھے۔

اب ہم اس مکار سادھو کی خبر لیتے ہیں جس نے جادو کا ترشول عنبر کے بستر پر سے چرا لیا تھا اور اس کی جگہ اپنا ترشول رکھ دیا تھا۔ یہ چالاک سادھو باغپت کے راجہ کے محل تک جنگل کے سارے راستوں کو جانتا تھا۔ وہ مارا مار کرتا راجہ کی ریاست میں پہنچ گیا۔

راجہ کو خبر پہنچائی کہ ایک غریب سادھو راجہ سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے لیے ایک تحفہ لایا ہے۔ راجہ نے مکار سادھو کو اپنے کمرۂ خاص میں بلوا لیا۔ اس کے ساتھ راجہ کا چالاک مہامنتری یعنی وزیر بھی تھا۔ سادھو نے راجہ کے پاس آتے ہی ادب سے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

راجہ نے پوچھا :

" تم کون ہو؟ اور ہمارے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟ "

سادھو نے کہا :

" مہاراج! میں یہ جادو کا ترشول آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں "۔

راجہ نے پوچھا :

" اس ترشول میں کون سی خاص بات ہے؟ "

سادھو نے کہا :

"ابھی دکھاتا ہوں مہاراج"

سادھو نے ترشول سامنے رکھا اور کہا :

"اے جادو کے ترشول، مجھے زمین سے اُٹھا کر چھت کے ساتھ لگا اور پھر فرش پر لے آ"

ترشول کا نپی — اس میں چنگاریاں نکلیں اور پھر ناگ کالے موٹے سانپ کی شکل میں سامنے آ گیا — راجہ اور وزیر تو سہم کر پرے پرے ہٹ گئے — سانپ نے گردن آگے کر کے سادھو کو اپنے سر کے اوپر بٹھایا اور پھر آہستہ آہستہ اوپر اُٹھا کر چھت تک لے گیا — چھت کے ساتھ لگا کر وہ آہستہ آہستہ پھر اسے نیچے فرش پر لے آیا — راجہ کی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ سادھو نے سانپ سے کہا :

"اے ترشول کے سانپ، ہمارے راجہ کے لیے قیمتی موتی تحفے میں لا کر پیش کر"

سانپ نے اپنی تھوتھنی کو زور سے ہلایا — اس کے منہ سے دو بڑے ہی قیمتی سرخ موتی نکل کر راجہ کے آگے قالین پر جا گرے۔ اس کے بعد سانپ غائب ہو گیا —

سادھو نے جھک کر کہا :

"اے راجہ، ان موتیوں کو قبول فرما — یہ ہے وہ ترشول جو

میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لایا ہوں"۔

راجہ بڑا خوش ہوا — وہ اس جادو کے ترشول سے اپنے سارے دشمنوں کو مار کر ان کے قلعوں پر قبضہ کر سکتا تھا — وہ بہت بڑا مہاراجہ بن سکتا تھا — اس نے وزیر سے آہستہ آہستہ مشورہ کیا کہ اس سادھو کو کیا پیش کیا جائے۔

چالاک وزیر نے کہا :

"اس سے پوچھ لیں —"

راجہ نے سادھو سے پوچھا کہ وہ اس ترشول کے عوض کتنی رقم وصول کرے گا ؟

سادھو بولا :

"مہاراج، اگر آپ اپنی چھوٹی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دیں، تو میں یہ ترشول آپ کو دے دوں گا"

پہلے تو راجہ کو سخت غصہ آیا کہ اس کمینے کی یہ مجال کہ اس کی بیٹی کا رشتہ مانگے — لیکن جادو کے ترشول میں اتنی کشش تھی کہ وہ خاموش رہا — وزیر سے مشورہ کیا تو اُس نے کہا :

"آپ شادی کی ہامی بھر کر ترشول لے لیں۔ بعد میں ہم مکر جائیں گے —

راجہ بڑا خوش ہوا اور بولا :

"ہم تمہاری یہ شرط منظور کرتے ہیں — اب یہ ترشول ہمیں

دے دو۔"

سادھو ترشول پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہنسا اور بولا:

"راجہ، میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں — پہلے آپ میری شادی اپنی چھوٹی بیٹی سے کریں — جب میری شادی کو دو دن گزر جائیں گے تو پھر میں یہ جادو کا ترشول آپ کے حوالے کر دوں گا۔"

راجہ بڑی مشکل میں پھنس گیا۔ وزیر نے راجہ کے کان میں کہا:

"ہاں کر دیں، میں سارا بندوبست کر دوں گا۔"

راجہ نے ہاں کر دی —

اسی وقت شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں — سادھو ترشول کو ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا — کسی وقت بھی اسے اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا —

شام کو مہندی کی رسم ادا ہوئی — دوسرے دن صبح صبح بیاہ ہونا طے پا گیا — کیونکہ راجاؤں کے ہاں اکثر بیاہ سورج چڑھتے وقت ہوتا تھا —

رات کو سادھو کے لیے محل میں خاص جگہ بنائی گئی تاکہ وہ آرام کر سکے، لیکن وہ جانتا تھا کہ راجہ کے آدمی اسے مار کر ترشول چھیننے کی کوشش کریں گے — وہ یہ کہہ کر پہاڑیوں میں نکل گیا کہ وہ صبح ہونے پر محل میں آ جائے گا —

مگر مکار وزیر بھی کچی گولیاں نہیں کھیلا تھا — اس نے ریاست کے دو ہٹے کٹے جلاد اس کے پیچھے لگا دیے تھے — سادھو محل سے نکل کر ایک ندی میں اتر گیا — اسے تیر کر پار کیا، پھر دوسرے کنارے پر جا کر جنگل میں گھس گیا اور تنگ و تاریک راستوں سے گزر کر پہاڑ کی چڑھائی چڑھنے لگا — دونوں خونی جلاد اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے — سادھو پہاڑی کے اوپر پہنچ کر ایک جگہ رک گیا اور سانس لینے لگا — ترشول اس نے اپنے سینے کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔

شام کے سائے اترنے لگے تھے — ہلکا ہلکا اندھیرا چھا رہا تھا۔ سادھو نے سوچا کہ اسی جگہ پر آرام کرنا چاہیے؛ چنانچہ وہ زمین صاف کر کے بیٹھ گیا اور سونے کی تیاری کرنے لگا۔ ابھی اس نے اپنے گلے کی بھاری منکوں کی مالا اتار کر ایک طرف رکھی ہی تھی کہ پیچھے سے تلوار کا ایک بھرپور وار اس کی گردن پر پڑا اور اس کا سر تن سے جدا ہو کر لڑھکتا ہوا پہاڑی کے نیچے گہری گھاٹی میں جا گرا۔ دونوں جلادوں نے آگے بڑھ کر سادھو کی لاش کو ٹھوکر مار کر دوسری طرف گرایا اور جادو کا ترشول اٹھا کر واپس راجہ کے محل کی طرف روانہ ہو گئے۔

راجہ کو جا کر ترشول دیا اور بتایا کہ انہوں نے سادھو کو قتل کر دیا ہے — راجہ نے جلادوں کو انعام دیا اور جادو کے ترشول

کو صندوق میں بند کر دیا۔ آدھی رات کو اس نے ترشول کو آزمانا چاہا۔ اسے باہر نکال کر کہا:

"اے جادو کے ترشول ہمیں آسمان کی سیر کرا۔"

لیکن ترشول پر کوئی اثر نہ ہوا۔ راجہ نے تین چار بار اپنا سوال دہرایا، مگر ترشول اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ راجہ نے وزیر کو بلوا لیا اور سارا حال سنایا کہ ترشول کا جادو ختم ہو گیا ہے۔ دونوں بڑے پریشان ہوئے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ ایسا کیوں ہوا؟

ترشول کا جادو کہاں غائب ہو گیا؟

- ترشول کا جادو کیسے ٹوٹ گیا؟
- ناگ کہاں چلا گیا تھا؟
- ماریا اور عنبر کی ناگ سے ملاقات کن حالات میں ہوئی؟
- کیا ناگ اصلی حالت میں واپس آگیا تھا؟

کو صندوق میں بند کر دیا۔ آدھی رات کو اس نے ترشول کو باہر نکال کر کہا:

"اے جادو کے ترشول ہمیں آسمان کی سیر کرا۔"

لیکن ترشول پر کوئی اثر نہ ہوا۔ راجہ نے تین چار بار اپنا سوال دہرایا، مگر ترشول اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ راجہ نے وزیر کو بلوا لیا اور سارا حال سنایا کہ ترشول کا جادو ختم ہو گیا ہے۔ دونوں بڑے پریشان ہوئے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ ایسا کیوں ہوا؟

ترشول کا جادو کہاں غائب ہو گیا؟

- ترشول کا جادو کیسے ٹوٹ گیا؟
- ناگ کہاں چلا گیا تھا؟
- ماریا اور عنبر کی ناگ سے ملاقات کن حالات میں ہوئی؟
- کیا ناگ اصلی حالت میں واپس آگیا تھا؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو 'عنبر ناگ ماریا' کی اگلی قسط نمبر ۲۳ میں ملیں گے — جس کا نام ہے: "لاش کی چیخ" آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں —

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

۲۳
ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان
لاش کی چیخ
PDFBOOKSFREE.PK
اے حمید

سرکولیشن و پروڈکشن انچارج
جلال انور

ترتیب و پیشکش

محمد ارشد

پاکستان ورچوئل لائبریری

بار اول : ۱۹۸۱ء
تعداد : دوہزار
قیمت : چار روپے
نیا مکتبہ اقرأ ۔ ۳۰/ پی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : الجدّة پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!

جادو کی ترشول خاموش تھی۔ راجہ بار بار اس سے سوال پوچھ رہا تھا۔ اس کو حکم دے رہا تھا مگر ترشول پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا ترشول کے اندر ناگ قید تھا۔ راجہ نے اپنی آنکھوں سے ناگ کو سانپ بن کر باہر نکلتے اور سادھو کے سارے حکم مانتے اور سوال پورے کرتے دیکھا تھا۔ تو کیا سادھو کے قتل ہو جانے سے ترشول کا جادو تو غائب نہیں ہو گیا؟ وزیر نے راجہ سے کہا کہ جس جگہ سادھو کو قتل کیا گیا ہے وہاں چل کر دیکھا جائے۔ ایسا لگتا ہے کہ ترشول کا ایک کیل اکھڑ کر وہاں گر گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کیل میں ترشول کا سارا جادو چھپا ہوا ہو۔ راجہ نے وزیر کو ساتھ لیا اور رات کے اندھیرے میں پہاڑی کے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ وزیر کی نیت خراب ہو چکی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ آپ خود پڑھیے تو لطف اٹھائیں گے۔

— اے حمید

ترتیب

بارش کا طوفان اور دیا

راجہ پریشان ہو گیا۔

ترشول کا جادو کس نے غائب کر دیا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے ترشول میں سے جادو کے زور پر ناگ کو نکل کر سادھو کے سوال پورے کرتے دیکھا تھا۔ اب ترشول خاموش تھا اور کوئی سوال پورا نہیں کر رہا تھا۔ راجہ نے اپنے وزیر سے مشورہ کیا کہ اس کے خیال میں ترشول کا جادو کس نے چھین لیا ہے؟

وزیر نے کہا:

"مہاراج! جس جگہ سادھو کو قتل کیا گیا ہے۔ وہاں کوئی آسیب نہ ہو جس نے ترشول کا اثر ختم کر دیا؟"

راجہ نے کہا:

"ترشول کو غور سے دیکھو۔ کیا یہ وہی ترشول ہے نا جس کا جادو سادھو نے ہمیں دکھایا تھا؟"

وزیر نے ترشول کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ ترشول کی تینوں چھریاں اُوپر کو اُٹھی ہوئی تھیں۔ یہ بالکل وہی ترشول تھا جس کے جادو کا کرشمہ

سادھو نے دکھایا تھا۔ اچانک وزیر نے دیکھا کہ ترشول کے دستے پر
جو سونے کے دو کیل یعنی میخیں لگی ہوئی تھیں ان میں سے ایک غائب
ہے۔

وزیر نے راجہ کو ترشول کا دستہ دکھا کر کہا:

"مہاراج! میرا خیال ہے کہ سونے کی کیل کے اکھڑنے سے
ترشول کا جادو بیکار ہو گیا ہے۔"

راجہ نے کہا:

"ایک سونے کی کیل اکھڑنے سے سارے ترشول کا جادو کیسے
ختم ہو سکتا ہے؟"

وزیر بولا:

"مہاراج یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ترشول کا سارا جادو اسی ایک
سونے کی کیل میں ہو۔"

راجہ نے پوچھا:

"تمہارے خیال میں کیل کہاں چلا گیا؟ کیا جلادوں میں سے
کسی نے نکال لیا ہے؟"

وزیر نے کہا:

"مہاراج! پہلے ہمیں اس جگہ چل کر تلاش کرنا چاہیئے جہاں
سادھو کو قتل کیا گیا ہو سکتا ہے وہاں نکل کر گر گیا ہو۔ اگر
وہاں نہ ملا۔ تب جلادوں کو پکڑ لیں گے۔"

راجہ نے اسی وقت گھوڑے نکلوائے۔ دونوں اس پر سوار ہو کر
پہاڑی پر پہنچے۔ رات کا پچھلا پہر ہو چکا تھا۔ ستاروں سے بھرا ہوا آسمان
روشن تھا۔ وزیر اور راجہ کے ساتھ دونوں جلاد بھی مشعلیں روشن کیے
ساتھ تھے۔ مشعلوں کی روشنی میں انہوں نے وہ جگہ دیکھی جہاں پر سادھو
کو قتل کر کے اس کی ترشول چھینی گئی تھی۔ وہاں خشک گھاس اگی تھی
اور کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ سونے کی کیل ہر جگہ
تلاش کی گئی۔ کہیں نہ ملی۔

وزیر نے کہا:

"مہاراج! کل دن کی روشنی میں اسے تلاش کیا جائے تو شاید
مل جائے۔"

راجہ دوسرے دن آنے کا سوچ کر واپس محل میں آ گیا

وزیر بڑا ہوشیار اور چالاک تھا۔ جب راجہ اپنے محل میں جا کر
سو گیا تو وزیر چپکے سے اٹھا۔ اصطبل سے گھوڑا نکالا۔ ایک مشعل ساتھ
لی اور محل کے پچھلے دروازے سے نکل کر سیدھا پہاڑی پر آ گیا۔
یہاں آ کر اس نے مشعل روشن کی اور زمین پر کیل تلاش کرنے کی
بجائے سیدھا سادھو کی لاش کے پاس آ گیا۔ یہ خیال رات کو ہی اس کے
دل میں آیا تھا کہ ہو سکتا ہے سادھو نے پہاڑی پر پہنچ کر ترشول
میں سے جادو کی کیل نکال کر کسی جگہ الگ رکھ لی ہو۔ مگر اس نے راجہ
کو نہیں بتایا تھا۔ وزیر کی نیت خراب ہو گئی تھی اور وہ جادو کی ترشول

پر قبضہ کر کے راجہ کے تخت و تاج پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

وزیر نے دیکھا کر سادھو کی لاش پر چیونٹیاں ہی چیونٹیاں چڑھی تھیں۔ اس نے مشعل کا شعلہ لاش کے اوپر کیا تو تپش کی وجہ سے چیونٹیوں نے لاش پر سے اتر کر بھاگنا شروع کر دیا۔ سادھو کی لاش ننگی ہو گئی۔ لاش کا گوشت جگہ جگہ سے کھایا جا چکا تھا۔ سادھو کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی ہی تھی جو ابھی تک بندھی ہوئی تھی۔ وزیر نے دیکھا کر لنگوٹی میں ایک جگہ گرہ پڑی تھی اور وہاں سے کپڑا ابھرا ہوا تھا۔ وزیر نے گرہ کھولی تو سونے کی کیل نیچے گر پڑی۔

وزیر کی باچھیں کھل گئیں۔ جلدی سے کیل اٹھا کر اپنی پوشاک کی اندر والی جیب میں رکھی۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس وقت صبح ہو رہی تھی۔ وہ محل کے پچھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں آ کر سو گیا۔

دن چڑھا تو راجہ نے وزیر کو بلا کر کہا کہ چلو سورج کی روشنی میں پہاڑی پر چل کر جادو کی کیل تلاش کریں۔ کیوں کہ اس کے بغیر ترشول ایک بے کار شے ہے اور وہ اس سے کوئی کام نہیں لے سکتا۔

وزیر نے کہا:

"ابھی چلئے مہاراج!"

وہ راجہ کو لے کر پہاڑی پر آ گیا۔ راجہ نے وزیر کے ساتھ مل کر

سادھو کی لاش کے آس پاس ساری زمین چھان ماری مگر کیل کہیں نہ ملی۔ ناامید ہو کر راجہ نے کہا:

"سادھو کی لاش بھی دیکھ لیں۔ کہیں اس بدبخت نے کیل نکال کر اپنے منہ میں نہ چھپا رکھی ہو۔"

وزیر دل میں راجہ کی چالاکی پر ہنس پڑا۔ راجہ نے لاش کے پاس آ کر دیکھا کہ وہ سیاہ چیونٹیوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

وزیر نے کہا:

"یہ تو آدم خور قسم کی چیونٹیاں ہیں۔ یہ ہمیں لاش کے قریب نہیں آنے دیں گی۔ اور لاش پر سے نہیں اتریں گی۔"

مگر راجہ پر تو سونے کی کیل تلاش کرنے کا بھوت سوار تھا۔ اس ترشول کی خاطر اس نے سادھو کو ہلاک کر دیا تھا۔ راجہ نے کپڑا لے کر سادھو کی لاش کے منہ پر سے چیونٹیاں کو مار بھگایا اور پھر اس کے منہ کو کھول کر دیکھا۔ چیونٹیاں سادھو کے منہ کے اندر بھی گھسی ہوئی تھیں۔ یہ ایک ایسے آدمی کی لاش تھی جس نے ایک انسان کے ساتھ بے ایمانی کی تھی۔ یعنی عنبر کے ترشول کو چرا کر لے گیا تھا۔ اس لیے خدا نے اسے یہ سزا دی کہ اس کی لاش پہاڑی پر درندوں اور کیڑے مکوڑوں کی خوراک بننے کے لیے چھوڑ دی گئی۔ نیک اور ایماندار انسان کے ساتھ قدرت کبھی ایسا سلوک نہیں ہونے دیتی۔ راجہ نے لاش کے منہ میں غور سے اِدھر اُدھر

دیکھا اور کہا:

"یہاں بھی نہیں ہے کیل اب کیا کیا جائے؟"

وزیر نے کہا:

"مہاراج! میرا تو خیال ہے کہ یہ سونے کا کیل سادھو سے کہیں راستے میں گر پڑا ہے اور کوئی مسافر اسے اٹھا کر لے گیا ہے۔"

راجہ نے پوچھا:

"تو پھر آپ کے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

وزیر نے راجہ کو غلط راستے پر لگاتے ہوئے کہا:

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں ریاست میں چاروں طرف آدمی دوڑا دینے چاہئیں کہ وہ مسافروں کی راستوں میں تلاشی لیں اور ریاست کے ہر شہر، ہر گاؤں میں سنار کے دکانداروں پر چھاپے ماریں۔ شاید ان کے پاس کوئی جادو کی کیل فروخت کر گیا ہو۔"

راجہ کو وزیر کی یہ تجویز پسند آئی۔ کہنے لگا:

"اچھی بات ہے۔ ہم ابھی محل میں جا کر اس حکم کا اعلان کرتے ہیں۔"

راجہ نے محل میں آتے ہی اعلان کروا دیا کہ ریاست سے باہر جانے والی ہر سڑک پر تیز رفتار گھوڑ سوار روانہ کر دیئے جائیں۔

اور وہ دور دور تک سفر کرتے مسافروں کی تلاشی لیں اور ریاست کے ہر شہر اور ہر گاؤں کے سنار کی دکانوں پر بھی سونے کی کیل کو تلاش کیا جائے۔

اُدھر وزیر نے اپنی سازش پوری طرح تیار کر لی تھی۔ اب وہ شام کا اندھیرا ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب دن ڈوب گیا اور محل میں فانوس روشن ہو گئے تو وزیر چپکے سے اپنے کمرے میں گیا۔ اس نے جادو کا کیل نکال کر جیب میں رکھا اور راجہ کی خواب گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ راجہ شام کے وقت محل کے مندر میں جا کر پوجا پاٹ کیا کرتا ہے اور مہارانی بھی اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ وزیر تھا۔ راجہ کی خواب گاہ میں داخل ہونے سے اُسے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ راجہ کی خواب گاہ خالی تھی۔

وزیر کو معلوم تھا کہ راجہ نے ترشول کہاں رکھی ہوئی ہے۔ وہ سیدھا پلنگ کے پیچھے آ گیا۔ یہاں دیوار میں ایک بہت بڑے شیر کا بت کھڑا تھا۔ وزیر نے اس کے پیٹ میں اندر کو دھنسے ہوئے کھٹکے کو باہر کھینچا تو شیر کے پیٹ کا دروازہ کھل گیا۔ وزیر نے اندر ہاتھ ڈال کر جادو کا ترشول نکال لیا۔ ترشول کو سنبھال کر اس نے جیب سے سونے کا کیل نکالا اور اسے ترشول کے دستے میں جہاں خالی سوراخ تھا وہاں ٹھونک دیا۔

شیر کے پیٹ کو بند کر کے وہ پلنگ کے پیچھے سے باہر نکلا ہی

تھا کہ کیا دیکھتا ہے سامنے دروازے میں راجہ اور رانی دونوں کھڑے وزیر کو قہر آلود نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ راجہ غصّے سے تھر تھر کانپ رہا تھا کیونکہ اس نے وزیر کے ہاتھ میں اپنا جادو کا ترشول دیکھ لیا تھا۔ راجہ نے تلوار نیام سے کھینچ لی اور گرج کر کہا:

"اے نمک حرام وزیر! تمہاری یہ ہمت کہ ہماری خواب گاہ سے ترشول چرانے کی کوشش کرو۔"

راجہ تلوار سونت کر وزیر کی طرف بڑھا۔ یہ بڑی نازک گھڑی تھی۔ وزیر نے ترشول والے ہاتھ کو ہوا میں بلند کر کے کہا:

"اے ترشول اس راجہ کو ہلاک کر ڈال۔"

کہنے کو تو وزیر نے یہ کہہ دیا تھا مگر اصل میں وہ خود بھی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ کیونکہ اسے پورا یقین نہیں تھا کہ ترشول کا جادو کیل لگانے سے واپس آ گیا ہے۔ کیونکہ کیل لگانے کے بعد وزیر کو ایک بار ترشول کی آزمائش کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی کہ راجہ اوپر سے آ گیا۔ وزیر نے یونہی ہوا میں تیر چلا دیا تھا کہ شاید نشانے پر جا کر بیٹھ جائے۔ اور یہ تیر عین نشانے پر جا کر لگا تھا۔

راجہ اس ڈر سے وہیں رک گیا کہ کہیں سچ مچ ترشول کا جادو زندہ نہ ہو گیا ہو۔ اور دوسری طرف ترشول میں لرزش پیدا ہوئی اور اس میں سے چنگاریاں نکلیں۔ وزیر کے چہرے پر کامیابی کی خوشی چمک اٹھی۔ دوسرے لمحے ترشول میں سے ایک تیز سرخ شعلہ نکل کر

بجلی کی طرح راجہ کے دل پہ جا کر ایک زبردست آواز کے ساتھ لگا اور وہ جل کر وہیں بھسم ہو گیا۔ رانی نے تلوار نکال کر وزیر پر حملہ کر دیا۔ یہ ایک بہادر رانی تھی اور اپنے خاوند کی وفادار تھی۔ وہ تلوار سونت کر وزیر کی طرف بڑھی:

"نمک حرام! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

مگر وزیر کے پاس جادو کا ترشول تھا۔ اس کو کیا ڈر ہو سکتا تھا۔ اس نے ترشول کو حکم دیا:

"اے ترشول! اس عورت کو بھی ہلاک کر دے۔"

ترشول میں سے بجلی کی طرح دوسرا شعلہ نکلا اور دھماکے سے رانی کے جسم پر گرا اور رانی کے جسم کو آگ لگ گئی۔ راجہ کی طرح اس کا جسم بھی شعلہ بن کر جلنے لگا اور دیکھتے دیکھتے بھسم ہو گیا۔ وزیر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس نے اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹیں دور کر دی تھیں۔ اب صرف ایک ہی رکاوٹ باقی رہ گئی تھی۔ یہ رکاوٹ فوجوں کے کمانڈر یعنی سیناپتی کی تھی۔ راجہ رانی تو خود بخود موت کے منہ میں آ گئے تھے۔ سیناپتی کو موت کا تحفہ دینے وزیر خود سیناپتی سے ملنے چلا۔ جادو کے ترشول کو اس اپنے چغے کے اندر چھپا لیا تھا۔ راجہ اور رانی کی جھلسی ہوئی سیاہ لاشوں کو اس نے شاہی پلنگ کے نیچے کر دیا کہ کسی کو محل میں ابھی یہ پتہ نہ چلا تھا کہ راجہ اور رانی دونوں مر چکے ہیں

وزیر کو معلوم تھا کہ سینا پتی اس وقت کہاں ہو گا۔ شام کے وقت وہ قلعے کی بڑی گراؤنڈ میں سپاہیوں کی پریڈ دیکھا کرتا تھا۔

وزیر راجہ کے شاہی کمرے سے باہر نکل کر بڑی راہ داری سے ہوتا سنگِ مرمر کی بارہ دریوں والے باغ میں سے گزرنے لگا۔ سامنے سے اسے راجہ کی بیٹی راج کماری کرن آتی دکھائی دی۔ اس کے ہاتھوں میں کنول کے پھول تھے۔ وزیر دل میں ہنسا کہ اسے کیا خبر اس کے ماں باپ موت کی نیند سو رہے ہیں۔ کرن بڑی بھولی بھالی لڑکی تھی۔ اس کی عمر اٹھارہ انیس برس تھی اور چہرہ پھول کی طرح ترو تازہ اور پاکیزہ تھا۔ اس نے وزیر کو دیکھ کر ادب سے نمستے کہا اور بولی:

"مہا منتری جی! میری ماتا جی کو تو آپ نے نہیں دیکھا۔ میں اُن کے لیے تازہ پھول توڑ کر لائی ہوں۔"

وزیر ایک بار پھر دل میں ہنسا۔ پگلی لڑکی نہیں جانتی کہ اس کی ماتا کی لاش اس کے پتا کی لاش کے ساتھ خواب گاہ کے پلنگ کے نیچے جل کر کباب بنی پڑی ہے۔ اس نے راج کماری کرن کی طرف دیکھ کر کہا:

"پتری، تمہاری ماتا جی تو مہاراج کے ساتھ مندر میں پوجا کرنے گئی ہوئی ہیں۔"

راجکماری کرن نے مسکرا کر بڑے بھولپن سے کہا:

اور وہ ہنستی مسکراتی مندر کی طرف چل دی۔ وزیر نے سوچا کہ یہ راجکماری بھی اس کے لیے مشکل پیدا کر سکتی ہے کیونکہ ریاست کے لوگ راج کماری سے پیار کرتے ہیں۔ وزیر نے دل میں ایک اور خطرناک فیصلہ کر لیا اور وہاں سے آگے سینا پتی سے ملنے گراؤنڈ کی طرف آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ شاہی قلعے کی گراؤنڈ میں سینا پتی ایک اونچی مچان پر بیٹھا ہے۔ اس کے آس پاس سپاہی اور جرنیل تلوار لگائے کھڑے ہیں۔ گراؤنڈ میں فوج پریڈ کر رہی ہے اور وہ ان کی پریڈ دیکھ دیکھ کر اپنی مونچھوں کو مروڑ رہا ہے۔

وزیر کو آتا دیکھ کر سینا پتی اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ ملا کر بولا:

"مہا منتری آج اِدھر کیسے تشریف لے آئے۔ بیٹھیے۔ پدھاریئے۔ پدھاریئے۔"

وزیر کچھ دیر سینا پتی کے پاس بیٹھا فوج کی پریڈ دیکھتا رہا۔ اس ساری فوج کی کنجی سینا پتی کے ہاتھ میں تھی۔ اگر سینا پتی اس کے ساتھ مل جائے تو باقی رکاوٹ بھی دور ہو جائے گی۔ وقت بہت کم تھا۔ راجہ رانی کی موت کا راز کسی وقت بھی کھل سکتا تھا۔ وزیر اپنا کام جلد سے جلد کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سینا پتی کے کان میں کہا:

"سینا پتی جی! مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

سینا پتی نے مونچھوں کو مروڑتے ہوئے کہا:

وزیر سیناپتی کو اپنے ساتھ گراؤنڈ سے ہٹ کر ایک اونچی [illegible]
کے پاس بارہ دری میں لے آیا۔ سیناپتی نے تیز تلوار لٹکا رکھی تھی
اور فوجی لباس میں تھا۔ بولا:

"فرمایئے مہامنتری جی! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

وزیر نے ایک گہرا سانس لے کر کہا:

"سیناپتی! اگر میں ابھی اسی وقت راج گدی پر قبضہ کر لوں اور مہاراج بن جاؤں تو کیا آپ میرا ساتھ دیں گے؟"

یہ سن کر سیناپتی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ اس کا ایک ہاتھ تلوار کے دستے پر چلا گیا اور وہ طیش بھری آواز میں بولا:

"مہامنتری یہ بغاوت ہے اور میں باغی کا سر قلم کرنے کے لیے یہاں محل میں بیٹھا ہوں۔"

وزیر نے جادو کا ترشول باہر نکال لیا اور گرج دار آواز میں کہا:

"سیناپتی! میں تمہیں آخری موقع دیتا ہوں۔ سوچ سمجھ لو۔ میرے ساتھ مل جاؤ گے تو میں تمہیں اپنا مہامنتری بنا لوں گا۔ اگر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو گے تو زندہ نہ رہو گے۔"

یہ ایک بڑا کھلا چیلنج تھا جسے بہادر اور راجہ کے وفادار سیناپتی

نے قبول کر لیا اور تلوار کھینچ کر وزیر پر حملہ کرنے کے لیے بڑھا۔ اس دوران میں وزیر نے ترشول اوپر اٹھا کر کہا:

"اے ترشول! اسے قتل کر دے!"

ترشول سے چنگاریاں نکلیں اور وزیر کے ہاتھ سے اڑ کر ایک گونج کے ساتھ سیدھا سیناپتی کے سینے میں جا کر اتر گیا۔ سیناپتی کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ اس کے سینے سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ ترشول اس کے سینے سے نکل کر دوبارہ زور سے اس کے سینے میں جا کر لگی۔ سیناپتی آواز نکالے بغیر بارہ دری میں گر پڑا اور مر گیا۔

آدھ گھنٹے کے اندر اندر محل میں تین خون ہو گئے تھے۔ راجہ، رانی اور سیناپتی مارے جا چکے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وزیر بھاگ کر پریڈ گراؤنڈ میں پہنچ گیا۔ اب بڑی ہوشیاری کی ضرورت تھی۔ لوہا گرم تھا۔ اس پر آخری چوٹ لگانے کا وقت آ گیا تھا۔ وہ سیدھا سیناپتی کی مچان پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ سیناپتی کے سارے جرنیل بھی وہاں کھڑے تھے۔ ان میں ایک جرنیل کا نام بکرم سنگھ تھا۔ وزیر کو معلوم تھا کہ بکرم سنگھ سیناپتی کے خلاف ہے اور اس کی جگہ خود سیناپتی بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ دبی زبان سے ایک بار وزیر سے اس خواہش کا ذکر بھی کر چکا تھا۔ وزیر نے ترشول والا ہاتھ اوپر اٹھا کر سپاہیوں سے کہا:

"ریاست کے سپاہیو! میری بات غور سے سنو! مجھے دیوتا اندر پوری نے اس ریاست کا راجہ چن لیا ہے۔"

اس اعلان کے ساتھ ہی سپاہیوں میں شور سا مچ گیا۔ جرنیلوں نے تلواریں نکال لیں۔

وزیر نے فوراً کہا:

"سنو! دیوتا اندر پوری کو اگر تم لوگوں نے ناراض کیا تو وہ اس شہر پر آگ کی بارش کر کے اسے تباہ و برباد کر دے گا۔ دیوتا اندر پوری نے اپنی نشانی کے لیے مجھے اپنا ترشول دیا ہے۔ میں تمہیں اس کی کرامت دکھاتا ہوں۔"

وزیر نے ترشول کو حکم دیا:

"اے ترشول! میدان کے خالی حصے پر آگ کی بارش کر دے۔"

ترشول میں سے چنگاریاں نکلیں اور اس کے بعد سرخ شعلوں کے تیر نکل نکل کر میدان کے اس حصے پر گرنے لگے جہاں سپاہی نہیں تھے۔ اس کرامت کو دیکھ کر سب ڈر گئے اور انہوں نے مہاراجہ کی جے ہو — اندر دیوتا کی جے ہو کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔

وزیر نے اس کے ساتھ ہی اعلان کیا:

"تمہارا سینا پتی اور راجہ رانی کو اندر دیوتا نے اپنے پاس سورگ میں بلا لیا ہے۔ اور آج سے میں راجہ ہوں اور فوج کا سینا پتی بکرم سنگھ کو مقرر کرتا ہوں۔"

بکرم سنگھ بڑا خوش ہوا۔ اس کا خواب پورا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی تلوار نکال کر وزیر کے آگے رکھ دی اور کہا:

"میں نئے راجہ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

پھر اس نے سپاہیوں اور دوسرے جرنیلوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"میرے بہادر سپاہیو! آج سے میں تمہارا سینا پتی ہوں اور میں تمہاری تنخواہ بڑھا رہا ہوں۔"

سپاہیوں نے خوش ہو کر سینا پتی کی جے ہو کے نعرے لگائے۔ وزیر نے بکرم سنگھ سے ہاتھ ملایا اور دوسرے جرنیلوں نے وزیر کے آگے اپنے اپنے سر جھکا کر اعلان کیا کہ وہ اندر دیوتا کی مرضی کے مطابق اپنے نئے راجہ کے وفادار رہیں گے۔

وزیر نے محل میں آ کر سینا پتی بکرم سنگھ سے کہا:

"راج کماری کرن کو فوراً گرفتار کر کے تہہ خانے میں بند کر دیا جائے۔"

بکرم سنگھ تو حکم کا غلام تھا۔ فوراً سر جھکا کر بولا:

"مہاراج ایسا ہی ہو گا۔ ابھی راج کماری کرن کو خود جا کر

گرفتار کرتا ہوں۔

اب وزیر ریاست کا راجہ بن بیٹھا۔ جادو کا ترشول وہ بہت سنبھال کر رکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے اپنے خاص کمرے میں دیوار کے اندر ایک خفیہ طاق بنایا۔ اس میں ترشول کو رکھ دیا۔ اب وزیر راجہ بن کر راج گدی پر بیٹھ گیا۔

دوسری طرف ماریا اور عنبر گھوڑوں پر سوار سفر دلی سے ہمالیہ کی پہاڑیوں کی طرف درگا دیوی کے مندر کی طرف سفر کر رہے تھے۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ سادھو جس کے پاس جادو کی ترشول ہے اور جس ترشول میں ناگ قید ہے وہ درگا دیوی کے مندر کی طرف گیا ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سادھو کو ریاست باغپت کے وزیر نے ہلاک کروا کر ترشول اپنے قبضے میں کر لیا ہے اور وہ ریاست کا راجہ بن کر بیٹھ گیا ہے۔ ماریا اور عنبر کو سفر کرتے چھ روز ہو گئے تھے۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کر رہے تھے۔ ماریا گھوڑے پر بیٹھی نظر نہیں آتی تھی۔ صرف اس کا خالی گھوڑا عنبر کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ سفر کرتا تھا۔ ماریا صرف اس شے کو غائب کر سکتی تھی جو اس کے ہاتھ میں آ جائے۔ یعنی جو زمین سے اٹھا کر ماریا کے دونوں ہاتھوں یا کندھے یا سر پر رکھی جا سکے۔ جس چیز کی ٹانگیں زمین پر ہوں اس کو ماریا غائب نہیں کر سکتی تھی۔ چونکہ گھوڑے کا تعلق زمین کے ساتھ رہتا تھا اس لئے

وہ دکھائی دے رہا تھا۔ اگر ماریا گھوڑے کو زمین سے اوپر اٹھا سکتی تو گھوڑا بھی اس کے ساتھ ہی غائب ہو سکتا تھا۔

عنبر نے ایک جگہ پہنچ کر ماریا سے کہا:

"یہاں ایک ندی بہتی ہے۔ کیوں نہ غسل کر لیا جائے۔"

"میرا بھی نہانے کو دل چاہ رہا ہے۔"

وہ گھوڑے سے اتر پڑے۔ انہوں نے ندی کے ٹھنڈے پانی میں غسل کیا۔ کپڑے دھو کر دھوپ میں سکھائے۔ درختوں سے تازہ پھل توڑ کر کھایا اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر درگا دیوی کے مندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ دس روز کے سفر کے بعد وہ درگا دیوی کے مندر کے پاس پہنچ گئے۔

یہ مندر پہاڑی کے اوپر پتھروں کے اندر تراش کر بنایا گیا تھا۔ ہندو لوگ دور دور سے آ کر اس مندر میں درگا مندر کی پوجا کرتے تھے۔ ایک پجاری اس کا مالک بنا بیٹھا تھا۔ وہ آنے والوں سے بھاری ٹیکس وصول کرتا اور جب تک ہر مسافر ایک اشرفی نہ دیتا وہ اسے درگا دیوی کے درشن نہیں کرنے دیتا تھا۔

اتفاق کی بات ہے کہ مرہٹہ سردار ہولکر راؤ کا گورو دیو جس نے سب سے پہلے ناگ کو ترشول میں قید کر کے ترشول مرہٹہ سردار کو دی تھی اسی مندر کی ایک جانب چٹان کے اندر رہتا تھا اور پوجا پاٹھ کرتا تھا۔ ماریا عنبر کو اس کے بارے میں کچھ

معلوم نہیں تھا۔ مندر سے کچھ دور دونوں رُک گئے اور گھوڑے سے اُتر آئے۔

عنبر نے ماریا سے کہا:

"تم میرے ساتھ رہنا ماریا بہن! میں نے اس سادھو کو دیکھا تو نہیں لیکن ترشول سے میں اسے پہچان لوں گا۔ آؤ اب چلیں اور ہاں ـــــ جب تک اس کی ضرورت نہ پڑے۔ تم کوئی حرکت نہ کرنا!"

ماریا نے کہا کہ وہ ان باتوں کا خیال رکھے گی۔ انہوں نے اپنے گھوڑے چرنے کے لیے وادی میں کھلے چھوڑ دیئے اور خود درگا مندر کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک پہاڑی راستہ مندر کو جاتا تھا۔ وہ اس پر چلتے مندر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ایک تلسی کا بہت بڑا درخت مندر کے صحن میں اُگا ہوا تھا جس کی چھاؤں میں چبوترے پر بیل کا بت بنا ہوا تھا۔ اس بت پر سیندور ملا ہوا تھا جس سے وہ سرخ ہو رہا تھا۔ بیل کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے۔ بڑا پجاری مندر کے دروازے پر لکڑی کی بڑی چوکی پر اپنا موٹا پھولا ہوا پیٹ باہر نکالے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اور مندر میں جانے والوں سے ایک ایک اشرفی لیے جاتا تھا۔ ایک بوڑھی عورت لاٹھی ٹیکتی آئی اور اس نے پجاری کو ایک جلتا ہوا چراغ دے کر کہا:

"مہاراج! میرے پاس اس چراغ کے سوا کچھ نہیں۔ میں غریب بیوہ عورت ہوں۔ میں نے اپنے سفید بالوں کو کاٹ کر اس کی بتی بنا کر اس چراغ کو روشن کیا ہے۔ مجھے درگا دیوی کے درشن کرنے دیں۔"

موٹے پجاری نے حقارت سے بوڑھی عورت کو دیکھا اور کہا:

"لے جا اس چراغ کو مائی۔ پیچھے ہٹ اور دوسروں کو درشن کے لیے اندر آنے دو۔"

پجاری نے ہاتھ سے بوڑھی عورت کو پیچھے دھکا دیا۔ عورت گرتے گرتے بچی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ لوگ ایک ایک اشرفی دے کر مندر کے اندر جا رہے تھے اور درگا دیوی کے درشن کر کے دوسرے دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ بوڑھی عورت نے پجاری کی رو رو کر منتیں کیں کہ بھگوان کے لیے مجھے درشن کر لینے دو۔ میں غریب بوڑھی عورت ہوں۔ میرے بال سفید ہو چکے ہیں۔ مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ پھر بھی مجھے درگا دیوی کی محبت بڑی دور سے کھینچ کر یہاں لائی ہے۔ مگر مغرور پجاری نے بوڑھی عورت کو دھتکار دیا اور مندر میں داخل نہ ہونے دیا۔

بے چاری عورت نے باہر تلسی کے درخت کے چبوترے پر اپنا چراغ رکھ دیا۔ ماریا اور عنبر ایک طرف بیٹھے یہ سارا تماشا دیکھ رہے تھے۔ عورت کا چراغ دن کی روشنی میں خاموشی سے جل رہا تھا۔

ماریا نے عنبر سے کہا:

"مجھے اس بوڑھی عورت پر بڑا ترس آتا ہے بے چاری نے اپنے سفید بالوں کی بتی بنا کر اس چراغ میں جلائی ہے۔ حرامی پجاری کو دیکھو کیا سانڈ بنا بیٹھا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"کیا تم اس بوڑھی عورت کو گود میں اٹھا سکتی ہو؟ میرا مطلب ہے کہ جب تم اسے گود میں اٹھا لو گی تو یہ خود بخود غائب ہو جائے گی۔ پھر تم اسے اندر لے جانا۔"

ماریا نے کہا:

"بڑی کمزور سی گڑیا سی بوڑھی عورت ہے۔ اس کو میں بڑی آسانی سے گود میں اٹھا لوں گی۔"

عنبر بولا:

"تو پھر اس محبت کی ماری غریب عورت کو درگا دیوی کے درشن کرا دو۔ ہم سادھو کو بعد میں تلاش کر لیں گے۔"

"اچھا۔"

یہ کہہ کر ماریا اس چبوترے کے پاس آگئی جہاں بوڑھی عورت اپنے جلتے ہوئے چراغ کے پاس بیٹھی، سر جھکائے بڑی حسرت سے

مندر کے اندر جانے والوں کو تک رہی تھی۔ اس کی بوڑھی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ماریا نے بوڑھی عورت سے کوئی بات نہ کی۔ جاتے ہی اسے خاموشی سے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ بوڑھی عورت ایک دم سے غائب ہو گئی۔ کیونکہ وہ زمین سے کٹ کر ماریا کے بازوؤں میں آگئی تھی۔ بوڑھیا بڑی ہلکی تھی۔ ماریا کو یوں لگا۔ جیسے اس نے کسی ننھی سی بلی کو اٹھا رکھا ہو۔ بوڑھی عورت کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ وہ دہشت زدہ ہو گئی۔ اور لکڑی اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اس نے چیخ کر کچھ بولنا چاہا ہی تھا کہ ماریا نے بڑی میٹھی آواز میں اس کے کان میں کہا:

"ماں! میں درگا دیوی کی بہن ہوں۔ مجھے دیوتاؤں نے آسمان سے تمہاری خاطر بھیجا ہے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا کر درگا دیوی کے درشن کراؤں گی۔ مگر تم کسی کو بتانا کچھ نہیں۔ خاموش رہنا۔"

بوڑھی عورت کے چہرے پر خوشی کی چمک آگئی۔ اس نے سر ہلا کر کہا:

"جے درگا ماتا کی۔"

ماریا مندر کے دروازے پر آگئی۔ موٹا پجاری سانڈ کی طرح بیٹھا اندر جانے والوں سے ٹیکس وصول کر کے ایک صندوقچی میں ڈالے جا رہا تھا۔ ماریا بڑے آرام سے اس کے قریب سے گذر کر مندر میں داخل

ہو گئی۔ مندر کے اندر ایک کمرہ تھا۔ جس کی دیوار کھود کر درگا دیوی
کا سُرخ بت بنایا گیا تھا۔ یاتری اس کے درشن کرتے۔ ہاتھ جوڑ کر
پرنام کرتے اور درگا دیوی کے قدموں میں پھول، چاول، پھل وغیرہ
رکھ کر دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے۔ ماریا نے اندر جاتے
ہی بوڑھی عورت کو گود سے اتار دیا۔ وہ سب کو نظر آنے لگی
عورت نے آگے بڑھ کر درگا دیوی کو جھک کر پرنام کیا اور کہا

"درگا ماتا! میرے پاس تمہارے قدموں میں نچھاور کرنے
کے لیے سوائے میری آنکھوں کے آنسوؤں کے اور کچھ
نہیں ہے۔ مجھے معاف کر دینا۔ میرے آنسوؤں کا نذرانہ
قبول کر لینا۔"

بوڑھی عورت نے سر جھکایا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے
قطرے ٹپ ٹپ درگا دیوی کے قدموں پر گرنے لگے۔ ماریا نے محسوس کیا کہ
درگا دیوی کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آگئی اور بت کی
آنکھیں ایک دم سے جیسے زندہ ہو گئیں اور انہوں نے ایک شفقت
بھری نظر بوڑھی عورت پر ڈالی۔ ان آنکھوں سے مہر و محبت کی ایک
سبز روشنی نکل کر بڑھیا پر پڑی جس سے اس کا سارا جسم نورانی ہو گیا
دوسرے لوگوں نے چونک کر بوڑھیا کی طرف دیکھا۔ بوڑھیا کے چہرے
پر نور مسکرا رہا تھا۔ یاتریوں نے جے درگا ماتا۔ جے درگا ماتا کا شور مچا
دیا۔ موٹا پجاری بھاگ کر اندر آیا کہ دیکھے کیا ہو رہا ہے۔

اس کی نظر بوڑھی عورت پر پڑی تو وہ غصّے سے اس کی طرف
بڑھا۔ غصّے میں اسے یہ بھی دکھائی نہ دیا کہ درگا دیوی کی آنکھوں
سے نور کی روشنی نکل کر بوڑھیا کے چہرے پر پڑ رہی ہے اور اس
کا جسم نور ہی نور میں ڈوب گیا ہے۔

اس نے بوڑھی عورت کو کھینچ کر کہا:

"تو اندر کیسے آگئی مکار بوڑھیا؟"

اس کے ساتھ ہی درگا دیوی کے بت کی آنکھوں کی روشنی بجھ
گئی۔ مگر بوڑھی عورت کا چہرہ اسی طرح نورانی تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔
اس نے کہا:

"مہاراج! مجھے درگا ماتا خود اندر لائی ہے۔"

"تو بکواس کرتی ہے۔ چل نکل یہاں سے۔"

اور پجاری نے بوڑھی عورت کو باہر کی طرف کھینچا۔ درگا دیوی
کے بت نے کوئی حرکت نہ کی۔ لیکن اب ماریا سے خاموش نہ رہا گیا۔
اس نے پجاری کی گردن پر ایک ایسا مکّا مارا کہ وہ قلا بازیاں
کھاتا ہوا باہر جا گرا۔ بوڑھی عورت کو ماریا نے گود میں اٹھا لیا۔ پجاری
نے اپنی گردن ملتے ہوئے پلٹ کر اندر دیکھا تو بوڑھی عورت غائب
تھی۔ اب پجاری بھی خوف زدہ ہو گیا اور جلدی سے اپنی چوکی پر
آ کر اشلوک پڑھنے لگا۔ پھر جو اس نے تلسی کے درخت کی طرف
دیکھا تو وہی بوڑھی عورت چبوترے پر بیٹھی تھی اور اس کے چہرے

سے نور برس رہا تھا۔ چراغ خاموشی سے اس کے پاس جل رہا
ماریا نے عنبر سے کہا:
"سب ٹھیک ہوا نا؟"
عنبر بولا:
"بالکل ٹھیک ہوا۔ اس عورت کے دل میں درگا ماتا کے
لیے جو محبت ہے۔ اس نے اس کے چہرے پر نور بکھیر
دیا ہے۔ بڑی نیک اور پاک باز عورت ہے یہ۔ اصل
میں نیکی اور پاک بازی کا اپنا ایک نور ہوتا ہے۔ جو ہر نیک
بچی نیک لڑکی اور نیک لڑکے کے چہرے کو نورانی بنا
دیتا ہے۔ ایسی لڑکی اور لڑکا بڑھاپے تک خوب صورت
رہتے ہیں اور یہ نور، پاک بازی اور نیکی اپنے دل اور
دماغ کو برے خیالوں سے پاک رکھنے، بڑوں کا ادب کرنے
اُن کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لینے اور خدا اور اس
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے سے آتی ہے۔"
ماریا نے کہا:
"کیوں نہیں۔ ہمارا عیسائی مذہب بھی یہی تعلیم دیتا ہے
کہ نیک بنو، سچے بنو، اپنے دل کو گناہ بھرے خیالوں سے
پاک رکھو۔"
"اس میں کوئی شک نہیں ماریا۔ مسلمانوں پر حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی محبت اور احترام فرض ہے۔ ہم اُن سے
بھی محبت کرتے ہیں اور عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کے
نبیؑ تھے۔"
ماریا اور عنبر یہ باتیں کر رہے تھے کہ اچانک بادل آ گئے اور
ہوا چلنے لگی۔ پھر طوفانی آندھی چلنے لگی اور ساتھ ہی بڑے زور کی
ش شروع ہو گئی۔ درخت شائیں شائیں کرنے لگے۔ لوگ بھاگ
مندر کے اندر جا چھپے۔ پجاری بھی اندر چلا گیا۔ وہ ابھی تک حیران
کہ اس کی گردن پر کس نے مکا مارا تھا۔ وہ کچھ گھبرایا ہوا تھا۔
ان بڑے زور سے چل رہا تھا۔ بارش زوروں پر ہو رہی تھی۔ ہوا
جھکڑ چیخ رہے تھے۔
اس بارش اور آندھی کے طوفان میں لوگوں کی نظر جب مقدس کے
ت کے چبوترے پر پڑی تو حیرت سے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اس
ت کے نیچے بوڑھی عورت کا جلایا ہوا چراغ اسی طرح جل رہا
اس کی لَو انگلی کی طرح اوپر کو اٹھی ہوئی تھی جیسے کہہ رہی
خدا ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیز ہواؤں
بارش کا اثر چراغ کی لو پر بالکل نہیں ہو رہا تھا۔ بوڑھی عورت
چہرے پر بھی نور تھا اور وہ مسکرا رہی تھی۔ اس پر نہ بارش
رہی تھی نہ تیز آندھی اسے اپنی جگہ سے ہلا رہی تھی۔ لوگوں نے
ے ماتا جے ماتا" کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

عنبر نے کہا:

"اس بوڑھی عورت کے اندر اس کی محبت اور عقیدت نے خدا کے نور کو بیدار کر دیا ہے۔"

بوڑھی عورت چبوترے پر سے اٹھی۔ اس نے جلتا ہوا چراغ اپنی ہتھیلی پر رکھا اور لاٹھی وہیں چھوڑ کر بارش اور آندھی کے طوفان میں پہاڑی کے نیچے اتر کر نظروں سے غائب ہو گئی۔ لوگ دیر تک جے ماتا جے ماتا کے نعرے لگاتے رہے۔

ماریا نے کہا:

"یہ عورت تو لاٹھی کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتی تھی۔ اب کیسے اپنے آپ چلنے لگی؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"اب اسے لاٹھی کی ضرورت نہیں رہی۔ اب خدا اس کا سہارا بن گیا ہے۔ وہ خود اسے سیدھا راستہ دکھا رہا ہے۔"

عورت کے پہاڑیوں میں غائب ہوتے ہی آندھی اور بارش کا طوفان ختم گیا۔ لوگ مندر میں سے نکل آئے۔ پجاری پھر اپنی چوکی پر آ کر بیٹھ گیا اور یاتری درشن کرنے ایک ایک کر کے اشرفی دے کر مندر میں جانے لگے۔

ماریا نے کہا:

"اس پجاری پر کوئی اثر نہیں ہوا؟"

عنبر نے کہا:

"بعض لوگوں کے دلوں پر مہریں لگی ہوتی ہیں۔ ان پہ کوئی کرامت، کوئی معجزہ اور کسی اچھی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

ماریا مسکرا دی:

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو عنبر! یہ موٹا سانڈ پجاری بھی ان ہی لوگوں میں سے ہے۔"

عنبر نے کہا:

"چلو اس سادھو کو تلاش کرتے ہیں جس کے لیے ہم نے اتنا لمبا اور مشکل سفر کیا ہے۔"

دونوں وہاں سے اٹھے اور انہوں نے مندر کے اردگرد پھرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے ایک ایک کوٹھڑی، ایک ایک استھان اور ایک ایک سمادھ دیکھی۔ کسی جگہ اسے ترشول والا سادھو دکھائی نہ دیا۔ وہاں سادھو بہت تھے مگر کسی کے پاس ترشول نہیں تھا۔ سب کے پاس لکڑی کی لاٹھیاں تھیں یا کشکول تھے جو انہوں نے آگے رکھے ہوئے تھے۔ لوگ گزرتے ہوئے ان میں خیرات کے پیسے اور مٹھائی ڈالتے جاتے تھے۔

"یہاں تو ترشول والا ایک بھی سادھو نظر نہیں آتا۔"

ماریا نے کہا:

عنبر مندر کی ایک طرف چٹان کی دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا
جہاں اسے کوٹھڑی کے باہر ایک سفید بالوں والا سادھو آلتی پالتی
مارے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک چھوٹا سا ترشول
زمین میں گڑھا ہوا تھا۔

عنبر نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا:

ماریا! وہ دیکھو ایک ترشول والا سادھو!

ماریا نے دیکھا تو خوش ہو کر بولی:

"یہی وہ سادھو ہوگا۔ اسی کے ترشول میں ناگ قید ہے۔ چلو
میں اس کا ترشول اٹھا کر غائب کرتی ہوں۔"

دونوں سادھو کے قریب آ گئے۔ یہ وہی گورو دیو تھا جس نے سب
سے پہلے ناگ کو ترشول میں قید کیا تھا اور ترشول اپنے شاگرد مرہٹہ سردار
ہونکر راؤ کو دے دی تھی۔ ماریا اور عنبر سادھو گورو دیو کے سامنے جا کر
کھڑے ہو گئے۔ گورو دیو کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا
عنبر گورو دیو کے آگے ادب سے بیٹھ گیا۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ
اس کی محبت کی وجہ سے سلام کرنے وہاں آیا ہے۔ ساتھ ہی اس نے
ماریا کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جا کر ترشول اٹھا لو اور اسے غائب کر دو۔

ماریا آگے بڑھی۔ اس نے ترشول پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ گورو دیو
نے آنکھیں بند کیے ہوئے آہستہ سے کہا:

"میری بیٹی! اس ترشول کو لے کر کیا کرو گی یہ وہ ترشول نہیں

ہے جس کی تم دونوں کو تلاش ہے۔"

ماریا اور عنبر دونوں ہی اپنی اپنی جگہوں پر ٹھٹک سے ہو کر رہ
گئے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے گورو دیو کو تکنے لگے جس کی آنکھیں ابھی
تک بند تھیں۔ گویا وہ ایک بڑا صاحب دل اور روشن دل آدمی تھا
عبادت اور ریاضت کی وجہ سے اس کے اندر یہ طاقت پیدا ہو
گئی تھی کہ وہ غیبی چیزوں کو دیکھ لیتا تھا۔ عنبر اور ماریا کا راز فاش ہو
گیا تھا۔ اب کچھ چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ماریا عنبر کے پاس
آ گئی۔ عنبر نے بڑے ادب سے کہا:

"اگر آپ ہمارے دل کا حال جان ہی گئے ہیں تو ہمیں یہ بھی
بتا دیجئے کہ اصلی ترشول کہاں ہے؟"

بے ایمان سوداگر

گورو دیو نے آنکھیں کھول دیں۔

اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے اس جگہ کی طرف
دیکھا جہاں ماریا بیٹھی تھی۔ حالانکہ کوئی اور دیکھتا تو اسے وہ جگہ
نظر آتی۔ مگر گورو دیو وہاں ماریا کو بیٹھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ یہ
اس کی تپسیا اور ریاضت اور عمل کرنے کی وجہ سے تھا۔ اس
کسی نیکی یا خدا سے محبت کا دخل نہیں تھا۔ چنانچہ ایسی ایسی کرا
اسلام سے پہلے بھی لوگ کیا کرتے تھے۔ لیکن اسلام جب نور بن کر
میں آیا تو اس نے اس قسم کی شعبدہ بازیوں کو منع کیا اور انسان کو
خدمت، انسانوں کے حق کو ادا کرنے اور نیک عمل کرنے کی ہدای
کی۔ یہی وجہ تھی کہ عنبر اس سادھو کی کرامت سے ذرا بھی متاثر نہ
ہوا تھا۔ جب کہ ماریا پر اس کا کافی اثر ہوا تھا۔ گورو دیو نے
کہا:

"بچو! میں تم کو ایک راز بتانے لگا ہوں۔ مجھ سے ایک
غلطی ہو گئی تھی۔ میں نے ہی تمہارے بھائی اور دوست

ناگ کو ترشول میں قید کیا تھا۔"

عنبر اور ماریا اس کا منہ تکنے لگے۔ گورو دیو کہنے لگا:

"یہ سب کچھ میں نے اپنے شاگرد ہولکر راؤ کی محبت کی
وجہ سے کیا مگر وہ بھی زندہ نہ رہ سکا اور سلطان شہاب
الدین کی فوج نے اسے ہلاک کر ڈالا۔"

ماریا نے پوچھا:

"گورو دیو! کیا یہ وہ ترشول نہیں ہے جس میں ہمارا
بھائی قید ہے؟"

گورو دیو نے کہا:

"نہیں۔ یہ وہ ترشول نہیں ہے۔ عنبر نے وہ ترشول
دیکھا ہے۔ اس سے پوچھو کہ کیا یہ وہی ترشول ہے؟"

عنبر نے کہا:

"میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ وہ نہیں ہے۔ وہ اس سے
ذرا بڑا تھا اور زیادہ چمک دار تھا۔"

ماریا کہنے لگی:

"بابا! وہ ترشول ہمیں کہاں ملے گا۔ ہم تو اس کی تلاش
میں یہاں بڑی دور سے آئے ہیں۔"

گورو دیو نے کہا:

"وہ ترشول اس وقت ریاست باغپت کے راجہ وزیر

کے قبضے میں ہے اور اس نے اسے اپنے سونے کے
کمرے میں پلنگ کے پیچھے دیوار میں چھپا رکھا ہے۔"
عنبر نے پوچھا:
"یہ راجہ وزیر کا مطلب کیا ہوا؟"
گورو دیو نے کہا:
"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اصلی راجہ نہیں ہے۔ اصلی
راجہ اور رانی کو اس نے قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا
ہے اور خود راجہ بن بیٹھا ہے۔ اس نے اصلی راجہ کی
راج کماری کرن کو بھی قید میں ڈال رکھا ہے۔"
ماریا نے کہا:
"یہ ریاست کہاں پر ہے؟"
گورو دیو بولا:
"یہاں سے مغرب کی طرف سات دن کے سفر پر ایک
دریا آئے گا۔ اس دریا کے پار ایک خوب صورت وادی
ہے۔ اس وادی میں ریاست باغبت کا خوب صورت سونے
کے کلس والا راجہ کا محل ہے۔ یہ محل قلعے کے اندر ہے۔
قلعے کے سات دروازے ہیں جن پر شیر پہرہ دیتے ہیں۔"
عنبر نے کہا:
"گورو دیو! آپ ہمیں کوئی ایسی ترکیب بتایئے کہ جس سے

ترشول میں قید ہمارے بھائی ناگ کے جادو کا
ہو سکے اور ہم اسے ترشول کی قید سے آزاد کرا
ماریا نے کہا:
"چونکہ آپ نے ہی اسے قید کیا ہے تو آپ ہی اسے آ
بھی کرا سکتے ہیں۔"
گورو دیو نے آہ بھر کر کہا:
"کاش میں اپنے جادو کا توڑ کر سکتا۔ لیکن یہ بات میرے
اختیار میں نہیں ہے۔ میں اپنے جادو کا توڑ نہیں کر سکتا۔"
عنبر نے کہا:
"تو پھر گورو دیو [illegible] سا جادو کس کام کا جس کا توڑ [illegible] سکے
اسی لیے تو ہمارے مذہب اسلام نے جادو کو حرام کہا
ہے۔"
گورو دیو نے کہا:
"تمہارا دین اسلام سچا دین ہے۔ اس کا توڑ اسلام کے
پاس ہی ہے، کیوں کہ اسلام اس قسم کی جادوگریوں کو
توڑنے کے لیے ہی دنیا میں آیا تھا۔"
عنبر نے پوچھا:
"تو پھر ہمیں اسلام سے اس کا توڑ کیسے اور کیوں کر ملے
گا؟ کیا یہ آپ ہمیں بتا سکتے ہیں۔ ہم آپ کے شکر گزار

ہوں گے۔"

گورد دیو کہنے لگا:

"جب تم سات روز کے سفر کے بعد دریا کے کنارے پر پہنچو گے تو وہاں تمہیں کٹیا نظر آئے گی۔ اس کٹیا میں اللہ کا ایک نیک مسلمان بزرگ رہتا ہے۔ وہ دن رات خدا کی عبادت بھی کرتا ہے اور لکڑیاں کاٹ کر اسے فروخت کر کے حلال کی روٹی کھاتا ہے۔ وہاں کسی کو معلوم نہیں کہ وہ بہت بڑا بزرگ ہے۔ اس کو جا کر میرا اسلام کہنا اور میری طرف سے ہاتھ جوڑنا۔ وہ تمہیں میرے جادو کی ترشول کا توڑ بتا دے گا۔ اب تم جاؤ۔ میں جو گناہ کر چکا ہوں مجھے بھگوان سے اس کی معافی مانگنے دو۔"

یہ کہہ کر گورد دیو نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کے چہرے پر ایسا اثر آ گیا جیسے وہ اپنے مالک حقیقی کے آگے گڑگڑا اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہو۔ عنبر نے ماریا کو اشارہ کیا کہ اب ہمیں چلے جانا چاہئے۔ وہ دونوں وہاں سے ہٹے اور مندر کے چبوترے کی طرف آ گئے۔

ماریا نے کہا:

"اب کیا ارادہ ہے؟"

عنبر نے کہا:

"سوائے اس کے اور کیا ارادہ ہو سکتا ہے کہ ہم ریاست کی طرف اپنا لمبا سفر شروع کر دیں۔"

ماریا نے کہا:

"یہی سڑک مغرب کی طرف جاتی ہے اور ہمیں مغرب کی ہی جانا ہے، چلو اسی راستے پر چلتے ہیں۔"

عنبر اور ماریا اس سڑک پر روانہ ہو گئے۔ موسم خوشگوار تھا۔ طوفانی بارش کی وجہ سے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آسمان پر ابھی ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ دونوں کو سفر کرتے جب شام ہو گئی تو انہیں دور ایک گاؤں دکھائی دیا۔ پہاڑی علاقہ ختم ہو گیا تھا اور گھنے جنگل شروع ہو گئے تھے۔ یہ گاؤں جنگل کے کنارے پر تھا۔ ابھی ان کا چھ دن کا سفر باقی تھا۔ پھر میدان آنا تھا اور ایک دریا ــــ جس کے کنارے پر انہیں ایک مسلمان درویش سے ملنا تھا اور جادو کے ترشول کا توڑ دریافت کرنا تھا۔

گاؤں کے گھروں میں دیئے جل رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے گھر تھے۔ کھیتی باڑی کرنے والے سیدھے سادے لوگ رہتے تھے۔

عنبر اور ماریا کو گھوڑوں کی ضرورت تھی۔ ان کے اپنے گھوڑے وادی میں گم ہو چکے تھے۔ گاؤں میں پہنچ کر عنبر نے وہاں کے مکھیا سے ملاقات کی۔ مکھیا اس آدمی کو کہتے ہیں جو گاؤں کا چوہدری ہو۔

عنبر نے اسے بتایا کہ وہ مسافر ہے اور اسے ابھی بڑی دور جانا ہے۔

"کیا مجھے یہاں گھوڑے مل سکتے ہیں؟ میں دو گھوڑے خریدنا چاہتا ہوں۔"

مکھیا نے کہا:

"ہاں بیٹا۔ ہم تمہیں گھوڑے خریدوا دیں گے۔ گاؤں میں ایک گھوڑوں کا سوداگر بھی رہتا ہے جو گھوڑے پالتا ہے اور پھر شہر سے جا کر انہیں فروخت کرتا ہے۔"

مکھیا عنبر کو گھوڑوں کے سوداگر کے پاس لے گیا۔ سوداگر نے (عنبر) کو دو گھوڑے دکھائے جن کا رنگ سیاہ تھا۔ اور جو بڑے طاقتور گھوڑے تھے۔ عنبر نے سوداگر کو گھوڑوں کی پوری رقم کر ادا دی۔ سوداگر نے کہا:

"تم رات کو سفر نہ کرو۔ جنگل میں درندے ہوتے ہیں۔ رات میرے گھر میں رہ جاؤ۔ صبح چلے جانا۔"

پھر اس نے عنبر سے پوچھا:

"تم اکیلے ہو۔ پھر دو گھوڑے کس لیے خریدے ہیں تم نے؟"

ماریا پاس ہی کھڑی تھی۔ عنبر نے اندازے سے اس طرف دیکھا جدھر سے اسے ماریا بہن کی خوشبو آ رہی تھی اور بولا،

"بھائی سوداگر میں سفر کرتے ہوئے ہمیشہ دو گھوڑے اپنے

پاس رکھتا ہوں تاکہ اگر ایک گھوڑا بیمار ہو جائے تو میں اسے وہیں چھوڑ دوں اور دوسرے گھوڑے پر سفر کرنا شروع کر دوں۔"

یہ سوداگر بڑا خطرناک اور دھوکے باز شخص تھا۔ وہ اپنے اکیلے گاہک سے دھوکے بازی کر دیا کرتا تھا۔ اب جب اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکا اس کے پاس گھوڑے خریدنے آیا ہے اور اس کے پاس سونے کی اشرفیاں بھی ہیں تو اس کی نیت خراب ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ آدھی رات کو وہ گاہک لڑکے کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے گا اور پھر اس کی لاش گاؤں سے باہر جنگل میں جا کر گڑھے میں دبا دے گا اور صبح کو مشہور کر دے گا کہ گاہک خدا جانے راتوں رات کہاں غائب ہو گیا ہے۔ اس طرح سے دونوں گھوڑے بھی اس کے پاس رہ جائیں گے اور وہ گاہک کی ساری دولت پر بھی قبضہ کر لے گا۔

اس نے عنبر کو ایک کوٹھڑی میں کھاٹ ڈال دی اور اوپر دری بچھا دی اور کہا:

"بھائی آپ میرے مہمان ہیں۔ یہاں آرام کریں۔ میں آپ کے لیے روٹی اور گوشت لاتا ہوں۔"

جب وہ چلا گیا تو ماریا نے عنبر سے کہا:

"ہمیں اس سے پوچھنا چاہیئے کہ چھ دن کے سفر کے بعد دریا کس طرف کو آئے گا۔"

عنبر نے کہا:

"ابھی معلوم کر لوں گا۔ ویسے تم نے بھی سُنا ہو گا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آگے جنگل درندوں سے بھرا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں جنگل کے اوپر سے ہو کر جانا چاہیئے۔ اگرچہ درندے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لیکن وہ خوامخواہ ہمارا وقت ضائع کریں گے۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔"

اتنے میں سوداگر روٹی اور بھنا ہوا گوشت لے آیا۔ وہ خود ہندو تھا مگر اپنے مسلمان مہمان عنبر کے لیے خاص طور پر گوشت پکا کر لایا تھا۔ عنبر کو کوئی بھوک پیاس نہیں تھی۔ لیکن وہ جب چاہے بھوک اور پیاس لگا لیتا تھا۔ اس نے بھوک پیدا کر لی اور گوشت بڑے شوق سے کھایا۔ سوداگر اس کے پاس بیٹھا رہا۔ عنبر کو اپنے قریب ہی سے ماریا کی خوشبو آ رہی تھی۔ ایک بار اس نے یوں ہی مذاق سے ماریا سے کہا:

"تم بھی کچھ کھا لو دوست!"

سوداگر نے کہا:

"جی نہیں شکریہ آپ ہی کھائیں مہاراج!"

عنبر نے کہا:

"میں تم سے نہیں کہہ رہا تھا بھائی!"

"تو پھر آپ کس کو کھانے کی دعوت دے رہے تھے؟"

عنبر مسکرا کر بولا:

"اصل میں میرے ساتھ میرا ایک ہم زاد بھی سفر کر رہا ہے۔ میں اس سے بات کر رہا تھا۔"

ہندو سوداگر ہنس کر کہنے لگا:

"مہاراج! آپ بہت مذاق کرتے ہیں۔ بڑی ہنس مکھ طبیعت ہے آپ کی۔ اچھا اب آپ آرام کریں۔ میں صبح آپ کو جگا دوں گا۔ یہ دودھ کا کٹورا میں یہیں رکھے جاتا ہوں۔ نمستے! نمستے!"

سوداگر چلا گیا تو ماریا نے تنک کر کہا:

"یہ کیا مذاق سوجھا تھا تمہیں؟"

عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا:

"بھئی کبھی کبھی ہمیں اپنی بہن کو چھیڑنے کو دل چاہتا ہے۔"

ماریا نے کہا:

"اچھا تو اب میں بھی تمہیں چھیڑا کروں گی۔"

اتفاق سے سوداگر ابھی کوٹھڑی کے باہر ہی تھا اور جائزہ لے رہا تھا کہ وہ آدھی رات کو کدھر سے آ کر عنبر کو ہلاک کرے گا۔ اس نے جو کوٹھڑی کے اندر سے عنبر کے قہقہے کی آواز سنی تو ڈر گیا۔ اس کو خیال آیا۔ کہیں اس لڑکے کے ساتھ سچ مچ اس کا ہم زاد تو سفر

نہیں کر رہا؟ اگر یہ سچ نکلا تو کہیں اُلٹا سوداگر ہی نہ مارا جائے۔ لیکن
پھر اس خیال کو سوداگر نے دماغ سے جھٹک دیا اور کوٹھڑی میں
جھانک کر بولا:

"مہاراج! یہ آپ نے قہقہہ کس لیے لگایا؟"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! ذرا اپنے ہمزاد سے باتیں کر رہا تھا۔"

ہندو سوداگر خوف زدہ سا ہو کر جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔

○

غیبی دیوی

جب آدھی رات ہو گئی تو سوداگر عنبر کی کوٹھڑی کی طرف چلا۔
عنبر کوٹھڑی کے اندر سو رہا تھا اور ماریا کوٹھڑی کی چھت پر
سوکھے گھاس کے گٹھے پر سوئی ہوئی تھی۔ سونے کی تو نہ ماریا کو ضرورت
ہوتی تھی اور نہ عنبر کو ——— لیکن وہ جب چاہیں آرام کر لیا کرتے
تھے اور کبھی کبھی خواب دیکھنے کے شوق کی خاطر سو بھی جاتے تھے
گاؤں میں اندھیرا اور سناٹا تھا۔ کوئی کتا بھی نہیں بول رہا تھا۔ ہندو
مکار سوداگر نے کوٹھڑی کے دروازے کو ذرا اندر کو دبایا۔ دروازہ کھلا
تھا۔ سوداگر بڑا خوش ہوا۔ بھلا عنبر کو دروازہ بند کر کے سونے کی کیا
ضرورت تھی۔ سوداگر نے دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوا اور پھر دروازہ
بند کر دیا۔ اس کے ہاتھ میں ریشمی رسی کا ایک ٹکڑا تھا اس رسی
سے وہ عنبر کا گلا گھونٹنا چاہتا تھا۔ کیسا احمق آدمی تھا۔ موت کے منہ
میں اپنی موت کا سامان لے کر جا رہا تھا جس وقت سوداگر نے دوبارہ
دروازہ بند کیا تو اس کے اندر سے چوں چرا کی آواز پیدا ہوئی۔ پرانے
زمانے کا دروازہ تھا۔ یہ آواز ماریا کے کانوں میں پڑی تو وہ اٹھ بیٹھی۔

پہلے بھی وہ آدھی نیند میں تھی۔

یوں ہی اس کے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں یہ آدھی رات کو عنبر باہر نکل کر کدھر جا رہا ہے۔ اس نے چھت کی منڈیر پر سے نیچے جھانک کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا اور دروازے کے دونوں پٹ بند تھے۔ ماریا کے دل میں بڑی تیزی سے دو باتیں آئیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اتنی جلدی باہر نکل کر عنبر غائب نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ کوٹھڑی کے سامنے کھلی جگہ تھی۔ دوسری بات یہ کہ جب کوئی باہر نکلتا ہے اور اسے واپس اندر بھی آنا ہو تو قدرتی طور پر وہ پیچھے دروازہ تھوڑا سا کھلا رکھتا ہے یا کم از کم وہ اتنے پکے طریقے سے دروازہ بند نہیں کرتا جتنا کہ اس وقت دروازہ بند تھا۔ اس کا ایک نتیجہ نکلتا تھا کہ کوئی باہر سے اندر داخل ہوا ہے۔ یہ سب کچھ ماریا نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر سوچ لیا اور وہ چھت سے نیچے اتر آئی۔

ہندو سوداگر کوٹھڑی کے ایک ایک کونے سے واقف تھا آخر یہ اس کا اپنا گھر تھا۔ اگرچہ اندر اندھیرا تھا مگر اس نے اندھیرے میں بھی عنبر کی چارپائی کو دیکھ لیا جس پہ وہ سویا ہوا تھا۔ اس وقت سچ مچ ہی عنبر کی آنکھ لگ گئی تھی۔ اس وقت مکار سوداگر کا گنڈاسا عنبر کی چارپائی سے ذرا سا ٹکرا گیا تھا۔

عنبر کو گہری سے گہری نیند سے جگانے کے لیے اتنا سا کھٹکا ہی

کافی تھا۔ وہ جاگ پڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اندھیرے میں ایک سایہ اس پر جھک کر اسے غور سے دیکھ رہا ہے۔ عنبر نے سوداگر کو پہچان لیا اور وہ ساری بات سمجھ گیا کہ وہ اسے قتل کر کے گھوڑوں اور اس کی اشرفیوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ عنبر نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ سوداگر نے بڑی پھرتی سے اس کے گلے میں رسّی ڈال کر ایک دم سے دو تین جھٹکے دیئے۔ عنبر نے سوچا کہ ذرا ڈراما ہو جائے۔ عنبر نے جان بوجھ کر دو تین بار ہچکی سی لی۔ ہاتھ پاؤں اِدھر اُدھر مارے آنکھیں اس طرح کھول لیں جیسے مر رہا ہو اور پھر آنکھیں بند کر کے گردن ایک طرف پھینک دی اور ہاتھ پاؤں بے حس کر لیے۔

سوداگر بڑا خوش ہوا کہ مسافر کا کام تمام ہو گیا۔ یہ سب کچھ دس پندرہ سیکنڈ کے اندر اندر ہو گیا تھا۔ سوداگر عنبر کی لاش اٹھانے کے لیے جھکا ہی تھا کہ دروازہ آہستہ سے کھل گیا۔ سوداگر نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

دروازہ کھلا تھا۔ مگر اندر کوئی نہیں آیا تھا۔ اس کو مسافر کے ہم زاد کا خیال آ گیا اور وہ چھلانگ لگا کر دروازے سے باہر کود گیا۔ ماریا نے عنبر کی طرف دیکھا۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی۔ ماریا جلدی سے اس پر جھک گئی۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا تھا کہ کہیں خدانخواستہ عنبر کو کچھ ہو تو نہیں گیا۔

عنبر نے دروازہ کھلتے دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کوٹھڑی
میں ماریا آگئی ہے۔ پھر جب اسے ماریا کی خوشبو بالکل اپنے اُوپر
محسوس ہوئی تو اس نے کہا:

"ماریا تم ہو؟"

"ہاں میں ہوں۔ کیا کر رہا تھا یہ؟"

"مجھے قتل کر رہا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" ماریا نے پوچھا۔

عنبر نے جواب دیا:

"میں قتل ہو چکا ہوں۔"

"کیا مذاق کرتے ہو تم عنبر۔"

"ارے ماریا بہن! ذرا اس کا مزا لے رہا تھا تم دیکھو تو
سہی کہ وہ کیا کرتا ہے۔ میں مر رہا ہوں تم باہر چلی جاؤ۔
وہ ضرور واپس آئے گا۔ آخر اس نے میری لاش کو
ٹھکانے لگانا ہے۔"

ماریا ہنس پڑی:

"تمہاری مذاق کی عادت نہ گئی۔ جا رہی ہوں باہر
مگر وہ کم بخت اب آئے گا بھی یا نہیں؟"

"اس کا باپ بھی آئے گا۔"

"کیا معلوم کہ اس کا باپ آ جائے اور وہ نہ آئے۔"

عنبر بولا:

"اس کا باپ مر چکا ہے۔"

ماریا نے کہا:

"یہ ہندو لوگ تو مرنے کے بعد جانور بن کر بھی آ
جاتے ہیں۔"

عنبر نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"ماریا! باہر جاؤ نا اب، میرا ڈراما خراب نہ کرو۔"

"اچھا بابا جاتی ہوں، جاتی ہوں۔"

ماریا خاموشی سے باہر نکل گئی۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے
دروازہ دوبارا بند نہ کیا بلکہ اسی طرح تھوڑا سا کھلا رہنے دیا۔ سوداگر
کوٹھڑی کے آگے جو صحن کی کھلی جگہ تھی اس کے درخت کے
پیچھے کھڑا غور سے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ لاش کو ہر حالت میں
دن نکلنے سے پہلے ٹھکانے لگانا تھا۔ وگرنہ گاؤں والوں پر ثابت
ہو جاتا کہ مسافر کو سوداگر نے ہی قتل کیا ہے۔ دروازہ تھوڑا سا اسی
طرح کھلا تھا۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے دروازہ ہوا کی وجہ سے
کھلا ہو۔ آخر ہوا بھی تو چل رہی تھی۔ سوداگر کو اپنی بزدلی پر شرمندگی
سی ہوئی اور وہ درخت کی اوٹ سے نکل کر اندھیرے میں آہستہ
آہستہ ادھر اُدھر دیکھتا کوٹھڑی کی طرف بڑھا۔

ماریا کوٹھڑی کے باہر صحن کی دیوار کے ساتھ کھڑی اسے دیکھ

رہی تھی۔ سوداگر کوٹھڑی کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر
نکلا تو عنبر کی "لاش" اس کے کندھے پر رکھی تھی۔ وہ ماریا کے
قریب سے ہو کر گزر گیا۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ سوداگر
کا مکان گاؤں کے کنارے پر تھا۔ اس کے آگے میدان تھا اور
پھر جنگل شروع ہو جاتا تھا۔

آسمان پر آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے کے ستارے چمک
رہے تھے۔ کیوں کہ ان دنوں فیکٹریوں، کارخانوں، بسوں اور پٹرول
ڈیزل کا دھواں نہیں ہوتا تھا اس لیے فضا بڑی صاف ہوتی تھی
اور رات کو ستارے بڑی خوب صورتی سے اور بکھر بکھر کر چمکا کرتے
تھے۔ ستاروں کی دھیمی دھیمی روشنی میں جنگل تک کا راستہ صاف دکھائی
دے رہا تھا۔ دن کو گاؤں کے لوگ اسی راستے سے جنگل لکڑیاں
کاٹنے جایا کرتے تھے۔

سوداگر عنبر کی "لاش" اٹھائے جنگل میں داخل ہو گیا۔ ماریا اس
کے پیچھے پیچھے تھی۔ سوداگر نے مکان کے باہر سے ایک کدال بھی
اٹھا لیا تھا۔ لاش کو جنگل کے اندر ایک جگہ درخت کے
نیچے ڈال کر کدال سے جلدی جلدی گڑھا کھودنے لگا۔ بارشوں کی وجہ
سے زمین بڑی نرم تھی۔ ایک گڑھا تیار ہو گیا۔ سوداگر جب لاش
کو اٹھانے کے لیے اس کی طرف بڑھا تو لاش اٹھ کر بیٹھ گئی۔
سوداگر کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ گاؤں کی طرف

بھاگا۔ لیکن راستے میں ماریا آخر کس لیے کھڑی تھی۔ اس نے سوداگر
کے آگے اپنی ٹانگ رکھ دی۔ سوداگر اچھلا اور منہ کے بل زمین
پر گر پڑا۔ اتنی دیر میں عنبر اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے
سوداگر کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور کہا:

"کیوں مہاراج! آپ اپنے مہمانوں سے یہ سلوک کرتے
ہیں؟ اب بتائیں آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

سوداگر تھر تھر کانپ رہا تھا۔

عنبر نے ماریا سے پوچھا:

"ماریا! کیا خیال ہے۔ اسی گڑھے میں اس کو زندہ دفن
نہ کر دیا جائے۔ کیوں کہ یہ دوسرے گاہکوں سے بھی یہی
سلوک کرے گا۔ اور وہ بے چارے اس کے حملے سے
زندہ نہ بچ سکیں گے۔"

ماریا نے کہا:

"ہاں اسے گڑھے میں ڈال کر زندہ دبا دو۔"

سوداگر نے جب ایک غیبی عورت کی آواز سنی تو اس پر اور
زیادہ دہشت سوار ہو گئی۔ اور اس کا خون رگوں میں جمنے لگا۔
ہاتھ باندھ کر کانپتے تھر تھراتے ہونٹوں سے بولا:

"معاف کر دو مہاراج! غلطی ہو گئی۔ اب ایسا نہیں کروں
گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔"

ماریا نے کہا:
"چلو اس کی ایک ٹانگ کاٹ کر دبا دو۔"
"نہیں نہیں دیوی جی! معاف کر دو۔ معاف کر دو میں
اب کسی سے بُرا سلوک نہیں کروں گا۔"
عنبر نے کہا:
"اگر تم نے پھر کسی سے ایسا سلوک کیا تو؟"
سوداگر نے گڑگڑا کر کہا:
"تو پھر دیوی جی تو ہر جگہ سے مجھے دیکھ سکتی ہیں۔ دیوی
جی پھر مجھے بے شک زندہ دفن کر دیں۔"
عنبر نے ماریا سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے دیوی جی؟
ماریا نے کہا:
"چلو اس کو معاف کر دیتے ہیں۔"
پھر اس نے سوداگر کی طرف مخاطب ہو کر کہا:
"مگر یاد رکھو۔ اگر پھر تم نے کسی گاہک کے ساتھ دھوکہ
بازی کر کے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو میں فوراً یہاں
پہنچ کر تمہیں اسی گڑھے میں اٹھا کر پھینک دوں گی اور
زندہ دفن کر دوں گی۔"
سوداگر ہاتھ جوڑ کر سجدے میں گر گیا:
"جے ہو درگا دیوی کی جے ہو۔"

وہ ماریا کو درگا دیوی سمجھ بیٹھا تھا جو عنبر کی مدد کو آگئی تھی
عنبر واپس اپنی کوٹھڑی میں آگیا۔ سوداگر اس کے پاؤں چھو کر چلا
گیا۔ دن نکلا تو عنبر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ماریا دوسرے گھوڑے
پر سوار ہو گئی۔ مگر سوداگر کو وہ گھوڑا خالی دکھائی دے رہا تھا۔
عنبر کی ساری اشرفیاں اسے واپس مل گئی تھیں۔ جاتی دفعہ عنبر
نے ہندو سوداگر سے پھر وعدہ لیا کہ وہ کسی کے ساتھ اب زیادتی
نہیں کرے گا اور دونوں گاؤں سے روانہ ہو گئے۔
اب ہم اُدھر ناگ کی طرف جاتے ہیں۔
ناگ جادو کی ترشول میں قید تھا۔ وہ ترشول کے مالک کا غلام
تھا۔ جو ترشول کا مالک حکم دیتا وہی وہ کرتا تھا۔ اس کا اپنا
دماغ بالکل بند ہو گیا تھا۔ سوائے مالک کی آواز کے اور ناگ کے
کام کے اس کو اور کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک طرح سے ناگ
کی موت ہو چکی تھی۔ وہ ریاست کے مجبوٹے اور غدار راجہ کی
قید میں دیوار کے اندر بند تھا۔ دوسری طرف ریاست کی بھولی
بھالی نیک دل راج کماری کرن بھی قید میں بے بس پڑی تھی۔
اپنی ایک خاص کنیز کی زبانی اسے پتہ چل چکا تھا کہ غدار وزیر
نے اس کی ماتا اور راجہ باپ کو ہلاک کر دیا تھا۔ راج کماری
کرن اپنے ماتا پتا کی یاد میں روتی رہتی تھی۔ قید میں ایک
غلام اسے کھانا دے جاتا تھا۔ راج کماری تھوڑا سا کھا کر ویسے

ہی رہنے دیتی تھی۔ اس کا دل بڑا غم گین تھا۔ وہ قید سے آزاد ہو کر اپنے باپ کے تخت پر بیٹھ کر رعایا کی خدمت کرنا چاہتی تھی۔ مگر غدار وزیر نے سخت پہرہ لگا رکھا تھا۔ راج کماری کو یہ بھی خطرہ تھا کہ غدار وزیر اسے بھی مروا دے گا۔

راج کماری کی خاص کنیز پہرے دار کو رشوت دے کر کسی نہ کسی طرح قید میں آکر راج کماری کو محل کے حالات بتا جاتی تھی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ سیناپتی اب بکرم سنگھ ہے اور غدار وزیر نے رعایا کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کے پاس ایک جادو کی ترشول ہے جس کو وہ کہتا ہے کہ دیوتا اندر نے اسے دیا ہے۔ تاکہ وہ ملک پر حکومت کر سکے۔

راجکماری نے کنیز کو راز داری سے کہا:

"کیا کسی طریقے سے میں یہاں سے نکل نہیں سکتی؟"

کنیز نے سہم کر پہرے دار کی طرف دیکھا جو اسے اشارہ کر رہا تھا کہ اب اس کو چلے جانا چاہیئے۔

کنیز نے آہستہ سے کہا:

"میں پھر آؤں گی راج کماری جی" یہ کہہ کر کنیز وہاں سے چلی گئی۔

اگلے روز کنیز نے پہرے دار سے کہا کہ آج اس نے خاص طور پر اس کے لیے بالو شاہی کی مٹھائی بنائی ہے۔ وہ رات کو

لائے گی۔ پہرے دار کو مٹھائی کھانے کا بڑا شوق تھا۔ اس نے کہا کہ وہ بالو شاہی بہت پسند کرتا ہے۔

کنیز نے شام کو بالو شاہی کی مٹھائی تیار کی اور اس میں دھتورا ڈال دیا جس کے کھانے سے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے جب رات کا اندھیرا محل میں چھا گیا تو کنیز بالو شاہی کی مٹھائی کا دونا لے کر پہرے دار کے پاس آگئی۔ اس نے اپنی قمیض کے اندر راج کماری کے لیے ایک کالی چادر بھی چھپا رکھی تھی۔ پہریدار نے بالو شاہی بڑے شوق سے کھانی شروع کی اور کنیز سے کہا:

"راج کماری کے پاس زیادہ دیر نہ لگانا۔"

کنیز یہ کہہ کر قید خانے میں داخل ہو گئی کہ وہ بہت جلد واپس آجائے گی۔ اس نے آتے ہی راج کماری سے کہا کہ وہ جلدی سے تیار ہو جائے۔

"کیا تم نے میرے فرار کا انتظام کر لیا ہے؟" راج کماری نے پوچھا۔

کنیز نے کہا:

"انتظام ابھی ہو جائے گا۔"

قید کوٹھڑی کے لوہے کی سلاخوں سے پہرے دار دکھائی دے رہا تھا۔ وہ مشعل کی روشنی میں بیٹھا مزے لے لے کر بالو شاہی کھا رہا تھا۔ کنیز بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اتنے

میں پہرے دار نے اپنے سر کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا اور بند ہوتی ہوئی آنکھوں کو بار بار کھولنے لگا۔ دھتورا اپنا کام کر رہا تھا۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کبھی بالو شاہی کے دونے اور کبھی کنیز کی طرف تکنے لگا۔ پھر اس نے تلوار نکال کر کنیز کی طرف قدم اٹھایا ہی تھا کہ دھڑام سے فرش پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

"یہ چادر لپیٹ کر جلدی سے یہاں سے نکل چلو راج کماری۔"

راج کماری نے کالی چادر سے اپنا منہ سر اور جسم ڈھانپ لیا اور کنیز کے ساتھ تہہ خانے سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتی ایک طرف گھوم گئی۔ ان دونوں کو محل کے سارے خفیہ راستوں کا علم تھا۔ وہ ایک چھوٹی سی سُرنگ میں سے ہو کر محل کے نیچے نیچے سے ہو کر قلعے کی مشرقی دیوار کے دروازے پر آ گئیں۔ یہ راستہ راجہ نے اپنے لیے بنا رکھا تھا کہ اگر کبھی اس پر کوئی آفت آ پڑی تو اپنے بچوں کے ساتھ وہاں سے فرار ہو جائے گا۔

رات کے اندھیرے میں ہی راج کماری اپنی خاص کنیز کے ساتھ محل کے خفیہ دروازے سے نکل کر باہر قلعے کی دیوار کے پار پہنچ گئی۔ یہاں ایک کھائی تھی جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا پُل تھا جو رات کو اٹھا دیا جاتا تھا۔ کنیز نے راج کماری کو ساتھ لیا اور ایک جگہ سے چھوٹی سی ڈونگی نما کشتی میں کھائی کی نہر پار کر لی۔ دوسری طرف گھنا تاریک جنگل تھا۔

وہ دونوں جنگل کے اندھیرے میں گھس کر غائب ہو گئیں۔ دن نکلا تو محل میں شور مچ گیا کہ راج کماری اپنی کنیز کے ساتھ فرار ہو گئی ہے۔ غدار وزیر بڑا پریشان ہو گیا۔ اس نے سپاہی گھوڑوں پر چاروں طرف دوڑا دیئے۔ وہ خود اپنے سونے والے کمرے میں گیا اور ترشول نکال کر اسے حکم دیا کہ راج کماری جہاں کہیں بھی ہو اسے تلاش کر کے محل میں اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

O

ترشول ٹوٹ گیا

ترشول میں سے ناگ سانپ کی شکل میں باہر نکل گیا۔

غدار وزیر نے اسے حکم دیا کہ جاؤ اور راج کماری کو جہاں کہیں بھی ہے۔ ڈس کر ہلاک کر دو اور پھر اس کی لاش اٹھا کر یہاں لے آؤ۔ ناگ نے ادب سے گردن جھکائی اور غائب ہو گیا۔ راج کماری محل کے آس پاس پھیلے ہوئے جنگل میں ایک جگہ چٹانوں کے اندر خفیہ غار میں اپنی کنیز کے ساتھ چھپی ہوئی تھی وہ چاہتی تھی کہ غار میں سے اپنی رعایا کے نام خاص پیغام بھیجے اور غدار وزیر کے خلاف شہر میں بغاوت کرا دے۔ اس کام کے لیے وہ حالات کے پرسکون ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ یعنی جب غدار وزیر تھک کر اس کی تلاش چھوڑ دے گا۔ وہ سارا دن غار کے اندر چھپی رہتی تھیں۔ دن میں ایک بار کنیز باہر جا کر جنگل سے پھل چن کر لے آتی اور ایک پتھر کی صراحی میں ندی سے پانی بھر کر لے آتی۔

ادھر ناگ بھی راج کماری کی تلاش میں سانپ کی شکل میں آ

گیا تھا۔ اس نے راج کماری کی بو سونگھ لی تھی اور اب خفیہ غار کی طرف رینگ رہا تھا۔ اندھیری رات تھی۔ راج کماری سو رہی تھی۔ کنیز بھی سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ کنیز کو بھی تھوڑی دیر بعد نیند آ گئی۔ جنگل چپ چاپ تھا۔ پرندے بھی سو رہے تھے۔ کوئی کوئی درندے کی آواز کسی وقت دور جنگل کے بیچ سے آ جاتی تھی۔ جو خوراک کی تلاش میں رات کو نکلا تھا۔

غار کے باہر جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور پھر ایک سیاہ کالا سانپ پھن اٹھائے رینگتا غار میں داخل ہو گیا۔ یہ ناگ تھا اور راج کماری کی بو پر ترشول کے مالک غدار وزیر کے حکم کے مطابق راج کماری کو ہلاک کر کے اس کی لاش اٹھا کر محل میں لے جانے آیا تھا۔ وہ بڑی خاموشی سے غار میں رینگتا راج کماری کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے پھن اوپر اٹھا لیا۔ اپنی لال لال آنکھوں سے دیکھا کہ راج کماری اپنی کنیز کے پاس ہی گھاس کے بستر پر بڑی معصومیت سے گہری نیند سو رہی تھی۔ ناگ نے ایک زبردست پھنکار ماری۔ اس گرج دار آواز سے راج کماری گھبرائی اور اس کی کنیز دونوں جاگ پڑیں۔ اپنے سامنے ایک سیاہ ناگ کو پھن اٹھائے جھومتے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ ناگ گردن جھکا کر ڈسنے کے لیے راج کماری کی طرف بڑھا عین اسی وقت مہا شیش ناگ دیوتا کی مہارانی کلاوتی دیوی آسمانوں سے اتر کر

راج کماری کو بچانے غار میں آ گئی۔ کیوں کہ راج کماری بڑی پاکباز لڑکی تھی اور اس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ مہارانی کلاوتی دیوی کو آسمانوں میں اس کی نیکی غار میں کھینچ لائی تھی۔ ناگ سانپ کے روپ میں تھا۔ اس نے مہاشیش ناگ کی مہارانی کو سامنے روشنی کے گول دائرے میں سر پر سانپوں کا تاج پہنے دیکھا تو پیچھے ہٹ گیا۔

مہارانی کلاوتی دیوی کو راج کماری اور کنیز نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ کلاوتی دیوی نے ناگ کو اٹھا کر اپنے "چکر" پر بٹھایا اور "چکر" کو گھما کر چھوڑ دیا۔ ناگ چکر کے ساتھ گھومتا ہوا غار سے نکل کر جنگل کے درختوں کے اوپر رات کی تاریک فضاؤں میں گم ہو گیا۔ مہارانی کلاوتی دیوی غائب ہو گئی۔

عین اس وقت غدار وزیر کے کمرے کی دیوار میں رکھا ہوا ترشول ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔

راج کماری کرن اور کنیز نے سانپ کو ہوا میں اڑ کر غائب ہوتے دیکھا تو وہ ایک دوسرے سے لپٹ گئیں اور خدا کا شکر ادا کیا کہ ان کی جان بچ گئی۔

کنیز نے کہا:

"ہمیں اس غار سے نکل کر کسی دوسری جگہ پناہ لینی چاہیئے راج کماری! ہو سکتا ہے کوئی دوسرا سانپ

اِدھر آ جائے۔"

راج کماری نے کہا:

"کہیں یہ جادوئی ترشول کا سانپ تو نہیں تھا جسے غدار وزیر نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے بھیجا ہو؟"

کنیز نے کہا:

"اگر وہ ترشول کا سانپ بھی تھا تو دیوی دیوتاؤں نے اسے غائب کر دیا ہے۔ اب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن ہمیں یہ غار چھوڑ دینا چاہیئے۔"

وہ رات کے اندھیرے میں ہی غار سے نکل کر باہر آ گئیں۔ جنگل سنسان تھا۔ درخت خاموش بھوتوں کی طرح اندھیرے میں چپ چاپ کھڑے تھے۔ کنیز نے راج کماری کو ساتھ لیا اور غار کے پیچھے سے ہو کر پہاڑی کی ڈھلان اتر گئی۔ آگے جا کر ایک بہت بڑا درخت آ گیا جس کا تنا اندر سے کھوکھلا ہو چکا تھا۔ اس کے اندر اتنی جگہ بن گئی تھی کہ وہ دونوں بڑی آسانی سے چھپ سکتی تھیں۔ دونوں اس میں جا کر چھپ گئیں۔ کنیز نے جھاڑیاں توڑ کر تنے کے منہ پر رکھ دیں اور تنے کو اندر سے صاف کر کے راج کماری کے سونے کے لیے جگہ بنا دی۔ تھوڑی دیر وہ باتیں کرتی رہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کچھ روز اسی درخت کے اندر رہیں گی اور پھر رعایا سے ملاپ کرنے کی کوشش کریں گی۔ اس کے بعد وہ سو گئیں۔

ناگ سانپ کی شکل میں ہوا میں اُڑتا جنگل کے اوپر سے گزر گیا اور دریا پار ایک پرانے قلعے کے کھنڈروں میں ایک بارہ دری کے صحن میں جا گرا۔ گرتے ہی اس کی کایا پلٹ گئی اور وہ سانپ سے انسان بن گیا۔ اگرچہ ترشول ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو چکا تھا۔ لیکن ناگ پر اس کا سارا جادو موجود تھا۔ اب وہ ترشول کی قید میں نہیں تھا مگر وہ ترشول کے جادو میں قید تھا۔ وہ کسی کو نہیں پہچانتا تھا اور اس کے دماغ میں ماریا، عنبر کا ایک بھی خیال نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک جادو کے پتلے کی طرح پرانے قلعے کے کھنڈروں میں ساری رات گھومتا رہا۔ جب تھک گیا تو قلعے کے ایک غار میں گھس کر بیٹھ گیا اور سامنے والی دیوار کو ٹکٹکی باندھ کر تکنے لگا۔ اتنے میں وہاں روشنی کا دائرہ نمودار ہوا۔ اس دائرے میں مہارانی کلاوتی دیوی کی شکل اُبھر کر سامنے آ گئی۔ اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"ناگ! اگر تم اسلام قبول نہ کر چکے ہوتے تو میں اسی جگہ تمہیں جلا کر بھسم کر دیتی۔ مگر تمہارے دل میں ایمان کا نور روشن ہو چکا ہے جس کے آگے میرا جادو نہیں چل سکتا۔ میں تمہیں مار نہیں سکتی۔ لیکن میں تم سے بدلہ ضرور لوں گی۔ میں تم کو اس پرانے قلعے کے قبرستان کی ایک پرانی قبر میں بند کر دیتی ہوں۔ تم اب ساری زندگی اس قبر میں رہو گے اور ہر رات جب جنگل میں سناٹا چھا

جائے گا تم قبر سے باہر نکل آؤ گے اور جنگل میں سے گزرنے والے اِکّے دُکّے مسافر کو مار کر اس کا خون پی جاؤ گے۔ تم اب انسانی خون پر ہی زندہ رہ سکو گے۔ یہی تمہاری سزا ہے۔"

اتنا کہہ کر مہارانی کلاوتی دیوی نے ناگ کی طرف اپنی انگلی کا اشارہ کیا۔ ناگ اپنی جگہ سے ہوا میں بلند ہو گیا اور پھر ہوا میں تیرتا ہوا قلعے کے پرانے قبرستان میں آ گیا۔ یہاں ایک بہت پرانی قبر ایک دم سے شق ہو گئی۔ ناگ اس کے اندر اتر گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی قبر اپنے آپ بند ہو گئی۔ کلاوتی دیوی قبر کے اوپر ہوا میں بلند ہو کر کھڑی تھی۔ جب ناگ قبر کے اندر بند ہو گیا تو وہ غائب ہو گئی۔

دوسرے روز غدار وزیر نے جب دیکھا کہ ناگ اس کے حکم کے مطابق راج کماری کی لاش لے کر ابھی تک واپس نہیں آیا تو اُسے پریشانی ہوئی۔ جلدی سے اپنے سونے والے کمرے میں آ کر دیوار کے طاق میں سے ترشول کو نکالا تو وہ دھک سے رہ گیا۔ ترشول کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ اس نے گھبرا کر ترشول کو آوازیں دیں:

"اے ترشول! ناگ کو واپس لا ـــــ اے ترشول میرا حکم مان اور راج کماری کو جہاں کہیں بھی ہے محل

ہیں واپس لاؤ۔"

وہ بار بار یہی حکم دہراتا رہا مگر ترشول پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ترشول کا جادو ٹوٹ چکا تھا اور اب وہ ایک معمولی ترشول کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ غدار وزیر کے تو پسینے چھوٹ گئے۔ اسی ترشول کے رُعب پر تو وہ حکومت کرتا تھا۔ اگر اس کے سیناپتی اور مہامنتری یا رعایا کو یہ معلوم ہو گیا کہ ترشول کا جادو ختم ہو گیا ہے اور اس میں سے اِندر دیوتا جا چکا ہے تو وہ اس کے خلاف بغاوت کر دیں گے اور سب سے پہلے مہا منتری بکرم سنگھ ہی اس کی گردن اتار کر خود راجہ بن بیٹھے گا۔

غدار وزیر نے اسی وقت اپنے ایک خاص لوہار کو بلوایا اور اسے حکم دیا کہ اسی قسم کا ایک دوسرا ترشول فوراً تیار کرے اور کسی کو اس کی خبر نہ کرے۔ غدار وزیر نے لوہار کو سونے چاندی اور جواہرات کا انعام دینے کا وعدہ کیا اور اسے حکم دیا کہ ایک دن کے اندر اندر شام ہونے تک پہلے ترشول جیسا ہی ایک نیا ترشول بنا کر لے آئے۔

غدار وزیر سارا دن پریشان رہا۔ شام ہوئی تو خاص لوہار بھیس بدل کر شاہی خواب گاہ میں آ گیا اور کپڑے کے اندر سے نیا ترشول نکال کر دیا۔ وہ بالکل پہلے جیسا ترشول تھا۔ غدار وزیر نے اس پر ایک

ایسا مسالہ بھی لگوایا تھا جو روشنی میں رکھنے سے چمکتا تھا اور دیکھنے والوں کو ایسا لگتا تھا کہ اس میں سے چنگاریاں پھوٹ رہی ہیں۔ غدار وزیر نے لوہار کو شاباش دی۔

لوہار نے کہا:

"مہاراج میرا انعام؟"

وزیر نے مسکرا کر کہا:

"آؤ میرے ساتھ۔ تمہارا انعام تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

لوہار خوشی خوشی وزیر کے ساتھ چلا۔ وزیر ایک کوٹھڑی کے دروازے پر رک گیا اور لوہار سے کہا:

"اندر آ جاؤ۔"

لوہار اندر داخل ہوا ہی تھا کہ وزیر نے پیچھے سے تلوار کھینچ کر ایک ایسا وار کیا کہ لوہار کی گردن کٹ کر دُور جا پڑی۔ وزیر نے کوٹھڑی کا دروازہ بند کر دیا۔ تلوار پر سے خون پونچھ کر اسے نیام میں رکھا۔ پرانے ترشول کے ٹکڑے ضائع کر دیئے اور اس کی جگہ نیا ترشول، دیوار کی طاق میں چھپا دیا۔ اب وزیر کو ایک فکر لگا ہوا تھا کہ کسی طریقے سے راج کماری کو تلاش کر کے اسے بھی مار ڈالا جائے تا کہ وہ اس کے خلاف رعایا کو بھڑکا کر بغاوت نہ کروا سکے۔ اس نے اپنے خاص نجومی کو بلا کر کہا کہ وہ حساب لگا کر بتائے کہ راج کماری کس جگہ ہو سکتی ہے۔

نجومی نے کہا:

"مہاراج! اندر دیوتا کا ترشول تو آپ کو سب کچھ بتا سکتا ہے۔ کیا وہ آپ کے پاس نہیں ہے؟"

وزیر بولا:

"بات یہ ہے کہ میں راج کماری کے معاملے میں اندر دیوتا کے ترشول سے مشورہ نہیں کرنا چاہتا۔ کیوں کہ مجھے شبہ ہے کہ کہیں راج کماری کو اندر دیوتا کی حمایت حاصل نہ ہو۔ ایسی حالت میں اگر میں نے اندر دیوتا کے ترشول سے راج کماری کے بارے میں پوچھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے خلاف ہو جائے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی طرف سے حساب لگا کر بتاؤ کہ راج کماری کس جگہ چھپی ہوئی ہے۔"

غدار اور مکار وزیر کی یہ چال بڑی کامیاب رہی۔ شاہی نجومی قائل ہو گیا اور اس نے فوراً پتھر کی سل پر زائچہ بنایا اور کچھ دیر اسے غور سے دیکھنے کے بعد بولا:

"مہاراج! آپ کا شک بالکل ٹھیک ہے۔"

"کیا مطلب؟" وزیر نے تعجب سے پوچھا۔

شاہی نجومی نے کہا:

"مہاراج! میرا حساب بتاتا ہے کہ راج کماری کرن کو اندر

دیوتا کی بہن مہارانی کلاوتی دیوی کی حمایت حاصل ہے اور وہ اس وقت ریاست کے جنگل میں پرانے قلعے کے آس پاس کہیں چھپی ہوئی ہے۔"

وزیر نے پوچھا:

"کیا تمہارا حساب یہ نہیں بتاتا کہ وہ کس مقام پر چھپی ہوئی ہے تاکہ اسے وہاں جا کر تلاش کر کے ہلاک کر دیا جائے؟"

نجومی نے سر ہلا کر کہا:

"مہاراج! مجھے افسوس ہے کہ میرا زائچہ اس سے آگے کچھ نہیں بتا سکتا۔ چونکہ راج کماری کرن کو اندر دیوتا کی بہن مہارانی کلاوتی دیوی کی حمایت حاصل ہے۔ اس لیے میرا زائچہ ایک خاص جگہ پر پہنچ کر خاموش ہو گیا ہے اور وہ مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا رہا۔"

غدار وزیر کے ماتھے پر شکن پڑ گئے۔ وہ ٹہلتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ اس نے شاہی نجومی کو رخصت کر دیا اور اپنے خاص جلاد کو بلایا۔ یہ وہی جلاد تھا جس نے سادھو کی گردن کاٹی تھی اور جو غدار وزیر کے حکم پر سینکڑوں بے گناہ انسانوں کا خون بہا چکا تھا۔ یہ ایک موٹا تازہ سانڈ ایسا کالا کلوٹا جلاد تھا جس کے کانوں میں سونے کی بالیاں پڑی تھیں اور چمکتا خنجر کمر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اس

نے وزیر کے خاص کمرے میں آتے ہی سر کو سجدے میں گرا دیا
اور پھر ہاتھ باندھ کر بولا :
"مہاراج کی جے ہو! حکم دیجیے۔ میں کیا خدمت کر
سکتا ہوں۔"
وزیر نے اپنی انگلی میں سے ہیرے کی ایک قیمتی انگوٹھی اتار
کر جلاد کو دی اور کہا:
"تم ہمیشہ ہمارے کام آتے رہے ہو۔ تم نے ہمیشہ ہمارے
اشارے پر ہمارے دشمنوں کی گردنیں اتاری ہیں۔ اس
وقت بھی ہمیں اپنے ایک سب سے بڑے دشمن
کا سامنا ہے۔"
جلاد نے سر جھکا کر کہا:
"مہاراج! آپ اس کا نام بتائیے۔ یہ غلام ابھی اس کا سر
قلم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر کر دے گا۔"
وزیر بڑا خوش ہوا۔ اس نے جلاد کی انگلی میں خود ہیرے کی
انگوٹھی پہناتے ہوئے کہا:
"یہ انگوٹھی ہماری دوستی کی نشانی بھی ہے اور تمہاری دوستی
کا انعام بھی ہے۔"
جلاد نے کہا:
"مہاراج آپ کا دیا پہلے ہی میرے پاس بہت کچھ ہے۔

آپ حکم کیجیے۔"
غدار وزیر نے جلاد کو بتایا کہ اسے پتہ چلا ہے کہ راج کماری
کرن پرانے قلعے والے جنگل میں قلعے کے کھنڈروں میں کسی جگہ اپنی
کنیز کے ساتھ چھپی ہوئی ہے:
"مجھے ان دونوں کے سر چاہئیں۔ جب تم راج کماری کرن
اور اس کی کنیز کے سر میرے پاس لاؤ گے۔ تو میں
تمہیں اتنا انعام دوں گا کہ تمہاری سات پشتوں کے لیے
کافی ہو گا۔"
جلاد نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا:
"مہاراج! یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے میں ابھی جا کر ان
کے سر قلم کر کے لے آتا ہوں۔"
وزیر نے کہا:
"مگر تمہیں بڑی ہوشیاری سے وہاں جانا ہو گا۔ کیوں کہ ہو
سکتا ہے راج کماری کرن کی حفاظت کرنے والے ——
میرا مطلب ہے اس کے مددگار بھی اس کے ساتھ
ہوں۔"
غدار وزیر جلاد کو یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ راج کماری کرن پر
دیوی کلاوتی کا سایہ ہے۔ کیوں کہ اس طرح سے جلاد ڈر جاتا اور
کبھی اسے قتل کرنے نہ جاتا اور اگر جاتا بھی تو یوں ہی گھوم گھام

کر واپس آجاتا اور کہتا کہ راج کماری کرن نہیں مل سکی۔

وزیر نے بڑی چالاکی سے دیوی کلاوتی کا نام گول کر دیا تھا۔
اس نے جلاد سے کہا:

"میرا خیال ہے کہ تم رات کی تاریکی میں جانا اس طرح سے جنگل میں تمہیں کوئی دیکھ نہیں سکے گا۔ تم قلعے کے آس پاس راج کماری کرن کو تلاش کرنا۔ وہ تمہیں وہیں کسی کھوہ یا غار میں چھپی ہوئی ملے گی۔"

جلاد نے سر جھکایا اور وزیر کو یہ یقین دلا کر رخصت ہوا کہ آج رات وہ راج کماری کرن اور کنیز ـــــ دونوں کے سر لا کر وزیر کی خدمت میں پیش کر دے گا۔ جلاد نے باقی دن اپنی خاص تلوار کو تیز کرنے میں گذارا۔ جب رات چھا گئی اور چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا تو وہ منہ سر لپیٹ کر تلوار کپڑوں کے اندر چھپائے ہوئے شاہی محل کے پچھلے دروازے سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ رات کچھ زیادہ ہی اندھیری تھی۔ جنگل میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ آدھی رات کے وقت آسمان پر ستارے کھل کر چکے تو جنگل میں درختوں کے نیچے ان کی ہلکی ہلکی روشنی اترنے لگی۔ راج کماری کرن اور کنیز پرانے کھنڈر والے دریا کے ادھر کے کنارے والے جنگل میں درخت کے تنے کے اندر بیٹھی تھیں اور

باتیں کر رہی تھیں۔

راج کماری نے کنیز سے کہا:

"ہم زیادہ دیر اس جنگل میں نہیں رہ سکتے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم کل صبح بھیس بدل کر شہر میں ٹھاکر مان سنگھ کی حویلی میں جا کر اس سے ملاقات کرو۔ وہ ہمارے پتا جی کا گہرا دوست تھا۔ وہ راج گدی واپس دلانے میں میری ضرور مدد کرے گا۔"

کنیز نے کہا:

"میرا اپنا بھی یہی خیال ہے کہ ہمیں اب اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ میں کل ٹھاکر مان سنگھ کے پاس ضرور جاؤں گی۔ اور ان سے مدد کی درخواست کروں گی۔ لیکن کہیں وہ بھی وزیر کے ساتھ تو نہیں مل گئے ہوں گے؟"

راج کماری کرن نے کہا:

"نہیں ـــ ٹھاکر ایک خاندانی آدمی ہے اور ہمارے پتا جی کا وفادار دوست ہے۔ وہ غداروں کے ساتھ کبھی نہیں مل سکتا۔ مجبور ہو کر خاموش ہو گیا ہے۔ میرا پیغام ملے گا تو وہ بہت خوش ہو گا اور ہماری ہر حالت میں مدد کرے گا۔"

• دونوں وفادار اور مصیبت کی ماری سہیلیاں اگلے روز اپنی مہم

شروع کرنے کا پروگرام بنا کر سو گئیں۔ انہیں کوئی خبر نہیں تھی کہ ایک
کالا کلوٹا بھیانک چہرے والا شاہی جلاد اس وقت تلوار اپنے چغے
کے اندر چھپائے اُن دونوں کے سر کاٹنے کے لیے اُن کی خواب گاہ
کے ارد گرد گھوم رہا ہے۔

جلاد کی آنکھیں اندھیرے میں بھی دیکھ رہی تھیں۔ رات کے بارہ
بجنے میں کچھ منٹ رہتے تھے۔ خاموشی ۔ اندھیرا ۔ ستاروں کی
دھیمی دھیمی پھیکی پھیکی پر اسرار روشنی پھیلی تھی۔ جلاد درختوں کے نیچے
نیچے ہوتا دبے پاؤں چل رہا تھا۔ اس کی لال لال مکار آنکھیں اس
نیم اندھیرے میں بھی ہر شے کو اچھی سے دیکھ رہی تھیں۔

ادھر جب ٹھیک رات کے بارہ بجے اور آدھی رات گذر گئی
تو پرانے قلعے کے قبرستان میں ناگ کی قبر اپنے آپ شق ہو گئی اور
ناگ اس میں سے باہر نکل آیا۔ وہ قبر کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ اس
کے ہونٹ انسانی خون کی پیاس سے خشک ہو رہے تھے۔ یہ کلاوتی دیوی
کی بددعا کا اثر تھا۔ ناگ ترشول کے جادو سے نکل کر کلاوتی دیوی
کی بددعا کی قید میں آ گیا تھا۔ دیوی نے اسے بددعا دی تھی کہ وہ ساری
زندگی قبر میں گذارے گا اور ہر رات انسانوں کا خون پینے کی پیاس
لے کر قبر کے اندر سے باہر آ جایا کرے گا۔ ناگ کو ایک پل کے لیے
بھی اس اذیت اور بددعا کا احساس نہیں تھا۔ وہ ایک خونخوار درندہ
بن چکا تھا۔

اس کی انسان کی بو سونگھنے کی حس درندوں کی طرح تیز ہو گئی تھی
اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرے سے وحشت اور درندگی ٹپکتی
تھی۔ ناگ قبر کے چبوترے سے اُتر آیا۔ اس نے اپنے نتھنے پھلا کر
چاروں طرف سونگھا۔ اسے ایک جانب سے انسان کے خون کی بو آئی
وہ اس طرف روانہ ہو گیا۔

یہ جنگل کا وہ علاقہ تھا جہاں رات کے اندھیرے میں خونی جلاد
تلوار چغے کے اندر چھپائے راج کماری کرن اور کنیز کے خفیہ ٹھکانے
کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ وہ پرانے قلعے کی طرف آ رہا تھا۔ ناگ کا
بھوت پرانے قلعے کے قبرستان سے نکل کر اس کی طرف جا رہا تھا۔
جلاد ایک ایک درخت کو سونگھ رہا تھا۔ ایک ایک پتھر کے پیچھے
جھک کر دیکھتا تھا کہ کہیں کوئی چھپا ہوا غار تو نہیں ہے۔ اسے یقین
تھا کہ راج کماری کرن یہیں کسی کھوہ میں چھپی ہو گی۔

یہ مکار جلاد بالکل ٹھیک راستے پر چل رہا تھا۔ کیونکہ ادھر ہی
وہ گنجان درخت تھا جس کے کھوکھلے تنے کے اندر راج کماری اپنی
کنیز کے ساتھ گہری نیند سو رہی تھی۔ ناگ کا بھوت بھی خون کی بو
پر ادھر ہی چلا آ رہا تھا۔ اسے راج کماری اور کنیز کے خون کی بو
برابر اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ جو کہ جلاد کی خون کی بو کے ساتھ شامل
ہو گئی تھی۔

جلاد ایک جگہ رک گیا۔ اس کے سامنے گھاس کی ایک چھوٹی

سی کھلی جگہ تھی۔ جس کی ایک جانب بہت بڑے پھیلاؤ اور موٹے چوڑے تنے والا درخت کھڑا تھا۔ اس درخت کے اندر سے جلاد کو کسی کے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔ یہ انسانی خراٹے تھے۔ جلاد کو پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ وہ اپنے شکار تک پہنچ گیا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر جانور کی طرح درخت کی طرف رینگنے لگا۔

ٹھیک اس وقت ناگ بھی کسی لاش کی طرح چلتا ہوا ایک ایک قدم اُٹھاتا۔ ہاتھوں سے جھاڑیاں پیچھے ہٹاتا خونی جلاد کے پیچھے درختوں میں سے نکل آیا۔ شاید ان دونوں درندوں کو اوپر بیٹھے ایک زرد طوطے نے دیکھ لیا تھا۔ وہ زور زور سے چیخ اٹھا۔ خونی جلاد جلدی سے نیچے بیٹھ گیا۔ مگر ناگ کا بھوت اسی طرح کھڑا رہا۔ وہ ایک جادو کے اثر والی زندہ لاش تھی۔ اسے کسی سے خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اسی طرح جھاڑیاں پیچھے ہٹا کر آگے بڑھتا رہا۔ کیوں کہ اس نے جلاد کو گھاس پر بیٹھے دیکھ لیا تھا۔

طوطے کی تیز آواز نے راج کماری کو جگا دیا۔ اتنے دنوں سے جنگل میں رہتے ہوئے اسے علم ہو گیا تھا کہ آدھی رات کو پرندے چوروں درندوں اور ڈاکوؤں کو دیکھ کر شور مچا دیا کرتے ہیں۔ اس نے کنیز کو جگا دیا۔ دونوں ڈر رہی تھیں کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔ راج کماری کرن نے درخت کے تنے کے آگے سے جھاڑی پرے ہٹا

کر دیکھا تو اسے سامنے تھوڑے فاصلے پر جھاڑیوں میں ناگ ایک لاش کی طرح درخت کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ وہ اپنے اصلی دشمن خونی جلاد کو نہ دیکھ سکی تھی جو اس کے پانچ قدم کے فاصلے پر اونچی گھاس میں چھپا بیٹھا تھا اور جس کو ناگ کے بھوت نے دیکھ لیا تھا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلنے ہی والی تھی کہ عقل مند کنیز نے پیچھے سے اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر پیچھے کھینچ لیا اور کان میں کہا:

"خاموش! شاید اس نے ہمیں نہیں دیکھا۔"

راج کماری کا دل بُری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ کنیز کا بھی رنگ زرد تھا۔ خونی جلاد نے راج کماری اور کنیز کو دیکھ لیا تھا۔

○

لاش کی چیخ

ناگ بھی خونی جلاد کے سر پر پہنچ گیا تھا۔

جلاد کو اچانک اپنے پیچھے پتوں کی سرسراہٹ سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے سر پر ایک اونچا لمبا سرخ آنکھوں والا عجیب قسم کا انسان ایک زندہ لاش کی طرح دونوں بازو اٹھائے کھڑا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ چغے کے اندر ڈال کر تلوار نکالی ہی تھی کہ ناگ نے جھک کر ایک ہاتھ پوری طاقت سے جلاد کے کندھے پر مارا۔ ناگ کے وار میں شیر کی طاقت تھی۔ جلاد کا کندھا ٹوٹ کر لٹکنے لگا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گھاس پر گر پڑی اور پورا بازو بے کار ہو گیا۔ جلاد میں بھی ایک مست سانڈ جتنی طاقت تھی۔ وہ اٹھا اور غضب ناک ہو کر دوسرے بازو سے ناگ پر حملہ کر دیا۔ ناگ نے دوسرا ہاتھ مار کر اس کا دوسرا کندھا بھی توڑ دیا۔

اس کے بعد ناگ کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔

”آ آ آ .... آ“

راج کماری اور کنیز کے دل سینوں کے اندر بند ہونے لگے۔ خونی جلاد بھی اس موت کی چیخ سے لرز کر وہیں بیٹھ گیا۔ ناگ نے چیخ مارنے کے بعد دانت نکال کر دونوں ہاتھوں کے پنجے پورے کھول کر بازو اوپر اٹھا کر گھاس پر ٹھٹ پھیٹ کر پڑے ہوئے جلاد کو دیکھا۔ ناگ کے دانتوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں جو انسانی خون پر پیاسی کی بجلی بن کر ٹوٹنے کو تیار تھیں۔ خونی جلاد اٹھ کر ایک طرف ڈرے ہوئے خرگوش کی طرح بھاگنے ہی لگا تھا کہ ناگ نے اپنی دسوں انگلیوں کے لمبے ناخن اس کی گردن کے نرم نرم گوشت میں گاڑ دیئے۔ خون کے دس فوارے ابل پڑے۔ ناگ نے ایک ایک دھار سے خون پیا۔ جلاد خوف اور درد کے مارے بے ہوش ہو چکا تھا۔ ناگ نے جلاد کو کھینچ کر گھاس پر لٹا دیا اور پھر اس کا پیٹ پھاڑ کر ادھیڑ ڈالا۔ ناگ نے اپنے پیاسے ہونٹ جلاد کی لاش کے پھٹے ہوئے پیٹ سے لگا دیئے اور درندے کی طرح خون پینے لگا۔

یہ کراہت بھرا منظر راج کماری اور کنیز کے تنے کے اندر سے ڈری ہوئی سہمی ہوئی حیران نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ اور ان کی رگوں میں ان کا اپنا خون بھی سرد ہوا جا رہا تھا۔ یہ خونی ڈرامہ ان سے کچھ قدموں کے فاصلے پر ہو رہا تھا۔ انہیں ناگ کے خون پینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان کے دل کانپ رہے تھے۔ کیوں کہ اس کے بعد شاید ان کی باری تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ناگ کا بھوت یا ناگ کی لاش اصل میں ان کی طرف بڑھ رہی تھی کہ راستے میں جلاد آگیا۔

اور ہلاک ہوگیا۔ جب کہ اصل بات یہ تھی کہ ناگ نے راج کماری اور کنیز کو دیکھا تک بھی نہیں تھا۔ اس رات ناگ کا شکار جلاد تھا۔ جس کا خون پی کر ناگ اب اندھیری رات میں درختوں کے نیچے کھڑا سرخ زبان نکال کر اپنے ہونٹوں پر لگا خون چاٹ رہا تھا۔ اس کی آج رات کی خون کی پیاس بجھ چکی تھی۔ وہ جلاد کی کٹی پھٹی لاش کو وہیں چھوڑ کر پیچھے کو گھوما اور جنگل کے درختوں کے اندھیرے میں غائب ہوگیا۔

راج کماری کرن نے کہا:

"یہ کوئی چڑیل انسان کی شکل میں تھی۔ اس نے ہماری جگہ دیکھ لی ہے۔ یہاں سے نکل چلو نہیں تو وہ ہمارا بھی خون پی جائے گی اور ہمارا بھی یہی حشر ہوگا جو اس لاش کا ہوا:"

باقی ساری رات انہوں نے کھوکھلے تنے میں سہمے ہوئے گذار دی دن کی روشنی جنگل میں پھیلی تو انہیں کچھ حوصلہ ہوا۔ وہ درخت کے تنے میں سے نکل کر لاش کے پاس آئیں۔ لاش پر چیونٹیوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ پھر بھی اس کی شکل دیکھ کر راج کماری اور کنیز نے فوراً ہی جلاد کو پہچان لیا:

"اس غدار وزیر نے ہمیں مروانے کے لیے اس جلاد کو یہاں بھیجا تھا۔ بھگوان نے ہمیں بچا لیا۔ اب تو ہمیں یہاں

سے کسی دوسری جگہ چلے جانا چاہئے:"

کنیز نے کہا:

"کیوں نہ ہم شہر میں ٹھاکر مان سنگھ کی حویلی میں جا کر پناہ حاصل کر لیں:"

راج کماری نے کہا:

"نہیں ——— جب تک ہمیں ٹھاکر کی نیت کا علم نہیں ہوگا ہم اس کی حویلی میں نہیں جائیں گے۔ پہلے ہم کوئی دوسرا ٹھکانہ تلاش کرتے ہیں۔ پھر تم شہر جاؤ اور ٹھاکر مان سنگھ کی نیت کا حال معلوم کرو۔ اسے ہمارا پیغام دو اور اس کا جواب لے کر آؤ۔ اس کے بعد ہم وہاں جانے کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے:"

کنیز نے کہا:

"آپ مناسب سوچتی ہیں راج کماری ——— آئیے یہاں سے نکل چلیں:"

دونوں لاش سے ہٹ کر جنگل میں دریا کی طرف روانہ ہوگئیں۔ دریا وہاں سے کافی دور بہہ رہا تھا۔ اسی دریا کے کنارے پر وہ پرانا قلعہ اور قبرستان تھا جس کی قبر میں ناگ دبا ہوا تھا۔ لیکن راج کماری اور کنیز اس قلعے سے دور دریا کی وادی میں بانس کے ایک جنگل میں آ گئیں۔ دریا یہاں سے کافی دور تھا۔ یہ جگہ بڑی سرسبز اور ٹھنڈی تھی۔ بانس کے درختوں نے جگہ جگہ ٹھنڈا سایہ کر رکھا تھا۔ یہاں جنگلی پھلوں کے بے شمار

درخت تھے۔ انہوں نے ایک چشمے پر منہ ہاتھ دھویا اور جنگلی پھل
کھا کر اپنی بھوک مٹائی۔ پھر ایک بانس کے جھنڈ میں گھاس پتے بچھا
کر سونے کے لیے جگہ بنالی۔ راج کماری نے کنیز سے کہا کہ وہ شہر
جا کر ٹھاکر مان سنگھ سے بات کرے۔

"میری فکر نہ کرو۔ میں یہاں کسی نہ کسی طرح تمہارے انتظار
میں وقت گذار لوں گی۔"

کنیز نے راج کماری سے اجازت لی اور بانس کے جھنڈ سے نکل
کر شہر کو جانے والے راستے پر روانہ ہو گئی۔ دن نکل آیا تھا اور
روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کنیز نے سیاہ چادر سے اپنا جسم لپیٹ رکھا تھا
اور وہ کوئی دیہاتی عورت لگ رہی تھی۔

ادھر غدار وزیر نے دیکھا کہ جلاد واپس نہیں آیا تو اس نے
اپنا خاص آدمی پرانے قلعے والے جنگل میں دوڑایا کہ جا کر پتہ کرو جلاد
کے ساتھ کیا گزری۔ اس آدمی نے واپس آکر خبر دی کہ جلاد کی کٹی پھٹی
لاش جنگل میں پڑی ہے اور اسے کسی جنگلی درندے نے ہلاک کر
ڈالا ہے۔ وزیر نے اس آدمی کو کہا کہ واپس جا کر اس کی انگلی سے ہیرے
کی قیمتی انگوٹھی اتار لائے۔ اس کے بعد وزیر پریشان ہو کر ٹہلنے لگا کہ
راج کماری کو کہاں اور کس طرح تلاش کروایا جائے۔ اس کا دماغ کوئی
دوسری سازش تیار کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے اعلان کروا دیا کہ
محل کی راج کماری اندر دیوتا کا مقدس تاج لے کر محل سے فرار ہو گئی
ہے اور اندر دیوتا نے حکم دیا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو اسے پکڑ

کر اندر دیوتا کے مندر میں جلتی آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔ اس اعلان
کے موقع پر غدار وزیر نے نقلی ترشول بھی لوگوں کو فضا میں بلند کر کے
دکھایا۔ اس کے مسالے میں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔
درباری وزیر کے اس اعلان پر اس کے ساتھ مل گئے تھے۔ وزیر نے
راج کماری کی گرفتاری کے لیے بھاری انعام کا اعلان بھی کر دیا۔

عین اس وقت راج کماری کی کنیز ٹھاکر مان سنگھ کے پاس بیٹھی
اس سے خفیہ ملاقات کر رہی تھی۔ ٹھاکر مان سنگھ نے کہا۔ "راج کماری
سے جا کر کہو کہ حالات بڑے نازک ہیں۔ غدار وزیر نے سارے درباریوں
اور فوج کو جادو کی ترشول دکھا کر اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ کوئی شخص اس
کے خلاف بات نہیں کرتا۔ لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر انہوں نے وزیر کے خلاف
کوئی قدم اٹھایا تو اندر دیوتا کی ترشول انہیں ہلاک کر ڈالے گی۔

"راج کماری سے کہو کہ ابھی کچھ دیر انتظار کرے اور جنگل
میں ہی کسی جگہ چھپی رہے۔ جب حالات ذرا بدلے تو میں خود
اس کے حق میں بغاوت کا جھنڈا بلند کر دوں گا۔"

کنیز نے واپس آکر راج کماری کو ساری باتیں سنا دیں۔ راج کماری
ناامید ہو گئی۔ اس کا چہرہ اداس ہو گیا۔

"کیا ہمیں اسی جنگل میں ہی رہنا ہو گا۔ کیا ہم غدار وزیر
سے اپنے ماں باپ کے خون کا بدلہ نہ لے سکیں گے؟"

کنیز نے کہا۔

"ہمیں صبر اور عقل سے کام لینا ہو گا راج کماری! ٹھاکر

مان سنگھ نے ہمیں بڑا صحیح مشورہ دیا ہے۔"

راج کماری نے کہا:

"کیا ہم کسی طرح اس جادو کی ترشول پر قبضہ نہیں کر سکتے؟"

کنیز نے کہا:

"وہ گوانڈر دیوتا کی ترشول ہے۔ اسے کون چرا سکتا ہے؟"

راج کماری نے کہا:

"کاش میں اس ترشول کو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتی۔"

اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ ترشول کے ٹکڑے اڑ چکے ہیں اور غدار وزیر کے پاس نقلی ترشول ہے۔ مگر ہونی ہو کر رہتی ہے۔ انسان کی قسمت میں جتنی تکلیف سہنی لکھی ہوتی ہے وہ اسے سہنی ہی پڑتی ہے۔ راج کماری نے دل پر جبر کر کے مان سنگھ کا مشورہ مان لیا اور یہی فیصلہ کیا کہ وہ حالات کے بدلنے کا انتظار کرے گی اور اسی جنگل میں چھپی رہے گی۔

دوسری طرف عنبر اور ماریا سفر کرتے کرتے آخر دریا کے اس طرف والے کنارے پہنچ گئے۔ یہی دریا کا کنارہ تھا جس کے بارے میں گوندو دیو نے کہا تھا کہ وہاں انہیں ایک مسلمان درویش بزرگ ملے گا جس کے پاس ناگ پر کیے گئے جادو کا توڑ ہو گا۔

ماریا نے کہا:

"اس بزرگ کو دریا پر کس جگہ تلاش کیا جائے؟ میرا خیال ہے ان کی کٹیا یہیں کہیں ہونی چاہیے۔"

عنبر نے دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک جگہ ناریل کے درختوں کا جھنڈ ہے۔ اس کے اندر ایک جھونپڑی بنی ہوئی ہے۔ اس نے ماریا سے کہا:

"ہو نہ ہو یہی جھونپڑی اس بزرگ کی ہو سکتی ہے۔ آؤ وہاں چل کر دیکھتے ہیں۔"

دونوں درختوں کے جھنڈ میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ جھونپڑی خالی پڑی ہے۔ وہاں پانی کا ایک مٹکا تھا اور نماز پڑھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ اتنے میں ایک نورانی شکل والے بزرگ آگئے۔ عنبر نے انہیں اٹھ کر سلام کیا۔

بزرگ نے عنبر کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا:

"کیا ہماری بیٹی ماریا ہم سے سلام دعا نہیں لے گی؟"

ماریا چونک پڑی۔ بزرگ نے اسے دیکھ لیا تھا۔ ماریا نے بھی ادب سے سلام کیا اور کہا:

"پھر تو آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ ہم آپ کے پاس کس لیے حاضر ہوئے ہیں؟"

بزرگ جانماز پر بیٹھ گئے اور آنکھیں بند کر کے تسبیح پھیرنے لگے۔ پھر آنکھیں کھولیں اور کہا:

"تمہارا بھائی ناگ جس ترشول میں قید تھا، وہ ترشول

لوٹ چکا ہے۔ راجہ کے پاس نقلی ترشول ہے۔

عنبر نے پوچھا:

"اور ناگ کہاں ہے محترم بزرگ؟"

بزرگ نے کچھ دیر کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور پھر آنکھیں کھول کر کہا:

"ناگ! ایک بڑے عذاب میں ہے۔ اگر وہ ایک خدا ایک رسولؐ اور ایک قرآن کا ماننے والا نہ ہوتا تو اب تک جل کر خاک میں مل چکا ہوتا۔ کلاوتی دیوی نے اسے اپنے جادو میں جکڑ کر درندہ بنا دیا ہے۔ وہ دریا پار پرانے قلعے کے قبرستان میں ہے۔ جہاں ایک قبر ہے۔ اس قبر میں وہ مُردہ حالت میں پڑا ہے۔ رات جب آدھی بیت جاتی ہے تو وہ انسانی خون کا پیاسا درندہ بن کر قبر سے باہر نکل آتا ہے اور اپنے شکار کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔"

عنبر اور ماریا نے ناگ کا یہ حال سُنا تو انہیں بے حد دُکھ ہوا۔ انہوں نے بزرگ سے پوچھا کہ ناگ کی یہ حالت کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے؟

بزرگ نے اپنی صدری کی جیب سے ایک سفید کانچ کی چھوٹی تسبیح نکال کر دی اور کہا:

"اس تسبیح کو لے کر تم آدھی رات کو قلعے والے پرانے

قبرستان میں جاؤ جب قبر شق ہو جائے اور ناگ باہر نکل کر تم پر حملہ کرے تو اس تسبیح کو آگے کر دینا۔ اس وقت تسبیح کے سفید موتیوں کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔ ناگ بہت تڑپے گا، بلبلائے گا۔ مگر تم تسبیح پیچھے مت کرنا۔ جب وہ چیخ مار کر قبر میں چھلانگ لگا دے تو تم اس تسبیح کو قبر میں پھینک دینا اور پھر جو ہو گا اسے دیکھنا۔"

عنبر اور ماریا نے بزرگ کو ادب سے سلام کیا اور وہاں سے دریا پر آ گئے۔ ایک پرانی کشتی کنارے کے ساتھ ریت میں پھنسی ہوئی تھی۔ انہوں نے کشتی ریت سے نکال کر دریا میں ڈالی اور اس پر سوار ہو کر دریا پار کر گئے۔ دریا کے دوسرے کنارے پر شہتوت اور آم کے بے شمار درخت تھے۔ یہ جنگلی پھل تھا۔ وہ چلتے چلے گئے۔ دوپہر کے بعد جب شام ہوئی تو انہیں ایک پرانے قلعے کے کھنڈر نظر آئے۔

ماریا نے کہا:

"یہی وہ پرانا قلعہ ہے عنبر جہاں قبرستان میں ناگ رہتا ہے۔"

"ہاں۔ مگر ہمیں اس کے قبر سے باہر نکلنے کا انتظار کرنا ہو گا۔ اور وہ آدھی رات کو باہر آئے گا۔"

دونوں جنگل میں ایک چٹان کے پاس ہرے بھرے درختوں کے سائے میں آ کر بیٹھ گئے۔ یہاں جھاڑیوں میں ایک چشمہ بہہ رہا

تھا۔ عنبر اور ماریا خاموش بیٹھے تھے کہ انہیں کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ عنبر نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ماریا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کر جھاڑیوں کے پاس گیا اور دوسری طرف جھانک کر دیکھا۔

راج کماری کی کنیز چشمے سے صراحی میں پانی بھر کر واپس اپنے غار کی طرف جا رہی تھی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔

عنبر نے ماریا کو وہ لڑکی دکھائی اور آہستہ سے کہا:

"یہ کون ہو سکتی ہے؟ جاؤ تم اس کا پیچھا کرو۔"

ماریا کنیز کے پیچھے پیچھے چل دی۔ کنیز پانی کی صراحی لے کر غار میں راج کماری کے پاس آ گئی۔ ماریا نے ایک خوب صورت بھولی بھالی لڑکی کو دیکھا تو حیران ہوئی کہ یہ دونوں لڑکیاں یہاں کس لیے چھپی ہوئی ہیں۔ اس نے واپس آ کر عنبر کو بتایا۔ عنبر اور ماریا نے فیصلہ کیا کہ لڑکیوں سے ملنا چاہیئے۔ وہ دونوں غار کے دروازے پر آ گئے۔ عنبر نے اچانک اندر جھانک کر دیکھا اور کہا:

"گھبراؤ نہیں میری بہنو! میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیوں چھپی ہوئی ہو؟"

راج کماری کرن نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا کہ تم کون ہو؟

عنبر نے بتایا کہ وہ دوسرے ملک کا رہنے والا ہے اور اس ملک کی سیر کرنے آیا ہے۔ اس جنگل سے گذر رہا تھا کہ تمہاری باتیں کرنے کی آواز سن کر ادھر آ گیا۔

"مجھے اپنے بارے میں سچ سچ بتا دو۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں اور تمہاری مدد کروں گا۔"

راج کماری نے کہا:

"ہم دو غریب ماں باپ کی بیٹیاں ہیں۔ ہمارے ماں باپ مر چکے ہیں۔ یہاں غار میں رہتی ہیں۔ لکڑیاں کاٹ کر گذارا کرتی ہیں۔"

راج کماری نے جھوٹ بولا تھا۔ ماریا بھی وہیں غار میں موجود تھی۔ رات ہو گئی۔ تو عنبر نے کہا:

"اچھا بہنو! میں جاتا ہوں۔"

وہ غار سے باہر آ کر ایک طرف جھاڑیوں کے درمیان جا کر بیٹھ گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔ وہ آدھی رات کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ناگ کو قبر سے نکل کر انسان کی تلاش میں جنگل میں نکلنا تھا۔ دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے کہ یہ لڑکیاں کون ہو سکتی ہیں؟ باتوں ہی باتوں میں انہیں نیند آ گئی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اپنے آپ ان کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور وہ سو گئے۔ وہ سو رہے تھے کہ آدھی رات ہو گئی۔

جنگل پر زرد زرد پر اسرار چاند نے اپنی پھیکی روشنی کی چادر پھیلا دی۔ ہر طرف ایک دہشت سی چھا گئی۔ عین اس وقت پرانے قبرستان کی ایک قبر کی چھت آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگی۔ قبر میں ایک سوراخ ہو گیا۔ اور اس میں سے ناگ اوپر کو اٹھنے لگا۔ وہ ایک ترچھے

کی طرح سیدھا تھا۔ قبر سے باہر آ کر اس نے اپنے نتھنے پھلا کر چاروں طرف سونگھا۔ اسے ایک جانب سے انسانی خون کی بو آئی۔ وہ اس طرف چل پڑا۔ یہ بو اسے اس غار سے آ رہی تھی جس کے اندر راج کماری اور کنیز سو رہی تھیں۔ ماریا اور عنبر کے خون کی بو ناگ کو نہیں آ سکتی تھی۔ ناگ کی لاش سوکھے پتوں پر چلتی غار کی طرف آ گئی۔ وہ ان جھاڑیوں کے قریب سے بھی گزرا۔ جہاں عنبر اور ماریا بے خبر ہو کر سو رہے تھے۔

ناگ کی لاش غار کے منہ پر آ کر رک گئی۔ غار کے اندر سے انسانی خون کی بڑی تیز بو آ رہی تھی۔ اس کی سرخ آنکھیں چمکنے لگیں اور خون کے پیاسے ہونٹ پھڑکنے لگے۔ اس نے دونوں بازو ہوا میں بلند کیے اور ایک دہشت ناک چیخ ماری۔

"عا اُو زمبا۔۔۔۔۔"

- کیا ناگ کی لاش راجکماری اور کنیز کا خون پی سکی؟
- عنبر اور ماریا نے کیا دیکھا؟
- ناگ اور عنبر ماریا کی ملاقات کس حالت میں ہوئی؟

یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی قسط ۲۴ "آسیب کی دلدل" میں پڑھیں گے!

قریبی بک سٹال سے خرید فرمائیں!

قیمت

ستار طاہر کے نئے ناول

- جس روز شہر میں قتل ہوا
- بھوت اور موتی
- ایک سے بڑھ کر ایک
- موتی اور سمگلر
- ٹیلی فون پر موت
- پیلا لفافہ
- شیشے کا آدمی
- برف پر خون

اپنے قریبی بک سٹال سے
خرید فرمائیے یا براہ راست ہم سے منگوائیے!
مکمل سیٹ منگوانے پر
ڈاک خرچ
ادارہ ادا کرے گا!

مکتبہ اقرأ — ۱۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

آسیب کی رات
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

PDFBOOKSFREE.PK

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان
آسیب کی رات

اے حمید

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سرورق: پروڈکشن انچارج
جلال انور

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

بار اوّل : ۱۹۸۱ء
تعداد : دو ہزار
قیمت : چار روپے
نیا مکتبہ اقرأ - ۱۳/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : الجدہ پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو،

راجکماری اور اس کی وفادار کنیز جنگل کے غار میں چھپی ہوئی ہیں۔ جب آدھی رات گزرتی ہے تو دُور قبرستان کی ایک قبر کا منہ کھلتا ہے اور اس میں سے ناگ باہر نکلتا ہے — وہ ایک لاش کی طرح سیدھا کھڑا ہے اور نتھنے پھُلا کر چاروں طرف سونگھتا ہے — وہ انسانی خون کی بُو سُونگھنا چاہتا ہے — اسے غار کے جنگل کی طرف سے انسان کے خون کی بُو آتی ہے — وہ غار کی طرف بڑھتا ہے — راستے میں عنبر اور ماریا بھی ایک جگہ چھپے ہوئے ہیں۔ ناگ کی لاش اندھیرے میں سرخ خونی آنکھوں سے دیکھتی راجکماری کے غار کی طرف بڑھتی ہے۔ اور ایک بھیانک چیخ کے ساتھ راجکماری پر حملہ کرتی ہے تاکہ اس کا خون پی جائے اور اس کی لاش کو ادھیڑ ڈالے کہ اچانک عنبر اس کے اوپر چھلانگ لگا دیتا ہے —

پھر کیا ہوتا ہے — یہ آپ خود پڑھ لیں گے —

اے حمید

ترتیب

غار والی لڑکیاں

ناگ کی چیخ سے سارا جنگل دہل اُٹھا —

راجکماری اور کینز ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھیں — غار کے باہر چاند کی زرد روشنی پھیلی تھی — انہوں نے باہر اسی بھوت کو دیکھا، جس نے کل رات جلاد کو چیر پھاڑ کر اس کا خون پیا تھا — راجکماری اور کینز چیخ مار کر غار کے اندر دیوار سے چمٹ گئیں — ناگ کی لاش اپنے لمبے ناخنوں والا ہاتھ پھیلائے غار کی طرف بڑھا — ناگ کی چیخ نے عنبر اور ماریا کو بھی جگا دیا تھا — وہ بھی بھاگ کر غار کی طرف آ گئے — یہ چیخ اسی طرف سے آئی تھی۔ انہوں نے غار کے سامنے آ کر دیکھا کہ ناگ غار میں داخل ہو رہا ہے۔

عنبر اور ماریا فوراً سمجھ گئے کہ وہ غار میں چھپی ہوئی لڑکیوں کا خون پینے جا رہا ہے — بڑا نازک وقت تھا۔ عنبر نے وہیں سے ناگ کے اوپر چھلانگ لگا کر اسے پیچھے گرا دیا — ناگ زمین پر گرتے ہی اُٹھا اور عنبر پر حملہ کرنے آگے بڑھا — وہ درندے کی طرح چیخ رہا تھا — اس کے حلق سے غراہٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں

اس نے عنبر کو اٹھا کر زور سے درخت کے ساتھ دے مارا۔ ماریا نے ناگ کی یہ حالت دیکھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "میرے بھائی کو یہ کیا حال ہو گیا ہے۔" عنبر درخت سے ٹکرا کر اُٹھا اور اس نے جیب سے تسبیح نکال کر ناگ کے آگے کر دی۔

ناگ کی نظر تسبیح پر پڑی تو وہ یوں چلایا جیسے اس کے سارے جسم کو آگ لگ گئی ہو۔ اس نے زمین پر زور زور سے اپنا سر مارا۔ عنبر کو پکڑ کر اس کی گردن مروڑنا چاہی، مگر عنبر کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ جاتا تھا۔

عنبر نے کہا:

"ماریا، تم غار کی لڑکیوں کی خبر لو۔"

ماریا نے کہا:

"وہ خوف زدہ ہیں — میری وجہ سے اور ڈر جائیں گی۔ ہائے ناگ کو کیا ہو گیا ہے عنبر بھائی؟"

"ابھی ٹھیک ہو جائے گا — گھبراؤ نہیں۔"

راجکماری اور کنیز غار میں سہمی ہوئی یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھیں اور خوف کے مارے ان کے دانت بج رہے تھے۔ وہ غار سے نکل کر ایک طرف بھاگنے لگیں تو عنبر نے اونچی آواز میں کہا۔

"لڑکیو، خبردار بھاگنا مت — نہیں تو یہ لاش تمہیں زندہ نہ چھوڑے گی۔"

نہ چھوڑے گی۔"

راجکماری اور کنیز وہیں بیٹھ گئیں — ناگ کی حالت خراب ہونے لگی تھی — وہ تڑپ تڑپ کر بے حال ہو گیا تھا — وہ بار بار عنبر پر حملہ کرنے آتا اور تسبیح کی وجہ سے پیچھے ہٹ جاتا۔ عنبر نے دیکھا کہ تسبیح کے سفید موتیوں کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ سرخ ہوتے ہی ناگ نے ایک چیخ ماری اور قبرستان کی طرف بھاگا — عنبر بھی اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ قبرستان میں اپنی قبر کے پاس جا کر ناگ نے اس میں چھلانگ لگا دی — اس کے چھلانگ لگاتے ہی عنبر نے تسبیح بھی اس کے پیچھے قبر میں پھینک دی۔

تسبیح کے قبر میں پھینکتے ہی ایک دھماکا سا ہوا — قبر میں سے شعلہ بلند ہوا — شعلہ ایک گولا بن کر قبر کے اُوپر لٹکنے لگا۔ اس گولے میں کلاوتی دیوی کی شکل نظر آئی — وہ چیخ رہی تھی — اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور گردن کو آگ لگی تھی۔ آگ کا گولہ اسے لے کر اوپر ہونے لگا اور پھر اڑتا ہوا ستاروں بھرے آسمان میں غائب ہو گیا —

آگ کے گولے کے غائب ہوتے ہی قبرستان میں ایک پُرسکون خاموشی چھا گئی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ درختوں پر سہمے ہوئے پرندوں نے خوش ہو کر گانا اور چہچہانا شروع کر دیا۔ عنبر نے ماریا کی طرف منہ کر کے کہا:

"کلاوتی دیوی کا جادو ٹوٹ گیا۔"

وہ قبر کی طرف بڑھے — قبر ٹھنڈی ہوگئی تھی اور اس کے اندر سے ناگ دونوں کہنیاں ٹکا کر باہر نکل آیا — اس نے عنبر کو دیکھ کر کہا:

"میں اس قبر میں کیسے آگیا تھا؟ ماریا کہاں ہے؟"

ماریا نے کہا:

"میں تمہارے پاس ہی ہوں بھیا — خدا کا شکر ہے کہ تم اپنی اصلی حالت میں آئے۔"

ناگ نے قبر سے باہر آکر کپڑے جھاڑتے ہوئے پوچھا:

"مجھے کیا ہوگیا تھا؟"

عنبر نے کہا:

"اگر تمہیں بتاؤں کہ تمہیں کیا ہوگیا تھا اور تم کیا کرتے پھرتے تھے تو تمہیں کبھی یقین نہیں آئے گا۔"

ناگ خاموشی سے عنبر کو تکنے لگا:

"تو کیا — کیا میں درندہ بن گیا تھا؟ کیا میں مُردہ ہوگیا تھا، کچھ بتاؤ تو سہی۔"

عنبر نے ناگ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں — آؤ میرے ساتھ — دو بہنیں ہماری ہمدردیوں کا انتظار کر رہی ہیں۔"

"کون ہیں؟" ناگ نے پوچھا۔

ماریا نے کہا:

"یہ وہی ہیں جن کا تم ابھی ابھی خون پینے گئے تھے۔"

ناگ نے اپنا سر تھام لیا:

"نہیں نہیں، میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

عنبر نے کہا:

"وہ تم نہیں تھے۔ تم پر جادو کر دیا گیا تھا — ایک ایسی جادوگرنی دیوی نے جس کا مقابلہ اسلام ہی کر سکتا تھا۔ اگر تمہارے دل میں کلمہ طیبہ کا نور نہ ہوتا تو تم زندہ نہیں بچ سکتے تھے — جادو برحق ہے اور تم زبردست جادو کے اثر میں تھے۔"

ناگ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا:

"یا اللہ! مجھے معاف کر دے — میرے گناہ معاف کر دے۔ تیرا شکر ہے کہ میں پھر سے اپنی اصلی شکل میں آیا۔"

ماریا، عنبر اور ناگ غار کی طرف آگئے — راجکماری کرن اور کنز دونوں خوف کے مارے سہمی بیٹھی تھیں — اب جو انہوں نے اسی زندہ لاش کو عنبر کے ساتھ اپنی طرف آتے دیکھا تو چیخ مار کر وہاں سے بھاگنے لگیں — عنبر نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"اب تمہیں ڈر کر بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ زندہ لاش

پھر سے انسان بن گئی ہے۔"
ناگ نے آگے بڑھ کر راجکماری اور کنیز کو بڑی شفقت سے
سلام کیا — اور کہا :
"مجھ پر جادو کا اثر تھا جو ختم ہو گیا — میری وجہ سے تمہیں جو
تکلیف پہنچی ہے، میں اس کی معافی مانگتا ہوں۔"
راجکماری نے ناگ کو انسانوں کی طرح بڑی نرم دلی اور
اخلاق سے باتیں کرتے دیکھا تو اُسے کچھ تسلی ہوئی — عنبر اور ناگ
غار کے اندر آ کر بیٹھ گئے۔ کنیز اب بھی ناگ کی طرف دیکھتے
ہوئے گھبرا رہی تھی —
ناگ نے کہا :
"بہن، اب مجھ سے بالکل نہ گھبراؤ — میں تمہاری طرح ایک
انسان ہوں — مجھے تم اپنا بھائی ہی سمجھو۔"
ناگ مسکرا دیا — عنبر نے کہا :
"ہاں، اب وہ بات نہیں ہے — بُرا وقت گزر گیا ہے۔ اب
تم لوگ ہمیں سچی بات بتا دو کہ اصل میں تم کون ہو؟"
راجکماری نے کہا :
"میں ریاست کے راجہ کی بیٹی کرن ہوں اور یہ میری وفادار
کنیز ہے —"
اور پھر راجکماری نے عنبر اور ناگ کو ساری کہانی بیان کر دی۔

ناگ نے تعجب سے کہا :
"تو یہ ترشول میں قید تھا اور اس قسم کی درندگی کرتا پھرتا
تھا — میں اُس وزیر کی گردن مار دوں گا — جس نے مجھ سے یہ
ظلم کروائے۔"
راجکماری نے کہا :
"ناگ بھائی، تم نے صرف ایک جلاد کو ہلاک کیا ہے اور اُس
جلاد نے سینکڑوں انسانوں کو وزیر کے اشارے پر قتل کر دیا تھا۔
تم نے اس کے ساتھ بالکل ٹھیک کیا۔"
ماریا وہاں خاموش بیٹھی تھی — عنبر اور ناگ نے اُسے بولنے
سے منع کر دیا تھا — وہ راجکماری کو ماریا کے بارے میں نہیں
بتانا چاہتے تھے۔ عنبر نے راجکماری کو بتایا کہ اصلی جادو کا
ترشول ٹوٹ چکا ہے اور وزیر اب نقلی ترشول سے لوگوں کو
خوف زدہ کیے ہوئے ہے۔
راجکماری نے کہا :
"میں ٹھاکر مان سنگھ کے ساتھ مل کر اپنے باپ کی
راج گدی واپس لینا چاہتی ہوں۔"
ناگ نے کہا :
"راجکماری، تمہیں اب ٹھاکر مان سنگھ کی مدد لینے کی ضرورت

نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" کنیز نے کہا: "وہ بڑا اثر والا آدمی ہے۔
اُس کی مدد کے بعد ہم راج گدی پر قبضہ نہیں کر سکتے۔"

عنبر کہنے لگا:

"ناگ ٹھیک کہتا ہے راجکماری، تمہیں ٹھاکر مان سنگھ سے
مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

راجکماری نے پوچھا:

"تو پھر میں اکیلی غدار وزیر کا کیسے مقابلہ کر سکوں گی؟"

عنبر نے کہا:

"ہم دونوں تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"تم دونوں کیا کر سکو گے — اب تو ناگ زندہ لاش بھی
نہیں بن سکتا کہ غدار وزیر کا خون ہی پی لے۔"

کنیز نے مسکرا کر کہا — عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:

"ناگ کیا خیال ہے — ہم دونوں اتنی بڑی طاقت والے
غدار وزیر کا مقابلہ کر سکیں گے؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"کوشش کر کے دیکھ لیتے ہیں۔"

راجکماری نا امید سی ہو گئی، کہنے لگی:

"آپ لوگ اب بھی میری بات مان لیں۔ ہم ٹھاکر مان سنگھ

کے ساتھ مل کر ہی وزیر کا مقابلہ کر سکیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"تو پھر چلو، ٹھاکر مان سنگھ کے پاس اس کی حویلی میں
چل کر اس سے بات کرتے ہیں۔"

راجکماری نے کہا:

"ٹھاکر نے حویلی میں آنے سے منع کیا تھا — اس نے کہا
تھا کہ وقت آنے پر وہ ہمیں خود بلائے گا۔"

ناگ نے کہا:

"راجکماری جی، میرا خیال ہے کہ وقت آ گیا ہے۔ آئیے ٹھاکر
مان سنگھ کی حویلی میں چلتے ہیں —"

رات کا پچھلا پہر گزر رہا تھا — ناگ اور عنبر نے راجکماری
اور کنیز کو مجبور کر دیا کہ وہ اُن کے ساتھ چلیں، کیونکہ اس سے
زیادہ سنہری موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا — ماریا ان کے ساتھ ساتھ
تھی۔ ایسے موقعوں پر اُسے بڑا غصہ آتا تھا کہ عنبر ناگ اس کا منہ
بند کر دیتے تھے — خود بڑے مزے سے باتیں کرتے تھے اور
اسے بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، مگر وہ بے چاری دل
پر جبر کر کے خاموش رہتی، کیونکہ اس کے بولنے سے حالات خراب
ہونے کا خطرہ ہوتا تھا، لیکن بعد میں جب ماریا کو موقع ملتا تھا
تو وہ خوب بولتی تھی۔ بلکہ عنبر اور ناگ کے منع کرنے پر بھی

نہیں رکتی تھی اور باتیں کرتی ہی چلی جاتی تھی ۔

یہ پانچوں جنگل سے نکل کر شہر کی طرف چل پڑے ۔

رات کے تین بجے ہوں گے ۔ شہر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا ۔ اس کے سارے دروازے بند تھے — شہر کی دیوار پر ہر دروازے کے باہر مشعل جل رہی تھی اور پہرے دار تیر تلوار لگائے پہرہ دے رہا تھا — موسم خوشگوار تھا اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی ۔ شہر کی دیوار کے اوپر بھی پہرے دار مشعل لیے چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا ۔ یہ لوگ شہر کے دروازے سے دور ایک درخت کے نیچے رک گئے —

راجکماری نے کہا :

" اس طرح میرا شہر میں داخل ہونا ٹھیک نہیں ۔ ہو سکتا ہے ، پہرے والا سپاہی میرا وفادار ہو ، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ غدار وزیر کے ساتھ ملا ہوا ہو اور مجھے دیکھتے ہی ہلاک کر دے ۔"

ناگ نے پوچھا :

" تو پھر ہم شہر میں کس طرح داخل ہوں ؟"

راجکماری کرن نے کہا :

" میرا خیال ہے کہ ہمیں صبح ہونے کا انتظار کرنا چاہیے ۔ پھر دروازہ کھل جائے گا اور ہم بھیس بدل کر شہر میں داخل ہو جائیں گی ۔"

عنبر مسکرایا اور کہنے لگا :

" ویسے ہم اس وقت بھی شہر میں داخل ہو سکتے ہیں راجکماری ۔"

کرن نے کہا :

" وہ کیسے ؟ کیا ہم جن بھوت ہیں کہ غائب ہو کر شہر میں داخل ہو جائیں گے ۔"

عنبر نے کہا :

" ہو سکتا ہے ، ہم جن بھوت ہی ہوں ۔"

پھر وہ ہنس دیا اور بولا :

" ایسی کوئی بات نہیں ہے — میرا مطلب تھا کہ اگر انسان ذرا عقل مندی سے کام لے تو ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے ۔"

اس کے بعد عنبر نے ناگ سے کہا :

" ناگ بھائی ، ذرا جا کر دروازہ تو کھلواؤ ۔ کیونکہ تم ہی ہم سب میں عقلمند ہو — آج ذرا اپنی عقل سے کام تو لو ۔ ہاں اگر چاہو تو اپنی عقل کو ساتھ ہی لیتے جاؤ ۔"

عنبر کی مراد ماریا سے تھی — اس نے اس طرف دیکھ کر یہ جملہ کہا تھا ۔ جس طرف سے ماریا کی تیز خوشبو آ رہی تھی اور اسے یقین تھا کہ وہاں ماریا بیٹھی ہے — ماریا بھی ہنس دی ۔ اس نے عنبر کی گردن پر زور سے چٹکی بھری اور ناگ کے پاس آگئی ۔ عنبر نے اپنی گردن پر ہاتھ مارا ۔ راجکماری نے پوچھا :

"کیا ہوا؟"

عنبر نے کہا:

"کچھ نہیں، ایک غیبی چیونٹی نے کاٹ لیا تھا۔"

ناگ اُٹھ کھڑا ہوا:

"اچھا، میں جاتا ہوں۔ فکر نہ کرو عقل بی بی بھی میرے ساتھ ہے۔"

کنیز نے تعجب سے پوچھا:

"یہ عقل بی بی کون ہے؟"

عنبر بولا:

"یہ تم نہیں سمجھ سکو گی کنیز بی بی — اب ذرا دیکھنا کہ دروازہ کیسے کھلتا ہے شہر کا۔"

راجکماری اور کنیز خاموش ہو گئیں — ناگ درختوں سے نکل کر شہر کی دیوار کی طرف بڑھا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی۔ اب اُسے کہیں بولنے کی آزادی ملی تھی — اس نے ناگ سے کہا:

"آگے سے اگر تم دونوں نے میری زبان بند کی تو میں چیخ چیخ کر شور مچا دیا کروں گی، ہاں۔"

ناگ ہنس رہا تھا:

"ماریا بہن، اس وقت تمہارے بولنے سے راجکماری کے ڈر جانے کا خطرہ تھا۔"

ماریا نے تنک کر کہا:

"اچھا تو میں کوئی تمہاری طرح کی بھوت ہوں کہ میرے بولنے سے وہ ڈر جاتی۔"

ناگ نے زور سے قہقہہ لگایا — اس قہقہے کی آواز عنبر اور راجکماری تک بھی آئی — راجکماری نے عنبر سے کہا:

"یہ ناگ اکیلے بھی قہقہے لگایا کرتا ہے؟"

کنیز نے آہستہ سے کہا:

"معلوم ہوتا ہے، ابھی تک اس پر جادو کا کچھ اثر باقی ہے۔"

عنبر بولا:

"شاید کچھ اثر باقی ہو۔"

ناگ کے قہقہے کی آواز شہر کے بند دروازے پر پہرہ دیتے سپاہی نے بھی سُن لی تھی — اس نے نیزہ سنبھال لیا اور جدھر سے آواز آئی تھی، اُس طرف دیکھا — اور شہر کی دیوار کے اُوپر پہرہ دیتے سپاہی سے کہا:

"اُدھر سے نگاہ ڈالو — یہ کون ہنسا تھا؟"

اوپر والے سپاہی نے جواب دیا:

"اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آتا — ہو سکتا ہے کوئی چڑیل ہو۔ ہوشیار رہنا۔"

پہرے دار کے دل پر خوف بیٹھ گیا — چوروں، ڈاکوؤں کا تو

مقابلہ کر سکتا تھا — مگر چڑیلوں کا سامنا نہیں کر سکتا تھا — ناگ نے گہرا سانس لے کر اپنا روپ بدل لیا اور وہ کالے رنگ کا چھوٹا سانپ بن گیا۔ اس نے ماریا سے کہا :

"میں پہرے داروں کو بے ہوش کرتا ہوں — تم دروازہ کھول دینا ۔"

یہ کہہ کر ناگ رینگتا ہوا شہر کے دروازے کی طرف بڑھا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی — دونوں پہرے دار چوکس ہو گئے تھے — اوپر والا پہرے دار دیوار کے اوپر کھڑا تھا اور اس نے کمان میں تیر جوڑ رکھا تھا کہ ذرا خطرہ پائے تو دشمن پر تیر چلا دے۔ نیچے والا پہریدار چڑیل کے خیال سے ڈرا ہوا تھا — پھر بھی اس نے نیزہ تان رکھا تھا - دیوار پر مشعل جل رہی تھی — اچانک نیچے والا پہرے دار چلّایا :

"سانپ !"

اُوپر والے نے ہنس کر کہا :

"ارے سانپ سے ڈر گئے ؟ مار ڈالو سالے کو !"

لیکن نیچے والے پہرے دار کو دوبارہ سانپ نظر نہ آیا — وہ نیزہ تانے اِدھر اُدھر سانپ کو ڈھونڈنے لگا - اچانک اُسے اپنی ٹانگ پر ڈسنے کی ٹیس محسوس ہوئی — ناگ نے ایک خاص قسم کا بے ہوشی کا زہر اس کے جسم میں داخل کر دیا تھا —

پہرے دار کا ایک دم سے گلا خشک ہو کر بند ہو گیا — اُس نے چلّا کر اوپر والے کو پکارنا چاہا — مگر اس کی آواز نہ نکل سکی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا - اُوپر والے نے اُسے گرتے دیکھا تو چلّایا :

"ابے کیا ہوا ہے تمہیں ؟ ابے بولتا کیوں نہیں ؟"

ناگ اتنی دیر میں اوپر والے پہرے دار کے پاس پہنچ چکا تھا — پہرے دار نے تیر کمان دیوار پر رکھا — اور رسّی کی سیڑھی نیچے ٹکانے ہی لگا تھا کہ سانپ نے اسے بھی ڈس دیا — وہ بھی اپنا گلا دونوں ہاتھوں سے تھام کر چکرایا اور ایک چکر کھا کر بے ہوش ہو کر گر پڑا — ناگ نیچے آ گیا — ماریا نے بڑے دروازے کا چھوٹا طاق کھول دیا تھا — ناگ فوراً انسان کی شکل میں آ گیا — اس نے دیوار سے مشعل اتار کر لہرائی — عنبر اسی اشارے کا انتظار کر رہا تھا — اس نے راجکماری سے کہا :

"چلو راجکماری، دروازہ کھول دیا گیا ہے ۔"

راجکماری نے کہا :

"کمال کر دیا اس تمہارے دوست نے ۔"

عنبر بولا :

"تم آگے آگے اس کے کمال دیکھنا ۔"

کنیز بولی :

"اس پر ابھی جادو کا اثر ہے اس لیے ہمیں ہوشیار رہنا ہوگا۔"
عنبر نے کہا:

"تمہیں ناگ کے جادو سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میری بہنو — آؤ، اب ٹھاکر مان سنگھ کی حویلی میں چلتے ہیں۔"

وہ تینوں شہر کی فصیل کے پاس آ گئے — دروازے کا چھوٹا طاق کھلا تھا — اور پہرے دار ایک طرف بے ہوش پڑا تھا — ناگ دروازے کی ڈیوڑھی میں اُن کا انتظار کر رہا تھا — عنبر نے راجکماری سے کہا:

"اب تم ٹھاکر کی حویلی تک لے چلو۔"

ماریا، ناگ، عنبر، راجکماری اور کنیز شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ رات کے پچھلے پہر اندھیرے میں شہر سو رہا تھا — کہیں کہیں بازاروں اور گلیوں کے کونوں پر مشعلیں روشن تھیں — پہرے دار یہاں بھی کہیں کہیں آوازیں دیتے گھوم رہے تھے — کنیز ان لوگوں کو ایک سنسان راستے سے ٹھاکر مان سنگھ کی حویلی تک لے گئی — پہریدار نے راجکماری کو دیکھا اور ادب سے سر جھکا دیا اور پھر عنبر اور ناگ کی طرف دیکھ کر بولا:

"راجکماری جی آپ! یہ لوگ کون ہیں؟ آپ آدھی رات کے بعد یہاں کیسے آ گئیں؟"

راجکماری نے کہا:

"بھیا ٹھاکر صاحب کے پاس لے چلو ہمیں — یہ سب میرے ہمدرد ہیں۔"

ٹھاکر مان سنگھ کو جگا دیا گیا — وہ دیوان خانے میں آ گیا — فانوس روشن کر دیا گیا۔ راجکماری، کنیز، ناگ اور عنبر کو دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے — اس نے سنجیدگی سے کہا:

"راجکماری جی، میں نے آپ کو پیغام بھجوایا تھا کہ آپ کو جب تک میں نہ کہوں، آپ شہر میں داخل نہ ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"اس میں راجکماری کا کوئی قصور نہیں ہے ٹھاکر صاحب — انہیں ہم آپ کے پاس لائے ہیں۔"

ٹھاکر نے عنبر کی طرف اپنی گھنی بھنوؤں والی آنکھیں اٹھا کر کہا:

"اور آپ لوگ کون ہیں — اس سے پہلے میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔"

عنبر نے کہا:

"میرا نام عنبر ہے اور یہ میرا بھائی ناگ ہے۔"

ٹھاکر بولا:

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر آپ ہیں کون؟"

ناگ نے کہا:

"ٹھاکر جی، ہم جڑی بوٹیوں کی تلاش کا کام کرتے ہیں۔ جنگل سے گزر رہے تھے کہ راجکماری کو خستہ حالت میں دیکھا تو ان کی مدد کو جی چاہا — ہم راج گدی واپس دلانے میں راجکماری کی مدد کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ اس سلسلے میں ہمارا ساتھ دیں —"

ٹھاکر مان سنگھ نے کہا:

"راجکماری کا باپ میرا دوست تھا — وہ ایک نیک دل راجہ تھا — غدار وزیر نے انہیں مہارانی کے ساتھ ہلاک کر کے زبردستی تخت پر قبضہ کر لیا ہے — میں راجکماری کی مدد کرنا چاہتا ہوں، لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا — وزیر کے پاس ایک ایسی ترشول ہے جو اندر دیوتا نے اُسے دی ہے اور جس میں سے آگ نکل کر انسانوں کو بھسم کر دیتی ہے — جب تک اس کے پاس یہ ترشول موجود ہے، ہم کچھ نہیں کر سکتے — میں بھی مجبور ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"اگر ہم وہ ترشول آپ کے پاس لے آئیں تو کیا پھر آپ راجکماری کی مدد کریں گے؟"

ٹھاکر بولا:

"ضرور مدد کروں گا، لیکن تم وہ ترشول کیسے لاؤ گے؟ وہ اندر دیوتا کی نشانی ہے اور جو کوئی غیر آدمی اسے ہاتھ لگائے گا

جل کر بھسم ہو جائے گا۔"

ناگ نے کہا:

"ٹھاکر صاحب، میں اس ترشول کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہوں اور اندر دیوتا کو بھی جانتا ہوں اور اس میں سے جو بھوت نکل کر آگ برسایا کرتا تھا، اس کو بھی جانتا ہوں — آپ صرف راج کماری اور کنیز کو اپنی حویلی میں پناہ دے دیں — ہم وہ ترشول آپ کے پاس لے آئیں گے۔"

ٹھاکر مان سنگھ سوچ میں پڑ گیا، پھر کہنے لگا:

"مجھے یقین نہیں کہ تم ایسا کر سکو۔ اس میں تمہاری جان کا خطرہ ہے — لیکن اگر تم خودکشی کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں نہیں روک سکتا — راجکماری ہماری حویلی میں ہماری بیٹی بن کر رہے گی۔"

راجکماری نے اُٹھ کر ٹھاکر مان سنگھ کے پاؤں چھو لیے۔ ٹھاکر نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ دیا اور نوکر سے کہا کہ راجکماری اور کنیز کو عورتوں کے پاس پہنچا دیا جائے —

راجکماری حویلی کے زنان خانے کو روانہ ہو گئی — عنبر اور ناگ حویلی سے باہر نکل آئے — ماریا اُن کے ساتھ ساتھ تھی — حویلی سے باہر آتے ہی اُس نے عنبر سے کہا:

"اب میں تم سے خوب باتیں کروں گی اور اُونچی اُونچی باتیں کروں گی — تم نے بہت دیر مجھے خاموش رکھا ہے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

"ماریا، تمہیں جب ہم خاموش رکھتے ہیں تو کسی وجہ سے رکھتے ہیں۔ کیونکہ تم کسی کو دکھائی جو نہیں دیتیں — اب اگر تم بولو تو لوگ ڈر کر بھاگ نہیں جائیں گے کیا ؟"

ماریا نے ناراض ہو کر کہا :

"اچھا خدا کرے کہ میں بھی تمہاری طرح انسانی شکل میں آ جاؤں، پھر تو تم مجھے چپ نہیں رکھ سکو گے۔"

ناگ نے پیار سے کہا :

"ماریا بہن، ناراض نہ ہو۔ ہم تو تمہارے پیارے بھائی ہیں — تمہاری خاطر جان بھی قربان کر سکتے ہیں — تم ہم سے باتیں کرو — بے شک جتنی چاہے باتیں کرو۔"

ماریا کہنے لگی :

"میں کب تم سے ناراض ہوں، میں کب کہتی ہوں کہ تم زبردستی مجھے خاموش رہنے کو کہتے ہو؟ ٹھیک ہے، مجبوری ہوتی ہے مگر آخر میں بھی انسان ہوں۔ کسی وقت منہ بند رکھے رکھے تنگ آ جاتی ہوں۔"

عنبر نے کہا :

"اچھا بابا، اب جب کبھی ایسا موقع آیا تو میں تمہیں وہاں سے دور لے جا کر تم سے باتیں کر لیا کروں گا۔"

ماریا ہنس پڑی۔ ناگ نے کہا :

"شکر ہے۔ ماریا کا غصہ دور ہوا۔"

یونہی باتیں کرتے وہ اندھیرے میں ڈوبے خاموش شہر کی گلیوں میں سے گزرتے ایک بازار میں آ گئے — بازار سنسان تھا۔ آسمان پر پو پھٹ رہی تھی — صبح ہونے میں ابھی کچھ وقت تھا — دور کسی مندر میں گھنٹیاں بجنے لگی تھیں — بازار کی دکانیں بند تھیں — مکانوں پر اندھیرا چھایا تھا — ہر طرف گہری خاموشی تھی — عنبر اور ناگ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ماریا کبھی ان کے آگے ہو جاتی اور کبھی ان کے پیچھے اور کبھی ساتھ ساتھ چلنے لگتی تھی — یہی وجہ تھی کہ انہیں کبھی تو ماریا کی خوشبو آگے سے آتی، کبھی پیچھے سے اور کبھی سامنے سے آنے لگتی۔ عنبر ماریا کو مذاق کرنے لگا تھا کہ اُس نے ارادہ بدل لیا کہ وہ کہیں ناراض نہ ہو جائے — پہلے ہی بڑی مشکل سے اُسے راضی کیا تھا۔

اب انہیں دودراج کے محل کی بارہ دریاں نظر آنے لگی تھیں — ان بارہ دریوں میں فانوس روشن تھے — وہ بازار کا موڑ گھومے تو ایک پہرے دار نے ان کا راستہ روک لیا۔

"کون ہو تم؟ اس وقت کیا کر رہے ہو یہاں؟"

عنبر نے ناگ کی طرف اور ناگ نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے کہا :

"ہم مسافر ہیں — راجہ کا محل دیکھنے جا رہے ہیں۔"

پہریدار نے پھنکار کر کہا:

"راجہ کا محل دیکھنے جا رہے ہو کہ وہاں چوری کرنے جا رہے ہو، تم ڈاکو ہو۔"

اتنا کہہ کر پہرے دار نے تلوار نکال لی — عنبر نے ناگ سے کہا:

"بھائی اس کو بتا دو پھر کہ ہم کون ہیں — یہ بہت بے چین ہو رہا ہے۔"

ناگ نے پہریدار کی طرف دیکھا اور کہا:

"میاں، میں تو شیر ہوں۔"

اور یہ کہہ کر ناگ نے گہرا سانس لیا اور شیر بن گیا — اس نے جو دھاڑ ماری تو پہرے دار کے ہاتھ سے تلوار چھٹ کر نیچے گر پڑی اور ساتھ ہی وہ خود بھی بے ہوش ہو کر گر پڑا — ناگ پھر سے انسانی شکل میں آ گیا — وہ تینوں محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ شیر کی دھاڑ سن کر اس علاقے کے کتے زور زور سے بھونکنے لگے۔ ایک آدمی نے کھڑکی کھول کر کہا:

"ارے پہرے دار، یہ شیر کی آواز کہاں سے آئی تھی؟"

مگر پہرے دار تو بے ہوش ہو چکا تھا — اس آدمی نے جلدی سے کھڑکی بند کر لی — عنبر، ناگ اور ماریا محل کے دروازے

پر پہنچ گئے تھے — محل کے دروازے پر بڑا زبردست پہرہ تھا۔ چھ سپاہی تیر کمان نیزے اور تلواریں لگائے کھڑے تھے۔ عنبر ناگ کو آگے بڑھتے دیکھ کر وہ ہوشیار ہو گئے —

"کون ہو تم؟" ایک نے پوچھا۔

عنبر نے کہا:

"ہم ملک نیپال سے راجہ کے نام ایک ضروری پیغام لے کر آئے ہیں — یہ پیغام نیپال کے راجہ نے دیا ہے۔"

نقلی ترشول اصلی سانپ

پہرے دار نے عنبر سے کہا کہ وہ مہمان خانے کی طرف چلے جائیں —

ایک سپاہی ان کے ساتھ کر دیا گیا، جس نے دونوں بلکہ تینوں کو شاہی مہمان خانے میں پہنچا دیا — یہاں آتے ہی عنبر نے ناگ سے کہا —

"اب تم کسی طریقے سے غدار وزیر کے سونے کے کمرے میں پہنچنے کی کوشش کرو — ماریا میرے ساتھ رہے گی ۔"

ماریا نے کہا :

" مگر میں اب زیادہ دیر خاموش نہیں رہوں گی ۔"

عنبر نے ہنس کر کہا :

" اچھا بابا، مت خاموش رہنا — تھوڑی دیر بعد تم سے بات کر لیا کروں گا"

ناگ نے کہا :

"ماریا پہلے تو تم ایسا نہیں کہا کرتی تھیں — اب کیا بات ہے؟"

ماریا نے جواب دیا :

"شاید اس لیے کہ اب ہمارا واپسی کا سفر شروع ہے ۔"

عنبر کہنے لگا :

ابھی تو چار ساڑھے چار ہزار سال کا سفر پڑا ہے ۔"

ماریا بولی :

"کوئی بات نہیں، لیکن ایک چیز ہے کہ واپسی کا سفر مجھے زیادہ دلچسپ معلوم ہو رہا ہے ۔"

ناگ نے کہا :

" یہ سفر اس لیے مختلف بھی ہے کہ ہم جس عہد میں داخل ہوتے ہیں، وہ ہم پہلے دیکھ چکے ہوتے ہیں — مثلاً جب ہم آج سے تین سو برس پہلے سلطان ٹیپو کے ملک میں تھے اور سلطان ٹیپو انگریزوں کے خلاف لڑ رہا تھا تو ہمیں معلوم تھا کہ سلطان کو اس جنگ میں شکست ہو گی — پھر جب ہم اس کے سپاہیوں کو زور شور سے لڑتے دیکھتے تھے تو ہمیں دکھ ہوتا تھا — کیونکہ ہم جانتے تھے کہ یہ لوگ شکست کھا جائیں گے ۔"

ماریا نے کہا :

"اس سفر میں ایک نقص بھی ہے اور وہ یہ کہ ہم بعض چیزیں جانتے ہوئے بھی ان کو ظاہر نہیں کر سکتے — مثلاً ہم سلطان ٹیپو کو نہیں بتا سکتے تھے کہ اسے شکست ہو گی اور جب

وہ آخری بار کھانا کھاتے ہوئے قلعے کی دیوار کے شگاف پر
لڑنے گیا تھا تو یہ اُس کی زندگی کا آخری سفر تھا۔ مگر ہم
اسے جانے سے نہیں روک سکتے تھے۔ کیونکہ اس طرح سے
تاریخ کا سارا سلسلہ الٹ ہو جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ ساری کڑیاں
بکھر جانے اور یوں ساری دنیا کے لوگوں کے تہس نہس ہو کر
تباہ و برباد ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"لیکن پھر بھی دیکھے ہوئے واقعات کو پھر سے دیکھنا،
گزرے ہوئے شہروں اور حالات سے دوبارا گزرنا بڑی دلچسپ
چیز ہے۔"

ناگ بولا:

"بھائی دلچسپ صاحب، مجھے بتائیں میں جاؤں۔ وہ کوئی
ہماری طرف بڑا سا بسنتی پگڑ باندھے چلا آرہا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ہاں ہاں، تم فوراً راجہ کے سونے کے کمرے میں پہنچو۔
میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اتنے میں ایک بسنتی پگڑی والا بھاری بھرکم آدمی عنبر کے
پاس آیا اور اُس سے پوچھا کہ شاہ نیپال کی جانب سے وہ کیا
پیغام لایا ہے۔ عنبر نے کہا کہ وہ راجہ کو خود بیان کرنا چاہتا ہے،

کیونکہ پیغام بڑے راز کا ہے۔ بسنتی پگڑی والے نے عنبر کو ساتھ
لیا اور راجہ کے خاص محل کے باغ میں آگیا۔

سورج نکل آیا تھا۔ راجہ یعنی غدّار وزیر باغ میں چہل
قدمی کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے شاہی محافظوں کا ایک دستہ
تھا۔ عنبر کو وزیر کے آگے پیش کیا گیا۔

درباری نے کہا:

"مہاراج، یہ نوجوان ہے جو شاہ نیپال کا آپ کے نام
کوئی خاص پیغام لایا ہے۔"

غدّار وزیر نے ایک آنکھ اوپر چڑھا کر بڑے غرور اور
نفرت سے عنبر کی طرف دیکھا اور اس کے کندھے پر اپنی چھڑی
ہلکی سی مار کر بولا:

"تم تو کوئی مجھے چور اچکے لگتے ہو۔ شاہ نیپال نے
تمہیں کیسے بھیج دیا ہے۔ کیا تمہارے پاس شاہی دستاویز ہے؟

"جی نہیں۔"

وزیر ایک دم غصے میں آگیا۔ اس نے چیخ کر درباری
سے کہا:

"بدبخت حرام خور، اس اچکے کو یہاں کس لیے لے
آئے ہو تم؟ لے جاؤ اور بند کر دو اسے قید خانے میں۔"

اس سے پہلے کہ درباری اور سپاہی عنبر کو پکڑتے، عنبر

نے آگے ہو کر وزیر سے کہا :

"تمہاری نقلی ترشول کا ایک نسخہ لایا ہوں۔"

اتنا سُننا تھا کہ وزیر کا رنگ زرد ہو گیا — وہ گھبرا سا گیا — اس نے درباریوں کو واپس بھجوا دیا اور عنبر کو ساتھ لے کر باغ میں پھولوں کی کیاریوں کے پاس جا کر بولا :

"تمہیں کس نے بتایا کہ ترشول نقلی ہے — تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر بولا :

"میں جانتا ہوں کہ ترشول نقلی ہے اور اصلی ترشول ٹوٹ چکا ہے۔"

غدار وزیر نے کہا :

"یہ بکواس ہے — آؤ میرے ساتھ، میں تم پر ثابت کر سکتا ہوں کہ میرے پاس اندر دیو کا دیا ہوا اصلی ترشول ہے۔"

راجہ نے عنبر کو ساتھ لیا اور اپنے سونے کے کمرے میں آگیا — یہاں ناگ پہلے سے ہی پہنچ چکا تھا اور سانپ بن کر شاہی پلنگ کے نیچے چھپا ہوا تھا — وزیر نے طاق میں سے نقلی ترشول نکال کر عنبر سے کہا :

"یہ اصلی ترشول ہے اور میں ابھی تمہیں اس کی کرامت دکھاؤں گا تاکہ تمہیں یقین آسکے۔"

وزیر نے ترشول کو ہوا میں بلند کر کے کہا :

"اے ترشول، اس نوجوان پر ثابت کر دے کہ تو اصلی ہے۔ اے ترشول کے سانپ باہر آکر اس نوجوان کی گردن میں لپٹ جا۔"

اچانک ترشول کا سیاہ سانپ پلنگ کے نیچے سے نکل کر سامنے آگیا — اس سانپ کو دیکھ کر وزیر کا حیرت سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا — اس نے تو عنبر پر رعب جمانے کی کوشش کی تھی اور سوچا تھا کہ جب سانپ نہیں آئے گا تو وہ اسے کوئی بہانہ بنا کر محل کی چھت پر لے جائے گا اور وہاں سے نیچے گرا کر ہلاک کر دے گا — کبھی کبھی یہ غدار وزیر لوگوں کو خود مار کر مزا لیا کرتا تھا — لیکن یہاں سچ مچ کا سانپ نکل آیا تھا اور سانپ بھی وزیر نے پہچان لیا — یہ وہی پرانے جادوئی ترشول کا سانپ تھا۔

وزیر نے سانپ کی طرف دیکھ کر غرور سے گردن اونچی کی اور کہا :

"اس نوجوان کو اوپر اٹھا کر ہوا میں ذرا ایک دو چکر دو تاکہ اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں — اس نے ہمارے ترشول پر شک کیا تھا۔"

سانپ نے عنبر کی طرف دیکھا — بھلا اب وہ پہلے والی

بات کہاں پیدا ہو سکتی تھی — سانپ نے عنبر کی طرف ایک بار پھر دیکھا اور ذرا آگے بڑھا — پھر رُک گیا اور اب وہ وزیر کی طرف بڑھنے لگا — وزیر نے سانپ کو اپنی طرف آتے دیکھا تو چیخ کر بولا :

"اے ترشول کے سانپ، اس طرف جا کر نوجوان کی گردن سے لپٹ جا — میری طرف کس لیے آ رہا ہے"

عنبر نے کہا :

"اس کا جواب بھی تمہیں ابھی مل جاتا ہے"

پھر اس نے ناگ سے کہا :

"ناگ اس کو بتا دو کہ تم اس کی طرف کیوں بڑھ رہے ہو"

ناگ فوراً سانپ کی شکل بدل کر انسان کی شکل میں آ گیا — وزیر نے فوراً اسے پہچان لیا — یہ وہی ناگ تھا جو اصلی ترشول میں سے نکل کر اس کے حکم کی تعمیل کیا کرتا تھا۔ مگر اب اسے کیا ہو گیا تھا — اگر یہ اس کے پاس ترشول کے حکم سے آیا ہے تو پھر اس کی ہدایت پر عمل کیوں نہیں کرتا۔

اس نے ناگ سے کہا :

"تمہیں میرا حکم ماننا پڑے گا — اس نوجوان کو قتل کر دو"

عنبر نے کہا :

"ناگ، کیا خیال ہے اس غدار کے بارے میں؟ اسے ابھی اسی جگہ قتل کر دیں یا ذرا انتظار کر لیں؟"

ناگ نے کہا :

"ذرا انتظار کر لیں — راجکماری کو بھی آ لینے دو"

اتنا سُننا تھا کہ غدار وزیر کے تن بدن میں آگ لگ گئی — اس نے گرجدار آواز میں کہا :

"ان کو ابھی قتل کر دو"

ذرا دُور کھڑے سپاہی راجہ کا حکم سُنتے ہی تلواریں لہراتے عنبر اور ناگ کی طرف بڑھے — ناگ ایکدم سے سیاہ باز بن کر ہوا میں اوپر اُڑ گیا —

عنبر نے وزیر سے کہا :

"غدار وزیر، میرا خیال تھا کہ میں تجھے معاف کر دوں گا اور راجکماری کرن سے بھی تیرے لیے معافی کی درخواست کروں گا۔ لیکن تو نے ثابت کر دیا ہے کہ دشمن آخر دشمن ہوتا ہے اور بچھو کو لاکھ دودھ اور شہد پلاؤ — وہ موقع ملتے ہی ڈنک مارنے کی کوشش کرے گا"

عنبر نے ماریا سے کہا :

"ماریا، ان لوگوں کو وہیں روک دو"

ماریا نے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کے آگے ایک لکڑی کا

لٹھ اُٹھا کر پھینک دیا — سارے سپاہی منہ کے بل ایک دوسرے
کے اوپر آن گرے۔

عنبر نے وزیر سے کہا:

"اب بھی وقت ہے راج گدی راجہ کی بیٹی راجکماری کرن
کے حوالے کر دے — میں تیری جان بخشی کروا لوں گا — میں
وعدہ کرتا ہوں۔"

وزیر نے تلوار سونت کر عنبر کی گردن پر بھرپور وار کیا۔
اس عرصے میں دوسرے سپاہی بھی آ کر عنبر پر تلواریں چلانے
لگے — ان کی ساری تلواریں ایک ایک کر کے ٹوٹ گئیں، مگر
عنبر کو ذرا سی خراش تک نہ آئی۔

اُس نے وزیر کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا اب بھی تم نہیں مانو گے کہ میں اندر دیوتا کا خاص
اوتار ہوں — اس کا خاص آدمی ہوں اور تمہیں اس دنیا میں
سزا دینے آیا ہوں۔"

وزیر وہاں سے بھاگ کر محل میں چلا گیا — سپاہی دوسری
تلواریں لینے کے لیے محل کی طرف بھاگے — اُن پر حیرانی بھی
طاری تھی کہ آخر اس انسان پر اتنی تیز تلواروں کا اثر کیوں
نہیں ہوا — انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ ضرور اس شخص نے کُرتے
کے نیچے لوہے کی زنجیروں والا لباس پہن رکھا ہے۔ وزیر بھی یہی

سمجھا تھا — راجہ نے محل میں آتے ہی سیناپتی بکرم سنگھ کو طلب
کیا اور اُسے بتایا کہ دشمن کا خاص آدمی محل میں گھس آیا
ہے اور اس وقت وہ شاہی باغ میں ہے — اس طرح کا
اُس کا حُلیہ ہے۔ اُسے فوراً ختم کر دیا جائے۔

سیناپتی نے سر جھکا کر کہا:

"ابھی اس کا سر قلم کر کے لاتا ہوں مہاراج"

سیناپتی نے اپنے ساتھ فوج کا ایک دستہ لیا اور باغ
کی طرف بھاگا — ادھر عنبر اور ناگ ایک بارہ دری کی دیوار
کے ساتھ لگ کر کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ انہیں اس قصے کو
ختم کرنے کے لیے فوراً حملہ کر کے راجہ اور اس کے ساتھیوں
کو اسی وقت موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے — ماریا بھی ان
کے پاس تھی اور وہ بھی یہی کہہ رہی تھی کہ غدار کو زیادہ
ڈھیل نہیں دینی چاہیے۔ کہ اتنے میں محل کی طرف سے شور اُٹھا۔
انہوں نے دیکھا کہ سپاہیوں کا ایک پورا دستہ تلواریں لہراتا ان
کی طرف نعرے لگاتا بھاگا چلا آ رہا ہے —

عنبر نے کہا:

"ماریا اور ناگ اپنا کام شروع کر دو۔ یہ گھی سیدھی انگلی
سے نہیں نکلے گا۔"

ناگ سیاہ باز بن کر اُڑ گیا — ماریا ایک طرف چلی گئی اور

عنبر بارہ دری کے چبوترے پر کھڑا ہوگیا — سپاہی بارہ دری کے قریب آئے تو سیناپتی بکرم سنگھ نے کہا:

"رُک جاؤ، اس کا سر میں خود قلم کروں گا۔"

عنبر مسکرایا، بولا:

بکرم سنگھ تم اپنی پگڑی تو سنبھالو۔ دیکھو وہ ہوا میں اڑ رہی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی سیاہ باز غوطہ مار کر آیا اور بکرم سنگھ کے سر پر سے پگڑی اتار کر لے گیا — اُس کے بال کھُل گئے۔ بکرم سنگھ سخت غصّے میں آکر بارہ دری کے چبوترے پر آگیا۔ اس نے تلوار کا بھرپور ہاتھ عنبر کی گردن پر مارا۔ عنبر کی گردن پر جوں بھی نہ رینگی اور بکرم سنگھ کی تلوار دو ٹکڑے ہوگئی۔

عنبر نے کہا:

"اب میرا وار سنبھالو۔"

عنبر نے بکرم سنگھ کو کلائی سے پکڑ کر اپنی طرف جھٹکا دیا۔ بکرم سنگھ دو قلابازیاں کھا کر نیچے گر پڑا — سپاہیوں نے عنبر پر تیروں کی بارش شروع کر دی — تیر عنبر کے جسم پر لگ کر دوہرے ہو ہو کر نیچے گر رہے تھے — سپاہیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ کچھ گھبرا گئے — چند ایک سپاہی ہمت کرکے

بارہ دری پر چڑھ آئے — بکرم سنگھ عنبر کے پاؤں کے تلے دبا ہوا پڑا تھا۔ اُس پر اتنا بوجھ تھا، جیسے وہ کسی بہت بڑے قلعے کے ستون کے نیچے آگیا ہو — عنبر نے ایک سپاہی کو پکڑ کر ہوا میں اچھال دیا۔ وہ سپاہی درختوں سے بھی اوپر اُڑتا ہوا چلا گیا، پھر جو فرش پر گرا تو اس کی ایک پسلی ٹوٹ کر چور ہوگئی۔ ماریا نے باقی سپاہیوں کی گردنیں اُتارنا شروع کر دیں۔

بکرم سنگھ نے نیچے پڑے پڑے دیکھا کہ اس کے سپاہیوں کی گردنیں اپنے آپ کٹ کٹ کر نیچے گر رہی تھیں۔ وہ خوف کے مارے کانپنے لگا — عنبر نے اس کے اُوپر سے اپنا پاؤں اٹھا لیا اور بولا:

"بکرم سنگھ، اب بتاؤ — کیا مجھ سے مقابلہ کرو گے؟"

بکرم سنگھ ہاتھ باندھ کر گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ عنبر نے تلوار اُٹھا کر ایک ہی وار سے اس کی گردن قلم کر دی اور ماریا سے کہا:

"ماریا، غدار وزیر کے سونے کے کمرے میں چلو۔"

ناگ عنبر کے کندھے پر آکر بیٹھ گیا — سپاہی جو بچ گئے تھے، وہ جان بچا کر رفو چکر ہوگئے — عنبر، ناگ اور ماریا اب وزیر کی خواب گاہ کی طرف چلے — وزیر خواب گاہ سے ترشول لے کر اپنے جرنیلوں کی طرف جا چکا تھا — اس نے جرنیلوں

کو بلا کر کہا کہ دشمن محل میں گھس آیا ہے۔ فوج کو تیاری کا حکم دے دو۔ ایک جرنیل نے کہا:

"مہاراج، فوج کو ہم تیاری کا حکم دے دیں گے، مگر کیا آپ کے شاہی دستے نے محل میں آنے سے دشمن کو نہیں روکا؟ آپ کا جادو کا اندر دیوتا کا ترشول کہاں ہے؟ اس سے آپ نے مدد کیوں نہ لی۔"

وزیر نے ترشول آگے کر کے کہا:

"میں تمہیں ابھی جلا کر بھسم کر دوں گا، فوراً فوج لے کر محل میں پہنچو۔"

جنگ کا بگل بج گیا۔ فوج محل میں داخل ہو گئی۔ اس وقت عنبر راجہ کے کمرے سے نکل رہا تھا۔ ناگ اس کے کندھے پر بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سامنے باغ میں فوج ہی فوج کھڑی ہے۔ اوپر جھروکے سے وزیر نے جھانک کر کہا:

"یہی وہ دشمن ہے۔ اسے ختم کر دو۔"

جرنیلوں نے تعجب سے عنبر کو اور پھر راجہ کو دیکھا اور کہا:

"مہاراج، کیا اس ایک لڑکے کے لیے آپ نے ریاست کی ساری فوج کو یہاں بلوا لیا ہے؟"

وزیر بولا:

"یہ بڑی طاقت والا جادوگر ہے۔ اس پر آگ کے

تیر پھینکو۔ جلدی کرو۔ نہیں تو یہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔"

عنبر نے ناگ سے کہا:

"اڑ جا ناگ، اگر کچھ کرنا چاہے تو بے شک میدان میں آ جانا؛ وگرنہ میں اکیلا ہی ان کے لیے کافی ہوں۔ ماریا تم ہرگز میدان میں مت آنا۔ بارہ دری میں جا کر ہمارا انتظار کرو۔"

جرنیلوں نے حملے کا بگل بجا دیا۔ سپاہیوں نے تیروں کی ایک باڑ عنبر پر ماری۔ ناگ اڑ گیا تھا۔ ایک سو نوکیلے اور سخت تیر عنبر کے سارے جسم پر آ کر لگے اور سارے کے سارے ٹیڑھے ہو کر نیچے گر پڑے۔ سپاہیوں نے دوسری باڑ ماری۔ اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ عنبر نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے اور کہا:

"غدار وزیر کے نادان دوستو، پیچھے دیکھو۔"

سپاہیوں اور جرنیلوں نے پیچھے گھوم کر دیکھا تو خوف سے ان کے حلق خشک ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پہاڑ جتنا مست ہاتھی اپنے تیز نوکیلے دانت نکالے تباہ کر دینے والی سیاہ سونڈ لہراتا جھومتا جھامتا چنگھاڑتا سپاہیوں کو لتاڑتا اور سونڈ سے اٹھا کر چیرتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سپاہی اٹھ دوڑے۔ وزیر جھروکے میں کھڑا یہ سارا خونی کھیل دیکھ

رہا تھا۔ اُس نے جرنیلوں سے کہا:

"یہ جادو کا ہاتھی ہے۔ اس پر آگ پھینکو۔"

باقی سپاہیوں نے آگ لگا کر تیر ہاتھی پر پھینکے۔ ہاتھی ایک بہت بڑی سمندری ویل مچھلی بن گیا جس کے سر میں سے پانی کا بہت بڑا فوارہ بلند ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر سپاہیوں کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ انہوں نے ہتھیار پھینکے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف چار جرنیل باقی رہ گئے۔ عنبر نے اُونچی آواز میں ناگ سے کہا:

"ناگ میرے پاس واپس آ جا۔"

ویل مچھلی ایک دم سے غائب ہوگئی اور ناگ باز بن کر فضا میں بلند ہوگیا۔ پھر وہ عنبر کے سر کے اوپر آ کر منڈلانے لگا۔ جرنیل اندر سے ڈر گئے تھے۔ اس قسم کا جادو انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ صرف اپنے جھوٹے غرور کو قائم رکھنے کے لیے وہاں کھڑے تھے۔

عنبر بارہ دری سے اُتر کر جرنیلوں کی طرف بڑھا۔ اُن کے قریب جا کر اُس نے کہا۔

"تم لوگ خوب جانتے ہو کہ غدار وزیر نے اصلی راجہ کو اس کی رانی سمیت قتل کر کے راج گدی پر قبضہ کر لیا تھا، راجکماری کو قید میں ڈال دیا تھا۔ پھر تم اس کے وفادار کیوں بنے رہے؟

تم لوگوں نے انصاف کی آواز کیوں نہ بلند کی؟

ایک جرنیل نے کہا:

"ہم لالچ میں آ گئے تھے۔ اب ہم اپنے کیے پر شرمندہ ہیں۔"

دوسرا جرنیل بولا:

"لیکن راجہ رانی مر چکے ہیں اور راجکماری کا کوئی پتا نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ اب ہم تخت کس کے حوالے کر سکتے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"راجکماری زندہ ہے اور ہمارے ساتھ ہے۔ ہم اس کا تخت واپس دلانے یہاں آئے ہیں۔"

جرنیلوں نے کہا:

"ہم راجکماری کو ریاست کی مہارانی تسلیم کرتے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"ٹھیک ہے۔ اب تم لوگ جاؤ۔"

ایک جرنیل نے کہا:

"غدار وزیر کی کیا سزا ہوگی؟"

عنبر نے کہا:

"اس کو میں خود سزا دوں گا۔"

عنبر نے ماریا اور ناگ کو فوراً حویلی کی جانب روانہ کر دیا، تاکہ وہ راجکماری اور کنیز کو واپس محل میں لے آئیں اور خود

غدار وزیر کی تلاش میں محل کے اندر آگیا — محل کے باغ میں
جگہ جگہ سپاہیوں کی لاشیں پڑی تھیں — محل خالی خالی تھا — عنبر
نے محل کا ایک ایک کمرہ چھان مارا — مگر وزیر اُسے کہیں نہ ملا ۔
اتنے میں راجکماری اور کنیز محل میں داخل ہوئیں جرنیلوں
اور سپاہیوں نے نعرے لگا کر راجکماری کا استقبال کیا — ٹھاکر
مان سنگھ راجکماری کے ساتھ تھا — وہ یہ دیکھ کر حیرت سے
دنگ رہ گیا کہ جن لڑکوں کو وہ چور اچکے سمجھ رہا تھا انھوں
نے سارے محل پر قبضہ کر رکھا تھا — اور اتنی بڑی فوج کو گاجر
مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا تھا — جرنیل عنبر اور ناگ کے
آگے سر جھکائے کھڑے تھے — راجکماری نے آگے بڑھ کر عنبر اور
ناگ کے ہاتھ باری باری چوم کر ادب و احترام سے اپنی آنکھوں سے
لگائے — عنبر نے راجکماری کے سر پر سونے کا تاج رکھا اور اس
کے مہارانی ہونے کا اعلان کر دیا —

سارے جرنیلوں اور منتریوں نے "جے مہارانی ماتا" کے نعرے
لگائے — راجکماری نے اپنی کنیز کو اپنی مہامنتری یعنی وزیر اعظم
بنا لیا ۔ اس نے عنبر سے پوچھا :

"ہمارا اصلی دشمن اور میرے ماں باپ کا قاتل وزیر کہاں
ہے ؟"

عنبر نے کہا :

"وہ کہیں فرار ہو گیا ہے — محل میں اُسے جگہ جگہ تلاش
کیا وہ کہیں نہیں ملا"

راجکماری نے کہا :

"اس محل کے نیچے سے ایک خفیہ سُرنگ دریا پار چلی گئی
ہے — وہ ضرور اس سرنگ میں سے فرار ہوا ہو گا"

ناگ نے کہا :

"میں اُس کی لاش لے کر آتا ہوں — وہ میرا شکار ہے ۔
مجھے سرنگ کا راستہ بتایا جائے"

راجکماری نے ناگ کو ساتھ لیا اور محل کی ایک سہ دری
کی سیڑھیاں اتر کر نہانے کے گرم حمام میں آگئی — یہاں ایک راستہ
سرنگ کے اندر جاتا تھا — راجکماری نے کہا :

"یہی وہ سرنگ ہے جس میں سے میرے ماں باپ کا
قاتل بھاگا ہو گا — میں یہاں زمین پر اس کے گھوڑے کے
سموں کے نشان دیکھ رہی ہوں"

ناگ نے کہا :

"وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا — وہ جہاں بھی ہو گا میں
اسے جا پکڑوں گا — اب تم جاؤ"

راجکماری چلی گئی ۔ عنبر نے دربار لگا کر اس کی تاجپوشی
کی اور ناگ سرنگ کے اندر کافی آگے نکل گیا تھا — سرنگ

کافی اونچی اور چوڑی تھی — اس میں سے دو گھوڑ سوار ساتھ ساتھ
دوڑ سکتے تھے — ناگ کچھ دُور تک تو سُرنگ میں پیدل چلتا گیا۔
سُرنگ میں اندھیرا تھا — پھر اس نے کان لگا کر سُننے کی کوشش کی
کہ شاید اُسے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دے جائے۔
مگر سُرنگ میں دُور دُور تک کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔
سُرنگ کی دیواروں سے پانی ٹپک رہا تھا اور اندر ٹھنڈک تھی۔
ناگ نے سوچا کہ کہیں اس طرح اس کا شکار ہاتھ سے نہ نکل
جائے — اسے اُڑ کر جانا چاہیے — ناگ نے ایک گہرا سانس
لیا اور اسی وقت ایک سیاہ باز بن کر سُرنگ کے اندر اُڑنے
لگا — وہ بڑی تیزی سے سامنے کے رُخ اُڑا جا رہا تھا — سُرنگ
کافی دُور تک پھیلی ہوئی تھی — آگے جا کر وہ ایک طرف گھوم
گئی۔ یہاں سے گھومتے ہی ناگ کو ایسی آواز سنائی دی۔
جیسے کوئی دریا بہہ رہا ہو — وہ اُڑتے اُڑتے زمین پر اتر آیا
یہ آواز سُرنگ کی چھت کے اوپر سے آ رہی تھی — شاں شاں کی
آواز تھی — وہ سمجھ گیا۔ دریا سُرنگ کے اوپر بہہ رہا تھا۔ ناگ
اس وقت سُرنگ میں دریا کے نیچے سے گزر رہا تھا۔

ناگ نے پھر آگے کی طرف اُڑنا شروع کر دیا — سُرنگ میں
روشنی ہونے لگی — یہ روشنی سُرنگ کے آخری کنارے سے آ
رہی تھی — جب ناگ وہاں پہنچا تو اس نے اپنے آپ کو سُرنگ

کے باہر ایک جنگل میں پایا — وہ اُڑ کر درختوں کے اوپر آ گیا۔
ایک جانب دریا بہہ رہا تھا — سُرنگ نے اُسے دریا پار پہنچا
دیا تھا — غدار وزیر بھی اسی سُرنگ سے نکل کر بھاگا تھا۔ وہ
کہاں چلا گیا تھا؟ ناگ نے سوچا، اُس سے بچ کر کہیں نہیں
جا سکتا — ناگ غوطہ مار کر فضا میں اڑنے لگا — کافی ادھر
ادھر اُڑنے اور تلاش کرنے کے بعد آخر ناگ نے مکّار وزیر کو
دیکھ لیا — وہ ایک گھوڑے پر شاہی خزانے کا صندوق لادے
دوسرے گھوڑے پر خود بیٹھا دو سپاہیوں کے ساتھ نیپال کے
جنگلوں کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ ناگ مسکرا دیا اور اپنے شکار
کی طرف غوطہ مار کر نیچے اُترنے لگا۔

خزانے کا مقبرہ

غدار وزیر خزانہ گھوڑے پر لادے چلا جا رہا تھا۔
دو سپاہی خزانے کی حفاظت کے لیے گھوڑے کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ وزیر نے دیکھا کہ ایک سیاہ عقاب اس کے اُوپر گردش کر رہا ہے۔ پہلے تو اُس نے کوئی خیال نہ کیا لیکن جب عقاب نے اُس پر غوطہ مارا تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور سپاہیوں کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے کمانوں میں تیر جوڑ کر عقاب پر چلائے۔ تیر عقاب کے قریب سے نکل گئے۔ ناگ نے غوطہ لگایا اور درختوں میں آ کر گم ہو گیا۔ وزیر نے اطمینان کا سانس لیا۔ خزانے کے صندوق کو لالچی نظروں سے دیکھا، مسکرایا اور گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ اب دونوں سپاہی اس کے آگے آگے جا رہے تھے۔ درمیان میں خزانے کے صندوق والا گھوڑا تھا۔

کے پاس جو سانپ کا مہرہ ہوتا تھا اور جسے منہ میں رکھ کر وہ غائب ہو کر اُڑنے لگتا تھا، وہ کہیں گم ہو چکا

تھا۔ ناگ عقاب کی شکل میں درخت سے نیچے آگیا اور اُس نے ایک سانپ کی شکل تبدیل کر لی اور درختوں کے پیچھے سے رینگتا غدار وزیر کی طرف آیا۔

سپاہی جو آگے آگے گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے انہیں جنگل کے اس خطرناک راستے کا علم نہیں تھا۔ ان کے آگے زمین پر گہرے سبز رنگ کی لمبی گھاس اُگی تھی۔ جوں ہی انہوں نے گھاس میں گھوڑے ڈالے۔ وہ گھٹنوں تک اس کے اندر گھس گئے۔ خزانے والا گھوڑا بھی بے خیالی میں ان کے پیچھے گھاس میں دھنس گیا۔ سپاہیوں کی چیخیں نکل گئیں، کیونکہ یہ ایک بڑی ہی خطرناک دلدل تھی اور اس کے اندر ایسے سانپ رہتے تھے جو انسان کو ڈستے نہیں تھے۔ کیونکہ ان کے اندر زہر نہیں تھا بلکہ وہ انسان اور جانور کے جسم کے گرد رسی کی طرح لپٹ کر اس کے جسم کے نازک حصوں کا گوشت کھاتے تھے۔

سپاہی دلدل میں دھنسے تو دلدل میں سے بے شمار سیاہ دلدلی آدم خور سانپ نکل کر اُن کے جسموں سے رسی کی طرح لپٹ گئے اور ان کی آنکھوں اور ہونٹوں اور کانوں کا گوشت کھانا شروع کر دیا۔ سانپوں نے انہیں اس بُری طرح سے جکڑ رکھا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی نہیں ہل سکتے تھے۔ گھوڑوں کے ساتھ بھی سانپ لپٹے ہوئے تھے اور ان کی آنکھوں

ہونٹوں اور کانوں کا گوشت کھا رہے تھے — دلدل آہستہ آہستہ
انہیں اپنے اندر کھینچ رہی تھی — غدار وزیر نے جب یہ بھیانک
منظر دیکھا تو خوف سے زرد ہو گیا — اسے انسانوں کی نہیں اپنے
خزانے کی فکر تھی - وہ گھوڑے کو آگے بڑھاتے بڑھاتے رُک گیا
کہ کہیں وہ بھی دلدل میں نہ گر پڑے. اس کی آنکھوں کے سامنے
اس کا خزانہ گھوڑے سمیت دلدل میں غائب ہو رہا تھا - گھوڑے
کا گوشت کالے سانپوں نے آدھے سے زیادہ کھا لیا تھا کیونکہ
گھوڑے کو ہزاروں آدمخور سانپ چمٹے ہوئے تھے —

سپاہیوں کی چیخیں بند ہو گئی تھیں — ان کے جسموں سے لپٹے
ہوئے سینکڑوں سانپوں نے ان کے ہونٹ کھا لیے تھے — کان
اور آنکھیں کھا لی تھیں اور اب ان کی گردنوں کو کھا رہے تھے.
دیکھتے دیکھتے دونوں سپاہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے، جن کے
ساتھ سانپ لپٹے ہوئے تھے — خزانے کے صندوق والا گھوڑا
وزیر کی آنکھوں کے سامنے دلدل میں گم ہو گیا — غدار وزیر روتا
پیٹتا رہ گیا، وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا — سپاہی بھی گھوڑوں سمیت
دلدل میں غائب ہو چکے تھے — دلدل تین گھوڑوں دو سپاہیوں کو
ہڑپ کرنے کے بعد خاموش تھی. وزیر سر پکڑ کر خزانے کی
قبر پر بیٹھا آنسو بہاتا رہا — ناگ درخت کی شاخ سے لپٹا یہ سارا
منظر دیکھ رہا تھا — دلدل کے سانپ کیچڑ کے اندر غائب ہو گئے

تھے —

غدار وزیر اکیلا رہ گیا تھا — جونہی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر
آگے بڑھا — اچانک ایک درخت پر سے بہت بڑی ہاتھی کی
سونڈ جتنی موٹی جونک دھپ سے غدار وزیر کی گردن پر گری
اور اسے اپنے ساتھ گھوڑے سے نیچے گرا دیا — جونک نے
وزیر کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے کر اپنا منہ وزیر کے پھولے
ہوئے گال پر رکھ کر بڑی تیزی سے اس کا خون پینا شروع
کر دیا — وزیر تڑپ رہا تھا — ہاتھ پاؤں مار رہا تھا. جونک کو
اپنی گردن سے اتارنے کی کوشش کر رہا تھا مگر جونک اس کی
گردن کے ساتھ چپک کر رہ گئی تھی اور بڑے بڑے گھونٹ
اس کے خون کے پی رہی تھی — خون پینے کے ساتھ ساتھ وہ
پھولتی جا رہی تھی —

وزیر پر کمزوری چھا رہی تھی اور اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے
ہو رہے تھے. اس میں جان ختم ہو رہی تھی — جونک پھول کر کپا
بن گئی تھی — ناگ کے دیکھتے دیکھتے جونک نے وزیر کے جسم کا
سارا خون پی لیا اور پھر وزیر کے مُردہ جسم کو چھوڑ دیا — جونک
پھول کر ہاتھی کی ٹانگ کے برابر ہو گئی تھی — ناگ نے اس قسم
کی جونک پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی — اس کا دشمن اپنے بُرے انجام
کو پہنچ چکا تھا — ناگ عقاب بن کر اوپر کو اڑ گیا —

محل میں اُس کا انتظار ہو رہا تھا — ناگ نے انسانی شکل میں
آ کر راجکماری اور ٹھاکر مان سنگھ اور عنبر ماریا کو بتایا کہ وزیر اور
سپاہیوں پر کیا گزر چکی ہے۔

اسی روز راجکماری کی سرکاری طور پر تاجپوشی ہوئی اور وہ راج
گدی پر بیٹھ گئی — اس نے عنبر اور ناگ کو خاص طور پر اپنے محل
میں رہنے کے لیے کہا — لیکن عنبر بولا:

"ہم سیاح ہیں — ہمارا کام ہی سفر کرنا ہے۔ ہم ایک جگہ زیادہ
دیر نہیں ٹھہر سکتے —

راجکماری نے پوچھا:

"آپ کی منزل کہاں ہے — آپ کس طرف سفر کر رہے ہیں؟"

ناگ نے کہا:

"ہم تاریخ میں پیچھے کی طرف سفر کر رہے ہیں جبکہ لوگ آگے
کی طرف سفر کرتے ہیں۔"

راجکماری اور ٹھاکر مان سنگھ نے ایک دوسرے کی طرف حیرانی
سے دیکھا — کنیز نے، جو اب راجکماری کی وزیر بن چکی تھی، راجکماری
کے کان میں کہا:

"مہارانی جی، یہ آدمی ابھی تک جادو کے اثر میں ہے۔"

"ہاں، ایسا ہی لگتا ہے۔" راجکماری نے کہا۔

پھر اس نے عنبر سے کہا:

"کیا آپ کچھ روز میرے مہمان بن کر محل میں نہیں رہیں گے؟
مجھے آپ لوگوں کی خدمت کر کے دلی خوشی ہو گی، کیونکہ اگر آپ لوگوں
کی مدد میرے ساتھ نہ ہوتی تو میں کبھی اس تخت پر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔"

عنبر نے کہا:

"شکریہ راجکماری — لیکن ہمیں ابھی بہت دور — بہت دور جانا ہے۔
ناگ نے ٹھیک کہا تھا — ہماری منزل تاریخ اور ماضی کے دھندلکوں
میں چھپی ہوئی ہے — اب ہمیں اجازت دیجیے۔"

راجکماری نے کہا:

"کاش میں آپ کو کچھ دن کے لیے روک سکتی — اچھا زندگی رہی
تو پھر ضرور ملاقات ہو گی —"

اچانک ماریا بول پڑی:

"ہماری تو زندگی رہے گی — تمہاری زندگی ختم ہو جائے گی۔"

راجکماری نے جو وہاں ایک اجنبی عورت کی آواز سُنی تو
چونک پڑی — وہاں دوسرے لوگ بھی چونک اٹھے تھے۔ ٹھاکر مان سنگھ
نے راجکماری سے کہا:

"یہ عورت کی آواز کہاں سے آئی؟"

ماریا نے کہا:

"میں بول رہی ہوں ٹھاکر جی، آپ کی نانی جان کی روح۔"

ٹھاکر مان سنگھ ایک بہادر سپاہی تھا، مگر نانی جان کی روح کی

آواز سُن کر وہ دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا — عنبر اور ناگ نے ماریا سے کہا :

"کیا کر رہی ہو تم ماریا ؟"

ماریا نے کہا

"میں اتنی دیر خاموش نہیں رہ سکتی — میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا، اب میں تنگ آجاتی ہوں چُپ رہ رہ کر ۔"

عنبر نے جلدی سے راجکماری سے کہا :

"اچھا راجکماری جی، خدا حافظ، پھر ملیں گے ۔"

ناگ نے بھی راجکماری کو ادب سے سلام کیا — کنیز کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری اور عنبر کے ساتھ دریا سے باہر نکل گیا — کنیز نے راجکماری سے کہا :

"میں نہ کہتی تھی کہ یہ لوگ جادوگر ہی نہیں بلکہ جن بھوت ہیں — یہی ناگ عورت کی آواز میں بول رہا تھا ۔"

راجکماری نے کہا :

"کیا یہ کوئی غیبی عورت نہیں تھی ؟"

کنیز نے کہا :

"غیبی عورت بھلا یہاں کہاں سے آسکتی ہے ؟"

ماریا ابھی تک وہیں کھڑی تھی — اس نے کنیز کی چٹیا پکڑ کر اسے زور سے پیچھے کھینچا — وہ گر پڑی — ماریا نے کہا :

"میں غیبی عورت نہیں ہوں تو کیا تیری خالہ جان ہوں ؟"

اب کنیز بھی بے ہوش ہو چکی تھی —

ماریا تیزی سے راجکماری کے دربار سے نکل گئی —

باہر آکر وہ عنبر اور ناگ کے ساتھ مل گئی — عنبر کچھ ناراض تھا — اس نے کہا :

"ماریا، تمہیں اس طرح غیر ذمہ داری سے کام نہیں لینا چاہیے — اس طریقے سے ہمیں آگے چل کر نقصان بھی پہنچ سکتا ہے ۔"

ماریا نے کہا :

"میں کیا کروں — چپ رہ رہ کر میرا دل گھبرانے لگتا ہے۔ میں اب زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکتی ۔"

ناگ نے کہا :

"ماریا بہن، تمہیں اپنے دل پر قابو پانا چاہیے۔ یہ بہت ضروری ہے ۔"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا — وہ ناراض ہو گئی تھی۔ ناگ اور عنبر نے اسے منانا شروع کر دیا، مگر ماریا خاموش رہی — عنبر نے کہا :

"ماریا بہن، بھئی اب تو خاموش نہ رہو۔ اب بے شک ہمارے ساتھ دل کھول کر باتیں کرو ۔"

ماریا نے ناراضی سے کہا:

"اب میں تم سے نہیں بولوں گی۔"

اس پر عنبر اور ناگ ہنس پڑے۔ ناگ نے کہا:

"بھئی تم ایک ہی تو ہماری پیاری پیاری بہن ہو۔ ہمیں تم سے بے حد پیار ہے اور پھر ہمارا ساتھ بھی تو ہزاروں سال کا ہے اور ابھی ہزاروں سال تک ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنا ہے۔"

عنبر نے ماریا کو پیار سے کہا:

"نا بھئی ماریا بہن، ہم سے ناراض مت ہوا کرو۔ چلو ہم تم سے معافی مانگتے ہیں۔"

ماریا ہنس پڑی۔ عنبر اور ناگ بڑے خوش ہو گئے۔

تینوں بہن بھائی، صدیوں کے دوست گھوڑوں پر سفر کرتے کرتے ریاست باغپت کی سرحد سے باہر نکل آئے۔ آگے میدانی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ شام تک گھوڑوں پر سفر کرتے رہے۔ رات کو انہوں نے جنگل میں ایک جگہ قیام کیا۔ صبح اٹھ کر پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ اسی طرح پندرہ دن تک سفر کرتے رہنے کے بعد وہ ہندوستان کے مغربی کنارے پر پہنچ گئے۔ یہاں انہیں ایک ریت کا میدان نظر آیا، جہاں گرم ہوا چل رہی تھی اور کھجور کے درخت ہرارہے تھے ان درختوں میں ایک ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔

وہ چشمے کے کنارے آ کر گھوڑوں سے اتر گئے۔

عنبر نے کہا:

"میرا خیال ہے اس چشمے میں نہانا چاہیے۔"

"اچھا خیال ہے۔" ناگ بولا: "ماریا تمہارا کیا خیال ہے؟"

ماریا نے کہا:

"مجھے نہانے کی ضرورت نہیں ہے، پھر بھی اگر تم چشمے میں اترو گے تو میں بھی غسل کر لوں گی۔"

عنبر نے کہا:

"میں تو چشمے میں جا رہا ہوں۔"

عنبر نے چشمے میں چھلانگ لگا دی اور تیرنے لگا۔

"ارے بڑا ٹھنڈا پانی ہے، مزا آ گیا۔"

ناگ نے بھی اس کے پیچھے چھلانگ لگا دی۔

ماریا بولی:

"تم پہلے نہا لو، میں بعد میں نہاؤں گی۔"

"تمہاری مرضی۔" عنبر نے کہا۔

دونوں پانی میں تیرتے اور نہاتے رہے۔ کبھی ڈبکی لگاتے اور کبھی پانی کے اوپر آ کر مچھلی کی طرح تیرنے لگتے۔ ایک بار جو عنبر نے غوطہ لگایا تو کافی دیر پانی میں لگا دی۔

ماریا نے کہا:

"عنبر پانی کے نیچے کیا کر رہا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"نیچے جا کر دیکھتا ہوں"

ناگ نے بھی پانی میں ڈبکی لگا دی — ماریا چشمے کے کنارے پر بیٹھی ان دونوں کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگی — ایک منٹ، دو منٹ، تین منٹ — پانچ منٹ گزر گئے اور دونوں میں سے کوئی باہر نہ نکلا — اب تو ماریا پریشان ہو گئی — اس نے بھی چشمے میں چھلانگ لگا دی اور ڈبکی لگا کر پانی کے اندر عنبر اور ناگ کی تلاش شروع کی — پانی نیچے تک صاف اور شفاف تھا۔ پانی کی تہہ میں کنکریاں تک نظر آنے لگی تھیں، مگر عنبر اور ناگ کہیں نہیں تھا — ماریا پریشان ہو کر چشمے سے باہر نکل آئی — عنبر اور ناگ چشمے کے پانی میں غائب ہو چکے تھے۔

ماریا کنارے پر بیٹھی انہیں آوازیں دیتی رہی — کبھی اداس ہو کر رونے لگتی کہ اس کے بھائی کہاں چلے گئے — جب اسے چشمے پر بیٹھے بیٹھے شام ہو گئی تو اسے یقین ہو گیا کہ عنبر اور ناگ تاریخ میں آگے کی طرف نکل گئے ہیں اور اب قسمت سے ہی ان سے ملاقات ہو گی — وہ بوجھل دل کے ساتھ اٹھی — عنبر اور ناگ کے گھوڑوں کو کھول کر چھوڑ دیا — خود گھوڑے پر سوار ہوئی اور ایک طرف روانہ ہو گئی — اسے خود نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں اور

کس طرف جا رہی ہے — گھوڑا صحرا میں دوڑتا جا رہا تھا — اگر کوئی دوسرا آدمی دیکھتا تو اسے یہی نظر آتا کہ ایک خالی گھوڑا بھاگا جا رہا ہے —

صحرا میں شام ہو گئی اور سنہری روشنی پھیل گئی — ماریا گھوڑے پر سوار چلی جا رہی تھی —

آسیبی رات

ماریا کو عنبر اور ناگ کی تلاش تھی اور وہ دونوں تاریخ کے غاروں میں نہ جانے کہاں جا کر گم ہو چکے تھے۔

کئی روز تک چلتے رہنے کے بعد وہ دریائے سندھ پر آ گئی۔ یہاں ایک بادبانی جہاز کھڑا تھا۔ مسافر اس میں سوار ہو رہے تھے۔ اُسے معلوم ہوا کہ یہ جہاز بصرے جا رہا ہے۔ ماریا اس پر سوار ہو گئی۔ وہ ہندوستان چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کے دونوں بھائی اس ملک میں اب نہیں ہیں۔ جہاز پر جب سارے مسافر پورے ہو گئے تو اس نے لنگر اُٹھا دیا اور بصرے کی طرف روانہ ہو گیا۔

❋ ❋ ❋

چشمے میں ڈبکی لگانے کے بعد عنبر نے جب اپنا سر پانی سے باہر نکالا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ نہ وہ جنگل تھا

اور نہ وہاں کوئی چشمہ تھا اور نہ ناگ اور ماریا کی خوشبو تھی۔ دنیا ہی بدل گئی تھی۔ ملک ہی بدل گیا تھا۔ وہ ایک ایسے دریا کے اینٹوں کے پُرانے پل پر کھڑا تھا جس پر سردی کی وجہ سے دھند چھائی ہوئی تھی۔ دن ڈوب رہا تھا۔ موسم ٹھنڈا تھا۔ سورج کو دھند نے چھپا رکھا تھا۔ اُس نے اردگرد نگاہ دوڑائی۔ پُل پر سے پتھروں کی بنی ہوئی اونچی نیچی سڑک شہر کی طرف جا رہی تھی۔ دُور سے شہر کی فصیل دُھند میں سے اُبھری نظر آتی تھی۔ ایک بگھی پل پر آئی اور عنبر کے قریب سے گزر گئی۔ بگھی میں ایک گول پھولدار ہیٹ والی گوری میم بیٹھی تھی، جس کے لباس پر ریشمی جھالریں لگی تھیں۔ اس نے سمور کا گلوبند گردن کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔

عنبر سمجھ گیا کہ وقت ایک بار پھر تبدیل ہو کر آگے کی طرف۔ بلکہ پیچھے کی طرف نکل گیا ہے اور وہ ہندوستان سے کسی یورپ کے ملک میں آ گیا ہے۔ ایک آدمی سیڑھی لے کر آیا۔ کھمبے کے ساتھ سیڑھی لگا کر اوپر چڑھا اور اس نے تیل کا لیمپ روشن کر دیا۔ دھند کی وجہ سے پُل اور شہر کے لیمپ وقت سے پہلے روشن ہو رہے تھے۔

عنبر نے آگے بڑھ کر لیمپ جلانے والے سے انگریزی میں پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟

لیمپ والا کندھے اُچکا کر بولا:
"نو انگلیسی — فرانسی ۔ فرانسوا....."
عنبر ایک دم سے سمجھ گیا کہ وہ ملک فرانس کے شہر میں
ہے — اس نے فرانسیسی زبان میں پوچھا:
"اس شہر کا نام کیا ہے؟"
لیمپ والے نے مسکرا کر کہا:
"پیرس — موسیو، پیرس"
عنبر نے ایک گہرا سانس لیا — پیرس میں وہ پہلے بھی آیا
تھا، جب وہ آگے کی طرف سفر کر رہا تھا — وہ لوئی چودھویں کا
زمانہ تھا — اب خدا جانے کس بادشاہ کی حکومت تھی فرانس پر —
اس نے لیمپ والے یہ سوال پوچھا تو اس نے آنکھ مار کر کہا:
"تم باغی انقلابی ہو؟ میں بھی انقلابی ہوں۔ لوئی سولھویں
کے خلاف انقلاب شروع ہونے والا ہے۔"
اتنا کہہ کر لیمپ جلانے والا تیزی سے غائب ہوگیا۔ عنبر
کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہ فرانس کے بادشاہ لوئی سولھویں کا عہد
حکومت تھا۔ اس عہد حکومت میں فرانس میں خونی انقلاب آیا تھا،
جس میں لاکھوں قصور وار اور بے گناہ انسان مارے گئے تھے —
پیری اس انقلاب کا ہیرو تھا جو بعد میں خود بھی ظلم کرنے لگا
تھا۔ اس کے ایک اشارے پر سینکڑوں آدمیوں اور عورتوں کے

گلے گلوٹین کی مشین سے کاٹ دیے جاتے تھے۔ سب سے پہلے
فرانس کے بادشاہ کا گلا کاٹا گیا — پھر فرانس کی ملکہ کا گلا
کاٹا گیا — اس کے بعد شاہی خاندان کی شہزادیوں اور شہزادوں
کے گلے کاٹے گئے — پیری جسے چاہتا مروا دیتا تھا، لیکن وہ
بھی نہ بچ سکا — ایک دوسرا شخص اوپر آگیا اور اس نے پیری
کا سر گلوٹین کی مشین میں رکھ کر کٹوا دیا — جب پیری گلوٹین
کی طرف جا رہا تھا تو اس نے اپنے قاتل کی طرف دیکھ کر کہا تھا:
"تم بھی میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہو۔"
اس وقت شمالی افریقہ کے ملک تابخیر پر فرانس کا قبضہ
تھا اور فرانس کے قلعے کی سب سے بڑی جیل بسٹائیل میں ملک
تابخیر کا انقلابی مسلمان لیڈر ابوحمزہ قید تھا اور عمر قید کی سزا
بھگت رہا تھا — ابوحمزہ نے اپنے ملک سے فرانس والوں کو
نکال باہر کرنے کی تحریک چلائی تھی — فرانس کے بادشاہ نے
اسے پکڑ کر قلعے میں قید کر دیا — وہ اسے اذیت دے دے کر
ہلاک کرنا چاہتا تھا کہ ملک میں انقلاب کی آگ بھڑک اٹھی —
اس کے بعد کیا ہوا؟ وہ ہم آپ کو آگے چل کر بتائیں گے۔
اسی قسم کی باتیں سوچتا عنبر شہر پیرس میں داخل ہوگیا۔
آج سے چار سو برس پہلے کا پیرس معمولی سا گندہ اور گنجان شہر
تھا۔ جس کے تنگ و تاریک گلی کوچوں میں لوگ جانوروں کی طرح

زندگی بسر کرتے تھے — صرف شہر سے باہر امیر لوگ حویلیوں میں
رہتے تھے اور شاہی محل میں شاہی خاندان عیش کرتا تھا۔ لوگ
بھوک سے مر رہے تھے اور بادشاہ کو ان سے کوئی ہمدردی نہیں
تھی — بادشاہ کے محل میں عیش و عشرت کے فانوس جگمگاتے اور
غریبوں کے جھونپڑوں میں چراغ بھی روشن نہ ہوتے تھے۔ عنبر کو
ماریا اور ناگ کی تلاش بھی تھی — وہ انہیں بھی لوگوں میں تلاش
کرنے کی کوشش کر رہا تھا —

لوگ سڑکوں پر لمبے اونچے ہیٹ رکھے چھڑیاں گھماتے بازاروں
میں سے گزر رہے تھے — عنبر کا لباس عربوں جیسا تھا۔ کئی
لوگ رُک کر اسے تکنے لگتے تھے —

عنبر نے سوچا کہ سب سے پہلے تو اپنا لباس بدل ڈالنا
چاہیے — دکانیں بڑی پرانی طرز کی تھیں — عورتیں لمبے لمبے
پھولے ہوئے گاؤن پہنے ہاتھوں میں نازک چھتریاں لیے چل پھر
رہی تھیں — سڑک پر سے سوائے گھوڑا گاڑی یعنی بگھی کے اور
کوئی سواری گزرتی دکھائی نہیں دیتی تھی — ایک دکان کے بند
شیشوں پر فرانسیسی میں لکھا تھا —

"پوشاک زنانہ، مردانہ"

عنبر دکان کے اندر چلا گیا — وہ اسی ملک اور اسی زمانے
کا لباس پہننا چاہتا تھا۔ اُس نے ایک سُوٹ پسند کیا اور جیب
میں سے سونے کی ایک اشرفی نکال کر دکاندار کو دی — عنبر کے
پاس اس کے سوا اور کوئی سکہ نہیں تھا — دکاندار نے سونے
کی اشرفی دیکھی تو اس کی آنکھیں کھل گئیں، کیونکہ اس زمانے
کے فرانس میں سونے کا سکہ کسی بڑے امیر کاؤنٹ کے پاس
ہی ہوتا تھا — کاؤنٹ اس جاگیردار کو کہتے تھے جو ایک اپنے
چھوٹے سے قلعے میں رہتا تھا —

عنبر نے کہا :

"میرے پاس یہی ایک خاندانی یادگار سکہ رہ گیا تھا۔
اسے لے لیجیے "

دکاندار نے کپڑوں کے پیسے کاٹ کر عنبر کو باقی فرانک
دیے اور شکریہ ادا کیا — عنبر نے دکان کے ایک کیبن میں جاکر
کپڑے تبدیل کیے — گلے میں سرخ رومال باندھا — گرم لمبا فر
والا کوٹ پہنا — سر پر اونچا ہیٹ رکھا اور چھڑی ہاتھ میں لے
کر باہر آگیا — وہ اس لباس میں کوئی کاؤنٹ لگ رہا تھا۔
پیرس شہر اُسے بڑا دھندلا پھیکا اور غریبی کا مارا ہوا گندہ
شہر لگ رہا تھا — کئی گلی کوچے بڑے پُراسرار تھے جہاں کونے
میں کسی جگہ اسے عجیب سی شکل دکھائی دے جاتی — سڑکیں
پتھروں کی بنائی ہوئی تھیں جو ابھرے ہوئے تھے اور ان پر گھوڑا
گاڑیاں، بگھیاں اور ریڑھے شور مچاتے ہوئے چل رہے تھے —

چوک میں پھل بیچنے والے ڈھیر لگائے بیٹھے تھے۔ عورتیں فٹ پاتھ
صاف کر رہی تھیں۔ پھر بھی شہر میں جگہ جگہ کوڑا کرکٹ بکھرا
ہوا تھا۔

عنبر یونہی پھرتا پھراتا شاہی قلعے کی طرف نکل آیا۔ آج کل
پیرس کا جو قلعہ پرانا اور کھنڈر بنا ہوا ہے، وہ ان دنوں بالکل
نیا نیا بنا تھا اور بے حد مضبوط اور خوب صورت تھا۔ اس
کے اونچے میناروں کے کلس چمک رہے تھے۔ نوترے ڈیم کا
گرجا تو بے حد شاندار تھا۔ شہر کے اندر دریائے سین درمیان
میں سے گزرتا تھا۔ اس دریا کا پل پتھر اور اینٹوں سے بنایا گیا
تھا۔ اس جگہ ایک پھلوں کا باغ تھا جہاں ایک گرجا گھر بنا
ہوا تھا۔ تابخیر کے مسلمان عرب ملک سے لائی ہوئی کھجوریں بھی
یہاں اُگی ہوئی تھیں۔

عنبر کو مسلمان مجاہد ابو حمزہ کا خیال آگیا جسے فرانس والوں
نے قید میں ڈال رکھا تھا اور جسے وہ پھانسی دینے والے تھے۔
عنبر نے دل میں عہد کر لیا کہ وہ اس مسلمان مجاہد کی جان
ضرور بچائے گا، چاہے اس کے لیے اُسے کچھ بھی کیوں نہ کرنا
پڑے۔

شام تک عنبر شہر میں گھومتا پھرا۔ جہاں لوگ کھڑے ہوتے
عنبر وہاں پہنچ جاتا کہ شاید ناگ مل جائے۔ وہ باغوں اور گلیوں

میں کھڑے ہو کر لمبے لمبے سانس لیتا کہ شاید اُسے ماریا کی خوشبو
آ جائے، لیکن نہ ناگ کی شکل کہیں دکھائی دی اور نہ ماریا
کی خوشبو کہیں آئی۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ ہندوستان کے
چشمے میں ڈبکی لگانے کے بعد وقت صرف سو سال ہی پیچھے
کی طرف گیا تھا اور وہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے
سے نکل کر لوئی سولھویں کے زمانے کے فرانس میں آگیا تھا۔

خدا جانے ناگ اور ماریا کہاں ہوں گے؟

جب رات ہو گئی اور پیرس کے مکانوں اور گلی کوچوں میں
پُر اسرار تیل کے لیمپ روشن ہو گئے اور دُور شاہی قلعے کی
لمبی کھڑکیوں اور میناروں پر فانوس کی روشنی جھلکنے لگی، تو
عنبر دریائے سین کے کنارے پر ایک سرائے میں آ کر ٹھہر گیا۔
سرائے کی مالک ایک موٹی لالچی عورت تھی، جس نے سارے کرائے
کے پیسے عنبر سے پہلے ہی رکھوا لیے اور ایک کوٹھڑی میں اُس
کے لیے میلا کچیلا سا بستر لگوا دیا۔ عنبر نے سرائے کی مالکہ سے
کوئی بات نہ کی۔ کوئی اعتراض نہ کیا۔ اسے سارے پیسے دے
دیئے۔ اور رات کو کھانا کھا کر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔

شہر میں انقلاب کی افواہ بڑی گرم تھی۔ غریب لوگ
جگہ جگہ جلسے کر رہے تھے اور مزدور اور کسان شہر کی سڑکوں
پر گشت کرتے پھرتے تھے۔ شاہی فوج کے سپاہی بھی گھوڑوں

پر سوار روند لگاتے تھے اور جہاں لوگوں کو جمع دیکھتے، وہاں ان
پر ہنٹر برسانا شروع کر دیتے۔ قلعے اور شاہی محل کے
اوپر توپیں لگا دی گئی تھیں۔ یورپ میں بارود کی بھر بھر
کر چلانے والی بندوقیں نئی نئی شروع ہوئی تھیں اور صرف
شاہی فوج کے پاس ہی تھیں۔ محل میں دو چار سو سے زیادہ
بندوقیں نہیں تھیں۔

عنبر کو پیرس میں آئے تین چار دن ہو گئے تھے۔ ناگ
اور ماریا کا کہیں کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ اُس نے سوچا کہ
اب اُسے مسلمان مجاہد ابوحمزہ کے بارے میں معلومات حاصل
کرنی چاہیے کہ وہ قلعے میں کس جگہ پر قید ہے اور اُس
تک کیوں کر پہنچا جا سکتا ہے۔ عنبر شاہی قلعے میں مالی کا
کام کرنے والے ایک آدمی سے ملا۔ یہ آدمی سرائے کے
قریب ہی ایک کوٹھڑی میں رہتا تھا۔ عنبر نے اس کے ساتھ
دوستی کر لی۔ اُسے ایک دو روز خوب کھلایا پلایا۔ پھر
باتوں ہی باتوں میں اس سے پوچھا کہ عرب ملک تانجیر سے
جو مسلمان قیدی آتے ہیں، انہیں قلعے میں کس جگہ رکھا جاتا
ہے؟

مالی نے عنبر کو بتایا کہ عرب ملک سے جتنے قیدی آئے
تھے ان سب کے سر قلم کر دیے گئے ہیں۔ عنبر تو پریشان ہو گیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ابوحمزہ کو بھی؟"

فرانسیسی بوڑھا مالی قہقہہ مار کر ہنسا۔

"ارے نہیں، اس کا سر ابھی قلم نہیں کیا گیا۔ بادشاہ کچھ
سوچ رہا ہے۔ شاید وہ خود اپنے ہاتھ سے اس مسلمان کا سر
کاٹنا چاہتا ہے اور سنا ہے کہ آج کل بادشاہ کی ایک انگلی
زخمی ہے۔"

اور وہ قہقہہ مار کر پھر ہنس دیا۔

"بادشاہ مجھے کہہ دے تو میں ایک سیکنڈ میں اس مسلمان کا
سر کاٹ کر رکھ دوں۔ تمہیں معلوم ہے میرا دادا ترکوں کے خلاف
لڑا تھا۔"

عنبر نے باتوں ہی باتوں میں اس سے پوچھ لیا کہ محل میں
داخل ہونے کا کوئی خفیہ راستہ بھی ہے۔ مالی نے اُسے بتایا
کہ جتنے خفیہ راستے ہیں، وہ صرف بادشاہ کے شاہی دستے کو
معلوم ہیں! ہاں قلعے کے باغ سے ایک سُرنگ دریا کے پار
جنگل میں نکل جاتی ہے۔

"اُس سُرنگ کا راستہ مجھے معلوم ہے۔"

"وہ کہاں ہے؟" عنبر نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

مالی نے کہا:

"وہ زیتون کے باغ میں سنگِ مرمر کے گھوڑے کے پُرانے

بُت کے پاس ہے۔"

پھر چونک کر بولا:

"مگر تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو۔ کہیں تم قلعے پر حملہ تو نہیں کرنا چاہتے؟"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"نہیں بابا، میں تو یوں ہی اپنی معلومات کے لیے پوچھ رہا تھا۔ سیاح جو ہوا۔ سیریں کرنا اور ملک ملک کی معلومات جمع کرنا میرا شوق ہے۔"

باتوں ہی باتوں میں عنبر نے مالی سے پوچھا کہ قلعے کے اندر کی اگر سیر کرنی ہو تو کیا اندر جانے کی اجازت مل سکتی ہے۔

مالی نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"ہرگز نہیں، یہ خیال بھی دل میں نہ لانا۔ قلعے کے نزدیک بھی اگر جاؤ گے تو تمہارا سر گلوٹین میں ڈال کر کاٹ دیا جائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد مالی خود ہی سر کو کھجاتے ہوئے بولا:

"اگر تم قلعے کی سیر کرنا چاہتے ہو تو ایک طریقہ ہے۔"

"وہ کیا طریقہ ہے؟" عنبر نے جلدی سے پوچھا۔

وہ مالی بولا:

"جو سُرنگ قلعے کے باغ سے سنگ مرمر کے گھوڑے والے

چبوترے سے دریا کی طرف جاتی ہے۔ اگر تم اس سرنگ میں دریا والے راستے سے اندر داخل ہو جاؤ تو قلعے میں داخل ہو سکتے ہو۔ مگر یہ مشکل کام ہے۔"

"کیوں مشکل ہے؟" عنبر نے کہا۔

مالی بولا:

"جہاں دریا پر سُرنگ ختم ہوتی ہے، ادھر بڑا سنسان اور ویران علاقہ ہے۔ وہاں چاروں طرف ایک قبرستان پھیلا ہوا ہے۔ اس قبرستان میں کوئی تازہ مردہ دفن کرنے بھی نہیں جاتا۔ کہتے ہیں کہ اس قبرستان میں جتنے پُرانے مُردے دفن ہیں وہ سب زندہ ہیں۔"

"زندہ ہیں! کیا مطلب ہے تمہارا؟" عنبر نے پوچھا۔

مالی بولا

"لوگ کہتے ہیں کہ اس قبرستان کے مُردے رات کو قبروں سے نکل کر باہر آ جاتے ہیں اور جو کوئی زندہ آدمی انہیں ملتا ہے اسے اُٹھا کر قبر میں لے جاتے ہیں۔ اسی ڈر کے مارے وہاں کوئی نہیں جاتا۔"

عنبر نے کہا:

"میں ان باتوں سے نہیں ڈرتا۔"

مالی کہنے لگا:

"تم ڈرو چاہے نہ ڈرو۔ بزرگ کہتے ہیں کہ اس قبرستان میں کبھی کبھی رات کو بازار لگتا ہے، جہاں مُردے چلتے پھرتے ہیں آپس میں باتیں کرتے ہیں اور کبھی کبھی شہر میں آ کر اپنے رشتے داروں کو بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔"

مالی اتنا کہہ کر اُٹھ کر چلا گیا۔ وہ ڈرا ہوا تھا۔ عنبر اس قبرستان کے بارے میں سوچنے لگا کہ اگر وہاں سے سُرنگ میں داخل ہوا جاتے تو وہ قلعے کے اندر جا کر مسلمان مجاہد ابوحمزہ کی جان بچانے اور اُسے وہاں سے فرار کروانے کی کوشش کر سکتا ہے — کافی سوچ بچار کے بعد آخر عنبر نے یہی فیصلہ کیا کہ قبرستان کی طرف سے سُرنگ کے راستے قلعے میں جانے کی بجائے وہ مالی کو رشوت دے کر قلعے میں جانے کی کوشش کرے — اُس نے دوسرے روز مالی کو خوب کھانا وغیرہ کھلایا۔ اسے تحفے بھی دیے اور اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اُسے قلعے کے اندر لے جائے گا۔

"لیکن تمہیں گھاس کاٹنے والے کا بھیس بدل کر میرے ساتھ چلنا ہوگا — میں پہرے داروں سے یہی کہوں گا کہ تمہیں نیا نیا قلعے میں نوکر رکھا گیا ہے۔"

ایک روز عنبر نے قلعے کے باغوں کا گھاس کاٹنے والے کا بھیس بدلا اور مالی کے ساتھ قلعے کی طرف روانہ ہوگیا۔ مالی

کو عنبر نے بہت زیادہ رشوت کا لالچ دیا ہوا تھا — پہرے دار مالی کے دوست تھے — انہوں نے ایک نئے آدمی کو ساتھ دیکھا تو یونہی پوچھا:

"یہ کون ہے تمہارے ساتھ؟"

مالی نے کہا:

"نیا مالی ہے — میرے ساتھ کام سیکھے گا۔"

عنبر نے پہرے داروں کو جُھک کر سلام کیا — پہریدار مُسکرائے اور اسے مالی کے ساتھ قلعے میں داخل ہونے کی اجازت دے دی — یہ بسٹائیل کا مشہور قلعہ تھا جو بہت بڑا تھا — اسی کے اندر درمیان میں بادشاہ کا محل تھا، جہاں بادشاہ، فرانس کی ملکہ اور شہزادیاں اور شہزادے رہتے تھے —

عنبر مالی کے ساتھ قلعے کے باغوں میں گھوم پھر کر یوں ہی گھاس کاٹنے لگا — سارا دن وہ مالی کے ساتھ گھومتا رہا — سہ پہر کے وقت اس نے مالی سے کہا:

"میں نے سُنا ہے کہ اس قلعے کے تہہ خانے بڑے پُراسرار ہیں — کیا تم بتا سکتے ہو، وہ کہاں پر ہیں؟"

مالی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا:

"خبردار۔ قلعے کے تہہ خانوں کا پھر نام نہ لینا — وہاں جو کوئی ایک بار گیا، پھر اس کی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی چھکڑے پر

لاد کر باہر لایا گیا۔ خدا کسی دشمن کو بھی وہاں نہ لے جائے۔"
عنبر نے باتوں میں لگا کر معلوم کر لیا کہ قلعے کے پُراسرار
تہہ خانوں کو جانے والا راستہ قلعے کے پیچھے ہاتھیوں کے اُترنے
کے لیے جو ڈھلان بنائی ہوئی ہے ادھر سے جاتا ہے۔ اُس
کے لیے اتنی معلومات ہی کافی تھیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ
وہ مالی کے ساتھ قلعے سے واپس نہیں جائے گا۔

جب شام ہوئی تو مالی نے کہا:

"چلو بھئی، تم نے قلعے کی خوب سیر کر لی ہے۔ اب واپس چلتے
ہیں۔ میرا آج کا کام ختم ہو گیا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"چچا میں بارہ دری والے باغ کے چشمے پر پانی پی کر ابھی
آتا ہوں۔"

"جلدی آ جانا۔ میں جا رہا ہوں۔"

"بس تم چلو۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔" جب
عنبر اکیلا رہ گیا تو اس نے اپنے چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی۔
دن کی روشنی ختم ہو رہی تھی۔ قلعے اور محل کی سیاہ دیواروں
پر رات کے اندھیرے اتر رہے تھے۔ قلعے کی کھڑکیوں میں
کہیں کہیں فانوسوں کی روشنی ہو رہی تھی۔ عنبر قلعے کی مشرقی
دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا اسی جگہ آ گیا جہاں ہاتھیوں کے اُترنے

کے لیے ایک ڈھلان راستہ بنا ہوا تھا۔ یہی وہ راستہ تھا جو نیچے
قلعے کے تہہ خانوں کو جاتا تھا۔ عنبر دیوار کے ساتھ لگ کر
نیچے اترنے لگا۔ ڈھلان ایک اونچی محرابی چھت والے برآمدے
میں جا کر ختم ہو گئی۔ یہاں بڑے کھلے کھلے اصطبل تھے، جن کے
اندر ہاتھی لوہے کی زنجیروں سے بندھے جھول رہے تھے۔
ایک مہاوت اُن کے آگے چارہ صاف کر کر کے ڈال رہا تھا۔

یہاں اندھیرا تھا۔ عنبر آگے کھسک گیا۔ اُسے کچھ معلوم
نہیں تھا کہ تہہ خانوں کو کون راستہ جاتا ہے۔ اُسے خیال آیا کہ
کہیں اُس نے اس طرف آ کر غلطی تو نہیں کی! اُسے کوئی
نقصان تو نہیں پہنچا سکتا تھا، مگر عرب مجاہد ابوحمزہ کو چھڑانے
کی سکیم فیل ہو سکتی تھی۔ عنبر پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا
برآمدے میں ہاتھیوں کے اصطبل سے آگے گزر گیا۔ یہاں اُس
نے ایک دروازہ دیکھا، جس کے باہر دو شاہی سپاہی کھڑے تھے۔
ان کے پاس بھر مار بارودی بندوقیں تھیں۔ وہ آپس میں باتیں
کر رہے تھے۔ ایک سپاہی کھڑا تھا۔ دوسرا دروازے کے آگے
رکھے پتھر پر بیٹھا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ اتنا اسے یقین تھا
کہ تہہ خانوں کو وہی راستہ جاتا ہے۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں
آ رہا تھا۔ اگر وہ یوں ہی سیدھا آگے چلا جائے تو وہ اُسے

پکڑیں گے — عنبر کچھ سوچ کر واپس آ گیا — وہ ہاتھیوں کے اصطبل
کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک سپاہی کو دیکھا جو
بندوق اٹھائے برآمدے میں گشت لگا رہا تھا —

عنبر دیوار کے ساتھ اندھیرے میں ہو گیا — سپاہی اس کے
قریب سے گزرتے ہوئے رک گیا اور ہاتھی کو تکنے لگا، جو رات
کی تاریکی میں سیاہ پہاڑ کی طرح لگ رہا تھا — سپاہی نے آگے
بڑھ کر ہاتھی کی سونڈ کو شاید پیار کرنا چاہا۔ عین اس وقت
عنبر نے اس پر حملہ کر دیا — اُچھل کر اس کی گردن دبوچ
لی اور سر کے پیچھے ایک ہلکا سا ہاتھ مارا — عنبر کا یہ ہلکا
سا ہاتھ ہی کافی تھا — سپاہی بے ہوش ہو کر گر پڑا — عنبر
نے فوراً اپنے کپڑے اُتار کر سپاہی کی نیلی وردی پہن لی۔ ہاتھ
میں بندوق پکڑ لی اور اصطبل میں دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ
گیا — ہاتھی نے اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے یہ ساری جاسوسی
کی کارروائی ہوتے دیکھی تھی اور وہ خاموش کھڑا ہولے ہولے جھول
رہا تھا —

عنبر رات گہری ہونے اور کچھ اندھیرا ہو جانے کا انتظار
کر رہا تھا۔ جب اُسے اصطبل میں بیٹھے بیٹھے ایک گھنٹہ گزر
گیا تو وہ اُٹھ کر برآمدے میں آ گیا —

اس نے دروازے کی طرف دیکھا، دونوں سپاہیوں میں سے

ایک غائب تھا — وہاں صرف ایک سپاہی پتھر کے ساتھ ٹیک لگا
کر لیٹا ہوا تھا — اس کی بندوق فرش پر اس کے پاس پڑی تھی۔
عنبر بڑے اعتماد کے ساتھ تیز تیز دروازے کی طرف چلا — وہ یہ
ظاہر کر رہا تھا، جیسے وہ کوئی ضروری پیغام لے کر پیچھے جا رہا
ہے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس کا دل ایک بار زور
سے دھڑکا — کہیں اُس کا راز نہ کھل جائے؟ مگر وہاں اندھیرا
اندھیرا سا تھا اور اُسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

عنبر نے دروازے کے پاس جا کر فرانسیسی زبان میں سپاہی
کو سلام کیا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ قلعے میں بے شمار سپاہی
رات کو ڈیوٹی دیتے تھے — کسی جگہ کبھی کوئی آ جاتا تھا، کبھی
کوئی — ایک دوسرے کو یاد رکھنا بڑا مشکل تھا — سپاہی نے لیٹے
لیٹے ایک آنکھ کھول کر پوچھا:

"کیا کرنے جا رہے ہو؟ کوئی نیا حکم آیا ہے؟"

عنبر نے بے نیازی سے کہا:

"نہیں، کوئی خاص نہیں — ایک بار گنتی کرنے جا رہا
ہوں"

سپاہی نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور اونگھنے لگا۔

جب کسی قوم کے پہرے دار یوں راتوں کو پہرے پر سونا
شروع کر دیتے ہیں تو پھر اس قوم پر زوال آ جاتا ہے اور انقلاب

پیدا ہوتے ہیں — فرانس کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا — عنبر جلدی
سے سیڑھیوں میں چلا گیا — اس نے دیکھا کہ وہاں اندھیرا تھا اور
بڑی ٹھنڈک تھی۔ سیڑھیاں تنگ تھیں — وہ نیچے اُتر گیا — آگے
اُونچی چھت والا ایک تنگ برآمدہ آ گیا۔ اس کے بائیں جانب
چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنی تھیں، جن کے اندر سے کبھی کبھی زنجیر
کے کھنکنے کی آواز آ جاتی تھی، جیسے قیدی ٹہل رہا ہو یا اُس
نے لیٹے لیٹے کروٹ بدلی ہو۔

دیوار کے درمیان میں ایک جگہ محراب کے اوپر مشعل روشن
تھی۔ اس کی روشنی قیدیوں کی کوٹھری کے آگے پڑ رہی تھی۔
وہ کوٹھریوں کے سامنے سے گزرنے لگا — وہ ہر کوٹھری میں
جھانک کر دیکھ لیتا۔ کوٹھریوں میں قیدی بند تھے — وہ نیم روشنی
میں مُردے لگ رہے تھے جو اپنی قبروں میں اُٹھ کر بیٹھ گئے ہوں۔
زرد، نیم جان، ہڈیاں نکلی ہوئیں، پاؤں میں زنجیر بندھی ہوئی —

عنبر ابوحمزہ کو پہچان نہیں سکتا تھا — وہ ایک کوٹھری
کے آگے جا کر رُک گیا — کوٹھڑی میں ایک ادھیڑ عمر کا قیدی
زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا — عنبر نے اس کے پاس جا کر آہستہ
سے پوچھا:

"ابوحمزہ کی کوٹھری کہاں ہے؟"

بوڑھے قیدی نے نفرت سے تھوک کر کہا:

بادشاہ کے کُتّے، تم نے خود تو اسے قید میں ڈالا ہے اور
یہ بھی نہیں جانتے کہ اسے عقوبت خانے میں اذیت دی جا رہی
ہے۔"

عنبر اب اُس سے یہ نہیں پوچھنا چاہتا تھا کہ عقوبت خانہ
کہاں ہے — یعنی ٹارچر چیمبر — یعنی وہ کمرہ جہاں قیدیوں کو سخت
جسمانی تکلیفیں دے کر اُن سے راز اُگلوانے کی کوشش کی
جاتی ہے —

آدھی زندہ، آدھی مُردہ

قیدیوں کی کوٹھریوں کا تنگ راستہ آگے جا کر گھوم گیا۔

یہاں عنبر کو ہلکی ہلکی انسانی آوازیں سنائی دیں۔ ایک سپاہی سامنے سے تیز تیز قدم اٹھاتا آ رہا تھا۔ عنبر یوں ٹہلنے لگا، جیسے پہرہ دے رہا ہو۔ سپاہی اس کے قریب سے گزرا تو اس نے گھور کر عنبر کو دیکھا۔

"آج ہی ڈیوٹی لگی ہے تمہاری؟" اُس نے پوچھا۔

"ہاں، آج ہی ڈیوٹی لگی ہے۔ تنگ آ گیا ہوں۔"

سپاہی مُسکرایا:

"قیدیوں کی چیخیں سُن سُن کر عادی ہو جاؤ گے۔"

سپاہی چلا گیا۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا اور آگے بڑھا۔ سامنے ایک دروازہ آ گیا، جو بند تھا۔ اس کے پٹ میں اُوپر کی جانب ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی، جس میں سلاخیں لگی تھیں۔ اس میں سے ہلکی روشنی آ رہی تھی۔ عنبر نے دبے پاؤں آگے جا کر کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔ دوسری طرف اُس نے دیکھا کہ ایک

کوٹھری ہے جو عام کوٹھریوں سے کُھلی کُھلی ہے۔ ننگے فرش پر ایک نوجوان کو لٹایا ہوا ہے، جس کے جسم پر صرف ایک پتلون ہے۔ اس کے دونوں بازو شکنجے میں دیے ہوئے ہیں۔

"صرف اُن لوگوں کے نام بتا دو جو تمہارے ساتھ تانجیر میں فرانس کی حکومت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ بولو۔ بولو۔"

قیدی کے منہ سے ہلکی ہلکی اذیت کی تکلیف دہ آوازیں نکل رہی ہیں اور کبھی کبھی وہ سر ہلا کر کہہ دیتا ہے:

"نہیں بتاؤں گا، کبھی نہیں بتاؤں گا۔"

کرسی والے سپاہی نے اشارہ کیا۔ شکنجے کو اور زیادہ کَسا جانے لگا۔ قیدی کی چیخیں نکل گئیں۔

"اب بھی بتا دو، نہیں تو تمہاری ہڈیوں کے جوڑ کھول دیے جائیں گے۔"

قیدی نے منہ بند کر لیا۔ اب وہ سخت اذیت کو بڑی بہادری کے ساتھ برداشت کر رہا تھا۔ جب تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔ کرسی والا سپاہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اشارہ کیا۔ شکنجہ کھول دیا گیا۔

"جب یہ ہوش میں آ جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ آج رات یا یہ سب کچھ بتا دے گا یا مر جائے گا۔"

اتنا کہہ کر سپاہی جو افسر معلوم ہوتا تھا، دروازے کی طرف بڑھا۔ عنبر تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگا اور کونے میں جا کر چھپ

آدھی زِندہ، آدھی مُردہ

قیدیوں کی کوٹھریوں کا تنگ راستہ آگے جا کر گھوم گیا۔

یہاں عنبر کو ہلکی ہلکی انسانی آوازیں سُنائی دیں۔ ایک سپاہی سامنے سے تیز تیز قدم اٹھاتا آرہا تھا۔ عنبر یوں ٹہلنے لگا، جیسے پہرہ دے رہا ہو۔ سپاہی اس کے قریب سے گزرا تو اس نے گھور کر عنبر کو دیکھا۔

"آج ہی ڈیوٹی لگی ہے تمہاری؟" اُس نے پوچھا۔

"ہاں، آج ہی ڈیوٹی لگی ہے۔ تنگ آگیا ہوں۔"

سپاہی مُسکرایا:

"قیدیوں کی چیخیں سُن سُن کر عادی ہو جاؤ گے۔"

سپاہی چلا گیا۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا اور آگے بڑھا۔ سامنے ایک دروازہ آگیا، جو بند تھا۔ اس کے پٹ میں اُوپر کی جانب ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی، جس میں سلاخیں لگی تھیں۔ اس میں سے ہلکی روشنی آرہی تھی۔ عنبر نے دبے پاؤں آگے جا کر کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔ دوسری طرف اُس نے دیکھا کہ ایک

کوٹھری ہے جو عام کوٹھریوں سے کھُلی کھُلی ہے۔ ننگے فرش پر ایک نوجوان کو لٹایا ہوا ہے، جس کے جسم پر صرف ایک پتلون ہے۔ اس کے دونوں بازو شکنجے میں دیے ہوئے ہیں۔

"صرف اُن لوگوں کے نام بتادو جو تمہارے ساتھ تانجیر میں فرانس کی حکومت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ بولو۔ بولو۔"

قیدی کے منہ سے ہلکی ہلکی اذیت کی تکلیف دہ آوازیں نکل رہی ہیں اور کبھی کبھی وہ سر ہلا کر کہہ دیتا ہے:

"نہیں بتاؤں گا، کبھی نہیں بتاؤں گا۔"

کرسی والے سپاہی نے اشارہ کیا۔ شکنجے کو اور زیادہ کَسا جانے لگا۔ قیدی کی چیخیں نکل گئیں۔

"اب بھی بتادو، نہیں تو تمہاری ہڈیوں کے جوڑ کھول دیے جائیں گے۔"

قیدی نے منہ بند کر لیا۔ اب وہ سخت اذیت کو بڑی بہادری کے ساتھ برداشت کر رہا تھا۔ جب تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہوگئی تو اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا۔ کرسی والا سپاہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے اشارہ کیا۔ شکنجہ کھول دیا گیا۔

"جب یہ ہوش میں آجائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ آج رات یا یہ سب کچھ بتادے گا یا مر جائے گا۔"

اتنا کہہ کر سپاہی جو افسر معلوم ہوتا تھا، دروازے کی طرف بڑھا۔ عنبر تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگا اور کونے میں جا کر چھپ

گیا۔ افسر باہر نکل کر تہ خانے کے دروازے کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتا
چلا گیا۔ جب وہ سیڑھیوں میں گُم ہو گیا تو عنبر کونے سے نکل کر
عقوبت خانے کی کوٹھڑی کے پاس آیا۔ اس نے کھڑکی میں سے جھانک
کر دیکھا۔ دونوں سپاہی بے ہوش قیدی کے پاس بیٹھے ہنس ہنس
کر باتیں کر رہے تھے۔ شکنجے والا سپاہی رومال سے اپنے ہاتھ
صاف کر رہا تھا۔

عنبر کو ابھی تک پوری طرح یقین نہ تھا کہ یہی مسلمان مجاہد
ابوحمزہ ہے، کیونکہ اس تہ خانے میں تابخیر کے کتنے مسلمان مجاہد
قید و بند کی زندگی گزار رہے تھے۔ کئی ایک کو قتل کر دیا گیا تھا۔
قیدی کے دونوں ہاتھ اب تک رسی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے،
مگر رسی ڈھیلی کر دی گئی تھی۔ وہ بے ہوش تھا۔ سپاہی کچھ دیر
باتیں کرنے کے بعد دروازے کی طرف آئے۔ عنبر اندھیرے میں گم ہو گیا۔

تینوں سپاہی دروازہ کھول کر باہر آ گئے۔ ان کی باتوں سے
ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کھانے پینے کو جا رہے ہیں۔ کوٹھڑی کا
دروازہ بند کر کے لوہے کا بھاری تالا لگا دیا گیا۔

ان کے جانے کے بعد عنبر دروازے کے پاس آ گیا۔ تالا کافی
مضبوط تھا، وہ اسے توڑ سکتا تھا لیکن توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ابھی
اسے راز داری کی ضرورت تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ تالا جس زنجیر کے ساتھ
بندھا تھا۔ وہ لوہے کی ایک میخ کے ساتھ دروازے کے اندر ٹھکی

ہوئی تھی۔ عنبر کو تھوڑا سا زور لگانے کی ہی ضرورت تھی۔ زنجیر والی
میخ لکڑی کے دروازے سے اکھڑ گئی۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ عنبر
آہستہ سے اندر آ گیا۔ اس نے دروازہ ویسے ہی بند کر دیا۔ اس
اس کا خیال تھا کہ وہ یہ معلوم کر کے کہ اس قیدی کا نام کیا ہے،
واپس چلا جائے گا۔ عنبر قیدی کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ قیدی کو
ہوش آ چکا تھا، مگر اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ تکلیف کے
ساتھ سانس لے رہا تھا، جیسے اس کا بند بند دُکھ رہا ہو۔ عنبر نے
قیدی کے کان میں کہا:

"کیا تمہارا نام ابوحمزہ ہے؟"

قیدی نے جواب دینے کی بجائے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔

"تم مجھے ایک ہی بار ہلاک کیوں نہیں کر دیتے؟"

یہ جملہ قیدی نے عربی زبان میں کہا تھا۔ عنبر نے بھی خالص
مصری عربی زبان میں آہستہ سے بولا:

"میں تمہیں مارنے نہیں، یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔"

قیدی نے مسکرا کر عنبر کی طرف دیکھا اور پھر طنز بھرے لہجے میں
کہا: "تمہارا کوئی وار کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں مر جاؤں گا، مگر
اپنے مسلمان عرب ساتھیوں کے نام نہیں بتاؤں گا۔ ہم سروں پر کفن
باندھ کر اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں۔"

عنبر نے جلدی سے پوچھا:

"پہلے یہ بتاؤ، تم ابوحمزہ ہو؟"

قیدی نے درد سے کراہتے ہوئے طنز کے ساتھ کہا:

"میں ہی تمہارا باپ ابوحمزہ ہوں۔"

عنبر مسکرایا:

"خدا کا شکر ہے۔ اب میری بات غور سے سنو۔"

قیدی ابوحمزہ نے نفرت سے کہا:

"تم عربی بول کر بھی میری ہمدردیاں حاصل نہیں کر سکتے۔ میں مسلمان ہوں۔ خدا اور رسولؐ پر جان فدا کرنے والا ہوں۔ تم مجھے سیدھی راہ سے کبھی نہیں بھٹکا سکتے۔ میں شہید ہو جاؤں گا مگر تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا فرانسیسی کُتّے۔"

عنبر کو خواہ مخواہ گالیاں پڑ رہی تھیں۔ اس نے ابوحمزہ سے کہا:

"میرے بھائی، میں فرانسیسی نہیں ہوں۔ میں عرب ہوں، مصری ہوں۔ میرا نام عنبر ہے اور میں مسلمان ہوں، خدا اور رسولؐ پر میں بھی اپنی جان قربان کر سکتا ہوں اور میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔"

خدا جانے ابوحمزہ کو کیوں یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ بار بار یہی کہتا:

"تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں تمہارے فریب میں نہیں آؤنگا۔"

اتنے میں باہر سے تالا کھولنے کی آواز آئی۔ ابوحمزہ نے کہا:

"تمہارے دوسرے ساتھی کتے آ گئے ہیں۔ اب مل کر مجھے اذیت دینا شروع کر دو۔"

عنبر چھلانگ لگا کر دروازے کے ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ مسلمان مجاہد ابوحمزہ نے لیٹے لیٹے عنبر کی اس حرکت کو کچھ تعجب سے دیکھا۔ دروازہ کھلا اور دونوں سپاہی باتیں کرتے اندر آ گئے۔ وہ کچھ کھا رہے تھے۔ عنبر نے حملہ نہ کیا، وہ کچھ سوچ رہا تھا، کیا کرے کیا نہ کرے کہ ایک سپاہی نے اسے دیکھ لیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ تمہاری ڈیوٹی یہاں کس نے لگا دی؟ تم کون ہو؟ تمہارا کارڈ کہاں ہے؟"

اس کم بخت سپاہی نے ایک ہی سانس میں کتنے ہی سوال کر ڈالے۔ مسلمان مجاہد ابوحمزہ حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، کہیں یہ نوجوان سچ مچ اسے چھڑانے تو نہیں آیا تھا۔ عنبر پہلے تو خاموش رہا، پھر بولا:

"مجھے ابھی کارڈ نہیں ملا۔ میں نیا نیا گارڈز میں بھرتی ہوا ہوں۔"

دوسرا سپاہی بولا:

"اگر تمہاری ڈیوٹی تہہ خانے میں لگی ہے تو بتاؤ، آج رات کا خفیہ شناختی لفظ کیا ہے؟"

قلعے کے اندر تہہ خانوں میں ہر سپاہی کو ہر رات ایک خفیہ لفظ بتا دیا جاتا تھا جس سے وہ ایک دوسرے کو شناخت کرتے تھے۔ عنبر کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اس رات کا خفیہ لفظ کیا ہے۔ وہ یونہی دماغ

پر زور دے کر سوچنے کی اداکاری کرنے لگا۔ سپاہی نے بندوق تان لی۔

"دشمن کا جاسوس۔"

دونوں سپاہی بندوق تان کر عنبر کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

"خاموشی سے ہاتھ پیچھے کر کے بیٹھ جاؤ۔"

مگر عنبر کہاں خاموشی سے بیٹھنے والا تھا۔ ان سپاہیوں کو کیا معلوم تھا کہ وہ کس شخص کو خاموشی سے ہاتھ پیچھے کر کے بیٹھنے کو کہہ رہے ہیں — مگر انہیں ابھی چند لمحوں بعد معلوم ہونے والا تھا۔ عنبر کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا — وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہاں بندوق کا دھماکا ہو، کیونکہ یہ دھماکا تمام سپاہیوں کو خبردار کر سکتا تھا — عنبر نے سوچ لیا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہے — جوں ہی انہوں نے فرش پر ہاتھ پیچھے کر کے بیٹھنے کو کہا، اس نے جھک کر اپنے دونوں ہاتھ سپاہیوں کی بندوقوں پر اس پھرتی اور تیزی سے مارے کہ دونوں بندوقیں ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر دور جا گریں۔

اب عنبر بے فکر ہو گیا — سپاہیوں نے تلواریں نکال کر عنبر پر زبردست وار کر دیا — وہ عنبر کی گردن، کندھوں اور سر پر دھڑا دھڑ تلواریں چلا رہے تھے اور عنبر یوں ہی اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کر رہا تھا — اسے خیال آیا کہ یہ کھیل زیادہ لمبا نہیں ہونا چاہیے۔ کہیں یہ سپاہی شور مچانا نہ شروع کر دیں — ابھی تک تو وہ اس لیے شور نہیں مچا رہے تھے، انہیں یقین تھا کہ وہ دونوں ایک نہتے

جاسوس پر قابو پا لیں گے۔

عنبر نے انہیں زیادہ سوچنے کا موقع نہ دیا اور آگے بڑھ کر دونوں کی گردنیں دبوچیں اور زور سے ان کے سر آپس میں ٹکرا دیے۔ دونوں چکر کھا کر بیہوش ہو کر گر پڑے — عنبر نے ان کی گردنوں کے نیلے رومال کھول کر اُن کے منہ میں ٹھونس دیے۔ ان کے ہاتھ پاؤں باندھے اور پھر مسلمان مجاہد ابوحمزہ کی رسیاں کھول ڈالیں۔ ابوحمزہ یہ سب کچھ حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اب اُسے یقین ہو گیا تھا۔ یہ نوجوان اس کا ہمدرد ہے اور اُسے وہاں سے نکالنے آیا ہے۔

"ہمیں جتنی جلدی ہو سکے، یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

عنبر نے ابوحمزہ سے کہا — ابوحمزہ بولا۔

"یہاں سے نکلنا مشکل نظر آتا ہے — اوپر قدم قدم پر پہرہ ہے۔ ہم قلعے سے باہر کیسے جائیں گے؟"

عنبر نے کہا:

"اس کا بھی ایک طریقہ ہے۔ پہلے تم ایسا کرو کہ اس سپاہی کی وردی اتار کر پہن لو۔ دیر نہ کرو۔"

ابوحمزہ نے جلدی جلدی بیہوش سپاہی کی وردی پہن کر بندوق ہاتھ میں پکڑ لی — ایک بندوق عنبر کے پاس تھی۔ ابوحمزہ نے سر پر نیلی ٹوپی بھی رکھ لی — وہ کوٹھڑی سے باہر نکل آئے — تنگ

برآمدے میں اندھیرا تھا۔ وہ دونوں کوٹھریوں کے آگے سے گزر کر اوپر جانے والی سیڑھیوں پر آ گئے۔

"رُکنا نہیں ابو حمزہ، میرے ساتھ ساتھ چلو — خدا پر بھروسہ رکھو — وہ ہماری کرے گا۔"

ابو حمزہ نے سر ہلا کر کہا: "خدا ہمارے ساتھ ہے، چلو۔"

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر دروازے پر آئے تو باہر دونوں سپاہی پہرہ دے رہے تھے — عنبر نے ابو حمزہ کے کان میں کہا:

"ان کے آگے تیزی سے گزر جانا۔"

وہ دروازے سے نکل کر پہرے داروں کے قریب سے گزرے تو ایک سپاہی نے آواز دے کر کہا:

"ٹھہرو۔"

ابو حمزہ رُک گیا — عنبر کو بھی رُکنا پڑا — ویسے وہ حملے کے لیے تیار ہو چکا تھا — پہریدار سپاہی نے پاس آ کر کہا:

"یہ لو، میٹھا کیک تم بھی کھاؤ — آج فرانسوا کی سالگرہ تھی۔"

اور وہ قہقہہ مار کر ہنس دیا — عنبر نے آگے بڑھ کر کیک کا ٹکڑا لے لیا — بدقسمتی سے ایسا کرتے ہوئے ابو حمزہ بھی مشعل کی روشنی میں آ گیا — دوسرے سپاہی نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا:

"تم — تم ابو حمزہ ہو؟"

یہ جملہ تیر بن کر پہریدار کے منہ سے نکلا — دوسرے سپاہی کے ہاتھ سے کیک کا لفافہ گر پڑا۔ اس نے بندوق کندھے سے اتاری ہی تھی کہ عنبر نے اس کے جبڑے پر ایک قیامت کا مُکا مار دیا — اس مکّے نے اس کا جبڑا توڑ ڈالا — دوسرے سپاہی نے ایک چیخ ماری — اس کے ساتھ ہی عنبر نے اس کی گردن بھی توڑ ڈالی —

"یہاں سے بھاگو۔"

خوش قسمتی سے رات کے وقت سپاہی کی آخری چیخ وہاں کوئی نہ سُن سکا۔ عنبر نے ابو حمزہ کو ساتھ لیا اور وہ ہاتھیوں کے طویلوں کے آگے سے بھاگتے ہوئے اوپر جانے والے راستے پر آ گئے — وہ دیوار کے ساتھ ساتھ لگ کر چڑھائی چڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اونچی دیوار کے ساتھ باہر باغ کے کونے میں کھڑے تھے۔

ابو حمزہ نے پوچھا:

"اب کیا کریں؟ قلعے کی فصیل پر سپاہی گشت کر رہے ہیں — دروازے پر زبردست پہرہ ہو گا۔ باہر کیسے نکلیں گے؟"

عنبر نے کہا: "میرے ساتھ ساتھ چلے آؤ۔"

عنبر ابو حمزہ کو ساتھ لے کر درختوں کے اندھیروں میں سے گزرتا زیتون کے باغ کی طرف آ گیا — یہاں ایک جگہ گھوڑے کا بُت بنا ہوا تھا جس کے چبوترے پر جنگلی بیل چڑھی ہوئی تھی — یہی وہ جگہ تھی جہاں دریا کنارے والے آسیبی قبرستان کو نکلنے والی سرنگ کا

منہ تلاش کرنے لگا — اس نے ابوحمزہ کو بتا دیا کہ اس جگہ سے ایک سُرنگ قلعے کی دیوار کے نیچے سے ہو کر دریا کی طرف جاتی ہے اور بڑی خفیہ سرنگ ہے۔

"تمہیں کس نے بتایا ہے؟" ابوحمزہ نے پوچھا۔

"قلعے کے مالی نے بتایا تھا۔ میں نے اسے رشوت دے کر یہ راز معلوم کر لیا تھا۔"

ابوحمزہ کہنے لگا: "کہیں یہ اس کی کوئی چال نہ ہو — یہ سب لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں اور اسلام کو ختم کرنے کی ناپاک کوششیں کر رہے ہیں۔"

عنبر نے کہا: "اسلام کو یہ لوگ کبھی ختم نہیں کر سکتے۔"

وہ جھاڑیوں میں سُرنگ کا منہ تلاش کرنے لگے۔ اچانک ایک جگہ سے ابوحمزہ نے پکار کر کہا: "ادھر آؤ عنبر، یہ دیکھو۔"

عنبر لپک کر گیا — زیتون کے گھنے درختوں کے جھنڈ میں ایک جگہ دیوار میں سوراخ نظر آ رہا تھا۔ اس کے آدھے منہ کو بیلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ عنبر نے کہا کہ اس کے خیال میں وہی سُرنگ کا راستہ تھا۔ عنبر آگے آگے اور ابوحمزہ پیچھے پیچھے — دونوں سُرنگ میں داخل ہو گئے۔ سرنگ میں اندھیرا تھا اور زمین کچی تھی۔ پہلے تو راستہ نیچے کو اُترنے لگا ڈھلان ہی ڈھلان تھی۔ پھر راستہ اُوپر کو اُٹھتا چلا گیا۔ کافی آگے جا کر راستہ سیدھا ہو گیا —

سُرنگ میں چھوٹے چھوٹے پتھر بچھے ہوئے تھے — سُرنگ کسی طرف کو نہیں گھومی تھی — وہ سیدھی آگے کو جا رہی تھی — جب انہیں چلتے چلتے پندرہ بیس منٹ گزر گئے تو اچانک سُرنگ ایک طرف کو مُڑ گئی — ابوحمزہ نے کہا:

"بڑی پُراسرار سرنگ ہے۔ اگر یہ سُرنگ نہ ہوتی تو ہمارا قلعے سے فرار ہونا بڑا مشکل تھا۔"

عنبر نے کہا:

"ہاں، مگر ابوحمزہ اس شہر سے تم کس طرح فرار ہو گئے۔ صبح پیرس کی ساری پولیس اور سپاہی تمہاری تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے ہوں گے۔ کیا تمہارے پاس چھپنے کی کوئی جگہ ہے۔"

ابوحمزہ نے کہا:

"میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ تم نہ صرف یہ کہ ایک سچے مسلمان ہو، بلکہ میرے ہمدرد اور محسن بھی ہو۔ پیرس میں خفیہ جگہ پر ہمارا ایک ٹھکانہ ہے جہاں تابغیر کے کچھ مسلمان مجاہد بھیس بدل کر رہتے ہیں — تم سُن کر حیران ہو گے کہ ان میں میری ایک چھوٹی بہن زبیدہ بھی ہے — زبیدہ بڑی بہادر لڑکی ہے — وہ اپنے وطن کو کافروں سے آزاد کرانے کے لیے ہمارے شانے سے شانہ ملا کر کام کرتی ہے — میرے گرفتار ہو جانے پر یہ لوگ ضرور اِدھر اُدھر ہو گئے ہوں گے، مگر خفیہ ٹھکانے پر جا کر ان کا پتا چل سکتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"یہ جگہ کس طرف اور کس محلے میں ہے؟"

ابوحمزہ کہنے لگا:

"میں تمہیں اپنے ساتھ وہاں لے چلوں گا۔"

سرنگ تنگ ہونے لگی — معلوم ہوتا تھا کہ باہر نکلنے والا سوراخ آ رہا تھا — سرنگ اتنی تنگ ہو گئی کہ وہ جھک کر چلنے لگے — تازہ اور ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ان کے چہروں سے ٹکرایا —

"ہم باہر نکلنے والے ہیں۔" عنبر نے کہا۔

ابوحمزہ نے کہا:

"کہیں باہر سپاہی گھات لگا کر نہ بیٹھے ہوں۔"

عنبر نے کہا: "مجھے پہلے باہر جانے دو۔"

ابوحمزہ بولا:

"ہاں، تم میں بڑی طاقت ہے۔ یہ طاقت تمہارے جسم میں کہاں سے آگئی ہے۔ دیکھنے میں تو تم دبلے پتلے ہو، لیکن اکٹھے دو دو آدمیوں کی ہڈی پسلی ایک کر دیتے ہو۔"

عنبر نے جھک کر سرنگ کے سوراخ میں سے باہر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"یہ تمہیں پھر کبھی بتاؤں گا — تم یہاں ٹھہرو — میں باہر جا کر دیکھتا ہوں۔ کوئی ہماری تاک میں تو نہیں بیٹھا ہوا؟"

عنبر نے اندھیرے میں قبروں کو چاروں طرف گھور گھور کر دیکھا — وہاں کوئی بھی نہیں تھا — نہ کوئی زندہ — نہ کوئی مردہ — عنبر نے ابوحمزہ کو آہستہ سے آواز دی کہ باہر نکل آؤ، میدان خالی ہے — ابوحمزہ بھی فوراً سرنگ سے باہر آگیا — ایک پل کے لیے قبرستان کی آسیبی فضا نے اسے بھی خوف زدہ کر دیا —

"یہ — یہ تو قبرستان ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں، پھر کیا ہوا۔ ہم اس میں سے نکل کر دریا کے کنارے پہنچ جائیں گے۔"

ابوحمزہ نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا:

"ہم جنوں بھوتوں سے نہیں ڈرا کرتے۔"

عنبر خاموش رہا — وہ قبروں میں سے گزرتے چلے جا رہے تھے۔ اگرچہ اندھیری رات تھی — پھر بھی تاروں کی دھیمی روشنی کا غبار سا قبروں کے اوپر پھیلا ہوا تھا — کئی قبروں کے منہ کھلے تھے۔ اور اندر سوائے اندھیرے کے کچھ نظر نہیں آتا تھا — ابوحمزہ اندر سے خوف زدہ ہو رہا تھا اور جلد سے جلد اس آسیبی قبرستان سے نکل جانا چاہتا تھا — وہ اپنے خوف کو دور کرنے کے لیے سیٹی بجانے لگا۔ سیٹی بجاتے بجاتے وہ اچانک رک گیا — عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہا:

"تم نے آواز سنی؟"

عنبر رُک گیا — ابوحمزہ اُسے آگے کو دھکیلنے لگا۔

"خدا کے لیے رُکو نہیں، چلتے جاؤ — کسی عورت نے میرے کان کے آکر میرا نام لیا تھا۔"

عنبر سمجھ گیا کہ قبرستان کی زندگی شروع ہونے والی ہے۔ اُس نے ابوحمزہ کو اپنے آگے کر لیا اور کہا:

"پیچھے مُڑ کر مت دیکھنا۔"

اب وہ آواز عنبر کو بھی سنائی دی — یہ ایک عورت کی آواز تھی۔ اس نے عنبر کے کان کے بالکل قریب منہ لاکر بڑی حسرت اور درد بھرے لہجے میں اسے آواز دی تھی۔ اس کا نام لیا تھا۔ اس آواز میں درد اور کرب تھا، جیسے وہ سخت تکلیف میں ہو اور بُلا رہی ہو۔

عنبر نے ابوحمزہ کو نہ بتایا — وہ تیز تیز چلنے لگا — آواز پھر عنبر کے کانوں سے ٹکرائی۔

"عنبر، مجھے قبر میں سے نکالو۔ مجھے زندہ دفن کر دیا گیا ہے — مجھے قبر سے نکالو — خدا کے لیے آہ — آہ۔"

قبرستان میں موت کی خاموشی تھی۔ خشک پتے ان کے پاؤں تلے چرچرا رہے تھے — قبریں سانس لیتی معلوم ہو رہی تھیں — عنبر کو یوں نظر آیا — جیسے وہ پھولے ہوئے پیٹ کی طرح اوپر نیچے ہو رہی ہیں —

قبرستان کا ٹوٹا ہوا دروازہ سامنے تھا — وہ تیز تیز قدم اُٹھاتے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔ عنبر نے ابوحمزہ کو جلدی سے دروازے سے باہر دھکیل دیا اور پھر جیسے کسی نے اپنا ٹھنڈا ہڈیوں بھرا ہاتھ عنبر کے کندھے پر رکھ دیا — اس نے پلٹ کر دیکھا — ایک سیاہ لباس والی سفید عورت اس کی طرف اپنی مقناطیسی سرخ آنکھوں سے گھور رہی تھی۔ اس کا آدھا چہرہ صاف اور گوشت سے بھرا ہوا تھا اور دوسرا آدھا چہرہ مسخ ہو چکا تھا۔ وہاں سے گوشت اُڑ گیا تھا اور ہڈیاں نظر آ رہی تھیں — ایک آنکھ کی جگہ سوراخ تھا — ہاتھ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا اور انگلیوں کی ہڈیاں برف کی طرح ٹھنڈی تھیں —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK
عنبر، ناگ، ماریا
کے مشہور مصنف
اے حمید
کے قلم سے
عمران سیریز ایڈونچر
قدم قدم پر حیرانی ہر موڑ پر نئی کہانی!
(۱) لنڈی کوتل کا بھوت ۵/-
(۲) مفرور قیدی ۵/-
(۳) ہینڈز اپ ۵/-
(۴) ہیروں کا چور ۵/-
(۵) شاہی تاج کی چوری ۵/-
(۶) خونی راز ۵/-
(۷) آدھی رات کو فرار ۵/-
(۸) خفیہ ڈائری کی تلاش ۵/-
(۹) جب ہمیں عمر قید ہوئی ۵/-
(۱۰) بند کمرے کا راز ۵/-
(۱۱) پیرس کے جاسوس ۵/-
(۱۲) ایلا، سکالا اور حبشی دادا ۵/-
(۱۳) کے جی بی کے جاسوس ۵/-
(۱۴) موت کی چٹانیں ۵/-
(۱۵) بارود کی موت ۵/-
(۱۶) سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو ۵/-
(۱۷) میکاؤ کا سپاکو ۵/-
(۱۸) جاپان کی ڈمپل ۵/-
(۱۹) شناتا، جالانگ اور پادری ۵/-
(۲۰) اچھا دوست الوداع ۵/-
(۲۱) تابت، ڈیوڈ اور عمران ۵/-
(۲۲) ایمی جل پری ۵/-
(۲۳) مائی وڈی اور موٹا ڈیڈی ۵/-
(۲۴) ڈوربین میں قتل ۵/-
(۲۵) بلیک وارنٹ (سلور جوبلی نمبر) ۱۳/-
(۲۶) پستول پھینک دو ۵/-
(۲۷) ٹارچر عمران ۵/-
(۲۸) خاموش ریوالور کی گولی ۵/-
(۲۹) پھر دال میں کالا کالا ۵/-
(۳۰) ایٹم بم کی تلاش ۵/-
نیا مکتبہ اقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۸

۹۹ سیڑھیوں کا راز
سلور جوبلی نمبر
اے حمید
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
PDFBOOKSFREE.PK

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

۹۹ سیڑھیوں کا راز

اے حمید

ترتیب

سرکولیشن و پروڈکشن انچارج
جلال انور

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

بار اوّل : ۱۹۸۱ء
تعداد : دو ہزار

نیا مکتبہ اقرأ — ۳۰/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : النجدہ پرنٹرز، لاہور

قیمت : -/۱۱ روپے

پیارے دوستو،

"ناگ، عنبر، ماریا کی واپسی" کی پچیسویں قسط کا سلور جوبلی نمبر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں — ملک کے گوشے گوشے سے مجھے اپنے کرم فرما دوستوں کے خط ملتے رہتے ہیں — ان میں عنبر ناگ ماریا اور عمران ریحان ایڈوینچر کی پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے — میرے لیے ان سب کا الگ الگ خط لکھ کر شکریہ ادا کرنا بہت مشکل ہے

میں یہاں اس سلور جوبلی نمبر میں ان کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ میری سیریز کو پسند کر رہے ہیں میں ان کے لیے محنت لگن اور پوری توجہ سے لکھتا ہوں۔ اکثر کرم فرما دوستوں کی خواہش تھی کہ ناگ عنبر ماریا کی قسط کے صفحے زیادہ نہیں ہوتے اور پڑھنے کے بعد پیاس باقی رہ جاتی ہے۔ اس لیے کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی قسط کے صفحے زیادہ کر دیے جائیں تاکہ ہم اس سے بھرپور لطف اٹھا سکیں؛ چنانچہ میں نے اپنے دوستوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ناگ عنبر ماریا سیریز کی پچیسویں قسط کو سلور جوبلی نمبر بنا کر اس کے تین سو صفحے کر دیے ہیں — امید ہے، اسے پڑھنے کے بعد آپ کو تشنگی محسوس نہیں ہو گی کیونکہ آپ کا دل اسے بار بار پڑھنے کو چاہے گا اور آپ اسے بار بار پڑھیں گے —

پچھلی قسط نمبر ۲۴ کے آخری باب میں ہم نے کہانی کو وہاں چھوڑا تھا کہ جہاں ہمارا ہیرو عنبر فرانس کے بدنامِ زمانہ خونی قلعے کے تہہ خانے سے تانجیر کے مسلمان مجاہد ابوحمزہ کو نکال کر قلعے کی خفیہ سرنگ سے فرار ہوتا ہے۔ یہ سرنگ آگے جا کر ایک پرانے قبرستان میں نکل آتی ہے۔ جہاں اب کوئی مردہ دفن کرنے نہیں آتا۔ یہاں قبرستان کے نیچے مُردوں کا ایک شہر آباد ہے، جس پر ایک ایسی بدروح عورت حکومت کر رہی ہے جس کا آدھا جسم گوشت اور آدھا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔ وہ اپنے باقی آدھے جسم کو زندہ کرنے کے بعد قیامت تک زندہ رہنے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ جس کے لیے اسے ایک ایسے سانپ کی تلاش ہے جو ایک ہزار سال سے زندہ ہو۔ یہ سانپ سوائے ناگ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا، لیکن ابھی عنبر اپنے مسلمان مجاہد ابوحمزہ کے ساتھ قلعے کی خفیہ سُرنگ سے نکل کر قبرستان میں داخل ہوا ہے اور اس نے اس آدھی زندہ اور آدھی مردہ عورت کی ایک ڈراؤنی جھلک دیکھی ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ اپنے سلور جوبلی نمبر کا ورق الٹ کر خود پڑھیے اور کہانی کی پُراسرار فضاؤں میں گم ہو جائیے۔

انشاء اللہ عمران ریحان ایڈونچر سیریز کی بھی پچیسویں قسط سلور جوبلی نمبر ہو گا اور اس میں بھی آپ کی دلچسپی کے لیے جاسوسی ایڈونچر، مہم جوئی اور سسپنس اپنے عروج پر ہو گا۔ میں ایک بار پھر آپ سب کی پسندیدگی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اے حمید

قبرستانی راستہ

عنبر کا جسم پتھر کی طرح ٹھنڈا ہو گیا۔

آدھی لاش عورت مسکرائی۔ اس کے دانت بجنے کی آواز آئی۔ ابوحمزہ چیخ مار کر بھاگ گیا۔ عنبر نے لاش عورت کا ہاتھ جھٹک دیا اور تیزی سے قبرستان کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ قبرستان میں سے اس لاش عورت کی آواز اس کا پیچھا کرتی رہی۔ عنبر نے ابوحمزہ کو آواز دی۔ وہ ایک جگہ لمبی گھاس میں چھپا ہوا تھا۔ عنبر نے اُسے تسلی دی اور کہا کہ وہ کوئی بدروح تھی، بھاگ گئی ہے۔ ابوحمزہ نے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا:

"اس قسم کی بدروح میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے۔ میرے اللہ، کس قدر بھیانک تھا اُس کا چہرہ۔ اور تم کیسے آرام سے کھڑے اُسے تک رہے تھے۔ مجھے تو تم بھی کوئی جن بھوت لگتے ہو۔"

عنبر ہنس دیا:

"شاید میں بھی جن ہوں۔"

پھر وہ ابوحمزہ کا بازو تھام کر بولا :

" چلو اب یہاں سے نکل چلیں — کہیں وہ بدروح پھر ہمارے پیچھے نہ آجائے "

رات ٹھنڈی یخ اور اندھیری تھی — درختوں کے جھنڈوں کے نیچے تو بہت زیادہ اندھیرا تھا — انہیں دُور دریا چمکتا نظر آیا —

" وہ دریائے سین بہہ رہا ہے " عنبر نے کہا ۔

ابوحمزہ نے دریا کی طرف دیکھ کر گہرا سانس لیا اور کہا :

" اس دریا کو دیکھنے کے لیے بس ترس گیا تھا۔ قلعے کے اذیت گھر میں چھ ماہ سے قید تھا — اگر تم میری مدد کو نہ آتے تو خدا جانے یہ فرانسیسی جلاد میرا کیا حشر کرتے — انہوں نے ہمارے کئی مسلمان مجاہدوں کے سر قلم کیے ہیں۔ ان کے گھروں کو آگ لگائی ہے۔ ان کے ماں باپ بہن بھائیوں کو پھانسیوں پر چڑھایا ہے۔ میری ایک ہی بہن ہے زبیدہ — وہ خود بھاگ کر مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئی تھی "

دریا پر پہنچ کر عنبر نے پوچھا کہ اب انہیں دریا کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے یا دریا پار کرنا ہو گا — ابوحمزہ پیرس شہر کے سارے علاقوں سے اچھی طرح واقف تھا — وہ اگرچہ الجزائر میں مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا تھا، مگر اس نے زندگی کا زیادہ حصہ پیرس میں گزارا تھا — اور اسی شہر سے اس نے اسلامی مجاہدین کی

انقلابی سرگرمیاں شروع کی تھیں — اس نے عنبر سے کہا :

" ہم دریا پار نہیں کریں گے، بلکہ دریا کے ساتھ ساتھ دوسرے پُل تک جائیں گے — دوسرے پُل سے ایک راستہ ہمارے خفیہ ٹھکانے کی طرف ہمیں لے جائے گا "

رات کے تین بج رہے تھے — نوترے ڈیم کے گرجا گھر میں ابھی ابھی تین بار گھنٹا بجا تھا — ابوحمزہ نے کہا :

" رات کے تین بج چکے ہیں — ہم ایک گھنٹے کے اندر اندر رات کے اندھیرے میں ہی اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے — یقین نہیں آتا کہ میں قلعے سے فرار ہو کر آرہا ہوں — اس ظالم قلعے سے آج تک کوئی قیدی فرار نہیں ہو سکا — یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے عنبر "

عنبر نے کہا :

" میں نے اپنا اسلامی فرض ادا کیا ہے۔ مجھے تمہارے ملک کے اسلامی مجاہدوں کی تحریک سے دلی ہمدردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمہارا اسلامی ملک ان کافروں کی غلامی سے آزاد ہو "

ابوحمزہ بولا :

" میری بہن زبیدہ مجھے دیکھ کر کس قدر خوش ہو گی، اُسے تو یقین نہیں آئے گا کہ میں قلعے سے فرار ہو کر آگیا ہوں "

دریا خاموشی سے بہہ رہا تھا — دریا کا دوسرا پُل ابھی تک

دھند میں چھپا ہوا تھا ۔۔ ابوحمزہ نے کہا:

"اگر ہمارے پاس گھوڑے ہوتے تو ہم جلدی پہنچ جاتے۔ ذرا تیز چلو دوست، اس علاقے میں رات کو پہرے دار گشت کیا کرتے ہیں۔"

کافی دیر دریا کنارے گیلی زمین پر چلنے کے بعد انہیں دوسرے پل کا سیاہ خاکہ سفید دھند کے پیچھے ابھرتا دکھائی دیا۔ ابوحمزہ نے کہا:

"وہ پل جو سامنے نظر آنے لگا ہے۔ ہمیں اس کے نیچے سے گزر کر دریا کے کنارے کنارے ہمیں ایک سرائے کی دیوار تک جانا ہوگا ۔۔ وہاں سے ایک راستہ پیرس کی ایک پراسرار گلی میں جاتا ہے۔ بس اسی گلی کے ایک مکان کے نیچے ہمارا تہ خانہ ہے۔"

رات ڈھلتی گئی اور وہ باتیں کرتے پیرس کی رات کے ٹھنڈے اندھیرے اور دھند میں دریائے سین کے پل کے نیچے پہنچ گئے۔ پل کے نیچے گیلی ریت میں پاؤں دھنستے تھے ۔۔۔ وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر دریا کے کنارے پر آ گئے ۔۔ یہ لمبا کنارا تھا جس کے کنارے چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں اگی تھیں ۔ اندھیرے میں یہ جھاڑیاں چڑیلیں لگتی تھیں، جو دریا کے کنارے قطار بنا کر بیٹھی ہوں ۔ وہ دونوں خاموش تھے ۔ ابوحمزہ آگے آگے چل رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد پرانی سرائے کی چھوٹے پتھروں سے بنی ہوئی دیوار آ گئی۔

اس دیوار پر جگہ جگہ جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں ۔ اس لمبی دیوار کے پیچھے کی طرف ایک جگہ سے پتھر ٹوٹے ہوئے تھے اور ایک سوراخ بن گیا تھا ۔۔ ابوحمزہ اس سوراخ میں سے جھک کر گزر گیا ۔۔ عنبر اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

اب وہ ایک تنگ و تاریک گلی میں تھے جس کے کونے میں لگا چربی کے تیل والا لیمپ بڑی مشکل سے جل رہا تھا اور بجھنے ہی والا تھا ۔۔ اس کی لو ڈوب رہی تھی اور روشنی ساری گلی میں سے سمٹ کر لیمپ کے پاس آ گئی تھی ۔۔ وہ گلی کے کونے کی دیوار میں لٹکتے اس لیمپ کے نیچے سے گزر کر ایک موڑ گھوم گئے ۔ اندھیرے میں وہ سایوں کی طرح آگے بڑھ رہے تھے ۔ مکانوں کی کھڑکیاں بند تھیں ۔۔ ڈیوڑھیوں میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا اور رات کو بھونکنے والے کتے بھی سو گئے تھے ۔

ایک لکڑی کے چھوٹے سے دروازے والے مکان کے پاس کھڑے ہو کر ابوحمزہ نے دروازے پر تین بار ایک خاص انداز سے انگلی ماری ۔۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا ۔۔ ابوحمزہ نے دو تین بار دروازے پر خاص انداز میں دستک دی ۔۔ کسی نے دروازہ نہ کھولا ۔۔ ابوحمزہ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"معلوم ہوتا ہے ہمارے ساتھی مجاہد گہری نیند سو رہے ہیں۔"

اس نے دروازے کو کندھے سے دھکا دیا۔ دروازے کی
کنڈی اندر کی جانب سے ٹوٹ کر گر پڑی —

اندر ڈیوڑھی میں اندھیرا تھا — ابوحمزہ عنبر کو ساتھ لے کر
ایک جگہ سے سیڑھیاں اُتر کر نیچے خفیہ ٹھکانے میں آ گیا۔ یہاں
دیوار کے ساتھ ایک مشعل جل رہی تھی — اس کی روشنی میں انہوں
نے جو منظر دیکھا، اس سے ابوحمزہ کی چیخ نکل گئی۔ فرش پر
اسلامی مجاہدین کی چھ سات لاشیں پڑی تھیں۔ ان سب کی گردنیں
کٹی ہوئی تھیں اور سر تربوزوں کی طرح ادھر ادھر پڑے تھے۔ فرش
پر خون ہی خون تھا — ان میں ابوحمزہ کی بہن زبیدہ کی لاش
اور سر کہیں نہیں تھا —

ابوحمزہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا —

"معلوم ہوتا ہے، فرانسیسی کتوں نے چھاپا مارا تھا — لیکن
میری بہن زبیدہ کہاں ہے؟ میرے شامی دوست عبداللہ کی
لاش کہیں نظر نہیں آتی"

عنبر نے کہا:

"سوال یہ ہے کہ اندر سے دروازہ کس نے بند کیا تھا؟"

ابوحمزہ نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا — پھر جلدی سے
تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا — اس نے ڈیوڑھی کے
اندھیرے میں جھک کر دیکھا — اس کے جانثار مسلمان پہرے دار مجاہد

کی لاش دروازے کے ایک جانب دیوار کے ساتھ پڑی تھی۔
ابوحمزہ اس پر جھک گیا۔ لاش کا دل آہستہ آہستہ دھڑک رہا
تھا —

"یہ زندہ ہے ابھی —"

پھر اس نے پہرے دار مجاہد کے کان میں اسے آواز
دی:

"ثوبان، ثوبان، کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

شدید زخمی ثوبان نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر ابوحمزہ
کو دیکھا — اس کے خشک ہونٹوں پر موت کی سفیدی چھا رہی تھی۔
اس نے کہا:

"ابوحمزہ، وہ لوگ اچانک آ گئے — تلواریں چلیں۔ ساتھی
شہید ہو گئے —"

ابوحمزہ نے پوچھا:

"میری بہن زبیدہ اور عبداللہ کہاں ہیں؟"

زخمی ثوبان نے کہا:

"انہیں شاہی فوج پکڑ کر لے گئی ہے — تمہارے —
تمہارے جانے — جانے کے بعد انہوں نے شادی کر لی تھی اور
تمہارا انتظار کر رہے تھے — شاہی فوج نے سب کو شہید کر دیا۔
سب کو — میں گر پڑا تھا — گر پڑا تھا —"

اور اس کے ساتھ ہی ثوبان کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ وہ شہید ہو چکا تھا — شاید وہ ابوحمزہ کو اس کی بہن زبیدہ کے بارے میں یہ باتیں بتانے کے لیے ہی زندہ تھا۔ ابوحمزہ سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا —

"وہ لوگ میری بہن اور اس کے شوہر کے ساتھ بڑا گھناؤنا سلوک کریں گے۔ وہ اُن سے ہماری تحریک اور دوسرے ساتھیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے اور انہیں بڑی اذیت دیں گے۔ مجھے ان کی مدد کرنا ہوگی ۔"

اور ابوحمزہ اُٹھ کھڑا ہوا — عنبر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا :

"میرے دوست، اس وقت جذبات کی نہیں، عقل کی ضرورت ہے — تم ابھی ابھی کافروں کی قید سے نکل کر آ رہے ہو — اگر پھر اُدھر گئے تو پکڑے جاؤ گے ۔"

ابوحمزہ نے کہا :

" لیکن میں اپنی بہن کو ان ظالموں کے پنجے سے ہر حالت میں چھڑانا چاہتا ہوں ۔"

عنبر نے کہا :

" میں بھی یہی چاہتا ہوں، لیکن اس کے لیے ہمیں جذبات سے نہیں، عقل سے کام لینا ہوگا — ہمیں ٹھنڈے دل سے

سوچ کر ایک منصوبہ بنا کر اُس پر عمل کرنا ہوگا ۔"

ابوحمزہ عنبر کو ساتھ لے کر تہہ خانے میں آ گیا — انہوں نے وہاں ایک گڑھا کھود کر لاشوں کی نماز جنازہ پڑھی اور سب کو وہاں دفن کر دیا — اس دوران میں صبح ہو گئی تھی — عنبر نے کہا:

" یہ جگہ فرانسیسی سپاہیوں کی نظر میں ہے۔ صبح انہیں پتا چل جائے گا کہ تم قلعے سے فرار ہو چکے ہو — وہ سیدھا یہاں تمہیں تلاش کرتے آئیں گے — اس لیے ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے — مجھے بتاؤ، کیا کوئی ایسی خفیہ جگہ تمہارے پاس ہے جہاں تم پناہ لے سکو ۔"

ابوحمزہ نے کچھ سوچ کر کہا :

" ایک مصری خانہ بدوش عورت ہمارے لیے کام کرتی ہے۔ وہ پیرس سے باہر ایک جنگل میں رہتی ہے۔ لُبابہ اس کا نام ہے۔ اگر ہم اس کے پاس چلے جائیں تو وہ مجھے چھپا سکتی ہے۔ مگر میں کب تک چھپا رہوں گا — اتنی دیر میں وہ لوگ میری بہن کو اذیت دے دے کر ہلاک کر ڈالیں گے ۔"

عنبر نے کہا :

" جب تک کوئی انقلابی قدم اٹھانے تک تو تمہیں خانہ بدوش عورت کے پاس ہی چھپ کر رہنا ہوگا — چلو اب یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے نکل چلو — کوئی پتا نہیں — شاہی فوج کے سپاہی

گھوڑے دوڑاتے ادھر آ رہے ہوں "

وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں دُور گلی کے پتھریلے فرش پر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی —

ابو حمزہ نے کہا:

" وہ لوگ آ گئے ہیں — بھاگ چلو — میرے پیچھے پیچھے آؤ عنبر — "

وہ خفیہ مکان کی ڈیوڑھی سے نکل کر گلی کے ایک طرف بھاگے۔ دن نکل آیا تھا مگر تنگ گلی میں اتنی روشنی نہیں آتی تھی۔ مکانوں کے چھجے آگے کو جھکے ہوئے تھے جس کی وجہ سے گلی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز گلی میں آ گئی۔ جونہی ابو حمزہ اور عنبر گلی کا موڑ گھومے، فرانسیسی سپاہی گھوڑے دوڑاتے گلی میں داخل ہو گئے — ایک سپاہی نے عنبر اور ابو حمزہ کو موڑ گھومتے دیکھ لیا تھا — وہ تلوار لہراتا ان کے پیچھے گھوڑا لے کر لپکا — عنبر اور ابو حمزہ نے اپنے پیچھے گھوڑ سوار دیکھا تو ایک حویلی میں داخل ہو گئے — یہ بے آباد حویلی تھی — گھوڑ سوار بھی حویلی میں آ گیا — ابو حمزہ کو عنبر نے سیڑھیوں کے اوپر بھجوا دیا اور خود دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ گھوڑ سوار دروازے پر آ کر گھوڑے سے اُتر آیا —

عنبر کو جو کچھ کرنا تھا، جلدی کرنا تھا، کیونکہ وقت نہیں تھا — اس گھوڑ سوار کے ساتھی بھی وہاں آ سکتے تھے — اتنے زیادہ

سپاہیوں سے ابو حمزہ کو بچانا عنبر کے لیے مشکل ہو سکتا تھا۔ عنبر نے جان بوجھ کر دروازے کو کھٹکھٹایا — گھوڑ سوار سپاہی تلوار لہراتا ہوا چھلانگ لگا کر دروازے پر آ گیا — اس نے پاؤں مار کر دروازے کو کھول دیا۔ عنبر بھی یہی چاہتا تھا — سامنے عنبر کھڑا تھا — گھوڑ سوار سپاہی نے عنبر پر تلوار ماری — عنبر نے آگے بڑھ کر فرانسیسی زبان میں سپاہی سے کہا:

" اُلّو کی دم، اپنی جان نہ گنوا اور یہاں سے واپس بھاگ جا اور کسی سے ہمارا ذکر نہ کرنا — جا میں تمہیں کچھ نہیں کہتا "

مگر وہ فرانسیسی سپاہی فرانس کے شاہی خاندان کے جھوٹے کھانے کھا کھا کر موٹے پلے ہوئے دماغ میں عنبر کی بات نہ آ سکی۔ اُس نے عنبر پر تلوار کا دوسرا وار کیا — اب یہ لکھنے کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ دوسرا وار کرنے کے لیے وہ فرانسیسی سپاہی زندہ نہیں تھا —

عنبر نے ابو حمزہ کو آواز دی:

" یہاں سے نکلو ابو حمزہ "

ابو حمزہ سیڑھیوں سے نیچے آ گیا — وہ دونوں سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر گلیوں گلی فرار ہو گئے — یہ گلیاں ویران تھیں۔ یہاں ایسے غریب لوگ رہتے تھے جو ابھی تک گندے مندے گھروں کے اندر چھپے ہوئے لحاف اوڑھے سو رہے تھے۔

عنبر نے ذاتی طور پر یہ بات دیکھی کہ پیرس میں غربی بڑی زبردست تھی — یا لوگ بہت امیر تھے اور یا بہت غریب اور کوڑے کرکٹ سے چیزیں ڈھونڈ کر کھاتے تھے۔ شاید سماج کی یہی اونچ نیچ بعد میں انقلاب فرانس کی وجہ بنی، جس نے پیرس کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہا دیں۔

سورج سرد دھند میں چھپا ہوا تھا — سردی بہت سخت تھی۔ پیرس کے گلی کوچے سردی میں ٹھٹھر رہے تھے — دھند اتنی زیادہ تھی کہ دس پندرہ گز سے آگے کی شے نظر نہ آتی تھی۔ ابوحمزہ عنبر کو لے کر گھوڑا دوڑاتا شہر سے باہر نکل آیا — اس کا اس طرح کھلے بندوں پھرنا ٹھیک نہیں تھا — سپاہی اس کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے تھے — وہ کسی وقت بھی گرفتار کیا جا سکتا تھا — اس بات کا ابوحمزہ کو احساس تھا؛ چنانچہ وہ تیز تیز گھوڑا دوڑاتا جنگل کی طرف دھند میں اڑا جا رہا تھا — اس زمانے میں پیرس کے شہر کے باہر گھنا جنگل ہوا کرتا تھا — اس جنگل میں درندے تو بہت کم ہوتے تھے، مگر چور ڈاکو ضرور راتوں کو آکر چھپ جایا کرتے تھے — اس جنگل میں اونچے اونچے درخت تھے جو چھتریوں کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ یہ درخت ساتھ ساتھ اگے ہوئے تھے۔ ان کی شاخیں ایک دوسری میں پھنسی ہوئی تھیں۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی ابوحمزہ نے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور دونوں پیدل

چلنے لگے۔ کافی پیچ دار پگ ڈنڈیوں سے گزر کر ایک جگہ درختوں کے درمیان چٹان کی اوٹ میں ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی — ایک موٹی عورت نیلے پیلے رنگ کا فراک پہنے سر پر سرخ رومال باندھے لکڑیاں اکھٹی کر رہی تھی۔ اس کے کانوں میں پیتل کی بالیاں تھیں۔

ابوحمزہ نے عنبر سے کہا کہ یہی خانہ بدوش عورت لُبابہ ہے —

اس عورت نے ابوحمزہ کو دیکھا تو اس سے لپٹ گئی۔

"موسیو، سینور، بونی ڈو"

پھر عنبر کی طرف شک کی نگاہوں سے دیکھ کر بولی:

"یہ سینور کون ہے ؟"

ابوحمزہ نے عنبر کے بارے میں اسے بتایا کہ وہ ان کی تحریک مجاہدین کا بے حد ہمدرد ہے اور ان کی خاطر کئی بار اپنی جان خطرے میں ڈال چکا ہے — خانہ بدوش عورت بڑے غور سے عنبر کو دیکھ رہی تھی — یہ عورت فال بھی نکالتی تھی اور ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر قسمت کا حال بھی بتاتی تھی۔ اس نے ابوحمزہ سے کہا:

"سپاہی تمہارے پیچھے لگے ہوں گے — آؤ پہلے تمہیں چھپا دوں"

لُبابہ انہیں چٹان کے اوپر لے گئی — یہاں گھنی جھاڑیوں کے بیچ میں ایک کھلی جگہ تھی — یہاں لُبابہ نے دری لا کر بچھا دی — اس نے عنبر اور ابوحمزہ کے آگے پانی اور جنگلی پھل اور روٹی لا کر رکھ دی — ابوحمزہ نے اسے بتایا کہ سپاہیوں نے ان کے خفیہ ٹھکانے

پر چھاپا مار کر تمام مجاہدین کو شہید کر دیا ہے اور وہ بڑی مشکل سے
اپنی جان بچا کر بھاگ آئے ہیں۔

خانہ بدوش لُبابہ نے کہا:

"قلعے سے تمہارا بھاگ آنا ایک معجزے سے کم نہیں۔ تمہاری
بہن اور عبداللہ مجاہد کا سُن کر دل کو دُکھ ہوا۔ ظالم فرانسیسی
ان کے ساتھ وحشیوں ایسا سلوک کریں گے۔"

ابوحمزہ نے کہا:

"لُبابہ، میں اپنی بہن اور اس کے خاوند کو ہر قیمت پر
چھڑانا چاہتا ہوں۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

لبابہ نے کہا:

"یہ سوچ کر ہی بتایا جا سکتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے
کہ اب پیرس میں کوئی مسلمان مجاہد نہیں جو تمہاری مدد کر سکے۔
اس لیے میری رائے تو یہی ہے کہ تم واپس اپنے وطن تانجیر چلے
جاؤ اور وہاں سے تازہ دم مجاہدین گوریلے لے کر پیرس میں آؤ
اور اپنی بہن کو چھڑانے کی کوشش کرو۔"

عنبر نے کہا:

"اس دوران میں تو فرانسیسی زبیدہ اور اس کے خاوند کو
ہلاک کر چکے ہوں گے۔"

لُبابہ نے گردن اُچکا کر کہا:

"یہ تو ہے، پھر اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ کوئی دوسرا راستہ
بھی تو نہیں ہے۔ کیا تم قلعے میں جا کر زبیدہ کو چھڑا سکتے ہو؟"

عنبر نے خانہ بدوش عورت کی طرف گہری نظر سے دیکھ کر کہا:

"چھڑا سکتا ہوں۔ مگر اس میں زبیدہ کی زندگی کو خطرہ
ہے۔"

خانہ بدوش عورت لبابہ نے کہا:

"یہی تو بات ہے، نہ صرف زبیدہ بلکہ تمہاری زندگی بھی
خطرے میں ہوگی۔ وہ لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"خیر یہ تو تم نہ کہو۔ میری زندگی کو ابھی کوئی خطرہ نہیں
ہے۔"

ابوحمزہ پریشان تھا۔ اُس نے کہا:

"ان باتوں کو چھوڑو۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا
ہے کہ زبیدہ اور عبداللہ کو ان لوگوں نے قلعے میں کس جگہ
رکھا ہے۔ باقی میں یہاں سے تانجیر اکیلا کیسے چلا جاؤں! مجھے
زبیدہ کی فکر رہے گی۔"

لُبابہ نے کہا:

"یہاں تمہاری زندگی سخت خطرے میں ہے اور تم اکیلے کچھ
بھی نہیں کر سکتے۔ تمہارا یہاں رہنا بے کار ہے۔ واپس وطن

جاکر تم اپنی طاقت کو پھر سے اکٹھا کر سکتے ہو اور نئے مجاہدے
کر یہاں آ سکتے ہو۔"

عنبر نے ابو حمزہ سے کہا:

"لُبابہ ٹھیک کہہ رہی ہے — میری بھی رائے یہی ہے کہ
تم جس طرح بھی ہو سکے واپس چلے جاؤ — میں زبیدہ اور عبداللہ
کو کسی نہ کسی طرح یہاں سے نکال کر تمہارے پاس بھیج دوں گا۔"

ابو حمزہ نے کہا:

"تم اکیلے اتنا بڑا خطرہ کیسے مول لے سکتے ہو؟"

عنبر بولا:

"تم کچھ کچھ میری طاقت سے واقف ہو چکے ہو — کیا میں
غلط کہہ رہا ہوں؟"

ابو حمزہ خاموش ہو گیا — اس نے عنبر کی طاقت کی ایک
آدھ جھلک دیکھ لی تھی۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ ابو حمزہ واپس وطن
جاکر مجاہدین کے ساتھ مل کر تحریک کو نئے سرے سے شروع
کرے گا — خانہ بدوش عورت نے ان کے آگے گرم گرم قہوہ
لا کر رکھا — ابو حمزہ نے کہا:

"اماں، ذرا عنبر کا ہاتھ تو دیکھو۔ اس کی لکیریں کیا کہتی ہیں
کیا یہ زبیدہ اور عبداللہ کی جان بچانے میں کامیاب ہو سکے گا؟"

خانہ بدوش عورت نے عنبر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور

اس کی لکیروں کو دیکھنے لگی — عنبر کی لکیریں دیکھ کر وہ چونک پڑی۔
کبھی لکیروں کو ادھر سے دیکھتی، کبھی ادھر سے دیکھتی۔ کبھی عنبر کا
چہرہ تکنے لگتی — اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں۔ ابو حمزہ نے
پوچھا:

"کیا کوئی خاص بات ہے اماں؟"

خانہ بدوش عورت لُبابہ نے کہا:

"کچھ سمجھ میں نہیں آرہا — ایسی لکیریں میں نے اپنی زندگی
میں کسی آدمی کی نہیں دیکھیں۔"

ابو حمزہ نے پوچھا:

"تم یہ بتاؤ کہ عنبر کامیاب ہوگا کہ نہیں؟"

لُبابہ بولی:

"لکیریں کہہ رہی ہیں کہ یہ کامیاب ہوگا، لیکن ایک بات
بڑی عجیب ہے۔ اس کی زندگی کی لکیر اتنی لمبی ہے کہ معلوم
ہوتا ہے یہ ہزاروں سال تک زندہ رہے گا جو ایک ناممکن
بات ہے۔"

عنبر نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا:

"اس دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

خانہ بدوش عورت کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ کوئی پُراسرار
شخص ہے — وہ خاموش ہو گئی اور قہوہ پینے لگی — رات کو ابو حمزہ

نے خانہ بدوشوں کا بھیس بدلا اور نباہ کی گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر عنبر کے ساتھ فرانس کی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا — دو دن تک جنگلوں میں سفر کرنے کے بعد آخر وہ سرحد پر پہنچ گئے اور وہ سرحد پار کر گیا — فرانس سے نکلتے ہوئے ابو حمزہ نے عنبر کو تاکید کی اور وعدہ لیا کہ وہ اس کی بہن زبیدہ اور عبداللہ کو قلعے سے نکالنے کی پوری کوشش کرے گا — عنبر نے اسے یقین دلایا کہ وہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر زبیدہ اور عبداللہ پر آنچ نہیں آنے دیگا۔ ابو حمزہ اپنے وطن کو روانہ ہو گیا۔

عنبر خانہ بدوش عورت کے ساتھ واپس پیرس کے قریبی جنگل میں آ گیا — اُسے یقین تھا کہ مسلمان مجاہدہ زبیدہ اور اس کا خاوند بسٹائل کے خونی قلعے میں ہی کسی تہہ خانے میں بند ہوں گے۔ قلعے کے اندر ایک ہی خفیہ راستہ اُسے معلوم تھا اور وہ آسیبی قبرستان سے جاتا تھا۔ جس قبرستان میں اس نے آدھی زندہ آدھی مردہ عورت کی لاش کو دیکھا تھا — کتنی بھیانک تھی وہ مردہ عورت اس کے جسم کا ایک حصہ بالکل ٹھیک اور زندہ انسانوں ایسا تھا جبکہ دوسرے حصے کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں، ایک آنکھ بالکل درست تھی اور دوسری آنکھ میں سوراخ تھا اور کھوپڑی ننگی دکھائی دے رہی تھی۔

عنبر نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ وہ قبرستان والے راستے سے

ہی قلعے میں ایک بار پھر داخل ہو کر زبیدہ کا پتا چلانے کی کوشش کرے گا — اس نے خانہ بدوش عورت سے جب اس قبرستانی راستے کا ذکر کیا تو خانہ بدوش عورت کے رونگٹے کھڑے ہو گئے — اس نے عنبر سے کہا :

"کیا تم اس قبرستان میں رات کو گئے ہو ؟"

عنبر نے اسے بتایا کہ وہ اسی راستے سے ابو حمزہ کو نکال کر لایا تھا اور اُس نے رات کو قبرستان میں ایک عورت کی لاش دیکھی تھی جو سیاہ لباس میں قبروں کے درمیان گھوم رہی تھی —

"اس نے مجھے آواز بھی دی تھی۔ اس کا آدھا جسم ٹھیک تھا اور باقی آدھا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا — وہ خوبصورت عورت تھی مگر اس سے زیادہ ڈراؤنی عورت بھی میں نے آج تک نہیں دیکھی کہ جس کا آدھا چہرہ، ایک بازو، ایک ٹانگ بالکل ٹھیک اور صحت مند ہو مگر چہرے کا دوسرا آدھا حصہ کھوپڑی ہو، ایک بازو اور ایک ٹانگ ہڈیوں کا ڈھانچا ہو۔"

خانہ بدوش عورت کُباہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کو تک رہی تھی۔

"کیا تم زندہ بچ کر آ گئے تھے ؟"

عنبر مسکرایا :

"میں تمہارے پاس بیٹھا ہوں ۔ اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے میری زندگی کا ۔ مگر تم اتنی پریشان کیوں ہو۔ کیا وہ کوئی چڑیل تھی ؟"

ثابہ نے کہا :

"تم نہیں جانتے ۔ پیرس کا یہ پُرانا قبرستان ایک بہت بڑا راز ہے جہاں مُردے چلتے پھرتے کام کاج کرتے ہیں ۔ اس مُردوں کے شہر پر اس عورت کی حکومت ہے جس کی لاش تم نے دیکھی تھی ۔ یہ لاش آدھی رات کو قبروں میں گھومتی ہے اور بھولے بھٹکے مسافر کو اُٹھا کر قبروں کے نیچے اپنے مُردوں کے شہر میں لے جاتی ہے ۔ پھر وہ انسان کبھی کسی کو دکھائی نہیں دیتا ۔"

عنبر نے پوچھا :

"تمہیں یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں ؟"

خانہ بدوش ثابہ کہنے لگی :

"میں جپسی عورت ہوں اور تھوڑا بہت جادو ٹونہ جانتی ہوں ۔ میں بد روحوں کو دیکھ لیتی ہوں اور مجھے ان کے حالات کا علم ہو جاتا ہے ۔ اسی لیے اس قبرستان کے نیچے آباد مُردوں کے شہر کے بارے میں معلومات رکھتی ہوں ۔"

عنبر نے کہا :

"لیکن مجھے تو اسی راستے سے قلعے میں داخل ہو کر زبیدہ اور عبداللہ کو واپس لانا ہوگا ۔"

ثابہ کہنے لگی :

"تو پھر کوشش کرنا کہ تم دن کے وقت واپس قبرستان سے گزرو ۔"

رات گزر گئی ۔ دوسرے دن صبح کو عنبر نے خانہ بدوش عورت سے اجازت لی اور شہر پیرس کے پرانے آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا ۔ وہ آدھی رات کو سرنگ کے راستے قلعے میں داخل ہونا چاہتا تھا ۔ اس نے جو قلعے کے سپاہی کی وردی پہن رکھی تھی وہ وردی اس نے دوبارا پہن لی ۔ بندوق اس کے پاس نہیں تھی ۔ وہ واپسی پر ہی کہیں گر گئی تھی ۔ جب شام ہو گئی تو وہ قبرستان کے شکستہ دروازے سے گزر کر قبروں کے درمیان آ گیا ۔

قلعے کا اندھا کنواں

قبرستان میں شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا —

ٹنڈ منڈ بدصورت درختوں پر سرد خاموشی تھی — بڑی ٹھنڈی برفیلی ہوا چل رہی تھی — عنبر کو چونکہ نہ سردی لگتی تھی اور نہ گرمی محسوس ہوتی تھی۔ اس لیے وہ بڑے سکون کے ساتھ قبرستان کی پگ ڈنڈی سے گزر کر خفیہ سرنگ کی طرف چل پڑا۔ بدروح لاش کے نکلنے کا وقت ابھی نہیں ہوا تھا — کئی قبریں اُسی طرح کھلی ہوئی تھیں اور اُن کے اندر جگہ جگہ مُردوں کی ہڈیاں دکھائی دے رہی تھیں — عنبر قبروں میں گزرتا چلا گیا — آخر سُرنگ کا خفیہ منہ دکھائی دینے لگا — عنبر خدا کا نام لے کر سُرنگ میں داخل ہو گیا — وہ اس سُرنگ سے پہلے بھی گزر چکا تھا — سُرنگ میں اندھیرا تھا — عنبر اندھیرے میں ہی اندازے کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا —

جب سُرنگ ختم ہو گئی تو وہ پیرس کے خونی قلعے بسٹائیل میں داخل ہو چکا تھا — قلعے کی دیوار کے ساتھ ساتھ گھنی جھاڑیاں اُگی

ہوئی تھیں — یہاں ایک جگہ چھپ کر وہ رات کا اندھیرا ہونے کا انتظار کرنے لگا — اگرچہ اس نے قلعے کے سپاہی کی نیلی وردی اور نیلی ٹوپی پہن رکھی تھی — پھر بھی وہ چاہتا تھا کہ اندھیرے میں باہر نکل کر قلعے کے اس علاقے میں جائے جہاں ہاتھیوں کے لیے ڈھلانی راستہ بنایا گیا تھا اور جس کے نیچے جا کر تہہ خانوں کو راستہ جاتا تھا —

قلعے میں جگہ جگہ دیواروں پر مشعلیں جل رہی تھیں — دُور محل میں بھی فانوس جگمگانے لگے تھے — جب اندھیرا خوب گہرا ہو گیا تو عنبر جھاڑیوں سے نکل کر اس طرح قلعے کی طرف بڑھا، جیسے وہ پہرہ دے رہا ہو، مگر اس کے پاس بندوق نہیں تھی — یہ ایک کمزوری تھی جو پکڑی جا سکتی تھی۔ اس نے سوچ لیا کہ وہ کہہ دے گا کہ بندوق خراب ہو گئی تھی۔ اُس نے جمع کرا دی ہے —

وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا اس جگہ پر آ گیا، جہاں ہاتھیوں کا ڈھلانی راستہ نیچے جاتا تھا — یہاں اُسے ایک سپاہی اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ عنبر کو اس نے دیکھ لیا تھا — وہ اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا تھا — قریب آ کر سپاہی نے عنبر سے پوچھا کہ تمہاری بندوق کہاں ہے!

عنبر نے وہی جواب دیا جو اس نے سوچ رکھا تھا۔

سپاہی بولا :

" اگر بندوق خراب ہو تو دوسری مل جاتی ہے ۔ تم کون ہو ۔ آج رات کا خفیہ لفظ کیا ہے ؟"

یہ بڑی مصیبت تھی ۔ اسے اُس رات کا خفیہ لفظ معلوم نہیں تھا ۔ اب ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا تھا اور عنبر نے اسی طریقے پر عمل کیا ۔ اس نے آگے بڑھ کر سپاہی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ۔ سپاہی نے گھبرا کر بندوق تان لی ۔ عنبر نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر اس کی بندوق دور گرادی اور پھر بڑی آسانی سے سپاہی کی گردن توڑ کر اس کی لاش ایک گڑھے میں پھینک کر اس کی بندوق خود اٹھا لی اور ڈھلانی راستے پر اُترنے لگا ۔ اس رات کا خفیہ لفظ معلوم کرنا بہت ضروری تھا ۔ اس کے بغیر پھر کوئی آفت کھڑی ہو سکتی تھی ۔

عنبر ڈھلانی راستہ اُتر کر نیچے تاریک برآمدے میں آگیا ۔ یہاں سے ایک دیوار میں سے راستہ نیچے تہ خانوں کو جاتا تھا جہاں کوٹھڑیوں میں قیدی بند تھے ۔ دروازے پر ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا ۔ عنبر تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے پاس گیا اور بڑے رعب سے بولا :

" تم سیدھے کھڑے ہو کر پہرہ کیوں نہیں دیتے ؟"

سپاہی جلدی سے سیدھا کھڑا ہو گیا ۔ اس زمانے میں قلعے میں

ایک دوسرے کے خلاف شکایتوں کا سلسلہ بڑا چل رہا تھا ۔ کوئی سپاہی اگر دوسرے کے خلاف یہ شکایت کر دیتا تھا کہ وہ بادشاہ کے خلاف باتیں کر رہا ہے تو اُسے پکڑ کر اسی وقت پھانسی دے دی جاتی تھی ۔ سپاہی ڈر گیا اور بولا :

" میں بڑی ذمے داری سے پہرہ دیتا ہوں بھائی ، اور میں بادشاہ کا وفادار بھی ہوں ۔"

عنبر نے اُسی رُعب سے کہا :

" بتاؤ آج رات کا خفیہ لفظ کیا ہے ۔ مجھے معلوم ہے ، تم کو معلوم نہیں ہے ۔"

سپاہی نے جلدی سے کہا :

" آج کا خفیہ لفظ 'گینڈا' ہے جناب ۔"

عنبر مسکرایا :

" شاباش ، یہی خفیہ لفظ ہے ۔ میں آج ہی الجزائر سے تبدیل ہو کر قلعے میں ڈیوٹی پر آیا ہوں ۔ میں ذرا شاہی قیدیوں کی مرمت کرنے جا رہا ہوں ۔"

سپاہی مسکرایا اور بولا :

" ہم ان سب کو پھانسی پر چڑھا دیں گے ۔ یہ ہمارے بادشاہ کے دشمن ہیں ۔"

" ضرور ضرور ۔ " عنبر نے کہا ۔

اور وہ دروازے میں سے گزر کر سیڑھیاں اُتر کر تہہ خانے کی
کوٹھڑیوں کے برآمدے میں آ گیا — وہی کوٹھڑیاں تھیں جہاں
ابوحمزہ قید تھا۔ اس کے ساتھی مسلمان مجاہد وہاں نہیں تھے۔
صاف ظاہر تھا کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا ہو گا — عنبر کو زبیدہ
اور اُس کے خاوند عبداللہ کی تلاش تھی — کوٹھڑیوں میں
دوسرے فرانسیسی مجرم بند تھے — اسے دیکھ کر ایک مجرم نے
کوٹھڑی میں کھڑے ہو کر سیلوٹ کیا — وہ عنبر کو نیلی وردی میں
کوئی افسر سمجھ رہا تھا — عنبر نے موقع غنیمت جان کر اس
سے پوچھا :

"تمہارا نام کیا ہے ؟"

قیدی نے کہا :

"پیری سر، یہی میرا نام ہے ۔"

عنبر نے ادھر ادھر دیکھا۔ برآمدہ دُور تک خالی تھا۔ اُس
نے کان کھجاتے ہوئے کہا :

"میری آج ہی قلعے میں ڈیوٹی لگی ہے — یہ بتاؤ کہ
یہاں تابخیر کی ایک مسلمان قیدی لڑکی اپنے خاوند کے ساتھ
لائی گئی تھی، وہ کہاں ہے ؟"

قیدی نے ایک بار پھر سیلوٹ مار کر کہا :

"سر، وہ دونوں شاہی قلعے کے نیچے کنوئیں والے تہ خانے

میں بند ہیں ۔"

پھر وہ ہنس کر بولا :

"جناب یہ مسلمان ہمارے بادشاہ کے دشمن ہیں — آپ
کو سُن کر خوشی ہو گی کہ کل ان کے سر گلوٹین کے ذریعے کاٹ
دیے جائیں گے ۔"

عنبر نے چونک کر قیدی کو دیکھا، پھر مسکرا کر بولا :

"بادشاہ کے دشمنوں کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ چلو اب
تم پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ — چلو!"

قیدی نے سیلوٹ کیا اور اندھیری کوٹھڑی کی دیوار کے
ساتھ لگ کر بیٹھ گیا — عنبر نے سوچا کہ یہ تو بڑی بُری خبر
سنائی اس قیدی نے — اس کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی تھی۔
قلعے کے قیدی ایک دوسرے کی پوری خبر رکھتے تھے کہ کس کو
کس دن پھانسی دی جا رہی ہے — وقت بہت تھوڑا تھا —
عنبر کے پاس صرف ایک رات تھی۔ اسی ایک رات کے اندر
اُسے جو کچھ کرنا تھا کر لینا چاہیے تھا — پہلے تو وہ کچھ
پریشان ہو گیا — کیا وہ ایک رات کے اندر اندر دو انسانوں
کو شاہی قلعے کے کنوئیں سے نکال کر لے جا سکے گا؟ زیادہ
سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اُسے کام کرنا تھا۔ جو کچھ کرنا تھا جلدی
کرنا تھا —

عنبر نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ خدا کی مدد کے ساتھ
انشاء اللہ زبیدہ اور اس کے خاوند مجاہد عبداللہ کو ان کافروں
کے ہاتھوں نہیں مرنے دے گا۔ وہ قلعے کے تہہ خانے سے
نکل کر باہر آگیا۔

وہ گھنے درختوں کے اندھیرے سایوں میں سے گزر کر شاہی
محل کی طرف چل پڑا۔ شاہی محل سامنے ایک بہت بڑے باغ
کے درمیان اُسے دُور سے نظر آرہا تھا۔ اُسے یہ بھی معلوم نہیں
تھا کہ شاہی محل کے نیچے اس کنوئیں کو کونسا راستہ جاتا ہے، جس
کے اندر زبیدہ اور عبداللہ قید میں ہیں۔ عنبر اپنے ارادے کی
طاقت اور خدا پر اپنے زبردست ایمان کے ساتھ آگے بڑھ
رہا تھا۔

محل کے آس پاس سپاہی پہرے پر گشت کرتے پھر رہے
تھے۔ عنبر کے پاس ایک لمحہ ضائع کرنے کے لیے بھی وقت
نہیں تھا۔ شاہی محل سے تھوڑے فاصلے پر جا کر وہ ایک سنگِ مرمر
کے شیر کے بُت کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جس کے منہ سے فوارہ اچھل
رہا تھا اور پانی ایک گول حوض میں گر رہا تھا۔ یہاں فاصلے پر
ایک چربی کا ایک بڑا لیمپ روشن تھا۔ عنبر سوچ ہی رہا تھا کہ
اچانک پیچھے سے کسی نے اس کے کندھے پر تلوار رکھ کر پوچھا:
"تمہاری ڈیوٹی کہاں پر ہے۔ کون ہو تم؟ آج کا خفیہ

لفظ بتاؤ۔"

عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ شاہی فوج کا ایک سپاہی سنہری
کلغی والی ٹوپی پہنے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ شاہی محل کے
ارد گرد جو سپاہی پہرہ دیتے تھے۔ ان کی نیلی ٹوپیوں پر سنہری
کلغی لگی تھی، جو کہ عنبر کی ٹوپی پر نہیں تھی۔

عنبر نے جھٹ کہا:

"آج کا خفیہ لفظ 'گینڈا' ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر تم قلعے کے سپاہی ہو۔ ادھر شاہی
محل کی طرف کیا لینے آئے ہو؟ میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں
دیکھا۔ بتاؤ تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"میں آج ہی الجزائر سے آیا ہوں۔ وہیں پیدا ہوا تھا اس
لیے میرا رنگ گورا نہیں ہے۔ ویسے میں فرانسیسی ہوں۔"

سپاہی نے گرج کر کہا:

"تمہیں شاہی گارڈ کمانڈر کے آگے پیش ہونا پڑے گا۔
چلو آگے آگے۔"

اب یہ تو عنبر کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے
پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا۔ اس نے سوچا کیوں نہ اس سپاہی
سے کام لیا جائے۔ پس عنبر نے سپاہی کی تلوار کو پکڑ کر کہا:

"سنو، میں اس قلعے کا بھوت ہوں اور تمہاری جان لینے آیا
ہوں۔"

سپاہی بھونچکا سا ہو کر رہ گیا — عنبر نے اُچک کر اس کی
گردن دبوچ کر اُسے نیچے گرا لیا — عنبر کی طاقت اتنی زبردست
تھی کہ سپاہی بے بس ہو گیا — اس کے حلق سے آواز تک
نکل سکی — عنبر نے سپاہی کی شہ رگ پر انگوٹھا رکھ کر ذرا دبایا
ہی تھا کہ سپاہی کے گلے سے غرغراہٹ کی آواز نکلنے لگی۔ عنبر
نے اس کے قریب منہ لا کر کہا:

"اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ مسلمان مجاہدہ زبیدہ اور اس کا
خاوند عبداللہ کس جگہ قید ہیں تو میں تمہاری جان بخشی کر دوں گا
نہیں تو میں ابھی تمہیں ہلاک کیے دیتا ہوں۔"

سپاہی نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ بتاتا ہوں — عنبر
نے اس کی گردن پر سے انگوٹھا اٹھا لیا — سپاہی کی آنکھیں کھُلی
تھیں — اتنا طاقت ور آدمی اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا —
اسے یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے اس کے اوپر کوئی بھاری چٹان
کسی نے رکھ دی ہے — وہ بولا:

"یہاں سے پچاس قدموں پر دائیں جانب شاہی محل کی
ایک بارہ دری ہے۔ اس بارہ دری میں ایک ہاتھی کا سفید بُت
ہے۔ اس ہاتھی کے پاؤں میں ایک دروازہ ہے۔ اس دروازے

سے نیچے کنوئیں کو راستہ جاتا ہے — دونوں قیدی اسی کنوئیں میں ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"اب میں تمہیں ماروں گا نہیں، میں تمہیں کچھ دیر کے لیے
بے ہوش کیے دیتا ہوں — اگر تمہاری اطلاع غلط نکلی تو میں واپس
آکر تمہیں ہلاک کر دوں گا۔"

سپاہی عنبر کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا — اس کا گلا خشک
ہو رہا تھا — اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ کوئی بھوت ہے — عنبر
نے سپاہی کی کنپٹی پر ایک انگلی زور سے ماری — سپاہی کے
دماغ میں ایک دھماکے کی آواز گونجی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔
عنبر نے اپنی وردی اتار کر وہیں پھینکی اور شاہی محل کے سپاہی
کی سنہری کلغی کی ٹوپی والی وردی پہنی اور سپاہی کے منہ میں کپڑا
ٹھونس کر اسے ایک طرف درخت کے ساتھ باندھ دیا اور خود
شاہی محل کی بارہ دری کی طرف روانہ ہوا۔

بارہ دری رات کے اندھیرے میں بھی ہلکی ہلکی روشن تھی۔
ایک ستون کے ساتھ مشعل جل رہی تھی — دو بڑے کٹے پہریدار
ہاتھی کے مجسمے کے پاس چھوٹے سے دروازے پر پہرہ دے
رہے تھے جو ہاتھی کے بہت بڑے پاؤں میں بنا ہوا تھا۔ عنبر
[illegible] کھڑا ہو کر کچھ دیر سوچتا رہا کہ اُسے کیا کرنا ہوگا —
پھر وہ ننگی تلوار کندھے پر رکھے بارہ دری کی طرف چلا۔

شاہی محل کے سپاہی تلوار لے کر پہرہ دیتے تھے — دونوں سپاہیوں نے ایک تیسرے سپاہی کو اپنی طرف آتے دیکھا تو چونکتے سے ہو گئے۔ کیونکہ اس بارہ دری کی طرف کسی دوسرے سپاہی کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔

عنبر نے قریب جا کر سیلوٹ مار کر انہیں کہا:

"گینڈا!"

دونوں سپاہیوں نے بھی سیلوٹ کا جواب دے کر کہا:

"گینڈا — مگر تم یہاں کیا لینے آئے ہو — کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ادھر کوئی سپاہی نہیں آ سکتا؟"

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر غور سے عنبر کو دیکھ کر کہا:

"میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا، تم کون ہو؟"

عنبر نے راز داری سے کہا:

"میں گارڈ کمانڈر کا ایک خاص پیغام لے کر آیا ہوں — یہ پیغام میں نے مسلمان قیدی لڑکی تک پہنچانا ہے۔"

دوسرا سپاہی تلوار نکال کر بولا:

"تم کون ہو؟ جلدی بتاؤ، نہیں تو ابھی تمہارا سر کٹ کر زمین پر پڑا ہو گا۔"

کام خراب ہو گیا تھا — عنبر نے سوچا، اگر اس نے تھوڑی اور دیر کر دی تو کام اور زیادہ خراب ہو جائے گا۔ اس نے ایک چیتے کی طرح ان دونوں پر چھلانگ لگا دی — دونوں بے دم سے ہو کر نیچے گرے — پھر تینوں ہاتھی کے پاؤں والے خفیہ دروازے سے ٹکرائے — دروازہ کھل گیا اور وہ تینوں لڑھکتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے آ گئے — ابھی سپاہی اٹھ ہی رہے تھے کہ عنبر نے دونوں کی گردنیں پکڑ کر پوری طاقت سے ان کے سر ایک دوسرے سے ٹکرا دیے — تڑاخ کی آواز آئی اور دونوں سپاہیوں کی کھوپڑیاں ٹوٹ گئیں — عنبر نے ان کی لاشوں کو ایک طرف اندھیرے میں ڈالا اور سیڑھیاں اتر کر نیچے چلا گیا۔

آگے جا کر سیڑھیاں ایک کنوئیں میں اتر گئی تھیں — عنبر چھلانگیں لگاتا ساری سیڑھیاں اتر کر کنوئیں میں آ گیا — کنواں تنگ اور خشک تھا — اس کی دیوار میں دو کوٹھریاں بنی تھیں۔ عنبر نے ایک کوٹھری میں جھانک کر اندر دیکھا — اندھیرے میں ایک آدمی کا سایہ دکھائی دیا جو دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھا تھا —

عنبر نے عربی میں کہا:

"کیا تم مسلمان مجاہد عبداللہ ہو؟"

عبداللہ جلدی سے اٹھ کر عنبر کے قریب آ گیا —

"تم — تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

عنبر نے کہا:

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے — میں تمہارا دوست ہوں۔ ابوحمزہ نے مجھے تمہیں اور زبیدہ کو بچانے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ بتاؤ زبیدہ کہاں ہے؟"

عبداللہ نے کہا:

"ساتھ والی کوٹھری میں ہے۔"

عنبر نے کہا:

"تم باہر آجاؤ۔"

عبداللہ کوٹھری سے چھلانگ لگا کر باہر کنوئیں میں آگیا۔ کوٹھری کنوئیں کی سطح سے کوئی چار فٹ اونچی تھی — ساتھ والی کوٹھری میں زبیدہ آوازیں سُن کر کوٹھری کے دروازے پر آگئی۔ اس کے پاؤں میں زنجیر بندھی تھی۔

"عبداللہ، یہ کون ہے؟ کیا ہمارا آخری وقت آگیا ہے؟"

عبداللہ نے کہا:

"یہ ہمارا دوست ہے — اسے ابوحمزہ تمہارے بھائی نے بھیجا ہے — جلدی سے باہر نکل آؤ۔"

زبیدہ نے خوش ہو کر کہا:

"کیا ابوحمزہ محفوظ ہے؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں، میں نے اُسے قلعے سے نکال کر واپس وطن بھجوا دیا ہے — یہ باتیں بعد میں ہوں گی — تم اپنا زنجیر والا پاؤں آگے کرو۔"

زبیدہ نے پاؤں آگے کر دیا۔ عنبر نے زنجیر پر ایک زوردار مُکّا مارا — زنجیر ٹوٹ کر الگ ہو گئی — زبیدہ اور عبداللہ نے حیرانی سے عنبر کو دیکھا اور اس دُبلے پتلے نوجوان کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آگئی —

عنبر نے کہا:

"چھلانگ لگادو زبیدہ۔"

زبیدہ بھی کوٹھری میں سے کود کر کنوئیں میں اُتر آئی۔ عنبر انہیں لے کر کنوئیں کی سیڑھیاں چڑھنے لگا — عبداللہ نے کہا:

"یہاں سے ہم کیسے نکل سکیں گے — باہر تو قدم قدم پر تلواروں کا پہرہ لگا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"اگر میں یہاں پر آ سکتا ہوں تو تمہیں باہر بھی نکال سکتا ہوں۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

وہ ہاتھی کے پاؤں والے خفیہ دروازے سے نکل کر باہر بارہ دری میں آ گئے — زبیدہ اور عبداللہ نے دونوں پہریداروں کی لاشیں سیڑھیوں میں دیکھیں تو سمجھ گئے کہ اس شخص نے سارا

بندوبست پہلے ہی کیا ہوا ہے۔ سامنے شاہی قلعے کا باغ خالی خالی
تھا۔ دُور چار سپاہی گشت کرتے ایک طرف کو نکل گئے۔ عنبر
نے دونوں کو ساتھ لیا اور باغ کے درختوں کے نیچے اندھیرے
میں سے گزرتے وہ قلعے کے اصطبلوں والے ڈھلانی راستے پر آ
گئے۔ وہ تینوں دیوار کے ساتھ لگ کر آگے کھسک رہے تھے۔
عنبر آگے آگے تھا۔ اس نے زبیدہ اور عبداللہ کو ہدایت کر
رکھی تھی کہ وہ ذرا سی بھی آواز نہ نکالیں۔

قلعے کی دیوار ختم ہوگئی۔ سامنے گھنی جھاڑیوں والا میدان
تھا۔ اس سے آگے قلعے کی وہ دیوار تھی، جہاں سے سُرنگ شروع
ہوتی تھی۔

عنبر نے کہا:

"ہمیں اس سامنے والی دیوار تک جانا ہے۔ وہاں سے ایک
سُرنگ ہمیں قلعے سے باہر نکال کر لے جائے گی۔"

زبیدہ نے سرگوشی میں کہا:

"کیا سُرنگ پر پہرہ نہیں ہے؟"

"نہیں، وہاں کوئی پہرہ نہیں۔ مگر یہ تھوڑا سا کھلا میدان
خطرناک ہے۔ یہاں کسی نے دیکھ لیا تو مشکل پیش آ سکتی ہے۔"

عبداللہ بولا:

"میں آگے جاتا ہوں۔ اگر کوئی سپاہی آ گیا تو میں اس

سے مقابلہ کروں گا۔"

عنبر نے کہا:

"اگر اُس نے ذرا سا بھی شور مچا دیا تو قلعے کی ساری فوج
یہاں اکٹھی ہو جائے گی اور پھر میں تم دونوں کو نہ بچا سکوں گا۔"

زبیدہ نے پوچھا:

"پھر تمہاری کیا رائے ہے؟"

عنبر نے کہا:

"میں آگے جا کر دیکھتا ہوں۔ میں محل کے شاہی سپاہی
کی وردی میں ہوں۔ جب میں اُلو کی آواز نکالوں تو تم سامنے
والی دیوار کی طرف بھاگ کر آ جانا۔"

عنبر نے زبیدہ اور عبداللہ کو وہیں دیوار کے سائے میں
چھوڑا اور خود سامنے والی کھلی جگہ میں آ گیا۔ یہاں پتھر کے
کھمبوں کے ساتھ مشعلیں جل رہی تھیں، جن کی روشنی پھیلی ہوئی
تھی۔ عنبر پہرہ دینے کے انداز میں ٹہلتا اور چاروں طرف غور
سے دیکھتا سامنے والی دیوار کے پاس آ کر رُک گیا۔ راستہ صاف
تھا۔ وہاں کوئی سپاہی یا پہرے دار گشت نہیں کر رہا تھا۔ عنبر
نے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر اُلو کی آواز نکالی۔ اس کے
ساتھ ہی قلعے کی دیوار میں سے دو سائے نکل کر اس کی طرف
دوڑے۔ یہ زبیدہ اور عبداللہ تھے۔ جب وہ عنبر کے پاس آ گئے،

توہانپ رہے تھے۔

عنبر نے کہا:

"میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

عنبر انہیں لے کر جھاڑیوں میں سے گزرتا سرنگ کے منہ پر آگیا۔ جوں ہی وہ انہیں لے کر سرنگ میں داخل ہوا پیچھے سے کسی نے لوہے کی زنجیر پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر ماری۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کی جگہ پر زبیدہ یا عبداللہ نہیں تھا۔ زنجیر اتنے زور سے ماری گئی تھی کہ ان دونوں کی گردنیں ٹوٹ جاتیں۔ زبیدہ چیخ مار کر ایک طرف گر پڑی۔ عبداللہ نے اچھل کر اس آدمی کو پکڑ لیا، جس نے پیچھے سے آکر زنجیر سے حملہ کیا تھا۔ یہ آدمی کیا تھا، پورا بھینسا تھا۔ اندھیرے میں وہ ایک ہاتھی لگ رہا تھا۔ شاید یہ ابوحمزہ کے فرار کے بعد سرنگ کے باہر پہرے پر لگایا گیا تھا۔ مگر خدا جانے جب عنبر یہاں سے نکلا تھا تو اس وقت یہ بھینسا کہاں تھا۔ شاید گھاس چرنے چلا گیا تھا۔

عبداللہ نہتا تھا۔ اس نے بھینسے انسان پر حملہ کرکے غلطی کی تھی۔ اس کے پاس خنجر یا تلوار بھی ہو سکتی تھی۔ اب عنبر کے حملہ کرنے کی باری تھی۔ اس نے دیکھا کہ سرنگ کے

اندھیرے میں وہ ہاتھی نما پہرے دار اور عبداللہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے۔ بھینسے کے ہاتھ میں لمبا خنجر تھا اور وہ عبداللہ کی گردن پر وار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عنبر نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر دیکھ لیا کہ اس ہاتھی نما انسان کے آگے عبداللہ کی طاقت جواب دے رہی تھی۔ زبیدہ نے چیخ کر کہا:

"یہ عبداللہ کو مار دے گا۔"

عنبر نے بھینسے نما انسان پر چھلانگ لگا دی۔ اس کے قریب جا کر عنبر نے بڑے آرام سے اُس کا خنجر والا ہاتھ پکڑ لیا۔ عنبر کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ بھینسے نما آدمی کو محسوس ہوا کہ اس کا ہاتھ کسی لوہے کے شکنجے میں آگیا ہے۔ خنجر اپنے آپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ عنبر نے اسے پرے کھینچ لیا، مگر وہ پاگل تھا، احمق تھا۔ اسے خبر ہی نہیں تھی کہ اس نے کس کی گردن پکڑ لی ہے۔ عنبر یہی چاہتا تھا کہ وہ عبداللہ کو چھوڑ دے۔

عنبر نے مسکرا کر بھینسے نما انسان کو دیکھا اور فرانسیسی میں کہا:

"موسیو گینڈے، تمہارا آخری وقت آگیا ہے۔ خدا حافظ۔"

اس کے بعد بھینسے نما انسان کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔

اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ پکڑ لیا جس کے
اندر عنبر کا خنجر اس طرح گھوم رہا تھا جس طرح خربوزے میں
چاقو پھرتا ہے۔

سفید کفن پوش سایہ

یہ لوگ سرنگ میں سے گزر رہے تھے۔

عنبر کی زبردست طاقت پر زبیدہ اور عبداللہ دونوں حیران
تھے کہ اس نے کس طرح اتنے بھینسے بلکہ ہاتھی ایسے طاقت ور
آدمی کے ہاتھ سے خنجر چھین کر اسے ہلاک کر ڈالا۔ ان کی
سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ عنبر کی طاقت کا راز کیا ہے۔
سرنگ میں اندھیرا تھا، مگر عنبر انہیں راستہ دکھاتا آگے لیے جا
رہا تھا۔

عنبر نے انہیں اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا:

"آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کون ہوں؟
میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ میرا نام عنبر ہے — میں مصری عرب
مسلمان ہوں — میرا ایک بھائی ہے جس کا نام ناگ ہے —
ایک منہ بولی عیسائی بہن ہے ماریا — جس سے مجھے اپنی بہنوں
ایسی محبت ہے — یہ دونوں مجھ سے ملک ہندوستان میں بچھڑ
گئے تھے — میں ان کی تلاش میں فرانس میں آیا تھا کہ زبیدہ

کے بھائی ابوحمزہ کو اس کی پھانسی کی کوٹھڑی میں دیکھا اور پتا چلا
کہ آپ لوگوں کے ملک پر فرانس کا قبضہ ہے اور فرانس کا
بادشاہ مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہا ہے اور مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر
پھانسیاں دی جا رہی ہیں ۔ پس میں نے آپ لوگوں کی مدد کرنے
کا فیصلہ کر لیا ، کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں اور ایک مسلمان
جب دوسرے مسلمان بھائی کو مصیبت میں دیکھتا ہے تو پھر اُس
کی مدد کرنا اُس کا فرض بن جاتا ہے ۔"

اس کے بعد عنبر نے انہیں سب کچھ بتایا کہ کس طرح اُس
نے ابوحمزہ کو قلعے سے نکالا اور جنگل میں خانہ بدوش عورت
ثبابہ تک پہنچایا ۔

زبیدہ نے کہا :

" وہ عورت مجاہدین کی ہمدرد ہے ۔ اس نے مجاہدوں کی
بڑی مدد کی ہے ۔"

پھر زبیدہ نے پوچھا کہ اُس کے بھائی کو جب اس کی
عبداللہ سے شادی کی خبر ملی تو کیا کہا تھا اُس نے ؟ عنبر
نے بتایا کہ وہ خوش ہوا تھا ۔

عبداللہ نے کہا :

" شاہی فوج نے جب ہمارے خفیہ اڈے پر چھاپہ مارا
تو ہم نے بڑا مقابلہ کیا ۔ مگر افسوس ہم تھوڑے تھے ۔ انہوں

نے سب کو شہید کر دیا اور ہم دونوں کو پکڑ کر لے گئے ۔
انھوں نے ہمیں کافی اذیت دی اور ہمارے دوسرے ساتھیوں
کے نام اگلوانے کی کوشش ۔ مگر ہم نے ہر قسم کی اذیت
برداشت کر لی ۔ مگر کسی ساتھی کا نام نہیں بتایا ۔ اب وہ
تنگ آ کر کل ہمیں قتل کرنے والے تھے کہ خدا نے اپنی
مہربانی سے تمہیں بھیج دیا ۔"

عنبر نے کہا :

" میں نے ابوحمزہ سے وعدہ کیا تھا کہ زبیدہ اور عبداللہ
کو قلعے سے نکال لاؤں گا ۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس میں
کامیاب ہو گیا ۔"

زبیدہ نے کہا :

" ابھی ہم قلعے کی سُرنگ میں ہیں ۔ پوری طرح سے
باہر نہیں نکلے ۔"

عبداللہ نے پوچھا :

" یہ سُرنگ کس جگہ جا کر نکلتی ہے ؟"

عنبر نے کھانس کر کہا :

" یہ ۔۔ یہ سُرنگ دریا کنارے نکلتی ہے ۔"

عبداللہ بولا :

" ہم وہاں سے خانہ بدوش ثبابہ کے پاس جنگل میں

جانے کی کوشش کریں گے۔ وہاں ہم کچھ روز چھپ سکتے ہیں
اس کے بعد سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

عنبر کو اب ایک ہی پریشانی تھی — اُس نے ان دونوں
کو یہ نہیں بتایا تھا کہ سُرنگ ایک ایسے قبرستان میں جا کر
نکلتی ہے جہاں آدھی رات کو ایک بدروح لاش انسان کی
تلاش میں پھرتی ہے اور اس کے قبروں میں گشت لگانے اور
انسانوں کو شکار کرنے کا وقت ہو رہا ہے —

رات آدھی ہونے ہی والی تھی — جوں جوں سُرنگ کا
راستہ ختم ہو رہا تھا، عنبر کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، اگر
قبرستان سے گزرتے ہوئے وہ بدروح اچانک سامنے آگئی
تو کیا ہوگا؟ عنبر کو اپنی نہیں، زبیدہ اور عبداللہ کی فکر تھی
زیادہ خطرہ زبیدہ کا تھا — عبداللہ ایک مسلمان مجاہد تھا۔ وہ
ایک بہادر نوجوان تھا — ہو سکتا ہے، بدروح کا خوف اس کو
اتنا نہ ہو جتنا خوف زبیدہ پر ہونے کا ڈر تھا — کہیں ڈر
کے مارے اس کا دل ہی نہ بند ہو جائے — سُرنگ سے باہر
نکلنے کا دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں تھا — یہی سوچ سوچ کر عنبر
پریشان ہو رہا تھا —

سُرنگ آدھی سے زیادہ پیچھے رہ گئی تھی۔ اب وہ ایک
طرف گھوم رہی تھی — اس سے آگے تھوڑی سی چڑھائی تھی

چڑھائی کے بعد اترائی آگئی — اس کے بعد سُرنگ کے اندھیرے
میں دُور انہیں ایک گول پھیکی پھیکی دھندلی روشنی کا دائرہ نظر
آیا — یہ سُرنگ کا وہ راستہ تھا جو قبرستان میں ختم ہوتا تھا۔
عنبر نے زبیدہ سے کہا:

"میرا خیال ہے، کیوں نہ ہم رات کا باقی حصہ اسی سُرنگ
میں کاٹ دیں — باہر کہیں شاہی فوج کے سپاہی انتظار نہ
کر رہے ہوں۔"

عبداللہ نے کہا:

"یہ تو بہت زیادہ خطرناک بات ہوگی، کیونکہ اگر رات
سُرنگ میں رہے تو پھر تو صبح تک ضرور شاہی فوج یہاں
پر موجود ہوگی۔"

زبیدہ کہنے لگی:

"ہمیں راتوں رات خانہ بدوش قبابہ کے جنگل میں پہنچ
جانا چاہیے — ہمیں رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

عبداللہ بولا:

"یہی تو میں کہہ رہا تھا — صبح تک تو ہمارے فرار کا
سب کو پتا چل جائے گا — یہ اتنی خطرناک اور دھماکے والی خبر
ہوگی کہ ہو سکتا ہے بادشاہ خود فوج لے کر ہماری تلاش میں
نکل کھڑا ہو۔"

عنبر صرف آسیبی قبرستان سے انہیں بچانا چاہتا تھا، لیکن
ایسا لگ رہا تھا کہ ان کی قسمت میں قبرستان سے بچنا نہیں
لکھا۔ اب عنبر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے سامنے کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"تو پھر وہ سامنے سُرنگ ختم ہو رہی ہے۔ چلو آگے
بڑھو۔"

عبداللہ آگے آ گیا۔ عنبر نے سوچا، کہیں سچ مچ کوئی
حادثہ نہ پیش آ جائے۔ وہ آگے آ گیا اور بولا:

"بات یہ ہے کہ یہ سرنگ جب ختم ہوتی ہے تو ہمیں
دریا تک پہنچنے کے لیے ایک قبرستان میں سے گزرنا پڑتا ہے۔"

عبداللہ نے کہا:

"تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ قبرستان تو
راہ میں آیا ہی کرتے ہیں۔"

زبیدہ بولی:

"ہم نے ایک بار پورا مہینہ قبروں میں چھپ کر گزارا
تھا۔"

عنبر نے کہا:

"میرا مطلب صرف یہ تھا کہ کہتے ہیں، یہ قبرستان کچھ آسیبی
قسم کا ہے اور ۔۔ اور یہاں رات کو روحیں پھرا کرتی ہیں۔"

عبداللہ ہنس پڑا۔ زبیدہ نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر
کہا:

"عنبر بھائی دیکھنے میں عورت ہوں، مگر میں بڑا سخت آدمی
ہوں۔ کئی چڑیلوں اور بد روحوں کا میں اکیلی مقابلہ کر سکتی
ہوں۔"

عنبر خوش ہوا۔ اگر سچ مچ یہ لوگ اتنے مضبوط ارادے
کے ہیں تو پھر قبرستان سے گزر جائیں گے اور اُسے یوں
گھبرانا نہیں چاہیے اور پھر عنبر نے سوچا کہ یہ کوئی ضروری
تو نہیں کہ رات کو قبرستان میں وہ بد روح نکل آئے۔ عنبر
دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ قبرستان میں سے گزرتے
ہوئے خیریت ہی رہے، کیونکہ عنبر ایک بار اس بد روح کو
دیکھ چکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ کوئی معمولی سی بد روح
نہیں ہے، اسے پانچ ہزار سال کے سفر کا تجربہ تھا۔ وہ
تاریخ کے ہر دور کے بھیانک قبرستانوں، جنگلوں اور آسیبی
قلعوں سے گزرا تھا۔ اس نے اس قسم کی زندہ لاش پہلے کبھی
نہیں دیکھی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ بد روح کہیں ان
کے لیے کوئی مصیبت نہ بن جائے۔

عنبر نے زبیدہ اور عبداللہ کو سرنگ کی دیوار کے ساتھ
کھڑے ہونے کو کہا اور خود یہ کہہ کر سرنگ کے باہر

گیا کہ وہ جا کر دیکھتا ہے کہ کہیں باہر کوئی سپاہی وغیرہ تو نہیں ہے۔

رات آدھی ہونے ہی والی تھی — سردی اور اندھیرے میں قبرستان کے بدشکل ٹُنڈ مُنڈ درخت سکڑے ہوئے لگتے تھے۔ خشک پتے کٹی پھٹی بنگی ٹیڑھی قبروں پر بکھرے ہوئے تھے۔ دُھند کی ایک چھت سی درختوں اور قبروں کے درمیان بن گئی تھی — ایک سناٹا تھا — گہری خاموشی تھی جیسے قبریں کانوں پر ہاتھ رکھے کچھ سُن رہی ہوں۔ کہیں کوئی آواز نہ تھی۔

اس بھیانک خاموشی میں عنبر ایسے بہادر نوجوان کا بھی دل ایک بار دھڑک اُٹھا — یہ خاموشی ایسی تھی کہ جو کسی بہت بڑی آندھی سے پہلے چھا جایا کرتی ہے — عنبر نے سارے قبرستان پر ایک نظر ڈالی — قبرستان خالی ویران سرد اندھیرا تھا۔

ایک کچا پتلا راستہ قبروں کے درمیان سے ہو کر قبرستان کے پُرانے شکستہ دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ اسی راستے پر سے عنبر کو زبیدہ اور عبداللہ کو لے کر جانا تھا — وہ سُرنگ میں واپس آ گیا — عبداللہ اور زبیدہ اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

عبداللہ نے کہا:

"عنبر، ہمیں یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے فرار کا راز کُھل چکا ہوگا اور شاہی فوج چھاپے مار رہی ہوگی۔"

عنبر نے کہا:

"میں باہر دیکھ آیا ہوں — قبرستان خالی پڑا ہے — آؤ باہر نکل چلتے ہیں، مگر میں آگے آگے رہوں گا۔"

عبداللہ نے کہا:

"کیا تم ہمیں بزدل سمجھتے ہو عنبر؟"

عنبر نے کہا:

"نہیں، یہ بات نہیں ہے، تم قبرستان کے راستے سے واقف نہیں ہو — میں اس راستے سے دو بار پہلے بھی گزر چکا ہوں۔"

عنبر نے عبداللہ اور زبیدہ کو ساتھ لیا اور سُرنگ سے باہر نکل آیا — وہ قبروں کے بیچ والے راستے پر آئے تو زبیدہ نے کہا:

"کس قدر خاموش قبرستان ہے۔"

عبداللہ بھی آنکھیں کھولے دائیں بائیں بدصورت سوکھے ساکھے درختوں کو تک رہا تھا — اندھیرے میں ان تینوں کے سائے قبروں کے درمیان سے گزر رہے تھے — عنبر کو کسی خطرے کا احساس ہونے لگا تھا — اس نے فضا میں خشک کاذ

کی بُو سُونگھ لی تھی جو کسی تازہ تازہ مُردے کے کفن سے آیا کرتی ہے۔ پھر اُسے یوں لگا جیسے سارے کے سارے قبرستان نے ایک گہرا سانس لیا ہو۔

عبداللہ نے زبیدہ کے کان میں کہا:

"تم نے کچھ سُنا؟ ایک سانس کی آواز آئی تھی ٹھنڈے سانس کی۔"

زبیدہ کے چہرے سے لگتا تھا کہ وہ کچھ سہمی ہوئی ہے۔ اس نے منہ سے جواب دینے کی بجائے سر ہلا کر کہا کہ ہاں سانس کی آواز مجھے بھی سنائی دی تھی۔ عنبر انہیں تیزی سے قبرستان سے نکال کر لے جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اُس نے خطرے کی بُو سُونگھ لی تھی۔ آدھی رات ہو گئی تھی اور بد روح قبروں میں نمودار ہونے ہی والی تھی۔

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ وہ ایک ٹوٹی ہوئی بارہ دری والی قبر کے قریب سے گزر رہے تھے کہ انہیں ایک عورت کی درد بھری لرزا دینے والی لمبی پُراسرار تکلیف دہ آواز سنائی دی۔

"میں قبر میں زندہ ہوں، مجھے باہر نکالو۔"

زبیدہ عبداللہ کے ساتھ ڈر کر چمٹ گئی۔ عبداللہ نے رُک کر عنبر سے کہا:

"کوئی عورت۔ کوئی عورت قبر میں زندہ ہے۔"

عنبر نے اُسے آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا:

"خدا کے لیے یہاں سے نکل چلو۔ کسی آواز پر دھیان نہ دو۔"

زبیدہ کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا، کیونکہ وہی آواز ایک بار پھر ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ اُن کے قدم قبروں کے درمیان تیز تیز ہو گئے۔ دُھند کی چھت نیچی آنے لگی تھی۔ پھر ٹھنڈی دُھند کے بادل نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس سفید دھند میں بڑی تیز مشک کافور کی بُو تھی۔ انہیں یوں محسوس ہوا، جیسے وہ کسی تازہ مُردے کے کفن کے اندر داخل ہو گئے ہوں۔

عنبر نے پیچھے منہ کر کے کہا:

"چلتے آؤ، رُکنا ہرگز نہیں۔"

عنبر کے پیچھے دُھند ہی دُھند تھی۔ اسے نہ تو عبداللہ نظر آیا اور نہ زبیدہ ہی دکھائی دی۔ وہ رُک گیا کہ وہ دونوں آگے آئیں تو وہ انہیں ساتھ لے کر روانہ ہو۔ مگر وہ دونوں آگے نہ آئے۔ عنبر نے آہستہ سے عبداللہ اور زبیدہ کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر پریشان ہو کر پیچھے کو چلنے لگا۔ وہ پندرہ بیس قدم پیچھے تک آ گیا۔ عبداللہ اور زبیدہ کا کوئی نشان تک نہیں تھا۔

یا اللہ خیر، یہ لوگ کہاں چلے گئے؟

عنبر نے دُھند میں چاروں طرف گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا۔ اُس نے کئی بار عبداللہ اور زبیدہ کو آوازیں دیں۔ اس کی آواز دُھند میں گونج کر غائب ہو جاتی تھی۔ کوئی جواب سنائی نہیں دیتا تھا —

عنبر کو ایک بار تو پسینہ آ گیا کہ عبداللہ اور زبیدہ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا تو وہ ابوحمزہ کو کیا منہ دکھائے گا۔ وہ تو انہیں قلعے کی موت سے نکال کر لایا تھا اور یہاں آ کر ہاتھ سے گنوا بیٹھا — یہ بڑی خوفناک بات ہو گی — بڑی زبردست ناکامی ہو گی — وہ قبرستان میں قبروں کے درمیان گھوم پھر کر زبیدہ اور عبداللہ کو ڈھونڈنے لگا — اس نے سارا قبرستان چھان مارا — نہ تو زبیدہ عبداللہ کہیں دکھائی دیے اور نہ ہی اسے کسی جگہ سے اُس بدروح کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اُس نے سوچا، کہیں وہ بدرُوح پیچھے سے آ کر انہیں دبوچ کر تو نہیں لے گئی۔ کیونکہ اس کے کندھے پر پچھلی بار بدرُوح کی لاش نے ہڈیوں والا ہاتھ رکھا تھا اور اُسے اپنے جسم کے اندر ایک ٹھنڈی بجلی کا کرنٹ سا گزرتا محسوس ہوا تھا۔ حالانکہ عنبر کا جسم سنگ مرمر کی چٹان سے بھی زیادہ مضبوط تھا — تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ پیچھے سے اس بد رُوح

عورت کی لاش نے زبیدہ اور عبداللہ کے کندھے پر اپنے ہاتھ رکھ دیے ہوں اور وہ بجلی کا زبردست جھٹکا لگنے سے بے ہوش ہو گئے ہوں۔ اور بد روح کی لاش انہیں اُٹھا کر قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر میں لے گئی ہو — اس خیال سے عنبر ڈر گیا — اگر ایسی بات ہو گئی ہے تو بہت بُرا ہوا ہے۔ وہ ابوحمزہ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔

قبرستان دو زندہ انسانوں کو نگل لینے کے بعد یوں خاموش ہو گیا تھا، جیسے انہیں اپنے اندر بڑے سکون سے نگل رہا ہو۔ عنبر سُرنگ کے منہ کے پاس آ کر رُک گیا — اس نے جھانک کر سُرنگ کے اندر دیکھا — سُرنگ دُور تک خالی پڑی تھی — وہ ایک بار پھر قبرستان میں زبیدہ اور عبداللہ کو تلاش کرنے لگا۔ عنبر نے قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے محسوس کیا کہ دُھند کا بادل اپنی جگہ سے حرکت کر کے درختوں کے نیچے آ رہا ہے۔ یہ بادل قبروں کے اُوپر آ کر جیسے جم گیا — قبریں اس کے اندر چھپ گئیں — عنبر نے زبیدہ کو آواز دی، اس کی اپنی آواز قبرستان کی ایک ایک قبر سے ٹکرا کر ہر بار بلند ہوتی ہوئی واپس اس کے کانوں سے آ کر ٹکرائی۔

عنبر اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور قبرستان کے دھندلے دھندلے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھتا رہا — آخر وہ

کونسی ایسی قبر تھی کہ جس نے منہ کھول کر ان دونوں میاں بیوی کو اپنے اندر نگل لیا تھا — اچانک عنبر کو سوکھے پتوں پر کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ وہ چونک ہو گیا — اس کے ارد گرد کوئی نہیں تھا — پھر یہ آواز کہاں سے آ رہی تھی!

عنبر کی تیز غیر معمولی آنکھیں اب اندھیرے میں ہر شے کو دیکھ سکتی تھیں — اس کی ساری تاریخی طاقتیں اُبھر آئی تھیں — سوکھے پتوں کے چرچرانے کی آواز ایک بار پھر آئی۔ ایسے لگتا تھا جیسے کوئی قبروں پر پھیلے ہوئے سوکھے پتوں پر آہستہ آہستہ چل رہا ہے — پھر عنبر کو ٹھنڈے گہرے سانس کی آواز آئی۔

"کون ہے؟" عنبر نے چلا کر کہا۔

اُسے کچھ فاصلے پر خشک سیاہ درختوں کے پاس ایک سفید سایہ بارہ دری والی قبر کی طرف جاتا دکھائی دیا — وہ اس کی طرف لپکا — جب قریب آیا تو اُسے اس قدر شدید سردی لگی کہ اس کے دانت بجنے لگے۔ عنبر کو اس طرح کی سخت سردی کا احساس ایک بار پہلے بھی ہوا تھا جب وہ آج سے چار ہزار سال پہلے قدیم مصر کے سب سے بڑے فرعون کے مقبرے میں داخل ہوا تھا اور زلالہ کی روح اس کے سامنے آئی تھی۔ عنبر کے دل میں خیال آیا کہ کہیں یہ زلالہ دیوی کی

روح تو نہیں ہے — وہ بارہ دری کی طرف بڑھا — سفید کفن پوش سایہ بارہ دری کی دوسری طرف ڈھلان پر ایک قبر کے اُوپر جھکا ہوا تھا — عنبر نے قریب جا کر اُسے آواز دی:

"اے زلالہ دیوی کی رُوح کیا یہ تم ہو؟"

عنبر کی آواز گونجی، جیسے وہ کسی گنبد میں کھڑا ہوا بول رہا ہو۔ اس کی آواز سفید کفن پوش سائے سے ٹکرا کر واپس اس کے کانوں میں آ گئی — یہ ایک دہشت ناک تجربہ تھا — سردی کی ایک لہر اس کے جسم کو چھو کر گزر گئی — سفید سایہ قبر سے اُٹھ کر سیدھا ہو گیا، پھر عنبر کی طرف مُڑا — عنبر خوف سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا —

سفید کفن پوش سایہ ایک مُردے کا تھا جس کے جسم کی صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں — گوشت گل سڑ گیا تھا۔ اس ہڈیوں کے ڈھانچے نے ایک انسانی سر تھام رکھا تھا، جس کی گردن سے تازہ خون ٹپک رہا تھا — اس خون کے قطرے سفید سائے کے جبڑے کی ہڈی سے بھی ٹپک رہے تھے — عنبر پیچھے ہٹا۔ اس نے انسانی سر کو غور سے دیکھنے کی کوشش کی کہ کہیں یہ زبیدہ یا عبداللہ کا سر تو نہیں ہے — یہ کسی حبشی عورت کا سر تھا جس کے چھوٹے چھوٹے گھنگریالے بال اس کی ٹھوڑی سے چپکے ہوئے تھے — سفید سایہ عنبر کی طرف آیا۔ اس نے

حبشی عورت کا سر قبر کے اُوپر پھینک دیا اور اپنے ہڈیوں کے
ڈھانچ بازو عنبر کی طرف پھیلا دیے — عنبر بھاگ کر ایک درخت
کے پیچھے چھپ گیا —

سفید سایہ بارہ دری کے آس پاس چکر لگانے لگا۔
وہ قبروں کے اوپر جھک کر قبر کو غور سے دیکھ رہا تھا، پھر
یہ سایہ واپس بارہ دری کے پاس قبر پر چلا گیا — اُس نے
جھک کر حبشی عورت کا سر اپنے ہڈیوں بھرے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور اس کی گردن
پر اپنے جبڑوں کی ہڈیاں رکھ کر اس کا باقی ماندہ خون پینے لگا۔ عنبر یہ بھیانک منظر
درخت کے پیچھے چھپا دیکھ رہا تھا۔ سفید سایہ حبشی عورت کا سر ہاتھوں
میں لیے قبروں پر پھیلی سفید دُھند کے بادل میں گم ہو گیا۔

عنبر کچھ دیر وہاں حیران کھڑا رہا — پھر وہ ایک ٹوٹی
ہوئی قبر کے چبوترے پر بیٹھ گیا اور ایک بار پھر نئے سرے
سے غور کرنے لگا کہ زبیدہ اور عبداللہ کہاں جا سکتے ہیں۔
کہیں انہیں ان قبروں پر پھرنے والی بد روحوں نے تو
اغوا نہیں کر لیا۔

رات سنسان اور ڈراؤنی ہو گئی تھی — ہمارے آج کے
زمانے کے حساب سے رات کے دو بجے ہوں گے — کسی طرف
سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی — قبروں کے سانس بھی رُک گئے
تھے — سوکھے پتوں پر پاؤں کی آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔

جیسے قبرستان نے اپنی سانس روک لی تھی۔ عنبر نے سفید دُھند
کو دیکھا جس کی چھت اب قبروں پر سے آہستہ آہستہ اُٹھ کر
اوپر جا رہی تھی — عنبر کو ناگ اور ماریا کا خیال آ گیا — اگر
وہ اس وقت عنبر کے پاس ہوتے تو شاید وہ عبداللہ اور
زبیدہ کے گم ہونے کا راز معلوم کر لیتے —

اچانک ایک روشنی سی سفید دُھند میں چمک کر غائب
ہو گئی۔ یہ کس چیز کی روشنی تھی؟ عنبر نے دھند کی طرف دیکھا۔
دھند ایک بھاری دھوئیں کے بادل کی طرح درختوں کے اوپر
جا کر قبرستان پر پھیل گئی تھی — عنبر نے سوچا کہ اُسے اس
آسیبی قبرستان سے چلے جانا چاہیے اور دریا پر جا کر زبیدہ
عبداللہ کو تلاش کرنا چاہیے — ہو سکتا ہے، وہ دُھند میں
راستہ بھول کر اُدھر نکل گئے ہوں۔

عنبر قبر کے پتھر پر سے اُٹھا تو دھند کے بادل میں
وہی چمک ایک بار پھر پیدا ہوئی اور دھیمی سی گرج بھی
سنائی دی۔ جیسے دُور بادل گرج رہے ہوں — عنبر اُٹھ کر
قبرستان کے دروازے کی طرف بڑھا — وہ قبروں کے بیچ میں
سے گزر رہا تھا کہ ایک دھماکا ہوا — یہ بادل کی زبردست
گرج تھی۔

عنبر وہیں رک گیا۔ دھماکے کے بعد گہرا سناٹا چھا گیا، پھر

اسے ٹھنڈے لمبے گہرے سانس کی آواز آئی — عنبر نے آنکھیں سکیڑ کر دُھند میں دیکھا — ایک سیاہ سایہ دھند کے سفید بادلوں میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا — پھر یہ سایہ کالے درختوں میں گم ہو گیا — عنبر قبرستان کے شکستہ دروازے کی طرف بڑھا —

وہی آواز پھر آئی :

"میں قبر میں زندہ ہوں — مجھے باہر نکالو"

یہ اسی بدروح لاش کی آواز تھی جس نے پہلی بار سُرنگ میں داخل ہوتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا اور عنبر کو بجلی کا ہلکا سا جھٹکا لگا تھا۔

عنبر نے پلٹ کر دیکھا — بدروح لاش کا سایہ وہاں کہیں نہیں تھا — عنبر آگے بڑھا — وہ تین چار قدم ہی چلا ہو گا کہ پھر وہی آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس بار یہ آواز اتنی قریب تھی کہ جیسے کوئی اس کے کان کے پاس منہ لا کر بول رہا ہو — عنبر نے پیچھے دیکھا تو اس کا دل اچھل کر اوپر آ گیا —

بدروح لاش کالے لباس میں بال کھولے اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی — سر سے لے کر پاؤں تک اس کے جسم کا ایک طرف کا حصہ زندہ گوشت پوست کا تھا اور دوسرا

حصہ ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں — عنبر نے بدروح لاش کے بائیں جانب والی اکیلی زندہ آنکھ کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا :

"اے بدروح، تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی — میں عنبر ہوں، تاریخ کا مسافر، وقت کا بیٹا عنبر — مجھ پر تمہارے آسیب کا اثر نہیں ہو گا — مجھے بتا، میرے ساتھی عبداللہ اور زبیدہ کہاں ہیں ؟"

بدروح کی لاش کی اکیلی زندہ آنکھ پھڑپھڑا رہی تھی — دوسری آنکھ کے سوراخ میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ زندہ آنکھ کا گول سفید ڈیلا باہر کو اُبل رہا تھا — بدروح لاش نے اپنے سیاہ کفن میں سے ہڈیوں والا بازو باہر نکالا۔ اور عنبر کی طرف اپنے کھُلے پنجے کی انگلیوں کی ہڈیاں بڑھائیں۔ عنبر نے بدروح لاش کے بازو کو توڑ مروڑ کر پھینکنا چاہا، مگر وہ اپنے اندر اتنی طاقت بھی محسوس نہیں کر رہا تھا کہ اپنا ہاتھ اُوپر اٹھا سکتا — زندگی میں شاید پہلی بار اتنی طاقت والا عنبر اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا — اسے کیا ہو گیا تھا؟ کیا یہ اس بدروح کے جادو کا اثر تھا؟ مگر اس پر تو جادو کا اثر نہیں ہونا چاہیے — بدروح لاش نے اپنا ہڈیوں بھرا ہاتھ عنبر کی گردن کے ساتھ لگا دیا — عنبر کے جسم میں ایک بجلی کا زبردست کرنٹ سا

دوڑ گیا اور وہ سُن ہو کر رہ گیا — بد روح لاش نے اُسے انگلی کی ہڈی کے اشارے سے اپنے ساتھ آنے کو کہا اور وہ دھند کے ان بادلوں کی طرف مڑ گئی، جدھر سے ہلکی ہلکی چمک ابھی تک آ رہی تھی — عنبر ایک بے بس غلام کی طرح اپنے آپ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا — بد روح لاش قبروں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ وہ جس قبر کے قریب سے گزرتی، اس کے اندر سے ٹھنڈا سانس بھرنے کی آواز سنائی دیتی —
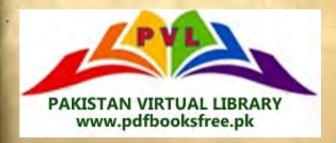
مُردوں کا شہر

عنبر بدروح کے ساتھ دھند کے بادل میں آگیا۔ سفید دھند میں قبروں سے آنے والی تیز بُو تھی — عنبر کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا — اس نے کئی بار زور لگا کر اپنے آپ کو بد روح لاش کے طلسم سے آزاد کرانے کی کوشش کی مگر ہر بار اسے ناکامی ہوئی — اس کے ارادے کا اپنے جسم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا — یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے بدروح نے عنبر کے ارادے کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے — عنبر کا دماغ اُسی طرح کام کر رہا تھا — اُس نے اپنے پاؤں کو دیکھا — اُس کے پاؤں دھند میں اپنے آپ اُس کی مرضی کے خلاف اٹھ رہے تھے — یہ ایک رونگٹے کھڑے کر دینے والا تجربہ تھا — عنبر نے محسوس کیا کہ گویا وہ خود نہیں چل رہا، بلکہ اس کی جگہ اس کا ہمزاد چل رہا ہے — عنبر کو ایک بار آج دو ہزار سال پہلے دمشق کے ایک جادوگر نے بتایا تھا کہ ہر انسان کے اندر ایک اور انسان ہوتا ہے جو اس کا ہم شکل ہوتا ہے اور اسے ہم زاد کہتے ہیں، اگر

کسی طریقے سے انسان ہم زاد کو قابو کرلے تو وہ اس سے ہر قسم
کا کام لے سکتا ہے۔ مگر مصیبت یہ ہو جاتی ہے کہ بعد میں
ہم زاد پیچھا نہیں چھوڑتا اور جس نے ہم زاد قابو کیا ہو، اسے
ہلاک کرکے ہی دم لیتا ہے۔ تو کیا یہ اس کا ہم زاد بدروح
کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا—

دھند کا بادل ختم ہو گیا— اب سامنے اندھیرا تھا۔ گہرا
تاریک ویران اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والا اندھیرا—
عنبر کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، مگر اس کے قدم اپنے
آپ اسی طرف اٹھتے جا رہے تھے، جدھر اُسے جانا تھا—
اُسے بدروح سیاہ لبادے والی لاش بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔
عنبر نے سوچا کہ وہ پیچھے کو مڑ کر بھاگ جائے۔ یہ ارادہ بھی
اس کے دماغ تک ہی رہا— اُس کے جسم نے اُس کا حکم ماننے
سے انکار کر دیا— اس کے قدم برابر قبروں کے اندھیرے میں
آگے بڑھتے گئے—

اندھیرا چھٹنے لگا— اب سامنے ایک چھوٹے سے مقبرے
کا خاکہ اُبھرا— اُس کے گنبد کی اینٹیں جگہ جگہ سے اُکھڑی
ہوئی تھیں— اس کا ایک دروازہ تھا جو کھڑکی کی طرح تھا۔ اسی
میں سے جھک کر اندر جانا پڑتا تھا— بدروح لاش جھک کر
شکستہ مقبرے میں داخل ہو گئی— عنبر مقبرے میں داخل نہیں ہونا

چاہتا تھا۔ اس نے اپنے جسم کی ساری طاقت جمع کرکے واپس
نے کے لیے زور لگایا، مگر وہ ناکام رہا— اس کا جسم اس کا
نہیں مان رہا تھا۔ اس کے پاؤں مقبرے کی طرف اٹھ رہے
— وہ اپنے آپ جھک کر بدروح کے پیچھے مقبرے میں داخل
ہو گیا—

مقبرے کے اندر سے سیڑھیاں نیچے کو اترتی تھیں— ان
یوں پر دھندلی دھندلی کافوری روشنی تھی— بدروح پہلی
ھی پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پلٹ کر عنبر کی طرف دیکھا۔
کی زندہ آنکھ کا ڈیلا گھوم رہا تھا— گویا عنبر کو اپنے ساتھ
کو کہہ رہا ہو—

بدروح سیڑھیاں اترنے لگی— عنبر بھی اس کے پیچھے
سیڑھیاں اترنے لگا— سیڑھیاں پتھر کی تھیں— ان میں کہیں
خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔

عنبر نے محسوس کیا کہ سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ جو دیوار
تھی، اس میں کہیں کہیں طاق بنے ہوئے تھے اور ہر
میں ایک انسانی کھوپڑی رکھی تھی— عنبر نے سیڑھیوں کو
شروع کر دیا— سیڑھیاں نیچے ہی نیچے جا رہی تھیں۔
جوں وہ نیچے اتر رہا تھا، اُس کے نتھنوں میں تیز
کافور اور عرق گلاب کی بُو آ رہی تھی— پھر اس بُو میں

لوبان کی بُو بھی شامل ہوگئی — اس قسم کی بُو پُرانے مصری مقبروں
سے آیا کرتی تھی —

عنبر اسّی سیڑھیاں گن چکا تھا — ابھی سیڑھیاں او
نیچے جارہی تھیں — کیا یہاں زمین کے اندر کوئی اہرام ہے
جہاں یہ بدروح اسے لے جا رہی ہے ؟ وہ ایک مجبور غلام
کی طرح بدروح کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں اتر رہا تھا ۔ جب
وہ اکانویں سیڑھی پر پہنچا تو اس کے ساتھ ایک زبردست
حادثہ ہوگیا — یہ بھی ایک ایسا حادثہ تھا جو عنبر کی زندگی
اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا — عنبر چونکہ تاریخ کے بڑے
بڑے پُراسرار چونکا دینے والے اور حیرت انگیز واقعات سے
گزر چکا تھا ، اس لیے وہ یہ حادثہ برداشت کر گیا —

حادثہ یہ ہوا کہ جونہی اس نے اکانویں سیڑھی پر پا
رکھا ، اس کا نچلا دھڑ پاؤں سے لے کر کمر تک غائب
گیا — عنبر نے ہاتھ لگا کر دیکھا — اس کا ہاتھ اس کی ٹانگو
اور ران سے ٹکرا رہا تھا ، مگر اُسے اپنی ٹانگیں دکھائی نہیں
دے رہی تھیں — وہ حیران بھی ہوا اور کچھ پریشان
ہوا کہ کہیں اس کا سارا جسم ہی آگے چل کر غائب
ہو جائے — وہ اپنے آپ سیڑھیاں اتر رہا تھا ۔ اس
بدروح کو دیکھا — وہ سیاہ لبادے میں لپٹی اسی طرح

ایک قدم اٹھاتی سیڑھیاں طے کر رہی تھی — اس کا نچلا دھڑ
غائب نہیں ہوا تھا —

چورانویں ، پچانویں ، چھیانویں ، ستانویں ، اٹھانویں — جب
عنبر اٹھانویں سیڑھی پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ صرف ایک
سیڑھی باقی رہ گئی تھی اور اس کے سامنے ایک کھلا میدان
جہاں دھندلی دھندلی روشنی پھیلی ہوئی تھی — جگہ جگہ نیچی
شاخوں والے درخت کھڑے تھے — ان درختوں کی ٹنڈ منڈ
ٹہنیوں پر کہیں کہیں مُردوں کی کھوپڑیاں ٹنگی ہوئی تھیں ۔ بدروح
ننانویں سیڑھی اتر کر کھڑی ہوگئی — اس نے پلٹ کر
عنبر کو دیکھا اور ہڈیوں والے ہاتھ کو پھیلا کر آگے آنے کا
اشارہ کیا —

عنبر ننانویں سیڑھی پر آگیا ۔

— جوں ہی وہ ننانویں اور آخری سیڑھی
سے گزرا اس کا باقی کا اوپر والا دھڑ بھی گردن تک
غائب ہو گیا — صرف اس کا گردن سے اوپر تک کا سر باقی
رہ گیا تھا — عنبر آنکھیں جھکا کر صرف اپنے ہونٹ ، ناک اور
گال ہی دیکھ سکتا تھا — اُسے اپنی گردن بھی نظر نہیں آرہی
تھی — ہاں وہ ہاتھ لگا کر اپنی گردن اپنا سینہ اور اپنی ٹانگیں
بھی محسوس کر رہا تھا ؛ گویا اس کا جسم موجود تھا ، مگر اس

کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا — صرف گردن اور سر دکھائی
دیتا تھا۔

ایک بار تو عنبر کا سر چکرا گیا کہ یا اللہ یہ میں کس مصیبت
میں گرفتار ہو گیا ہوں — کہیں عبداللہ اور زبیدہ بھی تو اسی مصیبت
میں نہیں پھنس چکے — بدروح لاش عنبر کو ساتھ لے کر کھوپڑیوں
والے درخت کے قریب سے گذرنے لگی۔

عنبر اس کے پیچھے پیچھے تھا — درخت ختم ہوئے تو عنبر
نے دیکھا کہ سامنے چھوٹے چھوٹے شکستہ گنبدوں والے مقبروں
کی طرز کے مکان جگہ جگہ بنے ہیں۔ ان کے بیچ میں راستے
جاتے تھے — گویا یہ ایک چھوٹی سی مُردوں کی بستی تھی — عنبر
نے دیکھا کہ کچھ مُردے کفن پہنے ادھر ادھر چل پھر رہے ہیں۔
اُوپر آسمان کی جگہ تاریک بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایک
عجیب بات یہ تھی کہ ہر کفن پوش مُردے نے کندھے پر
ایک کدال اٹھا رکھی تھی جس سے گورکن قبریں کھودا کرتے
ہیں۔ یہ مُردے ہڈیوں کے ڈھانچے تھے۔ جنہوں نے سفید کفن
اوڑھ رکھے تھے —

بدروح لاش کو دیکھ کر مُردے ایک طرف کھڑے ہو کر
جھک جاتے تھے — جب تک بدروح لاش آگے سے گزر نہ
وہ جھکے رہتے تھے — وہ اپنے ہڈیوں والے جبڑے ہلا کر مُ

ـے کوئی لفظ نکالتے تھے — ان کی آواز خشک اور ٹھنڈے سانس
کی طرح تھی — عنبر ان مُردوں کے منہ سے نکلا ہوا لفظ نہیں سمجھ
سکا تھا۔ بدروح لاش عنبر کو ساتھ لے کر ایک سیاہ رنگ کے
بڑے گنبد والے مقبرے میں آگئی۔

تنگ و تاریک سیڑھیاں اتر کر آگے ایک دالان آگیا —
اس دالان کی سیاہ دیواروں کے ساتھ ساتھ براؤن رنگ کے
پرانے تابوت رکھے تھے — ان تابوتوں کے ڈھکن کھلے تھے۔
ہر تابوت میں ایک ایک لاش پڑی تھی۔ یہ لاشیں ابھی
گلی سڑی نہیں تھیں اور نہ ہی ہڈیوں کے ڈھانچے بنی تھیں۔
عنبر کی گردن اُن کے قریب سے گزری تو اس نے تابوتوں
کی لاشوں پر نظر ڈالی —

ہر لاش سفید کفن میں گردن تک چھپی ہوئی تھی —
آنکھیں بند تھیں اور مُردہ چہروں پر موت کی زردی چھائی ہوئی
تھی — ان میں عورتوں کی لاشیں بھی تھیں اور مَردوں کی لاشیں
بھی تھیں — بدروح لاش ایک دروازے میں سے گزر گئی —
عنبر اس کے ساتھ تھا — ایک اونچی چھت والا کمرہ آگیا جس
کی دیواروں میں پتھروں کی جگہ انسانی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں —
یہاں ایک چبوترہ تھا۔ جس پر سیاہ تخت بچھا تھا — بدروح
اس تخت پر چڑھ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

تخت کے دونوں جانب دو تابوت کھلے پڑے تھے۔ عنبر
کو بدروح نے اشارے سے بلایا۔ عنبر تخت کے پاس گیا تو
دہشت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ دونوں تابوتوں میں
سے ایک تابوت میں زبیدہ کی لاش اور دوسرے تابوت میں
عبداللہ کی لاش پڑی تھی۔ صرف ان کے منہ کھلے تھے۔ باقی
جسم سفید کفن میں ڈھکا ہوا تھا۔

عنبر نے بدروح سے بات کرنا چاہی۔ اس سے پوچھنا
چاہا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ وہ کون ہے اور یہ مُردوں کی بستی
کیسی ہے؟

مگر عنبر بول نہ سکا۔ اس کی زبان اپنی جگہ سے ذرا بھی
نہ ہلی۔ وہ سُن سکتا تھا۔ گردن گھما کر دیکھ سکتا تھا، مگر بول
نہیں سکتا تھا۔ بدروح کی لاش اپنی اکلوتی آنکھ سے عنبر
کو تکنے لگی۔ پھر وہ اٹھی اور چبوترے سے نیچے آکر زبیدہ
کے تابوت پر جُھک گئی۔ عنبر یہ دیکھ کر کانپ گیا کہ بدروح
لاش اپنے منہ کا ہڈیوں والا حصہ زبیدہ کے منہ کے ساتھ رگڑ
رہی تھی۔

پھر بدروح نے ہڈیوں والا بازو اوپر اٹھا کر ایک چیخ
ماری۔ اس چیخ نے کمرے کو ہلا دیا۔ عنبر نے آنکھیں بند کرلیں
وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا، مگر اس کے پاؤں جیسے

پتھر ہو گئے تھے۔

بدروح لاش نے عنبر کی طرف گھوم کر دیکھا۔ اپنا ہڈیوں
والا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا۔ عنبر کے جسم کو ایک بار
جیسے بجلی کے کرنٹ کا جھٹکا لگا۔ بدروح نے عنبر کو دھکیل
کر سیاہ چبوترے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عنبر چبوترے پر
رکھے تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیسے اپنے آپ کسی غیبی
طاقت کے اثر سے آلتی پالتی ماری۔ جوں ہی وہ آلتی پالتی
مار کر بیٹھا وہ وہیں پتھر بن گیا۔

اب وہ اپنی مرضی سے نہ ہاتھ ہلا سکتا تھا، نہ پاؤں ہلا
سکتا تھا۔ نہ گردن گھما کر دائیں بائیں دیکھ سکتا تھا۔ بدروح
لاش نے آخری بار عنبر کو دیکھا، اپنا جبڑا ہلایا جیسے اسے کچھ
کہہ رہی ہو۔ عنبر کو کچھ سنائی نہ دیا۔ صرف ایک ٹھنڈی آہ
اس کے کانوں سے ٹکرا کر آگے نکل گئی۔

بدروح لاش واپس گھومی۔ چبوترے کی سیڑھیاں اتری
اور کمرے میں سے باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی دروازے
پر چھت کی ایک چوڑی سِل نے اوپر سے آہستہ آہستہ گر کر بند
کر دیا۔ گویا اب عنبر زبیدہ اور عبداللہ کی لاشوں والے
تابوت کے ساتھ اس اہرام کے اندر بند ہوگیا تھا اور وہ بھی
اس طرح کہ صرف اس کی گردن اور سر چبوترے سے دو فٹ

اوپر اُٹھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ باقی جسم غائب تھا۔ عنبر
کے ناک میں لوبان کی تیز بُو گھسنے لگی — اس کی آنکھیں اپنے
آپ بند ہونے لگیں —

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ اُس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟
یہ بدروح لاش کون ہے اور اُسے وہاں کس لیے اپنے
زبردست جادو کے اثر میں لا کر قید کیا گیا ہے۔ ان سوالوں
کا عنبر کے پاس کوئی جواب نہیں تھا — اس کی آنکھیں آہستہ
آہستہ بند ہونے لگیں اور پھر وہ چبوترے پر بیٹھے بیٹھے آنکھیں
بند کرکے بے ہوش ہوگیا — وہ بیٹھا تھا — اس کی صرف گردن
اور سر دکھائی دے رہا تھا اور وہ بے ہوش تھا۔

○

اب ہم ذرا ماریا اور ناگ کی طرف جاتے ہیں کہ وہ کہاں
ہیں اور کیا کر رہے ہیں — ماریا تو ایک بحری جہاز میں
سوار دریائے سندھ سے نکل کر بحیرہ عرب میں سفر کرتی اس
زمانے کے ملک انگلستان کی طرف آ رہی تھی، کیونکہ عنبر نے
ایک بار اُسے کہا تھا کہ وہ ہندوستان سے یورپ کی طرف
جائے گا تاکہ وہاں انگلستان کے ملک کی سیر کرے —

دوسری طرف ناگ نے عنبر کے ساتھ چشمے میں ڈبکی لگا کر
جب پانی سے سر باہر نکالا تو وہ بھی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا
کہ وہاں نہ تو درخت ہیں، نہ چشمہ ہے اور نہ عنبر ہے اور نہ ماریا
وہاں پر ہے — وہ ایک بنجر سے علاقے میں ہے جہاں زمین کا
رنگ سُرخ ہے اور سُرخ بھربھرے پتھر کی بنی ہوئی ہے ناگ نے اپنے
آپ کو ایک سُرخ بھربھرے پتھروالی چٹان کے سائے میں پایا۔

یا اللہ، یہ میں کہاں سے کہاں آ گیا ہوں؟ عنبر کہاں ہے؟
ناگ کو فوراً خیال آیا کہ وہ تاریخ میں چھلانگ لگا کر پیچھے
چلے گئے ہیں — اس سے پہلے بھی کئی بار ایسا ہو چکا تھا۔ وہ
جب کبھی پیچھے جانے لگتے تھے تو ایک جھٹکا سا لگتا تھا اور
وہ دو سو سال یا تین سو سال پیچھے چلے جاتے اور اکثر ایک
دوسرے سے جُدا ہو جاتے تھے۔ اسی طریقے سے ان کا واپسی
کا سفر جاری تھا۔

اب ناگ نے عنبر کو تلاش کرنا تھا — ماریا سے ملاقات کرنی
تھی تاکہ وہ ایک دوسرے سے مل کر دوبارہ پانچ ہزار سال
واپسی کا سفر اختیار کریں، لیکن وہ ایک دوسرے سے جدا ہو
گئے تھے — اب خدا جانے کون کہاں پر تھا اور کن پُراسرار راز
بھرے بھیانک علاقوں میں سے گزرنے کے بعد اُن کی ایک
دوسرے سے ملاقات ہو —

ناگ چٹان کی اوٹ سے نکل کر باہر آ گیا۔ اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑا کر دیکھا۔ سارے کا سارا علاقہ ویران ویران تھا۔ دُور دُور کہیں پر ایک آدھ درخت دکھائی دے رہا تھا۔ ناگ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ملک ہے اور اُس ملک کے کونسے شہر کا ویرانہ ہے — وہ ایک طرف روانہ ہو گیا۔ وقت دن کا تھا — دھوپ نکلی ہوئی تھی — آسمان کا رنگ صاف اور کھُلا نیلا تھا۔ موسم سرد تھا اور اس اعتبار سے ناگ نے محسوس کیا کہ وہ ہندوستان اور مصر و دمشق وغیرہ کے علاقے میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ علاقے عام طور پر گرم تھے۔ صحرا بھی نہیں تھا جس سے یہ سمجھا جاتا کہ وہ عرب کے علاقے میں ہے۔ زمین اگرچہ بھُر بھُرے سرخ پتھر کی تھی، مگر ریت کا نام ونشان نہیں تھا۔ ناگ کا لباس وہی لمبا چغہ اور تنگ پونچے کی شلوار والا تھا۔ اس کی جیب میں ایک تھیلی تھی۔ اس تھیلی میں تین اشرفیاں پڑی تھیں۔ وہ خدا کا نام لے کر چلا جا رہا تھا کہ کوئی شہر یا گاؤں آئے تو معلوم کرے کہ یہ کونسا علاقہ ہے اور کس بادشاہ کا زمانہ ہے۔

ناگ کو سانپ کا مہرہ یاد آ رہا تھا جسے منہ میں رکھ کر وہ اُڑ کر سفر طے کر لیا کرتا تھا۔ اگرچہ اُسے تھکاوٹ وغیرہ نہیں ہوتی تھی اور وہ بغیر رُکے کئی کئی میل چل سکتا تھا۔

اس نے سوچا کہ غائب ہو کر اُڑنے کی بجائے کیوں نہ وہ عقاب بن کر سفر طے کرے۔ یہ خیال اسے پسند آیا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور عقاب بن کر فضا میں پرواز کر گیا۔ وہ زمین سے تھوڑی بلندی پر درختوں کی طرف اُڑتا چلا جا رہا تھا۔ اس طریقے سے سفر جلدی طے ہو گیا۔ درخت آ گئے — ناگ نیچے اُتر آیا — یہاں ایک کنواں بنا ہوا تھا جس پر ایک چرخی لگی تھی اور ایک عورت کنوئیں میں سے پانی کا ڈول نکال کر اپنی صراحی میں ڈال رہی تھی۔ ناگ درخت کی شاخ پر بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھا کہ تھوڑے فاصلے پر ایک کچے مکانوں والا گاؤں تھا۔ دیواروں پر گیروے رنگ کی مٹی کا لیپ کیا ہوا تھا۔ اور مکانوں کی چھتیں سُرخ اور ڈھلانی تھیں۔ ناگ نے اپنی چونچ والی گردن نیچی کر کے پانی بھرتی عورت کو دیکھا — اس کا لباس مسلمانوں ایسا تھا۔ یعنی کالی گھیر دار شلوار لمبا کُرتہ اور سر پر سیاہ دوپٹہ — عورت کا رنگ صاف اور گورا گورا تھا — عورت نے صراحی کندھے پر رکھی اور اس ایک ڈنڈی پر چل پڑی جو گاؤں کی طرف جاتی تھی۔

ناگ درخت پر سے اُڑ کر گاؤں کی طرف چلا گیا۔ یہ دس بارہ مکانوں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جس کی کچی گلیوں میں بچے کھیل رہے تھے اور ایک کتا دھوپ میں سو رہا تھا۔

کچھ سرخ سرخ گالوں والے بوڑھے مکانوں کی کھڑکیوں میں بیٹھے تھے۔ کچھ عورتیں اپنے گھروں کے دروازوں میں بیٹھی چرخہ کات رہی تھیں — ناگ گاؤں کے پیچھے جا کر زمین پر اُتر آیا اور عقاب سے دوبارا انسانی شکل میں آگیا۔

انسانی شکل میں آتے ہی وہ گاؤں میں داخل ہوگیا۔ وہی عورت جو کنوئیں پر پانی بھر رہی تھی، اس کے قریب سے گزری تو ناگ نے اسے سلام کردیا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ مسلمان ہے کہ نہیں۔

عورت نے وعلیکم السلام کہا اور جلدی سے ایک مکان کے اندر چلی گئی۔ وہ ایک ناواقف مرد سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آج سے چار ساڑھے چار سو سال پہلے کی مسلمان عورتیں بہت باحیا اور شرمیلی ہوا کرتی تھیں۔ عورت کو سلام کرتے ناگ کو ایک بوڑھے آدمی نے دیکھ لیا تھا — اس نے کھڑکی میں بیٹھے بیٹھے ناگ کو آواز دی۔ ناگ فوراً سمجھ گیا کہ وہ ترکی زبان میں بات کر رہا ہے — ناگ اس بوڑھے کی کھڑکی کے نیچے آگیا۔ بوڑھے نے پوچھا:

"برخوردار، تم کون ہو؟ لباس سے تم افغان مسلمان لگتے ہو، کہاں سے آئے ہو؟"

ناگ نے ترکی زبان میں کہا:

"میں مصر کا رہنے والا ہوں اور مسلمان ہوں — ایران کا ای دیکھ رہا ہوں — میں دنیا کی سیر کرنے گھر سے نکلا ہوں"

بوڑھے نے کہا:

"مگر تم ترکی زبان اتنی اچھی کیسے بول لیتے ہو۔ کیا پہلے بھی کبھی ترکی آئے ہو؟"

ناگ سمجھ گیا کہ یہ ترکی کے ملک کا کوئی گاؤں ہے۔ اس نے بوڑھے کی طرف دیکھ کر مسکرا کر کہا:

"میرے والد صاحب ترکی میں کئی سال رہ چکے ہیں۔ ترکی زبان میں نے اُن سے سیکھی تھی"

بوڑھے نے کہا:

"مکان کی ڈیوڑھی میں تخت بچھا ہے، وہاں بیٹھو۔ میں آ رہا ہوں"

ناگ تخت پر آ کر بیٹھ گیا — اتنے میں ایک عورت نے آ کر ناگ کے آگے ایک رکابی اور گلاس رکھ دیا۔ گلاس میں دودھ تھا اور رکابی میں انگور تھے — پھر بوڑھا بھی آ گیا۔ اس کے بال سفید اور گال سُرخ تھے —

"بیٹا، یہ انگور ہمارے اپنے باغ کے ہیں اور دودھ

گھر کی بھینس کا ہے — کھاؤ اور پیو۔"

ناگ نے دودھ پیا، انگور کھائے اور بوڑھے سے باتیں کرنے لگا — باتوں ہی باتوں میں اسے پتا چل گیا کہ وہ ترکی کے ملک میں ہے اور ترکی پر خلیفہ دوم کی حکومت ہے — ناگ نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کوئی ڈیڑھ سو سال پیچھے آ گیا ہے۔ اس کا مطلب تھا، عنبر بھی ڈیڑھ سو سال تاریخ میں پیچھے چلا گیا ہوگا، اور ماریا بھی پیچھے کی طرف جا چکی ہوگی۔ وہ الگ الگ ملکوں میں کہیں جا کر نکلے ہوں گے اور اب ان کی ملاقات خدا جانے کب، کہاں اور کن حالات میں ہو۔

ناگ سوچنے لگا کہ بہتر ہوگا، وہ اس ملک کے سب سے بڑے شہر میں جائے جو دارالخلافہ بھی ہو۔ ہو سکتا ہے وہاں اُن کی ملاقات ماریا اور عنبر سے ہو جائے، کیونکہ اس سے دو ایک بار ایسا ہوا تھا کہ وہ جب تاریخ میں پیچھے کی طرف گئے تو ان کی ملاقاتیں اتفاق سے کسی بڑے شہر میں ہی ہوئی تھیں — ناگ نے بوڑھے سے پوچھا کہ ترکی کا دارالخلافہ وہاں سے کتنی دور ہے —

بوڑھے نے کہا:

"کیا تم دارالخلافے سے نہیں آ رہے؟"

ناگ نے کہا:

"نہیں، میں — دراصل میں نے شام کی طرف سے ترکی کی سرحد عبور کی تھی — ابھی مجھے دارالخلافے میں جانا ہے۔"

بوڑھے نے کہا:

"دارالخلافہ استنبول یہاں سے پانچ سو کوس کے فاصلے پر جنوب کی طرف ہے — اگلے گاؤں سے تمہیں سواری مل جائے گی جو ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد تمہیں ازمیر پہنچائے گی — وہاں سے پھر تمہیں نئی سواری لینا ہوگی۔ اس طرح سفر کرتے تم سات آٹھ دنوں میں استنبول پہنچ جاؤ گے۔"

ناگ نے اس نیک دل بوڑھے کو یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی کہ وہ گھوڑے پر بیٹھ کر نہیں، بلکہ ہوا میں اُڑ کر استنبول جائے گا اور بڑی جلدی پہنچ جائے گا — ناگ نے بوڑھے سے اجازت لی اور اس سڑک پر آ گیا جو اگلے گاؤں کی طرف جاتی تھی — یہ ویران اور کچی سڑک تھی۔ دو گھڑسوار سامنے سے گھوڑے دوڑاتے آتے اور ناگ کے پاس سے گرد اڑاتے گزر گئے — جب دونوں گھوڑ سوار دور نکل گئے تو ناگ نے گہرا سانس لے کر عقاب کی شکل اختیار کی اور ہوا میں اُڑنا شروع کر دیا — وہ مغرب کی طرف اس لیے اُڑ رہا تھا کہ سیدھا استنبول پہنچ جائے۔

ناگ کو عقاب کی شکل میں ہوا میں اڑتا ہوا چھوڑ کر ہم ایک
بار پھر ماریا کی طرف جاتے ہیں کہ جب وقت نے ایک دم سے
پیچھے کی جانب ڈیڑھ سو سال کی چھلانگ لگائی تو ماریا پر کیا
گزری — اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ ماریا دریائے سندھ
سے نکل کر ایک بادبانی جہاز میں ملک انگلستان کی طرف
سفر کر رہی تھی، کیونکہ عنبر نے ہندوستان میں ایک بار کہا
تھا کہ وہ ملک انگلستان کی طرف جانا چاہتا ہے۔
جب وقت نے الٹی چھلانگ لگائی تو اُس سے ایک منٹ پہلے
ماریا اپنے بادبانی جہاز کے عرشے پر جنگلے کے ساتھ لگ کر
کھڑی تھی اور ایک بچے کو اپنی ماں کے پاس بیٹھے باتیں
کرتے دیکھ رہی تھی — بچہ تین چار سال کا تھا اور بڑا پیارا
تھا — اچانک جہاز کو ایک دھچکا لگا — اس دھچکے کو سوائے
ماریا کے اور کسی نے محسوس نہیں کیا تھا — ماریا جنگلے سے
چھوٹ کر دُور لکڑی کے فرش پر جا گری — وہ بڑی حیران
ہوئی کہ اور کسی مسافر کو یہ جھٹکا نہیں لگا تھا۔ اس کا ماتھا
ٹھنکا — کہیں وقت نے پیچھے کی طرف چھلانگ تو نہیں لگائی

اُس نے سوچا، کیونکہ اس سے پہلے بھی اسے اس قسم
کا تجربہ ہو چکا تھا — وہ جلدی سے فرش پر سے اُٹھی — اُس
نے جہاز کے بادبانوں، مسافروں اور جہاز کے ملاحوں کو دیکھا۔ ہر
شے اپنی جگہ پر رُک گئی تھی — ہر کوئی اپنی جگہ پر پتھر ہو
گیا تھا — پھر ماریا نے دیکھا کہ ہر شے دھندلی ہو رہی ہے۔
یہ وہ جہاز تھا جسے ابھی سفر پر روانہ ہونا تھا — یہ وہ مسافر
تھے جنہیں ابھی پیدا ہونا تھا، کیونکہ ماریا ڈیڑھ سو سال پیچھے
جا رہی تھی — ہر شے دھندلی ہوتے ہوتے غائب ہونے لگی۔
مسافر غائب ہوئے، پھر جہاز کے بادبان بادلوں میں گم
ہو گئے — پھر جہاز غائب ہو گیا۔
ماریا نے آنکھیں بند کر لیں — وہ سمندر کے اوپر اکیلی
تھی — اُس نے اپنے پاؤں کے ساتھ سمندر کی لہریں
محسوس کیں —
پھر اُسے اپنے پیر ٹھنڈی ٹھنڈی گیلی ریت پر لگتے محسوس
ہوئے — اس نے آنکھیں کھول دیں — کیا دیکھتی ہے کہ سمندر کے
کنارے ریت پر کھڑی ہے — سمندر دُور تک پھیلا ہوا ہے۔
لہریں دور دُور سے آ رہی ہیں — ریت پر اس کے پاؤں سے
ٹکرا کر انہیں چھو کر واپس چلی جاتی ہیں — اسے ٹھنڈک کا
احساس ہوا، یہاں سردی تھی — اس کے ایک جانب اونچی چٹانیں

تھیں — درخت کہیں کہیں ان چٹانوں پر اُگے ہوئے تھے۔ آسما
بھورے سرد بادلوں میں چھپا ہوا تھا — ماریا کو سردی لگنے لگی
کبھی کبھی اُسے شدید سردی لگنے لگتی تھی۔ پھر وہ گرم کپڑ
لیتی یا آگ تاپتی تو سردی دُور ہو جاتی تھی۔ اس کے جسم
شہاب الدین غوری کے زمانے کا لمبا کُرتا شلوار تھی — پاؤں میں
بھی کچھ نہیں تھا۔

ماریا چٹانوں کے درمیان بنے ہوئے راستے سے ہو کر سمن
کے دوسری طرف آ گئی — یہاں اُسے سفیدے کے درختوں کی قطار
نظر آئی، جس کے پتے جھڑ چکے تھے — اس قطار کے آگے ایک
سڑک پر دو گھوڑا بگھی اُڑی جا رہی تھی — کوچوان نے اُونچا ٹوپ
اور کالا گرم اوور کوٹ پہن رکھا تھا — وہ بگھی کی اوپر والی سیٹ
پر بیٹھا تھا اور گھوڑوں پر چابک برسا رہا تھا۔

ماریا سفیدے کے درختوں کے نیچے سے گزر کر سڑک پ
آ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ سڑک چھوٹی چھوٹی اینٹیں اور گول پتھر
کر بنائی گئی تھی — اس کے کناروں پر کہیں کہیں درخت
آ رہے تھے — سڑک آگے جا کر چڑھائی پر جا کر دوسری طر
اُتر گئی تھی۔ ماریا نے اس طرف چلنا شروع کر دیا — ٹھنڈی
چل رہی تھی جو ہڈیوں میں برف بن کر اُتر رہی تھی — ما
اتنی سردی پہلے کبھی نہیں لگی تھی۔

شام ہونے والی تھی۔ خدا جانے یہ کون سا ملک تھا۔ ویسے
اریا کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ یورپ کا کوئی ملک ہے۔ سردی
اور آسمانوں پر ٹھنڈے بادلوں کا پھیکا رنگ بتا رہا تھا کہ یہ
سی یورپ کے ملک کا ساحلی علاقہ ہے۔ ماریا سڑک کی
ھائی پر پہنچ کر دوسری طرف آئی تو دیکھا کہ سامنے ایک
ہے جس کے نیچے گہری گھاٹی ہے۔ اس گھاٹی میں کیچڑ تھا،
بی لمبی گھاس اُگی تھی۔ پُل لکڑی کا بنا ہوا تھا — ماریا پُل
سے گزر گئی۔

یہاں سفیدے اور کرمس کے درخت بہت اُگے ہوئے تھے،
ک آگے جا کر گھوم گئی — کوئی گھوڑا گاڑی یا بگھی بھی نہیں آئی
— اس زمانے میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک گھوڑا گاڑیاں
یاں چلا کرتی تھیں اور مسافر اُن میں سفر کیا کرتے تھے۔
ز ہو گئی — درختوں کے نیچے گرے ہوئے سوکھے پتے ہوا کے
اُڑنے لگے۔ سائپرس کے درختوں کے نوکیلے پتے ابھی
گرے تھے — ہوا میں وہ اس طرح جھوم رہے تھے جیسے
ہوا میں بال لٹکا رہی ہوں۔

ماریا پُل پر سے گزر کر دوسری طرف آئی تو اس نے
ل کے نیچے ایک سیاہ کوٹ اور سیاہ ہیٹ والے عجیب سے
کو دیکھا — وہ ایک درخت کے نیچے بڑے سے پتھر پر

بیٹھا تھا اور بڑے غور سے سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسا
لگتا تھا کہ اُسے سواری کا انتظار ہے۔
ماریا نے سوچا، ضرور اس جگہ پر مسافر گاڑی آ کر
کھڑی ہوتی ہو گی — اسے بھی اس جگہ رُک کر مسافر گاڑی کا
انتظار کرنا چاہیے تاکہ وہ گرم گرم مسافر گاڑی میں بیٹھ کر
سردی کا مقابلہ کر سکے اور پھر شہر پہنچ کر کم از کم کسی جگہ
سے گرم کوٹ ہی لے کر پہن لے۔
ماریا سڑک پر ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی — پُل
کے دوسری جانب اونچائی تک سڑک سنسان تھی — سیاہ
پوش پُراسرار مسافر بھی بے چینی سے پہلو بدل بدل کر
مسافر گاڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی سیاہ ڈاکوؤں ایسی
مونچھیں ماریا کو دُور سے نظر آ رہی تھیں۔ خدا جانے کیوں ما
کو یہ آدمی پُراسرار لگا اور اُسے محسوس ہونے لگا کہ جیسے
آدمی اچھی نیت سے وہاں نہیں بیٹھا۔ لیکن ماریا نے اس
خیال کو دماغ سے نکال دیا۔ وہ خواہ مخواہ کسی کے معاملے میں
ٹانگ نہیں اڑانا چاہتی تھی۔ اسے تو اس وقت صرف اس شے
ضرورت تھی کہ مسافر گاڑی آئے اور وہ اس میں بیٹھ کر شہر جا
اور کسی جگہ سے گرم کوٹ حاصل کرے اور پھر یہ معلوم کرے کہ
کون سا ملک ہے، کون سا شہر ہے!

انسانی مغز کھانے والا سانپ

شام کا اندھیرا درختوں میں اترنے لگا۔
سردی بھی زیادہ ہو گئی تھی — ہوا اسی طرح چل رہی تھی۔
آسمان پر بادلوں کی وجہ سے شام ہوتے ہی اندھیرا اندھیرا سا
ہو گیا تھا۔ اتنے میں دُور سے پتھریلی سڑک پر گھوڑوں کے
ٹاپوں کی آواز سنائی دی — سیاہ پوش آدمی چونکنا ہو کر درخت
کے نیچے سے اٹھا کر پل کی طرف تیز تیز قدموں سے چل پڑا۔
اس کے ہاتھ میں چاندی کی موٹھ والی کالی چھڑی تھی اور
ہاتھوں پر بھی اس نے سیاہ دستانے چڑھا رکھے تھے — وہ
پل پر ماریا کے بالکل قریب آ کر کھڑا ہو گیا — ماریا کو نہ تو
وہ محسوس کر سکتا تھا اور نہ دیکھ سکتا تھا — ماریا نے اب
اس سیاہ پوش آدمی کو غور سے دیکھا — ادھیڑ عمر کا پچاس
سال آدمی تھا، جسم ورزشی تھا۔ ناک لمبی اور آگے سے اوپر
کو اٹھی ہوئی تھی۔ مونچھیں ڈاکوؤں ایسی تھیں اور آنکھوں میں
ایک عجیب و غریب قسم کی گلابی گلابی چمک تھی۔ وہ ٹکٹکی باندھے

سڑک کی چڑھائی کی طرف دیکھ رہا تھا، جہاں سے اب ایک مسافر گاڑی کو دو گھوڑے اڑاتے ہوئے چلے آ رہے تھے — اترائی کی وجہ سے کوچوان نے باگیں دونوں ہاتھوں سے پیچھے کو کھینچ رکھی تھیں —

ماریا نے محسوس کیا کہ پُراسرار سیاہ پوش نے ایک منٹ میں صرف ایک آدھ بار ہی آنکھیں جھپکی تھیں — گھوڑا گاڑی جب لکڑی کے پل کے قریب آئی تو سیاہ پوش نے چھڑی اوپر اٹھا کر اسے رُکنے کو کہا — گاڑی اس کے پاس آ کر رک گئی — سیاہ پوش نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا — ماریا بھی اس کے پیچھے گاڑی میں داخل ہو گئی۔

گھوڑا گاڑی کے اندر آمنے سامنے چھ مسافروں کے بیٹھنے کی جگہ تھی — اس وقت گاڑی میں صرف چار مسافر بیٹھے تھے۔ دو بوڑھے مرد جو کمبل اوڑھے اونگھ رہے تھے — ایک بوڑھی عورت تھی اور اس کے ساتھ ایک بلور ایسی نیلی آنکھوں والی گوری لڑکی بیٹھی تھی — اس نے پُرانے فیشن کا چیک دار گرم کوٹ اور گرم گاؤن پہن رکھا تھا — سر پر اسی کپڑے کی گول ٹوپی تھی — ٹوپی میں سے اس کے بھورے بال باہر نکل کر اس کے شانوں پر پڑے تھے۔ ماریا کو یہ لڑکی بڑی پیاری لگی — اس کا دل چاہا کہ اُسے اپنی سہیلی بنا لے۔ مگر مجبور تھی۔

وہ کسی کو اتنی آسانی سے اپنی سہیلی نہیں بنا سکتی تھی، پھر بھی اُس نے اپنا تھوڑا سا شوق پورا کر لیا اور لڑکی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

ماریا کو لڑکی کے جسم کی گرمی محسوس ہو رہی تھی مگر وہ لڑکی ماریا کے جسم کو محسوس نہیں کر سکتی تھی — لڑکی کے کپڑوں اور بالوں سے عطر کی ہلکی ہلکی بڑی خوشگوار خوشبو آ رہی تھی —

گھوڑا گاڑی آگے روانہ ہو گئی —

ماریا نے محسوس کیا کہ پر اسرار سیاہ پوش نیلی آنکھوں والی لڑکی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا — بوڑھی عورت نے خالص انگریز عورتوں کے لہجے میں کہا :

"موسم بڑا خراب ہے۔ شاید بارش ہو۔"

ماریا سمجھ گئی کہ وہ انگلستان کے کسی ساحلی علاقے پر پہنچ چکی ہے — پر اسرار سیاہ پوش نیلی آنکھوں والی لڑکی کو گھورنے میں اتنا مصروف تھا کہ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب لڑکی نے بھی محسوس کیا تھا کہ وہ آدمی اسے گھور رہا ہے — اس نے منہ کھڑکی کی طرف کر لیا اور شیشے میں سے باہر دیکھنے لگی۔

بوڑھی عورت نے جب دوسری بار سیاہ پوش سے کہا کہ

موسم کے بارے میں اُس کا کیا خیال ہے تو وہ چونکا۔
"ہاں میڈم، ہاں — ہاں — آج موسم خراب ہے۔"
وہ مسکرا کر بات کر رہا تھا — اس نے بوڑھی عورت سے
پوچھا کہ وہ کہاں سے آ رہی ہے —
بوڑھی عورت پہلے ہی خاموش بیٹھے بیٹھے تنگ آ چکی تھی
اس نے دھڑا دھڑ بولنا شروع کر دیا۔
"میں بورسٹل سے آ رہی ہوں۔ کنگز بری سے لندن جاؤں
گی — وہاں میرا بڑا لڑکا کاروبار کرتا ہے — جہازوں پر اس
کا مال جمیکا اور افریقہ کے ملکوں کو جاتا ہے اور...."
عورت بولے جا رہی تھی۔ سیاہ پوش نے اس کی بات
کاٹ کر لڑکی سے مسکرا کر پوچھا:
"میڈم، آپ کہاں جا رہی ہیں؟ آج تو موسم سفر کے
لیے بہت بُرا ہے۔"
نیلی آنکھوں والی لڑکی نے بے نیازی سے کھڑکی سے باہر
دیکھتے ہوئے کہا:
"لندن۔"
سیاہ پوش لڑکی کی طرف گھورتے ہوئے بولا:
"میں بھی لندن جا رہا ہوں۔"
لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا — ماریا یہ سب باتیں خاموش

ے سُن رہی تھی — وہ سوچ رہی تھی کہ وہ ایک عرصے کے بعد
لندن جا رہی ہے — خدا کرے کہ وہاں ناگ اور عنبر سے
اس کی ملاقات ہو جائے — ابھی تک اس نے سیاہ پوش مسافر
کو کوئی اہمیت نہ دی تھی — اس کا خیال تھا کہ انگریز اس
عمر کو پہنچ جاتا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جایا کرتا ہے اور
خواہ مخواہ لڑکیوں کو گھورنا شروع کر دیتا ہے — گھوڑا گاڑی
پتھریلی سڑک پر ہچکولے کھاتی اپنی منزل کی طرف بھاگی جا
رہی تھی —
ماریا نے دیکھا کہ سیاہ پوش آدمی نے اپنی واسکٹ کی
جیب میں دو انگلیاں ڈال کر ایک نیلے رنگ کی بڑی خوبصورت
شیشی باہر نکالی — اس کا ڈھکنا کھول کر اپنی ناک کے ساتھ
لگایا، پھر بوڑھی عورت کی طرف بڑھا کر کہا:
"پیاری آنٹی، ذرا اس عطر کو سونگھ کر تو دیکھو، یہ
ہمارا خاندانی عطر ہے — دو سو برس سے ہمارے خاندان میں
چلا آ رہا ہے — پلیز ذرا سونگھ کر دیکھو۔"
بوڑھی عورت تو پہلے ہی اس کے ساتھ باتیں کرنے
کے موقعے تلاش کر رہی تھی — جھٹ سے شیشی لے کر ناک
کے ساتھ لگائی اور سونگھ کر کہا:
"ونڈر فل، ایسا عطر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

سیاہ پوش نے نیلی آنکھوں والی لڑکی کے منہ کے پاس
عطر کی شیشی لے جا کر کہا :

"پلیز میڈم، کیا آپ اسے سونگھ کر میری عزت افزائی
نہیں کریں گی" نیلی آنکھوں والی لڑکی نے دل پر جبر کرکے
عطر کی شیشی کو ناک کے ساتھ لگا کر ایک ہلکا سا سانس
اوپر کو کھینچا اور شیشی پرے کر دی —

"کیا خیال ہے میڈم ؟" سیاہ پوش نے پوچھا۔

نیلی آنکھوں والی لڑکی نے آہستہ سے کہا :

"اچھی خوشبو ہے"

اب سیاہ پوش نے باقی دو بوڑھوں کی طرف دیکھا جو
اونگھ رہے تھے — اس نے شیشی باری باری ان کی ناک
کے ساتھ لگا کر کہا :

"بڑے میاں، تم بھی ذرا عطر کے مزے لو"

بوڑھوں کے نتھنوں میں سانس کے ساتھ اپنے اپنے
عطر کی خوشبو گھس گئی تھی — سیاہ پوش نے عطر کی شیشی کا
منہ بند کرکے اسے واسکٹ کی جیب میں رکھ لیا اور غور
سے بوڑھی عورت اور پھر نیلی آنکھوں والی لڑکی کی طرف
دیکھنے لگا۔ پھر بولا :

"میرا خیال ہے، ہم آدھ گھنٹے تک کنگز بری پہنچ

جائیں گے"

بوڑھی عورت کو نیند آنے لگی تھی — یہ عجیب بات تھی،
ابھی ایک منٹ پہلے وہ بڑی چاق وچوبند تھی اور چہک چہک
کر سیاہ پوش آدمی سے باتیں کر رہی تھی، مگر اب اس کی
گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی تھی اور گہرے گہرے سانس
لے رہی تھی — پُراسرار سیاہ پوش نے نیلی آنکھوں والی
لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا :

"میڈم، لندن میں آپ کہاں رہتی ہیں ؟"

ماریا نے دیکھا کہ نیلی آنکھوں والی لڑکی بھی اونگھنے لگی تھی۔
بڑی عجیب بات تھی — ابھی ابھی وہ بھی جاگ رہی تھی —
اور اس پر نیند کا ذرا سا بھی اثر نہیں تھا — پُراسرار سیاہ
پوش نے آہستہ سے پہلے بوڑھی عورت کو ہلایا۔ وہ بے ہوش
ہو چکی تھی — پھر نیلی آنکھوں والی لڑکی کو کندھے سے پکڑ
کر ہلایا — اس کا سر پیچھے کو ڈھلک گیا۔ وہ بھی بے ہوش
ہو چکی تھی — دو بوڑھوں کو بے ہوش ہونے میں ذرا سی دیر
بھی نہیں لگی — وہ تو پہلے ہی اونگھ رہے تھے۔ پُراسرار سیاہ
پوش نے اپنی چھڑی سے گھوڑا گاڑی کی چھت پر ٹھک ٹھک
کی۔ کوچوان نے ہُو کی لمبی آواز نکالتے ہوئے گاڑی روک
لی — پُراسرار سیاہ پوش نے کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر

کوچوان سے کہا :

" ہنری ، گھر کی طرف چلو ۔"

کوچوان ہنری نے گاڑی پیچھے موڑ لی ۔ ماریا یہ سارا خطرناک کھیل خاموشی سے دیکھ رہی تھی ۔ پُراسرار سیاہ پوش پر اُسے پہلے ہی شبہ تھا کہ وہ کوئی غیر معمولی حرکت کرنے والا ہے ۔ اُس نے بے ہوش کرنے والی تیز اور خوشبودار دوائی سنگھا کر سب کو بے ہوش کر دیا تھا ۔ سیاہ پوش بڑے سکون سے بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا جہاں رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا ۔ وہ اپنے آپ کو گاڑی میں تنہا سمجھ رہا تھا ۔ اُسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ایک لڑکی اس کے سامنے بیٹھی اس کی ساری حرکتیں دیکھ رہی ہے ۔

گھوڑا گاڑی اب کھیتوں میں سے گزر رہی تھی ۔ ماریا یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ پُراسرار سیاہ پوش کرنا کیا چاہتا ہے ۔ اس نے ان لوگوں کو کس لیے بے ہوش کیا ہے ۔ ظاہر ہے کوچوان اس سیاہ پوش کے ساتھ ملا ہوا تھا ۔ گاڑی کچّے راستے والے ایک گیٹ کے اندر داخل ہو کر ایک طرف گھوم کر کھڑی ہو گئی ۔ سیاہ پوش دروازہ کھول کر باہر نکل آیا ۔ ماریا بھی باہر آ گئی ۔ وہ ایک پرانی طرز کا دومنزلہ شکستہ سا مکان تھا ، جس کے تنگ اور اونچے دروازے کے باہر تیل کا لیمپ

ردی اور دھند میں صرف اپنے ارد گرد ہی روشنی پھیلا رہا تھا ۔

سیاہ پوش نے جیب سے بٹوہ نکال سونے کے چار پونڈ کوچوان کی طرف اچھال دیے ۔ کوچوان نے خوش ہو کر پونڈ اپنی یبی میں رکھ لیے اور ہیٹ اٹھا کر شکریہ ادا کیا ۔ سیاہ وش نے کہا :

" آج بڑا اچھا شکار لائے ہو تم ہنری ۔ پچھلے ہفتے لڑکی لائے تھے اُس کا مغز بہت چھوٹا تھا ۔"

کوچوان نے کہا :

" سر ، اگلے ہفتے اس سے بھی اچھا مال لاؤں گا ، مگر اٹھ پونڈ لوں گا ۔"

سیاہ پوش نے کہا :

" مجھے منظور ہے ۔ شب بخیر ۔"

" شب بخیر سر ۔"

کوچوان نے گھوڑوں کو ہلکی سی چابک ماری اور گاڑی کو ان کے احاطے سے نکال کر رات کے سرد اندھیرے میں ہو گیا ۔ اس دوران میں سیاہ پوش نیلی آنکھوں والی بے ش لڑکی کو گاڑی سے باہر نکال کر اپنے کندھے پر ڈال تھا ۔ وہ مکان کے تنگ دروازے میں سے گزر کر اندر لا گیا ۔

ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ مکان کا اندر کا حصہ باہر
کی طرح خاموش اور آسیبی تھا۔ کوئی نوکر نہیں تھا۔ سیاہ
پوش بے ہوش لڑکی کو اٹھائے سیڑھیاں اُتر کر مکان کے
تہہ خانے میں آگیا۔ اس تہہ خانے کی دیواروں کا رنگ سیاہ
تھا اور گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف کونے میں ایک
بڑی موم بتی جل رہی تھی جس نے اندھیرے کو اور زیادہ
بھیانک بنا دیا تھا۔

سیاہ پوش لڑکی کو لے کر اس کمرے سے نکل کر ایک
دوسرے کمرے میں آگیا۔ یہاں ایک ہسپتالوں والا سٹریچر
پڑا تھا۔ سٹریچر کے پاس ایک اُونچا سٹول رکھا تھا۔
تپائی پر ایک تیل کا لیمپ پڑا تھا۔

سیاہ پوش نے بے ہوش لڑکی کو سٹریچر پر لٹا کر چمڑے
کے تسمے اس کے سینے، ٹانگوں اور بازوؤں کے گرد کس کر
باندھ دیئے۔ اس کام سے فارغ ہو کر اُس نے جیب سے
پتھر نکال کر اُسے رگڑا اور لیمپ روشن کر کے اُس کی بتی
اُونچی کر دی۔ کمرے میں روشنی ہو گئی، مگر یہ روشنی بڑی
ناکافی تھی اور کالی دیواریں اُسے اپنے اندر نگل رہی تھیں۔
سیاہ پوش نے اپنے سفید دستانے اتار کر جیب میں ڈالے
لڑکی کو جھک کر غور سے دیکھا اور مسکرا کر اپنے سینے پر

ہاتھ مار کر بولا:
"میرا تازہ شکار — حسین شکار — ہیلن اور اس کے
بچے اس کی دعوت اُڑائیں گے۔"

کمرے سے باہر نکل کر اس نے دروازے پر تالا لگایا۔
دوسرے تہہ خانے میں آکر موم بتی کو پھونک مار کر بجھا
دیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر مکان کی پہلی منزل کے کمرے میں آ
کر اس نے اپنے کپڑے بدلے — کالی گرم پتلون، کالا
لبادہ اوڑھا — اور الماری کے نچلے تہہ خانے سے
ایک چینی کا ڈھکا ہوا پیالہ اور چاندی کا چمچ لے کر دوسری
طرف نکل گیا — ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی — اس کا خیال
تھا کہ یہ ایک وحشی قسم کا پاگل آدمی ہے اور اُس نے
خونخوار قسم کے کتے پال رکھے ہیں، جنہیں یہ انسانوں کا
گوشت کھلاتا ہے، کیونکہ اس زمانے کے یورپ کے بڑے
بڑے جاگیردار اور نواب ایسے کتے پالا کرتے تھے، مگر وہ
انسانی گوشت انہیں نہیں کھلاتے تھے۔ یہ تو کوئی پاگل
انسان تھا۔

سیاہ پوش مکان کی پچھلی سیڑھیاں اتر کر ایک لمبے سے
دالان میں آگیا — یہاں ایک چڑیا گھر کی طرح کا ایک بڑا
پنجرہ بنا ہوا تھا — اس پنجرے کے تین طرف پتھر کی

دیوار کھڑی تھی اور ایک جانب لوہے کی جالی کا دروازہ تھا
سیاہ پوش نے چابی لگا کر جالی دار دروازہ کھولا۔ اندر ایک
صندوق پڑا تھا۔ صندوق کو کھول کر ڈھکنا اوپر اٹھایا
ماریا کو کسی اژدہا کی زبردست پھنکار سنائی دی۔ سیاہ
پوش نے سفید رومال نکال کر صندوق کے اوپر لہرا کر کہا

"پیاری ہیلن، یہ میں ہوں، تمہارا دوست۔ آج میں
نے تمہارے لیے ایک بڑا لذیذ شکار پکڑا ہے۔ لو یہ پچھلے
شکار کا مغز کھا کر ختم کرو۔ کل سے تمہیں نئے شکار کا مغز
کھلاؤں گا۔ آؤ۔ آؤ باہر۔ اپنے پیارے پیارے بچوں
بھی لے آؤ۔"

ماریا نے دیکھا کہ صندوق میں سے سبز اور سیاہ رنگ
ایک بہت بڑا اژدہا جس کی موٹائی ہاتھی کی سونڈ سے بھی دوگنی
بڑی تھی۔ باہر نکلنے لگا۔ اس کے ساتھ دس بارہ اسی
رنگ کے بڑے بڑے سانپ بھی باہر نکلنا شروع ہو گئے
سیاہ پوش ان کے درمیان بیٹھ گیا اور پیالی میں سے انسانی
مغز چمچ سے نکال نکال کر انہیں کھلانے لگا۔

ماریا کانپ اٹھی۔

یہ خونی درندوں سے بھی بڑھ کر انسانی درندہ تھا
خوب صورت نوجوان لڑکیوں کو کوچوان ہنری کی مدد سے

بے ہوش کر کے یہاں لاتا تھا اور پھر ان کا مغز نکال کر
نی اژدہا ناگن ہیلن اور اس کے بچوں کو کھلاتا تھا۔ نہ
نے یہ اب تک کتنی معصوم لڑکیوں کا خون کر چکا تھا۔
دہا اپنا گول منہ کھول کر بڑے مزے سے خوب صورت
کی کا مغز کھا رہا تھا۔

سیاہ پوش باری باری سب سانپوں کے منہ میں چمچ
مغز ڈال کر انہیں کھلا رہا تھا۔ سانپ اس کے
منے پھن اٹھائے منہ کھولے کھڑے تھے اور انسان کا
کھا کر جھوم رہے تھے۔ ماریا نے محسوس کیا کہ اژدہا
ایک بار اپنا بھاری سر اوپر اٹھا کر چھت کی طرف
کر کے دو تین بار زبان لہرائی۔ پھر جدھر ماریا کھڑی تھی،
طرف منہ کر کے زبان لہرائی اور ہلکی سی پھنکار ماری
۔ ماریا کے جسم میں ناگ کے ساتھ ہزاروں سال رہنے
وجہ سے اس کی بُو آنے لگی تھی۔ لیکن ناگ سے جُدا
نے کے بعد اس بُو میں کمی آ جاتی تھی۔ پھر بھی بڑے
اس بو کو بھی محسوس کر لیتے تھے؛ چنانچہ اس آدم خور
نے بھی ناگ کی خاص بُو کو محسوس کر لیا تھا، جس
بڑی ہی مدھم اور ہلکی ہلکی لہریں ماریا کے جسم سے اٹھ
رہی تھیں۔

ماریا نے اژدہا سے بات کرنے کی کوشش کی جس طرح
عنبر اور ناگ کیا کرتے تھے۔ اس نے اژدہا کی طرف دیکھتے
ہوئے ایک جملہ لہروں کی شکل میں اس کی طرف پھینکا کہ
اس سیاہ پوش کا مغز کیوں نہیں کھاتے۔ مگر اس اژ
پر انسانی گوشت کھا کھا کر چربی کی ایک موٹی تہہ چڑھ
تھی جس نے ماریا کے دماغ سے نکل کر اس کے جسم سے
ٹکرانے والی لہروں کو بالکل محسوس نہ کیا۔

سیاہ پوش جب سانپوں کو پیالی والا سارا مغز
چکا تو سانپ ایک ایک کرکے بڑے اژدہا کے ساتھ صند
میں چلے گئے۔ سیاہ پوش نے صندوق بند کر دیا۔ جنگلے
نکل کر باہر تالا لگایا اور واپس اپنے کمرے میں آگیا
آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ یہاں اس نے ہاتھ
دھوئے۔ ایک کتاب لے کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کھڑکی
بھاری پردہ گرا ہوا تھا۔ لیمپ جل رہا تھا۔ سیاہ پو
نے دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی رسی کو کھینچا۔ یہ نوکر
بلانے کی گھنٹی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھول کر
دبلی پتلی سی ادھیڑ عمر کی عورت اندر آگئی۔ اس نے
ادب سے پوچھا:

"یس ماسٹر۔"

سیاہ پوش نے کہا:

"میرا دودھ لے آؤ۔"

نوکرانی چلی گئی۔ سیاہ پوش کتاب پڑھتا رہا۔ نوکرانی
دودھ کا گلاس اس کے پاس رکھ کر چلی گئی۔ سیاہ پوش
دودھ کا ایک ایک گھونٹ کرکے پینے لگا۔ پھر اس نے کتاب
بند کرکے شیلف میں واپس رکھی۔ میز کا دراز کھول کر اس
میں سے ایک چمڑے کا بریف کیس نکال کر کھولا۔ ماریا نے
اسے کو جھک کر دیکھا۔ اس میں ڈاکٹروں کے آپریشن کرنے
والے اوزار تھے۔ گوشت کاٹنے والی چھریاں، چاقو، ہڈی
کاٹنے والی تیز آریاں۔

گویا یہ خبیث شیطان اس نیلی آنکھوں والی لڑکی کی کھوپڑی
کاٹ کر مغز نکالنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ آپریشن کے
آلات والا بریف کیس بند کرکے سیاہ پوش نے ایک طرف
رکھ دیا۔ وہ کرسی پر سے اٹھ کر بیڈ روم کے پچھلے کمرے
سیڑھیاں اتر کر ایک اور تہہ خانے میں آگیا۔ یہاں ماریا
کو بڑی زبردست بدبو محسوس ہوئی۔ اس نے رومال ناک پر رکھ
لیا۔ کم بخت سیاہ پوش کو ذرا بھی بو کا احساس نہیں ہو رہا تھا
تہہ خانے میں اندھیرا تھا۔ سیاہ پوش نے موم بتی روشن کی
ماریا کے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔

یہاں دیوار کے ساتھ ساتھ کئی انسانی پنجر لٹکے ہوئے تھے
ان سب کی کھوپڑیوں کے آدھے اوپر والے پیالے غائب
تھے — یہ ان معصوم لڑکیوں کے ڈھانچے تھے جن کے دماغ
اس خبیث شیطان نے اپنے سانپوں کو کھلا دیے تھے۔
ماریا کا جی چاہا کہ وہ اس شیطان کا اسی وقت گلا گھونٹ
ڈالے — سیاہ پوش نے ایک الماری میں سے دوائی کی بوتل
نکال کر جیب میں رکھی اور موم بتی بجھا کر باہر آگیا — اپنے
کمرے میں آکر اس نے آپریشن کے اوزاروں کو سفید کپڑے
سے چمکانا شروع کر دیا —

گویا وہ آپریشن کی تیاری کر رہا تھا —

ماریا نے اسے اسی جگہ چھوڑا اور سیڑھیاں اُتر کر اس
تہہ خانے کی طرف آگئی، جہاں نیلی آنکھوں والی لڑکی سٹریچر
پر بندھی پڑی تھی۔

دروازے میں سے گزرنے کے لیے اسے تالا کھولنے
یا دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں تھی — وہ اپنے آپ آواز
ہوا کی طرح لوہے کے بند دروازے میں سے گزر کر نکل
وہ چھوٹے سے آپریشن روم میں آگئی۔ نیلی آنکھوں والی
سٹریچر پر بے ہوش پڑی تھی، مگر اب اُسے کچھ کچھ ہوش
رہا تھا — وہ کسی وقت آہستہ سے ہونٹ کھول کر مدھم

آواز نکال کر کسی کو آواز دینے کی کوشش کرتی تھی — ماریا
اس کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔

سیاہ پوش نے لڑکی کی ٹوپی اُتار کر تپائی پر رکھی ہوئی
تھی — لڑکی کے بھورے بال سٹریچر سے نیچے لٹکے ہوئے
تھے — ماریا نے کان لگا کر سُنا — لڑکی شاید اپنی ماں کو
بلا رہی تھی —

"ماما — ماما"

ماریا کو اس بھولی بھالی لڑکی پر بے حد ترس آیا —
اگر اتفاق سے ماریا اس گاڑی میں سوار نہ ہوتی تو
لڑکی زندہ نہیں بچ سکتی تھی — ماریا لڑکی کے جسم
کے ساتھ بندھے ہوئے چمڑے کے تسمے کھولنے لگی — ابھی
اس نے بازوؤں کے تسمے ہی کھولے تھے کہ دروازے کا
تالا کھلنے کی آواز آئی — ماریا رُک گئی — دروازہ کھلا اور
سیاہ پوش کی دُبلی پتلی ادھیڑ عمر کی نوکرانی پانی سے بھرا ہوا
جگ اور تام چینی کا ٹرے لے کر اندر داخل ہوئی — یہ
چیزیں اُس نے سٹریچر کے پیچھے دیوار کے ساتھ لگے میز
پر رکھ دیں اور واپس جانے لگی تو اس کی نظر لڑکی کے
کھلے ہوئے بازو کے تسمے پر پڑ گئی — وہ جلدی سے سٹریچر
کے پاس آئی اور تعجب سے دیکھنے لگی کہ یہ تسمے کس نے

کھول ڈالے ہیں ۔
لڑکی کو ہوش آ رہا تھا — اُس نے آہستہ سے کہا:

"ماما — ماما —"

دُبلی عورت بولی:

"ماما کو بھول جاؤ — تم چند گھڑیوں کی مہمان ہو۔"

عورت نے تیزی سے اس کے کھلے تسمے پھر سے کس کر باندھ دیے ۔ ساتھ ساتھ وہ ایک نیم پاگل عورت کی طرح بولے بھی جا رہی تھی —

"یہ تسمے کس بھوت نے آ کر کھول دیے تھے ۔ تم تو بے ہوش تھیں ۔ تم نہیں کھول سکتیں ۔ بس اور تھوڑی دیر سانس لے لے ، پھر تیرا مغز —"

اس کے بعد وہ چُپ ہو گئی — نیلی آنکھوں والی لڑکی پوری طرح ہوش میں آ چکی تھی ۔ اس نے جو اپنے آپ کو سٹریچر پر بندھے ہوئے دیکھا تو گھبرا کر بولی:

"میں کہاں ہوں ؟ مجھے سٹریچر پر کیوں باندھا گیا ہے ! تم کون ہو ؟ یہ کونسی جگہ ہے ؟"

عورت نے اُسے جھڑک کر کہا:

"بکواس بند کرو لڑکی — تم جہاں آ چکی ہو، اب یہاں سے تمہاری روح ہی نکل کر باہر جائے گی۔"

لڑکی کا رنگ زرد ہو گیا تھا ۔ خوف سے اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے —

"تم لوگ کون ہو ؟ یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے ؟ میں — میں تو لندن اپنی آنٹی کے پاس جا رہی تھی — گھوڑا گاڑی مجھے کہاں لے آئی ہے ؟"

دُبلی عورت نے لڑکی کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے بلّی کی طرح غرّا کر کہا:

"اس سے پہلے بھی جو لڑکیاں یہاں آئی تھیں، وہ بار بار یہی سوال پوچھتی تھیں ، مگر آج اُن کے ڈھانچے اور آدھی کٹی ہوئی کھوپڑیاں تہ خانے میں پڑی ہیں ۔"

اور وہ عورت ایک شیطانی قہقہہ لگا کر ہنسی اور بطخ کی طرح مٹک مٹک کر چلتی کمرے سے باہر نکل گئی — باہر سے اس نے دروازہ بند کر کے تالہ لگا دیا — اس سیاہ دیواروں والے جہنمی تاریک کمرے میں ایک دردناک خاموشی چھا گئی ۔ پھر اس خاموشی میں نیلی آنکھوں والی لڑکی کی سسکیاں بھر کر رونے کی آواز آنے لگی — اس آواز نے کمرے کی ماتمی فضا کو اور زیادہ دردناک بنا دیا ۔ ماریا سوچنے لگی کہ اُسے کیا کرنا چاہیے — اُسے اپنا کام کہاں سے شروع کرنا چاہیے — کیونکہ وہ اس ڈرامے کو کافی دیر تک تماشائی

بن کر دیکھ چکی تھی — اب اس کے حملہ کرنے کا وقت آگیا
تھا — کیا وہ لڑکی سے بات کرے؟ کہیں وہ خوف زدہ
نہ ہو جائے — ماریا اپنی موجودگی کے بارے میں کسی کو نہیں
بتانا چاہتی تھی، مگر وہاں کچھ مجبوری دکھائی دے رہی تھی۔
نیلی آنکھوں والی لڑکی سے بات کیے بغیر کوئی چارہ نہیں
تھا —
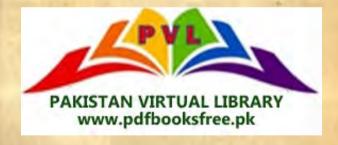
سیاہ پوش کی موت

ماریا لڑکی سے بات کرنے ہی لگی تھی کہ تالہ کھلنے کی آواز
آئی —

وہ ذرا رُک گئی — دروازہ کھول کر سیاہ پوش اندر آگیا۔
لڑکی نے اسے دیکھتے ہی چیخ ماری اور روتے ہوئے کہا:
"تم کون ہو؟ مجھے یہاں کیوں باندھ رکھا ہے؟"
سیاہ پوش نے گھبرا کر لڑکی کو دیکھا —
"تمہیں — تمہیں ہوش آگیا ہے؟"
بجلی کی تیزی کے ساتھ ماریا کے دیکھتے دیکھتے اس سیاہ
پوش نے جیب سے بے ہوش کرنے والی دوائی نکال کر زبردستی
لڑکی کے ناک پر لگا دی — لڑکی ایک بار تڑپی اور پھر
بے ہوش ہو گئی — سیاہ پوش نے جلدی جلدی تسمے کھول کر
لڑکی کا کوٹ اُتار کر پرے پھینکا اور اس کے اوپر الماری
میں سے سفید چادر نکال کر اس کے سارے جسم کو ڈھانپ
دیا — پھر چادر کے اندر ہاتھ ڈال کر اس کے تسمے کس کر

باندھ دیے — وہ لڑکی کے سر کی طرف آگیا — اس نے بے
ہوش لڑکی کے سر پر ماتھے سے نیچے تک ایک سفید ٹوپی پہنا
دی۔ اب صرف لڑکی کا ماتھے سے اُوپر اُوپر سر ہی ننگا تھا۔
اس نے جلدی سے اس کے سارے بال کاٹ ڈالے — ماریا
حملہ کرنے کے لیے تیار ہو چکی تھی — اس نے ہر حالت میں
لڑکی کو اس وحشی درندے سے بچانا تھا —

سیاہ پوش اس کام سے فارغ ہو کر پیچھے ہٹ کر کھڑا
ہو گیا — اس نے جیب سے رومال نکال کر اپنے منہ پر آیا
ہوا پسینہ پونچھا اور باہر نکل گیا — ماریا اس کو قابو کرنے کے
بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ وہ چلا گیا — جاتے ہوئے
باہر سے اس نے دروازے پر تالا نہیں لگایا تھا — ماریا کے
سامنے سٹریچر پر لڑکی اس طرح بندھی پڑی تھی کہ سوائے اس
کے کٹے ہوئے بالوں والے سر کے، جسم کا اور کوئی حصہ دکھائی
نہیں دے رہا تھا — اس کے منہ پر ایسی ٹوپی چڑھا دی گئی
تھی جو سر کے درمیان سے کھلی تھی — یہ گویا لڑکی کی کھوپڑی
کاٹ کر اس کا مغز نکالنے کی پوری تیاری ہو چکی تھی —
ماریا سیاہ پوش کا انتظار کرنے لگی کہ وہ آئے تو اس
کو قابو میں کر کے تمام پہلے کی قتل کی گئی لڑکیوں کا اس سے
بدلہ لیا جائے —

ماریا کو کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی — ماریا ہوشیار
ہو گئی — دروازہ کھلا اور وہی دُبلی پتلی مکار بڑھیا اندر داخل
ہوئی جو ہر لڑکی کی کھوپڑی کاٹنے میں — سیاہ پوش کی
مدد کیا کرتی تھی — اور یوں ہر قتل میں اس کی برابر کی
شریک ہوتی تھی، وہ اگر چاہتی تو لڑکیوں کو وہاں سے بھگا سکتی تھی۔ مگر اس نے
کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُلٹا بدقسمت لڑکیوں کو یہ کہہ کر اذیت دیا کرتی تھی کہ فکر
نہ کرو، ابھی تمہاری رُوح یہاں سے نکل جائے گی — ابھی
تمہاری کھوپڑی کاٹ کر تہہ خانے میں پھینک دی جائے گی۔
اس لیے یہ عورت بھی قاتل تھی —

اسے دیکھ کر ماریا کے ذہن میں ایک انوکھا خیال بجلی
کی طرح چمکا — وہ مسکرائی — یہ بڑا ہی دلچسپ خیال تھا —
عورت کے ہاتھ میں آپریشن کے اوزاروں والا طشت تھا۔ یہ
طشت اس نے تپائی پر رکھا اور واپس مڑی کہ دروازے سے
نکل کر باہر چلی جائے —

دروازے میں ماریا کھڑی تھی جسے وہ قاتل عورت نہیں
دیکھ سکتی تھی — ماریا نے اس عورت کی کنپٹی پر پورے زور
سے ایک بھرپور مکا مارا — عورت چکرا کر گری اور بے
ہوش ہو گئی۔

ماریا نے بڑی پھرتی سے بے ہوش لڑکی کے اوپر سے

چادر کھینچ کر پرے پھینکی — تسمے کھول کر اسے سٹریچر سے اُتار کر نیچے فرش پر رکھا — اس کی جگہ قاتل عورت کو سٹریچر پر لٹا کر تسمے کس کر باندھے — اس کے اوپر سفید چادر ڈال کر سارا جسم ڈھانپا — پھر طشت میں سے قینچی اٹھا کر اس کی کھوپڑی کے بال کاٹے — لڑکی کے منہ پر ڈالی ہوئی بند ٹوپی اتار کر عورت کے منہ پر پہنا دی اور گردن کے اوپر والا تسمہ بھی کس کر باندھ دیا —

اب ماریا کے سامنے ویسے ہی قاتل عورت چادر اور ٹوپی کے نقاب کے اندر بے ہوش پڑی تھی جس طرح تھوڑی دیر پہلے نیلی آنکھوں والی لڑکی پڑی تھی — اس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا — صرف کھوپڑی ننگی تھی۔ نیلی آنکھوں والی لڑکی فرش پر پڑی تھی — ماریا نے جلدی سے بے ہوش لڑکی کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا — ماریا کے کندھے پر آتے ہی لڑکی بھی ماریا کے ساتھ ہی غائب ہو گئی کیونکہ زمین سے وہ اوپر اُٹھ آئی تھی اور اس کے پاؤں زمین سے نہیں ٹکرا رہے تھے — ماریا دروازے میں سے نکل کر دوسرے کمرے میں آ گئی — یہاں موم بتی جل رہی تھی — ماریا نے لڑکی کو کندھے پر اُٹھا رکھا تھا، وہ اسے کسی محفوظ جگہ پر لے جانا چاہتی تھی — اس کمرے سے آگے سیڑھیاں تھیں جو اوپر

منزل کو جاتی تھیں — ماریا اوپر آ گئی — پھر وہ مکان کی ڈیوڑھی سے گزر کر باہر کھلی فضا میں آ گئی۔ یہاں آ کر اس نے پہلی بار دیکھا کہ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ سرد ہوا چل رہی تھی —

ماریا لڑکی کو کندھے پر اٹھائے ہوئے مکان کے عقب میں آ گئی۔ یہاں ایک ٹوٹی ہوئی چھت والا پُرانا گیراج بنا ہوا تھا۔ یہاں شاید کسی زمانے میں گھوڑا گاڑی رکھی جاتی تھی — گاڑی کے دو بڑے بڑے پہیے دیوار کے ساتھ لگے تھے — فرش پر گھاس کا ڈھیر پڑا تھا — ماریا نے نیلی آنکھوں والی بے ہوش لڑکی کو گھاس پر لٹا دیا — اس کے اوپر بھی خشک گھاس ڈال دی تاکہ اُسے سردی نہ لگے۔ یہاں اندھیرا تھا —

اس کام سے فارغ ہو کر ماریا تیزی سے واپس تہہ خانے میں آ گئی — قاتل نوکرانی اسی طرح سٹریچر پر تسموں میں بندھی بے ہوش پڑی تھی — اس کا سارا جسم ماتھے سے لے کر نیچے پاؤں تک چادر میں ڈھکا ہوا تھا۔ اُسے دیکھ کر کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ نوکرانی یعنی قاتل عورت ہے اور نیلی آنکھوں والی لڑکی نہیں ہے —

اتنے میں سیاہ پوش کے قدموں کی آواز آئی — دروازہ کھلا اور سیاہ پوش اندر داخل ہوا — اس نے سفید ڈاکٹروں

والا لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔ منہ پر بھی آپریشن کرنے والے
ڈاکٹروں ایسی سفید پٹی بندھی تھی۔
وہ آپریشن کرنے کے لیے تیار ہو کر آیا تھا۔ اس نے آتے
ہی اوزاروں والی میز پر سے ایک باریک آری اٹھائی اور قاتل
نوکرانی کے سرہانے کی طرف آگیا۔ کمرے میں لیمپ جل رہا
تھا۔ اس کی روشنی زیادہ تر قاتل عورت کے سر پر پڑ رہی
تھی۔ سیاہ پوش شہتیر کے سرہانے کی طرف سٹول پر بیٹھ گیا
اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ جس عورت کی وہ کھوپڑی کاٹنے لگا
ہے۔ وہ نیلی آنکھوں والی لڑکی نہیں، بلکہ خود اس کی نوکرانی
ہے۔
سیاہ پوش کی آنکھوں میں درندوں ایسی چمک آگئی تھی۔
اس نے تیز دندانوں والی آری کو سیدھے رُخ نوکرانی کے
ماتھے سے ذرا اوپر رکھا اور پھر پوری طاقت سے اُسے آگے
پیچھے چلانے لگا جس طرح کوئی ترکھان لکڑی کاٹتا ہے
خون نکل نکل کر اس کے ہاتھوں پر سے ہوتا ہوا اس
سفید کوٹ اور فرش پر گرنے لگا۔
سیاہ پوش پورا درندہ بن چکا تھا۔ وہ کسی وحشی جانور
کی طرح آری چلا رہا تھا۔ کھوپڑی ماتھے پر سے کٹ چکی
اور اس کے اندر سے اب سفید سفید دماغ کا گودا خون کے

ساتھ باہر نکلنے لگا تھا۔ سیاہ پوش نے رومال سے ماتھے پر سے
خون صاف کیا۔ گودے کو چمچ سے اٹھا کر پیالے میں
ڈالا اور دوسرے رُخ سے آری چلانا شروع کر دی۔
کھوپڑی میں آری چلنے کی گھر گھر کی آواز آ رہی تھی۔
ثریا خاموشی سے یہ خونی منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ دل ہی دل
میں خوش ہو رہی تھی کہ ایک قاتل عورت دوسرے قاتل
کے ہاتھوں اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ رہی تھی۔
سیاہ پوش کو ابھی تک یہی معلوم تھا کہ وہ نیلی آنکھوں والی
لڑکی کی کھوپڑی کاٹ رہا ہے۔ وہ زور شور سے اپنے کام
میں لگا ہوا تھا۔ اس کے ماتھے سے پسینے کے قطرے ٹپکنے
لگے تھے۔ کھوپڑی پوری کٹ چکی تو سیاہ پوش نے لپک کر
ٹرے میں سے ایک ہتھوڑی اٹھائی اور نوکرانی کے ماتھے پر
ایک طرف آہستہ سے ماری۔
قاتل عورت کی آدھی کھوپڑی آدھے کٹے ناریل کی
طرح اس کے ہاتھ میں آگئی۔ عورت کا سارا دماغ اخروٹ
کے گودے کی طرح اس کے بغیر کھوپڑی کے سر پر ہی لگا
رہ گیا تھا۔ اس میں سے سفید سفید مادہ سرخ خون کے ساتھ
نکل رہا تھا۔ سیاہ پوش مشین کی طرح کام کر رہا تھا۔
اس نے ہتھوڑی پھینک کر ایک بڑا پیالہ اور چمچ اٹھا لیا۔

پھر عورت کے دماغ کو سارے کا سارا کھرچ کر پیالے میں ڈال لیا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ قاتل عورت کے سر کا باقی آدھا حصّہ بالکل خالی ہو چکا تھا۔ اس کا سفید سفید دماغ پیالے میں پڑا تھا۔

سیاہ پوش نے پیالہ تپائی پر رکھ کر پسینہ پونچھا۔ گیلے تولیے سے ہاتھ منہ پر لگے ہوئے خون کے چھینٹے صاف کیے۔ وہ سفید کوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا جس پر قاتل عورت کے خون کے بڑے بڑے دھبے پڑے ہوئے تھے۔

آپریشن ختم ہو چکا تھا۔ سیاہ پوش اپنی کامیابی پر بڑا خوش تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔ ایک قاتل نے دوسرے قاتل کو ہلاک کر دیا تھا۔

ماریا اب اس ڈرامے کا آخری چونکا دینے والا سین دیکھنے کا انتظار کر رہی تھی۔ آخر وہ سین بھی شروع ہو گیا۔ سیاہ پوش عورت کے جسم سے چادر اتارنے لگا۔ لیمپ کی مدھم روشنی میں دُبلی نوکرانی کا جسم سٹریچر پر صاف نظر آنے لگا۔ سیاہ پوش کو ایک جھٹکا سا لگا۔ چادر اس کے ہاتھ میں پکڑی رہ گئی۔ چادر ایک طرف پھینک کر وہ تیزی سے عورت کے منہ کی طرف آیا اور اس کے منہ پر پڑا ہوا خون آلود نقاب اتار کر پرے پھینک دیا۔

اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔

وہ خوف زدہ سا ہو کر پیچھے دیوار کے ساتھ لگ گیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے سٹریچر کو دیکھنے لگا، جس پر اس کی پرانی اور وفادار نوکرانی کی بغیر کھوپڑی کے خون آلود لاش پڑی تھی۔

"اف میرے خدا، یہ میں نے کیا کر دیا۔ یہ کیسے ہو گیا۔ لڑکی کہاں چلی گئی؟ اسے یہاں کس نے باندھا؟"

سیاہ پوش دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے اپنے آپ تکلیف دہ انداز سے بڑبڑا رہا تھا۔ یہ وہ سوال تھے جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور جس کا جواب اس کے پاس ماریا کی شکل میں تھا، مگر جسے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ماریا اس کی حالت دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، لیکن ابھی اس کا اپنا انجام باقی تھا۔ ماریا کا نہیں، بلکہ سیاہ پوش قاتل کا جس کی گردن پر نہ جانے کتنی بھولی بھالی لڑکیوں کا خون تھا۔ اب اس کی باری تھی۔ ماریا اسے چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتی تھی تاکہ پھر کوئی معصوم لڑکی اس کی درندگی کا شکار نہ ہو۔

سیاہ پوش پاگلوں کی طرح سارے گھر اور تہ خانوں میں نیلی آنکھوں والی لڑکی کو تلاش کرنے لگا۔ اسے یقین نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنے آپ سٹریچر سے اُٹھ کر بھاگ سکتی ہے۔

کسی نے ضرور اس کی مدد کی ہے اور اس کی جگہ نوکرانی کو بے ہوش کرکے سٹریچر پر ڈال دیا ہے — مگر وہ پُراسرار شخص کون تھا ؟

سیاہ پوش اپنے کمرے میں آکر سر پکڑ کر بیٹھ گیا — وہ کچھ ڈرا ڈرا سا بھی تھا — اسے وہم سا ہونے لگا تھا کہ مکان کے اندر کوئی بد روح گھس آئی ہے — ماریا اس کے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی — اس وقت بھی وہ اس کے قریب ہی تپائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی اور مزے لے لے کر سیاہ پوش قاتل کی ذہنی پریشانی کا لطف اٹھا رہی تھی —

ماریا آہستہ آہستہ اپنی ٹانگیں ہلا رہی تھی — اچانک اس کا ہاتھ لگنے سے تپائی پر رکھا ہوا چینی کا بڑا گلدان فرش پر گر کر ٹوٹ گیا — اس کے چھناکے کی آواز پر سیاہ پوش قاتل گھبرا کر کھڑا ہو گیا —

"کون ہے — کون ہے کمرے میں ؟"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا — وہ اس سے کھیل رہی تھی، جس طرح بلی کبھی کبھی چوہے سے کھیلا کرتی ہے۔ سیاہ پوش اٹھ کر میز کے پاس آ گیا — جھک کر گلدان کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا —

ماریا آہستہ سے اُٹھ کر سیاہ پوش کے پلنگ کے پاس آ

گئی — وہاں اس کا خون سے بھرا ہوا سفید کوٹ کونے میں پڑا تھا — ماریا نے اسے اٹھا کر زور سے سیاہ پوش کے منہ پر دے مارا۔ سیاہ پوش خوف زدہ ہو کر پیچھے کو گرا۔ اسے پسینہ آ گیا — وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے پلنگ کی طرف تک رہا تھا کیونکہ کوٹ اسی طرف سے آیا تھا۔ اس نے خشک لرزتی آواز میں کہا :

"کہ — کہ — کون ہو تم ؟"

ماریا نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا — وہ آرام کرسی کی طرف آ گئی — یہاں میز پر سیاہ پوش کی چاندی کی موٹھ والی چھڑی پڑی تھی —

سیاہ پوش نے دیکھا کہ چھڑی اچانک غائب ہو گئی ہے — چھڑی ماریا نے اٹھالی تھی — پھر چھڑی بڑے زور سے اس کی گردن پر آ کر پڑی — سیاہ پوش کی چیخ نکل گئی اور چھڑی دو ٹکڑے ہو کر فرش پر گر پڑی — سیاہ پوش اب غصے میں آ گیا — اس کی مونچھیں پھڑکنے لگیں — وہ چلایا —

"تم اگر بھوت ہو تو سُن لو — میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا — میرے پاس ایک ایسا عمل ہے جس کو پڑھ کر میں تمہیں جلا کر راکھ کر دوں گا — نہیں تو بتاؤ تم کون ہو !"

اب ماریا نے زبان کھولی اور کہا :

"سنو، میں اس لڑکی کی روح ہوں جسے تم نے پچھلے ہفتے قتل کرکے اس کا دماغ اژدہا اور اس کے بچّوں کو کھلا دیا تھا۔"

سیاہ پوش نے کہا:

"تم — تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟"

ماریا نے کہا:

"کچھ نہیں لینے آئی — صرف تمہارا دماغ کھوپڑی میں سے نکال کر تمہارے سانپوں کو کھلانے آئی ہوں۔"

سیاہ پوش کا رنگ سفید پڑ گیا —

"تو — تو کیا تم نے — ؟"

ماریا نے اس کی بات کاٹ کر کہا:

"ہاں، میں نے ہی نیلی آنکھوں والی لڑکی کو غائب کرکے اس کی جگہ تمہاری ساتھی قاتل نوکرانی کو سٹریچر پر لٹا دیا تھا —

سیاہ پوش کمرے میں اُس طرف دیکھ رہا تھا جدھر سے اُسے ماریا کی آواز آ رہی تھی — وہ اب بھی روح پر رُعب ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا کہ شاید روح اس کی باتوں سے ڈر کر بھاگ جائے —

مگر یہ روح بھاگنے والی شے نہیں تھی — یہ ماریا تھی جس

ہمیشہ ظالم لوگوں سے اُن کے ظلم کا بدلہ لیا تھا اور نیک دل لوگوں کی اپنی جان مصیبت میں ڈال کر بھی مدد کی تھی — سیاہ پوش ایک بار پھر رعب دار آواز میں بولا:

"سُن اے روح، تم سے پہلے میں کئی لڑکیوں کو قتل کر کے اُن کے دماغ سانپوں کو کھلا چکا ہوں - ان کی روحیں بھی مجھ سے انتقام لینے آئی تھیں — مگر میں نے اپنا خاص عمل پڑھ کر انہیں اپنے تہہ خانے کے اندھے کنوئیں میں ہمیشہ کے لیے بند کر دیا — میں تمہیں خبردار کرتا ہوں — اگر تو اپنی خیریت چاہتی ہے تو یہاں سے بھاگ جا — نہیں تو تمہارا بھی دوسری روحوں جیسا انجام ہوگا۔"

ماریا جانتی تھی، یہ بکواس کر رہا ہے — وہ اس کی دھمکیوں کی بھلا کیا پروا کرتی تھی — اس نے مسکرا کر کہا:

"سُن اے قاتل درندے، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے — اب تو اپنی کھوپڑی کا آپریشن کروانے کے لیے تیار ہو جا — کیونکہ تمہارے سانپ بڑے بھوکے ہیں اور وہ تمہارے گرم گرم، نرم نرم بدکردار دماغ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

اب تو سیاہ پوش کچھ گھبرایا، کیونکہ روح پر اُس کی دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا — وہ وہاں سے بھاگنے کی

بارے میں سوچنے لگا — اُس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ
آدھا کھلا تھا — ماریا بھی سمجھ گئی کہ وہ فرار ہونے کا پروگرام
بنا رہا ہے — اُس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا :
"تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ تمہارے سامنے صرف
ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ یہاں سے سیدھا تمہارے تہہ
خانے کو جاتا ہے۔ جہاں سٹریچر اور آپریشن کے اوزار چاقو
چھریاں اور آریاں تمہاری کھوپڑی کا انتظار کر رہی ہیں"
سیاہ پوش کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی — وہ کیا کرے؟
کدھر سے بھاگے ، اس رُوح سے کیسے جان چھڑائے — کمرے کی
کھڑکی بھی اندر سے بند تھی — ماریا اب اس کو زیادہ مہلت
نہیں دینا چاہتی تھی ، کیونکہ خطرہ تھا کہ اُسے فرار ہونے کا
موقع نہ مل جائے — اُس نے آخری حملہ کرنے کا فیصلہ کیا
ور سیاہ پوش کے پیچھے آگئی — سیاہ پوش کے گاؤن میں
سے ریشمی ڈوری نکالی اور پیچھے سے سیاہ پوش کے دونوں
بازو پکڑ لیے — یہ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ سیاہ پوش
ایسا بھاری بھرکم آدمی بھی بے بس ہو کر رہ گیا۔ اُسے یوں
محسوس ہونے لگا جیسے اس کے دونوں بازو کسی نے لوہے
کے شکنجے میں جکڑ دیے ہیں — پھر بھی اس نے اپنے جسم کی
ساری طاقت لگا کر ایک زور دار جھٹکا دیا اور ماریا کی گرفت

سے آزاد ہو گیا —
چوہا بلی کے پنجے سے نکل گیا تھا۔
سیاہ پوش کمرے کے دروازے کی طرف بھاگا — ماریا
چھلانگ لگا کر اس کے آگے آگئی — اس نے ریشمی رسی
سیاہ پوش کی گردن میں ڈال کر بل دینے شروع کر دیے
سیاہ پوش نے دونوں ہاتھوں سے رسی کو پیچھے کرنے کی جدو
جہد شروع کر دی۔
لیکن ماریا کا حملہ بڑا کامیاب اور درست رہا تھا —
رسی سیاہ پوش کی گردن میں دھنستی چلی گئی — اس کی
آنکھیں باہر کو اُبل آئیں — ماریا اُسے کھینچتی ہوئی سیڑھیوں
میں لے آئی — پھر اسے تہہ خانے کے برآمدے میں سے
گھسیٹتی ہوئی آخر اس تہہ خانے میں لے آئی ، جہاں سٹریچر
پر ابھی تک قاتل نوکرانی کی آدھے سر والی لاش پڑی
تھی
سیاہ پوش پوری طاقت خرچ کر کے بھاگنے کی کوشش
کر رہا تھا ، مگر گردن کے پھندے نے اُسے بے بس کر دیا
تھا — ماریا نے اسے دھکا دے کر فرش پر منہ کے بل گرا
دیا۔ اس کے ساتھ ہی ماریا نے ریشمی رسی سے سیاہ پوش
کے دونوں پاؤں جکڑ دیے — وہ اچھل اچھل کر ہاتھ پاؤں

چلانے لگا —

ماریا نے کہا :

" اب کوئی فائدہ نہیں ہے — جو سلوک تم دوسروں کے ساتھ کرتے تھے — وہی سلوک اب تمہارے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے "

سیاہ پوش نے کہا :

" اے رُوح، مجھے معاف کر دے — آئندہ سے میں نیک زندگی بسر کروں گا "

ماریا نے کہا :

" تمہارا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا — تم ایک کمینے اور ظالم جلاد ہو — اگر تمہیں چھوڑ دیا گیا تو قیامت کے دن مجھ سے ان لڑکیوں کی روحیں جنہیں تم نے یہاں لا کر مار ڈالا، ضرور سوال کریں گی کہ میں نے ان کا بدلہ کیوں نہیں لیا اور میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ اس لیے تمہارے ساتھ رحم نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ تم نے کسی پر رحم نہیں کیا "

ماریا نے جلدی سے اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر پیچھے کھینچا اور رسی سے جکڑ ڈالے — سیاہ پوش بے بس ہو کر فرش پر پڑا تھا — ماریا نے عورت کی لاش کو سٹریچر سے

اٹھا کر کونے میں پھینکا اور سیاہ پوش کو یوں اٹھا کر سٹریچر
ڈال دیا جس طرح کوئی فرش پر سے پنسل اٹھا کر میز پر
رکھتا ہے۔ ماریا نے اپنی پوری طاقت کو بیدار کر لیا تھا
سیاہ پوش تڑپ رہا تھا، اچھل رہا تھا اور بھاگنے کے لیے
جدوجہد کر رہا تھا، مگر ماریا کی گرفت سے نکلنا آسان
بات نہیں تھی — ماریا نے بڑی تیزی سے سیاہ پوش کو سٹریچر
پر چمڑے کے تسموں سے خوب کس دیا۔

ماریا نے کہا :

" اسی طرح تم معصوم لڑکیوں کو بے ہوش کر کے بے بس
کر دیا کرتے تھے — مگر میں تمہیں بے ہوش نہیں کروں
گی۔ تمہاری کھوپڑی زندہ حالت میں کاٹوں گی "

سیاہ پوش نے چیخ مار کر کہا :

" خدا کے لیے ایسا نہ کرنا، مجھے بے ہوش کر دو
میرے سر پر ہتھوڑا مار کر مجھے بے ہوش کر دو — مجھے
بڑا عذاب نہ دو "

ماریا نے کہا :

" تم نے آج تک کسی پر رحم نہیں کھایا — تم نے
جانے کیسے کیسے گھروں کی بھولی بھالی لڑکیوں کی زندگیوں
چراغ گل کر دیے — تم پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

آپریشن کے لیے تیار ہو جاؤ — میں تمہارے سر پر ٹوپی بھی
نہیں ڈالوں گی —"

سیاہ پوش تڑپ تڑپ کر سٹریچر سے اُٹھنے کی کوشش
کرنے لگا، مگر چمڑے کے تسمے بڑے مضبوط تھے اور وہ
ایک منہ زور گھوڑے کی طرح بندھا ہوا تھا — ماریا نے کسی
ماہر سرجن کی طرح ٹرے میں سے آری اٹھائی اور سیاہ
پوش کی کھوپڑی پر سیدھی رکھ دی — ٹھنڈی آری کے
تیز دندانے سیاہ پوش کے سر میں لگے تو اس پر موت
کی کپکپی چھا گئی — وہ کانپنے لگا۔

ماریا نے کہا:

"ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارا دماغ تمہاری اژدہا ناگن
ہیلن اور اس کے بچے کھا رہے ہوں گے۔ بڑے مزے
لے لے کر —"

ماریا نے آری چلانا شروع کر دی — ماریا میں طاقت
بہت زیادہ تھی — اس کے ہاتھوں کا آری پر بڑا زبردست
دباؤ تھا — چنانچہ آری تھوڑی سی آگے پیچھے گئی ہو گی
کہ سیاہ پوش کی چیخیں نکل گئیں۔

آری نے اس کی آدھی کھوپڑی کاٹ ڈالی تھی۔ خون
نے اس کے چہرے کو سرخ کر دیا — ماریا کے ہاتھ چلتے رہے۔

آری آگے پیچھے ہوتی رہی اور سیاہ پوش کی چیخیں بلند ہوتی
رہیں — سیاہ پوش تکلیف اور درد کی شدت سے بے ہوش
ہو گیا —

ماریا نے اس کی کھوپڑی کاٹ کر الگ پھینک دی — اس
کا مغز پیالے میں نکال کر ڈالا اور تہہ خانے سے نکل کر
راہداری میں سے گزر کر اس پنجرے میں آ گئی جس کے اند
صندوق میں اژدہا اور اس کے بچے بند تھے — پنجرے پر
تالا لگا تھا، لیکن ماریا بڑی آسانی سے پنجرے کے اندر
چلی گئی — اس نے صندوق کا ڈھکنا اٹھایا۔

اژدہا اپنی لال لال زبان لہرا کر پھنکارا۔ دوسرے سانپ
بھی منہ کھول کر پھنکاریں مارنے لگے — وہ بھوکے تھے۔ ماریا
نے سیاہ پوش قاتل کے مغز سے بھرا ہوا پیالہ ان کے اوپر
الٹ دیا — اژدہا اور اس کے سانپ بچے مغز پر ٹوٹ
پڑے اور اسے چاٹ چاٹ کر کھانے لگے —

ماریا نے صندوق کا ڈھکنا بند کر دیا — اس کا کام ختم
ہو گیا تھا — لیکن ایک آخری چھوٹا سا کام باقی تھا۔ اس
نے اِدھر اُدھر سے پرانے کپڑے اور گھاس جمع کر کے پنجرے
کے اندر سانپوں کے صندوق پر بکھیر دی — پھر جلتی ہوئی
مشعل کو دیوار سے اتار کر گھاس کے اوپر پھینک دیا —

وہاں فوراً آگ لگ گئی — ماریا ان سانپوں کو بھی زندہ نہیں
چھوڑنا چاہتی تھی، جنہوں نے انسانی مغز کھا کر پرورش پائی
تھی —

ماریا یہاں سے نکل کر اس تہہ خانے میں آگئی،
جہاں سٹریچر پر سیاہ پوش کی لاش اور فرش پر اُس کی قاتل
اور وفادار نوکرانی کی لاش پڑی تھی — لیمپ جل رہا تھا —
ماریا نے لیمپ اتار کر اس کا سارا تیل لاشوں اور
الماری پر چھڑکا اور لیمپ کو زور سے دیوار پر دے مارا۔
تیل نے ایک دم آگ پکڑ لی — ماریا تہہ خانے کی سیڑھیاں
چڑھ کر اُوپر آگئی — یہاں سیاہ پوش کا پلنگ اور بستر پڑا
تھا۔ یہاں بھی کونے میں ایک لیمپ روشن تھا — ماریا نے
یہاں بھی لیمپ بستر پر الٹ دیا — پلنگ نے فوراً آگ
پکڑ لی —

ماریا مکان سے باہر نکل آئی —
باہر بوندا باندی رُک گئی تھی — اچانک ماریا کو نیلی
آنکھوں والی لڑکی کے گرم کوٹ کا خیال آیا جو سیاہ پوش نے
اُتار کر فرش پر پھینک دیا تھا — باہر بڑی سردی تھی — ابھی
ماریا نے نیلی آنکھوں والی لڑکی کے پاس جانا تھا، تاکہ اُسے
اس کے گھر پہنچا سکے — کوٹ کے بغیر تو اُسے ٹھنڈ لگے گی۔

ماریا کوٹ لینے واپس مکان میں داخل ہوئی — وہ تہہ خانے کی
سیڑھیاں اُتر کر آپریشن والے کمرے کے قریب گئی تو وہاں
زبردست آگ لگی تھی اور دونوں شیطانوں کی لاشیں جل رہی
تھیں، وہاں دھواں ہی دھواں تھا۔ ماریا آگ میں جا سکتی تھی
مگر آگ میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ نیلی آنکھوں
والی لڑکی کا کوٹ بھی جل رہا تھا —
وہ واپس مکان سے باہر نکل آئی — اب اوپر والی منزل
کی کھڑکیوں سے بھی دھواں نکلنے لگا تھا — کمرے کی ہر شے
آگ میں جل رہی تھی — ماریا بھاگ کر مکان کے پچھواڑے
گھوڑا گاڑی کے اصطبل میں آئی — ایک دھڑکا اسے لگا تھا
کہ کہیں لڑکی ہوش میں آنے کے بعد وہاں سے غائب نہ
ہوگئی ہو — جب اس نے گھاس پر دیکھا تو دھک سے رہ
گئی۔ آخر وہی ہوا، جس کا اُسے ڈر تھا — نیلی آنکھوں والی
لڑکی غائب ہو چکی تھی — ظاہر ہے اسے ہوش آیا ہوگا
اور وہ اصطبل سے نکل کر بھاگ گئی ہوگی تاکہ سیاہ پوش قاتل
سے اپنی جان بچا سکے — ماریا سے اس کی ابھی تک کوئی ملاقات
نہیں ہو سکی تھی — ماریا پریشان ہوگئی کہ اس سرد، اندھیری
بارش والی سنسان رات میں وہ اکیلی کہاں گئی ہوگی۔ کہیں
وہ کسی ڈاکو کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ اس زمانے میں ڈاکو

عورتوں کو اُٹھا کر لے جاتے تھے اور پھر دوسرے ملک میں
انہیں کنیزیں بنا کر بیچ دیتے تھے۔
ماریا مکان کے بڑے دروازے سے نکل کر لکڑی کے پُل
کی طرف چل پڑی۔ اس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ سیاہ پوش
قاتل کے ظلم وستم کا دومنزلہ محل آگ کی لپیٹ میں دھڑا دھڑ
جل رہا تھا۔

ماریا اُڑنے لگی

آدھی رات کا وقت، ٹھنڈی ہوا اور کالی گھٹائیں۔
ماریا سوچنے لگی۔ کہ نیلی آنکھوں والی لڑکی اس سرد
اندھیری رات میں اکیلی کہاں گئی ہوگی؟ بارش کی وجہ سے
ایک تو سردی زیادہ ہوگئی تھی۔ دوسرے کھیتوں کے بیچ میں
سے جاتے راستے میں جگہ جگہ پانی کھڑا تھا۔ یہ راستہ کھیتوں
کھیت چکر کھاتا لکڑی کے پُل والی سڑک پر نکل جاتا تھا۔
ماریا ایک کھیت کی ڈھلان سے اُتر کر نیچے آئی تو دیکھا،
کہ پیچھے سیاہ پوش کا دومنزلہ مکان شعلوں کی لپیٹ میں
تھا۔ آگ کے زرد اور نیلے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے
تھے۔ مکان کے ارد گرد کا علاقہ روشن ہوگیا تھا۔ ماریا
نے سوچا کہ اس قسم کے مکان کا ایسا ہی انجام ہونا چاہیے
تھا۔ جو لوگ دوسروں پر ظلم کرتے ہیں، آخر وہ جہنم کے
شعلوں میں ڈال دیے جاتے ہیں۔
ماریا لکڑی کے پُل پر اس جگہ آگئی، جہاں سے وہ

پُراسرار سیاہ پوش کے ساتھ گھوڑا گاڑی میں سوار ہوئی تھی۔
ماریا کو کوچوان ہنری کا خیال آ گیا — سیاہ پوش کے بھیانک
گناہ میں وہ بھی برابر کا شریک تھا۔ اس کا زندہ رہنا بھی
انسانیت کے لیے سخت نقصان دہ تھا۔ اسے بھی اپنے گناہوں
کی سزا ملنی چاہیے تھی۔

ہاں — ماریا نے سوچا، ظالم کو اس کے ظلم کی سزا
کبھی نہ کبھی ضرور مل کر رہتی ہے — کوچوان ہنری بھی اپنے
کیے کی سزا ضرور بھگتے گا —

ماریا نے چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی۔ رات اندھیری
اور قبر کی طرح تاریک تھی — آسمان پر سیاہ گھٹائیں چھائی تھیں،
سرد ہوا کے جھونکے چل رہے تھے — نیلی آنکھوں والی لڑکی
کہاں چلی گئی تھی؟ کہیں اسے کوئی حادثہ تو پیش نہیں آ
گیا تھا — ماریا کو طرح طرح کے خیال آ رہے تھے۔

ایک دم سے ماریا کے کانوں میں کسی عورت کی چیخ
کی آواز آئی — یہ آواز کافی فاصلے سے آ رہی تھی۔ ماریا نے
چونک کر اس کچی سڑک کی طرف دیکھا جو کھیتوں میں سے
ہوتی سیاہ پوش کے جلتے ہوئے مکان کی طرف جا رہی تھی،
اندھیرے میں ماریا کو ادھر کچھ بھی نظر نہ آیا — پھر بھی وہ جدھر
سے چیخ کی آواز آئی تھی ادھر کو چل پڑی — وہ بہت تیز تیز

چل رہی تھی اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ جب ماریا تیز چلے
تو وہ زمین سے تھوڑا سا بلند ہو جاتی تھی اور ایسا لگتا تھا
جیسے وہ اُڑ رہی ہے —

بادلوں میں بجلی چمکی تو سارا علاقہ ایک پل کے لیے روشن
ہو گیا — اس روشنی میں ماریا کو دور ایک گھوڑا دوڑتا دکھائی دیا
بجلی چمک کر بجھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی بادل زور سے گرجا
ماریا نے گھوڑے کی طرف اپنا رُخ کر لیا — اندھیرے میں اسے
اب گھوڑے کا سایہ سا بھاگتا دکھائی دینے لگا تھا — پھر اسے
گھوڑے کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں اور وہی چیخ ایک بار
پھر بلند ہوئی — مگر اب یہ چیخ دبی دبی گھٹی گھٹی تھی جیسے
کسی نے عورت کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہو۔

ماریا کو آواز پہچاننے میں ذرا دیر نہ لگی — یہ اسی نیلی
آنکھوں والی لڑکی کی آواز تھی — ماریا نے اپنی رفتار تیز کر دی
اب وہ زمین سے ایک گز اونچی ہو کر ہوا میں تیر رہی تھی
وہ آن کی آن میں گھوڑ سوار کے سر پر پہنچ گئی — اس نے
دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار نے آگے نیلی آنکھوں والی لڑکی کو ڈال
رکھا تھا اور گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا اور لڑکی کو [illegible]
کر کے لیے جا رہا تھا — ماریا کی رفتار گھوڑے سے زیادہ تیز
ہو گئی — وہ گھوڑ سوار کے آگے نکل کر سامنے آ گئی —

جوں ہی گھوڑا اس کے قریب سے گزرا، اس نے زمین سے اوپر اٹھتے گھوڑے کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ گھوڑے کو منہ کے بل گرانا نہیں چاہتی تھی — اس طرح سے لڑکی کو سخت چوٹ لگنے کا خطرہ تھا — گھوڑے نے اپنی آنکھوں پر کسی غیبی روح کا ہاتھ محسوس کیا تو زور سے ہنہنایا اور اپنی دونوں ٹانگیں اوپر کو اٹھالیں اور وہیں خوف کے مارے چکر کھانے لگا —

گھوڑ سوار اور لڑکی دونوں کھیتوں میں گر پڑے — ماریا نے لپک کر لڑکی کو دیکھا، وہ ڈر کے مارے سہمی ہوئی کھیت میں پڑی تھی — گھوڑ سوار الٹ کر کچے راستے پر گرا تھا اور اس کی گردن ٹوٹ چکی تھی — ماریا نے اس کے پاس جا کر دیکھا، وہ مر چکا تھا —

لڑکی وہی نیلی آنکھوں والی تھی اور دہشت اور سردی کے مارے کانپ رہی تھی — ماریا نے گھوڑ سوار کا لمبا کوٹ اتار لیا — کوٹ اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا — ماریا لڑکی کے پاس آگئی — اس نے گرم کوٹ ٹھٹھرتی ہوئی لڑکی کے اوپر پھینک دیا —

غیب سے اپنے اوپر ایک کوٹ کو گرتے دیکھ کر لڑکی کی چیخ نکل گئی۔ ماریا نے آگے بڑھ کر کہا:

"میری آواز سن کر ڈرنا نہیں — میں نہ تو کوئی چڑیل ہوں، نہ کوئی بد روح ہوں اور نہ کوئی بھوت ہوں۔"

لڑکی نے ایک دوسری لڑکی کی آواز سنی جو اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی — تو وہ اور زیادہ خوف سے کپکپانے لگی۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں — ماریا نے کہا:

"میں تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں — میرا نام ماریا ہے۔ میں کرسچین ہوں — مجھ پر کسی نے جادو کر رکھا ہے جس کی وجہ سے تم مجھے نہیں دیکھ سکتیں۔"

ماریا نیلی آنکھوں والی لڑکی کا خوف دور کرنے کے لیے ایک دم سے اسے سب کچھ سچ سچ بتا رہی تھی — اس نے کہا:

"میں نے ہی تمہیں سیاہ پوش خونخوار انسان کے گھر سے اٹھا کر اصطبل میں لا کر رکھا تھا — تم بے ہوش تھیں اور وہ درندہ انسان تمہاری کھوپڑی کاٹنے والا تھا — میں اس گھوڑا گاڑی میں سفر کر رہی تھی، جس میں تم بھی سوار تھیں — اور سیاہ پوش قاتل نے تمہیں بے ہوشی کی دوا سونگھنے کو دی تھی — تم بالکل نہ گھبراؤ — اس گھر کو آگ لگ چکی ہے اور وہ ظالم قاتل اس آگ میں جل کر راکھ ہو چکا ہے — میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو — میں تمہاری سہیلی ہوں۔ مجھے اپنی

دوست سمجھو — میرا نام ماریا ہے، میں کرسچین ہوں اور تمہاری طرح
ایک لڑکی ہوں — مجھے جادو کے ذریعے ایک جادوگر نے غائب
کر رکھا ہے — کیا تم میری باتیں سُن رہی ہو؟
لڑکی نے سر ہلا کر آہستہ سے کہا:
"ہاں — مگر — مگر تم مجھے نظر کیوں نہیں آتیں — تم ضرور
کوئی بھوت ہو۔"
ماریا نے ہنس کر کہا:
اگر میں بھوت ہوتی تو تمہاری مدد کیوں کرتی — کیا کبھی
بھوت بھی کسی انسان کے ساتھ اس طرح ہمدردی کیا کرتے
ہیں — وہ تو انسان کو کھا جاتے ہیں — اُٹھو، اور یہ گرم کوٹ
اوپر لے لو۔ تمہیں بھگا لے جانے والا اپنی موت آپ مر چکا ہے۔
آؤ میرے ساتھ لکڑی کے پل پر — میں تمہیں تمہارے گھر تک
لندن چھوڑ کر آؤں گی — تم لندن ہی جا رہی تھیں نا؟"
"ہاں" لڑکی نے کہا۔
ماریا کی اتنی لمبی گفتگو سُن کر اس کا دل کا خوف کچھ
کچھ دُور ہو گیا تھا — وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی — اس نے لمبا گرم
کوٹ اپنے کندھوں پر ڈال کر آگے سے بند کر لیا اور اس
کے کالر اوپر چڑھا لیے —
ماریا نے کہا:

"آؤ اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ — میں تمہارے ساتھ ساتھ
چلوں گی۔"
لڑکی گھوڑے پر بیٹھ کر لکڑی والے پُل کی طرف روانہ ہو
گئی۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی — پُل پر آ کر ماریا
نے کہا:
"میں تمہارے ملک میں پہلی بار آئی ہوں — کیا تمہیں
معلوم ہے کہ آدھی رات کے بعد یہاں کوئی مسافر گھوڑا گاڑی
آتی ہے؟"
لڑکی نے کہا:
"جب صبح ہونے والی ہوتی ہے تو مسافر گاڑی آنا شروع
ہو جاتی ہیں۔"
ماریا نے پوچھا:
"تمہیں سردی تو نہیں لگ رہی؟"
"نہیں" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔
ماریا نے پھر پوچھا:
"تم مجھ سے ڈرتی تو نہیں ہو نا؟"
"نہیں۔"
لڑکی نے آہستہ سے جواب دیا — لیکن وہ ابھی تک ماریا
سے تھوڑا تھوڑا ڈر رہی تھی — ماریا اس کا رہا سہا خوف دُور

کرنے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی — اس نے لندن کے بارے میں لڑکی سے پوچھا — پھر اس کا نام دریافت کیا۔ لڑکی نے کہا :

"میرا نام الزبت ہے۔ میں چیلسی لندن میں اپنی آنٹی کے پاس جا رہی تھی —"

پھر اس نے آنکھیں بند کر کے سر کو ہلکا سا جھٹکا دے کر کہا :

"میرے خدا، وہ ایک ڈراؤنا خواب تھا — ایک بھیانک خواب —"

ماریا نے کہا :

"خداوند کا شکر ادا کرو الزبت، اس نے عین وقت پر مجھے بھیج کر تمہاری مدد کی — نہیں تو وہ درندہ اس سے پہلے کئی لڑکیوں کی کھوپڑیاں توڑ کر ان کا مغز اپنے سانپوں کو کھلا چکا تھا —"

"مائی گاڈ،" الزبت نے اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے ڈھانپ لیا — "کس قدر بھیانک بات ہے۔"

ماریا نے کہا :

"مگر اب وہ شخص ایسا نہیں کر سکے گا — جب میں تمہیں نکال کر باہر لائی تو اس کے بعد اس کے مکان کو آگ لگ

گئی تھی — مگر تم وہاں سے بھاگ کیوں گئی تھیں — یہ تو میں نے تمہاری چیخ کی آواز سن لی — نہیں تو تمہیں ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جاتا —"

الزبت نے رک رک کر کہا :

"میں — میں سخت ڈری ہوئی تھی۔ میں نے سٹریچر پر پڑے پڑے اس ڈبل چڑیل کی خوف ناک باتیں سن لی تھیں — مجھے پتا چل گیا تھا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے والے ہیں — پھر اس سیاہ پوش آدمی نے مجھے دوبارا بے ہوش کر دیا۔ اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اصطبل میں گھاس پر پڑے دیکھا — میرے اوپر بھی گھاس پڑی تھی —"

ماریا نے ہنس کر کہا :

"وہ میں نے ڈالی تھی — تاکہ تم سردی سے بچی رہو۔ کیونکہ میں تمہارا گرم کوٹ اور ٹوپی مکان کے اندر ہی بھول آئی تھی —"

الزبت کے ہونٹوں پر پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کا خوف کافی حد تک دور ہو چکا تھا — وہ کہنے لگی :

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ مجھے مکان کے اندر سے

کس نے نکال کر اصطبل میں پھینک دیا ہے۔ میں یہی سمجھی کہ
خدا نے میری مدد کی ہے — میں اُٹھی اور وہاں سے نکل کھڑی
ہوئی — اس وقت میں نے مکان کی ایک کھڑکی سے دھواں
نکلتے دیکھا تھا — میں گرتی پڑتی کسی نہ کسی طرح کھیتوں
میں آگئی اور اندازے سے سڑک کی طرف چلنے لگی — پھر
ایک گھوڑسوار اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا میرے پاس آیا اور
اس نے مجھے زبردستی اٹھا کر گھوڑے پر ڈال لیا۔"

الزبت خاموش ہوگئی — وہ گھوڑے پر خاموش اور
اداس بیٹھی تھی۔ اس نے اپنے سر کے کٹے ہوئے بالوں پر ہاتھ
پھیر کر کہا:

"اس شیطان نے میرے بال بھی کاٹ دیے — ماریا تم
نے میرے بال دیکھے تھے نا؟ کتنے لمبے لمبے بھورے بال تھے۔"

الزبت کے منہ سے اپنا نام سُن کر ماریا کو بڑی خوشی
ہوئی — اُسے الزبت اپنی پیاری سہیلی لگنے لگی تھی اور اب
الزبت کا خوف بھی دُور ہو چکا تھا —

ماریا نے کہا:

"ہاں، مجھے تمہارے بال اور تمہاری آنکھیں بہت اچھی
لگی تھیں — خیر کوئی بات نہیں — بال پھر اُگ آئیں گے۔"

الزبت نے افسوس کے ساتھ کہا:

"میری آنٹی نے جب میرے کٹے ہوئے بال دیکھے تو
اسے بہت دُکھ ہوگا۔"

ماریا نے پوچھا:

"تمہارے ماں باپ کہاں رہتے ہیں الزبت۔"

الزبت بولی:

"میں چھوٹی سی تھی کہ میرے ماں باپ اس دُنیا سے
رخصت ہوگئے — تب سے لے کر میں اپنی پھوپھی کے گھر پر
پلی ہوں — میرے پھوپھا کا لندن میں کپڑے کا کاروبار ہے۔"

الزبت خاموش ہوگئی — بجلی کبھی کبھی بادلوں میں چمک
جاتی تھی — بوندا باندی رُکی ہوئی تھی — سرد ہوا اسی طرح
چل رہی تھی — ماریا نے الزبت سے پوچھا کہ اُسے سردی
تو نہیں لگ رہی — اس نے کہا:

"نہیں، ٹھیک ہے۔"

جدھر سے ماریا کی آواز اسے آرہی تھی، الزبت نے
اس طرف منہ کرکے کہا:

"ماریا، کیا میں تمہیں چھو بھی نہیں سکتی؟"

ماریا نے کہا:

"نہیں، میں غائب ہوں۔ اس طرح سے غائب ہوں کہ
کوئی مجھے چھو بھی نہیں سکتا — میں اگر کسی شے کو پکڑ کر زمین

سے اٹھا لوں تو وہ بھی غائب ہو جائے گی۔"

الزبت کا حیرت سے منہ کھلا تھا۔ اس نے کہا:

"تم کب سے غائب ہو — تم پر — میرا مطلب ہے
تم پر کب کسی نے جادو کیا تھا؟"

ماریا نے کہا:

"آج سے چار ہزار سال پہلے۔"

"کیا؟" الزبت کی حیرت سے چیخ نکل گئی۔

ماریا نے سوچا کہ کہیں وہ پھر خوف زدہ نہ ہو جائے۔
جلدی سے بولی:

"میں تم سے مذاق کر رہی تھی الزبت — اصل میں
پچھلے سال میں اپنے چچا کے ساتھ مصر سے افریقہ کے جنگل
میں شکار کھیلنے گئی تو ایک جادوگر نے مجھ پر جادو کر دیا۔
میرے بھی ماں باپ مر چکے ہیں اور صرف مصر میں ایک
چچا رہتا ہے۔"

الزبت نے پوچھا:

"تم لندن کس لیے آئی ہو اور تم تو مصر سے یہاں
تک ہوا میں اڑ کر آئی ہو گی؟"

ماریا ہنس پڑی:

"ہاں، میں مصر سے یہاں تک ہوا میں اڑ کر آئی ہوں۔

مگر میں ہوا میں زیادہ اونچا نہیں اڑ سکتی — بس زمین سے
کوئی دو تین گز یا زیادہ سے زیادہ ایک منزل اونچا اڑ سکتی
ہوں — اور ہاں، لندن میں اس لیے جا رہی ہوں کہ
میرے چچا نے بتایا ہے کہ لندن میں ایک جادوگر رہتا ہے،
جو روحوں کو بلاتا ہے — ہو سکتا ہے وہ میرا علاج کر کے
مجھے پھر سے انسانی شکل میں لے آئے۔"

ماریا نے یوں ہی الزبت کی تسلی کے لیے یہ کہہ دیا تھا۔
اتنے میں دور سے گھوڑا گاڑی کی آواز قریب آتی سنائی دی۔
الزبت نے کہا:

"گاڑی آ گئی ہے — ماریا تم لندن میں ہمارے
ہاں رہنا — میں آنٹی کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں
گی — رہو گی نا — تم میرے کمرے میں میرے ساتھ رہنا۔"

ماریا کو لندن میں ایک ایسی جگہ کی ضرورت بھی تھی کہ
جہاں رہ کر وہ شہر میں ناگ اور عنبر کو تلاش کر سکے۔
اس نے کہا:

"اگر تم وعدہ کرتی ہو کہ میرے بارے میں کسی کو
نہیں بتاؤ گی تو میں تمہارے ساتھ رہنے کو تیار ہوں۔ دیکھو،
اگر تم نے کسی کو میرے بارے میں بتا دیا تو خواہ مخواہ وہاں
شور مچ جائے گا اور اردگرد کے لوگ تمہارے گھر کو بھوت

کا گھر کہنے لگیں گے۔ وعدہ کرتی ہو کہ تم میرا ذکر کسی سے
نہیں کرو گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔" الزبت نے کہا۔

ماریا بولی:

"بس ٹھیک ہے۔ میں تمہارے پاس رہ کر اپنے علاج
کے لیے جادوگر کو تلاش کروں گی۔"

الزبت بڑی خوش ہو گئی۔ اندھیرے میں گھوڑا گاڑی
کا سایہ پُل کے قریب آتا دکھائی دے رہا تھا۔

الزبت نے کہا:

"ماریا، تم گاڑی کے اندر میرے ساتھ بیٹھو گی یا ہوا
میں اُڑ کر ساتھ جاؤ گی؟"

ماریا نے کہا:

"اب مجھے ہوا میں اُڑنے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔ میں
تمہارے ساتھ گاڑی میں بیٹھوں گی۔ میں تو شام کو بھی
تمہارے ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھی تھی۔ مجھے کوئی محسوس
نہیں کر سکتا۔ میں تو اگر چاہوں تو کسی عورت کی گود
میں بھی بیٹھ سکتی ہوں۔ اور اُسے میرا ذرا سا بھی بوجھ
محسوس نہیں ہو گا۔"

الزبت نے بڑے شوق کے ساتھ کہا:

"نہیں ماریا، تم میرے بالکل ساتھ بیٹھنا، بڑا مزہ رہے گا۔"

ماریا نے کہا:

"لیکن راستے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔ نہیں تو
لوگ تمہیں پاگل سمجھنے لگیں گے۔"

الزبت ہنس پڑی:

"میں کوئی پاگل تھوڑے ہوں۔"

گھوڑا گاڑی قریب آئی تو الزبت نے اپنا گھوڑا آگے
کر کے اسے رُکنے کا اشارہ کیا۔

ماریا نے کہا:

"اس گھوڑے کو یہیں چھوڑ دینا۔"

گاڑی پل پر آ کر رُک گئی۔ کوچوان نے جُھک کر
پوچھا:

"کہاں جانا ہے؟"

ماریا اور الزبت نے چونک کر اوپر دیکھا۔ یہ وہی کوچوان
ہنری تھا جو سواریاں پہنچا کر سیاہ پوش کے ہاتھ فروخت کیا
کرتا تھا۔ کوچوان نے بھی نیلی آنکھوں والی لڑکی کو پہچان لیا تھا۔
وہ گھور کر الزبت کو تکنے لگا۔

"لڑکی، تم۔ تم یہاں کیسے آ گئیں؟"

الزبت نے کہا:

"تم نے تو مجھے ایک قاتل کے ہاتھ بیچ دیا تھا، لیکن خدا نے مجھے بچا لیا — میں لندن پہنچ کر تمہیں پولیس کے حوالے کروں گی۔"

گاڑی میں بیٹھی سواریوں میں سے ایک مسافر نے اپنا سر باہر نکال کر کہا:

"ہماری راہ کیوں کھوٹی کرتے ہو — لڑائی جھگڑا بعد میں کر لینا، پہلے ہمیں لندن پہنچاؤ۔"

سواریوں کو کیا معلوم کہ ان کا کوچوان ایک خطرناک انسان دشمن درندہ ہے جو ان کو قاتل کے حوالے کرنے کی نیت لے کر چلا ہے —

کوچوان کو پھانسی کا پھندا نظر آنے لگا — اس نے الزبت کو جواب دینے کے بجائے گھوڑوں کو چابک ماری اور انہیں دوڑا دیا — گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے — ماریا نے الزبت سے کہا:

"گھوڑے پر اس کا پیچھا کرو — یہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا۔"

الزبت نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گاڑی کا تعاقب کرنے لگی —

ڈھلتی رات کے سرمئی اندھیرے کی دھند میں گھوڑا گاڑی

کچی سڑک پر بھاگی جا رہی تھی — الزبت بھی اپنے گھوڑے کو بھگائے لیے جا رہی تھی — ماریا نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی تھی — اور وہ زمین سے ایک فٹ بلند ہو کر ہوا میں اڑی جا رہی تھی — گاڑی کے آگے دو گھوڑے جتے ہوئے تھے —

کوچوان بڑا تجربے کار گھوڑ سوار تھا، چنانچہ وہ کافی آگے نکل گیا — اور الزبت کا گھوڑا پیچھے رہ گیا — اس نے بلند آواز میں ماریا کو پکارا:

"ماریا قاتل غائب ہو رہا ہے۔"

ماریا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا — الزبت کا خیال تھا کہ ماریا اس کے ساتھ ساتھ بھاگ رہی ہے اور یا پھر اس کے گھوڑے پر سوار ہے — ایسا نہیں تھا — ماریا اس سے کافی آگے جا چکی تھی اور اب قاتل کوچوان کے سر کے اوپر پہنچ گئی تھی — اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر گاڑی الٹ گئی تو مسافر زخمی ہو جائیں گے — وہ چاہتی تھی کہ گاڑی روک دی جائے — کوچوان نے پیچھے گھوم کر دیکھا — اسے الزبت کا گھوڑا کہیں دکھائی نہ دیا — گاڑی کے مسافر پریشان ہو کر شور مچا رہے تھے کہ وہ گاڑی کو اتنا کیوں چلا رہا ہے —

کوچوان ہنری بڑا خوش ہوا کہ وہ مشکل سے نکل آیا ہے۔ اور اب کوئی اُسے گرفتار نہیں کر سکتا۔ لیکن انسان کو دنیا میں جہاں اس کی نیکی کا اجر ملتا ہے، وہاں اُس کی بُرائی کی بھی اُسے سزا ضرور مل کر رہتی ہے۔ ماریا گاڑی کے اوپر کوچوان کی ساتھ والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس نے گھوڑوں کی باگیں کوچوان کے ہاتھوں سے جھٹک کر چھین لیں۔ کوچوان ہکا بکا سا ہو گیا کہ اس کے ہاتھوں سے باگیں کس نے چھین لی ہیں۔ ماریا نے باگیں کھینچ کر گاڑی کو روک لیا اور کوچوان کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا:

"تم سیاہ پوش خونی درندے کے ہاتھوں قتل ہونے کے لیے مسافر لڑکیوں کو فروخت کرتے تھے۔ تم اب اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

کوچوان ہنری کی خوف کے مارے جان ہی نکل گئی۔ اس نے چیخ ماری اور بھوت بھوت کہہ کر گاڑی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ مسافر گاڑی سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے کوچوان کو پہاڑی میں بھاگتے دیکھا تو چیخ کر کہا:

"ارے، تم کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ یہ گاڑی تمہارا باپ چلائے گا۔"

اتنے میں الزبت بھی گھوڑے پر سوار وہاں پہنچ گئی۔ اس نے مسافروں سے پوچھا کہ کوچوان کہاں ہے؟ ایک مسافر نے بتایا کہ خدا جانے وہ پاگل ہو گیا ہے۔ گاڑی چھوڑ کر پہاڑیوں کی طرف فرار ہو گیا ہے۔

الزبت سمجھ گئی کہ ماریا نے اسے ڈرا کر بھگایا ہے۔ اور وہ ضرور اس کے پیچھے گئی ہو گی۔ الزبت نے مسافروں سے کہا:

"آپ لوگ فکر نہ کریں۔ یہ کوچوان ایک مفرور قاتل تھا۔ میں اُسے پکڑ کر لاتی ہوں۔ اگر وہ بھاگ گیا تو گاڑی میں لندن لے جاؤں گی۔"

اتنا کہہ کر الزبت پہاڑیوں کی طرف گھوڑا دوڑاتی چلی گئی۔

کوچوان پر بھُوت کا خوف سوار تھا۔ وہ ہانپتا کانپتا ٹیلوں میں بھاگا جا رہا تھا۔ اور چوہے کی طرح ادھر اُدھر چھپنے کے لیے کوئی پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔ مگر ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے کان میں کہہ دیتی تھی:

"تمہارے گناہوں کی سزا تمہارا پیچھا کر رہی ہے۔ تم خدا کے انصاف سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔"

کوچوان کے گناہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گئے تھے۔

وہ سمجھ گیا کہ جن لڑکیوں کو اُس نے سیاہ پوش کے ہاتھوں
بیچ کر قتل کروایا تھا، ان کی روحیں اس سے بدلہ لینے آ
گئی ہیں۔ وہ بوکھلایا ہوا تھا — اور ایک چٹان کے اوپر
ہانپ ہانپ کر چڑھ رہا تھا — ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔
اور اس کا تماشہ دیکھ رہی تھی — کوچوان ہنری کو کچھ خبر
نہیں تھی کہ چٹان کے دوسری جانب ایک سیکڑوں فٹ گہری
کھائی ہے، جس کے اندر نوکیلے پتھر اُبھرے ہوئے ہیں۔ وہ
چٹان کے اوپر آ کر رُک گیا — اس کا سانس دھونکنی کی
طرح چل رہا تھا — موت کے خوف سے آنکھیں پھٹی پھٹی
سی تھیں — ماریا نے کہا:

"یہی وہ جگہ ہے جہاں تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا
ملنے والی ہے — تمہارا روزِ حساب آ گیا ہے — مرنے کے لیے
تیار ہو جاؤ"

کوچوان ہنری نے ایک چیخ ماری اور چٹان پر سے دوسری
طرف چھلانگ لگا دی — گہری کھائی میں دُور نیچے تک اُس کی
بھیانک چیخ کی آواز سنائی دیتی رہی — اس کے بعد گہری موت
کی خاموشی چھا گئی —

پُراسرار جنازہ

ایک اور قاتل کو اپنے گناہوں کی سزا مل چکی تھی —
ماریا چٹان سے اُتر کر واپس سڑک کی طرف روانہ ہوئی۔
راستے میں اسے الزبت کا گھوڑا آتا نظر آیا — الزبت اُس پر
سوار تھی —

جب وہ ماریا کے قریب سے گزری تو وہ اچھل کر الزبت
کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ گئی — الزبت کو ذرا سا بھی محسوس
نہ ہوا کہ ماریا اس کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو چکی ہے۔
وہ گھوڑا دوڑاتے چٹان کی طرف بھاگی جا رہی تھی — ماریا نے
اس کے کان میں کہا:

"واپس چلو الزبت"

الزبت ڈر گئی — ماریا نے مسکرا کر کہا:

"اب تو تمہیں مجھ سے نہیں ڈرنا چاہیے"

الزبت نے کہا:

"کیا تم میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو؟"

"ہاں، کیوں — اگر تم کہتی ہو تو میں اُتر جاتی ہوں۔"

"نہیں نہیں"۔ الزبت بولی : "مگر — وہ — وہ کوچوان کہاں ہے ؟"

ماریا نے اسے بتایا کہ کوچوان اپنی موت آپ مر گیا ہے — اُسے اپنے کیے ہوئے بُرے کاموں کی سزا مل چکی ہے — اب ہمیں واپس گھوڑا گاڑی کے مسافروں کے پاس چلنا چاہیے —

دونوں واپس گھوڑا گاڑی کے پاس آ گئیں۔ مسافر گھوڑا گاڑی کے پاس کھڑے الزبت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے —

الزبت نے جاتے ہی کہا :

"کوچوان فرار ہو گیا ہے۔ اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لیکن آپ لوگوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے — میں اس راستے سے واقف ہوں — میں گاڑی لے کر آپ کو لندن پہنچا دوں گی — آپ برائے مہربانی گاڑی میں بیٹھ جائیں۔"

اگرچہ سردی بہت شدید تھی، پھر بھی مسافر بے چینی سے گرم مفلر لپیٹے باہر کھڑے تھے — الزبت کے یقین دلانے پر وہ گاڑی میں بیٹھ گئے — الزبت نے اپنا گھوڑا چھوڑ دیا اور گاڑی کی اوپر والی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی — اس نے باگیں ہاتھ

میں پکڑ لیں — ماریا اس کے پاس بیٹھی تھی۔

الزبت نے ماریا سے کہا :

"مجھ سے باگیں نہیں کھینچی جاتیں — گھوڑے بڑے منہ زور ہیں —"

ماریا نے کہا :

"تم خاموشی سے اسی طرح بیٹھی رہو اور باگیں مجھے پکڑا دو۔"

ماریا نے باگیں اپنے ہاتھ میں لے کر گھوڑوں کو ایک ہلکی سی چابک ماری۔ گھوڑے شاید ماریا کے خوف کی وجہ سے سڑک پر بھاگنے لگے — کنگز بری پہنچتے پہنچتے دن چڑھ آیا تھا، مگر دھوپ نہیں کھلی تھی — آسمان پر بادل تھے اور زمین پر دھند چھا رہی تھی — کنگز بری پہنچ کر الزبت نے گاڑی سرائے میں دوسرے کوچوان کے حوالے کی اور اسے بتایا کہ ہنری نام کا کوچوان ایک مفرور قاتل تھا — اُسے پکڑنے کے لیے ہم نے چھاپہ مارا تو وہ گاڑی چھوڑ کر بھاگ گیا —

گھوڑا گاڑی والوں نے ایک دوسرا کوچوان دے دیا اور وہ الزبت اور دوسرے مسافروں کو لے کر لندن شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

صبح کو روانہ ہو کر شام کے وقت مسافر گاڑی لندن پہنچ گئی۔ الزبت نے ماریا کو ساتھ لیا اور اپنی آنٹی کے مکان پر آ گئی۔

اس کی آنٹی کا مکان شہر کے ایک ایسے گنجان علاقے میں تھا،
جس کے ایک جانب شہر کی پرانی دیوار تھی اور دریا بہتا تھا —
الزبت کی آنٹی نے اُسے گلے لگا لیا — دوسرے لوگوں کی خیریت
پوچھی اور پھر کہا :

"الزبت، اب تم میرے ہاں ہی رہو گی — بے شک کسی
مدرسے میں پڑھائی شروع کر دو — نہیں تو جہاں چاہو گی، میں تمہاری
شادی کر دوں گی۔"

الزبت نے شرماتے ہوئے کہا :

"آنٹی، میں ابھی شادی نہیں کروں گی"

الزبت اپنے اوپر والے کمرے میں چلی گئی — اُس نے
کمرے میں داخل ہو کر پیچھے دیکھا — اس کا خیال تھا کہ ماریا ضرور
اس کے ساتھ ہو گی —

اس نے آہستہ سے کہا :

"ماریا، تم میرے ساتھ ہو نا ؟"

ماریا نے کہا :

"ہاں، میں تمہارے پاس ہوں۔"

الزبت نے مسکرا کر کہا :

"میں نے اسی لیے دروازہ کھلا رکھا تھا۔"

ماریا کہنے لگی :

"ویسے میں بند دروازے سے بھی گزر سکتی ہوں"

الزبت نے حیرت سے ذرا اونچی آواز میں کہا :

"کیا سچ مچ ؟"

اچانک اُس کی آنٹی کمرے میں داخل ہوئی — اس کے
ہاتھ میں بستر کی نئی چادریں تھیں — اس نے تعجب سے الزبت
کی طرف دیکھا اور کہا :

"الزبت، یہ تم کس سے باتیں کر رہی ہو ؟"

الزبت پہلے تو گھبرا گئی۔ پھر سنبھل کر بولی :

"آنٹی، دراصل میں لندن تھیٹر میں ڈرامے میں کام کرنے کا
ارادہ رکھتی ہوں — بس ایک مکالمہ یاد کر رہی تھی"

"اوہ — پھر تو میرے خاوند کا چھوٹا بھائی جان تمہاری بڑی
مدد کرے گا — وہ تھیٹر میں اداکاری کرتا ہے"

"اچھا آنٹی، یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔"

الزبت نے یوں ہی کہہ دیا — اس کی آنٹی پلنگ پر چادریں
رکھ کر واپس چلی گئی —

ماریا نے ہنس کر کہا :

"اب تم تھیٹر میں کام کرو گی الزبت ؟"

الزبت ہنسنے لگی :

"تم میرے ساتھ رہو گی — تو میں ہر کام کر لوں گی"

ماریانے الزبت کے کمرے میں ڈیرا جا لیا اور شہر میں ناگ
اور عنبر کی تلاش شروع کر دی۔ الزبت گھر کے کام کاج میں
لگ جاتی اور ماریا شہر کے گنجان گلی کوچوں، دریا کے کناروں
اور شہر سے باہر جنگل میں ناگ اور عنبر کو تلاش کرنے نکل جاتی۔

اب ہم ذرا عنبر اور ناگ کی طرف چلتے ہیں۔

عنبر جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، فرانس کے شہر پیرس کے
قلعے بسٹائل کے پچھواڑے والے پرانے آسیبی قبرستان کے نیچے
ننانوے سیڑھیوں والے مُردوں کے شہر کے ایک تہ خانے میں
قید ہے۔ جس کی دیواروں میں پتھروں کی جگہ انسانی کھوپڑیاں
لگی ہوئی تھیں۔ بدروح لاش جس کا سر سے لے کر پاؤں تک
جسم کا ایک حصہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے اور دوسرا حصہ زندہ
عورت ایسا ہے۔ عنبر کو ننانوے سیڑھیوں پر سے اتار کر اس
مُردوں کے شہر کے تہ خانے میں لائی ہے۔ عنبر کو عبداللہ
اور اس کی بیوی زبیدہ کی تلاش تھی، جن کو وہ قلعے سے بھگا
کر سرنگ کے ذریعے قبرستان میں لایا تھا کہ دونوں غائب ہو گئے
اسی کمرے میں چبوترے کے آس پاس دو تابوت پڑے ہیں، جن

میں اسلامی مجاہد عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کی لاشیں
طرح پڑی ہیں کہ ان کے سارے جسم کفن میں ڈھکے ہو
ہیں اور صرف منہ کھلے ہیں۔ بدروح کی لاش جا چکی
عنبر کا صرف سر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کا باقی کا دھڑ
سیڑھی اُترنے کے ساتھ ہی غائب ہو گیا تھا۔ چبوترے پر
کا سر اوپر ہوا میں رُکا کھڑا ہے۔ عنبر پتھر بنا ہوا ہے
وہ سُن سکتا ہے۔ دیکھ سکتا ہے۔ مگر بول نہیں سکتا
ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکتا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا
کہ اس مُردوں کے شہر کا راز کیا ہے؟ ننانوے سیڑھیوں
کیا بھید چھپا ہے۔ یہ بدروح جو اس مُردوں کے شہر
ملکہ بنے کہاں سے آئی ہے؟ یہ کوئی چڑیل ہے یا بھوت
اس نے زبیدہ اور عبداللہ کی لاشیں تابوت میں کس لیے
ہیں۔ اس نے عنبر کا سارا دھڑ غائب کر کے اس کا سر کیو
باقی رہنے دیا ہے؟ پھر اُسے پتھر کا بُت بنا کر چبوترے پر
بٹھا دیا ہے؟ یہ وہ سوال تھے جو بار بار عنبر کے ذہن
پیدا ہوتے تھے مگر جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں
اسے ناگ اور ماریا کا بھی خیال آتا۔ کاش وہ کسی طرح
پہنچ کر اسے اس بدروح سے نجات دلائیں۔ عنبر اپنی
لمبی زندگی اور سارے سفر میں کبھی اتنا بے بس نہیں ہوا تھا

وہ اس وقت اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ عنبر کو ہم
اسی حالت میں اسی جگہ مردوں کے شہر میں چھوڑ کر ذرا ناگ کی
طرف جاتے ہیں۔

ناگ ترکی ملک میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ ترکی آج
سے ساڑھے چار سو سال پہلے کا ترکی ہے۔ یہاں مسلمان آباد
ہیں اور خلیفہ پاشا اس ملک کا بادشاہ ہے۔

ناگ ترکی کے ایک سرحدی گاؤں میں نیک دل مسلمان
بوڑھے کے ہاں کھانا کھانے کے بعد عقاب بن کر ہوا میں
اڑ گیا تھا اور اب وہ ترکی کی پہاڑیوں کے اوپر سے اُڑتا
ہوا، ترکی کے اس زمانے کے دارالخلافے استنبول کی طرف
جا رہا ہے۔

ناگ کو بھی ماریا اور عنبر کی تلاش ہے۔ عنبر فرانس
کے قلعے کے پیچھے آسیبی قبرستان کے نیچے مردوں کے شہر کے
ایک تہہ خانے میں بدروح لاش کے قبضے میں ہے اور اس کا
سر کے سوا نچلا سارا دھڑ غائب ہے۔ ماریا لندن شہر کے
ایک گنجان آباد دریا کنارے والے علاقے میں اپنی سہیلی
الزبتھ کے ہاں ٹھہری ہوئی ہے اور شہر میں گھوم پھر کر عنبر
اور ناگ کو تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اور ناگ استنبول کی طرف
اڑا جا رہا ہے۔

استنبول تک ابھی بڑا سفر باقی تھا۔ ناگ بہت تیز اُڑ رہا
تھا۔ وہ دوپہر کے بعد گاؤں سے چلا تھا۔ اڑتے اڑتے اُسے
شام ہونے لگی تھی۔ سورج مغرب میں پہاڑیوں کے پیچھے غروب
ہو رہا تھا۔ سرمئی رنگ کا اندھیرا پہاڑیوں کے دامن میں پھیل
رہا تھا۔

ناگ اُڑتا چلا گیا۔ اس کے تھکنے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا تھا۔ جب رات ہو گئی اور اندھیرے میں راستہ
نظر آنا بند ہو گیا تو ناگ ایک جگہ چراغ کی روشنی دیکھ کر
اُتر آیا۔ یہ ایک چھوٹا سا پہاڑی گاؤں تھا۔ سات آٹھ
مکان تھے۔ ایک مکان میں دیا جل رہا تھا۔ ناگ ایک درخت
کی شاخ پر بیٹھ گیا۔ ناگ نے سُنا کہ اس مکان کے اندر سے
عورتوں کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔

ناگ کے دل میں انسانی ہمدردی نے جوش مارا۔ یہ سب
لوگ مسلمان تھے اور وہ بھی مسلمان تھا۔ اس کا فرض تھا کہ
مصیبت میں اپنے مسلمان بھائی بہنوں کی مدد کرے۔ وہ درخت
سے نیچے آ گیا اور اس نے عقاب سے بدل کر انسانی شکل
اختیار کر لی۔ وہ مکان کی طرف بڑھا۔ اس مکان کا دروازہ
تھا۔ کمرے میں ایک چارپائی پر کسی معصوم بچے کی لاش پڑی
تھی، اور گرد عورتیں بیٹھی رو رہی تھیں۔ بچے کی ماں کی

حالت دیکھی نہیں جاتی تھی —

ناگ نے ایک عورت کو باہر بُلا کر پوچھا کہ اس کے بچے کو کیا ہوا ہے؟

عورت نے ناگ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہا:

"اسے سانپ نے کاٹا ہے۔ وہ مر گیا ہے — اس کی ماں کی بڑی بُری حالت ہے — اللہ اسے صبر دے۔"

عورت یہ کہہ کر آنسو پونچھتی اپنے گھر کی طرف چلی گئی۔ ناگ مکان کے اندر چلا گیا — عورتیں ایک اجنبی کو دیکھ کر پردہ کرنے لگیں —

ایک عورت نے کہا:

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟"

ناگ نے کہا:

"میری بہنو، میں ایک مسافر ہوں — یہاں رونے کی آواز سُنی تو آ گیا — اس بچے کو سانپ نے کب کاٹا تھا؟"

بچے کی ماں نے روتے ہوئے کہا:

"ابھی ایک گھنٹہ پہلے گھر سے باہر نکلا تھا۔ کھیت میں سوکھی لکڑیاں لینے گیا اور سانپ نے ڈس لیا — آہ، میرا اکلوتا بیٹا مجھ سے رُوٹھ کر چلا گیا۔"

ماں اپنا سر پیٹنے لگی — ناگ نے آگے بڑھ کر بچے کو

غور سے دیکھا — چراغ کی روشنی میں اس کا چہرہ سانپ کے زہر کی وجہ سے نیلا ہو رہا تھا — کسی بڑے زہریلے سانپ نے اسے کاٹا تھا —

ناگ نے کہا —

"میری بہن، تمہارا بچہ مرا نہیں، زندہ ہے۔"

اتنا سُننا تھا کہ عورتوں نے ایک دم رونا بند کر دیا۔ اور ناگ کا منہ تکنے لگیں — بچے کی ماں نے ناگ کے پاؤں پکڑ لیے —

"بیٹا، کیا تم سچ کہتے ہو؟ مگر یہ تو بولتا نہیں، مجھ سے بات نہیں کرتا — یہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے — نہیں نہیں، تم ماں کا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہو۔"

ناگ کہنے لگا:

"آپ سب عورتیں چارپائی سے پیچھے ہٹ جائیں۔ میں اس بچے کو زندہ کر دوں گا — اس کے جسم کا سارا زہر نکال دوں گا —"

عورتیں جلدی جلدی پرے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگ گئیں — ناگ نے کہا:

"کوٹھڑی میں ابھی وہ سانپ آ جائے گا جس نے اس بچے کو کاٹا ہے — آپ لوگ گھبرائیں بالکل نہیں۔"

ناگ نے آنکھیں بند کر کے اُس سانپ کو خاموش آواز کا سگنل دیا — وہ سانپ بچے کو کاٹنے کے بعد مست ہو کر کھیتوں میں ایک جگہ پتھر کے نیچے پڑا تھا کہ اس کے جسم سے ناگ دیوتا کا سگنل ٹکرایا — وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا — اسے ناگ دیوتا کی بڑی تیز بُو آ رہی تھی — وہ کوٹھڑی کی طرف بھاگا — عورتوں نے دیکھا کہ ایک کالا سانپ پھن اٹھائے کوٹھڑی میں داخل ہو رہا ہے —

چراغ کی روشنی میں اس کی سرخ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ناگ چارپائی کے سرہانے بیٹھا تھا — سانپ ناگ کے آگے آ کر جُھک گیا — عورتیں سانس روکے اپنی اپنی جگہ پر بُت بنی بیٹھی تھیں —

ناگ نے کالے سانپ کو کہا:

"بدبخت کیا قدرت نے تمہیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ گاؤں کے معصوم بچوں کو ڈستے پھرو۔"

سانپ نے سر جھکا کر کہا:

"عظیم ناگ دیوتا — مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو۔"

ناگ نے حکم دیا:

"اس بچے کے جسم میں سے اپنا سارا زہر واپس نکالو۔"

کالا سانپ فوراً بچے کی لاش کے پاؤں کی طرف آ گیا۔ اس نے بچے کی ٹانگ پر ٹخنے کے پاس اپنا منہ لگا کر اپنا زہر چوسنا شروع کر دیا — عورتیں دم سادھے یہ سارا عجیب وغریب تماشا دیکھ رہی تھیں — بچے کی ماں کا رنگ فق تھا اور چہرہ حیرت میں گم تھا — جب سانپ سارا زہر چوس چکا تو ناگ نے اس کی طرف اشارا کر کے کہا:

"اس گاؤں سے نکل کر جنگل میں دفع ہو جاؤ — اور پھر کبھی انسانی بستی کا رُخ نہ کرنا — نہیں تو تمہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

سانپ نے سر جھکا کر کہا:

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر میرے آقا۔"

یہ کہہ کر سانپ جدھر سے آیا تھا، اُدھر کو واپس چلا — سانپ کوٹھڑی سے نکلا تو عورتوں نے بچے کی لاش لیا — بچے کی ماں اپنے بیٹے کی لاش پر ٹوٹ پڑی۔ … نے کہا:

جگنو: "شکر کرو میری بہنو! صبر کرو — اللہ تعالیٰ نے بچے کو زندگی واپس کر دی ہے — وہی زندگی دیتا اور زندگی واپس لیتا ہے — موت اور زندگی اُسی کے قبضے میں ہے۔ اس کا شکر ادا کرو، بچہ پھر سے زندہ ہو گیا ہے۔"

بچّے کے چہرے کا رنگ پھر سے سرخ و سفید ہو گیا تھا۔
اس نے آنکھیں کھول کر ماں کی طرف دیکھا اور کہا :

"ماں، میں سو گیا تھا کیا ؟"

ماں خوشی سے چیخ مار کر اپنے بیٹے سے لپٹ گئی۔
وہی گھر جہاں تھوڑی دیر پہلے موت کی اداسی چھائی تھی اور
رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، اب خوشیوں سے بھر گیا تھا۔
عورتیں ناگ کو عقیدت سے دیکھنے لگیں۔ بچے کی ماں تو
ناگ کے آگے بچھی جا رہی تھی۔

ناگ نے کہا :

"میری بہن، اس میں میری کوئی کرامت نہیں ہے۔
یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوا ہے۔ خدا نے سانپ کو
حکم دیا تھا کہ بچّے کا زہر واپس لے لو۔ زہر سانپ نے
واپس لے لیا اور بچہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو گیا ہے۔"

وہ رات ناگ نے اسی چھوٹے سے گاؤں میں گزاری۔
دوسرے دن سارے گاؤں کے لوگ اس کو بہت بڑا پیر سمجھ
کر اس کے گرد جمع ہو گئے اور بڑی خاطریں کرنے لگے۔
ناگ کو یہ بات پسند نہیں تھی، کیونکہ اس کا ایمان تھا کہ
نیکی کی توفیق اللہ ہی دیتا ہے اور وہی ہر شے کا مالک
ہے۔ وہ ان لوگوں کی خاطر داریوں سے گھبرا کر اُٹھا اور بولا:

"میں ذرا کنوئیں تک جا رہا ہوں۔ ابھی واپس آتا ہوں۔"
ناگ سب لوگوں کو چھوڑ کر گاؤں سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی
دُور ایک گھنا درخت تھا۔ ناگ نے اُس کے نیچے آ کر ایک گہرا
سانس لیا اور عقاب بن کر ہوا میں اُڑ گیا۔ وہ اپنے لمبے
سفر پر روانہ ہو چکا تھا۔

سارا دن وہ اُڑتا چلا گیا۔ تیسرے پہر اُس نے دُور
سبز رنگ کے سمندر کو دیکھا، جس کے کنارے پر ایک اُونچی
مسجدوں کے چمکتے میناروں اور بادشاہ کے محل کی بارہ دریوں
والا شہر آباد تھا۔ یہی ترکی کا دارالخلافہ استنبول تھا۔

آج سے چار سو سال پہلے کا استنبول بڑا گنجان اور تنگ
تنگ چھتے ہوئے بازاروں اور گلی کوچوں والا شہر تھا۔ شہر کے
ارد گرد ایک دیوار بنی ہوئی تھی۔ مگر دروازے کھلے تھے۔
دروازے آدھے زمین کے اندر دھنسے ہوئے تھے۔ مسافر
بلا روک ٹوک شہر میں داخل ہوتے تھے۔ مسجدوں میں نمازی
نماز پڑھ رہے تھے۔

بادشاہ یعنی خلیفہ پاشا کا محل شہر کی ایک پہاڑی
کے اونچے قلعے کے اندر تھا اور دُور سے بڑا خوب صورت
لگ رہا تھا۔

سمندر ایک کھاڑی کی شکل میں شہر کے اندر آ گیا تھا۔

جس کے اوپر کشتیوں کا پُل بنا تھا۔ لوگ اس پل پر سے گزر کر شہر کے دونوں حصوں میں آتے جاتے تھے۔ شہر میں آج کل کے زمانے کی نہ کوئی موٹر کار تھی نہ ٹرک اور نہ سکوٹر چلتے تھے۔ پرانی پتھریلی اونچی نیچی سڑکیں تھیں۔ جن پر گھوڑا گاڑیاں اور چھکڑے چلتے تھے۔ لوگ پیدل چل پھر کر سودا سلف خرید رہے تھے۔ دکانوں میں چیزوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔

ناگ شام تک شہر میں گھومتا پھرا۔ اس کے دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ کاش کہیں عنبر کی شکل دکھائی دے جائے۔ کاش کسی جگہ سے اسے ماریا کی خوشبو آجائے۔ مگر نہ عنبر ہی اسے کہیں دکھائی دے رہا تھا اور نہ ماریا کی خوشبو کہیں سے آرہی تھی۔

جب وہ تھک گیا اور گلی کوچوں میں شام کے چراغ روشن ہوگئے تو ناگ نے سوچا کہ کسی جگہ رات بسر کرنے کا ٹھکانہ تلاش کرنا چاہیے۔ وہ شہر کی سب سے بڑی سرائے میں آکر ٹھہر گیا۔ کیونکہ اسے امید تھی کہ اگر عنبر یا ماریا اس شہر میں داخل ہوئے تو وہ اسی سرائے میں اُتریں گے۔ یہ انہوں نے آپس میں فیصلہ کر رکھا تھا کہ جب کبھی وہ ایک دوسرے سے جُدا ہو کر کسی شہر میں داخل ہوں، تو

اس شہر کی سب سے بڑی اور پُرانی سرائے میں ہی اتریں گے۔

استنبول کی یہ سرائے بھی کافی پُرانی تھی۔ اس کی کئی کوٹھریاں تھیں۔ اور کوٹھریوں میں مسافر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ناگ نے ایک ایک کوٹھری میں جاکر کسی بہانے جھانک کر دیکھا، اُسے عنبر کی شکل کہیں دکھائی نہ دی۔ ایک ایک جگہ پر اُس نے لمبے سانس لے کر فضا کو سونگھا۔ ماریا کی خوشبو کہیں سونگھائی نہ دی۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ اگر ماریا آس پاس ہوئی تو وہ اُسے دیکھ کر اس کے قریب آجائے گی۔

رات ناگ نے اپنی کوٹھری میں گزار دی۔

استنبول میں بھی سردی کا موسم تھا اور رات بھر ٹھنڈی یخ ہوائیں سمندر کی طرف سے چلتی رہی تھیں۔ سمندر میں بندرگاہ پر بادبانی جہاز ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔

دوسرے دن کی چمکیلی دھوپ میں سمندر کا سبز رنگ بڑا شوخ ہو گیا تھا۔ مسافر کشتیوں میں سامان لادے شہر کے دوسرے کنارے کی طرف جا رہے تھے۔ دوسرا دن بھی ناگ نے شہر کے دونوں حصوں میں گھوم پھر کر عنبر ماریا کی تلاش میں گزار دیا۔

شام کو وہ پھرتا پھراتا اُس پہاڑی کی طرف نکل گیا، جس پر بادشاہ کا شاندار محل تھا — جب وہ محل کے قریب پہنچا تو اسے ایک سپاہی نے روک کر پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اور کدھر جا رہا ہے؟

ناگ نے بتایا کہ میں مسافر ہوں اور پہاڑی کی سیر کر رہا ہوں — سپاہی نے اسے واپس جانے کو کہا۔ ناگ واپس چلا آیا —

سردی کی وجہ سے پہاڑی پر محل کے ارد گرد دُھند چھا رہی تھی، جو شام کے بڑھتے پھیلتے سایوں میں سیاہ ہوتی جا رہی تھی —

ناگ پہاڑی سے اُترنے لگا — نیچے آکر اس نے دیکھا، کہ ایک جنازہ جا رہا ہے — چار آدمیوں نے جنازے کے تابوت کو اٹھا رکھا ہے — جنازے کے ساتھ سوائے ان چار آدمیوں کے اور کوئی بھی نہیں تھا — ناگ کے دل میں بڑا درد پیدا ہوا کہ اس بے چارے مرنے والے کے جنازے کو کوئی کندھا بدلوانے والا بھی نہیں ہے۔

وہ جنازے کے ساتھ ساتھ چلنے لگا — آگے سے آکر اس نے جنازے کو کندھا دینا چاہا تو جنازہ اٹھانے والوں نے اسے گھور کر دیکھا — مگر ناگ کو کچھ نہ کہا اور خاموشی

سے کندھا بدلوا لیا — ناگ کچھ دیر تابوت اُٹھائے چلتا رہا — اس کے بعد چوتھے آدمی نے اس سے تابوت لے لیا اور ناگ کے کان میں کہا:

"واپس چلے جاؤ بھائی، تمہارا شکریہ —"

ناگ دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ کسی دوسرے مسلمان کو جنازے کے ساتھ شریک ہوتا نہیں دیکھ سکتے —

ناگ نے کہا:

"بھائی، میں بھی مسلمان ہوں اور ملک مصر کا رہنے والا ہوں — یہاں مسافر ہوں — کیا تم اس میت کی نماز جنازہ پڑھ کر مجھے ثواب نہیں حاصل کرنے دو گے؟"

چاروں آدمیوں نے جنازہ روک لیا — آگے والے ایک آدمی نے غصے سے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"مرنے والے کی وصیت تھی کہ جب وہ مر جائے تو صرف چار آدمی اُسے دفن کریں — ہم مرنے والے کی وصیت پوری کر رہے ہیں — تم یہاں سے واپس چلے جاؤ"

ناگ خاموش ہو گیا — وہ خاموشی سے واپس مڑ گیا — جنازے والے جنازہ لے کر آگے روانہ ہو گئے، لیکن ناگ کو ان لوگوں پر شک گزرا کہ وہ ضرور کوئی پُراسرار لوگ

ہیں — دن کی روشنی کافی کم ہو گئی تھی — ناگ ایک طرف درخت کے پیچھے ہو گیا — اُس نے فوراً ایک کالے سانپ کی شکل بدلی اور جنازے کی طرف واپس آ گیا — جنازہ اب تھوڑی دُور ایک قبرستان میں داخل ہو چکا تھا —

قبرستان میں کتنی ہی قبریں بنی ہوئی تھیں — ایسا لگتا تھا کہ یہ کوئی تاریخی قبرستان ہے، کیونکہ ان قبروں پر پُرانی اینٹوں کے نقش نگار والے کتبے لگے تھے جن پر عربی کی آیات لکھی ہوئی تھیں —

ناگ جنازے کا راز حل کرنا چاہتا تھا —

چاروں آدمیوں نے ایک جگہ رُک کر پیچھے مُڑ کر دیکھا، کہ کوئی ان کا پیچھا تو نہیں کر رہا — جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ قبرستان میں اُن کے سوا اور کوئی نہیں ہے تو وہ جنازے کو لے کر قبرستان میں بائیں جانب مُڑ گئے۔ ناگ بھی سانپ بن کر جھاڑیوں میں سرکتا ان کے پیچھے لگا رہا۔ جنازہ ایک سرخ پتھروں والی قبر کے پاس پہنچا تو وہ لوگ ٹھہر گئے — انہوں نے جنازے کو زمین پر رکھ دیا — ناگ ایک سوکھے درخت کی شاخ پر چڑھ کر اُن کو دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے ایک آدمی نے جنازے کی چادر کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک بڑی موم بتی نکالی، اُسے جلایا اور پتھر پر رکھ

دیا — موم بتی کی روشنی میں جنازہ اور زیادہ ڈراؤنا لگنے لگا — وہ چاروں کے چاروں خاموش تھے اور آپس میں کوئی بات نہیں کر رہے تھے — ناگ نے دیکھا کہ وہاں کوئی ایسی قبر نہیں کھُدی ہوئی — جس میں وہ مردے کو دفن کرتے — کیا یہ لوگ تازہ قبر کھودیں گے ؟

اُن میں سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر جنازے پر سے سیاہ چادر اُتار دی — چاروں خاموش سر جُھکا کر جنازے کے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ جنازے کے اندر کیا تھا؟ ناگ کو درخت کے اُوپر سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا — اچانک جنازے کے اندر ایک سائے نے حرکت کی اور پھر ایک انسان جنازے کی چارپائی سے باہر نکل آیا — اُسے دیکھ کر چاروں نے سر جھکا دیے — جنازے سے نکلنے والا آدمی ایک ٹانگ کو لنگڑا کر چلتا تھا — اس کی شکل بڑی ڈراؤنی تھی۔ لمبی ناک سبز اور زرد آنکھیں، گلے میں منکوں کی مالا اور ہاتھ میں ایک انسان کی کھوپڑی — اس لنگڑے پُر اسرار آدمی نے کھوپڑی والا ہاتھ بلند کر کے پُرانی یونانی زبان میں کہا :

"اے دیوتا زیوس کی بیٹی، میں تیرے نام پر تمہارے اس تاریخی قبرستان میں اپنی جان کی قربانی پیش کر رہا ہوں :"

اتنا کہہ کر لنگڑے آدمی نے تابوت کے اندر سے ایک

بوتل اور پیالہ نکالا — بوتل میں سے سفید عرق تھوڑا سا پیالے
میں ڈال کر اپنے جنازہ اٹھانے والوں سے کہا:

"اسے ایک ایک گھونٹ پی لو، میں مر رہا ہوں — دیوی
پر قربان ہو رہا ہوں — یہ شربت تمہیں قیامت تک کی زندگی
بخش دے گا۔"

وہ چاروں آدمی بڑے خوش ہوئے — انہوں نے پیالے
میں سے سفید شربت کا ایک ایک گھونٹ پی لیا — لنگڑے
آدمی نے پیالہ زور سے قبر کے سرخ پتھر پر دے مارا اور ایک
ٹانگ پر ناچتے ہوئے خوشی سے نعرے لگانے شروع کر دیے۔

"زیوس کی بیٹی، ان چار آدمیوں کی قربانی قبول کر اور
مجھے قیامت تک کی زندگی عطا کر۔"

چاروں آدمی چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے —
ان کے ساتھ دھوکا ہوا تھا — لنگڑے عیار نے انہیں سفید
اور میٹھا زہر پلا دیا تھا — انہوں نے خنجر نکال لیے اور
لنگڑے عیار پر حملہ کر دیا — مگر ان کی طاقت سفید زہر نے
چھین لی تھی — اُن کے خنجر والے ہاتھ اوپر ہی اُٹھے رہ گئے
وہ بے حس پتھر کے بتوں کی طرح ایک دوسرے کے اوپر
قبروں پر گر پڑے — لنگڑا عیار ابھی تک خوشی سے ناچ رہا
تھا۔ پھر وہ ایک دم رک گیا — اس نے جنازے کے اندر

سے ایک کدال نکالی اور ایک قبر کے پاس جھک کر سوراخ کو
تکنے لگا —

موم بتی اس نے قبر کے ایک طرف رکھ دی تھی — اس
کی روشنی قبر کے سوراخ پر پڑ رہی تھی — لنگڑے عیار نے
قبر کے سوراخ کو کدال سے بڑا کرنا شروع کر دیا — جب سوراخ
کافی بڑا ہو گیا تو اس کے ایک رسی اندر ڈال کر اُسے کسی
شے سے باندھا اور باہر کو کھینچنے لگا — قبر کے بڑے سوراخ
میں سے ایک بوری باہر نکل آئی — لنگڑے عیار نے بوری کا
منہ کھولا تو ناگ نے دیکھا کہ بوری میں ایک جوان عورت کی
لاش بند تھی — لنگڑے عیار نے لاش کو بوری سے نکال
کر تابوت میں لٹا دیا اور کھوپڑی اس کے سینے پر رکھ کر
بولا:

"اے دیوی، ان چار انسانوں کی قربانی قبول کر اور
مجھے اتنی طاقت عطا کر کہ میں قیامت تک زندہ رہ سکوں۔
میں نے تیری شرط پوری کر دی ہے اور اپنے چار شاگردوں
کی لاشیں تیری قبر پر لا کر رکھ دی ہیں — اب تو ان کا
گوشت کھا اور مجھے ہمیشہ کی زندگی عطا کر —"

ناگ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ شخص
کس قدر ظالم ہے کہ پلک جھپکنے میں چار آدمیوں کو بے گناہ ہلاک

کر دیا اور یہ لاش خدا جانے کس دیوی کی ہے اور وہ مُردوں
کا گوشت کیسے کھائے گی —
ناگ یہ دیکھ کر ٹھٹک گیا کہ عورت کی لاش آہستہ آہستہ
اُٹھ کر بیٹھ گئی —

ناگ بدروح کی تلاش میں

موم بتی کی روشنی اور قبرستان کی سرد رات —
بڑا پراسرار ماحول بن گیا تھا — لاش کے بال کھلے تھے۔
اس کی آنکھیں بند تھیں — ایک ہاتھ اُوپر کو اُٹھا تھا — اس
کے منہ سے گھُٹی گھُٹی آواز نکلنے لگی — وہ پرانی یونانی زبان میں
کہہ رہی تھی :

"اے میرے شیطانی دوست، سُن — میں نے تیری
قربانی قبول کی — اب تو یہاں سے ملک فرانس میں جا —
وہاں ایک قلعہ ہے — اس قلعے کے پیچھے تاریخی قبرستان ہے۔
اس قبرستان کے اندر ایک بارہ دری ہے — اس بارہ دری
کے نیچے مُردوں کے شہر کو راستہ جاتا ہے — وہاں تمہیں
ایک بدروح کی لاش ملے گی۔ آدھی رات کو وہ بارہ دری
کی قبر سے باہر نکل کر زندہ انسان کی تلاش میں گھومتی ہے۔
وہ تمہیں ہمیشہ زندہ رہنے کا راز بتائے گی — جا یہاں سے
نکل جا — اب میں ان لاشوں سے اپنا پیٹ بھروں گی اور اپنی

قبر میں جا کر سو جاؤں گی۔"
لنگڑے عیار نے کہا:
"وہ بدروح لاش کہیں مجھے تو نہیں ہلاک کر دے گی۔
اس کی نشانی کیا ہے؟"
لاش بولی:
"اس کا آدھا جسم گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا
ہے مگر باقی آدھا جسم ایک جوان اور تندرست عورت کا ہے۔
اُسے جا کر میرا نام لے کر کہنا کہ تمہیں زیوس کی لاش
نے بھیجا ہے — وہ میری سہیلی رہ چکی ہے، پھر وہ تمہیں
کچھ نہیں کہے گی —"
لنگڑا عیار جھک کر جانے لگا تو اب لاش نے ایک
ایسی بات کہہ دی جسے سُن کر ناگ کے کان کھڑے ہو گئے اور
وہ چونک اُٹھا —
لاش نے کہا:
"بدروح لاش کے مردہ شہر میں آج کل ایک ایسا
انسان قید ہے، جسے ہمیشہ کی زندگی مل چکی ہے — بدروح
لاش اس آدمی پر ایک جادو کا عمل کر کے، اپنے جسم کے
بگلے سڑے حصے کو پھر سے زندہ کرنا چاہتی ہے۔ اس نے کئی

انسانوں کے دھڑ غائب کر کے ان کے سر تابوتوں میں بند کر
رکھے ہیں — اب پہلی بار اُسے اس آدمی کا سر ملا ہے
جو صدیوں سے زندہ چلا آ رہا ہے — خبردار، بدروح لاش
سے اس آدمی کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا — نہیں تو
وہ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔"
لنگڑے عیار نے کہا:
"ہرگز نہیں دیوی، میں وہی کروں گا جو تم کہو گی۔"
لاش نے کہا:
"موم بتی بجھا دو اور مجھے لاشیں کھانے دو اور تم یہاں
سے دفع ہو جاؤ۔"
لاش نے چیخ کر کہا — لنگڑا عیار وہاں سے رفو چکر
ہو گیا —
ناگ کے دل کو یقین سا ہو گیا تھا کہ لاش جس آدمی
کی بات کر رہی ہے وہ عنبر ہی ہو گا۔ اُسے اپنے کھوئے
ہوئے دوست کا سراغ مل گیا تھا — کیا خبر ماریا بھی وہیں
کہیں ہو —
ناگ نے فرانس کے قبرستان میں جا کر بدروح لاش
سے ملنے کا فیصلہ کر لیا — وہ درخت سے اُتر کر قبرستان کے
دروازے کی طرف بڑھا — وہ نہیں چاہتا تھا کہ لنگڑا عیار بدروح

لاش کے پاس جاتے — ناگ خود زیوس کا نام لے کر بدروح
لاش کے پاس جانا چاہتا تھا — اس کے لیے ضروری تھا کہ لنگڑے
عیار کا کام تمام کر دیا جائے — وہ چار انسانوں کا قاتل
تھا —

ناگ نے قبرستان سے باہر نکل کر دیکھا — کہ لنگڑا عیار
تیز تیز قدموں سے شہر کو جانے والی سڑک پر بھاگا جا رہا تھا۔
رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا — اس اندھیرے
میں وہ لنگڑا عیار ایک بہت بڑا چمگادڑ لگ رہا تھا۔ ناگ نے
عقاب کی شکل بدلی اور آسمان کی طرف اڑ گیا — پھر لنگڑے
کے سر کے عین اوپر آ کر ناگ نے غوطہ لگایا اور لنگڑے کی
گردن پر اپنے تیز پنجے گاڑ دیے — لنگڑا عیار بوکھلا گیا۔
وہ گر پڑا — اس کے گرتے ہی ناگ سانپ کی شکل میں آ
گیا — لنگڑے نے سانپ کو دیکھا تو کھوپڑی آگے کر دی اور
کہا:

"اے زیوس کی دیوی، میری مدد کر اور اس سانپ
کو پتھر کر دے —"

لیکن دیوی زیوس کا جادو ناگ پر نہیں چل سکتا تھا۔
ناگ نے اچھل کر لنگڑے کی گردن پر ڈس دیا — ناگ کا زہر
ایسا نہیں تھا کہ لنگڑے کو زیادہ سانس لینے کی مہلت ملتی، زہر

نے اس کے سرخ ذرات کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور وہ کٹے ہوئے
درخت کی طرح زمین پر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔
ناگ اسی وقت انسانی شکل میں آ گیا — اس نے لاش
کا جملہ یاد کیا جو قبرستان کی بدروح لاش کے سامنے جا کر
کہنا تھا —

"مجھے زیوس دیوی کی لاش نے بھیجا ہے۔"
ناگ نے یہ جملہ ذہن میں اچھی طرح سے پکا لیا اور پھر
شہر کی طرف روانہ ہوا — سرائے میں مسافر سو چکے تھے — ناگ
اپنی کوٹھری میں جا کر لیٹ گیا — وہ دل میں سوچنے لگا،
کیا کرے کہ یہ بدروح لاش کے خفیہ کمرے میں عنبر اسے
مل جائے — کیا وہ میرے جانے تک بدروح کے ہاتھوں محفوظ رہ سکے گا۔ کیا
میں اسے تلاش کر سکوں گا — اسی قسم کی باتیں سوچتے سوچتے ناگ
کو نیند آ گئی۔ وہ سو گیا —

دوسرے روز وہ سیدھا بندرگاہ پر پہنچا — ایک جہاز
ول سے مال لے کر انگلستان کی طرف جا رہا تھا۔ ناگ کو
انگلستان کے راستے سے فرانس جانا تھا — اس نے جہاز کے
ملاح سے بات کی کہ وہ اسے سونے کی پندرہ اشرفیاں
دے گا اگر وہ اسے جہاز میں کسی طرح سوار کروا کر انگلستان
لے جائے — ملاح لالچ میں آ گیا — اس نے ناگ سے

کہا:

"پہلے پندرہ اشرفیاں نکالو۔"

ناگ نے کہا کہ اس وقت اُس کے پاس صرف پانچ اشرفیاں ہیں، باقی دس وہ اُسے انگلستان جا کر دے گا۔ ملاح نے ناگ کو ساتھ لے جانے کا خطرہ مول لینے سے انکار کر دیا۔

ناگ نے کہا:

"ٹھیک ہے، میں تمہیں کچھ بھی نہیں دوں گا اور تمہارے جہاز پر سفر بھی کروں گا۔"

"کیا تم بھوت ہو؟"

ناگ نے کہا:

"میں بھوت کا بھی باپ ہوں۔"

ملاح نے قہقہہ لگایا اور جہاز کی طرف چل دیا۔ ناگ بڑی آسانی سے عقاب بن کر اڑ سکتا تھا مگر خطرہ تھا کہ کہیں وہ راستہ نہ بھول جائے۔۔ اس لیے وہ جہاز پر سفر کرنا چاہتا تھا۔ اب اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عقاب بن کر جہاز کے ساتھ ساتھ اُڑتا ہوا سفر کرے گا۔۔ جہاز کے چلنے تک ناگ بندرگاہ کے علاقے میں پھرتا رہا۔۔ جب جہاز نے لنگر اٹھا دیا اور اُس کے بادبان کھول دیئے گئے تو ناگ بندرگاہ سے نکل کر سمندر کے کنارے کنارے دُور نکل گیا۔ یہاں سمندری چٹانیں لہروں

سے سر باہر نکالے کھڑی تھیں۔۔

ناگ ایک چٹان پر چڑھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ دُور انگلستان کو جانے والا بادبانی جہاز سمندر میں نکل آیا ہے۔۔ اس جہاز کے سفید اور نیلے رنگ کے بادبان تھے۔۔ ناگ نے غور کیا کہ جہاز کی رفتار زیادہ تیز نہیں ہو گی۔۔ وہ کب تک آسمان پر ہوتے ہوئے جہاز کے ساتھ اُڑتا رہے گا۔۔ کیوں نہ کسی اور طریقے سے جہاز پر سوار ہو کر سفر کرے اور کونسا طریقہ ہو سکتا تھا۔۔ کیا وہ سانپ بن جائے۔۔ اس طرح جہاز کے ملاحوں سے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا، پھر کیا وہ ملاح بن جائے، مگر اس طرح بھی دوسرے ملاح اسے پہچان لیں گے کہ یہ کوئی غیر آدمی ہے۔۔

ناگ کو خیال آیا کہ اس نے جہاز پر پہاڑی بکروں کے ایک ریوڑ کو چڑھتے دیکھا تھا۔۔ شاید ترکی کے سینگوں والے یہ پہاڑی بکرے ولایت لے جائے جا رہے تھے۔ ناگ مسکرا دیا:

"کیوں نہ وہ بکرا بن کر جہاز پر سفر کرے۔"

آج تک ناگ کبھی بکرا نہیں بنا تھا۔۔ یہ تجربہ بھی کر کے دیکھنا چاہیے۔۔ ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ سانپ یا عقاب بننے کی جگہ اس بار بکرا بن کر جہاز میں سفر کرے۔

اُس نے گہرا سانس لیا اور عقاب بن کر چٹان سے اُڑ گیا۔
بادبانی جہاز سمندر میں آ کر اپنی منزل کی طرف روانہ
ہو چکا تھا۔ ناگ ہوا میں اُڑتا ہوا جہاز کے اوپر آ گیا۔ اُس
نے جہاز کے ارد گرد دو تین چکر لگائے، پھر جہاز کے پچھلی
طرف جہاں ترپالوں اور رسیوں کے بڑے بڑے ڈھیر پڑے تھے۔
چپکے سے اتر آیا۔ کسی نے اُسے جہاز پر اترتے نہیں دیکھا
تھا۔ رسیوں کے ڈھیر کے پیچھے اس نے ایک گہرا سانس لیا
اور آن کی آن میں بھورے سینگوں والا سفید رنگ کا
خوب صورت پہاڑی بکرا بن کر مے مے کرنے لگا۔
اس کی آواز سن کر ایک ملاّح اس کی طرف لپکا۔
"ارے، یہ کم بخت سٹور سے نکل کر یہاں کیسے آ گیا۔
پکڑو اسے۔ پکڑو اسے۔"
دو تین ملاّح اپنا کام چھوڑ کر اس کی طرف بھاگے۔
اب بکرا آگے آگے اور ملاح پیچھے پیچھے تھے۔ ناگ نے دیکھا
کہ جہاز واقعی بہت بڑا اور خوب صورت ہے۔ وہ بکرے
کی شکل میں عرشے پر بھاگ رہا تھا۔ یہ مسافر جہاز نہیں تھا
سارا عرشہ سامان سے بھرا ہوا تھا۔ آخر وہ جان بوجھ کر ایک
جگہ گر پڑا۔ ملاّحوں نے اسے قابو کر لیا۔ ان میں وہ ملاّح
بھی شامل تھا جس نے ناگ کو جہاز پر بٹھانے سے انکار کر

دیا تھا۔ بکرے کے گلے میں رسّی ڈال کر وہی ملاح اُسے
کھینچتے ہوئے اپنے ساتھی کو کہنے لگا:
"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ یہ بکرے کا
بچہ سٹور روم سے نکل کر اوپر کیسے آ گیا؟"
دوسرے ملاّح نے کہا:
"سٹور کا دروازہ اچھی طرح سے بند نہیں ہوا ہوگا۔"
"میں نے تو نہ صرف دروازہ بند کیا تھا، بلکہ کنڈی بھی
لگا دی تھی۔"
دوسرا ملاّح بولا:
"ارے یار یہ کسی طرح سے نکل آیا ہوگا۔ خواہ مخواہ
ابھی دماغ کیوں چاٹ رہے ہو۔ جاؤ اس مصیبت کی نانی
کو نیچے چھوڑ کر آؤ۔"
ملاّح ناگ کو یعنی پہاڑی بکرے کو لے کر سٹور روم کے
پاس آ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا کہ سٹور
روم کا دروازہ بند تھا اور باہر کنڈی لگی ہوئی تھی۔ پھر
بکرا باہر کیسے نکل آیا تھا؟ ملاّح کی سمجھ میں کچھ نہیں
آ رہا تھا۔ کہ یہ کیا پہیلی ہے۔ اس نے کنڈی کھولی اور
بکرے کو اندر دھکیل دیا۔ اندر بکرے بھرے ہوئے تھے۔
انہوں نے جو ایک انوکھے اور اجنبی بکرے کو اپنے درمیان

دیکھا تو شور مچا دیا —

ملاح دروازے پر کنڈی چڑھا کر چلا گیا تھا۔ بکروں نے شور مچا دیا اور ناگ کو گھیر لیا تھا اور اپنی زبان میں بے بے مے مے کرکے ناگ پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی — کون ہو تم؟ یہاں کیسے آ گئے، پہلے تمہیں کہیں نہیں دیکھا! ایک بھاری بھر کم صحت مند بکرے نے ناگ کو اپنے خطرناک نوکیلے سینگوں سے پرے دھکیلتے ہوئے پوچھا:

"کون ہو تم؟"

یہ بکرا اُن بکروں کا بدمعاش لگتا تھا — تھوتھنی پر زخم کا نشان تھا۔ ایک سینگ اوپر سے کسی زبردست لڑائی میں ٹوٹا ہوا تھا۔ ناگ نے بکرے کی آواز نکال کر بڑی شرافت سے کہا:

"میں پردیسی ہوں — ولایت کی نرم نرم خوشبودار گھاس کھانے کو دل چاہتا تھا — اس لیے آپ لوگوں میں چھپ کر شامل ہو گیا۔"

بدمعاش بکرے نے حلق سے ڈراؤنی آواز نکالی اور ناگ کے ماتھے پر اپنا سینگ زور سے مارا —

"تمہیں میری اجازت کے بغیر جہاز پر آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ سنو، اب تمہیں اپنے راشن میں سے آدھا

چنے روزانہ مجھے رشوت کے طور پر دینے ہوں گے۔ نہیں تو یاد رکھو، میں اپنے اس سینگ سے کتنے ہی بکرے ہلاک کر چکا ہوں۔"

ناگ نے دیکھا کہ ایک نیلی آنکھوں والی بڑی خوبصورت بکری بدمعاش بکرے کے بالکل ساتھ لگ کر کھڑی تھی اور اپنی تھوتھنی یوں چلا رہی تھی جیسے چیونگ گم کھا رہی ہو۔ و بدمعاش بکرے سے ڈری ہوئی لگتی تھی —

دوسرے بکرے بھی بڑی نفرت سے ناگ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ بدمعاش بکرا اشارا کرے اور یہ سینگ ار کر ناگ کو ہلاک کر دیں —

ناگ نے بدمعاش بکرے سے کہا:

"بھائی، میں لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتا — تمہارے ساتھ مل کر سفر کرنا چاہتا ہوں — لندن پہنچ کر تمہارا شکریہ اد کرکے تم سے الگ ہو جاؤں گا — مجھے یہاں پڑا رہنے دو

بدمعاش بکرے نے کہا:

"تمہیں اپنا آدھا راشن مجھے دینا ہوگا۔"

اور پھر بڑی شان سے اپنی نیلی آنکھوں والی بکری کی طرف دیکھ کر بڑے غرور سے مے کی آواز نکالی۔ بکر نے بھی اسی طرح کی آواز نکالی اور بدمعاش بکرے کے پیٹ

کے ساتھ اپنی چھوٹی سی سری لگا دی — بدمعاش بکرے نے گرج کر کہا :

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا اے اجنبی بکرے، جواب دو — نہیں تو ابھی سینگ مار مار کر تمھاری تکا بوٹی کرتا ہوں ۔"

نیلی بکری بڑے فخر سے اپنے ساتھی بکرے کو دیکھ رہی تھی — آخر وہ سارے بکروں کا سردار تھا اور اس کی بہادری کی سب پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی — ناگ نے سوچا، کہ ان بکروں کے آگے بزدلی دکھائی تو یہ تو میری شامت لے آئیں گے اور لندن تک جینا دوبھر کر دیں گے — ان کو ذرا ایک جھلک دکھا دینی چاہیے، تاکہ یہ ٹھنڈے ہو جائیں اور لندن تک بالکل نہ بولیں — اس کے باوجود ناگ نے ایک بار پھر انہیں مہلت دی اور کہا :

"میرے بکرے بھائیو، جنگ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا — میں امن پسند بکرا ہوں اور تم سے امن کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ لڑائی جھگڑا اچھی بات نہیں ہوتی، اس سے پرہیز ہی کرنا چاہیے ۔"

مگر بدمعاش بکرے پر تو بدمعاشی کا بھوت سوار تھا ۔ وہ دوسرے بکروں اور خاص طور پر اپنی پیاری بکری پر

رعب جمانا چاہتا تھا — یا یوں سمجھ لیں کہ اس کی موت کا وقت آن پہنچا تھا — ناگ کی طرف ہونٹ چڑھا کر اگلے دانت نکال کر زور سے ہنسا اور چیخ مار کر بولا :

"بتا اپنا سارا راشن دے گا یا نہیں — اب میں تیرا سارا راشن خود کھا جایا کروں گا — تو نے جواب دینے میں اتنی دیر لگا کر میری توہین کی ہے — اے ذلیل پہاڑی بکرے — اے بکروں کے میراثی بکرے — مرنے کے لیے تیار ہو جا ۔"

اب ناگ کا بھی پارہ چڑھ گیا — اسے بڑا غصہ آیا کہ یہ کم بخت کوئی ایسا اکھڑ بکرا ہے کہ اس پر شرافت کی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا — اس نے ایک بار پھر بڑے آرام سے کہا :

"بھائی، مجھے تنگ نہ کرو — میں امن پسند بکرا ہوں ۔"

"تیرے امن پسند بکرے کی ایسی تیسی ۔"

بدمعاش بکرے نے ناگ کو گالی دی تو اس سے برداشت نہ ہو سکا — اس نے اپنا سینگوں والا سر اٹھا کر کہا :

"اب تمہیں سبق سکھانا ہی پڑے گا — مگر افسوس سبق سیکھنے کے بعد تم زندہ نہیں ہو گے ۔"

بدمعاش بکرے نے پوری طاقت سے ناگ کو ایک ٹکر ماری۔ ناگ آگے سے ہٹ گیا۔ بدمعاش بکرا سامنے دیوار سے جا ٹکرایا — دوسرے بکرے شور مچا کر اس کا دل بڑھانے لگے —

"مار ڈالو اسے سردار، زندہ نہ چھوڑنا استاد — جانے نہ پائے یہ کمینہ۔"

بدمعاش بکرا پیچھے ہٹا اور ریل کے انجن کی طرح زوں زوں کرکے ناگ کی طرف دوڑا — اب ناگ بکرا نہیں تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور ایک خونخوار افریقہ کا شیر بن کر گرجا — اس کی دھاڑ سے سٹور روم کے در و دیوار ہل گئے — بدمعاش بکرا تو وہیں ایک چیخ مار کر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا — دوسرے کئی بکروں کو غش آگیا — کئی بکروں کو ہارٹ اٹیک ہوگئے — نیلی آنکھوں والی بکری بھی غش کھا کر گر چکی تھی، جو بکرے زندہ اور ہوش میں تھے، وہ تھر تھر کانپ رہے تھے — ان کی آواز تک نہیں نکلتی تھی — ناگ نے سوچا کہ کام ختم ہو گیا ہے — وہ فوراً واپس بکرے کی شکل میں آگیا — اسے دوبارہ بکرا بنتے دیکھ کر زندہ بکرے دوڑ کر دیوار کے ساتھ جا لگے۔ وہ ابھی تک خوف کے مارے کانپ رہے تھے۔ نیلی آنکھوں

والی بکری کو ہوش آچکا تھا — بدمعاش بکرے کی لاش
دوسرے کمزور دل بکروں کی لاشوں کے ساتھ پڑی تھی۔ اس
حادثے میں گیارہ بکرے اگلے جہان کو سفر کر چکے تھے۔ ن
نے بکروں کی طرف دیکھ کر کہا:

"بولو تمہاری کیا صلاح ہے؟"

بکروں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

"تم ہمارے سردار ہو — ہم تمہارے غلام ہیں۔ ہم
راشن تمہاری خدمت میں لاکر رکھ دیا کریں گے — ہمار
جان بخشی کر دو۔"

ناگ نے کہا:

"مجھے تمہارے راشن کی ضرورت نہیں — میں کسی کا
نہیں مارا کرتا — میں تمہارا سردار بھی نہیں ہوں، بلکہ تمہارا بھا
ہوں۔ امن سلامتی سے بھائی چارے کے ساتھ سفر کرو ا
کرنے دو۔"

نیلی آنکھوں والی بکری ناگ کے ساتھ لگ کر اپنی تھو
اس کی تھوتھنی کے ساتھ رگڑنے لگی — ناگ کو بکری کے جسم
بڑی تیز بو آئی — اس نے زور سے چھینک مار کر بکری
کہا:

"خبردار، جو میرے قریب آنے کی کوشش کی۔ تمہار

جسم سے بُو آ رہی ہے۔"

نیلی آنکھوں والی بکری نے کہا:

"میں لندن جا کر بڑا خوشبو دار عطر لگا لوں گی۔ میرے اچھے دوست بن جاؤ پیارے بکرے۔"

ناگ نے بکری کو پرے دھکیلتے ہوئے کہا:

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ۔۔ میں تم سب کا دوست ہوں اور خبردار، مجھ سے یہ مت پوچھنا کہ میں شیر کیسے بن گیا تھا۔ نہیں تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا جو ان بکروں کا ہوا ہے۔"

اتنے میں سٹور روم کا دروازہ کھل گیا ۔۔ تین ملاح اندر داخل ہوئے ۔۔ وہ ہنس ہنس کر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے ۔۔ جوں ہی ان کی نگاہ بکروں کی لاشوں پر پڑی وہ شور مچاتے بھاگے ۔۔

"بکرے مر گئے، بکرے مر گئے ۔۔ ان میں بیماری پھیل گئی ۔۔"

جہاز کا کپتان خود وہاں آ گیا ۔۔ ڈاکٹر بھی آ گیا ۔۔ اُس نے ایک بکرے کی لاش کو غور سے دیکھا، پھر کپتان سے کہا:

"سمجھ میں نہیں آتا، ان سب کی موت دل کی حرکت بند ہو جانے سے ہوئی ہے۔"

کپتان نے کہا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔۔ آج تک کبھی نہیں سُنا کہ کسی بکرے کو ہارٹ اٹیک ہوا ہو ۔۔ کوئی اور وجہ ہوگی ڈاکٹر، غور سے دیکھو۔"

ڈاکٹر نے کہا:

"میں ڈاکٹر ہوں، جو کچھ میں نے کہا ہے وہی ٹھیک ہے۔ ان سارے بکروں کی موت ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہوئی ہے، اور یہ ہارٹ اٹیک کسی زبردست خوف کی وجہ سے ہوا ہے، کیونکہ سب کے دل ایک ساتھ بند ہوئے ہیں۔"

ناگ اور نیلی بکری اور دوسرے بکرے یہ ساری باتیں چپ چاپ کھڑے جُگالی کرتے ہوئے سُن رہے تھے ۔۔ ایک بکرے نے اپنی زبان میں ناگ سے کہا:

"سردار، یہ لوگ بیماری پھیلنے کے ڈر سے کہیں ہم سب کو ذبح نہ کر دیں۔"

ناگ نے کہا:

"فکر نہ کرو ۔۔ جب تک میں یہاں ہوں، تمہیں کوئی ذبح نہیں کر سکے گا۔"

نیلی آنکھوں والی بکری نے ناگ سے کہا:

"سردار، چلو یہاں سے نکل کر سمندر میں چھلانگ لگا دیں۔"

اور کسی جزیرے پر جا کر نئی زندگی شروع کریں۔"
"شٹ اپ" ناگ نے اسے جھاڑ دیا۔
نیلی آنکھوں والی بکری سہم کر خاموش ہو گئی اور جگالی کرنے لگی۔ ڈاکٹر نے کپتان سے کہا، ہو سکتا ہے ان بکروں کو کسی خاص بیماری کی وجہ سے ہوا ہو۔ اس لیے میری رائے تو یہ ہے کہ ان سب کو ایک ایک کر کے ذبح کر دیا جائے نہیں تو ہو سکتا ہے، لندن پہنچنے سے پہلے پہلے یہ سارے کے سارے دل کی بیماری سے مر جائیں۔
یہ سُن کر بکروں کے دل دہل گئے۔ نیلی آنکھوں والی بکری کے منہ سے لمبی "مَے" نکل گئی۔ ناگ نے کہا:
"ڈرو نہیں بکرو، شیر بنو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"
کپتان نے کہا:
"کیا یہ تمہاری آخری رائے ہے ڈاکٹر؟"
"ہاں کیپٹن"، یہ کہہ کر ڈاکٹر باہر نکل گیا۔
ایک ملاح نے کپتان سے کہا:
"سر، اگر یہ سارے بکرے مر گئے تو اس کا مالک ہم سے تین گنا قیمت وصول کرے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم انہیں پکا کر کھا جائیں۔"
کپتان خاموشی سے ملاحوں کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔

سٹور کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب سارے بکروں نے ناگ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ وہ سارے موت کے خوف سے کانپ رہے تھے۔ اُن کے رنگ اُڑے ہوئے تھے۔
نیلی آنکھوں والی بکری نے کہا:
"یہ لوگ ہمیں بھون کر کھا جائیں گے سردار، اگر کچھ کر سکتے ہو تو کرو۔"
سارے بکرے ناگ کی منت سماجت کرنے لگے۔ ایک نے کہا:
"سردار، شیر بن کر سارے ملاحوں کو کھا جاؤ۔"
ناگ نے کہا:
"گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔"
تھوڑی دیر بعد چھ سات ملاح آئے اور مرے ہوئے بکروں کی لاشیں اُٹھا کر لے گئے۔ باقی بکروں کے آگے چارا ڈال دیا گیا اور پانی بھی رکھ دیا گیا، مگر ان پر موت کا اتنا خوف تھا کہ کسی کو بھوک ہی نہیں لگی تھی۔ بڑی مشکل سے ناگ نے انہیں تسلی دے کر حوصلہ دلایا اور وہ تھوڑا تھوڑا چارا کھانے لگے۔ لیکن آخر وہی ہوا جس کا بکروں کو دھڑکا لگا ہوا تھا۔ جہاز کے کپتان نے فیصلہ

دے دیا کہ باقی جو بجرے بچے ہیں، انہیں ایک ایک کرکے
ذبح کر دیا جائے۔

اس کی خبر بجروں کو اس وقت ہوئی جب ایک موٹا
تازہ ملاح اپنی توند پر ہاتھ پھیرتا ڈکار مار کر سٹور روم میں
داخل ہوا اور ہنس کر بولا:

"پیارے بجرو، جہاز کے ملاح تمہارے کباب بنا کر
کھائیں گے۔ خوب دعوتیں اڑیں گی سارے سفر میں۔"

بجرے تو کانپ اٹھے۔

موٹا ملاح آگے بڑھا اور بکروں کو ٹٹول ٹٹول کر
دیکھنے لگا کہ آج کون سے بجرے کو ذبح کرکے کھایا
جائے۔ اس نے ایک بجرے کو پسند کر لیا اور اسے سینگوں
سے پکڑ کر سٹور روم سے باہر کھینچنے لگا تو بجرے نے چیخ کر
ناگ کو آواز دی:

"سردار، اپنا وعدہ پورا کرو۔"

ناگ نے گہرا سانس لیا اور سانپ بن کر پھنکار ماری
اور ملاح کی طرف بڑھا۔ ملاح نے جو ایک کالے سانپ
کو اپنی طرف پھن اٹھائے آتے دیکھا تو بکرے کو چھوڑ باہر کو
بھاگا۔ مگر ناگ نے دروازے پر ہی اسے ڈس دیا۔ ملاح گرا اور
اس کے منہ سے جھاگ بہنے لگی۔ ناگ پھر سے بکرا بن گیا۔

جہاز کا بھوت

جہاز پر شور مچ گیا کہ ایک ملاح کو سانپ نے کاٹ
لیا ہے۔

ڈاکٹر نے لاش دیکھ کر کہا کہ یہ کوئی بڑا ہی زہریلا
سانپ تھا۔

کپتان نے حیرانی سے کہا:

"جہاز پر سانپ کہاں سے آ گیا اور پھر بجروں کے
گودام میں کیسے پہنچ گیا۔ اس نے بجروں کو کچھ نہیں کہا
اور میرے ملاح کو ڈس دیا۔"

کپتان نے حکم دے دیا کہ سارے جہاز میں سانپ کو
تلاش کرکے مار دیا جائے۔ بجروں کو ایک دوسرے سٹور
روم میں بدل دیا گیا، لیکن وہاں سانپ ہوتا تو ملتا۔

دوسرے روز اس کمرے میں بھی ایک ملاح کپڑا لینے
ا۔ بجروں نے واویلا مچانا شروع کر دیا۔ وہ ناگ کی منتیں
کرنے لگے۔

"سردار! ہمیں ان جلّادوں سے بچاؤ"
ناگ نے سوچا کہ خواہ مخواہ ایک اور ملّاح کو ہلاک کرنا ٹھیک نہیں — کیوں نہ اسے ڈرا کر بھگا دیا جائے — پس جوں ہی ملّاح نے بجروں کو ٹٹولنے کے بعد ایک بکرے کو باہر لے جانے کے لیے کھینچا اور اس بکرے کے حلق سے چیخ نکلی — ناگ نے گہرا سانس لیا اور دھاریدار بنگال کا شیر بن کر دھاڑا۔
ملّاح نے شیر کو دیکھا تو پیچھے کو گرا — اس کا رنگ اڑ گیا — ہونٹ کانپنے لگے — ٹانگیں لرزنے لگیں۔ وہ چیخ مار کر شیر شیر پکارتا باہر کو بھاگا —
آن کی آن میں وہاں کپتان اور سارے ملّاح جمع ہو گئے —
"کہاں ہے شیر؟" کپتان نے غرّا کر پوچھا۔
ملّاح نے کہا:
"سر، اسی جگہ تھا، ان بجروں کے پاس"
کپتان نے جھنجلا کر غصّے سے کہا:
"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے، بھلا کبھی بجروں کے ساتھ بھی شیر ہوا کرتے ہیں — اٹھاؤ اس موٹے بکرے کو میرے سامنے اور کچن میں لے جا کر کاٹ ڈالو — میں دیکھتا ہوں

کہاں سے شیر آتا ہے!"
دو ملّاح ڈرتے ڈرتے آگے بڑھے اور انہوں نے ایک بجرے کو پکڑ لیا — اس بجرے نے بھی ناگ کی دہائی دی — ناگ نے دیکھا کہ کپتان کے ساتھ وہاں دس گیارہ ملّاح بھی کھڑے تھے۔ اور ان سب کے پاس خنجر تھے — ناگ کو زخمی ہونے کا خطرہ بھی تھا لیکن وہ ایک کرامت دکھا کر ان سب کو ایک بار ہی خوف زدہ کر دینا چاہتا تھا تاکہ باقی سفر آرام سے کٹے — اس نے گہرا سانس لیا اور ایک دم سے افریقہ کا سب سے بڑا ہاتھی بن کر لمبی سونڈ اٹھا کر زور سے چنگھاڑا —
اس سے پہلے کہ ڈر سے کانپتے ہوئے ملّاح باہر بھاگتے، ہاتھی نے ایک ملّاح کو اپنی سونڈ میں اٹھا کر کمرے سے باہر پٹخ دیا۔ کپتان چھلانگ لگا کر باہر نکل گیا اور چلّایا۔
"دروازہ بند کر دو — دروازہ بند کر دو"
کمرے کا لوہے کا دروازہ بند کر دیا گیا — زخمی ملّاح کو اسی وقت اٹھا کر ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا — کپتان کے ہوش اڑے ہوئے تھے — اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے جہاز میں یہ کیا جادوگری ہو رہی ہے — کیا یہاں کوئی بھوت آن گھسا ہے؟ اس نے تمام ملّاحوں کو بلا کر مشورہ کیا — ڈاکٹر سے پوچھا کہ جہاز میں ہاتھی کہاں سے آ گیا؟

ڈاکٹر نے کہا:

"میں کیا بتا سکتا ہوں، کوئی جادوگر نہیں ہوں — میں خود حیران ہوں کہ اس جہاز پر یہ کیا ہو رہا ہے۔"

کپتان نے حکم دے دیا کہ بکروں والے گودام میں کوئی نہ جائے — کمرے کو بند کر دیا گیا۔ کپتان نے دوپہر کے بعد خود آ کر گودام کے سوراخ میں سے اندر دیکھا — ہاتھی کہیں نہیں تھا — بکرے بڑے مزے سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ کپتان اور زیادہ چکرا گیا کہ یہ قصہ کیا ہے؟ اس کی زندگی میں آج تک کبھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا۔ بکرے بڑے خوش تھے — اب کوئی انہیں ذبح کرنے کے واسطے لے جانے نہیں آتا تھا — ایک ملاح ڈرتے ڈرتے دن میں ایک بار آتا اور پانی کا تسلا اور چارے کا گٹھا پھینک کر دروازہ بند کرکے بھاگ جاتا۔

بکرے ناگ کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے۔ اُس نے اُن کی جان بچائی تھی۔ نیلی آنکھوں والی بکری تو ناگ کے ساتھ لگی رہتی — اس نے دبی زبان میں ایک بار ناگ سے کہہ بھی دیا

"پیارے سردار، کیا تم مجھ سے شادی کروگے؟"

ناگ دل میں بہت ہنسا —

جہاز سمندر میں سفر کرتا رہا — ناگ بکرا بن کر کمرے میں بند رہنے سے گھبرا گیا — اس نے اپنے ساتھی بکروں سے کہا کہ

وہ ذرا سیر کرنے جہاز کے عرشے پر جا رہا ہے — نیلی آنکھوں والی بکری سے کہا:

"سردار، کیا مجھے ساتھ نہیں لے جاؤگے؟"

ناگ نے اسے جھڑک دیا:

"خبردار جو باہر جانے کا نام لیا — وہ لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ناگ نے ایک نیلے رنگ کی چھوٹی سی چڑیا کا روپ بدلا اور دروازے کے سوراخ میں سے باہر نکل گیا — وہ راہداری میں اُڑتا سیڑھیوں پر سے ہو کر اوپر کھلی ہوا میں عرشے پر آگیا — دُور دُور تک کھلے سمندر پر دھوپ چمک رہی تھی — ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی — ملاح اپنے اپنے کام میں لگے تھے۔ ایک ملاح نے نیلی چڑیا کو دیکھ کر اپنے ساتھی سے کہا:

"اس قسم کی چڑیا کھلے سمندر میں پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ یہ کہاں سے آگئی ہے؟"

دوسرے ملاح نے ناگ کی طرف غور سے دیکھ کر کہا:

"خاموش رہو بھائی، اس جہاز پر سب کچھ ہو سکتا ہے — جانتے نہیں کبھی شیر آجاتا ہے، کبھی ہاتھی اور کبھی سانپ — اب چڑیا آگئی ہے تو کیا ہوا — میں تو لندن پہنچ کر کسی دوسرے جہاز پر نوکری کر لوں گا — اس جہاز پر بھوتوں نے قبضہ

کر لیا ہے "

ناگ ان کی باتیں سُن کر بڑا خوش ہوا — اس نے سوچا کہ ذرا جہاز کے کچن میں چل کر کافی سے دل بہلایا جائے اس نے اُڈاری ماری اور سیڑھیوں پر سے اُڑ کر جہاز کی پہلی منزل میں آ گیا — ایک طرف سے اسے تڑکا لگنے کی خوشبو آئی کچن زیادہ دُور نہیں تھا — وہ کچن کے دروازے پر آ کر رُک گیا — اتفاق سے وہاں کوئی نہیں تھا — ناگ انسانی شکل میں آ گیا — اس نے دروازہ کھولا اور کچن میں داخل ہو گیا — یہاں ملاحوں کے کھانا کھانے کے لیے لمبی لمبی لکڑی کی میزیں لگی تھیں — کچھ ملاح بیٹھے کھانا کھا رہے تھے — کچھ کافی پی رہے تھے۔ ناگ نے دیکھا کہ ایک کونے میں وہی ملاح بیٹھا کافی پی رہا ہے، جس نے ناگ کو جہاز پر بٹھانے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر وہ پندرہ اشرفیاں نہیں دے گا تو وہ اسے جہاز پر اپنے ساتھ نہیں لے جائے گا۔

ناگ خاموشی سے چلتا اس ملاح کے پاس جا کر بیٹھ گیا — کچھ ملاحوں نے ناگ کے لباس کو غور سے دیکھا کہ یہ اجنبی شخص جہاز پر کہاں سے آ گیا ہے، کیونکہ وہ مسافر جہاز نہیں تھا اور سارے ملاح نیلی اور سفید جہازی وردی میں تھے جس ملاح کے پاس ناگ جا کر بیٹھا، وہ تو ناگ کو دیکھ کر

دنگ سا ہو کر رہ گیا — کافی کی پیالی اس کے ہونٹوں پر ہی رُک گئی —

"تم — تم یہاں کہاں ؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا :

"میں نے تمہیں کہا تھا نا، کہ میں اسی جہاز پر سفر کروں گا — دیکھ لو — میں اسی جہاز پر تمہارے ساتھ سفر کر رہا ہوں"

ملاح نے پیالی میز پر رکھ دی اور پوچھا :

"مگر — تم جہاز پر کیسے آ گئے ؟"

ناگ بولا :

"یہ مت پوچھو، بس آ گیا ہوں۔ مجھے آنا ہی تھا — میرا لندن پہنچنا بہت ضروری تھا — اب اگر تم نے شور مچانا ہے تو مچا کر دیکھ لو، کچھ بھی نہیں ہو گا — اگر شیر گودام میں آ سکتا ہے، ہاتھی گودام میں آ سکتا ہے تو کچن میں بھی ظاہر ہو سکتا ہے"

ناگ نے قہقہہ لگایا — ملاح ناگ کی باتیں سُن کر بہت ڈر گیا تھا — ناگ نے اُسے اور زیادہ ڈراتے ہوئے کہا :

"میں بھوت ہوں اور بھوت جب چاہیں، جس جہاز پر چاہیں سفر کر سکتے ہیں، انہیں کوئی نہیں روک سکتا"

ملاح نے آہستہ سے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا :

" لیکن — کیا — کیا تم بھوت ہو ؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا :

" نہیں، میں تو بکرا ہوں۔ پہاڑی بکرا "

ملاح جلدی سے اُٹھا اور بولا :

" میں ابھی — ابھی آیا "

اور یہ کہہ کر وہ دم دبا کر کچن سے بھاگ گیا۔ دوسرے ملاح اسے تعجب سے دیکھتے رہے — پھر انہوں نے ناگ کو دیکھا ایک ملاح نے دور سے آواز لگا کر پوچھا :

" تم کون ہو ؟ اس جہاز پر کیسے آ گئے ؟ "

ناگ نے وہیں بیٹھے بیٹھے بلند آواز سے کہا :

" بھائیو، مجھ سے بار بار سوال مت پوچھو — میں تمہارے جہاز کا بھوت ہوں اور یہاں کافی پینے آیا ہوں "

اگر جہاز پر پہلے ہی سے جادوگری کے ڈرا دینے والے آسیبی واقعات نہ ہوئے ہوتے تو شاید ملاح ناگ کی بات کو مذاق سمجھ کر ٹال دیتے — وہ پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے اب جو ناگ نے کہا کہ میں بھوت ہوں تو وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ان میں ایک حبشی ملاح بڑا اکھڑ اور گینڈے جتنا طاقتور

تھا۔ اسے اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا — اس نے بدتمیزی سے ناگ کو ایک گالی دے کر کہا :

" او حرامی، اگر تو بھوت ہے تو میں تیرا باپ بھوت ہوں "

اور زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا — ناگ نے کوئی جواب نہ دیا — اس نے اٹھ کر ایک پھنکار ماری اور افریقہ کا آدمخور شیر بن کر اتنی طاقت سے دھاڑا کہ کچن کی دیواریں لرز گئیں ملاح باہر کو بھاگے — باورچی چولہے کے پاس بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حبشی گینڈا ملاح بھی خوف سے ٹھنڈا ہو گیا — شیر نے اس پر چھلانگ لگائی اور زبردست پنجہ مار کر اُس کی گردن توڑ کر رکھ دی — کچن خالی ہو چکا تھا — ناگ چھت کی طرف منہ اُٹھا کر تین بار دھاڑا اور پھر ایک دم سے انسانی شکل میں آ کر چولہے کے پاس بیٹھ گیا — کیتلی میں سے کافی نکال کر لکڑی کے مگ میں ڈالی اور میز پر بیٹھ کر بڑے آرام سے چسکیاں لینے لگا —

ایک دم سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ کپتان بھی فوراً پہنچ گیا —

حبشی ملاح کی لاش فرش پر پڑی تھی — اس کی گردن ٹوٹی ہوئی تھی اور خون بہہ بہہ کر جم گیا تھا — ناگ کے واقف ملاح نے ناگ کی طرف اشارہ کرکے کپتان سے کہا :

"سر، اس نے ہمارے ملاح کو ہلاک کیا ہے — یہ بھوت ہے —"

کپتان بڑے غور سے ناگ کو دیکھتا رہا — اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ دبلا پتلا سانولے رنگ کا لڑکا جو میز پر بیٹھا کافی کی چسکیاں لے رہا ہے، شیر بن کر، ہاتھی بن کر، سانپ بن کر لوگوں کو ہلاک بھی کر سکتا ہے —

کپتان بھی اپنے دل میں ڈرا ہوا تھا، مگر وہ اپنے خوف کو ملاحوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا — وہ ڈرتے ڈرتے اپنی کپتانی کا بھرم رکھنے کے لیے ناگ کے میز کے تھوڑا قریب آیا اور بولا:

"کیا — کیا تم بھوت ہو؟"

ناگ نے کافی کا گھونٹ بھر کر مگ میز پر رکھا اور کپتان کی طرف اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھا اور کہا:

"تمہارا کیا خیال ہے کپتان؟ کیا میں تمہیں بھوت دکھائی دیتا ہوں — میں تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں!"

ملاح نے کہا:

"سر، اس کی بات پر اعتبار نہ کریں، یہ بھوت ہے۔ اس نے ابھی ابھی مجھے کہا تھا کہ میں نے بھوت بن کر اس

جہاز پر قبضہ کر لیا ہے —"

ناگ نے کہا:

"یہ جھوٹ بول رہا ہے، میں بھوت نہیں ہوں۔"

"پھر تم اس جہاز پر کیسے آ گئے؟ اس جہاز پر کسی مسافر کو سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے —"

کپتان نے ناگ سے سوال کر دیا — ناگ نے کافی کی ایک اور چسکی لے کر کہا:

"اگر یہ بات ہے تو پھر کان کھول کر سُن لو کیپٹن، میں بھوت ہوں اور جب چاہوں اور جس جہاز پر چاہوں سفر کر سکتا ہوں — اب تم اپنے ملاحوں کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ اور مجھے کافی پینے دو۔"

کپتان بھی آخر کپتان تھا، اگرچہ ڈرا ہوا تھا مگر پھر بھی بہادر آدمی تھا، کڑک کر بولا:

"تم بھوت ہو تو کیا ہوا — تم نے میرے دو ملاحوں کو ہلاک کیا ہے — میں تمہیں پھانسی کی سزا سناتا ہوں!"

پھر اس نے ملاحوں کی طرف پلٹ کر حکم دیا:

"اس آدمی کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دو۔"

مگر کس ملاح میں جرأت تھی کہ آگے بڑھتا — کچن کے فرش پر ابھی تک حبشی ملاح کی لاش پڑی تھی۔ ناگ کو کپتان

کے اکھڑپنے پر سخت غصہ آیا — کم بخت جان بوجھ کر اپنی موت
کو آوازیں دے رہا تھا —

ناگ نے بڑے دھیمے لہجے میں کہا :

"کپتان، میں فساد اور لڑائی جھگڑا نہیں چاہتا — بہتر
یہی ہے کہ تم اپنے ملاحوں کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔
ان میں سے کسی کی ہمت نہیں کہ مجھے آ کر پکڑ سکے ۔"

کپتان نے کہا :

میں ہر حالت میں قانون کے مطابق عمل کروں گا
اور ہمارا قانون یہی کہتا ہے کہ جس نے کسی کا خون کیا ہو
اُسے سمندر میں پھینک دیا جائے ۔"

ناگ نے کپتان کی طرف دیکھ کر کہا :

"چلو میں تیار ہوں، تم اپنا قانون پورا کر لو۔ مجھے
بے شک سمندر میں پھینک دو ۔"

کپتان نے آگے بڑھ کر خود ناگ کو گرفتار کر لیا۔ اس
کے دونوں ہاتھ رسی سے کس کر باندھ دیے اور جہاز کے
اوپر عرشے پر لے آیا — یہاں ایک تختہ آگے کو سمندر کی طرف
نکال دیا گیا تھا —

کپتان نے ناگ کو حکم دیا کہ وہ تختے پر جا کر کھڑا ہو۔
اور جب وہ اشارا کرے تو سمندر میں چھلانگ لگا دے۔

ناگ خاموشی کے ساتھ تختے پر وہاں جا کر کھڑا ہو گیا جہاں تخت
ختم ہو جاتا تھا — اس کے نیچے ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا — جہا
سمندر میں چلا جا رہا تھا — بڑی بڑی لہریں آ کر اُس سے
ٹکرا رہی تھیں —

عرشے پر سارے ملاح آ کر کھڑے ہو گئے تھے — وہ
ناگ کی موت کا تماشہ دیکھنے آتے تھے — ان میں وہ ملاح
بھی تھے جنہوں نے ناگ کو اپنی آنکھوں سے شیر اور ہاتھی
بنتے دیکھا تھا — وہ سب چُپ تھے، جیسے کسی حادثے کا
انتظار کر رہے ہوں —

کپتان نے چلّا کر تلوار لہرائی اور کہا :

"چھلانگ لگا دو ۔"

ناگ تختے پر سے سمندر میں کود گیا — وہ سمندر میں جا
کر گرا — سمندر نے اُسے اپنی پہاڑ ایسی لہروں میں گم کر لیا —
ملاحوں نے خوشی سے نعرے لگائے — کپتان نے چیخ کر کہا :

"جہاز کا بھوت مر گیا — قانون کے مطابق اُسے سزا
مل گئی ۔"

ملاح خوش خوش اپنے اپنے کام پر واپس چلے گئے —

کپتان نے ناگ کو سمندر میں گرا تو دیا تھا لیکن اندر سے خو
بھی حیران تھا کہ خبیث مر کیسے گیا ؟ بھوت مرا نہیں تھا —

ناگ نے سمندر کے اندر جاتے ہی بادبانی جہاز سے چھ گُنا
بڑی ویل مچھلی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ وہ سمندر کے
اندر ہی اندر تیرتا رہا — پھر جہاز سے تھوڑی دُور ہٹ کر
سمندر سے باہر نکل آیا۔

ایک ملاّح نے چیخ مار کر کہا:

"ویل — ویل"

آج کل کے زمانے میں اگر سمندر میں ویل مچھلی نظر
آجائے تو جہاز والے بالکل نہیں گھبراتے — ایک تو جہاز پر
سے ویل پر دستی بم والا راکٹ پھینک کر اُسے ایک سیکنڈ
میں ہلاک کر دیا جاتا ہے — دوسرے آج کل کے جہاز اتنے
بڑے ہوتے ہیں کہ دنیا کے سمندروں کی کوئی ویل مچھلی
اگر سارا دن بھی اسے ٹکریں مارتی رہے تو سمندر میں نہیں
ڈبو سکتی — لیکن آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے یہ بات
نہیں تھی۔ ایک تو جہاز بڑے چھوٹے ہوا کرتے تھے — جہاز
لکڑی کے ہوتے تھے — دوسرے اُن کے اوپر کوئی توپ
وغیرہ بھی نہیں لگی ہوتی تھی — جب کبھی سمندر میں سے نکل
کر کوئی ویل اس پر حملہ کرتی تھی تو جہاز کو پہلی ہی ٹکر
میں دو ٹکڑے کر دیا کرتی تھی — یہی وجہ تھی کہ ملاّح ویل
مچھلی کو دیکھ کر ڈر گئے — یہ ویل بھی اتنی بڑی تھی کہ ایک

پہاڑ کا پہاڑ سمندر میں سے باہر کو نکل آیا تھا — کپتان بھاگ کر
اوپر آگیا — اس نے پہاڑ ایسی ویل مچھلی کو دیکھا تو اُس کے
ہاتھ پاؤں پھول گئے —

ایک ملاح نے کہا:

"سر، یہ وہی بھوت ہے — ویل مچھلی کی شکل میں آ
گیا ہے۔ وہ ہمارے جہاز کے ٹکڑے اُڑا دے گا"

ویل مچھلی آہستہ آہستہ جہاز کی طرف بڑھ رہی تھی۔
ایک پہاڑ جہاز کو ٹکر مارنے کے لیے آگے چلا آ رہا تھا
ملاحوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کوئی کسی طرف اور کوئی کسی
طرف بھاگنے لگا — انہوں نے سمندر میں کشتیاں اتار دیں
تاکہ جہاز ڈوبنے لگے تو وہ کشتیوں میں بیٹھ کر جان بچانے
کی کوشش کریں —

ویل مچھلی نے جہاز کے قریب آ کر سمندر کے اندر غوطہ
لگا دیا — کپتان بڑا خوش ہوا — اس نے خوشی سے چیخ
کر کہا:

"ویل سمندر میں چلی گئی — کشتیاں اوپر کھینچ لو"

ملاحوں کا خوف کچھ دُور ہو گیا — انہوں نے سمندر میں
اتاری ہوئی کشتیاں رسوں کی مدد سے اوپر کھینچ لیں — ویل
مچھلی غائب ہو چکی تھی — جہاز بڑے سکون سے ہوا کے زور

پر سفر کرتا چلا جا رہا تھا۔

اچانک جہاز کو ایک جھٹکا لگا — کپتان اور ملاح گرتے گرتے بچے، پھر انہوں نے محسوس کیا کہ جہاز سمندر کی سطح سے اُوپر کو اُٹھ رہا ہے۔ کپتان اور ملاحوں نے گھبرا کر نیچے سمندر میں دیکھا — جہاز کے پیندے کا وہ حصہ بھی نظر آنے لگا تھا جو ہمیشہ سمندر کے اندر ڈوبا رہتا ہے۔

ایک ملاح نے سر پکڑ کر کہا:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

دوسرا بولا:

"بھوت نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا — ہمارے ساتھ جہاز کے بھی پرخچے اُڑا دیگا۔"

کپتان نے دیکھا کہ جہاز آہستہ آہستہ سمندر سے باہر نکل کر اوپر کو اُٹھتا چلا جا رہا ہے — پھر نیچے سے وہی ویل مچھلی نکل آئی — اس ویل مچھلی نے نیچے سے آ کر جہاز کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر اوپر اٹھا لیا تھا — اب جہاز خود نہیں چل رہا تھا بلکہ ویل مچھلی اُسے اپنی پیٹھ پر رکھے سمندر میں تیرتی ہوئی آگے لیے جا رہی تھی — جہاز آگے پیچھے ہو رہا تھا۔ اُسے جھٹکے اور دھچکے لگ رہے تھے۔ ملاحوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا تھا — کپتان انہیں خاموش رہنے

کا حکم دے رہا تھا —

ایک ملاح نے خوف کے مارے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ اور دیکھتے دیکھتے لہروں نے اُسے اپنے اندر نگل لیا۔ کپتان پاگل ہوا جا رہا تھا — اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی ویل مچھلی کو اپنے سر پر جہاز اُٹھائے سمندر میں سفر کرتے نہیں دیکھا تھا اور آج خود اس کا اپنا جہاز ویل مچھلی کے اوپر سوار ہو کر سمندر میں چلا جا رہا تھا —

کپتان سمجھ گیا کہ یہ اسی بھوت کی کارستانی ہے جس کو اس نے سمندر میں کودنے پر مجبور کر دیا تھا — کپتان نے بلند آواز سے چلا کر کہا:

"اے سمندری بھوت، ہمیں معاف کر دے — ہمارے جہاز کو آزاد کر دے۔ اب ہم تجھے تنگ نہیں کریں گے۔"

ناگ نے ویل مچھلی کی شکل میں جہاز کو سر پر اٹھائے سمندر میں تیرتے کپتان کی آواز سن لی تھی۔ کپتان کی اس آواز کے بعد جہاز آہستہ آہستہ نیچے جانے لگا — ویل مچھلی سمندر میں ڈوب گئی — جہاز بھی سمندر کی لہروں پر آ گیا — ملاحوں اور کپتان نے اطمینان کا سانس لیا — ویل مچھلی نے جہاز کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس کے نیچے سے پھسل کر آگے نکل گئی تھی۔ ملاحوں نے دیکھا کہ ویل مچھلی کافی دور جا کر سمندر کی سطح سے باہر نکل

آتی ہے۔ اس کے سر میں سے پانی کا اونچا فوارہ بلند ہوا اور ویل مچھلی اچانک سمندر پر سے غائب ہو گئی۔ ویل مچھلی نے ایک گہرا سانس باہر کو چھوڑا تھا۔ اور وہ ویل مچھلی سے ایک سیاہ عقاب بن گیا تھا۔ سیاہ عقاب اُڑتا ہوا جہاز کے عرشے کے جنگلے پر آکر بیٹھ گیا۔ ملاح ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔

"بھوت واپس آگیا، بھوت واپس آگیا ہے۔"

کپتان نے سیاہ عقاب کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے جہاز کے بھوت! میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی تنگ نہیں کرے گا۔ تم بھی وعدہ کرو کہ ہمیں کچھ نہیں کہو گے۔"

انہوں نے دیکھا کہ سیاہ عقاب کی جگہ ایک پل میں وہی ناگ انسانی شکل میں سامنے آگیا۔ ناگ مسکرا رہا تھا۔ اس نے کپتان کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں نے بھی یہی تم سے کہا تھا، مجھے آرام سے اپنا سفر پورا کرنے دو اور کافی پینے دو، مگر تم نہ مانے۔"

کپتان نے اپنی ٹوپی اتار کر ناگ کو ادب سے سلام کیا اور کہا:

"سر، آج سے تم اس جہاز پر میرے مہمان ہو۔ تم میرے

خاص کیبن میں چل کر آرام کر سکتے ہو۔"

ناگ نے کہا:

"شکریہ کیپٹن، لیکن میری ایک شرط اور ماننا ہوگی۔"

"وہ کونسی شرط؟"

کیپٹن نے پوچھا۔ سارے ملاح وہاں کھڑے بھوت اور کپتان کی گفتگو بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے۔

ناگ نے کہا:

"جہاز میں جو بکرے اور ایک بکری موجود ہے، اُن کو کچھ نہ کہا جائے۔ اور ہرگز ہرگز ذبح نہ کیا جائے۔"

کپتان نے مسکرا کر کہا:

"ٹھیک ہے، کسی بکرے کو کچھ نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی ذبح کیا جائے گا۔"

ناگ نے جہاز کے خاص کیبن میں مزے سے رہنا شروع کر دیا۔ ابھی سات روز کا سمندری سفر باقی تھا۔ ایک دن ناگ اس گودام میں آیا جہاں اس کے دوست بکرے اور دوست بکری بند تھی۔ ایک ملاح ناگ کے ساتھ تھا۔ دروازہ کھول کر ناگ اندر آیا تو کسی بکرے نے اس کی طرف نہ دیکھا۔ نیلی آنکھوں والی بکری بھی کونے میں بیٹھی مزے سے جگالی کرتی رہی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف آنکھیں اٹھا

جسے اُس نے دو روز پہلے شادی کی پیش کش کی تھی۔ ناگ نے مسکرا کر نیلی آنکھوں والی بکری کی طرف دیکھا اور اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"کیوں بی بکری، میرے ساتھ شادی کرو گی؟"

بکری اپنی دھن میں مزے سے جگالی کرتی رہی۔ اُس نے نہ تو ناگ کو پہچانا تھا اور نہ وہ انسان کی زبان سمجھتی تھی۔ دوسرے بکرے بھی مزے سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہی وہ شخص ہے، جس کی وجہ سے آج وہ زندہ ہیں اور آرام سے بیٹھے جگالی کر رہے ہیں۔

ننانوے ۹۹ سیڑھیوں کا راز

بادبانی جہاز انگلستان پہنچ گیا۔

ناگ جہاز سے اُتر کر سیدھا لندن کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ دوسرے مسافروں کے ساتھ گھوڑا گاڑی میں سوار تھا۔ اس کی منزل فرانس کا قلعہ بٹائل تھا، جس کے پیچھے پُرانے قبرستان کے نیچے مُردوں کا شہر آباد تھا اور جہاں ایک تہ خانے میں اس قبرستانی شہر کی ملکہ بدروح لاش نے عنبر کا آدھا دھڑ غائب کر کے اس کا سر ایک چبوترے پر ایک گز بلند رکھا ہوا تھا۔

ناگ کو ماریا کی تلاش بھی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ماریا سے بھی ملاقات اسی علاقے میں کسی نہ کسی جگہ ہو جائے گی۔ ناگ کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ ماریا اس وقت لندن کے ایک گنجان علاقے میں دریا کنارے کی ایک گلی کے مکان میں اپنی نئی سہیلی الزبتھ کے مکان کے اوپر والے کمرے میں رہ رہی تھی۔ دن کو وہ بھی عنبر اور ناگ کو شہر

ہیں تلاش کرتی اور رات کو واپس اپنے کمرے میں آجاتی — الزبتھ نے اپنی آنٹی کو ماریا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا —

ناگ لندن پہنچ گیا — وہ ماریا کو یہاں تلاش کرنا چاہتا تھا، مگر اُسے عنبر کی زیادہ فکر تھی جو اس وقت فرانس کے پرانے قبرستان کے مردہ شہر میں بدروح لاش کے قبضے میں تھا؛ چنانچہ وہ لندن سے گزر گیا اور سمندر کی کھاڑی عبور کرکے فرانس کے ساحل پر آگیا — یہاں سے اُسے کوئی سواری نہ مل سکی — اجاڑ ویران چٹانی علاقہ تھا — سردی غضب کی پڑ رہی تھی — ناگ نے عقاب کی شکل بدلی اور اُڑنا شروع کر دیا — دوپہر کے بعد وہ فرانس کے دارالحکومت پیرس پہنچ گیا —

وہ شہر کے ایک پرانے گرجا گھر کی سیڑھیوں پر اُتر آیا — شام کا وقت تھا — آسمان پر بادل جھکے ہوئے تھے، ایسا لگتا تھا کہ بارش ہو گی یا برف گرے گی۔ ناگ بسٹائل کے قلعے کو جانے والا راستہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے انسان کی شکل بدلی اور گرجا گھر کی سیڑھیاں اتر کر شہر کی دیوار کے پاس آ گیا — ایک خوب صورت گھوڑا گاڑی اس کے قریب سے نکل گئی — اس پر وردی پوش سپاہی تلواریں

…ے کھڑے تھے — ناگ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ اس گاڑی …یں کون تھا — اس نے بتایا:

"تم کو نہیں معلوم یہ بادشاہ کا بد کردار ظالم وزیر کاونٹ ہے — یہ قلعے میں جا رہا ہے — بے قصور قیدیوں کی گردنیں کاٹنے کے لیے۔"

"قلعہ، اس قلعے کا نام کیا ہے؟"

"بسٹائل — یہی نام ہے اس منحوس قلعے کا۔"

اور وہ آدمی نفرت سے ایک طرف تھوک کر آگے چلا گیا — ناگ کو معلومات حاصل ہو گئی تھی — وہ قلعے کی طرف روانہ ہو گیا — جب اُسے دُور قلعے کی دیوار اور اس کے اندر بادشاہ کے محل کے مینار اور سنہری برجی نظر آئی تو سورج غروب ہو چکا تھا اور قلعے کی فصیل اور بادشاہ کے محل کی کھڑکیوں میں روشنی ہونے لگی تھی۔

زیوس کی بیٹی نے بتایا تھا کہ قبرستان قلعے کے پچھواڑے ہے۔ ناگ اس کچے راستے پر چل پڑا جو اس کے اندازے کے مطابق قلعے کی دیوار کے پیچھے سے ہو کر گزرتا تھا — … وہ قلعے کے پچھواڑے آیا تو دور اسے اندھیرے میں ایک… ٹوٹا پھوٹا اونچا پتھروں کا دروازہ دکھائی دیا — اس قسم… دروازے عام طور پر قبرستان کے ہوا کرتے تھے۔ دروازے…

کے اُوپر پتھر کی صلیب لگی ہوئی تھی ۔ ناگ دروازے کے
قریب آ گیا ۔ دروازہ ایک طرف سے ٹوٹ چکا تھا ۔ اس
کے اندر ایک لمبا چوڑا قبرستان تھا ۔ قبریں سب کی سب
پرانی اور ٹوٹی پھوٹی تھیں ۔ درختوں پر ایک بھی پتا نہیں
تھا ۔ شاخیں بنگی ٹیڑھی اور ڈراؤنی لگ رہی تھیں اور
بڑے خوفناک طریقے سے قبروں پر جھکی ہوئی تھیں، جیسے
اپنے پنجوں سے قبریں کھودنے کی تیاری کر رہی ہوں ۔

یہی وہ قبرستان ہے جس کے بارے میں زلیوس کی بیٹی
نے کہا تھا ۔ ناگ نے سوچا، وہ قبرستان میں داخل ہونے
لگا تو اسے زلیوس کی بات یاد آ گئی جو اس نے لنگڑے
عیار کو کہی تھی کہ بدروح لاش آدھی رات کو زندہ انسان
کی تلاش میں نکلتی ہے اور وہ قبرستان کے اندر ایک ٹوٹی
ہوئی بارہ دری سے نمودار ہوتی ہے ۔

ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ وہ بارہ دری تلاش کر کے
اس کے آس پاس چھپ کر بیٹھ جائے تاکہ جب آدھی رات
کو بدروح لاش باہر نکلے تو وہ اُسے زلیوس کی بیٹی کا پیغام
دے کر اس کے ساتھ دوستی کر کے اس سے پوچھے کہ ہمیشہ
زندہ رہنے کا راز کیا ہے اور پھر اسی بہانے مُردوں کے شہر
کے تہہ خانے میں عنبر تک پہنچ کر اسے آزاد کرانے کی

کوشش کرے ۔

ناگ قبروں میں سے گزر رہا تھا ۔ کئی قبریں پھٹی ہوئی تھیں
اور شام کے اندھیرے میں ان کے اندر سے مردوں کی کھوپڑیاں ا
ہڈیاں دکھائی دے جاتی تھیں ۔

ناگ کو قبروں کے درمیان میں بنی ہوئی پُرانی بارہ دری
کی سیڑھیاں دکھائی دیں ۔ وہ بارہ دری کی سیڑھیوں پر آ کر
رک گیا ۔ اُسے یاد آیا کہ زلیوس کی بیٹی نے کہا تھا کہ ایک
خفیہ راستہ بارہ دری سے نیچے مُردوں کے شہر کو جاتا ہے
ناگ سوچنے لگا کہ وہ بارہ دری میں بیٹھ کر بدروح لاش
کا انتظار کرے یا خفیہ راستہ تلاش کر کے نیچے چلا جائے ۔ ابھ
آدھی رات ہونے میں کافی دیر تھی ۔ پھر بھی اُس نے یہی فیصل
کیا کہ وہ بارہ دری میں ہی بدروح لاش کا انتظار کرے گا ۔ و
سیڑھیوں سے ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا ۔

شام کے بعد رات ہو گئی ۔ قبرستان پر عجیب قسم کا نسوا
رنگ کا اندھیرا چھا گیا ۔ اور فضا میں سے مشک کافور کی بُو
آنے لگی ۔ اس نے سُن رکھا تھا کہ قبرستان رات کو جاگ پڑ
ہیں اور مردے قبروں سے نکل کر ایک دوسرے سے باتیں کر
ہیں ۔ لیکن ناگ کو کسی دوسرے مردے کی باتیں سننے کا شوق نہی
تھا ۔ اسے صرف بدروح لاش کا انتظار تھا ۔

اس وقت مُردوں کے شہر کی بدروح لاش جس کا آدھا
دھڑ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا اور باقی آدھا دھڑ سر سے لے کر
پاؤں تک انسانی زندہ گوشت پوست کا تھا — قبرستان کے
نیچے اپنے خاص تہہ خانے میں ایک تابوت کے اندر لیٹی
ہوئی تھی — اس کی ایک آنکھ بند تھی اور دوسری آنکھ کے
سوراخ پر مکڑی نے اس کے لیٹے لیٹے جالا بن دیا تھا —
جب شہر کے پرانے قلعے میں آدھی رات کا گھنٹہ بجا تو تابوت
کے اندر بدروح عورت کی لاش میں حرکت پیدا ہوئی۔ سب
سے پہلے اُس کی آنکھ کھلی — سفید ڈھیلے نے چاروں طرف
گردش کی — پھر اس نے اپنا ہڈیوں کا ڈھانچہ ہاتھ اوپر اٹھا
کر اپنی کھوپڑی والی آنکھ کے سوراخ پر مکڑی کا لگا جالا صاف
اور تابوت کا ڈھکنا اٹھا کر تابوت سے باہر نکل آئی — یہ
ایک بہت تنگ سا قبر کی طرح کا تہہ خانہ تھا۔

بدروح لاش جب کھڑی ہوئی تو اس کا سر تہہ خانے کی
چھت سے ٹکرا رہا تھا — بدروح لاش تہہ خانے کی تاریک
سیڑھیاں چڑھ کر باہر نکل آئی — پھر وہ قدم قدم بڑے پراسرار
انداز میں چل کر اُس بڑے تہہ خانے میں آ گئی جہاں چبوترے
پر عنبر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا — اس کا نچلا دھڑ غائب تھا۔
صرف سر دکھائی دے رہا تھا — اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور

وہ بدروح لاش کو آتے دیکھ رہا تھا، مگر نہ آنکھیں گھما پھرا
سکتا تھا اور نہ بول سکتا تھا — وہ بدروح لاش کی "چلنے" میں
ہڈیوں کی کھڑکھڑاہٹ سُن رہا تھا۔

عنبر کے سامنے دیوار کے ساتھ آمنے سامنے دو تابوت
کھلے پڑے تھے — ان میں سے ایک میں مسلمان مجاہد عبداللہ
کی لاش پڑی تھی اور دوسرے تابوت میں اُس کی بیوی مجاہدہ
زبیدہ کی لاش تھی۔ دونوں کے دھڑ غائب تھے اور صرف
سر تابوت میں رکھے تھے جو کفن سے باہر نظر آ رہے تھے۔ بد
روح لاش زبیدہ کے تابوت کے پاس آ کر رک گئی۔ پھر جھکی
اور تابوت کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا منہ تابوت کے اندر
ڈال دیا اور اپنے چہرے کا وہ حصہ زبیدہ کے چہرے سے
رگڑنے لگی جو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ
یہ بدروح زبیدہ کو ہلاک کر چکی ہے — وہ کچھ نہیں کر سکتا
تھا — وہ زندگی میں پہلی بار اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس
کر رہا تھا کہ اپنا چہرہ تک نہیں ہلا سکتا تھا — اپنی آنکھوں کو
بھی حرکت نہیں دے سکتا تھا۔

بدروح لاش کچھ دیر تک زبیدہ کے چہرے سے اپنے
چہرے کا ہڈیوں والا حصہ رگڑتی رہی — پھر وہ عبداللہ کے تابوت
کے پاس چلی گئی اور اس کے چہرے سے اپنا چہرہ ملنا شروع

کر دیا۔

اس کے بعد وہ عنبر کے پاس آگئی — وہ عنبر کی آنکھوں میں اپنی اکلوتی آنکھ ڈال کر گھورنے لگی۔ عنبر کو اس کی آنکھ سے آگ کی چنگاریاں نکل کر اپنی آنکھوں میں داخل ہوتی محسوس ہوئیں — بدروح لاش ایک قدم بڑھ کر عنبر کے بالکل پاس آگئی —

عنبر کو اس کی ہڈیوں اور سیاہ کفن میں سے بڑی تیز مشک کافور کی بُو آئی — اس نے غور سے بدروح لاش کو دیکھا۔ اس کا آدھا جسم ہڈیاں ہی ہڈیاں تھا اور باقی آدھا جسم ایک صحت مند زندہ عورت کا تھا — ایسی لاش عنبر نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی —

بدروح لاش نے اپنا ہڈیوں والا ہاتھ آگے بڑھا کر عنبر کی گردن پر رکھ دیا — عنبر کے جسم میں برف کی طرح ٹھنڈی لہر دوڑ گئی — لاش نے اپنے ہاتھ کی انگلی کی ہڈی عنبر کی ایک آنکھ پر رکھ دی۔ عنبر نے آنکھ بند کر لی —

"کیا وہ اس کی آنکھ نکالنا چاہتی ہے؟" عنبر نے سوچا۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ اس کی آنکھ نہیں نکال سکتی، کیونکہ وہ تو امر ہو چکا ہے —

اس احساس نے عنبر کے دل کو بڑی طاقت دی۔ بدروح

لاش کے ہاتھوں عنبر نے صرف اتنی شکست کھائی تھی کہ اس کا سوائے سر کے باقی حصہ سارا جسم پتھر بن کر غائب ہو گیا تھا اور اس کی بولنے کی طاقت ختم ہو گئی تھی — خدا جانے اس بدروح لاش کے پاس اتنی جادو کی طاقت کہاں سے آگئی تھی —

لاش کی انگلی کی ہڈی عنبر کی بند آنکھ کے اوپر پھر رہی تھی۔ پھر لاش نے وہی انگلی اپنی کھوپڑی کے حصے والی آنکھ کے سوراخ میں ڈالی اور منہ کھول کر مسکرائی — اس کے ایک حصے کے دانت صاف اور چمکیلے تھے، جب کہ دوسرے حصے کے دانت مکروہ لمبے اور زرد رنگ کے تھے اور ننگے جبڑے کی ہڈی میں سے باہر نکلے ہوئے تھے — وہ اپنا جبڑا بار بار ہلا رہی تھی —

پھر عنبر کے کانوں سے ایک مدھم آواز ٹکرائی، جیسے کسی اندھے کنوئیں کے اندر سے آ رہی ہو:

"میں قبر میں زندہ ہوں — میں قبر میں زندہ ہوں، میں قبر سے باہر نکل آؤں گی — میں امر ہو جاؤں گی — قیامت تک زندہ رہوں گی — آہ — آہ — آہ —"

اور پھر اس نے یوں منہ بنایا جیسے سخت تکلیف میں ہو وہ واپس مڑی اور چبوترے سے اٹھ کر تہ خانے سے باہر آگئی۔

وہ قدم قدم چلتی تہہ خانے کی سرنگ کے اندر ہی اندر سے
ایک گنبد کے اندر آ گئی —

یہاں ایک اونچے چبوترے پر ایک پتھر کا سیاہ پیالہ
پڑا تھا — بدروح لاشش نے اس پیالے میں اپنا ہڈیوں والا
ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس کی انگلیوں کی ہڈیوں میں سے
خون ٹپک رہا تھا — اس نے خون کے چھینٹے تین بار سامنے
والی کالی دیوار پر پھینکے — تیسرے چھینٹے پر سیاہ دیوار میں
سے ایک انسانی کھوپڑی کی شکل ابھرنے لگی — یہ کھوپڑی
عام انسانی کھوپڑی سے چار گنا بڑی تھی اور اس کے منہ
میں سے سرخ زبان باہر کو لٹکی ہوئی تھی — بدروح لاشش
نے اس کھوپڑی کے آگے سر جھکا دیا اور اس کے جبڑے
ہلے —

پھر اچانک دیوار والی کھوپڑی کی زبان کو حرکت ہوئی۔
اور گنبد میں ایک ایسی آواز آئی جو سانپ کی پھنکار سے ملتی
تھی ۔ جیسے کوئی سسکاریں مار کر بول رہا ہو۔

"تمہاری قربانی قبول ہوئی — سُن ' تمہارے پھر سے
زندہ ہو کر قیامت تک رہنے کا وقت آ گیا ہے۔ اس وقت
تمہارے قبرستان کی بارہ دری میں ایک ایسا انسان بیٹھا ہے
جو اصل میں ایک سانپ ہے اور پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔

اگر تم اس انسان کو کسی طرح میرے اس خون سے بھرے ہوئے
پیالے میں لا کر ڈال دو تو وہ اپنی یادداشت اور غائب ہو
کر شکل بدلنے کی طاقت کھو بیٹھے گا — پھر تم اس سانپ کو
خونی پیالے سے نکال کر اپنی گردن کے گرد لپیٹ لینا —
ایک مہینے کے اندر اندر تمہارا ہڈیوں والے جسم کا حصہ بھی
زندہ ہو جائے گا اور تم پھر کبھی نہ مر سکو گی — جاؤ اور
اس انسانی سانپ کو کسی طرح قابو میں کرو اور اس تہہ
خانے میں لے آؤ"

بدروح لاشش کی اکلوتی زندہ آنکھ زور زور پھڑکنے لگی۔
اسے اتنی بڑی خوش خبری مل گئی تھی کہ اسے یقین نہیں آ
رہا تھا — اس نے اس خبر کا دو سو سال تک انتظار کیا تھا۔
دیوار کی کھوپڑی غائب ہو گئی ۔ بدروح لاشش جلدی سے
واپس گھومی اور گنبد سے نکل کر تہہ خانے کی سرنگ میں
سے گزرتی ننانوے سیڑھیوں کے پاس آ گئی — یہی وہ سیڑھیاں
تھیں کہ جو ننانوے تھیں اور جس کی ننانویں سیڑھی پر آ کر
انسان کا نچلا دھڑ غائب ہو جاتا تھا — اُسے ایک ایسے شکار
کو پکڑنا تھا جو کھوپڑی کی اطلاع کے مطابق خود غائب ہو کر
شکل بدل لیتا تھا اور اصل میں سانپ تھا —

بدروح لاشش کا آدھا دماغ تیزی سے کام کرنے لگا۔

اس نے سیڑھیوں کے اوپر دیکھا، جہاں سے تنگ راستہ باہر قبرستان کی بارہ دری کو جاتا تھا۔ اس بارہ دری کو جہاں اس کا شکار اسی کا انتظار کر رہا تھا — بدروح لاش آگے بڑھ کر ننانویں سیڑھی کے قریب آگئی — اُس نے سیڑھی کا تختہ ایک طرف سے اوپر اٹھایا — نیچے ایک لکڑی کا تابوت پڑا تھا — جس میں ایک لاش کا ڈھانچہ پڑا تھا — بدروح لاش اس تابوت میں ڈھانچے کے اوپر لیٹ گئی اور لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیے —

دیکھتے دیکھتے وہ ایک بوڑھی عورت بن گئی — اس کے بال سفید ہو گئے اور چہرے کی ہڈیاں غائب ہو کر وہاں جھرّیاں پڑ گئیں — بدروح لاش بوڑھی عورت کے رُوپ میں تابوت سے باہر نکل آئی — اس نے ننانویں سیڑھی کا تختہ اُوپر کر کے تابوت کو بند کر دیا —

اب وہ ایک جھکی ہوئی کمر والی بوڑھی عورت تھی جو کالی چادر اوڑھے لاٹھی ٹیکتی سیڑھیاں چڑھتی اوپر قبرستان کی بارہ دری کو جانے والے راستے کی طرف چڑھ رہی تھی — ناگ قبرستان کی بارہ دری میں بیٹھا بدروح لاش کا انتظار کر رہا تھا —

رات آدھی گزر چکی تھی —

بادل دھیمے دھیمے گرجنے لگے تھے اور بوندا باندی شروع ہو گئی تھی — ہوا شائیں شائیں کرتی درختوں کی نوکیلی شاخوں میں سے گزر رہی تھی —

ناگ کو بیٹھے بیٹھے جب کافی دیر ہو گئی تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود مُردوں کے شہر کو جانے والا راستہ تلاش کر کے نیچے جائے گا۔ وہ اُٹھ کر بارہ دری میں خفیہ راستہ تلاش کر ہی رہا تھا کہ اُسے قبروں میں ایک طرف سے کسی عورت کی آواز آئی —

"بیٹا، میری مدد کرو، میری مدد کرو۔"

ناگ نے چونک کر قبروں کی طرف دیکھا — اُسے ایک جھکا ہوا سایہ نظر آیا — جو لاٹھی ٹیکتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا — جب سایہ قریب آیا تو ناگ نے دیکھا کہ وہ ایک بوڑھی ضعیف سفید بالوں والی عورت ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

ناگ نے اس عورت سے پوچھا:

"اماں، تم آدھی رات کو قبرستان میں کس لیے پھر رہی ہو؟"

یہ بدروح لاش تھی — اس نے بڑی درد بھری آواز میں کہا:

"بیٹا! اس قبرستان کے نیچے ایک غار ہے — اس غار کے اندر کہتے ہیں، پرانے بادشاہوں کا کوئی خزانہ دفن ہے میرا پوتا اس خزانے کی تلاش میں اس غار میں گیا اور پھر واپس نہیں آیا — وہ میرا اکلوتا پوتا ہے اور میری زندگی کا سہارا ہے — خدا کے واسطے میری مدد کرو۔"

ناگ خود اس غار کی تلاش میں تھا — اس نے بوڑھی عورت سے پوچھا:

"کیا تم اس غار کا راستہ جانتی ہو؟"

بدروح لاش نے کہا:

"بیٹا، میرا پوتا کہا کرتا تھا کہ غار کو جانے والا راستہ اسی بارہ دری کے آس پاس کہیں ہے۔"

ناگ نے کہا:

"آؤ، اسے تلاش کرتے ہیں۔"

بدروح لاش کو تو راستے کا علم تھا، لیکن وہ انجان بن کر یوں ہی ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارنے لگی۔ پھر ایک جھاڑی کی طرف اشارا کر کے بولی:

"بیٹا، یہ ہے وہ راستہ — مجھے مل گیا، یہ دیکھو۔"

ناگ نے جھاڑیوں میں ایک سرنگ دیکھی — جو قبرستان کے نیچے جا رہی تھی۔ اس نے کہا:

"اماں، تم اسی بارہ دری میں بیٹھو — میں غار میں جا کر تمہارے پوتے کو تلاش کرتا ہوں۔"

بھلا بدروح لاش کیونکر باہر بیٹھ سکتی تھی — اس نے روتے ہوئے کہا:

"بیٹا، مجھ اکیلی کو یہاں ڈر لگے گا — سنا ہے یہاں رات کو کوئی روح پھرتی ہے — مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو۔"

ناگ نے بدروح لاش یعنی بوڑھی عورت کو ساتھ لیا اور سرنگ کے اندر داخل ہو گیا — کچھ دور جا کر سیڑھیاں شروع ہو گئیں — یہ وہی ننانوے سیڑھیاں تھیں، جس کی آخری سیڑھی پر جا کر انسان کا نچلا دھڑ غائب ہو جاتا تھا — ناگ نے سیڑھیاں اترتے ہوئے کہا:

"یہ اتنی لمبی سیڑھیاں نیچے کہاں جا رہی ہیں؟"

بوڑھی عورت بولی:

"خدا جانے کہاں جاتی ہیں بیٹا، ضرور خزانے کے غار کو جاتی ہوں گی۔"

پھر بوڑھی عورت سسکی بھر کر بولی:

"سنا ہے خزانوں پر سانپ پہرہ دیتے ہیں۔ کہیں میرے بیٹے کو سانپ نے نہ ڈس لیا ہو۔"

ناگ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

"فکر نہ کرو امّاں — اگر سانپ نے تمہارے پوتے کو ڈس لیا ہوگا تو میں اُسے پھر سے زندہ کردوں گا۔"

"تم کیسے زندہ کرو گے بیٹا؟ کیا سانپ کا زہر چُوس لو گے؟"

بدروح لاش یہ پتا کرنا چاہتی تھی کہ کیا سچ مچ یہ انسان اصل میں ایک سانپ ہے —

ناگ نے کہا:

"میں ایسا بھی کر سکتا ہوں۔"

بدروح لاش بڑی خوش ہوئی — اس کا شکار وہی انسان تھا جو اصل میں ایک سانپ تھا اور جس کے بارے میں مقدس کھوپڑی نے اسے خوش خبری سنائی تھی — دونوں سیڑھیاں اُتر رہے تھے — ناگ آگے آگے تھا — بدروح لاش بوڑھی عورت کی شکل میں اس کے پیچھے پیچھے اُتر رہی تھی — جب وہ ننانوے سیڑھی کے پاس پہنچے تو بدروح لاش نے لاٹھی آگے کردی اور کہا:

"بیٹا، ننانویں سیڑھی پر پاؤں نہ رکھنا۔"

"کیوں؟" ناگ نے پلٹ کر پوچھا۔

بدروح لاش نے کہا:

"بیٹا، ان سیڑھیوں کا ایک راز ہے جو مجھے میرے پوتے

نے ایک بار بتایا تھا، اُس نے کہا تھا کہ جو کوئی اس سیڑھی پر سے انسانی شکل میں گزرتا ہے، اس کا پچھلا دھڑ غائب ہو جاتا ہے۔"

اب ناگ کو یاد آگیا — زیوس کی بیٹی نے لنگڑے عیار سے کہا تھا کہ وہاں ایک ایسے انسان کا پچھلا دھڑ غائب ہو چکا ہے جو ہزاروں سال سے زندہ ہے — اس کا مطلب عنبر سے تھا۔

ناگ نے پوچھا:

"اماں، پھر تمہارا کیا خیال ہے — ہمیں کس طرح ان سیڑھیوں پر سے گزرنا چاہیے — تمہارا پوتا کس طرح سے ان سیڑھیوں پر سے گزرتا تھا؟"

بدروح لاش نے کہا:

"بیٹا، ایک بار مجھے میرے پوتے نے بتایا تھا کہ اس کے پاس افریقہ کے جادوگر کا دیا ہوا ایک جادو ہے جس کی مدد سے وہ چھوٹا سا سانپ بن کر ننانویں سیڑھی پر سے گزر جاتا ہے۔"

ناگ مسکرایا:

"اماں، یہ کون سی مشکل بات ہے — میرے پاس بھی ایسا جادو ہے۔"

"سچ کہہ رہے ہو تم؟" بدروح لاش نے بھولپنے سے پوچھا۔

ناگ نے بڑے فخر سے کہا :

"تو اور کیا جھوٹ کہہ رہا ہوں؟ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا — میں سانپ بن رہا ہوں — مگر تم کیا کرو گی؟"

بدروح لاش نے اداس ہو کر کہا :

"بیٹا، میں ان سیڑھیوں میں ہی تمہارا اور اپنے پیارے پوتے کا انتظار کروں گی۔"

ناگ نے کہا :

"ٹھیک ہے، میں سانپ بن کر جا رہا ہوں — تم اسی جگہ ٹھہرنا — میں تمہارے پوتے کو جہاں کہیں بھی ہوگا ساتھ لے کر آؤں گا۔"

ناگ کو یقین تھا کہ وہ غار کے اندر تہہ خانے میں جا کر عنبر کے ساتھ اس عورت کے پوتے کو بھی بدروح کی لاش کی قید سے چھڑا کر ساتھ لے آئے گا — اس نے بوڑھی عورت کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا بیٹا بدروح لاش کے قبضے میں ہے، جس نے اس کا نچلا دھڑ غائب کر کے کسی تابوت میں ڈال رکھا ہے؛ حالانکہ خود ناگ اس بات سے بے خبر تھا کہ جس عورت کو وہ بوڑھی مظلوم عورت سمجھ رہا ہے وہ بدروح لاش ہی ہے۔

ناگ نے گہرا سانس لیا اور کالے رنگ کا چھوٹا سا سانپ

بن گیا —

بدروح لاش کی آنکھیں چمک اٹھیں — اس کا منصوبہ کامیاب ہو رہا تھا — مقدس کھوپڑی نے سچ کہا تھا۔ یہی وہ انسان ہے جو اصل میں سانپ ہے اور پانچ ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہے — بس اب اسے کسی طریقے سے گھیر کر گنبد والے تہہ خانے میں خون کے پیالے تک لے جانا ہے۔

بدروح لاش نے اس سلسلے میں بھی سوچ رکھا تھا۔

ناگ سانپ کی شکل میں آ کر بڑے آرام سے رینگتا ہوا ننانوے سیڑھی پر سے گزر گیا — اس کا نچلا دھڑ غائب نہ ہو سکا — اگر وہ انسانی شکل میں ہوتا تو اس کا نچلا دھڑ غائب ہو گیا ہوتا —

ناگ سانپ کی شکل میں آگے بڑھا — اس نے دل میں سوچا کہ اب اسے سانپ کے روپ میں ہی عنبر کو تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ بدروح لاش ضرور یہیں کہیں پھر رہی ہوگی۔

ناگ رینگتا ہوا تہہ خانے کی دیوار پر چلنے لگا — آگے جا کر ایک تنگ سرنگ آ گئی — اس سرنگ کا راستہ ایک اور تہہ خانے میں آ گیا —

بدروح لاش اب بوڑھی عورت کی شکل میں سیڑھیاں اتر کر ننانویں سیڑھی پر آ گئی — اس نے سیڑھی کا تختہ کھسکا

کر الگ کیا — تابوت میں ہڈیوں کا ڈھانچہ اسی طرح پڑا تھا۔
بدروح لاش اس کے اوپر لیٹ گئی —

دیکھتے دیکھتے وہ بوڑھی عورت کی جگہ وہی آدھے ڈھانچے اور آدھے انسانی جسم والی جوان عورت بن گئی — تابوت سے باہر نکل کر اس نے سیڑھی کا تختہ دوبارہ اپنی جگہ پر رکھا اور سرنگ کے اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

بدروح لاش بجلی کی طرح چمک کر اندھیری سرنگ میں سے نکلی — اور ایک طاق کی طرف ہڈیوں والا ہاتھ اٹھا کر منہ سے پھنکار ماری — اس پھنکار کے ساتھ ہی اس بڑے تہہ خانے کے دروازے کے آگے بھاری چٹان کا پتھر گر پڑا، جس میں عبداللہ، زبیدہ اور عنبر کے سر رکھے ہوئے تھے — بدروح نے سانپ کے تمام راستے بند کر دیے تھے۔ صرف ایک سرنگ کھلی تھی جو سیدھی خونی پیالے والے گنبد کو جاتی تھی — اور جس طرف بدروح لاش ناگ کو لے جانا چاہتی تھی —

ناگ سرنگ کے اندر رینگتا چلا جا رہا تھا — اب اُسے سب سے پہلے عنبر کی تلاش تھی۔ بوڑھی عورت کے پلوتے کا خیال اس کے ذہن کے پچھلے خانے میں چلا گیا تھا — وہ عنبر کی بُو سونگھ کر سرنگ میں آگے بڑھ رہا تھا —

ایک جگہ گزرتے ہوئے ناگ کو عنبر کی بڑی تیز بُو آئی — یہ بُو پتھر کی دیوار کے دوسری طرف سے آ رہی تھی — ناگ کی جگہ اگر ماریا ہوتی تو وہ بڑی آسانی سے پتھر کی دیوار میں سے گزر جاتی —

ناگ پتھر میں سے نہیں گزر سکتا تھا — پتھر اس قدر سخت تھا کہ اس میں سوراخ کرنا بہت مشکل تھا — ناگ نے سوچا کہ آگے چل کر دیکھنا چاہیے — شاید کوئی دوسرا راستہ دیوار کے دوسری طرف نکلتا ہو —

ناگ سرنگ میں آگے رینگنے لگا —

بس یہی وہ خطرناک فیصلہ تھا جو ناگ نے کیا اور جس کی وجہ سے وہ بدروح لاش کے جال میں پھنس کر بھاری مصیبت میں گرفتار ہو گیا —

ناگ بے دھیانی میں سرنگ کے آگے جا کر گنبد میں نکل آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک گنبد کے اندر چبوترہ بنا ہے جس پر ایک پتھر کا سبز رنگ کا پیالہ پڑا ہوا ہے — ناگ رینگتا ہوا چبوترے پر آ گیا — وہ یہ دیکھنے کے لیے کہ اس پیالے میں کیا ہے، پیالے کے پیندے پر چڑھ گیا —

بدروح لاش پہلے ہی سے گنبد میں پہنچ چکی تھی اور کامیابی کی گھڑی کا انتظار کر رہی تھی — ناگ نے پیالے کے

اُوپر جاکر جھانک کر دیکھا — اس کے اندر انسانی خون بھرا ہوا تھا — ناگ پیچھے کو ہٹا ہی تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس پر پوری طاقت سے ہاتھ مارا اور ناگ خون سے بھرے ہوئے پیالے میں جا پڑا —

انسانی ٹکڑا

ناگ ایک دم سے بوکھلا گیا —

اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوگیا ہے اور پیچھے سے اُسے کسی نے دھکا دیا ہے یا وہ پیالے کے کنارے پر سے کسی بھونچال کی وجہ سے پھسل کر خون میں گر پڑا ہے —

جب وہ سنبھلا تو خون میں ڈوب چکا تھا — یہ سب کچھ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ہوگیا تھا — ناگ نے پیالے کے کنارے سے گرنے اور خون میں ڈوبنے تک ایک گہرا سانس لیا اور اپنی شکل بدلنے ہی والا تھا کہ اس کی آنکھوں پر خون کے چھینٹے پڑے اور وہ خون سے آدھے بھرے ہوئے پیالے میں ڈوب گیا۔

ایک سیکنڈ کے اندر اندر ناگ خون کی سطح پر اوپر آگیا اور اس نے گہرا سانس لیا کہ اپنی شکل بدل کر خون سے باہر نکل کر اڑ جائے — کیونکہ خون بھاری بھاری دلدلی تھا، لیکن

ناگ کے ساتھ جو ہونا تھا ہو چکا تھا —

ناگ ایک نئے سانچے میں ڈھل چکا تھا — اس کی زندگی کا ایک نیا باب کھل چکا تھا۔ اس کے دماغ کی ساری کھڑکیاں بند ہو گئی تھیں — صرف ایک کھڑکی کھلی رہ گئی تھی کہ وہ ناگ ہے — اور پانچ ہزار سال سے زندہ ہے — وہ کون ہے۔ عنبر اور ماریا کی شکلیں کیسی ہیں اور ان سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ ناگ یہ سب کچھ بھول چکا تھا — وہ سانپ کی شکل میں زندہ تھا اور اس کو یہی یقین ہو گیا تھا کہ وہ پانچ ہزار سال سے سانپ بن کر زندگی بسر کر رہا ہے — اس کو سانپ ہی کی طرح چیزوں کی شکلیں دھندلی دھندلی دکھائی دیتی تھیں اور آوازیں صرف اس وقت سنائی دیتی تھیں، جب وہ اپنی پتلی پتلی دو شاخوں والی لال لال زبان باہر نکالتا تھا —

بدروح لاش اندھیرے کونے سے نکل کر پیالے کی طرف آئی — اس کا آدھا چہرہ خوشی سے مسکرا رہا تھا — اس نے ہڈیوں والا ہاتھ پیالے میں ڈال کر ناگ کو باہر نکالا — سانپ کے جسم پر سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ بدروح لاش اندھیرے کونے سے نکل کر پیالے کی طرف آئی — اس کا آدھا چہرہ خوشی سے مسکرا رہا تھا — اس نے ہڈیوں والا ہاتھ پیالے

میں ڈال کر ناگ کو باہر نکالا — سانپ کے جسم پر سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے — بدروح لاش نے اس خون کو اپنی زبان سے چاٹ لیا اور پھر سانپ کو اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ ناگ اب ایک عام سانپ بن چکا تھا جو اس بدروح لاش کا غلام تھا اور اس کے حکم کے مطابق ہر کام کرتا تھا —

وہ بدروح لاش کے زندہ جسم پر رینگنے لگا — یہاں سے رینگتا ہوا وہ لاش کے ہڈیوں کے ڈھانچے والے حصے کی طرف چلا گیا اور اس کی ران کی چوڑی ہڈی کے گرد لپٹ کر وہاں سے رینگتا ہوا اس کی پسلیوں میں آ گیا اور پھر اس کی گردن سے ہوتا ہوا اس کی آدھی ننگی کھوپڑی کی آنکھوں سے باہر نکل آیا —

بدروح لاش خوشی سے نہال ہو رہی تھی — وہ یہی چاہتی تھی کہ سانپ اس کے سارے جسم پر ہر وقت چلتا پھرتا رہے تاکہ ایک مہینے کے بعد اس کا جسم ہڈیوں والے حصے پر پھر سے گوشت ابھر آئے اور وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جائے —

بدروح لاش نے خوش ہو کر اپنے جبڑے کو پورا کھول دیا — اس کے حلق سے ایک عجیب سی چیخ نکلی — یہ خوشی کی چیخ تھی۔ اس نے خون سے بھرے ہوئے پیالے کے گرد ناچنا

شروع کر دیا — سانپ بھی خوش ہو کر لاش کے جسم پر اس
طرح ناچ رہا تھا، جھوم رہا تھا جیسے بین بجانے پر سانپ
ناچا کرتا ہے —

بدروح لاش نے خونی پیالے میں سے خون کی چُلّو
بھر کر اس کے تین چھینٹے سامنے والی دیوار پر مارے۔ ایک
گڑگڑاہٹ سنائی دی اور سیاہ دیوار پر مقدس کھوپڑی اُبھرنے
لگی — جب کھوپڑی پوری طرح سے دیوار پر اُبھر کر سامنے
آگئی تو بدروح لاش نے اپنا سر اُس کے آگے جھکا دیا۔
اور غزغزاہٹ کی سی آواز میں کہا:

"مقدس دیوتا، میں نے سانپ کو فتح کر لیا ہے۔ یہ
دیکھو — کیا یہی وہ سانپ ہے؟"

کھوپڑی کی سرخ زبان باہر لٹک رہی تھی — زبان
جھولنے لگی اور سسکار کی آواز کے ساتھ یہ الفاظ بدروح
لاش کے کانوں سے ٹکرائے —

"اے مردوں کی دیوی، یہی وہ سانپ ہے، جس کی
تمہیں ضرورت تھی — اب اسے اپنی گردن کے ساتھ لٹکائے رکھو
یہ تمہارے سارے جسم پر رینگتا پھرے گا اور پھر ایک مہینہ
گزر جانے پر تمہاری ہڈیوں پر تازہ گرم گرم گوشت آنا شروع
ہو جائے گا، پھر تم امر ہو جاؤ گی اور قیامت تک زندہ

رہو گی۔"

بدروح لاش فتح کے نشے میں جھوم رہی تھی۔ مقدس
دیوتا کی کھوپڑی نے اپنی لال زبان اندر کھینچ لی اور کہا:

"لیکن تمہیں ایک بات کا خطرہ ہے۔"

اچانک بدروح لاش ساکت ہو گئی۔ اس کا جبڑا ہلا:

"کس بات کا خطرہ، اے مقدس دیوتا؟"

کھوپڑی کہنے لگی:

"اس سانپ کی ایک بہن بھی ہے۔"

بدروح لاش نے پوچھا:

"کیا وہ بھی ناگن ہے؟"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"نہیں — وہ ناگن ہوتی تو تم اسے آسانی سے قابو
کر سکتی تھیں — افسوس کہ وہ ناگن نہیں، بلکہ
ایک ایسی طاقت ور عورت ہے جو اگر اس دیوار کے نیچے
ہاتھ ڈالے تو اسے اٹھا کر دو ٹکڑے کر سکتی ہے۔"

بدروح لاش بولی:

"میں بھی بڑی طاقت والی ہوں، میں اس کی طاقت
کا مقابلہ کروں گی۔"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"وہ تمہیں دکھائی دے گی تو تم مقابلہ کر دگی۔"

"کیا مطلب، اے مقدس دیوتا؟"

کھوپڑی بولی:

"وہ عورت کسی کو نظر نہیں آتی — وہ غائب ہو چکی ہے
تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتیں — اُس پر تمہارا جادو نہیں
چل سکتا — بس اسی عورت سے تمہیں خطرہ ہو سکتا ہے،
کیونکہ وہ ناگ کی تلاش میں یہاں آ گئی تو تمہیں زندہ
نہیں چھوڑے گی۔"

بدروح لاش پریشان ہو گئی، پوچھنے لگی:

"کیا میں کسی طریقے سے اس پر فتح حاصل کر سکتی ہوں؟"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"جو چیز دکھائی ہی نہیں دیتی، تم اس پر کیسے فتح
حاصل کر سکتی ہو — تم اُسے پتھر کی دیواروں میں قید نہیں
کر سکتیں، کیونکہ وہ غیبی عورت دیوار میں سے گزر جاتی ہے۔
تم اُسے آگ میں نہیں جلا سکتیں، کیونکہ اُس پر آگ کا
اثر نہیں ہوتا۔"

بدروح لاش نے کہا:

"ایسا تو ہو سکتا ہے کہ میں خود اُس سے دُور رہوں اور
اپنے سانپ کو لے کر قبرستان کے سب سے گہرے تہ خانے

کے تابوت میں جا کر ایک مہینے کے لیے بند ہو جاؤں۔"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"وہ اس تہ خانے میں بھی پہنچ جائے گی۔ تمہارے
سانپ کی بُو جو اس کی بھائی ہے، اُسے تمہارے تہ خانے
تک پہنچا دے گی۔"

بدروح لاش گھبرا گئی تھی۔ اُس نے کہا:

"کیا اس سے بچنے کا کوئی بھی طریقہ نہیں ہے، اے
مقدس دیوتا؟"

کھوپڑی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی — پھر اُس کے
منہ سے غراہٹ کی آواز نکلی:

"صرف ایک ہی طریقہ تھا، اس عورت سے بچنے کا کہ
تم اس ملک سے نکل جاتیں، مگر تم ایسا نہیں کر سکتیں
جہاں ہی تم اس قبرستان کے شہر کی حد سے باہر گئیں، تم
گل سڑ کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاؤ گی۔"

بدروح لاش کی خوشیوں پر جیسے پانی پھر گیا تھا۔ اس
کی آنکھ سے غصے کے مارے شعلے نکل رہے تھے۔ اس نے
کہا:

"اس غیبی عورت کے آنے کی کیا نشانی ہو گی؟"

کھوپڑی نے کہا:

"وہ جب اس قبرستان کی دنیا میں داخل ہوگی تو عنبر کی آنکھوں کا رنگ سرخ ہو جائے گا، کیونکہ وہ بھی اس غیبی عورت کا ایک بھائی ہے اور اس غیبی عورت کو ناگ کے ساتھ ساتھ عنبر کی بھی تلاش ہے۔"

اچانک بدروح لاشں نے چنگھاڑ ماری اور وہ زمین سے ایک فٹ اوپر کو اُچھل پڑی — اس کی گردن سے لپٹا ہوا ناگ سہم گیا۔

بدروح لاشں نے چیخ کر کہا:

"اے مقدس دیوتا کی کھوپڑی، مجھے تمہاری شیطانی طاقت کی قسم ہے، میں اس غیبی عورت کو ڈھونڈ کر اُسے اپنے جادو سے جلا کر بھسم کر دوں گی۔ میں نے قیامت تک زندہ رہنے کے خزانے کو پا لیا ہے — اب اگر کسی نے میرے خزانے پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کی تو میں اسے نیست و نابود کر دوں گی — میرے شہر کے مُردے اس پر حملہ کر دیں گے اور اس کی تکا بوٹی کر دیں گے۔"

مقدس کھوپڑی دیوار پر سے غائب ہوگئی۔ بدروح لاشں اکیلی رہ گئی — اس نے پیالے کے خون میں ہاتھ ڈبو کر اپنے ہڈیوں والے چہرے پر ملا اور حلق سے ڈراؤنی چیخ کی آواز نکال کر کہا:

"میں اس غیبی عورت کے ٹکڑے اُڑا دوں گی۔"

پھر اُس نے ناگ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے منہ کے آگے کیا — ناگ نے اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالی تو بدروح لاشں نے اس زبان کو چوم لیا اور ایک چڑیلوں ایسا قہقہہ لگا کر گنبد والے تہہ خانے سے باہر نکل گئی —

اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ غیبی عورت کو تہس نہس کر دے گی — ساری رات اُس نے اپنے قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر کے اجاڑ مقبروں والے گلی کوچوں میں پھر کر گزار دی۔

صبح تہہ خانے میں آکر سب سے پہلے وہ چبوترے کے پاس گئی اور اس نے عنبر کی گردن کے اوپر ٹکی ہوئی سری کو دیکھا، کہ کہیں اس کی آنکھوں کا رنگ سرخ تو نہیں ہے — عنبر کی آنکھوں کا رنگ سفید اور سیاہ تھا — اس کا مطلب تھا کہ ابھی تک غیبی روح اس کی مُردوں کی دنیا کے قبرستان میں داخل نہیں ہوئی تھی — بدروح یہاں سے نکل کر واپس مُردوں کے شہر میں آگئی — یہاں دن کے وقت بھی رات ہی کی طرح اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ قبر ایسے گول گنبدوں والے گھروں کے باہر کہیں کہیں دیا جل رہا تھا اور سوکھے پھول پڑے تھے۔ ہر گھر کے باہر قبر کی طرح کا پتھر کا کتبہ لگا تھا، جس پر مردے کا نام لکھا تھا —

بدروح لاش کو آتا دیکھ کر کفن پوش مُردے اپنے اپنے
گھروں سے نکل کر دروازوں پر ہاتھ باندھے کھڑے ہو گئے۔
ان کی کھوپڑیاں کفن سے باہر نکلی ہوئی تھیں — بدروح لاش
ان کے درمیان سے گزرتی چلی گئی۔ وہ سخت پریشانی میں تھی
اور اس کے نتھنوں سے پھنکاریں سی نکل رہی تھیں — مُردوں
نے پہلی بار بدروح لاش کی گردن پر ایک کالا سانپ
دیکھا جو اس کے سارے جسم پر رینگتا ہوا واپس اس کی گردن
میں آ جاتا تھا — بدروح لاش غصے کی حالت میں تھی۔ مُردے
سر جھکائے سہمے ہوئے کھڑے تھے —

بدروح لاش اُن کے درمیان سے پھنکارتی ہوئی ایک
ایسے مقبرے میں آ گئی جس کی سیڑھیاں مُردوں کی کھوپڑیوں
سے بنائی گئی تھیں — مقبرے کے اندر اندھیرا تھا، لیکن لاش
اس اندھیرے میں سب کچھ دیکھ رہی تھی — مقبرے میں ایک
قبر بنی ہوئی تھی — لاش نے قبر کے پاس جا کر اپنے
دونوں ہاتھ اُوپر اٹھا دیے اور کہا:

"اے کمپاؤلی، میری مدد کر — ایک غیبی عورت تمہارے
مردوں کے شہر کی سلطنت کو تباہ و برباد کرنے آ رہی ہے۔
مقدس دیوتا بے بس ہے — تو میری مدد کر۔"

قبر میں سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی — پھر اُس

کے اندر سے ایک رُوح دھوئیں کے سفید ستون کی طرح باہر
نکل آئی اور قبر کے اوپر کھڑی ہو گئی — اس کی کھوپڑی پر
رکھا ہوا بندر کے سر والا تاج صاف نظر آ رہا تھا۔ یہ کمپاولی
کی روح تھی، جو زمین کے اندر مری ہوئی عورتوں کی لاشوں
کی حفاظت کرتی تھی —

کمپاولی کی رُوح نے ایک ہاتھ اوپر اُٹھایا اور کہا:

"اس عورت کا نام ماریا ہے — وہ پانچ ہزار سال
سے زندہ ہے اور اپنے بھائیوں ناگ اور عنبر کے ساتھ تاریخ
کی واپسی کا سفر طے کر رہی ہے — ناگ اور عنبر کو تُو نے
اپنی قید میں ڈال رکھا ہے، لیکن ماریا پر تیرا جادو نہیں
چل سکے گا — میں خود تین ہزار سالوں سے اس قبر کے
اندر لیٹی ہوں — میں نے ماریا کو فرعون بادشاہ کے زمانے
میں دریائے نیل کے کنارے پر بھی دیکھا ہے اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے زمانے میں غریب لوگوں کی مدد کرتے بھی دیکھا
ہے — میں نے اسے ایک ملک سے دوسرے ملکوں تک
سمندروں کے اوپر اُڑتے بھی دیکھا ہے اور خلیفہ ہارون الرشید
کے شاہی باغ میں شہزادیوں کے پاس بیٹھے بھی دیکھا ہے۔
اس نے ایک سچی عیسائی عورت کی طرح ہمیشہ غریبوں اور بیماروں
کی خدمت کی ہے اور مظلوم انسانوں کی حمایت میں ظالم

بادشاہوں سے جنگ کی ہے — ایسی عورت کو کوئی شکست
نہیں دے سکتا — اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس
کے دل میں اپنے بھائیوں کے پیچھے اور پاکیزہ پیار کی شمع روشن
ہے — اس معصوم پیار نے ماریا کے اندر ایک زبردست طاقت
بھر دی ہے۔"

کمپاولی کی تقریر سن کر بدروح لاش کا چہرہ ایک
بار پھر خوف سے زرد ہو گیا، کیونکہ کمپاولی سے اُسے بڑی
امید تھی کہ وہ اس کی مدد کرے گی — اب وہ بھی اُسے
ماریا کی طاقت سے ڈرا رہی تھی —

مگر بدروح ہار ماننے والی نہیں تھی، پھر اس ہار میں
اس کی اپنی موت چھپی ہوئی تھی — اگر ماریا اسے شکست
دے کر عنبر اور ناگ کو رہا کروا لیتی ہے تو بدروح لاش
ایک مہینے کے بعد امر نہیں ہو سکے گی، بلکہ الٹا کچھ دیر بعد
اپنے آپ گل سڑ کر مٹی میں مل جائے گی — یہی وجہ تھی
کہ بدروح لاش نے مردہ عورتوں کی لاشوں کی حفاظت کرنے
والی کمپاولی کی روح کی بات پر بھی کان نہ دھرا — وہ
غضب ناک ہو کر بولی:

"اے کمپاولی، تجھ سے میں بڑی امیدیں کر آئی تھی
تو نے بھی مجھے جواب دے دیا۔"

کمپاولی کی روح نے کہا:

"ماریا کے خلاف کوئی بھی تمہاری مدد نہیں کرے گا،
اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم بھی مرنے کے لیے تیاری شروع
کر دو۔"

بدروح لاش نے ایک بھیانک چیخ ماری — اس کی آنکھ
سے شعلہ نکل کر کمپاولی کی قبر سے ٹکرا کر اندھیرے میں
چنگاریاں بن کر غائب ہو گیا —

"میں نہیں مر سکتی — میں غیر فانی ہوں، امر ہوں —
میں ہمیشہ زندہ رہوں گی — میں ماریا کو اپنی زبردست طاقت
سے کچل کر رکھ دوں گی۔"

یہ کہا اور بدروح لاش پھنکارتی ہوئی مقبرے سے
نکل گئی — ناگ اس کی گردن سے لپٹا ہوا تھا — اُسے کچھ
خبر نہیں تھی کہ وہاں کیا کیا باتیں ہو رہی تھیں — اُسے صرف
اتنا یاد تھا کہ وہ ایک سانپ ہے جو ہزاروں برس سے
زندہ چلا آ رہا ہے — عنبر اور ماریا کون تھے، اُسے کچھ
معلوم نہیں تھا — پیالے کے خون میں غوطہ لگانے کے بعد
ناگ کی یادداشت بالکل کھو گئی تھی —

بدروح لاش غصے میں آگ کا شعلہ بنی ہوئی تھی،
اُسے اپنی موت نظر آنے لگی تھی — وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔

اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ شہر کے تمام لوگوں کو ہلاک کر دے گی۔ مگر خود ہر حالت میں زندہ رہے گی۔ صرف ایک مہینے کی اُسے مہلت چاہیے تھی — وہ کسی طرح سے ایک مہینہ گزارنا چاہتی تھی — یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ قبرستان کی دنیا سے باہر نہیں جا سکتی تھی — اس کے باوجود وہ ہار ماننے پر تیار نہیں تھی — اس نے قبرستان کے اوپر چاروں کونوں پر ایسے مردوں کا پہرہ لگا دیا، جن کے منہ سے جہنم کی آگ کے شعلے نکلتے تھے، پھر وہ ننانوے پُراسرار سیڑھیوں پر آ گئی — اس نے ننانوے سیڑھی کا تختہ ہٹا کر اس کے نیچے جو تابوت پڑا تھا، اس کے اوپر ایک دوزخی کھوپڑی لا کر رکھ دی —

یہ کھوپڑی کسی انسان کے سیڑھی پر قدم رکھنے سے آگ کا فوارہ اگلتی تھی، جس طرح سے جوالا مکھی پہاڑ گرم دہکتا ہوا لاوا اُگلتا ہے۔ بدروح لاش اندر سے بے چین بھی تھی اور گھبراتی ہوئی بھی تھی — وہ بار بار جا کر بڑے تہہ خانے میں عنبر کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھتی — کیونکہ مقدس کھوپڑی نے خبردار کیا تھا کہ جس وقت غیبی عورت اس کے قبرستان میں داخل ہوئی، عنبر کی آنکھوں کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔ عنبر بھی بدروح لاش کو دیکھتا اور دل میں سوچتا کہ

نہ جانے یہ بار بار اس کے پاس آ کر اُسے غور سے کیوں دیکھتی ہے — اُسے رہ رہ کر ناگ اور ماریا کا خیال آتا کہ نہ جانے وہ دونوں کہاں ہیں اور اس قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر میں کبھی آئیں گے بھی کہ نہیں —

⊙

بدروح لاش کو ہم مردوں کی دنیا میں پریشان چھوڑ کر واپس ماریا کے پاس چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کر رہی ہے — کیونکہ ناگ اور عنبر کی زندگی کا صرف ایک مہینہ باقی تھا — اگر ماریا اس ایک مہینے میں ان کی مدد کو قبرستان کے نیچے مردوں کی دنیا میں نہیں پہنچتی تو بدروح لاش ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لافانی ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی ناگ عنبر اور عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کی لاشیں زمین پر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائیں گی۔

ماریا کو کچھ خبر نہیں تھی کہ حالات کتنے خطرناک ہو گئے ہیں — وہ اپنی سہیلی الزبتھ کے ساتھ لندن کے گنجان علاقے میں رہ رہی تھی — وہ روز دن کو نکلتی اور شہر میں جا کر عنبر اور ناگ کو تلاش کرتی اور شام کو ناکام واپس آ

جاتی —

الزبت اس کے کمرے میں ایک دو بار آ کر ماریا سے ملاقات کر جاتی تھی — گھر میں الزبت کی آنٹی کو ماریا کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا —

جب ماریا کو الزبت کے گھر میں رہتے بیس پچیس دن ہو گئے تو ایک روز اس نے الزبت سے یہ کہہ کر اجازت لی کہ وہ کسی دوسرے شہر میں جا کر اپنے بھائیوں کو تلاش کرے گی۔ الزبت کو ماریا سے بڑا پیار ہو گیا تھا — وہ اُسے اپنے پاس ہی رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن یہ ماریا کے بھائیوں کا سوال تھا۔ اس نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ماریا کو جانے کی اجازت دے دی — ماریا لندن شہر سے نکل کر ایک گھوڑا گاڑی میں سوار ہوئی اور انگلستان کے آخری سمندری شہر میں آ گئی — یہاں سے کشتیاں کھاڑی پار کر کے فرانس کو جاتی تھیں — ماریا فرانس میں جا کر ناگ عنبر کو تلاش کرنا چاہتی تھی — ایک کشتی میں سوار ہو کر ماریا نے سمندر کی کھاڑی پار کی اور وہاں سے ایک گھوڑا گاڑی کے ذریعے فرانس کے شہر پیرس میں آ گئی ۔

نہ جانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ناگ اور عنبر سے ملاقات اسی شہر میں ہو گی —

ماریا نے شہر میں آتے ہی گشت لگانی شروع کر دی کہ شاید کہیں عنبر ناگ کی صورت نظر آ جائے — سارا دن وہ پھرتی رہی۔ وہ قلعے کی طرف بھی گئی — قلعے کے اندر بادشاہ کا محل تھا — محل کو اس نے دُور ہی سے دیکھا اور واپس دریا والی سرائے میں آ کر ایک خالی کوٹھڑی میں جا کر لیٹ گئی — پیرس میں سخت سردی تھی اور تیز برفیلی ہوائیں چل رہی تھیں ۔

اس رات قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر میں بدروح لاش بڑے تہہ خانے میں عنبر کی آنکھوں کو دیکھنے گئی تو ایک دم سے چونک اٹھی — عنبر کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخی کی ایک لہر آئی ہوئی تھی —

تو کیا ماریا اس شہر کے آس پاس پہنچ چکی ہے ؟ بدروح لاش نے سوچا — وہ پریشان ہو کر تہہ خانے سے باہر نکلی اور مُردوں کے شہر میں آ گئی — یہاں ایک اندھا کنواں تھا — بدروح لاش اس کے اوپر کھڑی ہو گئی — اس نے سانپ کو گردن سے اتار کر ہاتھ میں پکڑا اور چلّا کر غصے میں کہا :

" اے میرے دوست عنکبوت ، کیا تو میری مدد کو نہیں آئے گا ؟"

اتنا کہنا تھا کہ کنوئیں کے اندر سے ایک ریچھ جتنا بڑا مکڑا باہر نکل آیا — اس کے منہ سے باریک ریشمی جالے کی تاریں نکل رہی

تھیں — بدروح لاش نے کہا:

"غیبی عورت شہر پیرس میں پہنچ چکی ہے — تم جانتے ہو وہ میری موت ہے، مگر وہ کسی کو نظر نہیں آتی — کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اگر اس عورت پر اپنے جالے کی تاریں پھینکو تو وہ نظر آنے لگے —"

مکڑا عنکبوت بولا:

"ایسا ہو سکتا ہے — میں کوشش کروں گا — اگر غیبی عورت پر میرا جالا جا کر چمٹ گیا تو میں اسے اپنے جالے کی تاروں میں لپیٹ کر اسے چٹ کر کے ختم کر دوں گا۔"

بدروح لاش کی آنکھ میں امید کی کرن چمکی — اس نے جھک کر مکڑے کے سر کو اپنے آدھے ہونٹ سے چوم لیا اور کہا:

"تو پھر یہاں بیٹھ کر قبرستان میں اس کا انتظار کرنے کی بجائے ابھی شہر جاؤ اور غیبی عورت کو تلاش کر کے اسے مُردوں کے شہر میں آنے سے پہلے پہلے ختم کر دو —"

"جو حکم۔"

یہ کہہ کر مکڑا غائب ہو گیا — اس کے غائب ہوتے ہی بدروح لاش نے پہلی بار کچھ اطمینان محسوس کیا اور اپنی گردن سے لپٹے ناگ کو پیار کرتی واپس اپنے تہہ خانے میں چلی گئی — وہ تھوڑی دیر کے بعد بڑے تہہ خانے میں جا کر عنبر کی آنکھوں

میں جھانک لیتی کہ کہیں اس کی آنکھیں سرخ تو نہیں ہو گئیں — لیکن نہیں — ابھی اس کی آنکھیں سرخ نہیں ہوئی تھیں۔ صرف ہلکی ہلکی لالی ابھر آئی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ غیبی عورت اس علاقے میں پہنچ چکی ہے۔

مکڑا قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر سے غائب ہو کر پیرس کے دریا کے کنارے جھاڑیوں میں شہر کی پرانی دیوار کے پاس ظاہر ہو گیا — یہ مکڑا اس وقت زندہ انسان کی شکل میں نہیں تھا بلکہ ایک مُردہ انسان کے ڈھانچے کی شکل میں تھا جس کے چہرے پر اس زمانے کے بانکوں کے رواج کے مطابق سیاہ نقاب پڑا تھا — سر پر راج ہنس کے پروں والا ہیٹ تھا۔ جسم پر تنگ سیاہ لباس تھا — اس لباس میں اس کے جسم کی ہڈیوں کا ڈھانچہ چھپ گیا تھا — اس کے سر کی کھوپڑی ہیٹ میں اور چہرے کی ہڈیاں نقاب کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں — اس نے کندھوں پر سیاہ لبادہ ڈال رکھا تھا — دیکھنے پر کسی کو یقین نہیں آ سکتا تھا کہ یہ ہڈیوں کا انسانی ڈھانچہ ہے — نقاب میں صرف اس کی آنکھوں میں دو سوراخ صاف دکھائی دے رہے تھے جن کو مکڑا اس طرح چھپا رہا تھا کہ وہ بار بار اپنا سیاہ رومال والا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیتا تھا۔ مکڑا شہر کی طرف روانہ ہو گیا —

وہ لوگوں سے دُور رہ کر چل رہا تھا — آخر وہ شہر کی
پُرانی دیوار کے پاس آکر ایک جگہ اونچی جھاڑیوں میں چھُپ گیا
اور رات کا اندھیرا پھیلنے کا انتظار کرنے لگا — جب رات کے
اندھیرے نے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو مکڑا جھاڑیوں سے
نکل کر شہر کی طرف آ گیا — غیبی عورت کی تلاش بہت مشکل
تھی، مگر مکڑے کے پاس صرف ایک ہتھیار تھا، یعنی وہ جالا
جس کے تار اس کے منہ سے نکلتے تھے —

انسانی مکڑا تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنے منہ سے جالے کے
تار نکال کر ادھر ادھر پھینکتا — اسے یقین تھا کہ اگر کوئی غیبی
عورت اس کے آس پاس ہوئی تو تار اس کے جسم سے لپٹ کر
اسے ظاہر کر دیں گے۔

انسانی مکڑے نے سوچا، کہ غیبی عورت ضرور کسی نہ کسی
سرائے میں اُتری ہوگی، جہاں وہ سکون کے ساتھ رات بسر
کر سکتی ہے۔

انسانی مکڑا سرائے میں آگیا —

سرائے کے باہر چراغ جل رہا تھا — مکڑا آنکھوں پر ہاتھ
رکھے سرائے میں داخل ہوگیا — کسی نے محسوس نہ کیا کہ یہ ایک
ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے، انسان نہیں ہے — انسانی مکڑا کسی خالی
کوٹھڑی کی تلاش میں تھا — کیونکہ غیبی عورت کسی خالی کوٹھڑی

کو ہی اپنا ٹھکانہ بنا سکتی تھی —

اسے ایک کوٹھڑی خالی دکھائی دی — وہ اندر چلا گیا۔
اندر جاتے ہی اس نے اپنے منہ سے جالے کے تار نکال
کر پوری طاقت سے ایک جال کی طرح اردگرد پھینکے — تار
کسی عورت کے جسم سے ٹکرانے کے بجائے زمین پر گر پڑے،
غیبی عورت یہاں نہیں تھی — مکڑا باہر نکلنے لگا تو سامنے
سے سرائے کا مالک آگیا۔

سرائے کے مالک نے پوچھا:

"تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟"

انسانی مکڑے نے باریک منمنی سی آواز میں کہا:

"میں ایک دوست کی تلاش میں ہوں"

سرائے کے مالک نے جھک کر انسانی مکڑے کو دیکھا
اور کہا:

"تم نے آنکھوں پر کیوں ہاتھ رکھا ہوا ہے؟"

انسانی مکڑا باہر نکلنے لگا تو سرائے کے مالک نے اُسے
دھکا دے دیا۔ دھکا دینے سے مکڑے کے مردہ ڈھانچے کی
ہڈیاں کھڑکھڑائیں —

سرائے کا مالک حیرانی سے اسے تکنے لگا:

"تم — کون ہو تم؟"

انسانی مکڑے نے اپنے چہرے پر سے نقاب الٹ دیا۔
سرائے کے مالک نے جو اپنے سامنے انسانی کھوپڑی دیکھی تو
چیخ مار کر باہر کو بھاگا — انسانی مکڑا کوٹھڑی کی کھڑکی پھلانگ
کر دوسری جانب کی ایک اندھیری گلی میں نکل گیا —

گورکن کی عجیب کہانی

بدروح لاش قبرستان کے نیچے پریشان تھی۔
انسانی مکڑے کو شہر میں غیبی عورت کی تلاش میں گئے تین
دن ہو گئے تھے — وہ واپس نہیں آیا تھا — بدروح لاش کی
مہلت کے باقی چھ روز رہ گئے تھے — اگر چھ دنوں تک ماریا
قبرستان میں نہ آئی اور بدروح لاش کی گردن میں لٹکتا سانپ
اسی طرح اس کے جسم پر پھرتا رہا تو وہ غیر فانی ہو جائے گی.
ام ہو جائے گی اور پھر دنیا کی کوئی طاقت ماریا سمیت اُسے
کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی.

بدروح لاش کی بے چینی بڑھ رہی تھی — وہ یہی چاہتی
ھی کہ کسی طرح یہ چھ روز بھی غیبی عورت اس کے قبرستان
ے دُور رہے — وہ دن میں کئی کئی بار بڑے تہہ خانے میں
جا کر عنبر کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھتی تھی — عنبر کی آنکھوں
میں سرخی ابھی تک بہت ہلکی تھی، جس کا مطلب تھا کہ غیبی
ورت ابھی قبرستان سے بہت دُور شہر میں کسی جگہ پر ہے —

بر روح لاش کو مکڑے کا زبردست انتظار تھا کہ وہ آکر اسے غیبی عورت کو ہلاک کر دینے کی خوشخبری سنائے۔

انسانی مکڑا دن کو کونے کھدروں اور دریا کنارے کی جھاڑیوں اور جنگل میں چھپا رہتا — رات کا اندھیرا ہوتے ہی وہ شہر میں آ جاتا اور جگہ جگہ غیبی عورت کو ڈھونڈتا پھرتا — ایک رات اس نے شہر کے ایک قہوہ خانے میں لوگوں کو کہتے سنا کہ شہر کی دریا والی دیوار کی ایک سرائے میں کوئی بھوت آگیا ہے جو رات کو کھڑکیاں دروازے پیٹتا ہے —

انسانی مکڑے کے کان کھڑے ہوگئے — ہو نہ ہو یہ وہی غیبی عورت ہوگی — وہ اس سرائے کی طرف چل پڑا۔

یہ سرائے شہر کی پرانی دیوار کے ساتھ میں دریا کے کنارے پر تھی — یہاں بہت کم مسافر ٹھہرے ہوئے تھے — اوپر والی کوٹھڑی کے بارے میں وہاں مشہور تھا کہ دروازے اپنے آپ بند ہو جاتے ہیں اور کھڑکیاں رات کو اپنے آپ کھل جاتی ہیں۔ اور کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دیتی ہے جس کی وجہ سے اوپر والی کوٹھڑی میں کوئی نہیں جاتا تھا —

انسانی مکڑا سرائے سے باہر آ کر ایک جگہ چھپ گیا — جب رات گہری اور خاموش ہوگئی تو وہ سرائے کی پچھلی دیوار پر درخت کی شاخوں کو پکڑ کر چڑھ گیا — اوپر والی کوٹھڑی کی کھڑکی بند

تھی۔ انسانی مکڑا کھڑکی کے ساتھ جا کر لگ گیا۔

اس وقت کھڑکی کے اندر ماریا لکڑی کے پلنگ پر لیٹی عنبر اور ناگ کے بارے میں سوچ رہی تھی — اس کا منہ دیوار کی طرف تھا اور پیٹھ کھڑکی کی طرف تھی — انسانی مکڑے نے کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے پٹ میں سے اندر جھانک کر دیکھا — کوٹھڑی خالی پڑی تھی — اس نے اپنا منہ اندر کر کے پوری طاقت سے اپنے جسم سے سفید تار نکال کر ان کو اندر پھینکنا شروع کر دیا —

ساری کوٹھڑی میں مکڑے کے جالے نے تاریں پھیلا دیں۔ ماریا نے محسوس کیا کہ اس کے جسم میں سے کوئی شعاع سی نکل کر دیوار کی طرف جاتی ہے اور پھر واپس آ جاتی ہے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو حیران رہ گئی — ساری کوٹھڑی میں مکڑی کا جالا پھیلا ہوا ہے۔

وہ پلنگ پر سے اٹھ بیٹھی —

ایک منٹ پہلے تو یہاں کوئی جالا نہیں تھا — یہ اتنی بڑی مکڑی ایک دم کہاں سے آگئی جس نے ساری کوٹھڑی میں جالا پھیلا دیا —

وہ اٹھ کر جالوں کے بادل میں سے گزر کر کھڑکی کی طرف آگئی — انسانی مکڑا ماریا کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ کھڑکی

کے باہر نکلی ہوئی کارنس   پر کھڑا منہ اندر کیے مکڑی
کے خطرناک جالے کی پچکاریاں مار رہا تھا — ماریا کی نظر کھڑکی
کے ٹوٹے ہوئے پٹ پر گئی تو وہاں اسے ایک نقاب پوش چہرہ
نظر آیا جس کے سر پر راج ہنس کے پروں والا ہیٹ تھا —
جالا اُس کے منہ سے تاروں کی شکل میں نکل نکل کر کوٹھڑی میں
پھیل رہا تھا۔

ماریا نے ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا — وہ کھڑکی کے
پاس آگئی — اس نے کھڑکی کے ٹوٹے ہوتے پٹ میں سے
ہاتھ باہر نکال کر انسانی مکڑے کے منہ پر سے نقاب کھینچ لیا
انسانی مکڑے کے ساتھ ہی ماریا کی بھی چیخ نکل گئی — اس کے
سامنے ایک کھوپڑی تھی — جس کی آنکھوں میں سوراخ تھے۔ انسانی
مکڑا سمجھ گیا کہ غیبی عورت کا سامنا ہو گیا ہے — اس نے بڑی
تیزی سے ماریا کی طرف جالے کے تاروں کی بارش کر دی
مگر کوئی بھی تار ماریا کے جسم پر نہیں اٹک سکتا تھا — تار
نیچے گرتے جا رہے تھے — ماریا کو بڑا غصہ آیا کہ یہ انسانی
ڈھانچہ اس پر حملہ کرنے کہاں سے آگیا ہے —

ماریا نے انسانی ڈھانچے کو اندر کھینچ لیا — ڈھانچہ کوٹھڑی
میں گر پڑا — وہ سمجھ گیا تھا کہ غیبی عورت پر اس کے جالے
کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اب اس کی جان خطرے میں ہے — وہ

وہاں سے بھاگنے کی فکر میں تھا کہ ماریا نے اسے فرش سے
اٹھایا اور سامنے والی دیوار سے دے مارا — انسانی ڈھانچے کی
کھوپڑی الگ ہو کر گر پڑی —

ماریا نے کھوپڑی کو اٹھایا تو وہ ایک بڑا مکڑا بن گئی۔
ماریا نے جلدی سے اُسے نیچے پھینک دیا۔ مکڑا شدید زخمی تھا۔
اس کے سر میں سے سیاہ رنگ کا خون بہہ رہا تھا اور آدھی
کھوپڑی کھلی ہوئی تھی —

ماریا نے جُھک کر پوچھا :

"تم کون ہو ؟ تمہیں کس نے بھیجا ہے ؟"

مکڑے نے آہستہ سے کہا :

"قبرستان — بھاگ جاؤ — بھاگ جاؤ —"

اور اس کے ساتھ ہی مکڑے نے دم توڑ دیا — ماریا سوچنے
لگی کہ یہ مکڑا انسانی ڈھانچے کی شکل میں کیسے آگیا اور پھر مکڑا
کیسے بن گیا ؟ کیا یہ کوئی جادوگر تھا ؟ وہ اس پر جالا پھینک
کر اُسے ہلاک کیوں کرنا چاہتا تھا — اسے کس نے بھیجا تھا ؟
یہ کیا راز ہے ؟ اسے مکڑے کے آخری لفظ یاد آئے —

"قبرستان بھاگ جاؤ —"

کیا کسی قبرستان میں کوئی اس کا دشمن چھپا ہوا ہے ؟
شہر میں کتنے ہی قبرستان تھے۔ آخر وہ خاص قبرستان کونسا ہے ؟

ماریا کچھ سمجھ نہ سکی کہ یہ معمّہ کیا ہے — اس نے کوٹھڑی میں سے بکرے کی لاش اٹھا کر کھڑکی میں سے باہر پھینک دی۔ جالا صاف کیا اور پلنگ پر لیٹ کر ایک بار پھر عنبر اور ناگ کے بارے میں غور کرنے لگی۔ وہ جتنا غور کرتی، عنبر ناگ اُسے اپنے آپ سے اور زیادہ دُور دکھائی دیتے — اس کا دماغ سوچتے سوچتے تھک گیا تو وہ اُٹھ کر نیچے آ گئی کہ کسی طریقے سے کافی کا ایک پیالہ پی کر تازہ دم ہو۔

رات بڑی سرد تھی — گیارہ بجنے والے تھے۔ سرائے کا مالک چولہوں کے پاس بیٹھا قہوہ بنا رہا تھا — اس کے پاس دو آدمی بیٹھے تھے — ان میں سے ایک پکّی عمر کا موٹا تازہ مزدور سا لگتا تھا — اس کے چہرے پر خوف کا اثر تھا — ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی انوکھی پُراسرار بات سُنا رہا تھا۔ سرائے کے مالک نے اس کے آگے قہوے کا پیالہ رکھ کر کہا:

"گورلیو، لو قہوہ پیو اور پھر ذرا اپنے ہوش میں آ کر بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا واقعہ ہوا ہے۔"

دوسرا آدمی بولا:

"گورلیو بھائی، تمہیں قبریں کھودتے کھودتے پچاس برس ہو گئے ہیں، پھر بھی تم قبرستان کا نام لیتے ہوئے گھبرا رہے ہو؟"

معلوم ہوا کہ یہ گورلیو کوئی گورکن ہے اور انہیں پہلے بیان کر چکا ہے کہ وہ کسی قبرستان سے بھاگ کر آ رہا ہے۔ گورکن نے قہوے کا گرم گھونٹ پیا اور کہا:

"اگر تم میری جگہ ہوتے تو تمہارا مجھ سے زیادہ بُرا حال ہوتا، بلکہ تم قبرستان سے زندہ بچ کر نہیں آ سکتے تھے۔"

سرائے کے مالک نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا:

"آخر کچھ بتاؤ بھی کہ بات کیا ہوئی ہے؟"

گورکن نے قہوے کا ایک اور گھونٹ پیا اور پیالی نیچے رکھ دی — پھر اس نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا، اور بولا:

"میں گورکن ہوں — میرا کام قبریں کھود کر مُردوں کو دفن کرنا ہے — میں پچاس برس سے قبریں کھود رہا ہوں — میں نے اندھیری راتوں میں قبریں کھودی ہیں اور قبروں میں اُترا ہوں — مجھے کبھی خوف محسوس نہیں ہوا، لیکن آج جو کچھ میں نے دیکھا ہے، وہ میں کبھی نہیں بھول سکوں گا اور اگر کوئی مجھے ایک لاکھ روپیہ بھی دے تو میں اس قبرستان میں دوبارہ نہیں جاؤں گا۔"

دوسرا آدمی بولا:

"بھائی، آخر یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس قبرستان میں کیا دیکھا ؟"

گورکن کہنے لگا :

"آج شام کا ذکر ہے، میں شہر کے بڑے قبرستان میں اپنی کٹیا میں بیٹھا کھانا تیار کر رہا تھا کہ دو شریف آدمی ایک تابوت میں لاش لے کر میرے پاس آئے — تابوت ایک چھکڑے پر رکھا ہوا تھا، جس کے آگے گھوڑا جُتا تھا — میں نے اُن سے کہا کہ اگر انہیں اپنا مُردہ دفن کروانا تھا تو انہوں نے پہلے اطلاع کیوں نہیں کی تاکہ وہ قبر کھود رکھتا — ان میں سے ایک آدمی نے میرے ہاتھ پر پچاس فرانک کے سکے رکھ کر کہا کہ اس تابوت میں ہماری نانی کی لاش ہے — ہم اس لاش کو شہر کے باہر قلعے کے پیچھے جو قبرستان ہے وہاں دفن کروانا چاہتے ہیں — میں نے کہا کہ اس قبرستان میں تو پچھلے سو برس سے کوئی نیا مردہ دفن نہیں ہوا — آخر انہوں نے اس قبرستان کو کیوں پسند کیا ہے — دوسرا آدمی بولا کہ ہمارا خاندان بڑا پُرانا ہے اور ہمارا تعلق نارمنڈی کے

نوابوں سے ہے، مگر ہم لوگ غریب ہو گئے ہیں۔ ہماری نانی نے وصیت کی تھی کہ اسے مرنے کے بعد قلعے کے پچھواڑے والے پرانے شاہی قبرستان میں دفن کیا جائے — اس لیے ہم تابوت لے کر تمہارے پاس آئے ہیں — ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ لاش کو اپنے سامنے دفن کروا سکیں، مگر ہمیں تمہاری ایمانداری پر بھروسہ ہے — تمہاری ایمانداری اور نیکی کی شہر میں بڑی چرچا ہے۔ ہم تمہیں سو فرانک دیتے ہیں — تم برائے مہربانی ہماری نانی کی لاش کو قلعے والے شاہی قبرستان میں دفن کر دو — ہمیں امید ہے کہ تم ہمیں نا امید نہیں کرو گے۔"

گورکن ایک پل کے لیے چپ ہو گیا — سرائے کا مالک اور دوسرا آدمی بڑے غور سے اُس کی پُراسرار کہانی سُن رہے تھے۔ ماریا بھی وہاں ایک طرف بیٹھی گورکن کی انوکھی داستان دلچسپی سے سُن رہی تھی — گورکن نے قہوے کا ایک گھونٹ پی کر کہا :

"سو فرانک اچھی خاصی رقم ہوتی ہے — میں نے ہامی بھر لی — آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک ایماندار

شخص ہوں، جس بات کا وعدہ کر لوں، اُسے ضرور
پورا کرتا ہوں — پس میں نے انہیں کہہ دیا کہ
میں لاش کو پُرانے شاہی قبرستان میں ہی دفن کر
آؤں گا —

وہ دونوں میرا شکریہ ادا کر کے تابوت میری
کُٹیا میں رکھ کر چلے گئے — جب میں کھانا پکا کر کھا
چکا تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ رات کو ہی لاش
دفن کر آؤں — اگلے روز مجھے اپنے قبرستان میں
بڑا کام تھا — تین چار قبروں کو پکا کرنا تھا اور
رات کو قبرستان سے ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں
ہوتا تھا — چنانچہ میں کھانا کھانے کے بعد اٹھا،
اپنا چھکڑا باہر نکالا — اس میں کدال اور پھاوڑا
رکھا — تابوت کو اٹھا کر چھکڑے میں لادا اور
اپنا گرم کوٹ اور یہی اُونی ٹوپی پہن کر چھکڑا لے
کر قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔"

گورکن نے اپنی اُونی ٹوپی اتار کر اسے ہاتھ میں مسلا،
پھر اسے اپنے سر پر رکھ کر کانوں تک کھینچا اور صلیب کا
کا نشان بنا کر کہنے لگا :

"یہ جو قلعے کے پیچھے قبرستان ہے، یہ بہت ہی

پرانا قبرستان ہے — اس کی تاریخ تین چار سو سال
پرانی ہے — کہتے ہیں، یہاں فرانس کے پہلے شاہی
خاندان کی قبریں بھی ابھی تک موجود ہیں، پھر یہ
مشہور ہو گیا کہ اس قبرستان میں رات کو روحیں
پھرتی ہیں — ہم گورکن اگر اس طرح کی باتوں سے
ڈرنے لگیں تو پھر اپنا دھندا نہیں کر سکتے؛ چنانچہ
میں بے خوف ہو کر قلعے والے شاہی قبرستان
میں چھکڑا لے کر داخل ہو گیا — تابوت میرے
چھکڑے پر لدا ہوا تھا —

میں ایک مدت کے بعد اس قبرستان میں داخل
ہو رہا تھا، مگر میرے لیے سارے قبرستان ایک
ہی جیسے ہوتے ہیں — قبر، مردہ اور قبرستان۔ ان
کو دیکھ کر مجھے کبھی ڈر نہیں لگا —

میں نے چھکڑا قبروں کے بیچ میں جاتے راستے
پر ڈال دیا — میرا خیال تھا کہ ان شریف خاندانی
لوگوں کی نانی کے تابوت کو کسی اچھی جگہ جا کر
دفن کروں گا —

رات بڑی پُراسرار اور اندھیری تھی — مجھے اس
قبرستان میں دو باتیں بڑی عجیب لگیں — پہلی بات

تو یہ کہ اس قبرستان کے جتنے درخت تھے، اُن میں سے کسی پر ایک بھی پتا نہیں لگا تھا اور وہ سارے کے سارے کچھ اس طرح ٹیڑھے میڑھے ہو گئے تھے کہ ان کی سانٹوں کی طرح کی شاخیں قبروں کے اوپر بچھی ہوئی معلوم ہوتی تھیں —

دوسری عجیب بات یہ تھی کہ قبرستان میں ایک سفید دھند کا بادل چھت کی طرح قبروں کے اوپر تنا ہوا تھا — قبرستانوں میں دھند ہر موسم میں ہوا کرتی ہے، مگر دھند کی ایسی چھت بنی ہوئی میں نے آج تک کسی قبرستان میں نہیں دیکھی تھی۔ پھر بھی میں نے کوئی خیال نہ کیا اور چھکڑا ایسے آگے بڑھتا گیا — چھکڑے کے پہیئے چوں چوں کر رہے تھے — یہ آواز قبرستان کے سناٹے میں گونج رہی تھی — میرا گھوڑا سر جھکائے قدم قدم آگے چلا جا رہا تھا — اچانک میں نے محسوس کیا کہ گھوڑا آگے چلتے ہوئے کچھ جھجک رہا ہے، میں چھکڑے سے نیچے اتر آیا — گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے آگے چلانے کی کوشش کی تو وہ رُک گیا — میں نے اسے آگے کو کھینچنا چاہا تو

وہ بڑے زور سے ہنہنایا اور پیچھے کو ہٹ گیا — اس قسم کی حرکت گھوڑا اس وقت کرتا ہے جب وہ کسی شے سے ڈر جائے —

میں نے قبرستان میں ایک نگاہ ڈالی — وہاں سوائے قبروں، سیاہ درختوں اور جھاڑیوں کے اور کچھ نہیں تھا — میں نے سوچا کہ وہیں کسی جگہ قبر کھود کر لاش کو دفن کر دوں — پس میں نے تابوت چھکڑے میں سے نیچے اتارا اور کدال سے زمین کھودنے لگا — زمین بھربھری تھی، بڑی جلدی گڑھا بن گیا — میں نے تابوت گھسیٹ کر اس کے اندر ڈالا — اوپر سے مٹی ڈال کر قبر بند کی اور چھکڑے پر بیٹھ کر واپس مڑا ہی تھا کہ گھوڑے نے چیخ مار کر اپنی دونوں ٹانگیں اوپر کھڑی کر لیں۔ میں چھکڑے سے لڑھک کر قبروں پر جا گرا۔ گھوڑا چھکڑے سمیت پاگلوں کی طرح بھاگ کر قبرستان سے باہر نکل گیا —

میں حیران تھا کہ آخر اس گھوڑے کو ایسی کونسی شے قبرستان میں نظر آئی کہ چیخ مار کر بھاگ اٹھا میں نے اٹھ کر کپڑے جھاڑے اور پیدل ہی قبرستان

کے بڑے دروازے کی طرف چلا — ابھی ایک دو
قدم ہی چلا ہوں گا کہ میرے کانوں کے بالکل
پاس کسی عورت نے مدھم سانس لے کر بڑے
درد بھرے انداز میں کہا ' میں قبر میں بند ہوں۔
مجھے باہر نکالو —
میں آج تک قبرستان میں کبھی نہیں ڈرا. مگر
یہ آواز سُن کر ایک بار میں بھی کانپ گیا —
میں نے پلٹ کر دیکھا تو مجھے ایک ایسی مخلوق
دکھائی دی، جس کا خیال کرتا ہوں تو اس وقت
بھی میرا خون رگوں میں برف بن جاتا ہے "
گورکن یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

سرائے کا مالک اور دوسرا گاہک دونوں بُت بنے
دہشت زدہ ہو کر گورکن کی عجیب وغریب ڈراؤنی کہانی سُن
رہے تھے — ماریا بھی اس کہانی میں بڑی دلچسپی لے رہی
تھی، مگر ابھی تک اُسے اس داستان میں کوئی ایسی
بات دکھائی نہیں دی تھی جس سے اُسے کوئی ناگ اور
عنبر کے سلسلے میں سراغ مل سکتا — یہ سراغ اُسے آگے
چل کر ملنے والا تھا —

سرائے کے مالک نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گورکن کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا :
" پھر کیا ہوا گوریلو ؟ "

دوسرے آدمی میں معلوم ہوتا تھا کہ بولنے کی بھی سکت
نہیں رہی تھی — وہ تو گورکن کے ساتھ وہیں قبر کے اُوپر
بُت بن کر کھڑے کا کھڑا رہ گیا تھا — گوریلو کا قہوہ ٹھنڈا ہو
گیا تھا —

اس نے ٹھنڈے قہوے کا ہی ایک گھونٹ چڑھا کر اپنے
سیاہ موٹے کوٹ کی آستین سے ہونٹ پونچھنے لگا — دوسرے
گاہک کے دہشت والے ٹھنڈے ہونٹوں پر سے گویا اپنے آپ
یہ لفظ برف کی ڈلیوں کی طرح باہر گر پڑے :
" گوریلو، وہ کیا چیز تھی ؟ "

گوریلو نے ایک بار پھر سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور
کہا :

" بس کچھ نہ پوچھو — کہ وہ کیا مخلوق تھی — ایک
چڑیل تھی کہ جس کا آدھا جسم زندہ عورت کا اور
آدھا جسم مُردہ عورت کا تھا — آدھے جسم پر گوشت
تھا اور آدھے جسم کی سفید ہڈیاں کھڑکھڑا رہی تھیں۔
اس کی کھوپڑی میں ایک آنکھ ہی تھی — دوسری آنکھ
میں گہرا سوراخ تھا جس میں سے اس کی باقی آدھی

کھوپڑی کا پچھلا حصہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اُس
نے کالا بادہ اوڑھ رکھا تھا اور اس کے جسم پر
ایک کالے رنگ کا سانپ رینگ رہا تھا......"

"سانپ ؟" سرائے کے مالک نے چونک کر کہا۔

"ہاں سانپ" گورکن بولا :

"میں نے ایسا گہرے سیاہ رنگ کا چمکدار سانپ آج
تک نہیں دیکھا — وہ اس زندہ لاش کے سارے جسم
پر رینگ کر واپس اس کی گردن میں جا کر جھولنے
اور میری طرف اپنی لال لال آنکھیں نکال کر گھورنے
اور پھنکارنے لگا —"

سانپ کا ذکر سُن کر ماریا بھی چونکی — وہ غور سے گورکن کی
آپ بیتی سُن رہی تھی، مگر اسے یہ آپ بیتی عام سی لگ رہی تھی،
کیونکہ اس نے اپنی اتنی لمبی زندگی میں اس سے زیادہ ہولناک
واقعات اور حادثات دیکھے تھے، لیکن جب گورکن نے سانپ کا
ذکر کیا اور کہا کہ وہ سانپ بڑا گہرا سیاہ اور چمکیلا تھا تو ماریا
کا ماتھا ٹھنکا —

اس قسم کے سانپ یورپ میں نہیں ہوا کرتے — وہ
سانپ ضرور سندھ یا مصر کی وادی کا ہوگا — مجھے وہاں چل
کر اس سانپ سے ملاقات کرنی چاہیے — ہو سکتا ہے وہ مجھے

ناگ کے بارے میں کچھ بتا سکے —

اتنے میں سرائے کے مالک نے گورکن کی پیالی میں گرم قہوہ
ڈال کر کہا :

"گورلو، پھر کیا ہوا بتاؤ نا — تم رُک کیوں جاتے ہو ؟"

گورکن نے اپنے ہونٹوں کو بھینچ کر ایک گہرا سانس چھوڑا۔
اور سرائے کے مالک کی طرف دیکھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ
رکھا اور کہا :

"اگر اس وقت وہاں تم ہوتے تو بے ہوش ہو کر
ایسے گرتے کہ پھر اس سرائے کی گدّی پر بیٹھنا نصیب
نہ ہوتا —"

دوسرے گاہک نے جلدی سے کہا :

"کیا وہ چڑیل تھی ؟"

گورکن نے کہا :

"میں نہیں مانتا کہ وہ چڑیل تھی، کیونکہ میں نے اپنی
قبرستان میں گزاری ہوئی پچاس سالہ زندگی میں کبھی
کوئی چڑیل نہیں دیکھی —"

"مگر یہ تو بتاؤ کہ تم وہاں سے کیسے بھاگے ؟"

"بس جوں ہی اس زندہ لاش نے اپنا جبڑا کھول
کر دونوں بازو پھیلا کر میری طرف بڑھی۔ میں نے

ایک چیخ ماری اور سر پر پاؤں رکھ کر ایسا پیچھے کو بھاگا
کہ حیران ہوں، اتنے موٹے جسم کے ساتھ میں پانچ
سیکنڈ میں قبرستان کے دروازے سے باہر کس طرح تھا۔"

گورکن کی پُراسرار داستان سن کر گاہک اور سرائے کا
مالک کچھ دیر خاموشی سے گورکن کو دیکھتے رہے، پھر سرائے کے
مالک نے آنکھیں بچا کر سرائے کے سامنے سے گزرتی اندھیری
سڑک کو دیکھا۔ اس کے جسم پر ایک کپکپی سی طاری ہو گئی
اس نے گورکن اور دوسرے گاہک سے کہا:

"میرا خیال ہے رات زیادہ گزر گئی ہے۔ اب چلنا چاہیے
تمہاری ڈراؤنی آپ بیتی نے تو نیند اڑا دی ہے۔ ارے گورکو،
کہیں گپ تو نہیں مار رہے تھے؟"

گورکن نے اٹھتے ہوئے کہا:

"جھوٹے کا منہ کالا۔ اگر یقین نہیں آتا تو ابھی
قبرستان جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ وہ زندہ
لاش اب بھی کسی انسان کا گوشت کھانے کے لیے
ان قبروں کے درمیان پھر رہی ہوگی۔ شاہی قبرستان
یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ بس ایک قلعے تک ہی
سڑک جاتی ہے۔ اس کے پیچھے قبرستان ہے،
کیا ارادہ ہے؟"

سرائے کے مالک نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"خدا چڑیلوں سے بچائے بابا! میں تو ابھی کوٹھڑی بند
کر کے سو جاؤں گا۔"

دوسرے گاہک نے پوچھا:

"تمہارا چھکڑا کہاں گیا؟"

"وہ مجھے قبرستان سے باہر کچھ فاصلے پر مل گیا تھا۔
اس وقت بھی سرائے کے باہر دریا کنارے کھڑا ہے۔
میں تو ذرا قہوہ پی کر اپنے ہوش حواس ٹھیک کرنے
آ گیا تھا۔ اچھا بھائی، اب میں واپس چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر گورکن اٹھا اور چھکڑے کی طرف روانہ ہو گیا۔
دوسرا گاہک بھی سرائے سے نکل کر پیرس کے اندھیرے گلی
کوچوں میں گم ہو گیا۔ سرائے کے مالک نے سرائے کا دروازہ
بند کر دیا۔ ماریا اس وقت سرائے کے باہر کھڑی تھی۔ قلعے
تک وہ کئی بار آئی گئی تھی۔ وہ شہر سے باہر نکل کر قلعے
کی طرف جانے والے اندھیرے کچے راستے پر روانہ ہو گئی۔

وہ آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے کے پرانے پیرس
کی ایک ٹھنڈی یخ اندھیری ویران رات تھی۔ گلی کوچوں میں
راتوں کو جلنے والے چراغ بھی بجھ گئے تھے۔ لوگ اتنے غریب
تھے کہ خود چوکیدار ان چراغوں کا تیل چرا کر لے جاتے تھے

ماریا اونچی نیچی پتھریلے فرش والی سنسان گلیوں میں سے گزر
کر شہر کے ایک ٹوٹے ہوئے دروازے سے باہر نکل آئی۔
دُور اسے قلعے کے اندر محل کی روشنی دکھائی دی۔ اسی
قلعے کے دوسری طرف وہ شاہی قبرستان تھا، جہاں ماریا جا
رہی تھی۔

کھوپڑی کے چراغ والا گھر

ماریا ایک کھائی میں سے گزر رہی تھی۔
اس کھائی کے ایک طرف کھیت تھے اور ایک طرف قلعے
کی دیوار تھی۔ کھائی میں جھاڑیوں کا جنگل اُگ رہا تھا۔ ماریا
ان جھاڑیوں سے اوپر اوپر ہو کر چل رہی تھی۔ قلعے کی اونچی
دیوار پر کہیں کہیں مشعل روشن تھی اور شاہی پہرے دار کی
آواز سنائی دے جاتی تھی۔ ماریا کی ساری توجہ اس وقت
شاہی قبرستان کی طرف تھی۔ وہ اسے دُور دُور اندھیری رات
میں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب وہ قلعے سے دُور
ہٹ کر اس کے پیچھے آگئی تو اسے اندھیرے میں فاصلے پر
ایک اونچی دیوار کا سایہ دکھائی دیا۔ ماریا اس طرف چل پڑی
قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے پرانے
قبرستان کا ٹوٹا پھوٹا اونچا دروازہ تھا، جس کے کچھ پتھر اور
اینٹیں ایک طرف سے نیچے گر کر ڈھیر سا بن گئی تھیں۔ ماریا
سمجھ گئی کہ یہی وہ شاہی قبرستان ہے جس کا ذکر گورکن اپنی

آپ بیتی میں کر رہا تھا —

ماریا قبرستان میں داخل ہو گئی —

عین اس وقت بدروح لاش کی گردن میں لپٹے ہوئے ناگ نے بے چینی سے اپنی زبان باہر نکال کر پھنکاریں ماریں۔ بدروح لاش اپنے تابوت میں بند پڑی تھی — اس کی ایک آنکھ بند تھی۔ اس کے کانوں میں سانپ کی پھنکار کی آواز پڑی تو اس نے آنکھ کھول کر سانپ کو دیکھا — سانپ کچھ بے چین سا ہو رہا تھا — ناگ کو کچھ یاد نہیں آ رہا تھا — اس کی یادداشت گم ہو چکی تھی — اسے نہ ماریا یاد تھی، نہ عنبر، لیکن پھر بھی اس کا جسم ابھی زندہ تھا اور یہ جسم پانچ ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے سے ماریا اور عنبر کے ساتھ رہا تھا — ناگ کے جسم نے ماریا کے قبرستان میں داخل ہونے کو محسوس کر لیا تھا — یہی وجہ تھی کہ وہ بے چین ہو گیا تھا — اس بے چینی کی وجہ خود ناگ کو نہیں معلوم تھی۔

بدروح لاش نے سانپ کو بے قراری سے ادھر ادھر سر مارتے اور زبان نکالتے دیکھا تو وہ بھی کچھ پریشان سی ہو گئی — جلدی سے اپنے تابوت میں سے باہر نکلی اور اندھیری سرنگ میں سے گزر کر بڑے تہہ خانے کی طرف بڑھی۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں غیبی عورت قبرستان میں داخل نہ ہو گئی ہو۔ کٹا انسان

بھی واپس قبرستان میں نہیں آیا تھا — اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ غیبی عورت سے مقابلے میں وہ ہلاک ہو گیا ہو گا —

بدروح بھاگ کر بڑے تہہ خانے میں آئی — اس کی نگاہ عنبر کے لٹکتے سر پر پڑی تو اس کی چیخ نکل گئی — عنبر کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں — اس کا مطلب تھا کہ غیبی عورت قبرستان میں داخل ہو چکی ہے۔

بدروح لاش بھاگ کر بڑے تہہ خانے سے باہر نکل گئی — وہ سیدھا گنبد والے تہہ خانے میں آ گئی — اس نے خونی پیالے میں سے خون لے کر دیوار پر زور زور سے چھینٹے مارے — تیسرے چھینٹے پر دیوار میں سے بڑی کھوپڑی ابھر آئی۔ بدروح چلائی :

"مقدس دیوتا، غیبی عورت قبرستان میں داخل ہو گئی ہے۔"

مقدس دیوتا نے کہا :

"میں جانتا ہوں — مجھے پہلے ہی پتہ چل گیا تھا۔"

بدروح لاش فکرمندی سے بولی :

"اب میں کیا کروں — کیا میں اس سانپ کو کسی تہہ خانے میں گڑھا کھود کر نہیں چھپا سکتی ۔"

کھوپڑی نے کہا :

"نہیں، یہ تمہارے جادو کے عمل کا حصہ ہے کہ سانپ تمہاری گردن سے لپٹا رہے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد تمہارے جسم پر پھرتا رہے۔"

بد روح لاش نے چیخ کر کہا:

"میرے جادو کا عمل ختم ہونے میں صرف پانچ دن باقی رہ گئے ہیں، پھر میں غیر فانی ہو جاؤں گی اور یہ غیبی عورت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"ٹھیک ہے، مگر پانچ دن گزرنے ابھی باقی ہیں اور تمہاری دشمن غیبی عورت قبرستان کے احاطے میں داخل ہو چکی ہے — بہت جلد اسے تمہارے گلے والے سانپ کی بُو آنے لگے گی اور بہت جلد اس سانپ کی بُو اسے تمہارے پاس لے آئے گی اور پھر تم کچھ نہ کر سکو گی اور وہ تمہارے گلے سے سانپ اتار کر لے جائے گی — سانپ تمہارے گلے سے اُتر گیا تو تمہارا جادو کا عمل ختم ہو جائے گا اور پھر تمہارا جسم گل سڑ کر ہمیشہ کے لیے مٹی میں مل جائے گا۔"

بد روح لاش نے دہشتناک چیخ مار کر کہا:

"نہیں، ایسا نہیں ہوگا — میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ میں اس غیبی عورت کو کچا چبا جاؤں گی۔"

مقدس کھوپڑی کی آواز آئی:

"شاید تم ایسا نہیں کر سکو گی۔"

اس کے ساتھ ہی کھوپڑی دیوار میں غائب ہو گئی — بد روح لاش گنبد والے مقبرے سے نکل کر ان سیڑھیوں کے پاس آ گئی جو باہر قبرستان کی بارہ دری میں نکل جاتی تھیں۔ اس کی ننانویں سیڑھی کا تختہ ہٹا کر بد روح لاش نے دیکھا کہ آگ برسانے والی کھوپڑی تابوت کے اوپر رکھی ہوئی تھی — بد روح لاش نے اس کی طرف ہڈیوں والے ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا:

"دشمن قبرستان میں داخل ہو چکا ہے — خبردار، وہ اس سیڑھی پر سے زندہ آگے نہ جائے۔"

کھوپڑی کے منہ سے آگ کا ایک شعلہ نکل کر اوپر کو اُٹھا — بد روح لاش نے سیڑھی کا تختہ بند کر دیا اور سیڑھیاں چڑھ کر بڑی خاموشی کے ساتھ قبرستان کے اوپر بارہ دری کی جھاڑیوں میں آ کر چھپ گئی — یہاں اس نے چار کھمبوں پر مردہ ڈھانچوں کو پہرے پر لگا رکھا تھا — یہ وہ مردہ انسانی ڈھانچے تھے جو ہوا میں ہلکی سی مہک کو بھی محسوس کر لیتے تھے۔ بد روح لاش نے جبڑا ہلا کر اپنی خاموش زبان میں انہیں خبردار کرتے ہوئے کہا:

"غیبی عورت قبرستان میں آگئی ہے — کیا تم نے کچھ محسوس کیا ہے ؟"

قبرستان کے چاروں کونوں سے اسے انسانی ڈھانچوں کی خاموش آواز سنائی دی:

"نہیں، ہماری آقا، ہمیں ابھی تک کچھ محسوس نہیں ہوا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" لاش نے جھنجلا کر کہا: "غیبی عورت قبروں میں پھر رہی ہو گی — دیکھو، وہ دروازے میں تو نہیں ہے۔"

تھوڑی دیر بعد انسانی ڈھانچوں کی خاموش آواز لہروں کی شکل میں بدروح لاش کے کانوں سے ٹکرائی۔

"نہیں ہماری آقا، وہ ہمیں کہیں محسوس نہیں ہو رہی۔"

لیکن بدروح لاش کے گلے میں لپٹا ہوا سانپ بہت بے چین ہو رہا تھا — لاش کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں غیبی عورت اس سانپ کی بُو سونگھ کر اس کی طرف نہ آجائے، چنانچہ وہ تیزی سے بارہ دری کی سرنگ سے گزری اور زینوں سیڑھیاں اُتر کر اپنی مُردوں کی دنیا میں چلی گئی۔

ماریا سرد دھندلی رات کے اندھیرے میں قبروں پر سے گزرتی آگے بڑھ رہی تھی کہ اسے ایک جگہ سے ناگ کی بُو

آئی —

یہ وہ وقت تھا جب بدروح لاش قبرستان کی زمین کے اندر مُردوں کی دنیا سے نکل کر باہر بارہ دری کی جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھی۔

ماریا ناگ کی بُو کی طرف بڑھی — جوں جوں وہ قبرستان میں آگے بڑھ رہی تھی، ناگ کی بُو کم ہوتی جا رہی تھی اور پھر بُو غائب ہو گئی —

اس وقت بدروح لاش سیڑھیاں اُتر کر تہہ خانے میں جا چکی تھی اور اس نے بارہ دری کے اوپر والی سرنگ کا سوراخ بند کر دیا تھا۔

جہاں ناگ کی بُو ختم ہوئی، وہیں ماریا رُک گئی — اس نے چاروں طرف منہ کرکے ناگ کی بُو دوبارا سونگھنے کی کوشش کی، مگر قبرستان میں سوائے مشک کافور اور مردوں کی ہڈیوں کے فاسفورس کی تیز بُو کے دوسری کوئی بُو نہیں آ رہی تھی۔

ماریا سوچنے لگی کہ آخر ناگ کی بُو کہاں سے آئی تھی اور پھر اچانک کیسے غائب ہو گئی — اُسے یقین ہو گیا تھا کہ ناگ اسی قبرستان میں کسی جگہ پر موجود ہے اور ضرور کسی مصیبت میں پھنس چکا ہے، نہیں تو اسے بھی ماریا کی بُو آ گئی ہوتی — اگر وہ مصیبت میں نہ ہوتا تو ضرور باہر نکل کر

اس کے پاس آ جاتا — ماریا کو ناگ کی اتنی تیز بُو آئی تھی کہ
جیسے ناگ اس سے پچاس ساٹھ قدموں کے فاصلے پر ہو۔
ماریا قبروں کو غور سے دیکھنے لگی — کئی قبریں پھٹی
ہوئی تھیں — ان قبروں کے اوپر دھند کا بادل چھایا ہوا
تھا۔ ماریا کو اسی چڑیل کا انتظار تھا جس کے گلے میں گورکن
کے کہنے کے مطابق سانپ لٹکا ہوا تھا — ماریا کا دل گواہی دے
رہا تھا کہ وہ سانپ ناگ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اُسے
خیال آیا کہ چڑیل ماریا کو نہیں دیکھ سکتی، اس لیے وہ اس کے
پاس خود نہیں آئے گی۔ ماریا کو چاہیے کہ خود چل کر چڑیل
کو تلاش کرے — گورکن کی دہشت بھری کہانی جھوٹی نہیں تھی۔
ماریا سوکھی شاخوں والے سیاہ درختوں کے نیچے سے
گزرتی بارہ دری کے قریب آ گئی۔
اس قسم کی ٹوٹی پھوٹی بارہ دریاں ماریا نے مصر یونان اور
بغداد کے سیکڑوں سال پرانے قبرستانوں میں بھی دیکھی تھیں —
اس بارہ دری میں بھی ایک قبر بنی ہوئی تھی — ماریا بارہ دری
کے چبوترے میں داخل ہوئی تو ان مردوں نے ماریا کے جسم
سے نکلتی لہروں کو محسوس کر لیا — یہ چاروں ہڈیوں کے ڈھانچے
مردے قبرستان میں بارہ دری کے آس پاس پہرہ دے رہے تھے
ماریا کی لہریں بارہ دری سے آ رہی تھیں — وہ بارہ دری کی

طرف بڑھے۔
ماریا چبوترے میں کھڑی قبر کے پتھروں کو ہاتھ لگا کر
دیکھنے لگی — ان پتھروں پر عبرانی زبان میں کوئی جادو کی تحریر
لکھی تھی — اتنے میں ماریا کو ہڈیوں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔
اس نے چونک کر جھاڑیوں کی طرف دیکھا — وہاں چار انسانی
ڈھانچے کھڑے اس کی طرف آہستہ آہستہ اپنے بازوؤں کی ہڈیاں
پھیلائے بڑھ رہے تھے۔
سب سے پہلا خیال جو ماریا کے ذہن میں آیا وہ یہ
تھا کہ ان ڈھانچوں نے اُسے دیکھ تو نہیں لیا، کیونکہ وہ بالکل
اس کی سیدھ میں بڑھ رہے تھے۔
ماریا ایک طرف ہٹ گئی — ڈھانچے بھی اس طرف ہٹ
گئے — وہ ماریا کو دیکھ نہیں رہے تھے، بلکہ اس کے غیبی جسم
سے نکلنے والی لہروں کو محسوس کر رہے تھے اور اسی حساب سے
اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔
ماریا رُک گئی — اس نے سوچا کہ وہ ان سے ناگ کے
بارے میں پوچھے گی — جب ڈھانچے ماریا کے قریب آ گئے
تو ماریا نے کہا:
"کیا تم مردہ ہو؟ اگر مردہ نہیں تو کیا تم میری بات
سُن رہے ہو؟"

اس پر چاروں انسانی ڈھانچوں نے ماریا پر حملہ کر دیا۔
وہ بے وقوف تھے ۔۔ ماریا پر حملہ کرکے وہ اسے بھلا کیا
نقصان پہنچا سکتے تھے ۔۔ ماریا نے ایک ہی وار میں دو مُردوں
کی کھوپڑیاں گردنوں سے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں ۔ باقی دو
ڈھانچے کھڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے ۔ یہ دونوں ڈھانچے
بارہ دری کی دیوار میں جا کر گم ہو گئے تھے ۔

ماریا اس دیوار کی طرف بڑھی، یہاں اسے ایک جگہ سے
پتھروں کا پلستر اکھڑا ہوا نظر آیا ۔ اس نے زور سے ہاتھ مارا۔
دیوار گر پڑی اور ماریا کو ایک تاریک سرنگ نظر آئی جس
کی سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں ۔ اس کے ساتھ ہی اسے ناگ کی
ہلکی ہلکی بُو بھی آنے لگی۔

اس پر وہ خوش ہوئی، کیونکہ اسے ناگ سے ملنے کی
امید ہو گئی تھی ۔ ماریا سیڑھیاں اترنے لگی ۔ سیڑھیاں کافی
لمبی تھیں ۔ یہ وہی سیڑھیاں تھیں جس کی ننانویں سیڑھی پر
پہنچ کر انسان کا آدھا دھڑ غائب ہو جاتا تھا ۔ اور اب جس
کے تختے کے نیچے بد روح لاشش نے آگ برسانے والی انسانی
کھوپڑی چھپا رکھی تھی ۔

ماریا نے دیکھا کہ دیواروں میں جگہ جگہ انسانی کھوپڑیاں لگ
رہی ہیں ۔ وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر رہی تھی ۔ جب وہ

ننانویں سیڑھی پر پہنچی تو اس نے اپنا پاؤں تختے پر رکھتے رکھتے
اوپر اٹھا لیا ۔

اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس تختے کے نیچے کوئی پُراسرار
چیز موجود ہے ۔ ماریا نے تختے کو پکڑ کر ایک طرف کھینچ دیا۔
تختے کے الگ ہوتے ہی انسانی کھوپڑی میں سے آگ کا زبردست
شعلہ بلند ہوا اور ماریا سر سے لے کر پاؤں تک اس کی
لپیٹ میں آ گئی، لیکن آگ اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی
تھی ۔ کیونکہ وہ خود آگ کے ساتھ آگ بن گئی تھی ۔ اس
نے جھک کر تابوت کے اوپر رکھی آگ، برساتی کھوپڑی کو اٹھایا
اور پوری طاقت سے دیوار پر دے مارا ۔ کھوپڑی میں سے
ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی اور آگ ایک دم سے بجھ گئی۔
کھوپڑی کے ٹکڑے سیڑھیوں میں بکھر گئے ۔

ماریا نے سیڑھی کا تختہ پھر سے جمایا اور سرنگ کے
اس راستے پر چل پڑی جس کی دیواروں میں پتھروں کی جگہ
انسانی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں ۔ اسے ناگ کے ساتھ ساتھ
اب عنبر کی ہلکی ہلکی خوشبو بھی آنے لگی تھی ۔ اس کا چہرہ
خوشی سے کھل اٹھا ۔

تو کیا عنبر بھی اسی غار میں تھا؟

وہ ایک تہ خانے سے گزر کر ایک دیوار کے پاس آ کر

رک گئی۔ اس دیوار کے دوسری جانب سے عنبر کی بڑی تیز
خوشبو آ رہی تھی۔

اس دیوار کے دوسری جانب بڑے تہہ خانے کا دالان
تھا جہاں عنبر کا سر ہوا میں لٹکا ہوا تھا اور دیوار کے ساتھ
کھلے تابوتوں میں اسلامی مجاہدہ زبیدہ اور اس کے خاوند
عبداللہ کی لاشیں یوں کفن میں لپٹی رکھی تھیں کہ ان کے
جسم غائب تھے اور صرف سر کفن سے باہر نظر آ رہے تھے۔
ماریا دیوار کو توڑنے لگی —

اس وقت بدروح لاش مُردوں کے شہر کے سب سے
نچلے تہہ خانے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی — اس کی
گردن سے لپٹا ہوا ناگ اس سے زیادہ بے چین تھا اور بار
بار اپنی زبان نکال رہا تھا۔ اس کا جسم ماریا کی خوشبو کو
محسوس کر رہا تھا مگر اسے ماریا یاد نہیں آ رہی تھی —
کیونکہ اس کی یادداشت گم کر دی گئی تھی — ماریا نے دیوار
توڑ دی —

وہ بڑے تہہ خانے میں داخل ہو گئی — کیا دیکھتی ہے
کہ سامنے چبوترے پر عنبر کا سر فرش سے ایک گز اوپر
ہوا میں لٹکا ہوا ہے اور اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔
ماریا بھاگ کر اس کے پاس گئی — اس نے اس کے جسم کو

ہاتھ لگا کر دیکھا — عنبر کا پچھلا دھڑ غائب ضرور تھا، مگر اپنی جگہ
پر موجود تھا —

ماریا نے کہا:

"عنبر بھائی، میں آگئی ہوں — تم یہاں کیسے آ گئے؟ یہ
کس نے جادو کیا ہے؟ کیا تم میری آواز سُن رہے ہو؟
تم بولتے کیوں نہیں؟ میری بات کا جواب دو عنبر، کیا تم
میری آواز سُن رہے ہو؟"

عنبر ماریا کی آواز سُن رہا تھا، مگر وہ جواب نہیں دے
سکتا تھا — بول نہیں سکتا تھا۔ نہ اپنی گردن ہلا سکتا تھا۔
وہ مسکرایا — اُس نے بولنا چاہا مگر اس کی زبان اپنی جگہ
سے ذرا بھی نہ ہلی۔ نہ اس کی آواز نکل سکی —

ماریا پریشان ہو کر سیاہ دیواروں کے ساتھ لگے تابوتوں
کے پاس گئی۔ ان تابوتوں میں اس نے عبداللہ اور زبیدہ
کے سر پڑے ہوئے دیکھے — ان کے بھی دھڑ غائب تھے مگر
ہاتھ لگانے سے محسوس ہوتے تھے —

ماریا سمجھ گئی کہ یہاں اُسی زندہ لاش نے جادو کر
رکھا ہے جس کا ذکر گورکن نے سرائے میں کیا تھا اور جس
کی گردن میں ناگ سانپ بن کر لٹک رہا ہے۔ اسے اس
اس زندہ لاش کو تلاش کرنا ہوگا —

یہ سوچ کر ماریا تہہ خانے سے نکل آئی۔

وہ سرنگ کے اندھیرے میں چلتی ایک دروازے سے باہر آئی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ کھلی جگہ ہے۔ جگہ جگہ مقبروں ایسے شکستہ گنبدوں والے مکان ہیں۔ ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلا ہوا ہے۔ درختوں کی شاخوں کے ساتھ کھوپڑیاں لٹکی ہوئی ہیں۔ اور مکانوں کے اوپر آسمان کی بجائے سیاہ بادل پھیلے ہیں۔ اس نے دو مُردے دیکھے جو اپنے ہڈیوں والے جسموں پر سفید کفن ڈالے بڑی تیزی سے ایک مکان کے دروازے سے دوسرے مکان کی تاریک ڈیوڑھی میں غائب ہو گئے۔

ماریا کو خیال آیا کہ کیا یہی وہ مُردوں کا شہر تو نہیں کہ جس کے بارے میں گورکن نے بتایا تھا۔ ماریا اس مُردہ شہر میں سے گزرنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ سڑک پر پتھروں کی جگہ مُردوں کی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ درختوں پر بھی مُردوں کی ہڈیاں، ہاتھ پیروں کے پنجر اور کھوپڑیاں لٹک رہی تھیں۔ اسے ایک قبر ایسے مکان کے باہر کھوپڑی کے پیالے میں چراغ جلتا نظر آیا۔

وہ اس مکان کی طرف بڑھی۔ ناگ کی خوشبو ایک بار پھر ہلکی ہو گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بدروح لاش

اسی مُردہ شہر کے نیچے۔ بہت نیچے ایک خفیہ تہہ خانے میں ناگ کو اپنی گردن میں پلیٹے چھپی ہوئی تھی۔ مگر وہ اپنی آنے والی موت سے بے خبر نہیں تھی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اگر غیبی عورت اس کا ناگ لے جانے میں کامیاب ہو گئی تو بدروح لاش دو دن کے بعد کھڑے کھڑے گل سڑ کر خاک میں خاک ہو کر مل جائے گی۔

بدروح لاش سجدے میں گری ہوئی تھی اور مُردہ شہر کی سب سے بڑی جادوگرنی کی روح کے آگے آہ و زاری کر رہی تھی کہ وہ اس کی مدد کرے اور اسے آنے والی عبرت ناک موت سے بچائے۔ وہ جادوگرنی کی روح کے آگے گڑگڑانے میں اتنی گم ہو چکی تھی کہ اُسے ناگ کے جسم پر سے اترنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ ناگ کو ماریا کا احساس نہیں تھا۔ اُسے کچھ خبر نہیں تھی کہ ماریا مُردوں کے شہر میں پہنچ چکی ہے اور اس کی تلاش میں چلی آ رہی ہے۔ وہ عنبر سے بھی بے خبر تھا، لیکن ایک بے چینی تھی جو اسے بدروح لاش سے نیچے لے آئی۔

جادوگرنی کی روح تک بدروح لاش کی آخری فریاد پہنچ گئی تھی اور اس نے اپنے سب سے بڑے جادو کا منتر پڑھ کر مُردوں کے شہر میں اسی مکان پر پھونک

ماری۔ جس کے دروازے پر انسانی کھوپڑی میں چراغ جل رہا
تھا۔ اس کی پھونک سے چراغ بجھ گیا۔
ماریا ٹھٹھک کر وہیں رُک گئی۔ یہ چراغ اپنے آپ
کیسے بجھ گیا۔ پھر بھی ماریا نہ گھبرائی۔ کیونکہ وہ جانتی
تھی کہ یہ مُردوں کا شہر ہے اور یہاں روحیں اُس کے
خلاف میدان میں آچکی ہیں اور اُسے ناگ تک پہنچنے
کے لیے روک رہی ہیں۔

ماریا مکان کی طرف بڑھی۔ یہی اس کی سب سے
بڑی غلطی تھی۔ اسے اس مردہ مکان کی طرف نہیں بڑھنا
چاہیے تھا۔ مگر اس کے دماغ پر جادوگرنی کے سب
سے بڑے جادو کا اثر ہو چکا تھا اور اُسے کوئی خبر نہیں
تھی۔

وہ مکان کی تاریک ڈیوڑھی میں داخل ہو گئی۔ اندھیرے
میں پہلے تو اُسے کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے سانس اندر
کو کھینچ کر ناگ کی بُو سونگھنے کی کوشش کی۔ ناگ
کی بُو بہت ہلکی تھی۔ اندھیرے میں اُس نے آگے قدم
بڑھایا۔ اسے ہلکی نیلی روشنی میں ایک پتھر کا تابوت
دکھائی دیا جو درمیان میں رکھا تھا۔ اس کے اوپر نہ جانے
کدھر سے ہلکی روشنی پڑ رہی تھی۔

ماریا صندوق کے قریب آئی۔ اس نے جُھک کر
صندوق کو غور سے دیکھا۔ صندوق کے اُوپر ایک عورت
کی شکل بنی ہوئی تھی، جس کی آنکھیں کھلی تھیں اور سرخ
زبان باہر نکلی تھی۔ سر کے بال اوپر کو کانٹوں کی طرح اٹھے
ہوئے تھے۔ نیچے کسی نامعلوم زبان میں جادو کی کوئی
تحریر لکھی تھی۔ ماریا یہ تحریر نہ سمجھ سکی۔ اس نے تابوت
کا ڈھکن اٹھایا۔ یہ اس کی دوسری غلطی تھی، مگر ہونی
ہو کر رہتی ہے۔

ماریا نے دیکھا کہ تابوت کے اندر سے سیڑھیاں نیچے
اتر رہی تھیں۔ ماریا نے سانس اندر کو کھینچا۔ اُسے
تابوت کے اندر سے ناگ کی بڑی تیز بُو محسوس ہوئی۔
ماریا کا چہرہ خوشی سے کِھل اُٹھا۔ ناگ ضرور سیڑھیوں کے
اندر تھا۔ اُسے کوئی خبر نہیں تھی کہ یہ سارا جادوگرنی
کے جادو کا کرشمہ ہے اور وہی جادو کے ذریعے ناگ کی
بُو کو وہاں لے کر آئی تھی۔ ماریا تابوت کے اندر داخل
ہوئی اور آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگی۔ سیڑھیوں میں
باہر کی ہلکی ہلکی روشنی آرہی تھی۔ اس نے ابھی چوتھی سیڑھی
پر ہی قدم رکھا تھا کہ ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ
تابوت کا ڈھکن تابوت پر گرا اور تابوت بند ہو گیا۔

ماریا نے اُوپر دیکھا، تابوت کے اُوپر ڈھکنے کی چھت سی پڑگئی تھی ۔ اور سیڑھیوں میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ کی خوشبو بھی غائب ہوگئی تھی ۔ وہ جلدی سے دو چار سیڑھیاں اتر کر نیچے گئی ۔ چھٹی سیڑھی کے بعد تہ خانے کے آگے دیوار آگئی تھی ۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کو لگی تو کسی غیبی دیوار سے ٹکرا کر پیچھے کو ہٹ آئی ۔ اس نے گھبرا کر ہاتھ آگے کو کیے اور نظر نہ آنے والی دیوار کو چھوا ۔ یہ ایک کھردری چٹان کی دیوار تھی جو ماریا کو دکھائی دے رہی تھی ۔

یہ جادوگرنی کی جادو کی دیوار تھی ۔ یہی جادوگرنی کی روح کا سب سے بڑا جادو تھا، جو اس نے بدروح لاش کو بچانے کے لیے آزمایا تھا اور وہ کامیاب ہوگیا تھا۔

ماریا اس قبرنما تہ خانے میں بند ہو کر رہ گئی ۔ اس نے کئی بار اس دیوار میں سے گزرنے کی کوشش کی جو اس کے چاروں طرف گول شکل میں کھڑی ہو چکی تھی اور جس نے اُسے گنبد کی شکل میں اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

اس سے پہلے بھی ایک بار افریقہ کے جنگلوں سے گزرتے ہوئے ایک جادوگر نے اُسے شیشے کی چار دیواری میں قید کیا تھا۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ ماریا قید میں پڑ چکی تھی

اور اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہی تھی ۔ اب نہ اُسے عنبر کی خوشبو آرہی تھی نہ ناگ کی بُو آرہی تھی اور نہ اُسے باہر کی کوئی آواز سنائی دے رہی تھی ۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ قبر کی گہرائیوں میں خاموشی اور سناٹے کے کسی تابوت میں بند کر دی گئی ہے ۔ جہاں سے اب وہ شاید کبھی باہر نہیں نکل سکے گی ۔

بدروح لاش نے ایک دم سے سر اوپر اٹھایا ۔ اس کی آنکھ کا ڈیلا خوشی سے گھوم رہا تھا۔ اسے جادوگرنی کی روح کی آواز یہ کہتی سنائی دی تھی :

" غیبی عورت کو مُردوں کے شہر سے پُرانے تابوت میں بند کر دیا گیا ہے ۔"

بدروح لاش کی یہ سب سے بڑی فتح تھی ۔ وہ آخر اپنی جان بچانے اور اپنے آپ کو قیامت تک کے لیے زندہ رکھنے میں کامیاب ہوگئی تھی ۔ اب دو دن بعد وہ امر ہو جائے گی، لافانی ہو جائے گی، اسے موت کبھی نہیں آئے گی ۔ اس کے آدھے جسم کی ہڈیوں پر گوشت واپس آ جائے گا ۔ وہ پھر سے ایک خوب صورت صحت مند جوان عورت بن جائے گی اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی ۔ وہ کبھی بوڑھی نہیں ہوگی ۔ وہ ہمیشہ جوان، خوبصورت اور زندہ رہے گی

بدروح لاش خوشی کا ایک نعرہ لگا کر اُٹھی اور اُس نے
اپنی گردن میں ہاتھ ڈالا کہ سانپ کو چوم لے، مگر اس کا
ہاتھ اپنی گردن کی ہڈی سے ٹکرا کر رہ گیا — وہ کانپ اٹھی
اس نے اپنی گردن اور جسم کو دیکھا۔ سانپ وہاں نہیں
تھا —

بدروح لاش کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی — ناگ
کہاں چلا گیا؟ اگر ناگ گم ہوگیا تو اس کی امیدوں
اور کامیابی کا سارا محل گر کر پاش پاش ہو جائے گا — وہ
تہہ خانے سے نکل کر باہر کو بھاگی — ناگ کہیں نہیں تھا —
ناگ اس وقت تہہ خانے سے نکل کر مُردوں کے شہر
کی ایک تاریک گلی میں سے گزر رہا تھا — اس کا رُخ
اس گنبد والے تہہ خانے کی طرف تھا — جس کے اندر خون
کا پیالہ پڑا تھا اور جس میں دوسری بار گرنے سے ناگ
کی یادداشت واپس آ سکتی تھی —
ناگ اندھیری گلی میں رینگتا ہوا چلا جا رہا تھا
اسے نہ عنبر یاد تھا، نہ ماریا یاد تھی — بس اپنے آپ ہی
کسی غیبی خیال کی مدد سے آگے بڑھ رہا تھا — یہ مُردوں کے شہر
کی گلی تھی جو قبرستان کے نیچے آباد تھا —
بدروح لاش ناگ کی تلاش میں پاگلوں کی طرح پیچھے

بھاگی آ رہی تھی — ناگ کے گم ہو جانے سے بدروح لاش
کو موت سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا — اس کا آدھا جسم زندہ
اور آدھا مردہ تھا۔ آدھے جسم پر گوشت تھا اور باقی آدھے
جسم کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں — ایک آنکھ زندہ تھی اور دوسری
آنکھ کی جگہ کھوپڑی میں سوراخ بنا ہوا تھا — وہ سیاہ لمبا چغہ
اوڑھے اسی گلی کی طرف آ رہی تھی جہاں ناگ دیوار پر رینگتے
ہوئے اب اس کوٹھری کی دہلیز پر آ گیا تھا جس کے اندر چبوترے
پر خون سے بھرا ہوا پیالہ پڑا تھا — اگر ناگ اس پیالے کے
خون میں ایک بار ڈبکی لگا لے تو اس کی یادداشت اور طاقت
واپس آ سکتی تھی — وہ کوٹھڑی کے اندر داخل ہوگیا — کوٹھری میں
اندھیرا تھا — ناگ چبوترے پر چڑھ گیا۔ سامنے خون کا بھرا ہوا
پیالہ پڑا تھا — ناگ پیالے کے اندر اتر گیا — اس نے خون
میں ایک ڈبکی لگائی اور جب پیالے سے باہر آیا تو اس کی
یادداشت واپس آ چکی تھی —
اب اسے ماریا اور عنبر کی بُو آنے لگی — اسے یاد آیا
کہ وہ عنبر کی تلاش میں اس قبرستان کی دنیا میں آیا ہے اور
عنبر کے سر کو اس نے تہہ خانے میں لٹکتے دیکھا تھا — اسے
مسلمان مجاہد عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ بھی یاد آ گئی جن
کی لاشیں اسی تہہ خانے میں ایک تابوت میں پڑی تھیں — وہ

کوٹھڑی سے نکل کر باہر آیا تو اس نے اپنے سامنے بدروح لاش کو کھڑے دیکھا — بد روح لاش نے اس کو پکڑنے کے لیے اپنا ہڈیوں والا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ناگ نے پھنکار ماری اور چھوٹی سی کالی چڑیا کی شکل بدل کر وہاں سے اڑ کر باہر آ گیا —

بدروح لاش گھبراہٹ میں اس کے پیچھے بھاگی مگر ناگ وہاں سے نکل کر بڑے ہال کمرے میں پہنچ چکا تھا — اس نے عنبر کے لٹکتے سر کو دیکھا — عنبر نے بھی ناگ کو چڑیا کے روپ میں پہچان لیا تھا۔ مگر وہ اپنی جگہ پر پتھر بنا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں ہلا سکتا تھا — وہ بدروح لاش کے جادو کے اثر میں تھا۔ ناگ اڑتا ہوا ہال کمرے میں چکر لگانے لگا — بد روح لاش اس کا پیچھا کر رہی تھی —

جب تک بدروح لاش زندہ ہے اس کے جادو کا اثر دور نہیں ہو سکتا تھا — ناگ نے مہاگنی دیوی کو بلانے کا فیصلہ کر لیا —

مہاناگنی دیوی کوہ ہمالیہ کے غار میں دس ہزار سال سے رہ رہی تھی اور اس سے بڑی ناگن جادوگرنی زمین کے اوپر اور زمین کے اندر اور کوئی نہیں تھی —

ناگ نے مہاناگنی دیوی کو یاد کیا اور خود سانپ کی

شکل میں چبوترے پر آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا کیونکہ مہاناگنی دیوی بہت بڑی جادوگرنی ناگن تھی اور ناگ اس کی بیحد عزت کرتا تھا — اتنے میں مہاگنی دیوی اس کے سامنے ظاہر ہو گئی۔ اس کی شکل ایک اژدہا کی سی تھی اور سر پر بالوں کی جگہ بے شمار سانپ لٹک رہے تھے — اس کے چھ ہاتھ اور چھ پاؤں تھے — اور سارے ہاتھوں میں اس نے سرخ کانٹے دار سانپ پکڑے ہوئے تھے — ناگ نے ادب سے مہاگنی کو سلام کیا اور کہا :

" مہاناگنی دیوی ، میں اور میرے دوست عنبر ، ماریا سخت مشکل میں ہیں — ایک بد روح لاش کے خطرناک جادو نے انہیں جکڑ رکھا ہے ، ہماری مدد کر —

مہاگنی دیوی کی لال زبان تین بار باہر نکلی اور اس نے کہا :

" دنیا کی کوئی جادوگرنی میرے جادو کا مقابلہ نہیں کر سکتی — میں بد روح لاش کو ابھی اس کی گستاخی کا مزا چکھاتی ہوں "

اتنے میں بد روح لاش بھی ناگ کو تلاش کرتی وہاں پہنچ گئی۔ اس نے مہاگنی دیوی کو دیکھا تو ایک چیخ مار کر اس کی طرف بڑھی — مہاناگنی نے اپنے ہاتھ کا ایک سرخ

کانٹے دار سانپ اس کی طرف پھینکا — سانپ ہوا میں
شعلے کی طرح اڑتا ہوا بدروح لاش کی کھوپڑی کے ساتھ چمٹ گیا
اور اس کی کھوپڑی میں اپنے دانت گاڑ کر اسے توڑ دیا۔

بدروح لاش کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور
وہ زمین پر گر پڑی — مہاناگنی نے اپنے ہاتھوں کے دوسرے
سانپ بھی اس پر چھوڑ دیے — لال سانپوں نے دیکھتے دیکھتے
بدروح لاش کے جسم کا سارا گوشت چٹ کر لیا — اب فرش
پر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ پڑا تھا۔ مہاناگنی نے آگے بڑھ کر
ڈھانچے پر اپنا پاؤں رکھ دیا — ایک بجلی کے کڑاکے کی آواز
اور بدروح لاش کا ڈھانچہ جل کر سرمہ بن گیا — اس کے
ساتھ ہی سارے سرخ سانپ مہاناگنی کے ہاتھوں میں واپس
آگئے۔ اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"میرے بچے، اس قبرستان پر بدروح لاش کا جادو
ٹوٹ چکا ہے —"

یہ کہہ کر مہاناگنی دیوی غائب ہو گئی اور اس کے
ساتھ ہی عنبر بھی انسانی شکل میں واپس آگیا اور تابوتوں
میں سے عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ بھی کلمہ پڑھتے
ہوئے باہر نکل آئے — وہ ایک دوسرے کو خوش ہو کر
ملے۔ عنبر نے کہا:

"ماریا بھی یہاں آئی ہوئی ہے — آؤ اسے تلاش کرتے
ہیں —"

ناگ نے کہا:

"میں نے بھی اس کی بو محسوس کی تھی —"

اتنے میں قریب ہی سے ماریا کی آواز آئی:

"میں تمہارے پاس کھڑی ہوں۔"

عنبر ناگ تو خوشی سے نہال ہو گئے لیکن عبداللہ اور
زبیدہ حیران ہو کر ان کا منہ تکنے لگے کہ یہ کس ماریا سے
باتیں کر رہے ہیں اور وہ دکھائی کیوں نہیں دے رہی —
اب عنبر اور ناگ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا — وہ خوشی کے
جوش میں بھول ہی گئے تھے کہ عبداللہ اور اس کی بیوی
زبیدہ کو ماریا کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ یہ دونوں
الجزائر کی جنگ آزادی کے مجاہد سوالیہ نشان بن کر عنبر
ناگ کو تک رہے تھے — ماریا بھی قریب ہی کھڑی ان
دونوں کو دیکھ رہی تھی —

زبیدہ نے کہا:

"یہ ماریا کون ہے — یہ اس کی آواز کہاں سے آئی
تھی؟"

ناگ نے کہا:

"اصل میں یہ ایک جادوگرنی ہے جو ہماری دوست ہے جو کبھی کبھی ہمیں ملنے آ جاتی ہے۔ وہ نظر نہیں آتی۔ ابھی آئی تھی۔ اب واپس چلی گئی ہے۔"

ماریا کو بڑا غصہ آیا — اُس نے زور سے ناگ کا کان پکڑ کر کھینچا — ناگ کان پکڑ کر ایک طرف جُھک گیا —

"معاف کر دو ماریا جادوگرنی۔"

ماریا نے ناگ کی پیٹھ پر مُکا مار کر کہا:

"جادوگرنی ہوگی تمہاری نانی — تمہاری خالہ — تمہاری چاچی۔"

عنبر اور ناگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ بھی ہنسنے لگے۔

عبداللہ نے کہا:

"جادوگرنی سے آپ کا بڑا مذاق معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں، کچھ زیادہ ہی مذاق ہے۔" ناگ نے اپنا کان سہلاتے ہوئے کہا:

"چلو اب اس جادو نگری سے نکل چلیں۔"

عنبر نے کہا اور وہ ہال کمرے سے نکل کر ٹوٹے سیڑھی میں آ گئے — یہ سیڑھیاں ٹوٹ پھوٹ چکی تھیں — بدروح لاش کی موت کے بعد یہاں کا بھی طلسم ختم ہو چکا تھا — وہ سیڑھیاں چڑھ کر باہر قبرستان میں آ گئے — اب قبرستان

میں دھند کا بادل بھی نہیں تھا اور دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی — درخت بھی جو پہلے سوکھے اور سیاہ تھے، اب سرسبز ہو گئے تھے — قبریں جو پہلے کھلی تھیں اب بند ہو چکی تھیں اور قبروں کے اندر مُردوں کو سکون سا آ گیا تھا۔

یہ سب کے سب قبرستان کے دروازے کے پاس آ کر ایک طرف رُک گئے — عبداللہ نے کہا:

"فرانس کی شاہی فوج کے سپاہی میری اور میری بیوی زبیدہ کی تلاش میں ہوں گے — ہمیں یہاں سے نکل کر اب کہاں جانا چاہیے۔"

ناگ نے کہا:

"میری رائے میں تمہیں کسی طرح فرانس سے فرار ہو کر اپنے ملک الجزائر واپس چلے جانا چاہیے — یہاں تمہارے لیے ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہے — کیونکہ ہم تو اس ملک سے نکل کر آگے چلے جائیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"میں بھی یہی چاہتا ہوں — لیکن سوال یہ ہے کہ یہ دونوں یہاں سے کس طرح فرار ہوں — چاروں طرف فرانس کے سپاہی ان کی تلاش میں بکھرے ہوئے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"یہ کام میں کیے دیتا ہوں — میں انہیں اپنے ساتھ
لے کر کسی بحری جہاز میں سوار کرا دوں گا جو ان کے ملک کو
جا رہا ہو۔"

عنبر نے کہا:

"تجویز اچھی ہے، کیوں عبداللہ بھائی تمہارا کیا خیال
ہے؟"

عبداللہ نے کہا:

"میں تیار ہوں۔"

زبیدہ نے پوچھا:

"لیکن عنبر بھائی، ناگ ہم دونوں کی حفاظت کر سکے گا؟"

عنبر نے کہا:

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ناگ کیا کیا کچھ کر سکتا ہے۔"

"وہ تو میں جانتی ہوں، پھر بھی کسی وقت خیال آتا
ہے کہ کہیں ہماری وجہ سے ناگ بھائی بھی کسی مشکل میں
نہ پھنس جائے۔"

ناگ نے کہا:

"تم اس بات کی فکر نہ کرو بہن، تم دونوں مسلمانوں
کی جنگ آزادی لڑ رہے ہو — تمہاری خاطر اگر میری جان
بھی چلی جائے تو پروا نہیں — ویسے ایسا ہوگا نہیں۔"

آخر یہی طے ہوا کہ ناگ ان دونوں میاں بیوی کو لے
کر فرانس کے جنوب کی طرف مارسیلز کی بندرگاہ پر جائے
اور وہاں سے انہیں کسی طرح بھیس بدلوا کر الجزائر جانے
والے جہاز پر سوار کروا کر واپس پیرس آ جائے۔ عنبر
نے کہا:

"ہم پیرس کی نوتریے ڈیم سرائے میں تمہارا انتظار
کریں گے۔ جب تک تم نہیں آؤ گے، ہم اسی سرائے میں
رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ناگ نے کہا: "سب سے پہلے انہیں
اپنے حلیے بدلنے ہوں گے۔"

اسی قبرستان میں عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ نے
اپنے حلیے بدل لیے — وہ دونوں سپیرا اور سپیرن بن گئے
تھے — زبیدہ نے سپیرنوں کی طرح اپنے بال کھول کر شانوں
پر بکھرا لیے تھے — عبداللہ نے بھی لمبا سپیروں والا کرتہ پہن
لیا — اس کا چغہ پہلے ہی اس کے پاس موجود تھا۔ ناگ
نے کہا:

"سانپ جتنے چاہیں، میں لا دیتا ہوں۔"

ناگ نے اسی وقت آنکھیں بند کر کے سانپوں کو آنے
کا حکم دیا — دوسرے ہی لمحے ایک گول ٹوکری میں سانپ

وہاں آ گئے۔ ناگ نے ٹوکری اپنے کندھے پر رکھ لی اور کہا:

"اب صرف ایک بین کی کمی ہے، وہ ہم بازار سے خرید لیں گے۔۔ اچھا عنبر اور ماریا بہن خدا حافظ۔"

عبداللہ نے کہا:

"یہ تم نے پھر ماریا کا نام لیا۔۔ کیا وہ جادوگرنی ابھی تک تمہارے ساتھ ہے؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں، تم ایسا ہی سمجھ لو۔"

اور وہ اپنی اپنی راہ پر چل پڑے۔۔

عنبر اور ماریا پیرس شہر کے نوترے ڈیم کی سرائے کی طرف اور ناگ دونوں میاں بیوی کو لے کر اس سڑک پر روانہ ہو گیا۔۔ جو شہر کے جنوب کو جاتی تھی۔۔ اس وقت وہ تینوں سپین کے خانہ بدوش سپیرے معلوم ہوتے تھے، جو لوگوں کو سانپ کا تماشہ دکھا کر خوش کرتے ہیں اور جو کوئی دے دے لے لیتے ہیں۔۔

ان دنوں فرانس کا انقلاب آنے والا تھا۔ انقلاب کا طوفان اُٹھنے ہی والا تھا۔۔ یہ وہی انقلاب ہے جس کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں بھی ہم پڑھتے ہیں اور جس میں لاکھوں انسان قتل ہو گئے تھے۔۔ پیرس شہر کے چوک میں

گلا کاٹنے والی مشین لگا دی گئی تھی۔۔ لوگوں کو چھکڑوں میں بھر بھر کر چوک میں لایا جاتا۔۔ ان کی گردنیں مشین کے اندر ڈالی جاتیں اور پھر اوپر سے لوہے کا تیز دھار والا بلیڈ زور سے گرتا اور بدنصیب انسان کی گردن کٹ کر ٹوکرے میں گر پڑتی۔۔ اسی موت کی مشین میں فرانس کی شہزادیوں اور ملکہ کی گردنیں بھی کاٹی گئی تھیں۔۔

ماریا اور عنبر نوترے ڈیم کی سرائے میں جا کر بیٹھ گئے اور ناگ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔۔

ادھر ناگ دونوں مسلمان مجاہد میاں بیوی کو خانہ بدوش سپیروں کے بھیس میں فرانس کے ساحلی شہر مارسیلز میں پہنچ گیا۔۔ یہاں سے انہوں نے ایک سمندری جہاز میں سوار ہو کر اپنے وطن الجزائر کی طرف کوچ کرنا تھا۔۔ یہ بڑا مشکل کام تھا۔۔ کیونکہ اس شہر میں بھی سپاہی ان دونوں کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے تھے۔۔ بندرگاہ پر سخت پہرہ تھا۔۔ ہر مسافر کی تلاشی لی جاتی۔۔ اس سے پوچھ گچھ کی جاتی۔۔ جن سپاہیوں نے عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کو دیکھا ہوا تھا۔۔ انہیں خاص طور پر بندرگاہ پر لگا دیا گیا تھا تاکہ وہ انہیں پہچان کر گرفتار کر لیں۔۔ عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کو یہ ساری باتیں معلوم تھیں، وہ بھی چوکس

ہو گئے تھے۔ اگرچہ انہوں نے بھیس بدلا ہوا تھا۔ پھر بھی
خطرہ تھا کہ سپاہی انہیں گرفتار نہ کر لیں۔
بندرگاہ کے گورنر نے حکم دے رکھا تھا کہ جہاں کہیں
عبداللہ اور اُس کی بیوی دکھائی دے۔ انہیں فوراً پکڑ لیا
جائے اور اگر وہ بھاگیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ جو
مسافر سمندری جہاز پر سوار ہوتے، اُن کی ہر طرح سے پڑتال
کی جاتی۔ ان کے کاغذات دیکھے جاتے۔ انہیں ان سپاہیوں
کے آگے پیش کیا جاتا جو زبیدہ اور عبداللہ کی صورت پہچانتے
تھے۔ یہ ایک بڑی مصیبت تھی۔ ناگ کے دماغ میں ابھی
تک کوئی ترکیب نہ آئی تھی جس سے وہ عبداللہ اور زبیدہ
کو لے کر جہاز پر سوار ہو سکے۔ اگرچہ انہوں نے بھیس
بدلا ہوا تھا۔ مگر وہ صاف پہچانے جا سکتے تھے۔
ناگ شہر کے ایک باغ میں درختوں کے نیچے ڈیرا لگا
لیا تھا۔ عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ باہر نہیں نکلتے تھے۔
عبداللہ نے ناگ کو بتایا تھا کہ مارسیلز شہر میں ان کے کچھ
مجاہد ساتھی چھپ کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُن سے
مل کر وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بن سکتا ہے۔ ناگ
دن بھر ان کی تلاش میں پھرتا رہتا تھا، مگر اسے ابھی
تک کوئی کھوج نہیں ملا تھا۔ ایک روز عبداللہ نے ناگ سے کہا

"ناگ بھائی، ہم یہاں اندر بیٹھے بیٹھے تنگ آ گئے ہیں۔
جی چاہتا ہے، آج شہر سے باہر چلا پھرا جائے۔"
زبیدہ نے کہا:
"ہاں ناگ بھائی، ذرا شہر چل کر دیکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے
ہمیں کوئی اپنا مجاہد بھائی کسی بھیس میں دکھائی دے جائے
ہم تو اسے پہچان لیں گے۔"
ناگ نے کہا:
"مگر تمہیں بڑا ہوشیار رہنا ہوگا۔ سپاہی جگہ جگہ پھر
رہے ہیں۔"
"کوئی بات نہیں ناگ، ہم نے بھیس بدلے ہوئے ہیں
اور پھر ہم شہر سے باہر پھریں گے۔"
ناگ نے کہا:
"ہم اپنی سانپوں کی پٹاری ساتھ لے چلتے ہیں تاکہ
یہی معلوم ہو کہ ہم سپیرے ہیں۔"
ناگ نے سانپوں کی پٹاری اٹھائی اور وہ تینوں سمندر
کنارے والے باغ کے پیچھے سے نکل کر شہر کی طرف چل پڑے۔
بازاروں میں رونق تھی۔ سپاہی ہتھیار لیے عام پھر رہے تھے۔
وہ ایک ایک آدمی کو جو قریب سے گزرتا گھور کر دیکھتے۔
صاف لگتا تھا کہ وہ عبداللہ اور زبیدہ کی تلاش میں ہیں۔

فرانس کے قلعے سے فرار ہو گئے ہیں — یہ تینوں ایک چوک سے گزرنے لگے تو سامنے سے گھوڑے پر سوار ایک کیپٹن آ گیا۔ اس کے ساتھ سپاہیوں کا ایک دستہ تھا — بد قسمتی سے اس فرانسیسی کیپٹن نے عبداللہ اور زبیدہ کو دیکھا ہوا تھا — اب جو اس نے دو خانہ بدوشوں کو دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنکا — اسے محسوس ہوا کہ ان شکلوں کو اس نے پہلے بھی دیکھا ہے — اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ سپاہیوں نے ناگ اور عبداللہ کو گھیرے میں لے لیا۔ ناگ نے پوچھا:

"کیوں جناب کیا بات ہے، ہم تو غریب خانہ بدوش سپیرے ہیں۔ ہمیں کس لیے پکڑا جا رہا ہے"

اتنے میں کیپٹن گھوڑا بڑھا کر اس کے پاس آ گیا۔ قریب آ کر کیپٹن نے عبداللہ اور زبیدہ کو سپیروں کے بھیس میں بھی پہچان لیا — اس نے تلوار نکال کر لہرائی اور حکم دیا:

"ان تینوں کو گرفتار کر لو"

موت کے تعاقب کی دا
عنبر ناگ ماریا
۵ ہزار سالہ سفر کی پُر اسرار اور سنسنی خیز داستان
مصنف: اے حمید
۱ ۔ لاش سے ملاقات ۴/-
۲ ۔ جہاز ڈوب گیا ۴/-
۳ ۔ سمندر کی چڑیل ۴/-
۴ ۔ پُر اسرار غار کی مورتی ۴/-
۵ ۔ ناگ لندن میں ۴/-
۶ ۔ تابوت میں سانپ ۴/-
۷ ۔ موت کا دریا ۴/-
۸ ۔ سانپ کا انتقام ۴/-
۹ ۔ سانپ کی آواز ۴/-
۱۰ ۔ ناگ کا قتل ۴/-
۱۱ ۔ شاہ بلوط کا خزانہ ۴/-
۱۲ ۔ پتھر کا ہاتھ ۴/-
۱۳ ۔ طوفانی سمندر کا بھوت ۴/-
۱۴ ۔ ڈائنا سورس کا جزیرہ ۴/-
۱۵ ۔ سیاہ پوش سایہ ۴/-
۱۶ ۔ انسانی بلی ۴/-
۱۷ ۔ سانپوں کا جنگل ۴/-
۱۸ ۔ ماریا اور بن مانس ۴/-
۱۹ ۔ قبر نما انسان ۴/-
۲۰ ۔ لکشمی دیوی کا انتقام ۴/-
۲۱ ۔ ناگ اور جادوئی ترشول ۴/-
۲۲ ۔ ناگ عنبر مقابلہ ۴/-
۲۳ ۔ لاش کی چیخ ۴/-
۲۴ ۔ آسیب کی رات ۴/-
۲۵ ۔ تنافوے سیڑھیوں کا راز (خاص نمبر)
۲۶ ۔ عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں ۴/-
۲۷ ۔ ماریا اور جادوگر سانپ ۴/-
۲۸ ۔ نقلی ناگ کی سازش ۴/-
۲۹ ۔ بابل کی بدروحیں ۴/-
۳۰ ۔ قبر کی دلہن ۴/-
نیا مکتبہ اقراء ۔ ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
ہر سطر نیا واقعہ ۔ ہر سطر نیا ہنگامہ
انسپکٹر اشتیاق اور اُس کا جاسوس احمد یار خان کے
کارنامے
سراغرسانی مزاح سے بھرپور سنسنی خیز جاسوسی ناول
مصنف: امتیاز علی
(۱) لاکر نمبر ۸۰ ۳/-
(۲) موت کے گھنٹے ۳/-
(۳) ش کا مجرم ۳/-
(۴) ۲۰ لاکھ کی خواب گاہ ۳/-
(۵) آئرن مین ۳/-
(۶) کتاب میں قتل ۳/-
(۷) ٹائم بم کی ٹک ٹک ۳/-
(۸) مینٹل کیس ۳/-
(۹) سٹیپ بائی سٹیپ ۳/-
(۱۰) سات کروڑ کا ہنگامہ ۳/-
(۱۱) جانفوس کی موت ۳/-
(۱۲) ہیلپ می ۳/-
(۱۳) مجرمانے کی موت ۳/-
(۱۴) معاہدہ کا اغوا ۳/-
(۱۵) مرڈر مرڈر مرڈر ۳/-
(۱۶) ڈراپ سین ۳/-
(۱۷) اٹیک، اٹیک، اٹیک ۳/-
(۱۸) ایکشن ری پلے ۳/-
(۱۹) سیاہ چوہے کا قتل ۳/-
(۲۰) گولڈن چانس ۳/-
(۲۱) ہارٹ اٹیک ۳/-
(۲۲) پکنک پوائنٹ ۳/-
(۲۴) ڈیڈ باڈی ۳/-
نیا مکتبہ اقراء ۔ ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

شہزادہ ہاروت کے ہولناک سفر

ہلاکت خیز طلسم و عجائبات کی حیرت انگیز داستانیں اور عجیب و غریب کارناموں سے بھرپور

مصنف: آغا اشرف

آدھا آسمان	۵/-	قطرے میں سمندر	۴/-
سورج محل	۴/-	موت کی پھنکاریں	۴/-

زیرِ طبع

لال آنکھیں / لال سورج	۴/-	خون آشام چوہے	۴/-
بابون بلائیں	۴/-	برام بو	۴/-
بجلیوں کا پہاڑ	۴/-	قیامت کے پتلے	۴/-

مکتبہ اقراء ۱۳- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مشہور ادیبوں کی مشہور کتابیں

کتاب	مصنف	قیمت
تین عورتیں	سعادت حسن منٹو	۱۰ روپے
آخرِ شب کے ہم سفر	قرۃ العین حیدر	۲۵
ہاؤسنگ سوسائٹی	قرۃ العین حیدر	۹
یادوں کی بارات	جوش ملیح آبادی	۶۰
آؤ کہ کوئی خواب بنیں	ساحر لدھیانوی	۶
ساحر اور اس کی شاعری	ساحر لدھیانوی	۹
متاعِ غیر	ساحر لدھیانوی	۹
خرابات	عبدالحمید عدم	۲۵
چارۂ درد	عبدالحمید عدم	۱۵
چاکِ پیراہن	عبدالحمید عدم	۲۰
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	۱۲
کرشن چندر کے بہترین افسانے	کرشن چندر	۱۲
میں انتظار کروں گا	کرشن چندر	۱۰
کتاب کا کفن	کرشن چندر	۱۳
روٹی، کپڑا اور مکان	کرشن چندر	۱۰
دوسری برفباری سے پہلے	کرشن چندر	۱۵
ایک گرجا ایک خندق	کرشن چندر	۱۲
عصمت چغتائی کے بہترین افسانے	عصمت چغتائی	۱۵
تین پیسے کی چھوکری	قاضی عبدالغفار	۹
جنگل	میرزا ادیب	۱۰
رنگینیاں	شکیل بدایونی	۲۵
راجندر سنگھ بیدی کے بہترین افسانے	راجندر سنگھ بیدی	۱۵

چودھری اکیڈمی ○ ۳۰۵ ذوالقرنین چیمبرز ○ گنپت روڈ ○ لاہور

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

مصنف : اشتیاق احمد

۱۔ محمود فاروق فرزانہ کا اغوا	۲/۵۰	۲۔ کمرہ نمبر ۴۲	۵/-
۳۔ خون کی تحریر	۲/۵۰	۴۔ پہاڑیوں میں موت	۲/۵۰
۵۔ موت کی سرنگ	۲/۵۰	۶۔ ہنگامے کی موت	۲/۵۰
۷۔ بنک کے ڈاکو	۵/-	۸۔ لوہے کا آدمی	۵/-
۹۔ پراسرار مہمان	۵/-	۱۰۔ جیرال کی واپسی	۵/-
۱۱۔ ہولناک دشمن	۵/-	۱۲۔ جزیروں کا ہتھوا	۵/-
۱۳۔ قلعے کے قیدی	۵/-	۱۴۔ خون کا سمندر	۶/-
۔ ہاتھ کی تلاش	۵/-	۱۶۔ کالا شہر	۲/۵۰
۱۷۔ شومٹاکی لاش	۵/-	۱۸۔ ساروں کا ہنگامہ	۲/۵۰
۱۹۔ فرضی قتل	۲/۵۰	۲۰۔ خوفناک کتا	۵/-

نیا مکتبہ اقرا
۱۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پھانسی کی کوٹھڑی میں
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قیمت ۵ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

بار اوّل : ۱۹۸۱ء

تعداد : دو ہزار

نیا مکتبہ اقرأ - ۱۳/۱۱ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

طابع : ... پرنٹنگ پریس لاہور

پیارے دوستو،

"ناگ، عنبر، ماریا کی واپسی" آپ جس دل چسپی اور شوق سے پڑھ رہے ہیں اور جس محبت اور پیار کے ساتھ مجھے اپنی پسندیدگی کے خطوط لکھ رہے ہیں، اس کے لیے میں آپ کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے ــ قسط نمبر ۲۵ کا سلور جوبلی نمبر آپ نے پڑھا اور ننانوے سیڑھیوں کے راز پر سے پردہ اٹھا کر دیکھا ــ

اب اس کہانی میں آپ کا محبوب ہیرو عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں پہنچ چکا ہے اور اُسے پھانسی کی سزا ہونے والی ہے۔ عنبر کیسے پھانسی کی کوٹھڑی میں پہنچا۔ یہ آپ خود ورق الٹ کر پڑھیں گے اور پھر مجھے ایک پیارا سا خط لکھیں تاکہ میری حوصلہ افزائی ہو اور میں آپ کے لیے اور زیادہ محبت اور پیار سے لکھ سکوں ــ آپ میرے 'عمران ریحان ایڈونچر' کے سلسلے کو بھی جس محبت سے پڑھ رہے ہیں میں اس کا بھی شکر گزار ہوں۔

آپ کا

اے۔ حمید

ترتیب

گردن کاٹنے والی مشین

زبیدہ عبداللہ اور ناگ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ سپاہیوں نے انہیں پکڑ کر رسیوں سے جکڑ دیا۔ ناگ کو بھی پکڑ لیا گیا — ناگ ایک سیکنڈ میں فرار ہو سکتا تھا، مگر وہ اپنے ساتھیوں کو موت کے منہ میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا — انہیں شہر کے چھوٹے قلعے میں بند کر دیا گیا۔

عبداللہ نے پریشان ہو کر کہا، اب کیا ہوگا؟ ناگ نے کہا:

"کوئی ترکیب سوچتا ہوں — ہمیں بہت جلد یہاں سے نکلنا ہوگا — نہیں تو یہ لوگ ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔

زبیدہ کہنے لگی:

"مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اب ہماری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ہم نے غلطی کی جو اپنے خیمے سے باہر نکل آئے۔

ناگ نے کہا:

"آپ دونوں جانتے ہیں کہ میں ناگ ہوں اور میرے اندر کچھ طلسمی قوت ہے۔ میں اس قوت کو کام میں لاتے ہوئے یہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ تلاش کرتا ہوں۔"

جب رات تاریک ہوگئی اور قلعے کے باہر زبردست پہرہ لگا دیا گیا تو ناگ نے کہا:

"میں باہر جا رہا ہوں۔"

اُس نے سانپ کا روپ بدلا اور ایک نالی میں سے باہر نکل گیا۔ باہر قلعے کی فصیل تھی جہاں دو سپاہی نیزے اور توڑے دار بندوقیں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے ناگ کو نہ دیکھا۔ ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا ان کے پیچھے آ گیا۔ اس نے ایک سپاہی کی ٹانگ پر ڈس دیا اور پیچھے اندھیرے میں چھپ گیا۔ ناگ کے زہر سے کوئی بچ نہیں سکتا تھا۔ سپاہی زمین گرا اور اس کا جسم کا نپنے لگا۔ دوسرا سپاہی اس کی طرف بھاگا۔ وہ اس کو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ناگ نے اسے بھی ڈس دیا۔ دوسرا سپاہی بھی اپنے ساتھی کے اوپر گر پڑا اور مر گیا۔

ناگ نے انسانی شکل بدلی۔ سپاہی کی جیب سے چابی نکال کر کال کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ زبیدہ اور عبداللہ جلدی سے باہر نکل آئے۔ وہ قلعے کی فصیل کے اوپر کھڑے تھے۔

نیچے قلعے کی دیوار کے ساتھ ساتھ سمندر کی لہریں ٹکرا رہی تھیں یہاں سے نیچے چھلانگ نہیں لگائی جا سکتی تھی۔ ناگ نے کہا:

"تم دونوں یہاں ٹھہرو، میں سیڑھیوں میں جا کر دیکھتا ہوں کہ وہاں پہرے پر کتنے سپاہی ہیں۔"

عبداللہ نے کہا:

"ہم بھی تمہارے ساتھ آتے ہیں۔ ہم تمہیں اکیلا نہیں جانے دیں گے۔"

وہ تینوں قلعے کی سیڑھیوں کی طرف آ گئے۔ یہاں کوئی سپاہی نہیں تھا۔ وہ سیڑھیاں اُتر کر قلعے کے بڑے دروازے پر آ گئے۔ یہاں کوئی سپاہی نہیں تھا۔ دروازے پر چار سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ نے کہا:

"تم لوگ یہاں ٹھہرو، میں جا کر ان سے نمٹتا ہوں۔"

ناگ نے سانپ کی شکل بدلی اور قلعے کے بڑے دروازے کی ڈیوڑھی میں آ گیا۔ دو سپاہی کرسیوں پر بیٹھے اونگھ رہے تھے اور دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ نے جاتے ہی ان دونوں اونگھتے ہوئے سپاہیوں کو اپنا نشانہ بنا یا۔ دونوں اونگھتے ہمیشہ کے لیے سو گئے۔ جو سپاہی پہرہ دے رہے تھے انہیں معلوم ہی نہ ہوا کہ ان کے اونگھنے والے ساتھی مر چکے ہیں۔ ناگ پہرہ دینے والوں کی طرف بڑھا۔ وہ ایک سپاہی

کو ڈسنے ہی لگا تھا کہ لیمپ کی روشنی میں دوسرے سپاہی کی سانپ پر نظر پڑ گئی — اس نے وہیں سے تلوار کا وار کیا۔ ناگ خوش قسمت تھا کہ وار ذرا ٹیڑھا پڑا؛ وگرنہ اس کا جسم کٹ کر دو ہو گیا تھا — دونوں سپاہی اب سانپ کے پیچھے بھاگے۔ ناگ دیوار کے اوپر چڑھ گیا — سپاہیوں نے ناگ پر تیروں کی بارش کر دی — ناگ گھبرا کر ایک سوراخ میں گھس گیا۔ سپاہیوں نے اپنے ساتھیوں کو اٹھانا چاہا تو انہیں معلوم ہوا کہ دونوں کو سانپ ڈس چکا ہے — اب انہوں نے جلتی ہوئی مشعل اٹھائی کہ دیوار کے سوراخ میں گھسا کر سانپ کو آگ میں بھسم کر دیں — ناگ پریشان ہو کر باہر نکل آیا — اس پر ایک بار پھر تیر برسنے لگے —

عبداللہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، مگر وہ نہتا تھا۔ اس کے پاس تلوار نہیں تھی، نہیں تو وہ ناگ کی مدد کو ضرور آتا۔ پھر بھی ناگ کی زندگی خطرے میں دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا۔ وہ بھاگ کر سیڑھیوں سے باہر نکلا اور جو سپاہی مر چکا تھا اس کی تلوار اٹھا کر دوسرے سپاہیوں پر حملہ کر دیا — انہوں نے سانپ کو تو وہیں چھوڑا اور عبداللہ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ ناگ کو موقع مل گیا —

ناگ نے ایک پھنکار ماری اور انسان سے ایک بڑا لنگ کا لنگ

یعنی بن مانس بن گیا — بن مانس کی شکل میں آتے ہی ناگ نے لڑتے ہوئے دونوں سپاہیوں کو کھلونوں کی طرح زمین پر سے اٹھایا اور دیوار پر زور سے دے مارا — ایک چیخ کے ساتھ دونوں دیوار کے ساتھ جا کر ٹکرائے اور ان کی ہڈیاں چورا ہو گئیں۔ اور زمین پر ایسے گرے کہ پھر نہ اٹھ سکے۔ ناگ اس کے بعد انسانی شکل میں آ گیا اور بولا:

"میں قلعے کا دروازہ کھولتا ہوں تم ڈیوڑھی سے تین گھوڑے کھول کر لے آؤ۔"

ناگ نے دروازہ کھول دیا — عبداللہ گھوڑے لے آیا۔ عبداللہ، زبیدہ اور ناگ تینوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور رات کے اندھیرے میں گھوڑے سرپٹ دوڑاتے غائب ہو گئے —

صبح ہوئی تو قلعے میں ایک طوفان مچ گیا — تینوں باغی قیدی قلعے سے فرار ہو چکے تھے — گورنر غصے سے آگ بگولا ہو گیا — اس نے حکم دے دیا کہ شہر میں تینوں مفرور قیدیوں کو تلاش کر کے وہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور ان کے سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کیے جائیں، لیکن ناگ عبداللہ اور زبیدہ اس وقت قلعے سے دور — بہت دور سمندر کے کنارے ویران چٹانوں کے درمیان ایک جگہ چھپے ہوئے تھے — انہوں نے گھوڑوں کو سمندر کنارے پہنچنے

سے پہلے ہی چھوڑ دیا تھا تاکہ ان کے سموں کے نشانوں سے
وہ دوبارا نہ پکڑے جائیں۔

ان چٹانوں میں چھپے انہیں دوسرا دن تھا کہ فرانس میں
انقلاب کے شعلے بھڑک اٹھے — لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔
لوگوں نے فوج کے سپاہیوں کو پکڑ پکڑ کر قتل کرنا شروع کر دیا۔
اور قلعے پر عام لوگوں کا قبضہ ہو گیا — اب ناگ زبیدہ
عبداللہ کے لیے بڑی آسانی ہو گئی تھی۔ وہ چٹانوں سے
باہر نکل آئے — مگر شہر میں جانا خطرناک تھا۔ کیونکہ لوگ ہر غیر
ملکی کو قتل کر دیتے تھے۔ وہ بندرگاہ پر آ گئے — یہاں بھی
ایک ہنگامہ مچا ہوا تھا — ایک سمندری جہاز مسافروں سے لدا
کھڑا تھا — لوگ بھاگ رہے تھے — معلوم ہوا کہ یہ جہاز
سکندریہ یعنی مصر جا رہا ہے — عبداللہ نے کہا:

"ہم اس جہاز میں بیٹھ کر سکندریہ چلے جاتے ہیں —
وہاں سے الجزائر اپنے وطن چلے جائیں گے۔"

ناگ نے دونوں کو جہاز پر سوار کروا دیا۔ جب جہاز نے
لنگر اٹھا دیا تو ناگ وہاں سے واپس ہوا — اسے عنبر اور
ماریا کی فکر تھی کہ کہیں اس انقلاب میں وہ ایک بار پھر کھو
نہ جائیں — وہ مارسیلز کے ہنگاموں سے بھاگ کر شہر سے
باہر آ گیا — یہاں سے سارا شہر جلتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

ٹیلے پر کھڑے ہو کر اس نے شہر کے مکانوں سے اٹھتے آگ
کے شعلے دیکھے اور پھر ایک گہرا سانس لے کر عقاب کی شکل
بدلی اور پیرس کی طرف سفر شروع کر دیا۔

سارا دن ساری رات ہوا میں اڑتا رہا — دوسرے
روز دوپہر کے بعد وہ پیرس شہر کے قریب پہنچ گیا — اس
وقت صورت شہر میں بھی کہیں کہیں سے آگ کے شعلے اٹھ
رہے تھے — وہ پیرس کے سب سے بڑے چوک کے ایک
باغ میں آ کر اتر گیا — یہاں سے وہ سرائے قریب ہی
تھی جہاں عنبر اور ماریا ٹھہرے تھے — ناگ انسان کی شکل
میں آ گیا اور باغ سے نکل کر سرائے کی طرف چلا — ہر طرف
ایک بھگدڑ مچی ہوئی تھی — لوگ دکانیں لوٹ رہے تھے —
مکانوں کو آگ لگا رہے تھے — شاہی فوج کے سپاہیوں کو
پکڑ کر گلا کاٹنے والی مشینوں کی طرف لیے جا رہے تھے۔
لوگوں نے قلعے پر قبضہ کر لیا تھا — بادشاہ ملکہ اور شہزادیوں
شہزادوں کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا گیا تھا۔ شہر انقلاب کی
آگ میں جل رہا تھا — جس سرائے میں عنبر اور ماریا ٹھہرے تھے
وہ بھی آگ میں جل کر راکھ ہو چکی تھی — خدا جانے عنبر اور
ماریا انقلاب کے طوفان میں کہاں گم ہو گئے تھے۔ ناگ اکیلا
سڑک کے کنارے کھڑا تھا۔

باغ کا تہہ خانہ

ناگ وہاں سے شاہی محل کی طرف روانہ ہو گیا۔
شاہی محل میں کئی جگہوں پر آگ لگی ہوئی تھی۔ لوگ تلواریں نیزے لیے بازاروں میں شور مچاتے سرکاری افسروں اور شاہی فوج کے سپاہیوں کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ناگ کو کسی نے کچھ نہ کہا، کیونکہ اس کا رنگ سانولا تھا اور وہ مصری نوجوان لگتا تھا جو پیرس میں آ کر اس زمانے میں بھی محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔ ناگ کو عنبر کی تلاش تھی۔ اسے ماریا کی بھی خوشبو کہیں نہیں آ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ عنبر ماریا اسی شہر میں ہیں اور وہ بھی اُسے تلاش کر رہے ہوں گے۔ ناگ شاہی محل کے پیچھے بڑے باغ میں آ گیا۔ یہاں باغیوں نے توپیں لگا رکھی تھیں جو کل سارا دن شاہی محل کی دیواروں پر گولے پھینکتی رہی تھیں اور محل پر قبضے کے بعد اب خاموش ہو گئی تھیں۔
اس باغ میں بڑے گھنے درخت تھے۔ ناگ اس باغ

میں عنبر ماریا کو تلاش کرتا شہر کے اندر آ گیا۔ یہاں بازاروں اور گلیوں میں عام لوگ لوٹ مار کا سامان اپنے اپنے گھروں کو لیے جا رہے تھے۔ باغی جگہ جگہ خوشی سے ناچ رہے تھے۔
ایک آدمی نے ناگ کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی ڈانس میں شامل کر لیا۔ ناگ بھی اس کے ساتھ خوشی سے ناچنے لگا۔ جب وہ لوگ تھک گئے تو لوٹ مار کرنے ایک بار پھر بازاروں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ ایک گلی میں آ گیا۔ اس گلی میں ایک مکان کے باہر لکھا تھا، "سرائے"۔ ناگ نے سوچا کہ یہ سرائے ابھی تک محفوظ ہے۔ کیوں نہ وہ اس وقت تک اسی سرائے میں رک جائے جب تک کہ اسے عنبر اور ماریا نہیں ملتے۔ وہ سرائے کی ڈیوڑھی میں آیا۔ یہاں ایک بلی ایسی آنکھوں والی دُبلی پتلی بوڑھی فرانسیسی عورت بیٹھی سویٹر بن رہی تھی۔ ناگ نے فرانسیسی زبان میں اسے کہا کہ وہ سرائے میں ٹھہرنا چاہتا ہے۔
عورت نے کہا:
"تمہارا نام کیا ہے۔ تم کون ہو؟"
ناگ نے کہا:
"میرا نام ناگ ہے۔ میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ یہاں اپنے بہن بھائی کی تلاش میں آیا ہوں۔"
عورت نے کہا:

"میں ایک پونڈ روزانہ لوں گی — کیا تمہارے پاس اتنی رقم ہے ؟"

ناگ کے پاس بھلا دولت کی کیا کمی تھی — وہ جس وقت اور جہاں چاہے ، زمین کے کسی بھی خزانے سے سونا ، اشرفیاں اور ہیرے موتی حاصل کر سکتا تھا۔ اس وقت بھی ناگ کی جیب میں سونے کی چھوٹی سی ڈلی تھی۔ اُس نے وہ ڈلی نکال کر عورت کے ہاتھ پر رکھ دی —

"اس وقت میرے پاس تو یہی کچھ ہے "

سونا لے کر عورت بڑی خوش ہوئی — اس نے ناگ کو ایک کوٹھڑی دے دی اور اس میں بستر لگا دیا — ناگ اس جگہ رہ کر اطمینان سے عنبر ماریا کی تلاش میں نکلنا چاہتا تھا — وہ سارا دن شہر کی سڑکوں پر عنبر ماریا کی تلاش میں پھرتا رہتا اور رات کو اپنی کوٹھڑی میں پڑ کر سو رہتا — سونا کیا تھا اُسے بس کچھ جاگتا اور کچھ سوتا رہتا —

اب ذرا عنبر اور ماریا کا بھی پتا کرتے ہیں —

جس روز شہر میں انقلاب کا شعلہ بھڑکا اور لوگ سرائے کو بھی آگ لگا گئے تو عنبر نے ماریا کو بھی ساتھ لیا اور وہاں سے نکل کر شہر سے باہر جانے والی سڑک پر آ گئے — یہی ایک سب سے بڑی سڑک تھی جو شہر کے اندر اور باہر جاتی تھی — اس سڑک

پر باغیوں نے چوکی قائم کر رکھی تھی۔ جہاں آنے جانے والوں کی چیکنگ ہوتی تھی — شہر سے جو گھوڑا گاڑی باہر جاتی اس کی تلاشی لی جاتی — باغی بندوقیں اٹھائے دندناتے پھر رہے تھے۔ اگر گاڑی میں شاہی خاندان کا کوئی آدمی یا عورت ہوتی تو اسے وہیں گولی مار کر ہلاک کر دیا جاتا — باہر سے بھی جو لوگ شہر میں داخل ہوتے — ان کی بھی تلاشی لی جاتی۔

عنبر نے ماریا سے کہا ، ہم اسی جگہ کہیں ڈیرا ڈال دیتے ہیں تاکہ ناگ اگر شہر سے باہر نکلے یا اندر داخل ہو تو اس سے ملاقات ہو سکے — وہ شہر کے دروازے سے باہر نکلنے لگے تو باغیوں نے عنبر کو روک لیا — ماریا کو تو وہ دیکھ ہی نہیں سکتے تھے — عنبر کی تلاشی لی گئی — اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ چند ایک سکے تھے جو باغیوں نے آپس میں بانٹ لیے اور عنبر کو باہر جانے کی اجازت دے دی۔ عنبر دروازے سے نکل کر بڑی سڑک پر ذرا فاصلے پر آ گیا —

" ماریا ، میرے ساتھ ہو نا ؟"

"ہاں عنبر بھائی "

"پھر تمہارا کیا خیال ہے ؟"

ماریا نے کہا :

" بڑا اچھا خیال ہے ، ہم اسی جگہ کہیں رُک جاتے ہیں ، مگر

یہاں کھلی جگہ میں کہاں بیٹھیں گے ؟"
عنبر نے درختوں میں ایک مکان دیکھا جو سڑک سے چند قدم
ہٹ کر بنا ہوا تھا اور بالکل خالی تھا — بغاوت کے بعد
لوگ ڈر کے مارے اپنے مکان خالی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

" میرا خیال ہے، یہ مکان ٹھیک رہے گا۔"

وہ اس مکان میں آ گئے — یہ ایک منزل کا مکان تھا۔
تین کمرے اور باورچی خانہ باتھ روم تھا — دو بستر لگے تھے۔
کھانے پینے کا سامان بھی تھا — عنبر نے کہا :

" چلو ماریا، پہلے تم کافی کی ایک پیالی تو بنا کر دو۔"

ماریا نے کہا :

" کافی کی ضرورت مجھے بھی محسوس ہو رہی ہے — کم بخت
ان لوگوں نے تو شہر کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ جگہ جگہ آگ
لگا رکھی ہے اور لوگوں کو ذرا ذرا سے شک پر قتل کر رہے ہیں۔"

عنبر نے کہا :

" کمال کی بات تو یہ ہے کہ ہم واپسی کا سفر کر رہے
ہیں اور جو انقلاب ایک بار تاریخ میں ہو چکا ہے، اسے
پھر سے دیکھ رہے ہیں۔ جو لوگ پہلے مر چکے ہیں، ان کو ایک
بار پھر مرتے دیکھ رہے ہیں۔"

ماریا کہنے لگی :

" اگر ہم کسی کو بتائیں کہ وہ ایک بار پہلے بھی مر چکے ہیں
اور اب دوبارا مر رہے ہیں تو وہ ہرگز یقین نہیں کرے گا۔"

ماریا نے کافی بنا کر ایک پیالی عنبر کو دی اور دوسری
پیالی خود لے کر سامنے بیٹھ گئی — وہ اسی طرح کی باتیں
کرتے رہے، پھر ناگ کے بارے میں باتیں کرنے لگے کہ وہ
عبداللہ اور زبیدہ کو لے کر نکل گیا ہوگا یا پھر انہیں کسی
جہاز میں بٹھانے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ عنبر نے کہا :

" بہر حال وہ واپس اسی شہر میں آئے گا، کیونکہ اسے
معلوم ہے کہ ہم اسی جگہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔"

ماریا نے کہا :

" تمہیں بار بار شہر میں داخل ہوتا دیکھ کر یہ باغی
شک کریں گے — اس لیے تم مکان میں ٹھہرا کرنا — میں روز
صبح و شام شہر میں جا کر دیکھ آیا کروں گی۔"

" ٹھیک ہے، اور میں ادھر سڑک پر نگاہ رکھوں گا۔ اگر
ناگ ادھر سے شہر میں داخل ہوا تو اسے لے آؤں گا۔"

دن بھر ماریا شہر کی سڑکوں بازاروں میں چل پھر کر ناگ
کو تلاش کرتی اور شام کو واپس شہر سے باہر مکان میں عنبر
کے پاس آ جاتی — ادھر ناگ بھی ماریا عنبر کو تلاش کر رہا تھا۔
مگر شہر میں اتنے ہنگامے اور توڑ پھوڑ ہو رہی تھی کہ کسی کو

تلاش کرنا بہت مشکل تھا۔

اس رات کو ایک عجیب واقعہ ہوا۔ ماریا شہر میں ناگ کو تلاش کرتے رہنے کے بعد واپس آگئی تھی۔ رات ہو چکی تھی۔ عنبر سونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ماریا بھی اپنے کمرے میں جاکر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ عنبر کچھ دیر کھڑکی میں بیٹھا باہر شہر کو جاتی سڑک کو دیکھتا رہا جہاں اندھیری رات میں خاموشی چھائی تھی۔ صبح ہی سے بادل آرہے تھے۔ رات گیارہ بجے بارش شروع ہوگئی۔ سردی بڑھ گئی۔ گرج چمک بھی ہونے لگی تھی۔ ماریا نے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر عنبر سے کہا:

"میرا دل چاہتا ہے کہ ناگ بھیا کو ایک بار پھر شہر میں جاکر دیکھوں۔"

عنبر نے کہا:

"بارش میں کہاں جاؤگی اتنی رات گئے۔ ایسی کیا بات یاد آگئی ہے؟"

"کچھ نہیں، لگتا ہے، وہ اسی شہر میں ہے۔"

"اسی شہر میں ہے تو پھر ضرور کہیں نہ کہیں مل جائے گا۔ صبح میں خود جاؤں گا اس کی تلاش میں تمہارے ساتھ۔ اب جاکر آرام کرو۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم مجھے ہی آرام

کرنے دو۔"

"اچھا بابا جاتی ہوں۔ تم تو میرے پیچھے ہی پڑ جاتے ہو۔"

ماریا دروازہ بند کرتے ہی لگی تھی کہ بادلوں کی گرج بجلی کی چمک اور موسلا دھار بارش میں دروازے پر کسی نے آہستہ سے دستک دی:

"یہ کون ہو سکتا ہے؟" عنبر نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کہیں ناگ بھیا نہ ہو۔"

ماریا نے کہا اور دونوں مکان کے دروازے پر آگئے۔ دروازہ کھولا تو بجلی زور سے چمکی۔ اس کی چمک میں ان کے سامنے ایک درمیانی عمر کی گورے رنگ والی خوش شکل عورت پریشان کھڑی تھی۔

"مجھے اندر آنے دیں۔ میں سخت مشکل میں ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"آجائیں محترمہ۔"

وہ عورت جلدی سے اندر آگئی اور بولی:

"دروازہ بند کرکے مجھے کہیں چھپا دیں۔ جلدی کیجیے وہ لوگ میرا سر کاٹنے آرہے ہیں۔ وہ پہنچنے ہی والے ہوں گے۔"

میں نے ماریا سے کچھ نہ کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ بھی میرے پاس ہی کھڑی ہے۔ میں نے اس عورت کو ساتھ لیا

اور اسے ماریا کے کمرے میں چھپا دیا۔ باہر آکر میں نے ماریا
سے کہا :

" یہ عورت کسی اونچے خاندان کی عورت لگتی ہے ۔ میرا
خیال ہے ضرور یہ شاہی خاندان کی عورت ہے اور باغیوں سے
جان بچا کر کسی طرح نکل آئی ہے اور وہ لوگ اس کے پیچھے
لگے ہوئے ہیں ۔"

ماریا نے کہا :

" اگر وہ یہاں آگئے تو تم کیا کرو گے ۔ وہ تو مکان کی
تلاشی لے کر عورت کو پکڑ کر لے جائیں گے ۔"

عنبر بولا :

" آخر تم یہاں کس لیے ہو اور میں نے خاتون کو تمہارے
کمرے میں یوں ہی تو نہیں چھپایا ۔"

ماریا بولی :

" میں کیا کروں گی ؟"

عنبر نے کہا :

" بس وہی کرنا جو اس قسم کے موقعوں پر تم عام طور پر
کیا کرتی ہو ۔"

اتنے میں دروازہ زور سے دھڑ دھڑایا گیا اور پھر دھڑاکے
سے کھل گیا اور چار آدمی جو شکل صورت سے ہی غنڈے لگ

رہے تھے ۔ بندوقیں اٹھائے اندر آگئے ۔ انہوں نے عنبر
کو لالٹین کی روشنی میں سر سے پاؤں تک دیکھا ۔ ان سب کے
چمڑے کے جیکٹ بارش میں بھیگ رہے تھے ۔ وہ حکومت
کے باغی تھے جنہوں نے حکومت کا تختہ الٹ کر قبضہ کر لیا
تھا ۔ عنبر نے بڑی نرمی سے پوچھا :

" جناب آپ کو کس کی تلاش ہے ؟"

ایک باغی غنڈے نے کہا :

" اسی کی تلاش ہے جس کو تم نے اندر چھپا لیا ہے ۔"

عنبر بولا :

" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب ، میں کچھ سمجھا نہیں ۔"

دوسرا غنڈا بندوق آگے کر کے بولا :

" ابھی سمجھائے دیتے ہیں تمہیں ۔"

پھر اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا :

" اندر جاکر اس عورت کو باہر کھینچ کر لاؤ اور اسے
بھی پکڑ کر لے چلو ۔ اس نے شاہی خاندان کی شہزادی کو
پناہ دی ہے ۔ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا ۔"

دو غنڈوں نے عنبر کو پکڑ لیا اور ایک غنڈہ بندوق لے
کر ماریا کے کمرے میں داخل ہو گیا ۔ عنبر نے بلند آواز میں کہا :

" خبردار ماریا ۔"

باغی غنڈے نے عنبر کو ایک مکا مار کر کہا:
"تم نے کسی ماریا کو بھی اندر چھپا رکھا ہے کیا؟"
عنبر نے کہا:
"جی ہاں جناب۔"
"وہ کون ہے؟" غنڈے نے گرجدار آواز میں پوچھا۔
عنبر نے آہستہ سے کہا:
"ابھی پتا چل جائے گا جناب۔"
"تم کیوں نہیں بتاتے کہ ماریا کون ہے؟"
عنبر مسکرا کر بولا:
"جناب ماریا اپنا تعارف خود ہی کرایا کرتی ہے۔"
اس کے ساتھ ہی دوسرے کمرے سے غنڈے کی آواز آئی —
"شہزادی اندر ہی ہے۔"
باہر سے غنڈے نے چلا کر کہا:
"اسے بالوں سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لاؤ۔"
لیکن اس کے ساتھ ہی جو باغی اندر گیا تھا اس کی ایک چیخ بلند ہوئی اور پھر کسی نے اس کی لاش باہر پھینک دی اور کمرے کا دروازہ بند کر دیا — باہر والے باغی تو غصے سے پاگل ہو گئے — ان کے ساتھی کی لاش ان کے سامنے پڑی تھی۔

جس کے سر کی کھوپڑی ماریا کے ایک ہی مکے سے پاش پاش ہو چکی تھی — عنبر نے کہا:
"ماریا اسی طرح تعارف کرواتی ہے جناب۔"
باغی دروازہ توڑ کر اندر گئے ہی تھے کہ اندر سے ماریا نے فائرنگ شروع کر دی — دو باغی وہیں دروازے پر ہی ڈھیر ہو گئے — ان کا لیڈر اچھل کر باہر آ گیا — اس کے ہاتھ میں بندوق تھی — اس نے عنبر پر فائر کر دیا۔ بھلا عنبر کو کیا ہو سکتا تھا — وہ باغی کی طرف بڑھا اور بولا:
"جناب یہ بندوق آپ مجھے عنایت کر دیں تاکہ میں اس کی جو ایک گولی بچی ہے، وہ آپ پر چلاؤں۔"
باغی لیڈر پریشان ہو گیا تھا — اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور یہ آدمی انسان ہے کہ کوئی جن ہے — اس نے دوسری گولی بھی عنبر پر فائر کر دی۔ اس گولی نے بھی عنبر کا کچھ نہ بگاڑا — اندر سے ماریا بھی باہر آ گئی تھی۔
ماریا نے کہا:
"عنبر، اس کو میں قتل کروں گی — یہ میرا شکار ہے۔ خدا جانے اس نے کتنے بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔"
ماریا کی غیبی آواز سن کر باغی غنڈہ اور زیادہ بوکھلا گیا — گھبرا کر بندوق وہیں پھینک باہر کو چھلانگ لگا کر ایسا بھاگا کہ

پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا — اتنے میں وہ عورت بھی کمرے سے باہر نکل آئی — وہ خود بڑی حیران تھی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ ماریا عنبر کے پاس کھڑی تھی، مگر وہ عورت جو کہ شاہی خاندان کی شہزادی تھی اور جس کی عمر پچاس سال کے قریب تھی، ماریا کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ عنبر نے کہا:

"محترمہ! یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ فرانس کے شاہی خاندان کی شہزادی ہیں — آپ حیران ہیں کہ میں نے ان باغیوں کو کیسے مار بھگایا — میں یہ آپ کو بتا دوں گا — لیکن پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

عورت کا چہرہ بے حد غمگین تھا۔ اس نے کہا:

"میرے بیٹے میں فرانس کے بادشاہ کی سب سے بڑی سوتیلی بیٹی ہوں — میں شہزادی ہوں — باغیوں نے ہمارے محل پر قبضہ کیا تو مجھے میرا بیٹا چارلس جس کی عمر انیس سال ہے لے کر بھاگا۔ مگر اسے باغیوں نے پکڑ لیا — میں جان بچا کر نکل آئی ہوں، لیکن میرا بیٹا چارلس باغیوں کی قید میں ہے۔ وہ اسے ضرور قتل کر دیں گے — خدا کے لیے کسی طرح اُسے بچا لو۔ وہی میری زندگی کا سہارا ہے — اگر وہ زندہ نہ بچا تو میں بھی زندہ نہ رہوں گی — کیا تم اسے قید سے نکال سکتے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"میں کوشش کروں گا شہزادی صاحبہ۔"

شہزادی نے آنسو بھر کر کہا:

"نہیں، تم ایسا نہیں کر سکو گے — تم اس قلعے کو نہیں جانتے جہاں انہوں نے قتل ہونے والے شاہی قیدیوں کو رکھا ہے وہاں کوئی بھی نہیں جا سکتا — وہ لوگ ہر روز دوپہر کو وہاں سے بدنصیب قیدی چھکڑے میں بھر کر لاتے ہیں — اور گلا کاٹنے والی مشین گلوٹین میں ڈال کر ان کی گردنیں الگ کر دیتے ہیں۔"

پھر وہ زار و قطار رونے لگی:

"میرا چارلس اب مجھے کبھی نہیں ملے گا — وہ زندہ نہیں بچے گا — میں بھی خودکشی کر لوں گی۔"

عنبر نے شہزادی کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

"خدا پر بھروسہ رکھیں شہزادی صاحبہ، ہم کوشش کریں گے۔ ضرور کوشش کریں گے۔"

"ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟" شہزادی نے پوچھا۔

عنبر نے کہا:

"میرے ساتھ میری بہن بھی ہے جس کو آپ نہیں دیکھ سکتیں — وہ اصل میں میری بہن کی روح ہے، آپ یہی سمجھ لیں۔ اور وعدہ کریں کہ آپ اس سے زیادہ کچھ نہیں پوچھیں گی۔"

شہزادی عنبر کا منہ تک رہی تھی ۔ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا :

"بیٹا، میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گی ۔ کاش تم میرے بچے کو ان ظالم باغیوں کے پنجے سے نجات دلا سکو ۔ ہائے میرا پیارا چارلس کس حال میں ہوگا ۔ اس نے کچھ کھایا بھی ہوگا کہ نہیں ۔"

یہ کہہ کر شہزادی نے پھر رونا شروع کر دیا ۔ عنبر نے ماریا سے کہا :

"ماریا بہن، شہزادی صاحبہ کو تم ہی سمجھاؤ ۔"

ماریا نے کہا :

"شہزادی صاحبہ! پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہوگا ۔ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوں ۔ ہم آپ کے بیٹے تک اگر پہنچ گئے تو پھر اسے ہر حالت میں لے کر آپ کے پاس آ جائیں گے ۔"

شہزادی اس طرف دیکھ رہی تھی جدھر سے ماریا کی آواز آ رہی تھی ۔ اس قسم کی جادوگری اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی ۔ اسے بڑی تسلی ہوگئی کہ ایک روح بھی اس کے ساتھ ہے اب اس کا بیٹا ضرور واپس آئے گا ۔ شہزادی دل میں خدا سے دعائیں مانگنے لگی کہ اس روح کے پہنچنے تک خداوند کریم چارلس

کو زندہ پائندہ رکھے ۔ عنبر نے کہا :

"دیکھئے، میری بہن کی روح بھی آپ کو ہمت کرنے کے لیے کہہ رہی ہے ۔ اب آپ حوصلے سے کام لیں ۔"

ماریا نے کہا :

"ہمیں شہزادی کو یہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ رکھنا ہوگا ۔ باغی لیڈر نے ٹھکانہ دیکھ لیا ہے اور اس کے تین ساتھیوں کو ہم نے ہلاک بھی کر دیا ہے، وہ ضرور انتقام لینے واپس آئے گا ۔"

عنبر نے کہا :

"یہاں سے نکل کر کہاں جائیں ۔ شہر میں تو ہر طرف بلوے ہو رہے ہیں ۔ باغی شہزادی کو پہچان کر ہلاک کر ڈالیں گے ۔ جب دور سے ان پر گولی چلائی گئی ۔ تو ہم کیا کر لیں گے ان کا ۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر سوال یہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر کہاں جا کر چھپیں؟ ہمیں اس سڑک کے قریب بھی رہنا ہے تاکہ ناگ کو بھی تلاش کرتے رہیں ۔"

شہزادی نے پوچھا :

"یہ ناگ کون ہے؟"

عنبر نے کہا :

"ہمارا ایک بھائی ہے۔"

شہزادی کو کچھ حوصلہ ہو گیا تھا۔ اس نے کہا:

"اسی سڑک کے کنارے آگے جا کر ایک شاہی باغ ہے باغ کی ڈیوڑھی کے نیچے میرے باپ شاہ فرانس نے بغاوت ہو جانے کے بعد چھپنے کے لیے ایک خفیہ تہہ خانہ بنایا ہوا ہے۔ ہم وہاں جا کر چھپ سکتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔ بارش تھمے تو ہم وہاں چلے جاتے ہیں۔"

ماریا نے کہا:

"ہمیں بارش تھمنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔"

"تو پھر اللہ کا نام لے کر نکل چلو۔"

عنبر نے یہ کہا اور شہزادی کو ساتھ لے کر مکان کے باہر آ گیا۔ بارش ہلکی ہو گئی تھی۔ شہر کی فصیل کے اوپر مشعلیں روشن تھیں اور کہیں کہیں سے بندوقوں کے فائر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ عنبر آگے، شہزادی پیچھے اور اس کے پیچھے ماریا۔ یہ تینوں نکل کر سڑک پر آ گئے۔ سڑک پر اندھیرا تھا۔ اس زمانے میں سڑک پر لیمپ روشن نہیں ہوا کرتے تھے۔ شہزادی سڑک پر جا کر آگے ہو گئی۔ ایک فرلانگ چلنے کے بعد سڑک کے بائیں جانب ایک باغ کا دروازہ آ گیا۔ اس دروازے کے اندر ایک ڈیوڑھی بنی ہوئی تھی جس میں سے گزر

کر باغ کا راستہ آ جاتا تھا۔ شہزادی، عنبر اور ماریا کو ساتھ لے کر ڈیوڑھی کے ایک خفیہ دروازے کے پاس آ گئی۔ یہ دروازہ ایک دیوار کی طرح تھا۔ شہزادی نے دیوار پر ایک طرف چار بار ہاتھ مارا تو دیوار آہستہ آہستہ پیچھے کو ہٹ گئی اور نیچے سیڑھیاں نکل آئیں۔

"میرے ساتھ آئیں۔"

شہزادی پہلے نیچے اتری۔ اس کے پیچھے ماریا اور عنبر بھی سیڑھیاں اترنے لگے۔ دیوار دوبارہ بند ہو گئی تھی۔ سیڑھیوں کے نیچے جا کر ایک چوکور کوٹھری بنی ہوئی تھی جہاں قالین بچھا تھا۔ چبوترے پر شمعدان پڑا تھا۔ پاس ہی آگ جلانے والے پتھر رکھے تھے۔ چھت میں ایک خفیہ سوراخ بنا تھا۔ جس میں سے تازہ ہوا اندر آ رہی تھی۔ شہزادی نے شمع روشن کر دی۔ کوٹھری میں روشنی ہو گئی۔ دیواروں پر سرخ پردے پڑے تھے۔ قالین پر دیوار کے ساتھ نرم نرم گدوں والے سرخ صوفے لگے تھے۔ عنبر نے کہا:

"لگتا ہے، یہ بادشاہ نے اپنے لیے پناہ گاہ بنائی ہوگی۔"

شہزادی نے کہا:

"ہاں، پاپا نے یہ تہہ خانہ اپنے لیے بنوا رکھا تھا۔ مگر جب انقلاب آیا تو اسے چھپنے کا موقع نہ ملا تو باغیوں نے

انہیں شاہی محل میں ہی قتل کر دیا۔"

یہ کہہ کر شہزادی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ماریا نے کہا:

"یہاں ہم کھانے پینے کا سامان لا کر رکھ لیں گے اور میں باہر جا کر ناگ کو بھی دیکھ آیا کروں گی۔ اب شہزادی صاحبہ کو آرام کرنا چاہیے۔"

عنبر، شہزادی اور ماریا قالین پر الگ الگ جگہ بنا کر لیٹ گئے۔ وہ سخت تھکے ہوئے تھے۔ لیٹنے کے تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند میں کھو گئے۔

عنبر پھانسی کی کوٹھری میں

طوفانی رات گزر گئی۔

اگلے روز بارش کا طوفان رک گیا تھا، مگر آسمان پر بادل ہی بادل تھے۔ شہر میں ابھی تک باغی لوگ لوٹ مار کر رہے تھے۔ شاہی محل پر لوگوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ وہاں عدالت لگی تھی۔ ججوں کی جگہ ریڑھی والے، موچی، پیرس کے نانبائی اور دوسرے غنڈے بیٹھے تھے۔ وہ بھنے ہوئے مرغے کھا رہے تھے۔ اہل کار سرکاری افسروں اور شاہی محل کے درباریوں کو پکڑ کر پیش کرتے اور پوچھتے:

"کیا حکم ہے حضورِ انور؟"

اور کوئی نہ کوئی ریڑھی والا یا نانبائی پکار اٹھتا:

"گردن کاٹ دو۔"

اور بدنصیب انسان کو قلعے میں پہنچا دیا جاتا۔ جہاں اسی روز گلوٹین میں ڈال کر اس کی گردن کاٹ دی جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ شہزادی بہت پریشان تھی اور اپنے بیٹے چارلس کو

یاد کرکے اس کی آنکھوں میں بار بار آنسو آجاتے تھے۔ عنبر نے ماریا سے کہا :

"ماریا بہن، تم پہلے قلعے میں جاؤ اور جا کر یہ معلوم کرو کہ شہزادہ چارلس کس جگہ پر قید ہے اور وہاں ہے بھی کہ نہیں۔"

ماریا نے پوچھا :

"میں اُسے کس طرح پہچانوں گی ؟"

شہزادی نے کہا :

"وہ خوب صورت نوجوان ہے ۔ چھوٹی چھوٹی مونچھیں ہیں۔ اور آنکھیں نیلی ہیں ۔ تم اسے پہچان لوگی ۔ اور ہاں، یہ میری انگوٹھی بھی ساتھ لیتی جاؤ۔ میرا بیٹا اسے پہچان لے گا۔"

ماریا نے شاہی انگوٹھی لی اور وہاں سے رخصت ہوکر تہ خانے سے باہر نکل آئی ۔ دن کافی نکل آیا تھا۔ آسمان پر بادلوں کی تہ جمی ہوئی تھی ۔ سڑکیں اور درخت رات کی بارش اور طوفان سے بھیگے ہوئے تھے ۔ کئی جگہوں پر درخت گرے بھی ہوئے تھے ۔ ماریا باغ کی ڈیوڑھی سے نکل کر شہر کے دروازے کی طرف چل پڑی ۔ شہر کے دروازے پر باغی بندوقیں اٹھائے ہر آنے جانے والے کی تلاشی لے رہے تھے مگر ماریا کی تلاشی نہیں لے سکتے تھے ۔ ماریا ان کے درمیان سے ہوکر نکل گئی۔ شہر میں لوٹ مار جاری تھی ۔ جس کا جی چاہتا تھا کسی دکان میں

بھوانی پرکاش کو نئے کالی ماتا کے ایک مندر میں بلیدان دینے جا رہا تھا۔ جو شہر سے دور ایک ویرانے میں آباد تھا اس رات میں خدا جانے انسانوں نے کتنے ہی گناہ کر ڈالے تھے۔ اور کتنے ہی گناہوں کی تیاری میں مصروف تھے۔ جن کو درج کرتے کرتے فرشتوں کی قلموں کی سیاہیاں بھی ختم ہو گئی تھیں۔ مگر گناہوں کا حساب ابھی جاری تھا۔ خدا کا قہر بجلیوں کی صورت گرج اور چمک رہا تھا۔ ہواؤں نے بھی قہر میں آکر طوفان کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اور پھر موسلا دھار بارش شروع ہو گئی جس سے بچنے کے لیے بھوانی نے تیزی سے بھاگتا ہوا مندر میں داخل ہو گیا۔

اتفاق کی بات ہے اسی راستے سے عنبر اور ناگ بھی بھونی نثار شاہ سے مل کر آرہے تھے۔ انہیں یاد آ گیا تھا کہ نارائن راؤ پنڈت بھی جادو وغیرہ سے واقف ہے۔ ایسا نہ ہو وہ پہلی ہی نظر میں ان دونوں کو پہچان لے۔

شاہ جی نے ان کی سکیم سے اتفاق کیا تھا اور ایک ایسا عمل پڑھ کر ان پر پھونک دیا تھا کہ صاحبِ بصیرت بھی ان کی اصلیت سے واقف نہ ہوسکیں اور اب وہ

دونوں اسی حویلی سے ہندوانہ بباس بباس میں میاں بیوی بنے
چلے آرہے تھے۔ کہ راستے میں موسلا دھار بارش نے
انہیں گھیر لیا وہ پناہ گاہ کی تلاش میں چاروں طرف نظریں
دوڑا رہے تھے کہ انہیں وہی کالی ماتا کا مندر قریب ہی
نظر آگیا۔ جہاں بھوانی پرکاش کو کالی ماتا کے چرنوں میں
بلیدان دینے کے لئے لے گیا تھا۔

دونوں بھاگتے ہوئے مندر میں داخل ہو گئے۔ جہاں ہر سو
تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن دور ایک کمرے سے روشنی دکھائی
دے رہی تھی۔

عنبر نے ناگ سے کہا یہ بارش تو ہلکی ہوتی نظر آرہی
ہے۔ وہ روشنی اس کمرے میں ہو رہی ہے ضرور وہاں کوئی
پنڈت وغیرہ ہی ہوگا۔ آؤ ذرا گپ شپ ہی ہو جائے
شاید کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے۔ جس سے ہمیں
اس مہم میں فائدہ پہنچ جائے۔

ناگ نے کہا جو عورت کے روپ میں تھا۔ یہ بالکل
ٹھیک ہے دونوں دبے پاؤں چلتے ہوئے اس کمرے کی
سمت چلے گئے۔

اس کمرے میں بھوانی ایک چراغ جلائے اور بیہوش
پرکاش کو کالی ماتا کے چرنوں میں لٹائے کوئی جاپ کرنے

…وف تھا پاس ہی تیز اور چمک دار چھری پڑی تھی۔
عنبر اور ناگ نے اندر جھانکا اور چونک پڑے۔
ناگ نے عنبر کے کان میں سرگوشی کی یہاں تو کوئی
…طانی عمل ہو رہا ہے۔

عنبر نے کہا کتنا خوب صورت بچہ ہے جسے یہ ظالم
…ا کرنے کے لئے اس کی ماں کی گود اجاڑ آیا ہے
ناگ نے کہا بھائی عنبر کہیں یہ وہی بچہ تو نہیں جو ہمارے
…ن والے کمرے سے اغواء ہوا ہے وہ بھی چھ سات
سال کی عمر کا بتاتے ہیں۔

عنبر نے جواب دیا ہو سکتا ہے اور پھر اگر وہ نہ بھی
ہوا تو بھی کسی کے گھر کا چراغ ہے کسی ماں کے جگر کا ٹکڑا
ہے اسے ضرور بچانا چاہیئے۔

ناگ نے کہا تم یہیں انتظار کرو میں اسے ابھی ڈس کر
…م کر دوں گا۔

عنبر نے کہا ٹھیک ہے

ناگ اسی وقت سانپ بن گیا اور رینگتا ہوا اندر
داخل ہو گیا۔

بھوانی آنکھیں بند کئے جاپ میں معروف تھا جوں ہی
…پ اس کے قریب پہنچا کسی غیبی طاقت نے اسے

اٹھا کر دور پھینک دیا۔

عنبر سمجھ گیا اس نے اپنے گرد جادو کا حصار بنا رکھا ہے جسے وہ نظر انداز کر گئے تھے۔

عنبر نے سوچا جب تک یہ جادو کے حصار میں ہے۔ اس کا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔

دوسری طرف ناگ بھی پریشان ہو گیا وہ اس زور سے گرا تھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹتے ٹوٹتے بچی تھی۔

عنبر نے سوچا اس کے حصار سے باہر نکل آنے کا انتظار کرنا ہو گا اور یہی بات ناگ نے بھی سوچی تھی لہٰذا وہ ایک کونے میں چپ چاپ جا بیٹھا تھا۔

جوں ہی بھوانی نے جاپ ختم کیا اور حصار سے باہر آیا ناگ نے اسے بڑھ کے کاٹ لیا۔

بھوانی نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ناگ دیوتا تمہارا زہر تو میرے جسم میں اتنا موجود ہے کہ اگر میں تمہیں کاٹ لوں تو مر جاؤ اور تم جیسے موٹے اور صحت مند سانپ میری پسندیدہ غذا ہے۔

اس نے ناگ کو گردن سے پکڑ کر اٹھا لیا

عنبر کا جسم کانپ کر رہ گیا اب کچھ کر گزرنے کا وقت تھا اگر اس کم بخت نے ناگ کو کھانا شروع کر دیا تو کیا ہو گا۔

بھوانی للچاتی نظروں سے ناگ کو پکڑے دیکھ رہا تھا اور اس کی پیٹھ عنبر کی طرف تھی۔

بھوانی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا کالی ماتا کی جے ہو تو نے کتنا سوادی ناگ میرے بھوجن کو بھیج دیا ہے مزا آ جائے گا کھانے کا۔

عنبر آہستہ آہستہ اندر داخل ہو گیا اور اس نے زمین پر پڑی چھری اٹھا لی اور بھوانی کی پشت میں جسم سے پار کر دی

بھوانی نے ایک چیخ ماری اور ناگ اس کے ہاتھ سے گر پڑا اور وہ غصے سے عنبر کی طرف بڑھا۔ لیکن عنبر نے اسے کوئی منتر پڑھنے کی مہلت ہی نہ دی اور چھری نکال کر اسے پے در پے اس کے دل کے مقام پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ گرم گرم خون کا فوارہ ——— پرکاش پر پڑا تو وہ بیہوشی سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھا اور ڈر کے مارے چیخنے لگا۔

ناگ نے فوراً انسان بن کر اسے تسلی دی اور پیار کر کے پوچھا

بیٹے تمہارا نام کیا ہے۔

لڑکے نے سہمے ہوئے کہا پرکاش

بھوانی کی لاش کالی ماتا کے چرنوں میں بلیدان ہوتی

پڑی تھی اور ابلتا ہوا خون کالی ماتا کے چرن دھو رہا تھا۔

عنبر نے کہا سب سے پہلے پرکاش کو اس کے ماں باپ کے پاس پہنچانا چاہیئے۔ کہیں اس کی ماں اس کے غم میں مر ہی نہ گئی ہو۔ یا وہ لوگ سرائے چھوڑ کر چلے گئے ہوں تو انہیں تلاش کرنے میں بڑی دشواری ہو گی۔

ناگ نے کہا ٹھیک ہے بارش تھم چکی تھی وہ دونوں بھوانی کی لاش کو وہیں چھوڑ کر باہر نکل آئے اتفاق سے انہیں ایک بیل گاڑی جاتی ہوئی مل گئی۔ اور وہ سوار ہو کر جلدی جلدی سرائے میں پہنچ گئے۔

پرکاش کی ماں نے رو رو کر اپنا بُرا حال کر لیا تھا اور ایسا ہی حال اس کے باپ کا تھا۔

عنبر اور ناگ پرکاش کو لے کر اس کے ماں باپ کے پاس آئے اور بیٹے کو ان کے حوالے کر دیا۔

دونوں ماتا کے مارے بیٹے سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے۔ پرکاش نے کی ماں نے تو اپنا سر دونوں کے قدموں میں رکھ دیا۔

عنبر نے کہا نہیں بہن ایسا نہ کرو

پرکاش کی ماں نے کہا آپ لوگ بھگوان ہیں انسان نہیں

ناگ نے کہا نہیں یہ کفر ہے ہم مسلمان ہیں اور خدا کے گنہگار بندے ہیں۔ یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس نیکی کرنے کی توفیق عطا فرماتی ہے۔

عنبر نے کہا کہ غفور الرحیم کا شکر بجا لاؤ۔ جس نے تمہارے بیٹے کو زندگی دی ہے۔

پرکاش کے باپ نے کہا کہ ہم ابھی مندر میں جا کر بھگوان کے چرنوں میں دیپ جلائیں گے۔ اور دان کریں گے۔

عنبر اور ناگ دونوں ہی وہاں سے روانہ ہوئے۔

دوسری طرف بھوانی کے مرتے ہی ماریا کے جسم میں پھر توانائی آ گئی۔ اور جادو کا اثر ختم ہو گیا وہ مندر سے نکل کر فوراً سرائے پہنچی۔ کہ ناگ اور عنبر کی خبر لے لیکن سرائے میں آ کر معلوم ہوا۔ کہ وہ پھر کہیں جا چکے ہیں وہ دیوار سے گزر کر اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کا جسم دکھ رہا تھا اور وہ بہت تھکن محسوس کر رہی تھی۔ کمرے میں آتے ہی وہ پلنگ پر لیٹ گئی اور عنبر اور ناگ کے متعلق سوچنے لگی۔ جو ہندو میاں بیوی کے بھیس میں کالی کے مندر میں داخل ہو رہے تھے۔

ہر طرف لوگ ناگ کو حسین عورت کے روپ میں اور حسد بھری نظروں سے عنبر کو دیکھ رہے تھے کہ کتنا خوش نصیب

ہے اتنی خوب صورت پتنی ہے اس کی ۔ یہ خبر بڑے پجاری کے
گرگوں کو بھی مل گئی ۔ کہ ایک بہت خوب صورت عورت اپنے
پتنی کے ساتھ گرو کے چرن چھونے آئی ہے انہوں نے فوراً
ہاتھوں ہاتھ انہیں لیا اور پجاری جی کے پاس دونوں کو
ایک خاص کمرے میں پہنچا دیا گیا ۔ جہاں وہ بگلہ بھگت
بنے مالا جپ رہے تھے ۔ اور چیلوں سے کہہ رہے تھے
رام نام جپنا پرایا مال اپنا ۔

ایک چیلے نے کہا گرو جی فکر نہ کریں اپنا ہی ہو گا
چیلے دونوں ناگ اور عنبر کو لے کر پجاری جی کے پاس
آئے ۔ اور ان سے عرض کی

مہاراج یہ بے چارے بڑی دور سے درشن کرنے آئے
ہیں ۔ ان پر کرپا کریں ۔

نارائن راؤ نے بڑی مکاری سے اپنی آنکھیں کھولیں
اور کہا چوبے جی آپ نے آج تک ہم سے کوئی بات نہیں
ـــــ کہی آپ کو ہماری سیوا کرتے آٹھ برس ہو گئے ہیں
ہم تو بھگوان کے چرنوں میں پڑے رہتے ہیں ۔

عنبر نے ناگ اور ناگ نے عورت کے روپ میں
عنبر کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں کہا بیٹا تجھے جلدی
ہی بھگوان کے پاس بھجوا دیں گے فکر مت کر ۔

مکار نارائن راؤ نے عنبر سے کہا
بالک ! کوئی اچھا ہے تو بتا ۔

عنبر نے بڑی عقیدت کے ساتھ کہا
مہاراج ! آپ کے درشن کرنے تھے ۔ ہماری شادی کو
ایک ہفتہ ہی ہوا ہے آپ سے آشیر واد لینے چلے آئے ہیں ۔

نارائن راؤ نے کہا
بالک ! اتنی دور سے ہمارے درشن کرنے آئے ہو ۔ دھنے
ہو ۔ اب کوئی اچھا ضرور بتاؤ ۔ ہم تمہیں کچھ دیئے بغیر نہیں
جانے دیں گے ۔

ناگ جو عورت کے روپ میں تھا اس نے دل میں ہنستے
ہوئے کہا
بیٹا ہم جانا بھی نہیں چاہتے ۔

عنبر نے بڑی عقیدت سے کہا مہاراج جو چاہیں خوش
ہو کر بخش دیں ۔

نارائن راؤ نے کہا چوبے جی یہ دونوں ہمارے مہمان ہیں
انہیں مہمان خانے میں ٹھہرایا جائے ہم رات کو ایک جاپ
کریں گے اور وشنو بھگوان سے ان کے لئے ایسا پتر مانگ
کر دیں گے ۔ جس سے سارا دیش چمک اٹھے گا ۔

جاؤ بالک ! ہم اپنے سچے پجاریوں کو ہمیشہ خوش کر کے

بھیجتے ہیں۔ آج رات مندر ہی میں رہو کل صبح جھولی بھر
کر جانا۔

عنبر نے ہاتھ جوڑ کر کہا
کرپا ہے مہاراج کی۔

پھر دونوں نے چرن چھو لئے اور چوبے جی جو کوئی پہلوان
نما تن و توش کا آدمی تھا۔ اور چھٹا ہوا بدمعاش معلوم ہوتا تھا
کے ساتھ نارائن راؤ کے خاص مہمان خانے میں چلے گئے۔

دونوں کے جانے کے بعد نارائن راؤ نے بدری کو پکارا
یہ بھی اس کا گرگا تھا اور ہدایت کی ذرا نظر رکھنا کہیں چلے ہی
نہ جائیں اور بھوجن میں اس کاٹھ کے الو کے لئے بے ہوشی
کی وہ دوا ملا دینا جس کا اثر اس وقت تک رہتا ہے
جب تک کہ اس کے توڑ کی دوسری دوا نہ دی جائے
اور سنو تہ خانے میں ان سب ناریوں سے کہہ دینا اس
پری کو سولہ سنگھار کریں اور اسے یقین دلا دیں کہ یہ عزت
جو اسے بخشی جا رہی ہے بڑے ہی فخر کی بات ہے۔ بدری
نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا

مہاراج! فکر نہ کریں یہ تو روز مرہ کا کام ہے ہمارا۔ آپ
کی سیوا کرتے دس سال بیت گئے ہیں۔

نارائن راؤ نے نخوت سے کہا ٹھیک ہے دھن دولت

سے جھولیاں بھی تو تم ہی بھر کرے جاتے ہو جاؤ اور سارا
انتظام کرو۔

رات کو جب عنبر اور ناگ کے سامنے کھانا لایا گیا تو
ناگ نے سونگھ کر ہی بتا دیا تھا کہ اس میں کوئی بیہوشی
کر دینے والی جڑی بوٹی ڈال دی گئی ہے اور عنبر نے کہا
تھا فکر نہ کرو ہم بھی بے ہوش ہونے میں دیر نہیں
کریں گے۔

دونوں نے قہقہہ لگایا۔

نوکر کھانا رکھ کر چلا گیا تھا دونوں نے کھانے کو کھڑکی
سے باہر پھینک دیا اور جب چوبے واپس آیا تو کہہ دیا
ہم نے کھانا کھا لیا ہے۔

چوبے بہت خوش ہوا اور نارائن راؤ کی تعریفیں کرنے لگا
ایسا دھن وان اور گیان ہم نے عمر بھر نہیں دیکھا تم پر مہربان
ہوا ہے ان کی سیوا کرنا پھر دیکھنا کیسا میٹھا میوہ ملتا ہے۔

عنبر نے کہا تم فکر نہ کرو چوبے جی سیوا تو ہم مہاراج کی
ایسی کریں گے کہ وہ خوش ہو جائیں گے۔

چوبے نے ایک قہقہہ لگایا اور اس کے پیلے پیلے
دانت نظر آنے لگے۔ جنہیں دیکھ کر ناگ اور عنبر کو ابکائی
آ گئی۔

چوبے اسے بے ہوشی کی دوا کا اثر سمجھ کر خوش ہو گی اور
پھر کہا
تم آرام کرو میں چلا گرو کی سیوا میں۔
عنبر نے بے ہوشی کی اداکاری کرتے ہوئے کہا ہاں جاؤ
سیوا میں ہی میوہ ہے چوبے جی!
چوبے خوشی خوشی گرو کو یہ خبر دینے چلا گیا۔
عنبر نے ناگ سے کہا لو بھی ہوشیار ہو جاؤ۔
ناگ نے کہا فکر ہی مت کرو میں اسے بھگوان کے پاس
میں پہنچا کر ہی دم لوں گا۔ دونوں نے قہقہہ لگایا۔
نارائن راؤ اپنے کمرے میں تیار ہو رہا تھا۔ چوبے نے
اس کے کپڑوں پر خوشبو وغیرہ لگائی نارائن راؤ نے اپنی
مونچھوں پر تاؤ دیا اور کہا سب ٹھیک ہے نا۔
چوبے نے کہا لڑکی کو تہہ خانے میں بناؤ سنگھار کے
لئے بھیج دیا گیا ہے۔ اس کا پتی اوپر بیہوش پڑا ہے جسے
چادر سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔
لڑکی کو تہہ خانے میں دوسری جڑی بوٹی سے تیار کی ہوئی
دوا تی پلا دی تھی سومترو کہہ رہی ہے کہ وہ ٹھیک ہے
نارائن راؤ نے قہقہہ لگایا اور کہا یہ سومتری بھی بڑے کام
کی چیز ہے۔

چوبے نے ہاتھ جوڑ کر کہا بڑی مشکل سے منایا ہے مہاراج
جب تک نرگس رہی پنجرے میں بند پنچھی کی طرح قید رہی
رہی جب اسے یقین ہوا کہ پنجرہ ٹوٹے گا نہیں تو رام ہو
گئی پھر نرگس سے سومتری بنا لینا تو آپ کے بیلوک کے
بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ سومتری کے علاوہ بھی ساری مسلیاں
اپنا دھرم بدلنے پر تیار ہو گئی ہیں۔
نارائن راؤ نے چوبے کے پیٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے
کہا اور تم لوگوں کی سیوا کرنے پر بھی۔
چوبے نے دبی دبی ہنسی سے کہا یہ سب مہاراج کی
دین اور کرپا ہے۔
دوسری طرف عنبر نے بے ہوشی میں تہہ خانے کا وہ
دروازہ دیکھ لیا تھا۔ جو شیلو جی کی ایک مورتی کو گھمانے
سے کھلتا تھا اور جس راستے سے چوبے اور ہدری بے ہوش
ناگ کو لے کر گئے تھے۔
تہہ خانے میں ناگ کا سنگھار ہو رہا تھا اور ناگ نے
اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ یہ تمام رنگیلاں مسلمان لڑکیاں ہیں
جو اس بات پر خوش نظر نہ آتی تھیں پھر ناگ نے
آہستہ آہستہ باتوں باتوں میں یہ سب معلوم کر لیا کہ کس
طرح یہ تمام لڑکیاں مظلوموں کی طرح یہاں زندگی بسر کر

رہی ہیں جنہیں تبدیلی مذہب کے لئے بھی مجبور کیا جاتا ہے اور یہاں کی لڑکیوں نے جب سے وہ یہاں لائی گئی ہیں۔ نے پھر دوبارہ آسمان نہیں دیکھا۔

ناگ نے تمام حالات ان سے معلوم کر لیا اور ان سے کہا فکر نہ کرو بہنوں آج ہی رات تم سب تیار ہو جاؤ ہم تمہیں یہاں سے رہائی دلوانے کے لئے آئے ہیں لڑکیاں خوش بھی تھیں اور رو بھی رہی تھی۔

انہوں نے ناگ سے کہا

بہن! اب ہم یہاں سے آزاد ہو بھی جائیں تو کہاں جائیں گی ہمارے گھر والے ہمیں نہیں رکھیں گے معاشرہ ہمیں قبول نہیں کرے گا ایک چھوٹی قید سے رہا کر ہم بڑے قید خانے میں چلی جائیں گی یہاں دو وقت کی روٹی تو ملتی ہے باہر جا کر اس کے بھی لالے ہوں گے۔

ناگ نے ان کی دھارس بندھائی اور کہا فکر نہ کرو۔ تمہارے لئے عزت کی زندگی گزارنے کا سب بندوبست ہم کریں گے۔ جو لڑکیاں پڑھی لکھی ہیں ان کے لئے نوکری کا انتظام ہو جائے گا۔ جو ان پڑھ ہیں انہیں دست کاری وغیرہ کا کام سکھایا جائے گا۔ کسی کو محنت مزدوری کے کام پر لگا دیا جائے گا۔ تاکہ وہ اپنی مرضی سے زندگی گزار سکیں۔

ناگ کو سب لڑکیوں نے دلہن کی طرح بنا سجا کر تیار کر دیا۔ اور اس دوران ناگ انہیں اس بات پر آمادہ کرنے پر بھی تیار ہو گیا۔ کہ وہ یہاں سے راہِ فرار اختیار کریں۔ تھوڑی دیر بعد ہی اطلاع ملی کہ مہاراج نارائن راؤ تشریف لا رہے ہیں۔

نارائن راؤ کے اندر داخل ناگ جو دلہن کے روپ میں تھا۔ اس نے ایک زہریلے سانپ کی شکل اختیار کر لی۔ جوں ہی نارائن راؤ نے ہاتھ آگے بڑھایا سانپ نے انگلی پر ڈس لیا۔

نارائن راؤ نے ایک پرچیخ ماری جس سے سارا تہ خانہ گونج اٹھا۔

عنبر پہلے ہی تہ خانے میں داخل ہو چکا تھا اور تمام لڑکیوں کو تیار رہنے کا کہہ چکا تھا۔

نارائن راؤ چیخیں مار رہا تھا لیکن یہاں سے آواز باہر نہیں جا سکتی تھی۔

ناگ دوبارہ آدمی کی شکل میں آگیا۔

عنبر اور ناگ نے لڑکیوں کو ساتھ لیا اور جوں ہی تہ خانے سے باہر نکلنے لگے دروازے پر چوبے اور بدری کے علاوہ ایک درجن سپاہی بدمعاش ہاتھوں میں تلواریں، بھالے اور برچھے لئے کھڑے تھے۔

لاشوں کا کنواں

نارائن راؤ کا چہرہ پیلے رنگ کا ہُوا۔ پھر سُرخ ہوگیا اور پھر سیاہ ہونا شروع ہوگیا۔ اچانک زور سے بجلی کڑکی اور بجلی نے کالی ماتا کے چہرے کے گرد ایک ہالہ بنا لیا۔ کالی ماتا کے بُت کا چہرہ غیض و غضب میں معلوم ہو رہا تھا اور پھر ایک زور دار کڑک کے ساتھ پتھر کا جسم اپنے آپ اس طرح علیحدہ ہوگیا جیسے کسی پھل کا چھلکا اتار دیا جائے اور اس مجسمے میں سے کالی ماتا اپنے چھ ہاتھوں سے نمودار ہوئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی۔ دوسرے میں ناگ کا سر اور وہ شیر پر سوار تھی جو اِن لوگوں کو دیکھ کر دھاڑ رہا تھا۔ تمام ہندو سجدے میں گر پڑے۔ عنبر کی ریڑھ کی ہڈی میں سردی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ کالی ماتا نے اپنا ایک ہاتھ نارائن کے جسم پر پھیرا اور کچھ پڑھ کر پھونک ماری۔ نارائن راؤ کا چہرہ سیاہ سے سرخ پھر پیلا اور پھر ہلکے گلابی رنگ کا ہوگیا وہ ہوش میں آگیا۔ جسے دیکھ کر غیض و غضب والے چہرے پر کالی ماتا کے

پر تمہیں ایک آواز آئے گی، ڈرنا نہیں — یہ آواز تمہاری رہنمائی کرے گی — وہ تمہیں جہاں جانے کے لیے کہے پہنچ جانا اب فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔"

شہزادے نے احسان مند نگاہوں سے عنبر کو دیکھا اور کہا:
"مگر تم میرے لیے اتنی بڑی قربانی کیوں کر رہے ہو؟"
"فضول باتیں نہ کرو — میں تمہیں کل ملوں گا — اب جاؤ — جاؤ۔"

شہزادہ چارلس باغی سپاہی کی وردی میں چہرے کو ذرا چھپائے پھانسی کی کوٹھری سے باہر آگیا — دالان میں سے گزر کر وہ تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھنے لگا — اسے دو ایک پہرے داروں نے دیکھا، مگر کسی نے بھی اس پر شک نہ کیا. کیونکہ وہ سپاہی کی وردی میں تھا۔ تہہ خانے سے باہر آکر شہزادہ چارلس سیدھا قلعے کے دروازے کی طرف بڑھا — اندر سے وہ ڈر رہا تھا کہ اگر کسی نے اسے پہچان لیا تو وہیں پکڑا جائے گا. لیکن اندھیرا اس کی مدد کر رہا تھا — وہ اب اس آواز کا انتظار کر رہا تھا جس کے بارے میں عنبر نے کہا تھا کہ وہ قلعے کے دروازے پر اسے آئے گی — شہزادہ چارلس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ عنبر نے یہ کس طرح کہہ دیا کہ میں کل ملوں گا — وہ قلعے کی ڈیوڑھی میں آگیا۔ یہاں پہریدار

بندوقیں اٹھائے کھڑے تھے — شہزادہ کچھ گھبرا سا گیا۔ لیکن پھر ہمت کرکے آگے بڑھا — اسے دروازے کی طرف جاتا دیکھ کر ایک سپاہی نے پوچھا :

"ساتھی۔ اس وقت کہاں جا رہے ہو؟"

شہزادہ چارلس نے ذرا مسکرا کر منہ نیچا کرکے کہا :

"ذرا باغ تک جا رہا ہوں۔ ابھی واپس آتا ہوں"

ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی اور اس انتظار میں تھی کہ ذرا کسی سپاہی کو شک پڑا تو وہ اسے وہیں ختم کردے گی ۔ شہزادہ چارلس قلعے کے دروازے میں سے باہر نکل گیا۔ باہر اندھیرا تھا اور سڑک ویران تھی — یہ سڑک شہر کے دروازے تک جاتی تھی — اب اسے ہر گھڑی غیبی آواز کا انتظار تھا — جب شہزادہ اندھیری سڑک پر آیا تو ماریا نے کہا :

"باغ میں ایک گھوڑا کھڑا ہے — اس پر سوار ہو کر سیدھا شہر سے باہر والے پرانے باغ کی ڈیوڑھی میں پہنچ جاؤ"

پہلے تو شہزادہ چارلس ڈر گیا — پھر باغ کی طرف آگیا۔ یہاں ایک سیاہ رنگ کا گھوڑا کھڑا تھا — شہزادہ اس پر سوار ہوگیا اور اسے سرپٹ دوڑاتا شہر کے آخری دروازے کی طرف بڑھا — اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ جان بچا کر موت کی کوٹھی سے نکل آیا ہے — لیکن ابھی وہ پوری طرح خطرے

سے باہر نہیں تھا — رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی — شہر سو رہا تھا — کہیں کہیں ابھی تک آگ لگی تھی اور وہاں سے دھواں اٹھ رہا تھا — باغی لوگوں کی ایک ٹولی سڑک پر کھڑی ڈانس کر رہی تھی — شہزادہ چارلس ان کے قریب سے گھوڑا دوڑاتے گزر گیا — لوگوں نے تالیاں بجائیں۔

ماریا اس گھوڑے کی گردن پر بیٹھی تھی — شہر کا دروازہ بند تھا۔ شہزادہ پریشان ہوگیا — کیونکہ یہاں اس کا شناختی کارڈ دیکھا جاتا تھا جو اس کے پاس نہیں تھا۔ ماریا نے کہا :

"فکر نہ کرو، میں تمہاری مدد کروں گی"

شہزادہ چارلس نے کہا :

"میرے پاس شناختی کارڈ نہیں ہے"

ماریا نے کہا :

"کوئی بات نہیں — تم گھبرانا نہیں"

شہزادے نے دروازے کی ڈیوڑھی میں پہنچ کر گھوڑے کو روک لیا — دو پہرے دار اس کا شناختی کارڈ دیکھنے کے لیے اس کی طرف بڑھے — شہزادہ چارلس نے یونہی جیب میں ہاتھ ڈال دیا جیسے شناختی کارڈ نکالنے لگا ہو —

بے گناہ قاتل

"اپنا شناختی کارڈ دکھاؤ۔"

پہرے دار نے شہزادہ چارلس سے کہا جو اس وقت باغی فوج کے ایک سپاہی کی وردی میں تھا ۔ شہزادہ یوں ہی اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا ۔ دوسرے سپاہی نے کہا :

"کیا بات ہے، اتنی دیر کیوں لگادی ۔"

پھر جھک کر شہزادے کی شکل غور سے دیکھی اور کہا :

"تم کون ہو ؟"

عین اس وقت دوسرے سپاہی نے شہزادے کو پہچان لیا۔ یہ وہ سپاہی تھا جو خود شہزادہ چارلس کو دو روز پہلے لے کر پھانسی کی کوٹھڑی میں گیا تھا۔ اس نے چلا کر کہا :

"یہ شہزادہ چارلس ہے ۔"

اور اس نے بندوق تان کر شہزادے پر فائر کرنا چاہا! لیکن ماریا بھی غافل نہیں تھی ۔ سپاہی کی گردن پر ایک بھرپور ہاتھ پڑا اور وہ بندوق سمیت آگے کو ایسا گرا کہ اس

کی گردن ٹیڑھی ہو چکی تھی ۔ دوسرے سپاہی نے چارلس پر فائر کر دیا۔ گولی چارلس کو نہ لگ سکی ۔ ماریا نے دوسرے سپاہی کو بھی اٹھا کر دیوار کے ساتھ دے مارا اور وہ بھی اپنے ساتھی سپاہی کے ساتھ اگلے جہان کی سیر کرنے لگا ۔ ماریا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا ۔

"بھاگو ۔"

اور شہزادہ چارلس شہر کے دروازے سے نکل کر اس سڑک پر روانہ ہو گیا جو پرانے باغ کو جاتی تھی ۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی ۔ یہاں بھی اندھیرا تھا ۔ مگر چارلس ان راستوں کو اچھی طرح سے جانتا تھا ۔ پرانے باغ کا دروازہ کھلا تھا۔ اس کی ڈیوڑھی سے باہر ہی ماریا نے کہا :

"یہاں گھوڑا چھوڑ دو۔"

شہزادے نے گھوڑے سے اتر کر اسے آزاد کر دیا۔ گھوڑا رات کے اندھیرے میں بھاگ گیا ۔

"اب میرے ساتھ سامنے والی دیوار کے پاس آؤ۔"

شہزادے نے پوچھا :

"کیا میری والدہ خفیہ تہ خانے میں ہے ۔"

ماریا نے پوچھا :

"کیا تم تہ خانے سے واقف ہو ؟"

"ہاں، یہ ہمارے شہنشاہ باپ نے خاص طور پر اس قسم کے حالات کے لیے بنوایا تھا۔ میں ایک بار رات کے وقت اپنے باپ کے ساتھ چھپ کر یہاں آیا تھا۔"

"تم نے ٹھیک کہا ۔۔۔ تمہاری والدہ اسی تہہ خانے میں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

ماریا نے دیوار پر ہاتھ مارے ۔۔۔ دیوار کھل گئی۔ دونوں تہہ خانے کی سیڑھیاں اُتر گئے۔ دیوار پیچھے بند ہوگئی تھی ۔۔۔ نیچے شمع روشن تھی اور شہزادے کی والدہ آنکھیں بند کیے اپنے بیٹے کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی ۔۔۔

"ممی ۔۔۔"

شہزادی نے آنکھیں کھول دیں اور پھر سامنے اپنے بیٹے کو دیکھا تو اس سے لپٹ کر خوشی سے رونے لگیں ۔۔۔ ماریا نے کہا:

"تم لوگ اسی جگہ رہنا ۔۔۔ میں اپنے بھائی عنبر کی خبر لینے جا رہی ہوں۔"

جب شہزادے نے اپنی والدہ کو بتایا کہ عنبر اس کے کپڑے پہن کر پھانسی کی کوٹھڑی میں رہ گیا ہے تو وہ حیران رہ گئی ۔۔۔ اور ماریا سے بولی:

"عنبر کی بہن کی روح، تمہارے بھائی کی جان خطرے

میں ہے۔ خدا کے لیے اسے جا کر بچاؤ ۔۔۔ اس نے میرے بیٹے کے لیے جو قربانی دی ہے ۔۔۔ میں اسے کبھی نہیں بھلا سکوں گی۔"

ماریا نے کہا:

"شہزادی صاحبہ، فکر نہ کریں ۔۔۔ میرا بھائی میرے ساتھ ہی واپس آ جائے گا۔"

اور ماریا وہاں سے نکل کر شہر کی طرف روانہ ہوگئی۔ وہ سیدھی عنبر کے پاس پھانسی کی کوٹھڑی میں پہنچ گئی۔ عنبر پھانسی کے سیاہ لباس میں کونے میں بیٹھا تھا اور دوسرے شاہی قیدی سے باتیں کرنے کی کوشش کر رہا تھا ۔۔۔ دوسرا قیدی موت کو قریب آتا دیکھ کر خوف زدہ تھا ۔۔۔ عنبر کو کسی دوسرے آدمی کی جان بچانے کی اجازت نہیں تھی، کیونکہ اصل میں یہ آدمی مر چکا تھا اور تاریخ کے پردے پر فلم کی طرح اپنی زندگی کے سین کو دہرا رہا تھا ۔۔۔ شاہی قیدی عنبر کی باتوں کا ہوں ہاں میں جواب دے کر خاموش ہو جاتا تھا۔

اتنے میں عنبر کو ماریا کی خوشبو آئی ۔۔۔ وہ سمجھ گیا کہ ماریا آئی ہے۔ اس نے آہستہ سے پوچھا:

"کیا ہوا؟"

ماریا نے عنبر کے کان میں کہا:

"شہزادہ چارلس اپنی والدہ کے پاس پہنچ گیا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔"

دوسرے قیدی نے چہرہ اوپر اٹھا کر عنبر کی طرف دیکھا۔

"تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"تم میری باتوں کا جواب نہیں دیتے تو میں اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا ہوں۔"

شاہی قیدی نے آہ بھر کر کہا:

"تم نے اپنے دوست کی خاطر جو اتنی بڑی قربانی دی ہے، یہ کوئی انسان نہیں کر سکتا — تم اپنے دوست کے لیے اپنی جان قربان کر رہے ہو — یہ بڑی بات ہے۔"

عنبر نے کہا:

"میں شہزادے کی جان بچانا چاہتا تھا۔"

وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ فوج کا ایک دستہ مارچ کرتا۔ کوٹھڑی کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا — دو سپاہی آگے بڑھے دروازہ کھولا اور عنبر اور دوسرے قیدی کو زنجیروں میں جکڑ دیا —

"کیا وقت آ گیا ہے؟" دوسرے قیدی نے پوچھا۔

سپاہی نے گالی دے کر کہا:

"بکواس بند کرو۔ تمہاری موت کا وقت آن پہنچا ہے، چلو۔"

اسی طرح انہوں نے عنبر کو بھی یہی کہا کہ مرنے کے لیے تیار ہو جائے اور دونوں کو لے کر تہہ خانے سے باہر آ گئے۔

دن نکل آیا تھا — قلعے پر صبح کی سفید روشنی پھیلی ہوئی تھی — قلعے کے باہر ایک چھکڑا کھڑا تھا جس کے آگے ایک گھوڑا جتا ہوا تھا — دونوں قیدیوں کو اس گاڑی میں کھڑا کر دیا گیا اور گاڑی پھانسی کے تختے کی طرف چل پڑی جو شہر کے سب سے بڑے چوک میں بنایا گیا تھا —

لوگوں کا ایک ہجوم وہاں جمع تھا — اس ہجوم میں ناگ بھی آیا ہوا تھا کہ شاید کہیں عنبر یا ماریا کی شکل نظر آ جائے۔ چھکڑا جب چوک میں پہنچا تو ماریا نے عنبر کے کان میں کہا:

"مجھے ناگ کی خوشبو آ رہی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"خوشبو مجھے بھی آ رہی ہے۔"

ادھر ناگ نے بھی ماریا اور عنبر کی خوشبو محسوس کر لی تھی۔ جونہی چھکڑا پھانسی کے چبوترے کے قریب آیا۔ ناگ نے عنبر کو پہچان لیا — عنبر زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ناگ جانتا تھا کہ عنبر مر نہیں سکے گا، مگر اسے بڑا دکھ ہوا کہ وہ اس حالت میں کیوں ہے — اس نے لوگوں کے درمیان کھڑے کھڑے

ایک گہرا سانس لیا اور ایک سفید عقاب بن کر فضا میں اوپر بلند
ہوگیا — جو آدمی وہاں کھڑے تھے، انہوں نے جو اپنے درمیان
سے ایک عقاب پھڑپھڑا کر اُڑتا دیکھا تو گھبرا کر پرے پرے
ہٹ گئے — ان کی سمجھ میں بالکل نہ آیا کہ یہ عقاب کہاں سے
آگیا تھا اور سانولا سا لڑکا ان کے درمیان ابھی ابھی کھڑا
تھا وہ کہاں چلا گیا ہے —

ناگ سیدھا عنبر کے سر کے اوپر جا کر بیٹھ گیا اور بولا:

"عنبر بھائی خدا کا شکر ہے، تم سے ملاقات ہوگئی —
ماریا کی بڑی تیز خوشبو آرہی ہے"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"وہ بھی میرے پاس ہی ہے"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"آداب ناگ بھائی"

"میں کئی روز سے تمہاری تلاش میں اس شہر کی سڑکیں
چھان رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے، تم لوگوں سے پھر ملاقات ہوئی"

عنبر نے پوچھا:

"عبداللہ اور اس کی بیوی کا کیا بنا؟"

ناگ نے بتایا کہ وہ خیریت کے ساتھ فرانس سے نکل
گئے تھے — پھر اس نے پوچھا:

"یہ تم نے کیا ڈرامہ رچایا ہوا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟"

عنبر نے کہا:

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی تم ذرا ڈرامہ دیکھو"

لوگوں نے جو پھانسی پانے والے قیدی یعنی عنبر
کے سر پر سفید عقاب کو بیٹھے دیکھا تو زور زور سے تالیاں
پیٹنی شروع کیں — ایک طرف سے نعرہ بھی بلند ہوا —

"اس شخص کو چھوڑ دو، یہ کوئی درویش ہے"

لیکن اس کی آواز لوگوں کی آوازوں میں گم ہو کر رہ
گئی۔ لوگ شور مچا رہے تھے —

"اس کی گردن کاٹ دو — یہ کوئی جادوگر ہے —

گلا کاٹنے والی مشین چبوترے پر لگی تھی — بدقسمت
قیدی کو پکڑ کر وہاں لایا جاتا — اس کی گردن مشین کے
اندر ڈال دی جاتی — کمانڈر کے اشارے سے اوپر سے تیز
دھار والا لوہے کا بھاری ٹکڑا گرتا اور قیدی کا سر کٹ کر سامنے
رکھے ہوئے ٹوکرے میں گر جاتا، جسے اٹھا کر بڑے ٹوکرے میں
پھینک دیا جاتا —

یہ بڑا خونی منظر تھا — قتل ہونے والے کا رنگ زرد
ہوگیا ہوتا — اس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی ہوتیں — سپاہی اسے
بازوؤں سے اوپر اٹھا کر گلا کاٹنے والی مشین تک لاتے،

اور اس کی گردن سوراخ کے اندر ڈال دیتے۔ کمانڈر اشارا
کرتا اور اوپر سے تیز دھار والا بلیڈ کھٹ سے گرتا اور بد
قسمت انسان کی گردن کٹ کر گر پڑتی۔
عنبر کے ساتھ جو قیدی تھا۔ اس کا خوف سے بُرا حال
ہو رہا تھا۔ ناگ نے عنبر سے کہا:
"کیا ہم اسے نہیں بچا سکتے"
عنبر نے کہا:
"خاموش، ہم تاریخ کے ان واقعات کو نہیں بدل
سکتے جو ہو چکے ہیں۔ اس طرح سے ساری دنیا کا نظام
درہم برہم ہو جائے گا"
سپاہی قیدی کو پکڑ کر مشین پر لے گئے اور تھوڑی دیر
بعد اس کا سر گردن سے کٹ کر ٹوکرے میں پڑا تھا۔
لوگ زور زور سے تالیاں بجا رہے تھے۔ اب عنبر کی باری
تھی۔ جب عنبر کو مشین کی طرف لے جانے لگے تو ماریا
بھی اس کے قریب چبوترے پر کھڑی تھی اور ناگ عقاب
کی شکل میں اس کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ دو سپاہیوں
نے عنبر کی زنجیریں کھول ڈالیں۔ انہوں نے دیکھا کہ عنبر پر
موت کا بالکل خوف نہیں ہے، بلکہ وہ مسکرا رہا ہے تو ایک
سپاہی نے کہا:

"بڑے بہادر بنتے ہو۔ ابھی مشین کے نیچے سر آئے گا
تو ساری بہادری نکل جائے گی"
عنبر نے کہا:
"دوست تمہاری مشین کا بلیڈ ٹوٹنے والا ہے۔ کسی
دوسرے بلیڈ کا انتظام کر رکھو"
سپاہیوں نے عنبر کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا اور
اسے لے کر مشین کے پاس آ گئے۔ عنبر نے سپاہیوں کو پیچھے
کر دیا اور خود اپنا سر مشین کے اندر ڈال دیا۔ کمانڈر نے
اشارا کیا۔ مشین کا تیز بلیڈ اوپر سے گرا اور عنبر کی گردن
سے ٹکرا کر تڑاخ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔
یہ ایک ایسی بات تھی کہ ہر آدمی سناٹے میں آ گیا۔ ایسا
بھی ہو نہیں سکتا تھا، مگر ایسا ہو گیا تھا۔ کمانڈر نے جھک
کر عنبر کی گردن کو دیکھا۔ وہاں ایک ہلکی سی خراش بھی
نہیں آئی تھی، پھر اس نے ٹوٹے ہوئے لوہے کے بلیڈ
کو دیکھا۔ اس کے دو ٹکڑے چبوترے پر پڑے تھے۔ وہ دنگ
رہ گیا۔ پھر سوچا کہ شاید بلیڈ پوری طرح سے عنبر کی
گردن پر نہیں پڑا اور کسی دوسرے لوہے کے ٹکڑے سے
ٹکرا کر ٹوٹ گیا ہے۔ اس نے فوراً دوسرا بلیڈ منگوا کر
اوپر لگوایا اور تلوار لہرا کر اسے گرانے کا حکم دے دیا۔

بلیڈ دوسری بار گرا تو عنبر کی گردن سے ٹکرا کر ایک بار پھر دو ٹکڑے ہو گیا —

اب عقاب یعنی ناگ نے بھی اس کے اوپر چکر لگانے شروع کر دیے — لوگ نعرے لگانے لگے کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ درویش ہے — کسی نے کہا:

"یہ جادوگر ہے۔ اسے آگ میں ڈال دو۔"

کیونکہ اس زمانے میں جادوگروں کی سزا یہی ہوتی تھی کہ انہیں آگ میں ڈال کر زندہ جلا دیا جاتا تھا — اب عنبر نے ایک جھٹکا مار کر اپنا سر مشین کے سوراخ میں سے باہر نکالا اور سیدھا تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کمانڈر سے کہا:

"تم مجھے نہیں مار سکتے۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو میرے راستے سے ہٹ جاؤ —"

کمانڈر نے تلوار کا بھرپور وار کر دیا — عنبر کی گردن سے ٹکرا کر کمانڈر کی تلوار بھی دو ٹکڑے ہو گئی — ماریا نے کمانڈر کے سر پر زور سے مکا مارا تو اس کی کھوپڑی اس کی گردن میں گھس گئی اور بے جان لاش کی طرح گر پڑا — سپاہیوں نے عنبر پر حملہ کر دیا — لوگوں نے چیخنا چلانا شروع کیا کہ جادوگر کو آگ میں ڈالو۔

مگر وہاں چبوترے پر کچھ اور ہی گڑبڑ ہو رہی تھی۔ ماریا نے بندوق ہاتھ میں پکڑ لی تھی جو کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔ وہ برابر فائر کر رہی تھی اور سپاہی مر مر کر گر رہے تھے۔ عنبر بھی اپنی پوری طاقت میں آ گیا تھا اور سپاہیوں کو اٹھا اٹھا کر چبوترے کے نیچے پھینک رہا تھا — ناگ نے بھی عقاب کا روپ بدل کر ایک بہت بڑے ہاتھی کی شکل اختیار کر لی۔ اور ایسی چنگھاڑ ماری کہ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی — ناگ نے اپنی سونڈ میں سپاہیوں کو اٹھا اٹھا کر کچلنا شروع کر دیا —

وہاں ایک غدر مچ گیا — ایک طوفان مچ گیا — لوگ بھاگنے لگے — ہاتھی چبوترے سے اتر کر سپاہیوں کی طرف دوڑا — سپاہیوں کو ہاتھی پر گولی چلانے کی بھی مہلت نہیں ملی اور ہاتھی نے انہیں پاؤں تلے روند ڈالا — دیکھتے دیکھتے میدان خالی ہو گیا —

*

عنبر نے ماریا سے کہا:

"ناگ سے کہو، اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

ماریا لپک کر ہاتھی کے پاس گئی اور اسے کہا کہ اب واپس چلنا ہے — ناگ اسی وقت ایک بار پھر عقاب کی شکل میں آ گیا اور عنبر کے کندھے پر آ کر بیٹھ گیا —

عنبر چبوترے سے اُتر کر چوک میں آ گیا- اس نے دیکھا کہ
ایک جگہ گھوڑا بندھا ہوا ہے — اس نے گھوڑے کی رسی کھولی
اس پر بیٹھا اور سرپٹ دوڑاتا شہر کی سڑکوں میں سے نکلتا
شہر کے دروازے پر آ گیا —

ناگ اس کے سر کے اوپر اڑ رہا تھا — ماریا اس کے
پیچھے گھوڑے پر بیٹھی تھی — یہاں بڑا سخت پہرہ تھا- انہیں
ابھی چوک والے حادثے کی خبر نہیں پہنچی تھی - پہرے دار
نے عنبر کو روک لیا، کیونکہ وہ ابھی تک پھانسی پانے والے
قیدی کے لباس میں تھا —

"اسے پکڑ لو — یہ پھانسی کی کوٹھری سے نکل بھاگا ہے۔

دونوں پہرے داروں نے عنبر پر گولیاں برسانا شروع
کر دیں — انہوں نے اپنی بندوقیں خالی کر دیں، مگر عنبر کو
کچھ بھی نہ ہوا — وہ دوبارا اپنی بندوقیں بھرنے لگے۔ ماریا
نے کہا :

" میں ابھی ان کی خبر لیتی ہوں، کیونکہ ان کی گولیاں
ناگ کو زخمی کر سکتی ہیں "

ماریا چھلانگ لگا کر دونوں سپاہیوں کے پاس گئی اور
ان کے قریب جا کر کہا :

" میں فرانس کے جنگل کی چڑیل ہوں "

دونوں سپاہی ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑے تکنے لگے۔
پھر ماریا نے ان کو بالوں سے پکڑ لیا — سپاہیوں کی چیخیں
نکل گئیں -

وہ بھاگنے لگے تو ماریا نے کہا :

" میں تمہاری چٹنی بنا کر کھا جاؤں گی "

سپاہی ایک دم بے ہوش ہو گئے — ماریا نے دونوں کو
وہیں پھینک دیا اور خود عنبر کے پاس آ گئی — دروازہ کھلا
تھا کیونکہ دن کو قلعے کا دروازہ کھول دیا جاتا تھا، مگر ہر
آتے جاتے کی تلاشی لی جاتی تھی - عنبر گھوڑا دوڑاتے ہوئے
شہر کے دروازے سے باہر نکل گیا —

ماریا نے کہا :

"عنبر تمہارا یہ پھانسی کا کالا کرتہ پریشان کرے گا —
اور ہو سکتا ہے سپاہی تمہارے تعاقب میں پرانے باغ تک
آ جائیں، اسے اتار کر پھینک دو -"

عنبر نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے کالا کرتہ اتار کر پھینک
دیا —

پرانے باغ میں جاتے ہی عنبر نے گھوڑے سے اتر کر
اسے ایک لات ماری- گھوڑا ڈر کر بھاگ گیا —

ناگ نے پوچھا :

" یہاں کیا ہے ؟"

عنبر نے کہا :

" اندر چل کر بتائیں گے "

تہہ خانے میں ناگ انسانی شکل میں عنبر کے ساتھ داخل ہوا۔ شہزادی صاحبہ نے عنبر کے سر پر پیار کیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ جان بچا کر آگیا ہے۔ عنبر نے شہزادی سے ناگ کا تعارف کروایا۔

" یہ میرا بھائی ناگ ہے۔ ہم اس کی تلاش میں یہاں آئے تھے "

پھر عنبر نے ناگ کو شہزادہ چارلس سے بھی ملایا اور ساری کہانی سنائی۔

شہزادہ چارلس نے عنبر سے پوچھا :

"عنبر بھائی، میں حیران ہوں کہ تم ان ظالموں کے پنجے سے بچ کر کیسے آگئے ؟"

عنبر نے کہا :

" بس خدا کی مدد ساتھ تھی ۔ ایک سپاہی کو رشوت دے کر نکل بھاگا "

شہزادی نے کہا :

" ایسا ہو نہیں سکتا "

عنبر نے ہنس کر کہا :

" بس کچھ نہ کچھ ہوگیا تھا ۔ اب یہ بتائیں کہ آپ کا کیا پروگرام ہے ۔ آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں یا کسی دوسری جگہ جانا چاہتے ہیں ؟"

شہزادی نے کہا :

" ہمارے لیے امن کی جگہ انگلستان ہی ہے ۔ وہاں شاہی خاندان سے ہماری رشتہ داری بھی ہے ۔ ہم انگلستان کے شاہی محل میں پناہ لینا چاہتے ہیں "

ناگ نے کہا :

" مگر راستوں پر تو ہر جانب باغی سپاہی پہرہ دے رہے ہیں ۔ بندرگاہ پر بھی سخت نگرانی کی جا رہی ہے "

چارلس بولا :

" ہمیں فرانس اور انگلستان کے درمیان صرف بائیس میل کا سمندر طے کرنا ہے "

عنبر نے کہا :

" مگر ان حالات میں آپ کے لیے اس سمندر کو عبور کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے "

شہزادی بولی :

" بیٹا، کیا تم اپنی بہن کی روح سے کوئی مدد نہیں لے

سکتے ؟"

ناگ نے حیرانی سے پوچھا :

" تمہاری بہن کی روح ؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

"شہزادی صاحبہ اور شہزادہ چارلس ہماری بہن ماریا کی روح سے مل چکے ہیں ۔"

پھر اس نے شہزادی کی طرف دیکھ کر کہا :

" شہزادی صاحبہ، میری بہن ماریا کی روح زیادہ سے زیادہ ہماری یہی مدد کر سکتی ہے کہ کہیں سے ایک کشتی لا کر سمندر کے کنارے رکھ دے ۔ مگر آپ لوگ کس طرح سمندر کے کنارے تک پہنچیں گے — یہاں سے سمندر ایک سو میل دُور ہے ۔"

ناگ نے کہا :

"ماریا کی روح سے کشتی پہلے منگوا لیں، پھر یہاں سے کسی نہ کسی طرح نکل چلیں گے ۔"

" میں بھی یہی کہہ رہی تھی بٹیا ۔"

عنبر نے کہا :

" میں ابھی اپنی بہن کی روح کو بلاتا ہوں ۔"

ناگ ہنسنے لگا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ماریا وہیں کھڑی

ہے — ماریا بھی ہنس رہی تھی ۔ آخر اُس سے نہ رہا گیا اور اُس نے کہہ دیا —

" عنبر بھائی، میں یہاں موجود ہوں ۔ میں نے تم لوگوں کی باتیں سُن لی ہیں — میں ابھی جا کر ساحل سمندر پر کسی کشتی کا بندوبست کرتی ہوں ۔"

ناگ نے کہا :

" سمندر یہاں سے کافی دُور ہے ۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم رات کے اندھیرے میں سب یہاں سے نکل کر سمندر کنارے کسی جگہ پہنچ جائیں اور وہاں کشتی کا بندوبست ہوتے ہی یہاں سے فرار ہو جائیں ۔"

شہزادہ چارلس نے کہا :

" بڑی مناسب بات ہے، مگر اس میں ہمارے پکڑے جانے کا خطرہ ہے ۔"

شہزادی نے کہا :

" ہاں بیٹا، میں نہیں چاہتی کہ میرے شہزادے کو غنڈے دوبارہ گرفتار کر لیں ۔"

عنبر نے کہا :

" اس کی آپ فکر نہ کریں — ایسا ہم نہیں ہونے دیں گے — ناگ کا مشورہ مجھے پسند آیا ہے — ہم آج رات ہی یہاں

سے نکل جائیں گے ۔ ماریا ناگ تم میرے ساتھ آؤ ۔"

عنبر نے شہزادہ چارلس اور اس کی والدہ کو تہہ خانے میں ہی چھوڑا اور ناگ ماریا کو ساتھ لے کر تہہ خانے سے باہر باغ میں آ گیا۔ باغ میں کوئی بھی نہیں تھا ۔۔ وہ ایک جگہ گھاس پر بیٹھ گئے اور آئندہ کا پروگرام سوچنے لگے ۔۔ سوچنا یہی تھا کہ شہزادی اور چارلس کو وہاں سے نکال کر سو میل دُور سمندر کے کنارے کیسے پہنچایا جائے ۔ ماریا نے مشورہ دیا کہ ہمیں شہزادی اور شہزادے کا بھیس بدل کر کسی بگھی میں بٹھا کر رات کو فرار ہو جانا چاہیے ۔

"ہم تینوں ان کی حفاظت کے لیے ساتھ ہوں گے ۔"

عنبر نے کہا :

"اس کے سوا اور کچھ ہو بھی نہیں سکتا ۔"

ناگ بولا :

"تم بگھی کے اوپر بیٹھ جانا ۔ میں بھی ساتھ ہی بیٹھوں گا ۔"

ماریا نے کہا :

"اور میں بھی تمہارے پاس ہوں گی ۔"

عنبر بولا :

"تو پھر ان کے بھیس بدلوانے کی کیا ضرورت ہے ۔ اللہ کا نام لے کر نکل چلتے ہیں ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا ۔"

جب یہ فیصلہ ہو گیا تو انہوں نے شہزادی اور شہزادہ چارلس کو آ کر اپنا فیصلہ بتا دیا ۔۔ شہزادی کچھ ڈر رہی تھی، مگر شہزادے نے اسے حوصلہ دیا اور کہا :

"امّی حضور، ماریا بہن کی روح ہمارے ساتھ ہو گی ۔ وہ ہماری حفاظت کرے گی ۔"

"جیسے تمہاری مرضی بیٹا، آخر یہاں بھی ہم کتنی دیر تک پڑے رہیں گے ۔۔ میں تو کسی طرح اُڑ کر انگلستان اپنے رشتے داروں کے پاس پہنچنا چاہتی ہوں ۔"

اب انہوں نے گھوڑوں والی بند بگھی کی تلاش شروع کر دی ۔ عنبر ناگ اور ماریا پرانے باغ سے نکل کر شہر کی طرف چلے کہ شاید وہاں کوئی بگھی مل جائے ۔۔ عنبر پیچھے تھا، ناگ آگے آگے چل رہا تھا اور ماریا ان کے بائیں جانب تھی ۔۔ اچانک شہر کی طرف سے ایک بگھی آتی دکھائی دی ۔

ناگ اور آدم خور بن مانس

عنبر اور ناگ نے ہاتھ دے کر بگھی رکوالی۔

یہ کرائے کی بگھی تھی جس کے آگے دو گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ کوچوان نے جُھک کر پوچھا:

"کہاں جانا چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"بگھی کو اس طرف لے آؤ بھائی۔"

کوچوان بگھی کو سڑک سے پرے لے آیا۔ عنبر نے کہا:

"بھائی، ہم تمہاری بگھی خریدنا چاہتے ہیں۔ بولو اس کے کیا دام لوگے؟"

کوچوان ہنسا:

"کیوں میاں تمہارے پاس میری بگھی خریدنے کے لیے دام ہیں؟ دو گھوڑے لگے ہیں اس میں۔"

انقلاب کا زمانہ تھا۔ ہر طرف گڑبڑ تھی۔ کوچوان خود اس بگھی کو بیچ کر کسی دوسرے ملک چلے جانا چاہتا تھا۔

ناگ نے کہا:

"تم کیا لوگے اس کا؟"

کوچوان نے کہا:

"ایک ہزار مارک دوگے؟"

اس زمانے میں ایک ہزار مارک کا مطلب تھا کہ آج کے زمانے کے دو لاکھ روپے۔ ناگ نے جیب سے سونے کا ایک ٹکڑا نکال کر کہا:

"یہ سونا لوگے؟ ہمارے پاس اس وقت یہی کچھ ہے۔"

کوچوان نے سونے کی ڈلی کو ہاتھ میں لے کر اچھی طرح سے دیکھا، پرکھا، گھسایا۔ بالکل خالص سونا تھا۔ اس نے جیب میں رکھ کر کہا:

"بگھی تمہاری ہے۔"

وہ بگھی سے نیچے اتر آیا۔ ماریا عنبر اور ناگ بگھی پر سوار ہوگئے اور اسے لے کر سیدھا پرانے باغ میں آگئے۔ تہہ خانے میں جا کر انہوں نے شہزادی اور شہزادہ چارلس کو خوش خبری سنائی کہ بگھی خرید لی گئی ہے اور اب ہم رات کو یہاں سے نکل رہے ہیں۔

جب رات کا اندھیرا گہرا ہوگیا اور باغ کے درخت اور شہر سے باہر پہاڑیوں کی طرف جانے والی سڑک اندھیرے میں

چھپ گئی تو یہ لوگ تہہ خانے سے باہر نکل آئے — شہزادہ چارلس
اس کی والدہ اور ماریا کو بگھی کے اندر بٹھا دیا گیا۔ عنبر اور
ناگ بگھی کے اوپر کوچوان کی جگہ پر بیٹھ گئے — عنبر نے
گھوڑوں کو چابک دکھائی — گھوڑے باغ سے نکل کر سڑک پر
دوڑنے لگے —

سرد اندھیری رات تھی۔ پیرس شہر کی دیوار کی روشنیاں دُور
رہ گئی تھیں — اور بگھی شہر سے کافی فاصلے پر نکل آئی تھی۔
ساری رات بگھی سفر کرتی رہی — جب دن نکلنے لگا تو بگھی
ایک کھیت میں روک دی گئی۔ قریب ہی ایک چھوٹا سا گاؤں
تھا — گھوڑے کھول دیے گئے تاکہ وہ کھیتوں میں گھاس وغیرہ
چر لیں — عنبر گاؤں جا کر وہاں سے دودھ مکھن اور روٹی
لے آیا — سب نے مل کر ناشتہ کیا —

گاؤں کی کچی سڑک پر سے کبھی کبھی فوجی گھوڑوں پر سوار
گزر جاتے تھے — شہزادی ڈر گئی کہ کہیں وہ دوبارا نہ پکڑے
جائیں۔ اس نے عنبر سے کہا کہ بگھی کو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔
عنبر اور ناگ بگھی پر سوار ہوگئے اور اسے گاؤں سے آگے چھوٹی
پہاڑیوں میں لے جا کر کھڑا کر دیا — وہ گھوڑوں کو کم از کم دو
گھنٹے آرام دینا چاہتے تھے — ویسے بھی ماریا کا خیال تھا کہ انہیں
رات کے اندھیرے میں سفر کرنا چاہیے — شہزادی کا بھی یہی مشورہ

تھا۔ وہ بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی — شہزادے کو وہ اپنے سے
ذرا دُور نہ ہونے دیتی تھی — انہوں نے بھیس بھی نہیں بدلا ہوا
تھا۔ ان کی شکل دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ شاہی خاندان
کے لوگ ہیں — آخر یہی فیصلہ ہوا کہ دن بھر یہاں آرام کیا جائے
اور رات کو سفر شروع کیا جائے —

کسی نہ کسی طرح دن گزر گیا — کسی نے ان سے کوئی پوچھ گچھ
نہ کی — جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو وہ بگھی میں بیٹھ کر آگے
چل پڑے۔ ساری رات سفر جاری رہا — دوسرے دن وہ پہاڑی
سے نکل کر سرسبز چٹانوں کے علاقے میں پہنچ گئے —

ماریا نے کہا:
"معلوم ہوتا ہے، سمندر قریب ہے — مجھے اس کی ٹھنڈی
ہوا محسوس ہو رہی ہے"

شہزادی نے سرسبز چٹانوں کو دیکھ کر کہا:
"یہ نارمنڈی کا پہاڑی علاقہ ہے — ہم کل صبح سمندر کے
ساحل پر پہنچ جائیں گے"

رات بھر سفر جاری رہا — دوسرے روز صبح صبح انہیں دُور
سمندر نظر آیا — کنارے پر بے شمار نوکیلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔
جن سے سمندر کی لہریں ٹکرا ٹکرا کر جھاگ اڑا رہی تھیں — انہوں
نے بگھی ایک طرف لے جا کر چٹانوں کے درمیان کھڑی کر دی — ناگ

اور ماریا نے گھوم پھر کر ساحل کو غور سے دیکھا کہ کس جگہ سے وہ کشتی کا سفر شروع کر سکتے ہیں ۔

ناگ نے کہا :

"اب سوال یہ ہے کہ کشتی کہاں سے لائی جائے ۔"

ماریا کہنے لگی :

"یہاں ضرور کوئی نہ کوئی ساحلی گاؤں قریب ہو گا ۔ ہم وہاں سے کشتی لا سکیں گے ۔"

ناگ نے کہا :

"یہ کام میں کروں گا ۔ تم ان لوگوں کے پاس جا کر بیٹھو ۔ میں کشتی لے کر آتا ہوں ۔"

ناگ نے عنبر کو بھی جا کر یہی کہا کہ وہ کشتی کا انتظام کرنے جا رہا ہے ، کیونکہ وہ اڑ سکتا تھا ۔ ناگ اُن سے الگ ہو کر دُور ایک چٹان کے پیچھے آ گیا اور گہرا سانس بھر کر عقاب بن گیا ۔ پھر اس نے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ اڑنا شروع کیا ۔ کافی آگے جا کر اس نے ماہی گیروں کا ایک گاؤں دیکھا ۔ کچھ کشتیاں ریت پر کھڑی تھیں ۔

ناگ عقاب کی شکل میں چٹانوں کے اوپر بلندی پر اُڑ رہا تھا ۔ اس نے کشتیاں دیکھیں تو نیچے کو اُترا ۔ اس نے غوطہ لگایا ہی تھا کہ اسے بندوق کے دھماکے کی آواز سُنائی دی ۔ اس کے

ساتھ ہی اُسے اپنے جسم میں آگ سی لگتی ہوئی محسوس ہوئی ۔ اس کے بعد وہ بے ہوش ہو کر سیدھا نیچے ساحل پر کشتیوں کے پاس آن گرا ۔

یہ بندوق ایک شکاری نے چلائی تھی جو عقابوں کو شکار کرنے ان کے اندر بھُس بھر کر امیر آدمیوں کے ہاں فروخت کرتا تھا ۔ جوں ہی عقاب نیچے گرا ۔ ایک جانب سے شکاری گھوڑا دوڑاتا قریب آیا ۔ اس نے عقاب کو اٹھا کر اس کی ٹانگیں باندھ کر گھوڑے کے آگے ٹکا لیا جہاں پہلے بھی چار عقاب زخمی حالت میں لٹکے ہوئے تھے ۔

بندوق کے چھرّے ناگ کی ٹانگ میں لگے تھے اور وہ عقاب ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا ۔ اگر انسان کی شکل میں ہوتا تو اتنی تکلیف برداشت کر سکتا تھا اور بے ہوش نہ ہوتا ۔ شکاری گھوڑا دوڑاتا وہاں سے سمندر کے ساحل پر دُور نکل گیا ۔ سمندر کے کنارے تین میل کے فاصلے پر اس نے ایک عارضی رہنے کی جگہ بنا رکھی تھی ۔ یہاں اس کے پاس ایک لکڑی کا صندوق رکھا تھا ۔ اس نے عقابوں کو اس صندوق میں بند کر دیا اور خود بندوق صاف کرنے لگا ۔ وہ شکار کے لیے جنگل کی طرف جانا چاہتا تھا اور اس کا ارادہ رات کو ایک مسافر کشتی میں سوار ہو کر واپس انگلستان جانے

کا تھا۔ جہاں اس کا اپنا مکان اور عقابوں کا کاروبار تھا۔

ادھر بندوق کی آواز ماریا اور عنبر نے بھی سُنی۔ مگر اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ناگ اس بندوق کی گولی سے زخمی اور بے ہوش ہو کر ایک شکاری کے خطرناک جال میں پھنس چکا ہے۔ جب ناگ کو گئے دیر ہو گئی تو شہزادی نے کہا:

"ناگ ابھی تک نہیں آیا۔ خیریت ہو۔"

کچھ اور دیر ہوئی تو عنبر اور ماریا کو بھی پریشانی ہوئی۔ انہوں نے شہزادہ چارلس اور شہزادی کو وہیں چھوڑا اور خود اس طرف چلے گئے۔ جدھر ناگ گیا تھا۔

چٹانوں کے کنارے سمندر پر دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اچانک ماریا نے ایک جگہ عقاب کے سفید پر ریت پر پڑے دیکھے۔

"یہ دیکھو عنبر! یہ تو مجھے ناگ کا پر لگتا ہے۔"

عنبر نے سفید پر کو غور سے دیکھا۔ ریت پر دو تین اور بھی پَر بکھرے ہوئے تھے۔ عنبر نے پریشان ہو کر ماریا سے کہا:

"کہیں ناگ زخمی تو نہیں ہو گیا۔ کہیں وہ بندوق کی آواز۔۔"

ماریا بھی فکر کرنے لگی۔

"ناگ زخمی ہوتا تو اپنی شکل بدل کر بھی ہمارے پاس آ سکتا تھا۔ وہ ضرور بے ہوش ہوا ہے اور کوئی شکاری اسے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔"

یہ بڑی منحوس خبر تھی اور پریشان کر دینے والی بھی، کیونکہ ایسی حالت میں شکاری عقاب کو ہلاک بھی کر سکتا تھا۔ عنبر یہ سوچ کر کانپ گیا۔ اُس نے ماریا سے کہا:

"مجھے یقین ہے، ناگ ہوش میں آتے ہی فرار ہو کر ہمارے ساتھ آ ملے گا۔"

پھر اس نے کشتیوں کی طرف دیکھ کر کہا:

"اس وقت تو ہمیں ایک کشتی کی ضرورت ہے۔ یہاں کشتیاں موجود ہیں۔ تم ایسا کرو کہ شہزادہ اور شہزادی کو یہاں لے آؤ۔ ہم دن کا باقی حصہ اسی جگہ بسر کریں گے۔ جب رات ہو گی تو یہاں سے نکل جائیں گے۔ میرا دل کہتا ہے کہ ناگ کو بھی انگلستان کی طرف ہی لے جایا گیا ہے۔"

ماریا غمگین ہو گئی، کہنے لگی:

"خدا وند میرے بھائی کو سلامت رکھے۔"

"انشاء اللہ ناگ کو کچھ نہیں ہو گا۔ تم جاؤ اور ان لوگوں کو لے آؤ۔"

ماریا چلی گئی۔ عنبر کو اس کی خوشبو آنا بند ہو گئی۔ کہنے کو

تو عنبر نے کہہ دیا تھا مگر دل میں وہ بھی ڈرا ہوا تھا کہ کہیں شکاری
ناگ کو بے ہوشی کی حالت میں ہی ذبح نہ کر ڈالے۔ کیونکہ
شکاری زخمی پرندوں کو فوراً مار ڈالتے ہیں اور پھر بھون کر
کھا جاتے ہیں۔ عنبر غور کرنے لگا۔ انگلستان میں عقاب کا
شکار دو قسم کے شکاری کرتے ہیں۔ پہلے وہ شکاری جو عقاب
زندہ پکڑ کر امیر آدمیوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ دوسرے
وہ جو عقابوں کو پکڑ کر ان کو حلال کرتے ہیں۔ ان کے جسم
سے انتڑیاں نکال کر وہاں توڑی وغیرہ بھر دیتے ہیں اور پھر ان
کے بُت بنا کر امیر لوگوں کے پاس بیچتے ہیں۔ عنبر یہ سوچ
کر پریشان ہو رہا تھا کہ عقاب کس قسم کے شکاری کے ہاتھ
آیا ہوگا۔

اتنے میں شہزادہ چارلس اور اس کی ماں کی بگھی بھی آ گئی۔
بگھی کو انہوں نے گھوڑے سمیت جنگل کی طرف بھگا دیا اور
خود چٹانوں میں بسیرا کر لیا۔ شہزادہ چارلس اور اس کی والدہ
بھی ناگ کے گم ہونے کا سُن کر افسوس کرنے لگے اور
حیران ہوئے کہ وہ کہاں گم ہو سکتا ہے۔

عنبر نے انہیں بالکل نہیں بتایا تھا کہ وہ عقاب بن کر وہاں
آیا تھا اور کسی شکاری کی گولی لگنے سے زخمی ہو کر شکاری کے
قبضے میں چلا گیا ہے۔ ریت پر گھوڑے کے سموں کے نشان

ضرور تھے۔ جو ساحل سے ہٹ کر جنگل کی طرف جا کر ختم ہو گئے
تھے۔ اگر اس وقت عنبر ذرا ہمت کرتا اور گھوڑے کے قدموں
کے نشانوں پر جنگل میں داخل ہو جاتا تو وہ ناگ کا پتا چلا سکتا
تھا— کیونکہ یہی قدموں کے نشان آگے جا کر جنگل سے نکل کر
دوبارہ سمندر کے کنارے آ گئے تھے اور تیسرے میل پر وہ جھونپڑی
جس کے اندر شکاری نے ناگ کو بے ہوش زخمی عقاب کی صورت
میں دوسرے مرے ہوئے عقابوں کے ساتھ بند کر رکھا تھا—
مگر بے چارے عنبر پر شہزادہ چارلس اور اس کی والدہ کی بھاری
ذمے داری بھی تھی— ان دونوں کی جان بھی سخت خطرے میں
تھی۔ اسے ان کا بھی خیال تھا۔

کسی نہ کسی طرح عنبر ماریا نے وہاں دن گزارا۔ جب رات
ہوئی تو وہ ایک کشتی میں بیٹھ کر سمندر میں نکل آئے۔ کشتی
کو عنبر اور شہزادہ چارلس کھے رہے تھے۔

فرانس اور انگلستان کے درمیان جو سمندر ہے یہ گرمیوں
میں بڑا طوفانی ہوتا ہے— مگر سردیوں میں پر سکون ہوتا ہے۔
وہ سردیوں کا موسم تھا— سمندر میں ایک بھی طوفانی لہر نہیں اٹھ
رہی تھی۔ ان کی کشتی بڑے سکون کے ساتھ رات کے اندھیرے
میں انگلستان کے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی— ساری رات
کشتی سمندر میں سفر کرتی رہی— صبح منہ اندھیرے وہ انگلستان

کے ساحل پر پہنچ گئے۔

انگلستان کے ساحل کی بھوری چٹانوں کو دیکھ کر شہزادہ چارلس کی والدہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور عنبر کا ماتھا چوم کر کہا:

"بیٹے، تم نے میرے شہزادے کی جان بچا کر ہمارے خاندان پر بڑا احسان کیا ہے — انگلستان پہنچ کر میں تمہیں مالا مال کر دوں گی۔"

عنبر نے کہا:

"شہزادی صاحبہ، مجھے مال دولت کا لالچ نہیں ہے، نہ ہی ہمیں اس کی ضرورت ہے — ہم جہاں اور جس وقت جتنی دولت چاہیں، پیدا کر سکتے ہیں — ہمیں تو اس وقت اپنے بھائی ناگ کی فکر لگی ہے، خدا کرے وہ زندہ ہو۔"

شہزادہ چارلس بولا:

"وہ زندہ ہوگا اور تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔"

ماریا نے کہا:

"خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔"

دن نکلنے سے پہلے پہلے ان کی کشتی انگلستان کے پتھریلے ساحل پر پہنچ گئی — شہزادی اور اس کے بیٹے نے ساحل پر اترتے ہی خدا کا شکر ادا کیا اور عنبر سے ہاتھ ملایا اور کہا:

"اب تمہیں ہمارے ساتھ میری بہن کے ہاں جانا ہوگا۔

وہاں سے ہم مل کر ناگ کو شہر میں تلاش کریں گے۔"

عنبر نے کہا:

"شہزادی صاحبہ، آپ کی دعوت کا شکریہ — مگر ناگ کو تلاش کرنے کے ہمارے اپنے طریقے ہوتے ہیں — ہم آپ کو آپ کی بہن کے محل تک چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔ ناگ مل گیا تو ہو سکتا ہے، پھر کبھی آپ سے ملاقات ہو جائے۔"

وہ پیدل چل کر ایک ساحلی قصبے میں آ گئے۔ یہاں انہیں ایک بگھی مل گئی۔ جس میں سوار ہو کر یہ لوگ لندن شہر کی طرف روانہ ہو گئے — دو دن کے سفر کے بعد لندن پہنچ گئے۔ عنبر ماریا نے شہزادی اور چارلس کو ان کے محل میں چھوڑا اور رخصت لے کر لندن شہر میں آ گئے۔

لندن میں سردی کی وجہ سے دھند پھیلی ہوئی تھی اور لوگ گرم لمبے کوٹ پہنے فٹ پاتھوں پر چل رہے تھے۔ ماریا نے کہا:

"ہمیں کسی سرائے یا ہوٹل میں چل کر قیام کرنا چاہیے۔"

وہ ایک سرائے میں آ گئے — یہاں انھوں نے ایک کمرہ کرائے پر لے لیا اور ناگ کی تلاش شروع کر دی —

اُدھر شکاری بھی زخمی عقابوں کو لے کر لندن پہنچ گیا تھا۔ صندوق کے اندر دوسرے زخمی عقاب تو مر چکے تھے، مگر

ناگ ابھی تک زندہ اور بے ہوش تھا — شکاری کا مکان شہر سے باہر ایک پہاڑی پر درختوں کے درمیان بنا ہوا تھا۔ یہاں آتے ہی اس نے صندوق کھولا اور چھری لے کر بیٹھ گیا — وہ ایک ایک عقاب کو باہر نکالتا اور اس کا پیٹ چاک کرکے اس کی انتڑیاں باہر نکال کر عقاب کے پیٹ میں نمک بھر کر ٹوکری میں رکھ دیتا —

ناگ بھی زخمی عقاب کی شکل میں وہیں موجود تھا۔ تازہ ہوا لگی تو اسے ہوش آگیا — ہوش میں آتے ہی اُس نے دیکھا کہ شکاری عقابوں کے پیٹ چیر کر انتڑیاں باہر نکال رہا ہے۔ ناگ خوف زدہ ہوگیا — کم بخت اگر اسے ہوش نہ آتا تو یہ شکاری اُسے بھی قتل کر چکا ہوتا —

ناگ زخمی تھا — وہ کوئی جانور بن کر اُڑ نہیں سکتا تھا۔ اگر انسانی شکل میں آتا تو اس کا زخم بڑا ہو جاتا — اُس نے سوچا کہ سانپ بن کر وہاں سے نکل جائے، پھر خیال آیا کہ اگر سانپ بنا تو شکاری فوراً چھرا مار کر اسے ہلاک کر ڈالے گا — ناگ نے انسانی شکل میں آنے کا فیصلہ کرکے زور سے سانس لیا اور دوسرے لمحے وہ انسانی شکل میں آچکا تھا۔ شکاری نے جو اچانک اپنے قریب ایک اجنبی نوجوان کو بیٹھے دیکھا چونک کر پیچھے ہٹا —

ناگ کی ران زخمی تھی اور اس میں سے خون بہہ رہا تھا — شکاری کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک عقاب انسان کیسے بن گیا۔

ناگ نے کہا:

"میرے زخم پر کوئی کپڑا لا کر باندھ دو۔"

"تم — تم کون ہو؟"

"میں عقاب ہوں۔"

مگر شکاری کی ہمت جواب دے گئی اور وہ بے ہوش ہوگیا — اس پر زبردست دہشت چھاگئی تھی — ناگ اُٹھ کر زخمی ٹانگ کے ساتھ لنگڑا کر چلتا ہوا ایک کونے میں گیا۔ وہاں کچھ کپڑے پڑے تھے۔ وہاں سے ایک رومال اٹھا کر ٹانگ کے زخم پر کس کر باندھا اور جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ باہر رات کا اندھیرا اور دھند پھیلی ہوئی تھی — ناگ کو یقین تھا کہ عنبر اور ماریا شہزادی اور اس کے بیٹے کوبرے کو لے کر لندن آگئے ہوں گے۔ اُسے یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ وہ خود اس وقت کس شہر میں ہے — کیونکہ ناگ بے ہوشی کی حالت میں وہاں تک آیا تھا۔

پہاڑی سے اتر کر وہ لنگڑاتا ہوا شہر کو جانے والی سڑک پر چل پڑا — اس کی ٹانگ سے خون بہنا رک گیا تھا۔ مگر درد

ہو رہا تھا — ایک بگھی اس کے قریب سے گزرتے ہوئے رُک
گئی — اس کے اندر سے ایک سفید مونچھوں والے آدمی نے
سر باہر نکال کر پوچھا —

"میری گاڑی میں آ جاؤ برخوردار، تمہیں جہاں جانا
ہوگا، وہیں چھوڑ آؤں گا۔"

ناگ اس ادھیڑ عمر آدمی کی انگریزی سے سمجھ گیا کہ وہ
لندن میں ہے — ناگ لنگڑاتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔ اس
نے دروازہ کھول دیا — ناگ اندر داخل ہو کر بیٹھ گیا۔ سفید
مونچھوں والا ناگ کی ٹانگ کی طرف دیکھ کر بولا:

"تم تو زخمی ہو برخوردار۔"

"ہاں۔" ناگ نے کہا: "چٹان سے گر پڑا تھا۔"

سفید مونچھوں والا آدمی کہنے لگا:

"کوئی فکر کی بات نہیں — میں لارڈ بکال ہوں۔ میرے
گھر میں دوائی اور پٹیاں موجود ہیں — میں ابھی گھر جا کر تمہارے
زخم کو دھو کر دوائی لگا دوں گا — پھر تم رات کو آرام
کرنا اور صبح چلے جانا —

"شکریہ لارڈ بکال۔"

ویسے ناگ کو لارڈ ایک پراسرار سا آدمی لگا، لیکن
ٹانگ کے درد کی وجہ سے وہ جلدی سے جلدی اس کے

گھر پہنچ کر دوائی لگانا چاہتا تھا، تاکہ دو ایک دن میں زخم اچھا
ہو جائے اور وہ عنبر ماریا کو شہر میں ڈھونڈ سکے۔

لارڈ کا مکان ایک جنگل میں پرانے چھوٹے سے قلعے کی
طرح کا تھا — کمرے بند تھے اور فرنیچر پہ گرد جمی ہوئی تھی —
صرف ایک کمرے میں آگ جل رہی تھی اور وہ گرم تھا — لارڈ
نے ناگ کو ایک بستر پر لٹا دیا اور خود دوائی لانے کا کہہ کر چلا گیا۔
جب اسے گئے زیادہ دیر ہو گئی تو ناگ نے سوچا کہ اس مکان
کو چل پھر کر دیکھنا چاہیے کہ یہاں کوئی گہرا راز تو نہیں ہے۔
ناگ نے لیٹے لیٹے سانپ کی شکل اختیار کی اور رینگتا ہوا کمرے
سے باہر نکل گیا —

ایک اندھیرے برآمدے سے گزر کر وہ سیڑھیاں اُترا تو سامنے
اسے لوہے کے ایک بڑے پنجرے میں ایک بہت بڑا خون خوار
بن مانس دکھائی دیا — جو غرا رہا تھا — پنجرے کے باہر وہی سفید
مونچھوں والا لارڈ کھڑا تھا اور اسے کہہ رہا تھا:

"زمبو گھبراؤ نہیں، تمہارے کھانے کے لیے ایک نوجوان کو
گھیر کر لے آیا ہوں۔ وہ زخمی ہے — ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں
کھول کر اس کے کمرے میں پہنچا دوں گا، پھر تم مزے سے اُسے
کھا کر اپنی بھوک مٹانا —"

بن مانس اچھل اچھل کر شور مچانے لگا، جیسے اپنے شکار

کر خوش ہو رہا ہو —

ناگ دنگ رہ گیا — تو یہ سفید مونچھوں والا اسے آدم خور بن مانس کی خوراک بنانے کے لیے وہاں لایا ہے — خدا جانے یہ کتنے آدمیوں کو اس بن مانس کے آگے ڈال چکا ہوگا — ناگ نے اس بن مانس اور اس کے قاتل مالک سے نمٹنے کا فیصلہ کیا اور جلدی سے رینگتا ہوا واپس اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا اور دوبارہ انسان کی شکل اختیار کر لی —

اتنے میں سفید مونچھوں والا لارڈ بھی آ گیا — اس کے ہاتھ میں پٹی اور دوائی کی شیشی تھی۔ وہ مسکرا رہا تھا :

" یہ لو، ابھی دوائی لگا کر پٹی باندھے دیتا ہوں۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے "

ناگ نے اس کی طرف غور سے دیکھا — کس قدر مکار انسان تھا یہ — لارڈ نے ناگ کے زخم کو صاف کر کے دوائی لگائی اور پھر اس پر پٹی باندھ دی — پھر مسکراتے ہوئے بولا :

" اب تم آرام کرو — میں بھی آرام کرتا ہوں — "

لارڈ چلا گیا — ناگ جانتا تھا کہ وہ آدم خور بن مانس کا پنجرہ کھولنے جا رہا ہے — ناگ اگرچہ زخمی تھا، پھر بھی اس نے ان دونوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا —

ناگ زخمی تھا۔

اگر وہ سانپ بن جاتا پھر بھی زخمی ہی رہتا۔ لیکن اسے اپنی جان بھی بچانی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ سفید مونچھوں والے انسانوں کے دشمن لارڈ کو بھی ختم کرنا تھا تاکہ وہ آئندہ کسی انسان کی زندگی سے نہ کھیل سکے۔ اس کے بعد آدم خور بن مانس کو بھی ہلاک کرنا تھا تاکہ وہ زندہ رہ کر تباہی نہ مچا سکے۔ اگر ناگ کو صرف اپنی جان بچانی ہوتی تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ سانپ بن کر یا عقاب بن کر وہاں سے فرار ہو سکتا تھا۔

اسے آدم خور بن مانس کے لوہے کا پنجرہ کھولنے کی آواز سنائی دی۔ پھر اس کی غرّاہٹ کی آواز آئی۔ آدم خور بن مانس کو آزاد کر دیا گیا تھا اور وہ ناگ کو چیر پھاڑ کر ہڑپ کرنے کے لیے اس کے کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ ناگ نے سب سے پہلا کام تو یہ کیا کہ ایک بار پھر سانپ کے روپ میں آیا اور رینگ کر بستر سے اُتر کر دیوار کے اوپر چھت کے ساتھ اندھیرے میں چپک گیا۔ اس کا نچلا زخمی دھڑ ابھی تک درد کر رہا تھا۔ ناگ اپنی چھوٹی سی گردن اٹھائے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا جس کو سفید مونچھوں والا لارڈ کھلا چھوڑ گیا تھا۔ بن مانس کے غرّانے کی آواز قریب آ رہی تھی۔ اور پھر دروازہ ایک ہی دھکے سے کھٹاک سے کھل گیا۔

وہی اونچا لمبا خونخوار بن مانس جھک کر فوں فوں کرتا کمرے
میں داخل ہوگیا۔ وہ سیدھا چارپائی کی طرف گیا۔ چارپائی خالی
دیکھ کر بن مانس غصے سے چیخنے چلانے اور اپنے سینے پر زور زور
سے مکے برسانے لگا۔ اس کا سینہ نوبت کی طرح بج رہا تھا۔ یہ
شور اور چیخ و پکار سن کر سفید مونچھوں والا لارڈ بھاگا بھاگا
کمرے میں آ گیا۔ اس نے جو چارپائی کو خالی دیکھا تو گھبرا گیا۔
سمجھ گیا کہ شکار بھاگ گیا ہے۔ مگر ناگ کے جوتے چارپائی کے
پاس ہی پڑے تھے۔

بن مانس غصے میں اچھل رہا تھا۔ وہ بھوک سے بے تاب
تھا۔ لارڈ نے جیب سے ایک ہنٹر نکال کر اسے زور سے پٹکا۔
زبردست پٹاخے کی آواز پیدا ہوئی اور آدم خور خاموش ہو
گیا۔ وہ اپنی لال لال خونخوار آنکھوں سے اپنے مالک کو گھورنے
لگا۔ لارڈ نے دوسری بار ہنٹر پٹخا تو آدم خور بن مانس چپکے سے
کمرے سے باہر نکل گیا۔ قاتل لارڈ بڑا پریشان تھا کہ اس کا شکار
کہاں بھاگ گیا ہے۔ جب کہ اس کے جوتے چارپائی کے پاس
رکھے ہیں۔ وہ ناگ کو کمرے میں الماری کے پیچھے اور چارپائی
کے نیچے تلاش کرتا رہا۔ جب اسے ناگ کہیں نہ ملا تو ہیٹ
اٹھا کر سر پر رکھا۔ چھڑی ہاتھ میں لی اور مکان سے باہر نکل
گیا۔ ناگ سمجھ گیا کہ چونکہ بن مانس انسانی گوشت کا سخت بھوکا

ہے اس لیے یہ خبیث انسان کسی دوسرے انسانی شکار کی تلاش
میں گیا ہے۔

ناگ دیوار پر سے رینگتا ہوا بن مانس کے پنجرے کی طرف آیا۔
بن مانس پنجرے میں بیٹھا بھوک سے غرّا رہا تھا۔ ناگ نے سب
سے پہلے اس درندے کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور دیوار سے
رینگتا ہوا اترا اور بن مانس کے پنجرے میں چلا گیا۔

یہ بڑا خطرناک کام تھا۔ بن مانس ایک پنجہ مار کر ناگ کو
ہلاک بھی کر سکتا تھا۔ ناگ بڑی احتیاط سے رینگتا ہوا بن مانس
کے پیچھے آگیا اور پنجرے کی سلاخوں پر اس کی گردن کے
قریب آ کر رک گیا۔ اس نے اپنا پھن پھیلایا اور آگے کو جھک
کر بڑی تیزی سے بن مانس کی گردن پر ڈس لیا۔ پہلے تو بن مانس
کو کچھ بھی پتہ نہ چلا۔ گردن پر سوئی کے چبھنے جتنی درد سی ہوئی
بن مانس نے ہاتھ مار کر گردن رگڑی اور پھر غرانے لگا۔ لیکن ناگ
کا زہر کوئی معمولی زہر نہیں تھا۔ دوسرے سیکنڈ کے بعد ہی بن مانس
کا سارا جسم لرزنے کانپنے لگا۔ اس کا حلق بند ہوگیا۔ اس کی
غراہٹ ختم ہوگئی۔ منہ سے نیلا جھاگ نکلنے لگا اور وہ ریت کی
ڈھیری کی طرح وہیں پنجرے میں لڑھک کر گرا اور اس کا جسم
اکڑ گیا۔

ناگ وہاں سے نکل کر واپس اپنی کوٹھڑی میں آیا ہی تھا کہ

اسے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اتنے میں قاتل لارڈ ایک بھولی
بھالی معصوم لڑکی کو لے کر کوٹھڑی میں داخل ہوا۔ لڑکی کی عمر سولہ
سترہ سال کی تھی اور وہ لباس سے کسی کھاتے پیتے گھرانے کی لگتی تھی۔
قاتل لارڈ اس کے آگے بچھا جا رہا تھا۔

"تم کوئی فکر نہ کرو بیٹی۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔ بے شک آرام
کرو۔ دوسری گاڑی آئے گی تو میں خود تمہیں اس میں بٹھا کر
لندن چھوڑ آؤں گا۔ ہاں"

لڑکی کے بال سرخ تھے اور چہرہ سیب کی طرح جگ مگ کر رہا
تھا۔ بڑی بھولی بھالی اور معصوم لڑکی تھی بے چاری جس کو بن مانس
کے آگے ڈالنے یہ ظالم شخص گھیر کر لے آیا تھا۔ لڑکی کچھ گھبرائی ہوئی
تھی۔ کہنے لگی:

"اس جگہ کتنا اندھیرا سا ہے؟"

"ابھی ایک اور موم بتی لا کر روشن کر دیتا ہوں تم ذرا
آرام کرو۔"

لارڈ کوٹھڑی سے کھسک گیا۔ وہ بن مانس کو لینے جا رہا تھا۔
اس کے جاتے ہی ناگ بھی پیچھے چل پڑا۔ ناگ چھت کے ساتھ
چپکا رینگ رہا تھا۔ جونہی پنجرے میں لارڈ نے بن مانس کی لاش
دیکھی اس کے منہ سے خوف کے مارے چیخ نکل گئی۔

"یہ کیا ہو گیا۔ میری برسوں کی محنت ضائع ہو گئی۔ اس کو

کس نے زہر دے دیا؟ ہو نہ ہو یہ اسی زخمی مسافر
کی شرارت ہے۔ مگر وہ کہاں ہے؟ میں اس کی تکا بوٹی
کر دوں گا۔"

اس نے تلوار نکال لی اور لڑکی کی کوٹھڑی کی طرف آ گیا۔
لڑکی بے چاری پہلے ہی سہمی ہوئی تھی۔ اب جو اس نے لارڈ کے
ہاتھ میں تلوار دیکھی تو تھر تھر کانپنے لگی۔ لارڈ نے تلوار لہرا کر کہا:

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مرنے کے لیے تیار
ہو جاؤ۔ میں اپنے بن مانس کا بدلہ اب یہاں کے تمام
نوجوانوں سے لوں گا اور انہیں ہر روز یہاں منگوا کر باری
باری قتل کر دوں گا۔"

لڑکی رونے لگی:

"خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ میرا کیا قصور ہے۔ میں
بے گناہ ہوں۔"

لارڈ نے گرج دار آواز میں کہا:

"بھول جاؤ معافی کو اور رحم کو، میں تم سے، انسانوں سے،
ساری نسل آدم سے انتقام لوں گا۔"

اس نے تلوار لہرائی اور لڑکی بھاگ کر الماری کے پیچھے چھپ
گئی۔ ناگ نے زخمی ہونے کے باوجود جتنی تیزی سے ہو سکتا تھا۔
لپک کر فرش پر آ گیا اور اس نے لپک کر لارڈ کی گردن پر چھلانگ

لگا دی۔ لارڈ نے سانپ کو اپنی گردن کے گرد لپٹتے دیکھا تو اس کی جان ہوا ہو گئی۔ تلوار سے ناگ کو کاٹنے کے لیے تلوار اپنی گردن پر رکھ دی۔ خطرہ تھا کہ اس کی گردن بھی ساتھ ہی نہ کٹ جائے۔ وہ تلوار کی نوک سے سانپ کے جسم کو کاٹنے ہی لگا تھا کہ ناگ نے ایک پھنکار ماری اور قاتل انسان کی گردن پر حلق کے قریب ڈس دیا۔ یہاں زہر نے بڑی تیزی سے اثر کیا اور وہ گر پڑا۔ ناگ رینگ کر چھت پر سے ہو کر کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔

باہر جا کر وہ دوبارا انسانی شکل میں آگیا۔ جب وہ دوبارا کوٹھڑی میں آیا تو سرخ بالوں والی لڑکی غائب تھی۔

• قاتل لارڈ کا کیا انجام ہوا؟
• عنبر اور ماریا کے ساتھ لندن میں کیا گزری؟
• عنبر ناگ اور ماریا کی ملاقات کہاں ہوئی؟

ان سوالوں کے جواب کے لیے "عنبر ناگ ماریا کی واپسی" کی اگلی قسط نمبر ۲۷ "ماریا اور جادوگر سانپ" میں پڑھیے ___

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں۔

موت کے تعاقب کی وا...

عنبر ناگ ماریا

۵ ہزار سالہ سفر کی پراسرار اور سنسنی خیز داستان

مُصنّف : اے حمید

نیا مکتبہ اقراء ۱۴/۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۸

ماریا اور جادوگر
سانپ
اے حمید

۲۷

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ماریا اور جادوگر سانپ

اے حمید

پیارے دوستو،

"ناگ، عنبر، ماریا کی واپسی" کو آپ جس دلچسپی سے پڑھ رہے ہیں اور مجھے اپنی پسندیدگی کے خط لکھ رہے ہیں، میں اس قسط کے ساتھ ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں — آپ جو مجھے خلوص بھرے خط لکھتے ہیں، میں پابندی سے ان کے جواب آپ کو لکھتا ہوں جو آپ کو مل جاتے ہوں گے — اس قسط میں ناگ اُس سرخ بالوں والی لڑکی کی تلاش میں ہے جسے لارڈ بگال بن مانس کی خوراک بنانے کے لیے یہاں لایا تھا — مگر جب وہ گھر پہنچا تو بن مانس ہلاک ہو چکا تھا، لارڈ طیش میں آکر لڑکی کو قتل کرنا چاہتا ہے — اتنے میں ناگ سانپ کا روپ دھار کر اُسے ہلاک کر دیتا ہے — اس عرصہ میں سرخ بالوں والی لڑکی غائب ہو جاتی ہے — ناگ نے اُسے کیسے تلاش کیا اور اُس کی مدد کی — یہ آپ خود پڑھیں گے تو زیادہ لطف آئے گا — اگلی قسط تک کے لیے مجھے اجازت دیجیے — خدا حافظ

آپ کا

اے حمید

سرورق ہیرو [illegible] ایجنسی
جلال انور

بار اول : ۱۹۸۱ء
تعداد : دو ہزار
قیمت : چار روپے
ناشر : مکتبہ اقرأ — ۱۳/ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : الحسنہ پرنٹرز، لاہور

ترتیب

کالی آندھی

ناگ زخمی ٹانگ کے ساتھ لنگڑاتا ہوا مکان سے باہر آیا تو دیکھا کہ لڑکی دُور پہاڑی پگ ڈنڈی پر بھاگی جا رہی ہے — ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ لڑکی کی جان بچ گئی — لیکن یہ کہاں بھاگی جا رہی تھی — لڑکی دیہاتی نہیں معلوم ہوتی تھی، وہ شہر کی رہنے والی معلوم ہوتی تھی۔ کہیں اس علاقے میں وہ بھٹک نہ جائے، اس کی مدد کرنی چاہیے۔

یہ سوچ کر ناگ نے دوبارہ عقاب کی شکل اختیار کی اور ہوا میں اڑان بھر کر ایک منٹ میں لڑکی کے سر کے اوپر سے گزر کر کچھ دُور آگے جا کر جھاڑی میں اُترا اور انسان کی شکل میں آ گیا — اس کی ٹانگ اب زیادہ درد کرنے لگی تھی —

جب لڑکی بھاگتے ہوئے اس کے قریب سے گزری تو ناگ نے آہستہ سے کراہتے ہوئے اسے اپنے پاس بُلایا اور کہا :

"بہن، میں زخمی ہوں — کیا تم مجھے کہیں سے پانی لا کر پلاؤ گی ؟"

لڑکی رک گئی — ناگ کی زخمی ٹانگ کو دیکھ کر بولی :

"تمہیں کس نے زخمی کیا ہے؟"

لڑکی کا سانس پھولا ہوا تھا — ناگ نے کہا:

"تم اتنی تیز کیوں بھاگی جا رہی ہو — کیا تمہارے پیچھے کوئی چور لگا ہے؟"

لڑکی نے کہا:

"میں ایک ظالم شخص سے بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگی ہوں۔ میں ابھی تمہیں کہیں سے پانی لا کر دیتی ہوں، مگر یہاں تو پانی کہیں سے بھی نہیں ملے گا۔"

ناگ نے کہا:

"کوئی بات نہیں — میں بڑی سڑک پر جانا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے وہاں تک پہنچا دو گی، پھر میں کسی سواری میں بیٹھ کر شہر چلا جاؤں گا۔"

لڑکی نے کہا:

"شہر میں تو ہر طرف افراتفری مچی ہے — میں تمہیں کسی قریبی گاؤں میں چھوڑ آتی ہوں — آؤ میرے ساتھ۔"

لڑکی نے ناگ کو سہارا دے کر اٹھانا چاہا تو ناگ نے کہا:

"تم کون ہو اور تمہارے پیچھے کون لگا ہوا تھا۔ تم کس ظالم شخص کی بات کر رہی تھی؟"

لڑکی نے ناگ کو بتایا کہ ایک آدمی اسے اغوا کر کے مکان میں لے گیا تھا، پھر اسے قتل کرنے لگا تو ایک سانپ نے اس کی گردن سے پلٹ کر اسے ہلاک کر دیا اور وہ وہاں سے نکل کر بھاگ کھڑی ہوئی —

"میں شہر کی رہنے والی ہوں اور یہاں ایک قریبی قصبے میں اپنے رشتے داروں کے پاس آئی ہوئی تھی — میرے ساتھ آؤ، میں تمہارے زخم کا علاج کر دوں گی۔"

ناگ اٹھ کر اس کے ساتھ چلنے لگا — اس لڑکی کا گاؤں قریب ہی پہاڑیوں میں تھا۔ وہاں پہنچ کر لڑکی کے رشتہ داروں نے ناگ کے زخم کو دھو کر اس پر مرہم لگایا، پٹی باندھی اور اسے دودھ پینے کو دیا۔ ناگ اس گاؤں میں چھ سات دن رہا اور اس کا زخم کافی اچھا ہو گیا —

ایک دن وہ جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ وہاں اچانک باغی گروہ کے تین سپاہی گھوڑوں پر سوار بندوقیں اٹھائے آ گئے — انہوں نے آتے ہی مکان کے دروازے پر گولیاں چلائیں، گھر والے سہم گئے۔ اصل میں اس لڑکی کا باپ شاہی خاندان کا نوکر تھا — باغی اسے قتل کرنے آئے تھے — لڑکی کا باپ مکان کی پچھلی کوٹھڑی میں چھپ گیا۔ دو باغی اندر آ گئے۔ ایک باہر کھڑا رہا —

ناگ چارپائی پر لیٹا تھا — لڑکی اس کے لیے دلیا بنا رہی تھی۔ لڑکی کی ماں کپڑے صاف کر رہی تھی — سب سہم گئے — خوف کے مارے رنگ زرد ہو گئے — موت سامنے نظر آنے لگی۔ باغیوں نے پوچھا:

"موسیو کہاں ہے؟ ہم اسے لینے آئے ہیں۔"

اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اسے ساتھ لے جا کر راستے میں ہی قتل کر دیتے۔ لڑکی نے کہا:

"وہ تو یہاں نہیں ہیں۔"

"تم بکواس کرتی ہو۔"

ایک باغی نے کہا اور پھر دوسرے ساتھی کو کہا کہ اندر کوٹھڑی کی تلاشی لی جائے۔ ناگ اور لڑکی اور اس کی ماں پریشان ہو گئی کیونکہ لڑکی کا باپ کوٹھڑی میں چھپا ہوا تھا۔ اب ناگ خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھ سکتا تھا، کیونکہ یہ اس معصوم لڑکی کے باپ کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ وہ کوئی دم میں قتل ہونے والا تھا۔ وقت بہت کم تھا۔ ناگ نے چارپائی پر لیٹے لیٹے سانس لیا اور دوسرے لمحے سرخ بالوں والی لڑکی اور اس کی ماں کی چیخ نکل گئی، کیونکہ چارپائی پر سے، ان کے دیکھتے دیکھتے ناگ غائب ہو گیا اور اس کی جگہ سے ایک خونخوار دانتوں والا شیر اچھل کر اٹھا۔ اور اس نے وہیں کھڑے باغی کی گردن پر پنجہ مار کر ہلاک کیا اور پھر کوٹھڑی میں گھس گیا۔ کوٹھڑی میں سے شیر کی دھاڑ کی آواز آئی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

اتنے میں شیر کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔ وہ پورا منہ کھول کر دھاڑا اور چارپائی پر آ کر لیٹ گیا۔ دوسرے لمحے وہاں ناگ انسانی شکل میں لیٹا ہوا تھا۔ باغیوں کے گھوڑے خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے تھے۔

لڑکی اور اس کی ماں کے رنگ اڑ چکے تھے۔ وہ ایک طرف سہمی کھڑی تھیں۔ ناگ نے مسکرا کر کہا:

"گھبراؤ نہیں بہن، تمہارا باپ زندہ سلامت ہے۔ مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ جادو کے زور سے شیر نہ بنتا تو یہ لوگ تمہارے باپ کو قتل کر دیتے۔"

کوٹھڑی میں سے لڑکی کا باپ باہر نکل آیا۔ وہ بھی پریشان تھا۔ اس نے آتے ہی پوچھا:

"شیر کہاں چلا گیا۔ تم لوگ خیریت سے ہو ناں؟"

لڑکی نے کہا:

"ابا، شیر چارپائی پر لیٹا ہے۔"

"کیا کہ ؟"

"ہاں ابا، یہی مہمان شیر بن کر تمہاری جان بچانے اندر گیا تھا۔"

"میں نہیں مان سکتا، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

ناگ نے کہا:

"آپ کی جان بچ گئی۔ میں یہی چاہتا تھا۔ آپ کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اب آپ ان باغیوں کی لاشوں کو گڑھا کھود کر دفن کر دیں، تاکہ کوئی ثبوت باقی نہ رہے۔"

لڑکی کے باپ نے کہا:

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم شیر بن جاؤ۔ کیا تم جادوگر ہو؟"

لڑکی کی ماں بولی:

"ہاں، یہ نوجوان جادوگر ہے، اس نے تو کمال کر دیا۔"

لڑکی کے باپ نے اسی وقت پھاوڑا اٹھایا اور صحن میں گڑھا کھود کر تینوں باغیوں کی لاشوں کو اس میں دفن کر کے مٹی برابر کر دی۔

پھر اس نے ناگ سے کہا:

"جب تک تم مجھے میری آنکھوں کے سامنے شیر بن کر نہیں دکھاؤ گے مجھے یقین نہیں آئے گا۔"

ناگ مسکرا دیا۔ کہنے لگا:

"میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میرا جادو ویسے بھی صرف اس وقت کام کرتا ہے، جب اس کی ضرورت ہو۔ اچھا، اب میں آپ لوگوں سے اجازت چاہوں گا۔ میرا زخم اچھا ہو گیا ہے۔ آپ کی خدمت کا میں دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

اور ناگ ان لوگوں کو حیران چھوڑ کر وہاں سے نکل کر باہر آ گیا اور پہاڑیوں کی طرف جاتی پگڈنڈی پر روانہ ہو گیا۔ اسے انگلستان جا کر ماریا اور عنبر سے ملاقات کرنا تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح شہزادہ چارلس اور اس کی والدہ کو کشتی میں بٹھا کر سمندر پار کر کے انگلستان پہنچ گئے ہوں گے اور اب وہ لندن شہر کی کسی سرائے میں اس کا انتظار کر رہے ہوں گے، کیونکہ ان کے درمیان طے تھا کہ جب کبھی ایسا موقع آئے تو لندن کی کسی سرائے میں تلاش

کیا جائے۔

ناگ نے گاؤں سے دور آتے ہی گہرا سانس لے کر عقاب کی شکل بدلی اور اونچی اڑان لگا کر پہاڑیوں کے اوپر آ کر سمندر کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔ دن غروب ہو چکا تھا اور شام کا اندھیرا سمندر پر پھیلنے لگا تھا۔ ناگ سمندر کے اوپر آ گیا۔ اس نے دیکھا نیچے چٹانوں میں سمندر کی موجیں دور دور سے آ کر ٹکرا رہی تھیں۔ اندھیرے میں اسے سفید جھاگ اڑتی صاف نظر آ رہی تھی۔ ناگ بہت تیز اڑ رہا تھا رات ہوتے ہی وہ لندن پہنچ گیا۔ اسے دور سے لندن شہر میں جلنے والی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ وہ نیچے اترنے لگا۔

عین اس وقت ماریا اور عنبر سرائے کی کوٹھڑی میں بیٹھے کافی پی رہے تھے کہ انہیں زلزلے کا ہلکا سا جھٹکا محسوس ہوا، پھر دوسرا جھٹکا لگا۔ ماریا نے کہا:

"زلزلہ ہے شاید۔"

عنبر بولا:

"نہیں، یہ زلزلہ نہیں ہے، کیونکہ میز پر رکھی ہوئی پیالیاں اپنی جگہ سے ذرا بھی نہیں ہلیں۔"

"تو پھر یہ جھٹکا سا ہمیں کیوں لگا تھا؟"

عنبر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ماریا سے کہا:

"ماریا، میرا ہاتھ تھام لو۔"

"کیوں خیریت تو ہے؟" ماریا نے گھبرا کر پوچھا۔

عنبر نے کہا:

"ہم تاریخ میں پیچھے کی جانب جانے والے ہیں۔ وقت بدل رہا ہے۔ ہم پیچھے جا رہے ہیں۔ جلدی سے میرا ہاتھ تھام لو۔"

ماریا نے عنبر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب دونوں کو زبردست جھٹکے لگنے لگے اور پھر تیز آندھی کی سیٹیاں کانوں میں گونجنے لگیں۔ عنبر نے ماریا کو اور ماریا نے عنبر کو آواز دی، مگر وہ ایک دوسرے کی آواز نہ سن سکے۔ تیز ہوا کے تھپیڑوں میں ان کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ آندھی نے انہیں زمین سے اٹھا لیا تھا۔ اب وہ جیسے آسمان پر اڑ رہے ہوں۔ ان کے چاروں طرف تاریکی تھی۔ پھر اچانک عنبر کا ہاتھ ماریا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ عنبر نے ماریا کو آواز دی۔ اس کی آواز آندھی کے شور میں دب کر رہ گئی۔

عنبر نے اپنے آپ کو آندھی کے تھپیڑوں کے حوالے کر دیا۔

ادھر ناگ بھی عقاب کی شکل میں اس تیز آندھی کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ وقت اور تاریخ بدل رہی تھی۔ یہ تینوں ساتھی اور دوست تاریخ میں ایک دم سے کئی سو سال پیچھے جا چکے تھے۔ ان کو پہلے لندن کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں، اب وہاں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ناگ کو آندھی کے تیز تھپیڑے ہوا میں اڑائے لیے جا رہے تھے۔

جب آندھی ختم ہوئی تو اندھیرا بھی ساتھ ہی دور ہو گیا۔

رات تھی۔ اب دن کی روشنی صحرا میں پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ ایک دم سے چار سو سال پیچھے آ گیا تھا۔ صحرا میں سخت دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ ناگ عقاب کی شکل میں اڑتا چلا گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ چونکہ وہ واپسی کے سفر میں ہیں، اس لیے تاریخ ایک دم سے چار سو سال پیچھے چلی گئی ہے اور عنبر اور ماریا کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہوگا۔ خدا جانے وہ کس ملک میں چار سو سال پیچھے جا کر ظاہر ہوئے ہوں گے۔

دھوپ کی روشنی دریا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ کو دور ایک دریا سفید لکیر کی طرح بہتا دکھائی دیا۔ وہ دریا کی طرف اڑنے لگا۔ دریا کے کنارے کہیں کہیں درختوں کے ہرے بھرے جھنڈ تھے۔ ناگ اڑتے اڑتے تھک گیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ چار سو سال سے اڑتا چلا آ رہا تھا۔ وہ درختوں کے جھنڈ کی طرف دریا کے کنارے پر آ گیا۔ وہ درختوں کے پیچھے اتر گیا اور اترتے ہی اس نے انسانی شکل اختیار کر لی۔ ناگ کا لباس انقلاب فرانس کے زمانے کا تھا۔ یعنی تنگ پتلون، بوٹ اور چوڑے کالر والی قمیض، جس کے کف پھولے ہوئے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس لباس میں دیکھ کر لوگ اس کا مذاق بھی اڑائیں گے اور حیران بھی ہوں گے، کیونکہ وہ انقلاب فرانس کے زمانے سے چار سو سال پیچھے آ گیا ہے اور لوگوں کا لباس بدل چکا ہے۔ یہ زمانہ

چنگیز خان کا زمانہ تھا۔

جب اس کی خونخوار فوج ایران اور چین میں قتل عام کرنے کے بعد بغداد اور شام کی طرف بڑھ رہی تھی' لوگ لمبے کرتے پہنتے تھے اور سروں پر بڑی پگڑیاں یا عربی رومال باندھتے تھے۔

ناگ نے درختوں کے پیچھے سے دیکھا کہ دریا پر ایک گھاٹ بنا ہوا ہے، جہاں ایک کشتی مسافروں سے بھری ہے اور دریا پار کرنے کو تیار ہے۔ پھر کشتی دریا کے پاٹ کی طرف چل دی۔ گھاٹ پر دو چار آدمی ہی باقی رہ گئے۔ یہاں کھجوریں اور سنگتروں کے درخت تھے اور ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ بھی تھا۔ ناگ کو بھوک بھی لگ رہی تھی اور پیاس بھی لگ رہی تھی۔ اس نے زمین پر پڑی ہوئی کچھ کھجوریں اٹھا کر کھائیں اور چشمے پر منہ ہاتھ دھو کر پانی پیا۔ پھر وہ چشمے پر ہی بیٹھ کر سوچنے لگا کہ ماریا اور عنبر کس جگہ پر اترے ہوں گے؟

واپسی کے اس سفر میں وہ اسی طرح اچانک ایک دوسرے سے جُدا ہو کر چار پانچ سو سال پیچھے چلے جاتے تھے اور پھر عجیب عجیب حالات میں ایک دوسرے سے مل جاتے تھے۔ ناگ' ماریا اور عنبر کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس نے محسوس کیا کہ اس کے پیچھے کچھ لوگ کھڑے ہیں۔ ناگ نے پلٹ کر دیکھا۔ تین عربی لباس والے آدمی ناگ کے کپڑوں کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ ایک

نے ناگ سے اُس زمانے کی عربی زبان میں پوچھا:

"تم کون ہو؟ یہ تم نے کس قسم کے کپڑے پہن رکھے ہیں؟"

ناگ' عنبر اور ماریا کو یہ طاقت حاصل تھی کہ وہ ہر زمانے اور ملک کے لوگوں کی زبان بول لیتے تھے۔ اُس نے کہا:

"میں کون ہوں' کہاں سے آیا ہوں۔ میرا یہاں کس زمانے کا ہے؟ تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکو گے۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کس بادشاہ کا زمانہ ہے؟"

ناگ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ تاریخ میں کتنی لمبی چھلانگ لگا کر پیچھے آیا ہے۔ ایک آدمی نے کہا:

"یہ خلیفہ ناصرالدین عباسی کا بغداد ہے۔ بغداد، شام اور بابل پر عباسی خلیفہ کی حکمرانی ہے۔ اب بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

ناگ سمجھ گیا کہ وہ چنگیز خان کے زمانے میں نکل آیا ہے۔ اُس نے پوچھا:

"کیا چنگیز خان بغداد میں داخل ہو چکا ہے؟"

وہ لوگ قہقہہ مار کر ہنس دیے:

"اگر یہ بات تم نے خلیفہ کے سامنے کہی ہوتی تو وہ تمہاری گردن اڑا دیتے۔ احمق نوجوان، بھلا چنگیز خان میں اتنی ہمت ہے کہ وہ بغداد شہر میں داخل ہو سکے؟"

ناگ مسکرا دیا' وہ سمجھ گیا کہ ابھی چنگیز خان نے بغداد میں داخل ہو کر

تاریخ کا سب سے بڑا قتلِ عام نہیں کیا — اس نے ان لوگوں سے کہا:

"میں تمہیں ایک نصیحت کروں گا، جتنی جلدی ہو سکے اپنی اور اپنے بچوں کی جانیں بچا کر بغداد سے نکل جاؤ۔"

"وہ کیوں؟" ایک بوڑھے عرب نے پوچھا۔

ناگ نے کہا:

"اس لیے کہ تمہارے شہر بغداد میں خون کی ندیاں بہنے والی ہیں یہاں لوگوں کا اتنا قتلِ عام ہوگا کہ گلی گلی میں انسانی سروں کے انبار لگ جائیں گے — مسلمانوں کا خون پانی سے بھی سستا ہو جائے گا۔"

تینوں عرب کچھ ڈر گئے — ایک نے پوچھا:

"کیا تم کوئی جادوگر ہو! تمہیں آنے والے زمانے کی کیوں کر خبر ہے!"

ناگ نے کہا:

"یہ مت پوچھو، اگر تمہیں اپنی زندگیاں عزیز ہیں تو اپنے بال بچوں کو لے کر بغداد سے نکل جاؤ۔"

دوسرے نے پوچھا:

"مگر یہ قتلِ عام کون کرے گا؟"

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"چنگیز خان۔"

وہ عرب ایک بار پھر ہنس پڑے:

"تم بکواس کرتے ہو — تم چنگیز خان کے جاسوس ہو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اور ایک عرب تلوار نکال کر ناگ پر حملہ کرنے کو لپکا۔ ناگ نے گہرا سانس لیا اور عقاب بن کر اڑ گیا — تینوں عرب سانس روکے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے —

بارش میں لاش غائب

ماریا کا ہاتھ عنبر سے چھوٹ گیا تھا۔

وہ کالی آندھی میں آسمانوں میں اڑتی ہوئی ایک دم سے نیچے آنے لگی۔ اندھیرے کی بلندی دور ہو گئی تھی اور نیچے زمین کے درختوں پر روشنی ہو رہی تھی۔ ماریا سمجھ گئی تھی کہ وہ بھی عنبر کے ساتھ ہی زمانے کی چھلانگ لگا کر پیچھے چلی گئی ہے اور اب کسی اجنبی ملک میں آ گئی ہے۔ ان کی واپسی کا سفر اسی طرح ہو رہا تھا۔ ماریا کو ہواؤں نے آہستہ سے زمین پر لا کر کھڑا کر دیا۔

ماریا نے آس پاس دیکھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ موسم گرمیوں کا تھا اور دور تک کھیت اور درخت نظر آ رہے تھے۔ ایک پکی سڑک پر بیل گاڑی جا رہی تھی۔ ماریا کو عنبر اور ناگ کا خیال ستانے لگا۔ خدا جانے وہ انقلاب فرانس کے زمانے سے نکل کر کس کس شہر میں جا کر اترے ہوں گے۔ ماریا یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ کس ملک میں ہے اور یہ کس بادشاہ کا زمانہ ہے تاکہ اسے پتا چل سکے کہ وہ واپسی کے سفر میں کتنے سال پیچھے آ گئی ہے۔

جس سڑک پر بیل گاڑی جا رہی تھی ماریا بھی اس پر آ گئی۔ ایک آدمی بیل گاڑی کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس کے سر پر سفید چھوٹی پگڑی تھی، جسم پر سفید کرتا اور سفید دھوتی تھی۔ اس کے ماتھے پر سرخ تلک لگا تھا۔ ماریا کو خیال آیا کہ ہو نہ ہو وہ پرانے ہندوستان میں آ گئی ہے۔ وہ کس طرح معلوم کرے کہ یہ کونسا ملک ہے۔ وہ کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔

آس پاس دور تک کوئی آبادی بھی نہیں تھی۔ ماریا نے زمین سے درختوں کے اوپر تک اونچا ہو کر ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ تاکہ وہ جلدی کسی آبادی میں پہنچ جائے اور پتا چلا سکے کہ کس ملک میں ہے۔ آم اور ناریل کے درختوں سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہندوستان میں آ گئی ہے۔ ایک گھنٹہ اڑنے کے بعد ماریا کو دور سنہری مندروں کے کلس دکھائی دیے۔ یہاں سرخ پتھروں کی پہاڑیوں میں دریا بہتا تھا۔ دریا کے دوسرے کنارے پر ایک راجہ کا محل نظر آ رہا تھا۔ شہر کی دیوار کے اندر لوگوں کے اکثر مکان تھے مندر تھے۔ بازار تھے۔ یہاں ماریا اتر گئی۔ ایک آدمی دوسرے سے دلّی کے بادشاہ سلطان التمش کے بارے میں بات کرتا گزر گیا۔ ماریا سمجھ گئی کہ وہ ہندوستان میں ہے اور یہ سلطان التمش کا زمانہ ہے اور دور دور ریاستوں میں ہندو راجے سلطان کی نگرانی میں حکومت کرتے ہیں۔ یہ بھی کسی ہندو راجے کی ریاست تھی۔

ماریا نے محسوس کیا کہ لوگوں کے چہرے اداس ہیں — بازاروں کی
دکانیں بھی بند تھیں اور راجہ کے محل پر کالا جھنڈا لہرا رہا تھا — کچھ
لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوا کہ ریاست کا نوجوان راجکمار مر گیا
ہے — ماریا نے سوچا کہ اسے ہندوستان کے سمندر کی طرف نکل جانا
چاہیے تاکہ وہاں سے کسی سمندری جہاز میں سوار ہو کر انگلستان کی
طرف نکل جائے — اور وہاں جاکر عنبر اور ناگ کو تلاش کرے۔

ماریا ریاست کے شہر کے بازاروں میں ہی گھوم رہی تھی کہ آسمان
پر کالی گھٹا امڈ کر چھا گئی اور بڑے زور کی ہوا چلنے لگی — ماریا نے
سوچا کہ اسے شہر سے باہر کسی جگہ جا کر پناہ لینی چاہیے تاکہ جب
آندھی رکے تو وہیں سے سمندر کی طرف روانہ ہو جائے۔ اس وقت
دن کے چار بجے کا وقت ہوگا۔ ماریا شہر کے دروازے سے نکل کر
پہاڑی کے اوپر جاتی پتھریلی چھوٹی سڑک پر چلنے لگی — نیچے دریا بہہ
رہا تھا —

ماریا پہاڑی کے اوپر آ گئی۔ یہاں پہاڑی میں ایک غار تھا اور
دیواروں کے اندر چھوٹے چھوٹے گڑھے کھود کر بیٹھنے کو جگہ بنا دی
گئی تھی۔ یہ حجرے سے تھے۔ شاید یہاں بوڑھے سادھو آ کر خدا کی
عبادت کیا کرتے ہوں گے۔ غار کے سامنے ایک پتھر کی چار دیواری تھی۔
دیوار دو فٹ اونچی تھی — آندھی یہاں تک آتے آتے ہلکی ہو گئی تھی۔
کالی گھٹا ویسے ہی تھی۔ بارش ہونے والی تھی۔ ماریا نے چار دیواری کے

اندر جا کر دیکھا۔ وہاں زمین پر جگہ جگہ راکھ بکھری ہوئی تھی اور کہیں کہیں
انسانی ہڈیاں پڑی تھیں —

ماریا سمجھ گئی کہ یہ ہندوؤں کا قبرستان ہے — یہاں ہندو لوگ
اپنے مردے جلاتے تھے — اور جب مردہ جل کر راکھ ہو جاتا تھا تو
راکھ میں کچھ ہڈیاں یادگار کے لیے اپنے ساتھ لے جاتے تھے —

ماریا نے سن رکھا تھا کہ اس قسم کے شمشان میں اکثر مُردوں
کی بدروحیں بھٹکتی رہتی ہیں۔ جہاں ہندوؤں کے مُردے جلائے جاتے
ہیں، اس جگہ کو شمشان کہتے ہیں — رات کو یہاں چڑیلیں بھی پھرا کرتی
ہیں، مگر ماریا کو کوئی ڈر نہیں تھا — وہ سوچنے لگی کہ آندھی تھم گئی
ہے، وہ آگے نکل جائے اور پہاڑی پر سے اڑتی ہوئی دوسرے علاقوں
کی طرف چلی جائے، مگر بوندا باندی شروع ہو گئی۔ ماریا نے سوچا کہ
شام ہونے والی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آج کی رات اسی جگہ غار کے
کسی حجرے میں آرام کیا جائے اور کل صبح سفر پر روانہ ہو جائے —

یہ فیصلہ کر کے ماریا سامنے والے غار کے ایک چبوترے پر
آ کر بیٹھ گئی — یہاں بارش بھی نہیں آ رہی تھی اور باہر کا نظارہ بھی
دکھائی دیتا تھا —

شام کا اندھیرا پھیل گیا تھا — بوندا باندی رک گئی — ہر طرف برسات
کے موسم کا سیاہ کالا اندھیرا چھا گیا تھا — کسی وقت بادلوں کی ہلکی
ہلکی گرج سنائی دے جاتی تھی۔ ماریا خاموش غار کے باہر چبوترے پر

بیٹھی مُردوں کی بدروحوں اور شمشان میں راتوں کو پھرنے والی چڑیلوں کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کچھ لوگ شمشان کی طرف چلے آ رہے ہیں — تھوڑی دیر بعد لالٹین کی روشنی نظر آئی —

ماریا نے دیکھا کہ چار آدمی ایک جنازہ اُٹھائے چلے آ رہے ہیں۔ ایک آدمی آگے آگے لالٹین اٹھائے روشنی کر رہا ہے۔

ماریا نے کوئی زیادہ دلچسپی نہ لی — وہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ کوئی ہندو مُردہ ہے، جسے آگ کی چتا پر جلا کر یہ لوگ واپس چلے جائیں گے — یہ لوگ جنازہ جسے ہندو ارتھی کہتے ہیں، لے کر شمشان کی دیوار کے اندر آ گئے — مُردہ سفید کپڑے میں لپٹ کر بانس کی چھوٹی چارپائی پر لٹا رکھا تھا۔

انہوں نے لاش ایک پتھر کے چبوترے پر رکھ دی۔ ابھی وہ لکڑیاں اٹھا کر اس پر رکھنے ہی لگے تھے کہ ایک دم سے چھاچھم مینہ برسنے لگا۔ وہ غار کی طرف بھاگے۔ جہاں ماریا بیٹھی تھی — مُردہ انہوں نے وہیں رہنے دیا — ایک آدمی نے بلند آواز سے کہا :

"ارے اُدھر مت جاؤ، اُدھر بھوت چڑیلیں رہتی ہیں۔"

جو تین آدمی ماریا کی طرف بھاگے آ رہے تھے، وہیں سے ڈر کے مارے واپس ہو گئے — یہ پانچوں آدمی شمشان کی دیوار کے دوسری طرف کسی جگہ بارش سے چھپ کر بیٹھ گئے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ بارش

رُکے تو وہ مُردے کو آگ لگا کر جلائیں۔

شمشان میں اب کوئی نہیں تھا — مُردہ بانس کی چارپائی پر سیدھا پڑا تھا — کالی رات تھی، آسمان بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ موسلادھار بارش ہو رہی تھی — ماریا غار کے چبوترے پر بیٹھی مُردے کی چارپائی کو دیکھ رہی تھی کہ وہ چونک اُٹھی — اس نے دیکھا کہ مُردہ چارپائی پر سے اُٹھ کر بیٹھ گیا — اس نے اپنے منہ پر سے کفن پرے ہٹا دیا اور اپنے ارد گرد دیکھا، جیسے حیران ہو رہا ہو کہ میں کہاں آ گیا ہوں۔ ماریا یہ سارا نظارہ خاموشی سے دیکھ رہی تھی — وہ بھی حیران تھی کہ مُردے میں جان کیسے پڑ گئی؟ پھر اُسے خیال آیا کہ یہ مُردے کی بدروح ہے جو اُسے اٹھا کر شمشان سے باہر لے جا رہی ہے — باہر جاتے ہی بدروح دوبارا نکل جائے گی اور مُردہ پھر زمین پر منہ کے بل گر پڑے گا —

مُردہ چبوترے سے اُتر آیا اور سیدھا اس غار کی طرف آیا، جس کے چبوترے پر ماریا بیٹھی تھی — ماریا نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کی — وہ وہیں بیٹھی رہی — مُردہ اس کے قریب سے گزر کر غار کے اندر گیا اور پھر اُس کے اندھیرے میں غائب ہو گیا — ماریا اُٹھ کر مُردے کے پیچھے گئی کہ وہ اندر کیا کر رہا ہے — غار میں آگے اندھیرا تھا، پھر بھی ماریا میں اتنی طاقت آ گئی تھی کہ وہ اندھیرے میں بھی دیکھ لیتی تھی —

کیا دیکھتی ہے کہ مُردہ زمین پر گرا پڑا ہے — سمجھ گئی کہ بدروح
اُس کے جسم سے دوبارہ نکل گئی ہے — لیکن ماریا کو سانس لینے کی ہلکی سی
آواز سُنائی دی — وہ مُردے پر جھک گئی — اُس کی نبض چل رہی تھی
اور وہ سانس لے رہا تھا —

ماریا نے دیکھا کہ مُردہ ایک سولہ سترہ سال کا ایک خوب صورت
نوجوان لڑکا تھا، جس کے بال سیاہ اور گھنگھریالے تھے — ماریا نے اُس
کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا اُس کا دل دھڑک رہا تھا - یہ تو زندہ ہے۔
ماریا نے سوچا، یہ چکر کیا ہے؟ راز کیا ہے؟

ماریا باہر آگئی — بارش ختم گئی تھی - اس کے ساتھ ہی پانچوں
آدمی باتیں کرتے شمشان کی دیوار کے اوپر سے ہو کر چبوترے پر آگئے۔
اچانک ان میں سے ایک آدمی چلّایا:

"لاش غائب ہے۔"

چاروں بھاگ کر چبوترے پر چڑھ گئے — چارپائی خالی پڑی تھی - وہ
گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے —

"کیا وہ زندہ تھا؟"

"نہیں، اُسے دیوتا اٹھا کر لے گئے ہیں — ہم اس کے ساتھ
ظلم کرنے لگے تھے — اب ہماری خیر نہیں ہے — زندگی چاہتے ہو تو میری
مانو اور یہاں سے بھاگ چلو۔"

"ارے اُلّو کے پٹھے وزیر ہم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے

گا، چلو اُسے تلاش کرو — وہ ہوش میں آگیا ہوگا، یہیں کسی جگہ چھپا
ہوگا — آؤ، اس سامنے والے غار میں دیکھتے ہیں۔"

چاروں بولے:

"ہرگز نہیں، اس غار میں چڑیلیں رہتی ہیں، ہم اس غار میں نہیں
جائیں گے۔"

"ارے کمبختو، تو پھر دوسری جگہ تلاش کرو — راجکمار نہ ملا تو
ہم سب کو وزیر آگ میں ڈال دے گا۔"

وہ پانچوں آدمی راجکمار کی تلاش میں اندھیرے میں شمشان کے
دوسری طرف پہاڑی کی طرف نکل گئے — ماریا نے غار کے اندر جا کر
راجکمار کے ماتھے پر ہاتھ رکھا - وہ ہوش میں آگیا — ماریا ساری بات کو
سمجھ گئی تھی — ریاست کے وزیر نے راجکمار کو کوئی خاص دوا پلا کر
بے حس کر کے اعلان کرا دیا کہ راجکمار مر گیا ہے اور پھر اپنے آدمیوں کے
ہاتھوں اُسے شمشان میں پہنچا دیا کہ اس کی لاش کو آگ لگا دی جائے۔
راجکمار نے آنکھیں کھول کر اندھیرے میں دیکھا — اُسے غار میں کوئی
انسان دکھائی نہ دیا — پھر یہ کس نے اپنا ہاتھ اُس کے ماتھے پر رکھا ہوا
تھا — ماریا نے اپنا ہاتھ اُٹھا لیا —

راجکمار نے پوچھا:

"میرے اجنبی دوست، تم کون ہو؟"

ماریا نے کہا:

"تم مجھے دیکھ نہیں سکتے۔"

راجکمار بولا:

"کیا تم آکاش کی دیوی ہو؟"

ماریا بولی:

"تم یہی سمجھ لو۔"

راجکمار نے کہا:

"تم ضرور میری مدد کرنے آئی ہو گی۔ مجھے وزیر نے کچھ پلا دیا تھا۔ میں بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو میں شمشان میں چتا پر پڑا تھا۔ وزیر مجھے مار کر تخت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔"

ماریا نے پوچھا:

"کیا تمہارے ماں باپ کو اس حادثے کی خبر نہیں ہوئی؟"

راجکمار ٹھنڈا سانس بھر کر بولا:

"میرے ماتا پتا مر چکے ہیں۔ میں تخت کا وارث ہوں۔ وزیر مجھے راستے سے ہٹا کر خود راجہ بننا چاہتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ رعایا میرے ساتھ ہے۔ اسی لیے اُس نے مجھے بے ہوش کر کے میری موت کا اعلان کروا دیا، تاکہ رعایا کوئی اعتراض نہ کرے اور اُسے شک بھی نہ ہو۔"

ماریا نے کہا:

"میں تمہیں تمہارا تخت دلوانے میں تمہاری مدد کروں گی۔ تم میرے

ساتھ شاہی محل میں چلو۔"

راجکمار بولا:

"نہیں دیوی، میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈالوں گا۔ میں بھی شاہی محل کی طرف نہیں جاؤں گا۔"

ماریا نے پوچھا:

"کیوں ایسی کون سی خطرے کی بات ہے؟"

راجکمار کہنے لگا:

"دریا کے اوپر چٹان میں ایک مندر ہے۔ اس مندر میں ایک جادوگر پجاری رہتا ہے۔ وہ وزیر کا گہرا دوست ہے۔ اسی نے مجھے کوئی ایسی شے پلا دی تھی کہ میرا سانس رُک گیا۔ دل کی حرکت بند ہو گئی، مگر میں زندہ رہا۔ وزیر چاہتا تھا کہ میں زندہ آگ میں جل کر راکھ بن جاؤں، کیونکہ جادوگر پجاری نے وزیر کو خبردار کیا تھا کہ اگر مجھے پہلے قتل کر کے آگ میں جلایا گیا تو میری روح اسے چین سے نہیں بیٹھنے دے گی۔"

ماریا نے کہا:

"میں اس جادوگر پجاری سے بھی نمٹ لوں گی۔ میں آکاش کی دیوی ہوں۔"

راجکمار بولا:

"نہیں دیوی جی، آپ اس جادوگر پجاری کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

اس کی طاقت کا کوئی حساب نہیں۔ وہ جادو کے زور سے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتا ہے۔ وہ بیس سال تک دریا کے اندر ڈوب کر جادو کے منتر پڑھتا رہا ہے۔ اس کی شکل بھی مگرمچھ کی طرح ہو گئی ہے۔ آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

ماریا کہنے لگی:

"تم نے مجھے اپنی دکھ بھری کہانی سُنادی ہے راجکمار۔ اب میرا فرض بنتا ہے کہ میں تمہاری مدد کروں اور تمہیں وزیر کے ظلم وستم سے نجات دلا کر تمہارا حق تمہیں واپس دلواؤں اور قاتل کو اس کے ظلم کی سزا دوں۔"

راجکمار نے کہا:

"تو کیا آپ جادوگر پجاری کا مقابلہ کریں گی دیوی؟"

ماریا بولی:

"صرف مقابلہ ہی نہیں کروں گی بلکہ اُسے ہلاک کر کے تمہارے پاس آؤں گی اور پھر تمہیں لے کر شاہی محل میں جاؤں گی اور وزیر کو قیدی بنا کر تمہارا تخت تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

راجکمار اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ ماریا کو دیکھ تو نہیں سکتا تھا، مگر جس طرف سے ماریا کی آواز آ رہی تھی، اس طرف منہ کر کے غور کرنے لگا کہ یہ غیبی دیوی اتنے زبردست جادوگر کا مقابلہ کر سکے گی۔

ماریا بولی:

"لیکن تم اس غار میں مت ٹھہرو۔ میرے ساتھ کسی دوسری جگہ چلیں اور وہاں جا کر چھپ کر میرا انتظار کرو، کیونکہ ہو سکتا ہے، وزیر کے آدمی تمہاری تلاش میں اس غار میں بھی آ جائیں۔ کیا یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں تم پناہ لے سکو۔"

راجکمار نے کہا:

"اسی پہاڑ کے اُوپر ایک چھوٹا غار ہے، میں وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔"

ماریا نے راجکمار کو ساتھ لیا اور پہاڑی کے اُوپر والے غار میں آ گئی۔ یہ غار چھوٹا سا تھا مگر پہاڑی کے اندر جا کر ایسی جگہ پر تھا جہاں کسی کو شک نہیں پڑ سکتا تھا۔ ماریا نے راجکمار کو اس غار میں چھوڑا اور خود وزیر کے محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ کالی گھٹا اسی طرح چھائی ہوئی تھی اور ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ماریا پہاڑی سے نیچے اُتر کر ہوا میں تیز تیز اُڑنے لگی۔ وہ راجہ کے محل کی چھت پر پہنچ گئی۔ محل کے اندر مومی شمعیں اور فانوس روشن تھے۔ ماریا نے ایک شاندار کمرے میں وزیر کو دیکھا۔ وہ پریشان تھا اور بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ راجکمار کی لاش گم ہو گئی تھی۔ یہ بڑی پریشانی کی بات تھی۔ راجکمار کسی وقت بھی بادشاہ التمش کی مدد لے کر اس کے محل پر قبضہ کر سکتا تھا، جو لوگ راجکمار کو زندہ جلانے کے لیے گئے تھے، وہ سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ وزیر نے جو اب راجہ بن چکا تھا، حکم دیا کہ راجکمار کو صبح

ہونے سے پہلے پہلے تلاش کر کے اس کی گردن کاٹ کر پیش کی جائے۔

"اگر تم راجکمار کا سر کاٹ کر نہ لائے تو تمہیں شیروں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔"

جب وہ لوگ چلے گئے تو وزیر نے اپنے خاص ساتھی سے کہا:

"جادوگر پجاری کو جا کر خبر کرو کہ ہم نے اسے یاد کیا ہے۔ ہم پر جو مصیبت پڑی ہے، اُسے بتا دینا۔"

اُس آدمی کے ساتھ ہی ماریا بھی محل سے باہر نکل آئی۔ محل سے باہر آ کر اس آدمی نے گھوڑا دوڑا دیا۔ ماریا اُس کے ساتھ ساتھ ہوا میں اُڑتی جا رہی تھی۔

اُدھر زبردست جادو کی طاقت والا جادوگر پجاری دریا کے اوپر والی چٹان کے مندر میں رات کے پچھلے پہر دیوی کی پوجا کے لیے اُٹھا۔ اس نے دیوی کے بت کے آگے سات بار سر جھکایا اور پھر اپنے منڈے ہوئے سر پر کیسری رنگ کا لمبا تلک لگایا۔ اچانک دیوی کے بت کی آنکھوں میں روشنی ہو گئی۔ جادوگر پجاری نے دیوی کی طرف دیکھ کر ہاتھ جوڑے اور کہا:

"کیا حکم ہے دیوی؟"

دیوی نے کہا:

"راجکمار گم ہو گیا ہے۔ وزیر اسے ہلاک نہیں کر سکا۔ وزیر کا خاص آدمی تمہارے پاس آ رہا ہے۔"

جادوگر پجاری نے حیرانی سے کہا:

"راجکمار گم ہو گیا ہے۔ یہ تو بڑی بُری بات ہو گئی۔ راجکمار اس وقت کہاں ہو گا؟"

دیوی نے کہا:

وزیر کے آدمی کے ساتھ ساتھ ایک ایسی عورت تمہیں تباہ و برباد کرنے آ رہی ہے۔ جو پانچ ہزار سال سے زندہ ہے اور غائب ہے۔ اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تم بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اس عورت نے راجکمار کو کسی جگہ چھپا دیا ہے۔ چونکہ راجکمار پر اس عورت کا سایہ پڑ گیا ہے اس لیے اس کا میں بھی پتا نہیں چلا سکتی کہ راجکمار کہاں ہے۔"

جادوگر پجاری بولا:

"میں اس عورت کو اپنے منتروں سے بھسم کر دوں گا۔"

دیوی نے کہا:

"نہیں، تم میری مدد کے بغیر اس عورت پر قابو نہیں پا سکتے۔"

جادوگر پجاری نے کہا:

"تو میری مدد کرو اے دیوی، تاکہ میں اس غیبی عورت کو جو کہ میری دشمن ہے، قتل کر دوں۔"

دیوی بولی:

"اس عورت کا نام ماریا ہے۔ اُسے دنیا کی کوئی طاقت ہلاک نہیں

کر سکتی — ہاں میری مدد کے ساتھ تم اسے اپنے مندر میں قابو کر کے قید میں بند رکھ سکتے ہو۔

دیوی نے کہا :

"تم فوراً یہاں سے دریا کے کنارے گھاٹ پر چلے جاؤ، وہاں ایک کشتی تمہارا انتظار کر رہی ہے — اس میں سوار ہو کر دریا کے درمیان میں جا کر میرا منتر جو میں تمہیں بتاؤں، اسے سات بار پڑھو — تم اژدہا سانپ بن جاؤ گے — ماریا تمہاری تلاش میں اس کشتی میں آئے گی — سانپ بن کر تم اُسے دیکھ سکو گے، پھر تم اُسے گردن پر ڈس دینا جونہی تمہارا زہر اس کے جسم میں داخل ہوا، وہ اپنا آپ بھول کر تمہاری غلام بن جائے گی — پھر تم جو اسے حکم دو گے، وہ اس پر عمل کرے گی — اب جلدی سے چلے جاؤ — ماریا مندر میں پہنچنے ہی والی ہے۔"

جادوگر پجاری کو دیوی نے جادو کا خفیہ منتر بتایا اور اُس کی آنکھوں کی روشنی بجھ گئی۔ جادوگر پجاری اسی وقت مندر سے نکل کر دریا کے گھاٹ کی طرف روانہ ہو گیا —

دریا پر ایک کشتی کھڑی تھی — وہ کشتی میں سوار ہوا اور اُسے دریا کے پاٹ میں لے گیا — دریا کے بیچ میں جا کر اس نے دیوی کا منتر سات بار پڑھا اور وہ انسان سے سیاہ رنگ کا ایک اژدہا سانپ بن گیا —

جادوگر پجاری کی ایک فٹ لمبی پتلی دو شاخوں والی زبان بار بار باہر نکل رہی تھی — اور وہ پھنکار رہا تھا — وہ کشتی میں ایک طرف چھپ کر ماریا کا انتظار کرنے لگا —

ماریا اور جادوگر سانپ

ماریا وزیر کے آدمی کے ساتھ مندر میں پہنچ گئی۔

جادوگر پجاری وہاں نہیں تھا۔ وزیر کے آدمی نے اُسے اِدھر اُدھر آوازیں۔ جب وہ کہیں نہ ملا تو نیچے دریا کی طرف دیکھا۔ دریا کے بیچ میں ایک کشتی دکھائی دی جو آہستہ آہستہ کنارے کی طرف آرہی تھی۔ مگر اس میں کوئی انسان نظر نہیں آرہا تھا۔ وزیر کے آدمی نے سوچا کہ شاید جادوگر پجاری گھاٹ پر نہانے گیا ہے۔ وہ دریا کی طرف آگیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی۔ کشتی اپنے آپ بہتی کنارے پر آن لگی۔ وزیر کا آدمی کشتی میں سوار ہوکر اُسے دریا کے دوسرے کنارے کی طرف لے جانے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ جادوگر پجاری دریا کے دوسرے کنارے پر ہوگا۔

جادوگر پجاری اژدہا کی شکل میں کشتی کے اندر ہی چھپا ہوا تھا اور ماریا کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ کشتی میں آکر بیٹھے اور وہ اُسے ڈس دے۔ جادوگر پجاری نے اُسے دیکھ لیا تھا۔ ماریا کا رنگ نیلا تھا۔ اور اس کے سنہری بال لمبے تھے۔ وہ ایک خوبصورت لڑکی

ماریا ہوا میں کشتی کے اوپر اوپر اڑتی جا رہی تھی۔

جادوگر پجاری نے دل ہی دل میں دیوی کا خیال کیا اور اُس سے التجا کی کہ وہ ماریا کے دل میں کشتی پر سوار ہونے کا خیال ڈالے۔ وزیر کا آدمی چپو چلاتے ہوئے کشتی کو دریا کے دوسرے کنارے کی طرف لیے جا رہا تھا۔ جوں ہی کشتی دریا کے بیچ میں پہنچی، ماریا کے دل میں خیال آیا کہ اسے کشتی میں جا کر بیٹھ جانا چاہیے تھا۔ وہ ہوا میں سے اُتر کر کشتی میں آکر دوسرے کونے میں بیٹھ گئی۔

جادوگر پجاری بہت خوش ہوا۔ دیوی اس کی برابر مدد کر رہی تھی۔ ماریا بڑے اطمینان سے بیٹھی تھی۔ اُس کے خواب میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ کوئی اُسے بھی دیکھ سکتا ہے۔ جادوگر پجاری اُسے برابر دیکھ رہا تھا اور ڈسنے کے لیے موقع کی تلاش میں تھا۔

آخر جادوگر پجاری کو موقع مل گیا۔ ماریا کا دھیان دوسری طرف ہوا تو جادوگر پجاری اژدہا سانپ کی شکل میں باہر نکل آیا۔ اس نے جو پھنکار ماری تو وزیر کے آدمی کی جان ہی نکل گئی۔ اُس نے چپو اُٹھا کر سانپ پر حملہ کر دیا لیکن سانپ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے کر کشتی میں گرا دیا۔ سانپ کی پھنکار پر ماریا نے چونک کر پیچھے گردن موڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک بہت بڑا سیاہ سانپ وزیر کے آدمی کے گرد کنڈل مارے اسے کشتی میں گرائے ہوئے ہے اور اس کی طرف پھنکاریں مارتا ہوا بڑھ رہا ہے۔

ماریا نے گرا ہوا چپو اٹھایا اور سانپ کی گردن پر حملہ کیا —
سانپ بھی غافل نہیں تھا — اس نے گردن پیچھے کر لی — ماریا حیران
تھی کہ یہ کیسا سانپ ہے جو اُسے دیکھ رہا ہے، کیونکہ سانپ ٹھیک
ماریا کی سیدھ کی طرف بڑھ کر اسے ڈسنے کی کوشش کر رہا تھا —
جادوگر سانپ نے ایک جھکولا کھایا اور لپک کر ماریا کی گردن پر
ڈس دیا —

ماریا کی گردن پر سانپ کے دانت لگے تو وہ دنگ رہ گئی
کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا — زہر نے اس کے جسم میں داخل ہو کر جادو
کا اثر کر دیا اور اسے یوں لگا جیسے اس کا سارا جسم سو گیا ہے۔
اُسے کچھ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے اور وہاں کیا کرنے آئی تھی — وہ
کشتی میں اپنی جگہ پر کھڑی سانپ کو دیکھ رہی تھی —

جادوگر پجاری نے دوبارا انسان کی شکل اختیار کر لی — وزیر
آدمی اس کی طاقت ور گرفت میں آکر ہلاک ہو چکا تھا — جادوگر پجاری
نے اسے دریا میں پھینک دیا — اور ماریا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
دیکھتے ہوئے بولا :

" ماریا، اب تو میری غلام ہے۔ تم وہی کرو گی جو میں حکم دوں
گا — کیا تم تیار ہو ؟"

ماریا کے منہ سے جیسے اپنے آپ نکل گیا :

" میں تمہارا حکم بجا لانے کے لیے تیار ہوں — میں وہی کروں
جو تم مجھے کہو گے"

جادوگر پجاری بولا :

"تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں تم سے زیادہ طاقت ور ہوں —
تمہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا، مگر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور میں نے
تمہیں جادو کے زور سے اپنے قابو میں بھی کر لیا ہے"

ماریا بولی :

" ہاں اے جادوگر میں تمہاری طاقت کو مانتی ہوں۔ تم مجھ
سے زیادہ طاقت ور ہو"

جادوگر پجاری نے کہا :

"پہلی بات مجھے یہ بتاؤ کہ راجکمار اس وقت کہاں ہے"

ماریا نے کہا :

" یہ تو میں بھول گئی ہوں — میری یادداشت گم ہو چکی ہے۔
مجھے کچھ بھی یاد نہیں کہ تم کس راجکمار کی بات کر رہے ہو"

جادوگر پجاری نے سر پکڑ لیا — اُس کو اس بات کا خیال
ہی نہیں رہا تھا کہ جب وہ ماریا کو ڈسے گا اور وہ اپنی یادداشت
کھو بیٹھے گی تو وہ راجکمار کے ٹھکانے کو بھی بھول جائے گی —
مصیبت یہ تھی کہ راجکمار پر ماریا کا سایہ پڑ چکا تھا۔ اس کے سائے
کی وجہ سے جادوگر اس کا کھوج نہیں لگا سکتا تھا — اس کا جادو بے
بس تھا —

جادوگر پجاری نے ماریا سے کہا:

"چلو اوپر میرے مندر میں چلو — وہاں چل کر میں تمہیں دوسرا حکم دوں گا۔"

ماریا کشتی سے اُتر کر دریا پر چلنے لگی۔ جادوگر پجاری بھی کشتی چھوڑ کر دریا پر چلنے لگا — وہ بہت بڑا جادوگر تھا اور اس کے لیے دریا پر چلنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ مندر میں پہنچ کر جادوگر پجاری نے کو ایک کوٹھری میں جانے کو کہا — ماریا کوٹھری میں گئی تو جادوگر نے اس کا دروازہ بند کر کے باہر تالا لگا دیا —

ماریا اب جادوگر کے قبضے میں آ چکی تھی — وہ اس کی مرضی کے بغیر کوٹھری سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکال سکتی تھی — ماریا کوٹھری کے اندھیرے میں ایک نیلی عورت کا بُت بن کر کھڑی تھی۔ اسے نہ عنبر یاد آ رہا تھا اور نہ ناگ کا خیال ہی آ رہا تھا —

صبح ہو گئی۔ جادوگر پجاری نے دیوی کو بُلا کر بتایا کہ ماریا کو اس نے قید کر لیا ہے، لیکن وہ راجکمار کا ٹھکانا بھول گئی ہے — اب راجکمار کو کیسے تلاش کیا جائے —

دیوی نے کہا:

" اپنے وقت پر راجکمار بھی آ جائے گا — ابھی تم ماریا کو کوٹھری میں بند رکھو، کیونکہ اگر کوٹھری سے نکل گئی تو تمہاری زندگی خطرے

میں پڑ جائے گی، کیونکہ ماریا یہ سفر تنہا نہیں طے کر رہی — اس کے دو بھائی ناگ اور عنبر بھی اس کے ساتھ ہیں، جن کے آگے تمہارا بھی جادو نہیں چل سکے گا اور وہ تمہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔"

جادوگر پجاری نے جلدی سے کہا:

"میں ماریا کو کوٹھری میں ہی بند رکھوں گا — اگر اس سے کوئی کام لوں گا تو اس کی خود نگرانی کروں گا۔"

دن کافی نکل آیا تو وزیر کا ایک آدمی جادوگر پجاری کو بُلانے آ گیا — جادوگر پجاری محل میں پہنچا تو وزیر نے بتایا کہ راجکمار غائب ہو گیا ہے —

جادوگر پجاری نے کہا:

"اے وزیر! مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے — تم فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد راجکمار کو تلاش کر کے تمہاری خدمت میں پیش کروں گا۔"

وزیر نے حیرانی سے کہا:

"کیا تم اپنے جادو کے ذریعے راجکمار کا پتا نہیں چلا سکتے؟"

جادوگر پجاری نے کہا:

"اس میں ایک خاص راز ہے جو میں تمہارے آگے بیان نہیں کر سکتا، لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ راجکمار مجھ سے بھاگ کر کہیں نہیں جائے گا اور تم بے فکری سے تخت پر بیٹھ کر راج کرو۔ تمہارے محل کو کوئی خطرہ نہیں ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وزیر خوش ہوگیا۔ یہی وہ چاہتا تھا۔

اُدھر راجکمار پہاڑی کے اُوپر چھوٹے غار میں چھپا ہوا تھا۔ جب اُسے غار میں چھپے چار دن گزر گئے تو وہ مایا کی طرف سے نا اُمید ہوگیا۔ کہ اب وہ نہیں آئے گی۔ اسے یہ بھی پریشانی تھی کہ کہیں وزیر کے سپاہی اسے تلاش کرتے کرتے غار میں آکر اُسے پکڑ کر قتل نہ کردیں۔

"مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

راجکمار نے سوچا: چنانچہ پانچویں رات وہ پہاڑی غار سے نکل کر دریا کے گھاٹ پر آگیا۔ وہاں ایک کشتی پڑی تھی۔ راجکمار اس میں سوار ہوا اور دریا کے بہاؤ پر آگے کی طرف سفر شروع کردیا۔ پہاڑوں میں بارشوں کی وجہ سے دریا میں سیلاب آیا ہوا تھا اور دریا کا پانی بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔

راتوں رات کشتی راجکمار کو لے کر ایک ہری بھری وادی میں پہنچ گئی، جس کے دونوں طرف گھنے جنگل تھے۔

راجکمار کو بھوک لگ رہی تھی۔ دن کافی چڑھ آیا تھا۔ آسمان پر بادل ہی بادل تھے۔ بارش نہیں ہو رہی تھی۔ راجکمار کشتی کو کنارے پر لے آیا۔ ایک جگہ کشتی جھاڑیوں میں کھڑی کرکے راجکمار جنگل میں گیا، تاکہ کچھ جنگلی پھل کھا کر اپنی بھوک مٹائے۔ یہاں کھوپرا اور انجیر کے بے شمار درخت تھے۔ راجکمار نے کچھ انجیریں کھائیں اور واپس دریا کنارے

آکر جھاڑیوں کے پاس بیٹھ گیا۔

دُور سے چند ایک گھوڑ سوار سپاہی آتے نظر آئے۔ راجکمار کو خیال آیا کہ کہیں یہ وزیر کے سپاہی نہ ہوں۔ وہ جلدی سے کشتی میں سوار ہوا اور کشتی کو دریا کی لہروں کے سپرد کردیا۔ کشتی تیز لہروں پر آگے کی طرف سفر کرنے لگی۔ شام کو اس نے پھر کنارے پر آ کر کچھ جنگلی پھل وغیرہ کھائے اور دوبارہ دریا کا سفر شروع کردیا۔ کشتی رات بھر دریا میں بہتی رہی۔ اسی طرح دریا میں تین دن سفر کرنے کے بعد راجکمار ایک شہر کے قریب آگیا۔ دریا شہر کی دیوار کے ساتھ لگ کر گزر رہا تھا۔

راجکمار ایک جگہ کشتی سے اُتر آیا اور شہر کی طرف چل پڑا۔ یہ سندھ کے علاقے کا کوئی شہر تھا، جس کے اندر بڑی چہل پہل تھی۔ راجکمار کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ جنگلی پھل اس کی بھوک نہیں مٹا سکے تھے۔ وہ شاہی محلوں میں اعلیٰ کھانے کھاتا رہا تھا۔ پہلی بار اسے فاقہ آیا تھا۔ جو اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ شہر کی ایک سرائے کے مالک کے پاس آگیا اور اس سے کہا:

"بھائی، میرا نام رام پرشاد ہے۔ میں یتیم ہوں اور روزگار کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ کیا مجھے کوئی کام اور رہنے کو جگہ مل جائے گی۔"

سرائے کا مالک بھی ہندو تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان ہندو

لڑکا پریشان ہے تو اس کے دل میں رحم آگیا۔ اُس نے کہا:

"چوری تو نہیں کرو گے؟"

راجکمار نے مسکرا کر کہا:

"ایسا کام میں نے زندگی میں کبھی نہیں کیا اور کبھی نہیں کر سکتا۔"

سرائے کے مالک نے کہا:

"ٹھیک ہے، آج سے تم میرے نوکر ہو۔ سرائے کی چاروں کوٹھریوں کی صفائی ستھرائی کرنا تمہارا کام ہوگا۔ تمہیں کھانے کے علاوہ دو روپے ماہوار ملیں گے۔ یہیں کسی جگہ رات کو سو جایا کرنا۔"

راجکمار بڑا خوش ہوا، کیونکہ اُسے سر چھپا کر کچھ سوچنے کا موقع مل گیا تھا۔ اُس کی ایک ہی امید تھی اور ایک ہی ہمدرد تھی۔ اس کا نام ماریا تھا۔ وہ یہاں بیٹھ کر ماریا کا انتظار کر سکتا تھا، کیونکہ اس کی مدد کے بغیر وہ اپنے راج محل میں واپس نہیں جا سکتا تھا۔ اُسے کچھ خبر نہیں تھی کہ ماریا خود ایک بھاری مصیبت میں پھنس چکی ہے اور جادوگر بجاری کی غلام بن کر اُس کی قید میں کوٹھڑی کے اندر پڑی ہے۔

دوسری طرف ناگ عباسی خلیفہ کے عہد حکومت کے بغداد کے صحرا میں دریائے دجلہ کے کنارے سے عقاب کی صورت میں شہر بغداد کی طرف اڑا چلا جا رہا ہے۔ چنگیز خان کا خونی حملہ ہونے والا ہے۔

ناگ بغداد شہر کے ایک باغ میں اُتر آیا۔

عباسی خلیفہ کے زمانے کا بغداد بہت بڑا شہر تھا۔ لوگ خوشحال تھے۔ ناگ انسانی شکل بنا کر شہر میں آگیا۔ وہ بھی عنبر اور ماریا کی تلاش میں تھا۔ وہ ایک سرائے میں آکر ٹھہر گیا۔ یہاں اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنا انقلاب فرانس کے زمانے کا لباس اتار کر پھینک دیا اور عربی لباس پہن لیا۔ دن کے وقت وہ بغداد شہر کے گلی کوچوں میں گھوم پھر کر عنبر ماریا کو تلاش کرتا اور رات کو آکر سرائے میں سو جاتا۔ وہ کچھ دیر اس شہر میں عنبر ماریا کا انتظار کرنے کے بعد کسی دوسرے ملک کو نکل جانا چاہتا تھا، تاکہ اپنے ساتھی دوستوں کا وہاں کھوج لگا سکے۔

اب ہم عنبر کی طرف آتے ہیں کہ وہ کس جگہ آکر گرا تھا۔ تاریخ نے چار سو سال پیچھے کی طرف جھٹکا کھایا اور کالی آندھی چلی اور عنبر کا ہاتھ ماریا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ تو وہ سیاہ آندھی کے اندھیروں میں گم ہو کر تنکے کی طرح ہواؤں میں اڑنے لگا۔ رات کا وقت تھا، وہ سمجھ گیا کہ تاریخ نے پیچھے کی طرف چھلانگ لگائی ہے اور یہ چھلانگ چار پانچ سو سال سے کم نہیں ہوگی۔ ناگ کہیں ہوگا اور ماریا کہیں دوسرے ملک میں جا کر گر پڑے گی۔ عنبر نے دیکھا کہ آندھی کی رفتار کم ہوگئی ہے اور اندھیرا بھی چھٹ رہا ہے۔ اس نے نیچے دیکھا۔ اس کے نیچے سمندر تھا۔ عنبر کو یقین ہو گیا کہ

وہ سمندر میں گرے گا۔ وہ ہوا میں سیدھا کھڑا تھا اور نیچے جا رہا تھا۔ سمندر اس کے قریب آ رہا تھا۔ بڑی بڑی لہریں اسے نگلنے کے لیے اوپر کو اچھل رہی تھیں۔

عنبر غڑاپ کے ساتھ سمندر میں گر گیا۔ لہروں نے اُسے فوراً ہی نگل کر نیچے پہنچا دیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ وہ عنبر کو نہیں نگل سکتیں۔ سمندر کے کافی اندر جا کر عنبر رُک گیا اور پھر اچھل کر اوپر آ گیا۔ اب وہ سمندر کی موجوں کے بستر پر سیدھا لیٹ گیا۔ اور موجیں اُسے لے کر کنارے کی طرف بڑھنے لگیں جو وہاں سے پچاس میل کے فاصلے پر تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ آسمان کا رنگ نیلا تھا۔ اس سے عنبر نے اندازہ لگا لیا کہ وہ مشرق کے کسی سمندر میں ہے، کیونکہ مغرب کی طرف آسمان کا رنگ اتنا نیلا نہیں ہوتا۔

سارا دن موجیں اسے لے کر سفر کرتی رہیں۔ آخر جب سورج مغرب کی طرف سمندر میں غروب ہو رہا تھا تو ایک ماہی گیر نے عنبر کو دیکھ لیا اور اپنی کشتی لے کر اس کی طرف بڑھا۔ وہ یہ سمجھا کہ کوئی لاش سمندر میں تیر رہی ہے۔ قریب آیا تو عنبر نے تیرنا شروع کر دیا۔ ماہی گیر نے عنبر کو کشتی پر اٹھا لیا اور اس سے پوچھا کہ وہ سمندر میں کب سے گرا ہوا ہے اور ابھی تک زندہ کیسے ہے؟ عنبر نے اُسے بتایا کہ دن کے وقت وہ ایک بادبانی جہاز سے گر پڑا تھا۔ عنبر نے معاملہ گول کر دیا۔ وہ ماہی گیر سے یہ معلوم کرنے کے لیے

بے تاب تھا کہ وہ ملک کون سا ہے جس کا ساحل تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا اور اس ملک پر کس بادشاہ کی حکومت ہے تاکہ وہ یہ پتا چلا سکے کہ وہ تاریخ میں کتنے سو سال پیچھے آ گیا ہوا ہے۔ ماہی گیر کا رنگ گہرا سانولا اور بال گھنگھریالے تھے۔ وہ مکرانی تھا

عنبر نے پوچھا:

"یہ کون سا ملک ہے؟"

ماہی گیر نے حیرت سے عنبر کو دیکھا اور کہا:

"تم کس ملک سے جہاز پر بیٹھے تھے؟"

عنبر نے کہا:

"میں روم کے ملک سے افریقہ جا رہا تھا۔"

ماہی گیر نے کہا:

"اس وقت تم ہندوستان کے ملک کے ساحل کے قریب ہو۔"

عنبر نے پوچھا:

"یہاں کونسا بادشاہ حکومت کرتا ہے؟"

ماہی گیر نے کہا:

"اس وقت ہندوستان میں التمش بادشاہ کی حکومت ہے۔ کیا تمہیں کچھ بھی معلوم نہیں؟"

عنبر مسکرا کر بولا:

"اور تو سب کچھ معلوم ہے، بس یہی معلوم نہیں تھا۔"

ماہی گیر نے عنبر کو کنارے پر پہنچا دیا۔ یہ اس وقت کی بندرگاہ کراچی تھی جسے کلاچی کہا جاتا تھا۔ جنوبی سمندروں کو جانے والے بادبانی جہاز کھڑے تھے۔ آج سے سات سو سال پہلے کے ماہی گیر سمندر میں کشتیاں لیے مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ کوئی بجلی کا کھمبا، بجلی کا بلب، ٹی وی کا انٹینا، بجلی اور ٹیلی فون کی تاریں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ کوئی کارخانہ نہیں تھا جس کی اونچی چمنی میں سے دھواں نکل رہا ہو۔ یہ زمانہ ابھی سات سو سال بعد آنے والا تھا۔ کراچی ایک بڑے قصبے کی طرح لگ رہا تھا۔ سڑکیں پتھروں کی بنی ہوئی تھیں، جن پر کاروں، بسوں، رکشوں اور سکوٹروں کی جگہ بیل گاڑیاں اور اونٹ گاڑیاں چل رہی تھیں۔ لوگ عربی لباس پہنے ہوئے تھے۔ کوئی کوئی غیر ملکی رومن لباس میں بھی دکھائی دے جاتا تھا۔ عنبر کا لباس انقلابِ فرانس کے زمانے کا تھا۔ بازار میں ہر کوئی اس کی طرف تعجب کی نظروں سے دیکھتا تھا کہ یہ نوجوان کس قسم کا لباس پہن کر پھر رہا ہے۔ عنبر کو خود عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس کے پاس انقلابِ فرانس کے زمانے کے چند ایک سکے تھے، جو اب بے کار تھے، مگر وہ چاندی کے سکے تھے اور صراف بازار میں بک سکتے تھے۔ عنبر نے ایک دکاندار کو سکے دکھائے تو اس نے گول گول ڈیلے گھما کر پوچھا:

"برخوردار، یہ کس زمانے کے سکے ہیں؟"

اب عنبر اسے کیسے بتاتا کہ یہ آنے والے زمانے کے سکے ہیں۔ کیونکہ پرانے سکے تو گزرے ہوئے زمانے کے ہوتے ہیں۔ آنے والے زمانے کے سکوں کا تو کسی کو خیال بھی نہیں آ سکتا تھا۔ عنبر نے یونہی گول مول سا جواب دے دیا۔

"یہ میرے والد صاحب کو ایک زمین کی کھدائی میں ملے تھے:"

دکاندار نے سکوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا:

"مگر اس پر تو ۱۳۰۱ء لکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ آنے والے زمانے کے سکے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"اصل میں ان پر میں نے سن کھود ڈالا تھا۔ یونہی ذرا مذاق کے لیے۔ تم اسے خرید لو۔ چاندی اصلی ہے۔"

"وہ تو میں دیکھ رہا ہوں کہ اصلی چاندی ہے۔ اچھا میں تمہیں سو تنکے دیتا ہوں۔"

اس زمانے میں ہندوستان میں چاندی کے سکے کو تنکہ کہا جاتا تھا۔ ایک تنکہ آج کے ایک سو روپے سے بھی زیادہ کا تھا۔ عنبر نے تنکے لیے اور دوسرے بازار میں جا کر ایک دکان سے عربی لباس خرید کر پہن لیا۔ وہ رات اس نے ایک سرائے میں کاٹی۔ دوسرے روز اسے خبر ملی کہ ایک ٹولہ دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ ملک پنجاب کی طرف جا رہا ہے۔ عنبر نے سوچا کہ ہو سکتا ہے ماریا بھی اسی

زمین پر آگے جا کر کہیں گری ہو۔ کیونکہ وہ دونوں اکٹھے تھے۔
آندھی انہیں زمین سے اٹھا کر اوپر لے گئی اور پھر اُن کے ہ
چھوٹ گئے اور وہ الگ الگ ہو کر گر پڑے۔ تو پھر کیوں نہ اس
قافلے کے ساتھ ملک پنجاب تک کا سفر کیا جائے۔ ہو سکتا ہے
ماریا کا کوئی سراغ مل جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ناگ بھی
یہیں کہیں مل جائے۔ اگرچہ وہ اُسے فرانس میں چھوڑ کر آئے
تھے۔ مگر اس بات کو اب سات سو سال گزر چکے تھے اور ناگ
بھی تاریخ کی چھلانگ کے ساتھ ہی پیچھے کی طرف جا چکا ہو گا۔

پس عنبر قافلے کے ساتھ شامل ہو گیا۔

اس قافلے میں سولہ اونٹ اور بارہ گھوڑے تھے۔ اونٹوں
تجارت کا سامان لادا ہوا تھا۔ گھوڑوں پر عورتیں سوار تھیں۔ م
اونٹوں پر اور کچھ پیدل اور کچھ گدھوں پر ساتھ چل رہے تھے۔
عنبر ایک اونٹ پر بیٹھا تھا۔ قافلہ دریائے سندھ کے کنارے پر
آہستہ آہستہ سفر کرتا رہا۔ عنبر کو ۱۹۸۰ عیسوی کا کراچی شہر یاد
آگیا، جب لاہور سے کراچی تک اور کراچی سے پشاور تک ریل کی
پٹڑیوں کا جال بچھا تھا اور ان پر تیز رفتار ریل گاڑیاں چلا کرتی تھیں
اور آسمان پر جیٹ ہوائی جہازوں میں لوگ سفر کیا کرتے تھے۔ اگر ان
قافلے والوں کو خبر ہو جائے کہ سات سو سال بعد لوگ آسمان میں سفر
کیا کریں گے تو انہیں کبھی یقین نہ آئے۔

قافلہ آگے بڑھتا رہا۔ بھلا اونٹ کتنی تیز چل سکتے ہیں
کچھ دن کے بعد یہ قافلہ راستے میں کہیں کہیں پڑاؤ کرتا دریا کے
کنارے ایک شہر کے باہر آکر رُک گیا۔ یہاں سوداگر اپنا سامان
بیچنے اور دوسرا سامان خریدنے لگے۔

اسی شہر میں وہ سرائے تھی، جس میں راجکمار نوکر بن کر کام
کرتا تھا اور اس نے اپنا نام رام پرشاد رکھا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات کہ
قافلہ اسی سرائے کے باہر آکر رُکا۔ عنبر نے اسی سرائے کی چھت پر
ایک تخت ڈلوا لیا اور کھانا کھا کر تخت پر جا کر لیٹ گیا۔ چاند نکلا
ہوا تھا۔ دریا کی طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ راجکمار
اس کے لیے دودھ کا پیالہ لے کر آگیا۔ عنبر نے پوچھا:

"یہ تم کس لیے لائے ہو۔ میں نے تو دودھ لانے کے
لیے نہیں کہا تھا۔"

راجکمار بولا:

"جناب ہمارے مالک کا یہ دستور ہے کہ جو کوئی اس کی
سرائے میں آکر ٹھہرتا ہے، رات کو اسے ٹھنڈا دودھ مفت پیش کیا جاتا
ہے۔"

عنبر نے راجکمار کی طرف غور سے دیکھا اور محسوس کیا کہ اس کا
چہرہ نوکروں ایسا کرخت اور سخت نہیں ہے، بلکہ چہرے پر شائستگی اور
اعلیٰ خاندان کی چمک دمک تھی۔ عنبر دودھ لے کر پینے لگا۔ اس نے

راجکمار سے پوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے؟"

راجکمار نے کہا:

"رام پرشاد۔ میں پنجاب کے پہاڑی علاقے سے یہاں آیا ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"لگتا ہے تم کسی اچھے خاندان کے چشم چراغ ہو۔ تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟"

"وہ مر چکے ہیں — میں یتیم ہوں۔"

عنبر نے افسوس کا اظہار کیا — راجکمار جلدی سے اپنی جان چھڑا کر چلا گیا — اسے ڈر تھا کہ کہیں یہ بھی وزیر کا کوئی جاسوس نہ ہو جو اس کا کھوج لگانے مسافر کا بھیس بدل کر وہاں آگیا ہو — عنبر بھی راجکمار کو بھول گیا، کیونکہ امیر خاندان کے لڑکے بھی ماں باپ کے مرنے کے بعد غریب ہو جاتے ہیں —

قافلے کو اس شہر میں تین دن ٹھہرنا تھا — دو روز گزر چکے تھے۔ تیسرے دن دوپہر کے وقت لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ عنبر کو کھانے پینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی — وہ ویسے ہی شوق کی خاطر کھا پی لیا کرتا تھا — وہ دریا کنارے ٹہلنے کے لیے نکل گیا، کیونکہ اس روز موسم بڑا خوشگوار تھا، بادل چھائے ہوئے تھے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ دریا پر بگلوں کی قطاریں اڑی جا رہی تھیں — جنگل میں پرندے

چہچہا رہے تھے اور جنگلی پھولوں کی خوشبو اڑ رہی تھی — عنبر دریا کنارے سے ہٹ کر جنگل میں آکر ایک گھنے درخت کے نیچے لیٹ گیا۔ موسم ایسا خوشگوار اور پیارا تھا کہ اُسے نیند آنے لگی —

ابھی وہ اونگھ ہی رہا تھا کہ اسے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی — یہ آوازیں دریا کے پاس آکر رک گئیں — عنبر نے لیٹے لیٹے سر اٹھا کر دیکھا — تھوڑی دور دریا کے کنارے پر دو گھوڑ سوار گھوڑوں پر بیٹھے باگیں کھینچے کھڑے تھے اور دریا کے کنارے پر آباد شہر کی طرف دیکھ رہے تھے — ایک نے کہا:

"یہی وہ شہر ہو سکتا ہے، کیا خیال ہے تمہارا؟"

دوسرے گھوڑ سوار نے کہا:

"شاہی نجومی نے جو نقشہ بتایا ہے، وہ تو بالکل ٹھیک ہے — دریا بھی ہے، کنارے پر شہر بھی آباد ہے — پاس جنگل بھی ہے، میرا تو خیال ہے کہ راجکمار اسی شہر میں کسی جگہ چھپا ہوا ہے — آؤ چل کر تلاش کرتے ہیں۔"

پہلا گھوڑ سوار کہنے لگا:

"وہ ہمیں پہچان لے گا — ہمیں پہلے کسی سرائے میں اتر کر اپنے بھیس بدل کر شہر میں اسے تلاش کرنا ہو گا۔"

دوسرا گھوڑ سوار بولا:

"وہ سامنے ایک سرائے لگتی ہے۔ کوئی قافلہ بھی اترا ہوا ہے۔

تو وہاں چل کر ٹھہر جاتے ہیں۔"

دونوں گھوڑ سوار شہر کی طرف روانہ ہو گئے — عنبر کے دماغ میں خیال آیا کہ یہ کس راجکمار کو اغوا کرنے آئے ہیں — بھلا کسی ملک کے راجکمار کو کیا پڑی ہے کہ اس شہر میں آ کر در بدر پھرے گا۔ لیکن یہ گھوڑ سوار تو بڑے یقین کے ساتھ آئے ہیں — اس کا مطلب ہے کہ کوئی نہ کوئی راجکمار اپنی جان بچا کر یہاں بھاگ آیا ہے — آتا رہے سمجھ گیا — عنبر نے سوچا اور آنکھیں بند کر لیں —

عنبر اندھے کنویں میں

Sca

عنبر کی آنکھ لگ گئی —

جب اُس کی آنکھ کھلی تو شام کا اندھیرا دریا پر چھا گیا تھا۔ وہ اُٹھا اور سرائے کی طرف چل پڑا — کیونکہ قافلہ صبح کو روانہ ہونے والا تھا — سرائے کا مالک رات کا کھانا مسافروں کے لیے تیار کر رہا تھا۔ عنبر نے اُسے کہا کہ رام پرشاد کے ہاتھ قہوہ بنا کر بھجوا دے —

سرائے کا مالک بولا :

"میاں، رام پرشاد تو چلا گیا۔"

"کہاں چلا گیا، ابھی دوپہر کو تو یہاں سرائے میں ہی تھا۔"

سرائے کا مالک بولا :

"بھائی، ان نوکروں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا — نہ جانے کہاں سے چوری چکاری کرتے آ جاتے ہیں — رام پرشاد بھی کوئی چور لگتا تھا۔"

عنبر نے پوچھا :

"کیا تمہاری چوری کر کے بھاگ گیا ہے؟"

"خدا کا شکر ہے، میں بچ گیا — مگر اسے دو سپاہی پکڑ کر لے گئے

ہیں— اگرچہ انہوں نے بھیس بدلا ہوا تھا مگر مجھے تو وہ سپاہی لگتے تھے۔ رام پرشاد انہیں دیکھ کر بھاگا مگر آخر پکڑا گیا— وہ اُسے اُٹھا کر گھوڑے پر ڈال کر لے گئے—"

عنبر کا ماتھا ٹھنکا— کہیں یہ رام پرشاد راجکمار تو نہیں تھا۔ ضرور یہ وہی دو گھوڑ سوار تھے جو اس کے پاس کھڑے جنگل میں کسی راجکمار کو اغوا کرنے کی باتیں کر رہے تھے— اُسے رام پرشاد کی مدد کرنی چاہیے— نہیں تو وہ لوگ راجکمار کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ بے چارہ کوئی مصیبت کا مارا راجکمار تھا— اس کی تو شکل سے ہی پتا چل جاتا تھا کہ کسی اعلیٰ شریف خاندان کی اولاد ہے—

عنبر نے پوچھا:

"وہ گھوڑ سوار کس طرف گئے ہیں؟"

"دریا کی طرف گھوڑے دوڑاتے غائب ہو گئے تھے— مگر تم کیوں پریشان ہو— کیا تمہارا وہ رشتے دار تھا؟"

"ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے—"

اتنا کہہ کر عنبر سرائے سے باہر نکل آیا— سامنے درخت کے نیچے ایک سیاہ گھوڑا چر رہا تھا— وہ اچھل کر گھوڑے پر بیٹھا اور اُسے دریا کی طرف دوڑا دیا— دریا کنارے رات کا اندھیرا اُتر رہا تھا— اُس زمانے میں بجلی نہیں تھی— اس لیے سڑک پر کوئی روشنی نہیں ہوتی تھی—

بس کہیں کہیں میل دو میل کے بعد تیل کے بڑے بڑے چراغ جلا دیے جاتے تھے جو آندھی اور بارش میں اپنے آپ بجھ جاتے تھے—

عنبر گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا، کیونکہ سپاہی دوپہر کے بعد سرائے میں گئے تھے اور اب تک تو وہ راجکمار کو لے کر کافی دور نکل گئے ہوں گے— عنبر نے گھوڑے کو ایک پل کے لیے بھی کسی جگہ نہ روکا— اسے دوڑاتا چلا گیا— کچی سڑک پر دور تک اندھیرا چھایا ہوا تھا— تاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں سڑک ایک پتلی لکیر کی طرح دور صحرا میں جاتی دکھائی دے رہی تھی— یہ دریائے سندھ کے کنارے کا صحرا تھا— جو دریا سے کافی ہٹ کر پھیلا ہوا تھا— عنبر یہ صحرا بھی عبور کر گیا— آدھی رات کو گھوڑا تھک کر گر پڑا— عنبر وہیں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا— گھوڑے کو اس نے کھلا چھوڑ دیا۔ وہاں کہیں کہیں گھاس اُگا ہوا تھا اور پانی بھی تھا— جب گھوڑا خوب گھاس کھا کر پانی پی کر تازہ دم ہو گیا تو عنبر اس پر سوار ہوا اور آگے کو روانہ ہو گیا—

عنبر اسی طرح ساری رات سفر کرتا رہا— آخر وہ ایک جھیل پہ پہنچ گیا— دن نکل آیا تھا— جھیل کے اردگرد جھاڑیوں اور کیکر کے درختوں کا جنگل پھیلا تھا— گھوڑے نے پانی پیا اور گھاس چرنے لگا۔ عنبر بھی جھیل کے کنارے ایک جگہ گھاس پر درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ سپاہی آخر کہاں غائب ہو گئے۔ اب تک

انہیں مل جانا چاہیے تھا — کہیں وہ کسی دوسرے راستے سے پنجاب کی طرف تو نہیں نکل گئے — مگر پنجاب کو جانے والا وہی ایک چھوٹا راستہ تھا اور سارے قافلے اسی راستے سے پنجاب کو جاتے تھے، پھر وہ لوگ راجکمار کو لے کر کہاں غائب ہو گئے؟

عنبر یہی سوچ رہا تھا — اصل بات یہ تھی کہ عنبر ان لوگوں سے آگے نکل آیا تھا — دونوں سپاہی راجکمار کو اغوا کر کے دوسرے راستے سے اسی جھیل کی طرف آ رہے تھے — عنبر نے دو گھوڑ سوار جھیل کے دوسرے کنارے پر درختوں میں جاتے دیکھے — وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور گھوڑ سواروں کو غور سے دیکھنے لگا — ایک گھوڑ سوار نے آگے کسی دہقان کو ڈال رکھا تھا — یہی وہ سپاہی تھے جو راجکمار کو اغوا کر کے لیے جا رہے تھے — اور جن کی عنبر کو تلاش تھی — عنبر گھوڑے پر سوار ہو کر اوپر کا چکر لگا کر جھیل کے دوسرے کنارے کی طرف آ گیا —

اُس نے دیکھا کہ دونوں سپاہی ایک جگہ درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے ہیں — وہی سرائے والا لڑکا یعنی راجکمار سامنے زمین پر بیٹھا ہے۔ اس کے ہاتھ رسّی سے بندھے ہوئے ہیں — گھوڑ سوار کچھ کھا رہے ہیں اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں — عنبر نے اپنے گھوڑے کو ایک طرف کر کے درختوں میں چھپا دیا — اور خود ایک فقیر کی طرح لنگڑاتا ہوا گھوڑ سوار سپاہیوں کی طرف بڑھا — عنبر نے اپنے بال کھول کر ماتھے پر ڈال لیے تھے — سواروں کے پاس پہنچ کر عنبر نے کہا:

"بابا! کچھ خدا کے نام کا مل جائے۔"

دونوں گھوڑ سوار چونک پڑے — انہوں نے عنبر کو غور سے دیکھا، ایک سپاہی نے پوچھا:

"تم کون ہو؟"

"بابا فقیر ہوں، خیرات مانگتا پھرتا ہوں۔"

سپاہی بولا:

"اس جنگل میں جہاں کوئی پرندہ بھی نہیں ہے، تم کہاں سے آ گئے؟"

راجکمار نے عنبر کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ مگر عنبر نے اُس کی طرف دیکھ کر ہلکی سی آنکھ ماری اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اُسے کہا کہ گھبرائے نہیں اور شور بھی نہ مچائے — خاموش رہے — راجکمار بالکل خاموش رہا — ایک سپاہی نے اٹھ کر عنبر کو سر کے بالوں سے پکڑ کر اس کا منہ زور سے اُوپر کر دیا اور چلّا کر کہا:

"بولو کون ہو تم — بتاؤ، نہیں تو ابھی تمہاری گردن اُتار دوں گا۔"

اُس نے تلوار کھینچ لی تھی — راجکمار کا خوف کے مارے رنگ اُڑ گیا تھا — مگر عنبر ذرا سا بھی پریشان نہیں ہوا۔ مُسکرا کر بولا:

"بابا فقیروں کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ ہم تو بابا سائیں کے دربار کے ملنگ ہیں۔ چل پھر کر لوگوں سے خیرات لیتے ہیں۔"

دوسرا سپاہی بلند آواز سے بولا:

"یہ ایسے نہیں مانے گا۔ پہلے اس کی ایک انگلی کاٹ ڈالو۔"

پہلے سپاہی نے عنبر کا ہاتھ پکڑ کر اس کی انگلی دبائی اور اس پر تلوار کا وار کر دیا۔ تلوار انگلی پر زور سے پھر گئی، مگر انگلی اپنی جگہ پر موجود رہی۔ سپاہی نے دوسرا وار کیا۔ اس بار بھی عنبر کی انگلی کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ عنبر نے آنکھیں بند کر کے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"مجھے سائیں بابا کی دعا ہے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

دونوں سپاہی تلواریں لے کر عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ عنبر کو بھی غصہ آ گیا کہ یہ الو کے پٹھے سمجھتے ہی نہیں۔ ایسے اجڈ دماغ کے ہیں۔ اس نے برستی تلواروں میں ہاتھ اٹھا کر دونوں سپاہیوں کی تلواروں کو چھین کر توڑ ڈالا۔ سپاہی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ کیسے ہو گیا۔ انہوں نے لپک کر زمین پر سے اپنے نیزے اٹھا لیے۔ عنبر نے نیزے بھی توڑ دیے۔ اب تو دونوں سپاہی گھبرا گئے کہ یہ کس بلا کا سامنا کرنا پڑ گیا ہے۔ ایک سپاہی نے خنجر نکالا اور راجکمار کی طرف دوڑا کہ اور کچھ نہیں تو اسے ہی ہلاک کر ڈالے، مگر عنبر بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے سپاہی کو وہیں دبوچ لیا اور پھر دوسرے سپاہی کو بھی گردن سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔ دونوں

کو آپس میں زور سے ٹکرا دیا اور پھر انہیں جھیل میں پھینک دیا۔ جھیل میں گرتے ہی وہ ڈوب گئے اور دوبارہ نہ ابھر سکے۔

راجکمار عنبر کی اتنی زبردست طاقت کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

عنبر نے اس سے پوچھا:

"اب تم مجھے اپنی ساری کہانی سناؤ کہ تم اصل میں کس ملک کے راجکمار ہو اور یہ تمہیں کیوں اغوا کر کے لیے جا رہے تھے!"

راجکمار نے کہا:

"میں پنجاب کے پہاڑی علاقے کی ایک ریاست کا راجکمار ہوں۔ میرے ماں باپ مر چکے ہیں اور وزیر نے میرے باپ کے تخت پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب وہ مجھے ہلاک کروانا چاہتا ہے تاکہ تخت کا کوئی وارث باقی نہ رہے۔"

پھر راجکمار نے عنبر کو شروع سے آخر تک سارا واقعہ سنا ڈالا کہ کس طرح اسے بے ہوش کر کے شمشان پہنچایا گیا تھا، تاکہ میری روح کے انتقام سے بچنے کے لیے مجھے زندہ جلا دیا جائے اور پھر کس طرح وہ بارش میں ہوش میں آ گیا اور ایک غار کی طرف بھاگا۔

"وہاں ایک دیوی کی روح نے میری مدد کی اور مجھے پہاڑی کے اوپر والے غار میں چھپ جانے کو کہا۔"

عنبر چونکا:

"دیوی کی روح!"

"ہاں، وہ غیبی دیوی تھی۔ میں اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا مگر اس
کی آواز سُن سکتا تھا — وہ میری بڑی ہمدرد تھی — وہ مجھے پہاڑی
والے غار میں چھپا کر واپس آنے کا کہہ کر چلی گئی اور پھر نہ آئی —
میں نے چار دن اس کا وہاں انتظار کیا، لیکن خدا جانے وہ کہاں
غائب ہو گئی۔ میں وزیر کے سپاہیوں کے ڈر سے وہاں سے بھاگ کر دریا
کے راستے اس شہر میں آ کر سرائے میں نوکر ہو گیا، تاکہ کچھ وقت چین
سے گزار سکوں —"

عنبر کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ غیبی دیوی ماریا کے سوا اور کوئی نہیں
ہو سکتی — اس نے راجکمار سے غیبی دیوی کی آواز کے بارے میں پوچھا
تو راجکمار نے جو نشانی بتائی وہ ماریا ہی کی تھی —

عنبر نے کہا:

"غیبی دیوی تمہیں کیا کہہ کر گئی تھی؟"

راجکمار بولا:

"اصل میں وہ جادوگر پجاری کو ہمارے راستے سے ہٹانے کے
لیے گئی تھی، کیونکہ وہی میرے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ وزیر
کو اس کی مدد حاصل تھی — میں نے غیبی دیوی کو منع بھی کیا تھا کہ
وہ جادوگر پجاری سے مقابلہ کرنے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ وہ بڑا
طاقت ور جادوگر ہے، مگر غیبی دیوی نہ مانی اور ضد کر کے چلی گئی۔ ضرور
جادوگر پجاری نے اُسے بھسم کر دیا ہو گا —"

عنبر نے کہا:

"یہ جادوگر پجاری کہاں رہتا ہے؟ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو؟"

راجکمار نے کہا:

"ہماری ریاست کے محل سے دور دریا کنارے ایک پہاڑی
کے اوپر چٹان میں مندر بنا ہے — جادوگر پجاری اسی مندر میں
رہتا ہے۔ وہاں ایک دیوی کی وہ پوجا کرتا ہے — کہتے ہیں دیوی
اس کو سب کچھ بتا دیتی ہے اور اس کی مدد کرتی ہے۔"

عنبر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ کہیں ماریا اس جادوگر کے
جادو کے جال میں نہ پھنس گئی ہو —

راجکمار نے پوچھا:

"مگر تم غیبی دیوی کے بارے میں اتنے پریشان کیوں ہو؟"

عنبر نے کہا:

"کچھ نہیں — ویسے ہی پوچھ رہا تھا — چلو اب تمہیں تمہارے
محل میں چھوڑ آؤں۔"

راجکمار بولا:

"وہاں تو وزیر میری جان کا دشمن ہے۔ وہ مجھے زندہ نہیں
چھوڑے گا۔"

عنبر نے کہا:

"میں تمہیں تمہارا تخت واپس دلاؤں گا — رعایا تمہارے ساتھ

ہو گی۔"

"مگر جادوگر بجاری تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

عنبر بولا:

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں راجکمار۔ میں جادوگر کو بھی ایک بار اس کی نانی یاد کرادوں گا۔ آؤ، اب چلتے ہیں۔ رات ہونے سے پہلے پہلے ہمیں اس علاقے سے نکل جانا چاہیے۔"

عنبر اور راجکمار دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور چل پڑے۔ تین دن تک دونوں دریا کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہے۔ چوتھے روز راجکمار کا شہر آگیا۔ محل کے مینار دور سے نظر آگئے۔ شہر کی فصیل کے پاس پہنچ کر عنبر نے راجکمار سے پوچھا کہ وہ کونسا غار تھا جہاں غیبی دیوی اسے چھپنے کو کہہ گئی تھی اور جادوگر بجاری کا مندر کس جگہ پر ہے۔

راجکمار نے عنبر کو ساتھ لیا اور دریا کے گھاٹ پر ایک ویران جگہ پر جا کر اوپر جادوگر بجاری کا مندر دکھایا۔

"وہ ہے جادوگر بجاری کا مندر۔ وہ وہیں رہتا ہے۔ اس طرف پہاڑی کے اوپر وہ غار ہے، جہاں غیبی دیوی مجھے ٹھہرا کر چلی گئی تھی۔"

عنبر نے کہا:

"میرے ساتھ اس غار تک آؤ۔"

دونوں پہاڑی پر چڑھ کر غار میں آگئے۔ یہ چھوٹا سا غار تھا۔ راجکمار نے بتایا کہ اسی جگہ غیبی دیوی مجھے چھوڑ کر جادوگر بجاری سے مقابلہ کرنے چلی گئی تھی۔ عنبر نے کہا:

"تم اب بھی اسی جگہ چھپ کر بیٹھے رہو۔ میں تمہارے کھانے پینے کی چیزیں یہاں دے جاتا ہوں۔ جب تک میں واپس نہ آؤں یہاں سے ہرگز نہ جانا۔"

عنبر نیچے گھاٹ پر آگیا۔ یہاں سے اس نے کچھ پھل اور سوکھی مچھلی کا گوشت خریدا۔ ایک مشکیزے میں پانی بھرا اور راجکمار کو جا کر دے دیا۔ جب وہ جانے لگا تو راجکمار نے کہا:

"کہیں تم بھی تو غیبی دیوی کی طرح غائب نہیں ہو جاؤ گے۔ جادوگر پجاری بڑا زبردست جادوگر ہے۔ اگر تم بھی نہ آئے تو میرا کیا بنے گا؟"

عنبر نے راجکمار کو تسلی دی اور وہاں سے نکل کر سیدھا جادوگر بجاری کے مندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ شام ہو رہی تھی۔ جادوگر بجاری مندر میں بیٹھا پوجا پاٹھ کر رہا تھا۔ پھر وہ مندر کے چھوٹے تالاب میں آگیا۔ جہاں اس نے ایک مگرمچھ پال رکھا تھا۔ جسے وہ جانوروں کا گوشت کھلایا کرتا تھا۔ مگرمچھ جادوگر بجاری کو دیکھ کر پانی سے آدھا باہر آگیا۔ جادوگر نے تھیلے میں سے ہرن کا گوشت نکال کر مگرمچھ کے آگے پھینک دیا۔ مگرمچھ اسے منہ میں دبا کر [illegible]

کر گیا۔

جادوگر مسکرایا اور منہ ہی منہ میں منتر پڑھ کر مگرمچھ پر پھونک ماری۔ مگرمچھ پانی میں زور سے اُچھلا اور پھر تالاب کے اندر غائب ہوگیا۔ جادوگر پجاری کو اچانک دیوی کی کوٹھڑی سے ایک آواز آئی۔ یہ دیوی کی آواز تھی جو الّو کی آواز ایسی تھی۔ دیوی نے اُسے بلایا تھا۔ وہ گھبرا کر کوٹھڑی کی طرف بھاگا۔ دیوی کے بُت کی آنکھوں سے روشنی نکل رہی تھی۔ جادوگر پجاری نے جاتے ہی ہاتھ باندھ کر پوچھا:

"دیوی! کیا تم نے اپنے غلام کو یاد کیا؟"

دیوی کی آواز بلند ہوئی:

"ہاں! میں نے تمہیں بُلایا ہے۔"

جادوگر پجاری نے پوچھا:

"کیا حکم ہے دیوی جی؟"

دیوی کی آواز آئی:

"تمہیں یاد ہے، جب تم ماریا کو قید کر کے کوٹھڑی میں بند کرنے لگے تھے تو میں نے تمہیں کہا تھا کہ یہ لڑکی اکیلی نہیں ہے۔ اس کے دو بھائی عنبر اور ناگ بھی اس کے ساتھ ہی واپسی کا پانچ ہزار سال لمبا سفر کر رہے ہیں۔"

"ہاں، دیوی۔ کہا تھا۔ مجھے یاد ہے۔"

"تو پھر ہوشیار ہو جاؤ۔ اس کا ایک بھائی عنبر اس علاقے میں پہنچ چکا ہے اور تمہاری طرف آ رہا ہے۔"

جادوگر پجاری نے سر اُٹھا کر کہا:

"دیوی! میں تمہاری مدد کے ساتھ اسے بھی دوسری کوٹھڑی میں قید کر دوں گا۔ میں اسے بھی ڈس کر اپنا غلام بناؤں گا۔"

دیوی نے کہا:

"نہیں، تم عنبر کو سانپ بن کر نہیں ڈس سکو گے۔"

جادوگر پجاری گھبرا گیا:

"دیوی! میں نے برسوں تمہاری پوجا کی ہے، تمہاری خدمت کی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں اپنے اس دشمن عنبر کو کیسے شکست دے کر اپنا غلام بنا سکتا ہوں۔"

دیوی نے کہا:

"سُنو، میری بات غور سے سُنو۔ یہ تینوں بہن بھائی یعنی ناگ عنبر ماریا ایک عجیب و غریب انسان ہیں۔ یہ ہزاروں سال سے زندہ ہیں اور ابھی ہزاروں سال اور زندہ رہیں گے۔ عنبر اپنی بہن ماریا کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔ راجکمار بھی اس کے ساتھ ہے۔"

"راجکمار بھی اس کے ساتھ ہے؟" پجاری نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں۔" دیوی نے کہا: "وہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ اُس راجکمار کو کسی جگہ چھپا دیا ہے۔ ماریا کے سائے کی وجہ سے میں یہ

سراغ نہیں لگا سکتی کہ راجکمار اس وقت کس جگہ چھپا ہوا ہے، لیکن اتنا جانتی ہوں کہ وہ اسی علاقے میں کسی جگہ موجود ہے۔"

جادوگر پجاری نے کہا:

"میں راجکمار سے بعد میں نمٹ لوں گا۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ عنبر سے کیسے نجات حاصل کروں، کیونکہ اگر میں نے اس پر قابو نہ پایا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"ہاں، وہ بہت طاقت ور ہے — وہ اگر چاہے تو تمہارے مندر کو اٹھا کر نیچے دریا میں پھینک سکتا ہے۔"

جادوگر پجاری بولا:

"پھر میری مدد کرو دیوی — اس وقت سوائے تمہارے دوسرا کوئی میری مدد نہیں کر سکتا۔"

دیوی نے کہا:

"وہی میں تمہیں بتانے والی تھی — تمہارے مندر کے پیچھے جو گہرا اندھا کنواں ہے۔ اس کے اوپر سوکھے گھاس کی پتلی چھت ڈال کر جھاڑیاں اور مٹی بچھا دو — خود کنوئیں کے دوسری طرف جا کر بیٹھ جاؤ — کوشش کرو کہ عنبر کنوئیں پر سے گزر کر تمہاری طرف آئے — جب وہ گھاس کی نازک چھت پر آئے گا تو کنوئیں میں گر جائے گا۔ بس یہی طریقہ عنبر کو بند کر کے رکھنے کا ہے، کیونکہ وہ خود کنوئیں سے باہر نہیں نکل سکتا — یہاں وہ بے بس ہو جاتا ہے،

اس کے بعد تم راجکمار کو تلاش کر کے وزیر کے آگے پیش کر دینا۔ اور منہ مانگا انعام پانا —"

"ایسا ہی ہوگا دیوی۔"

یہ کہہ کر جادوگر پجاری اپنی جگہ سے اٹھا اور مندر کے پیچھے اندھے کنوئیں کے پاس آ کر رک گیا — اس نے آنکھیں بند کر کے جادو کے منتر پڑھے اور پھر کنوئیں پر ہاتھ سے اشارہ کیا — فوراً کنوئیں کے اوپر گھاس پھونس کی ایک پتلی سی چھت پڑ گئی جس پر مٹی اور پتے بکھرے ہوئے تھے — دیکھنے سے کسی کو یقین ہی نہیں آ سکتا تھا کہ اس کے نیچے اندھا کنواں ہے — جادوگر پجاری کنوئیں کی دوسری طرف چوکڑی مار کر بیٹھ گیا — اس نے آنکھیں بند کر لیں اور یوں ظاہر کیا جیسے عبادت کر رہا ہے —

وہ جادو کے زور سے باہر کی ایک ایک چیز کو دیکھ رہا تھا۔

ادھر عنبر بھی مندر کے دروازے پر پہنچ گیا — اس نے ایک سادھو سے پوچھا کہ مندر کا بڑا پجاری کہاں ہے؟

سادھو نے کہا:

"ابھی ابھی میں نے اسے مندر کے پیچھے کی طرف جاتے دیکھا ہے —"

عنبر مندر کے پیچھے آ گیا — کیا دیکھتا ہے کہ ایک درخت کے نیچے جادوگر پجاری آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کیے بیٹھا ہے۔ عنبر

سمجھ گیا کہ یہی وہ جادوگر پجاری ہے، جس نے ماریا کو کہیں گم کیا ہوا ہے۔ جادوگر پجاری نے بھی بند آنکھوں کے پیچھے سے عنبر کو دیکھ لیا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ یہی ماریا کا بھائی عنبر ہے جو اُسے ہلاک کر کے ماریا کو آزاد کرانے آیا ہے۔ اس نے جادو کے منتر پڑھنے شروع کر دیے۔ وہ اپنے جادو کے زور سے عنبر کو سیدھا اپنی طرف لانا چاہتا تھا، تاکہ وہ کنوئیں کی چھت پر سے چل کر آنے کی کوشش کرے۔

عنبر کچھ دیر رُک کر جادوگر پجاری کو تکتا رہا۔ اس نے سوچا کہ وہ جادوگر پجاری کے پیچھے سے جا کر اس پر حملہ کرے گا اور پھر اُسے قابو میں کر کے ماریا کے بارے میں پوچھے گا کہ وہ کہاں ہے۔ عنبر کنوئیں کے اوپر سے گزرنے کی بجائے دوسری طرف سے ہو کر درخت کی طرف بڑھا۔

جادوگر پجاری نے وار خالی جاتا دیکھا تو اسے افسوس ہوا، لیکن اس نے دوسرا وار کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ عنبر جادوگر پجاری کے پیچھے آ کر اس پر حملہ کرنے ہی والا تھا کہ جادوگر نے اونچی آواز سے کہا:

"بیٹا، تم جس لڑکی کی تلاش میں آئے ہو، میں اسے جانتا ہوں۔ اس کا نام ماریا ہے اور اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا، لیکن میں اُسے دیکھ رہا ہوں۔"

عنبر پجاری کے سامنے آ گیا:

"کیا تم نے اُسے قید کر رکھا ہے؟"

جادوگر پجاری مکاری سے مسکرایا:

"نہیں میرے بچے، میں نے نہیں بلکہ اس مندر کے سب سے بڑے جادوگر نے اُسے اپنی قید میں ڈال رکھا ہے۔"

عنبر نے سوچا کہ یہ جادوگر پجاری نہیں ہے، بلکہ اس کا شاگرد ہے اور اصل جادوگر پجاری کوئی دوسرا شخص ہے۔ اس نے پوچھا:

"وہ سب سے بڑا جادوگر کہاں ہے۔ مجھے اس کا ٹھکانہ بتاؤ تاکہ میں اس کے قبضے سے اپنی بہن کو چھڑا سکوں۔"

جادوگر پجاری خوش ہوا کہ عنبر اس کے دام میں پھنس رہا ہے۔ کہنے لگا:

"میرے سامنے آ کر الٹے پاؤں پندرہ قدم چلو، پھر میری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہیں تمہاری بہن ماریا کی شکل دکھا دوں گا کہ وہ کہاں قید ہے۔"

عنبر نے سوچا، کہ یہ بھی کوئی چھوٹا موٹا جادوگر ہے اور جادو کے زور سے غیب کی چیزوں کا حال معلوم کر لیتا ہے۔ اس لیے اس سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔ وہ جادوگر پجاری کے سامنے منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ پجاری بہت خوش تھا۔ عنبر اس کی چال میں آ چکا تھا۔ اس

نے آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"بیٹا عنبر، اب الٹے پاؤں پندرہ قدم پیچھے کو چلنا شروع کر دے۔"

جادوگر پجاری کو معلوم تھا کہ پیچھے بارہ قدم کے بعد اندھے کنوئیں پر ڈالی ہوئی گھاس کی چھت آجاتی ہے۔ عنبر نے بغیر سوچے سمجھے پیچھے چلنا شروع کر دیا؛ حالانکہ اُسے سوچنا چاہیے تھا کہ کہیں اس کے ساتھ دھوکا تو نہیں ہو رہا۔ گیارہ قدم چلنے کے بعد جب اس نے بارھواں قدم زمین پر رکھا تو گھاس کی کمزور چھت نیچے بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی عنبر کنوئیں میں گر گیا۔ کنواں بہت گہرا تھا۔ نیچے پانی اور پتھر تھے۔ عنبر سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ مگر اب سوچنے سے کچھ فائدہ نہیں تھا۔ وہ پانی اور پتھروں کے اوپر جا کر گر پڑا۔ جادوگر پجاری نے جادو کے ذریعے کنوئیں کے اوپر اتنا بڑا پتھر رکھ دیا کہ کنوئیں کا منہ پورا ڈھک گیا۔

عنبر ماریا ملاقات

جادوگر پجاری وہاں سے چلا گیا۔

وہ بڑا خوش تھا کہ اس نے اپنے دشمن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ اس خونی ڈرامے کو ایک انسان نے دیکھا تھا۔ اور وہ وہی سادھو تھا، جس نے عنبر کو بتایا تھا کہ جادوگر پجاری مندر کے پچھواڑے بیٹھا ہے۔ یہ سادھو جادوگر پجاری کی جادوگریوں اور لوگوں پر ظلم وستم کرنے کے سخت خلاف تھا۔ مگر اسے منع نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس سے خود ڈرتا تھا، لیکن اندر ہی اندر وہ اس کے خلاف ہو گیا تھا۔ جب عنبر اس سے جادوگر پجاری کا پوچھ کر مندر کے پیچھے گیا تو یہ سادھو بھی ایک جگہ چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جادوگر پجاری نے عنبر کو اُلٹے پاؤں چلنے کے لیے کہا، پھر عنبر کنوئیں میں گر پڑا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے جادوگر پجاری نے کنوئیں کو بہت بڑے پتھر کی چٹان سے ڈھک دیا۔ سادھو کا اس قتل سے دل ہل گیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ عنبر مر نہیں سکتا۔ وہ تو یہی سمجھا کہ جادوگر پجاری نے ایک بے گناہ انسان کو کنوئیں میں

گرا کر ہلاک کر دیا ہے۔

سادھو کا دل اس مندر سے اچاٹ ہو گیا۔ اس نے مندر چھوڑ دیا اور دوسری پہاڑی کی چوٹی کی طرف چل پڑا، تاکہ وہاں جا کر اطمینان سے خدا کی عبادت کرے۔ یہ وہی چوٹی تھی جس کے چھوٹے غار میں راجکمار چھپا ہوا تھا۔ عنبر کے کنوئیں میں گرنے کے دوسرے روز سادھو پہاڑی پر آ گیا۔ اس نے ایک چھوٹا سا غار دیکھا تو اس کی طرف بڑھا کہ یہاں آرام سے رہ کر عبادت کیا کرے گا۔

ادھر راجکمار نے بھی دیکھا کہ ایک سادھو اس کے غار کی طرف چلا آ رہا ہے۔ گھبرا گیا، شک ہوا کہ ضرور وزیر نے کوئی جاسوس بھیجا ہے اور یہ سادھو وزیر کا جاسوس ہے۔ مگر غار کے اندر چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ آگے سے غار بند تھا، مگر اندر اندھیرا تھا۔ یہ اندھیرے میں ہی ایک طرف کونے میں چھپ گیا کہ سادھو جب چلا جائے گا تو یہ باہر نکل آئے گا۔

سادھو سیدھا غار کے اندر آ گیا۔ اس نے اپنا لوٹا کرمنڈل اور چمٹا زمین پر رکھ دیا اور غار کے منہ کے آگے آسن جما کر بیٹھ گیا اور ہاتھ میں مالا لے کر پھیرنے لگا۔ جب اسے وہاں بیٹھے بیٹھے شام ہونے لگی تو راجکمار بڑا تنگ آ گیا کہ یہ کم بخت سادھو جاہوں تو وہاں سے ہلتا ہی نہیں۔ اس نے مشکیزے میں سے پانی نکال کر دو گھونٹ پیے اور کھوپرا نکال کر کھایا۔ وہ بھوک سے بے تاب ہو

رہا تھا۔ اتفاق سے آدھا ناریل اس کے ہاتھ سے گر گیا۔

کھڑاک ہوا تو سادھو نے پلٹ کر غار کے اندر دیکھا۔

"کون ہے بھائی؟"

سادھو نے بڑی نرمی سے پوچھا۔ راجکمار نے سانس روک لیا۔ سادھو سمجھا کہ شاید اندر کوئی لومڑ وغیرہ چھپا ہوا ہے۔ وہ چمٹا لے کر غار کے اندر آیا۔ اس نے پتھر رگڑ کر روئی کی بتی کو آگ دکھا کر مشعل روشن کر لی۔ اب اس نے کونے میں ایک نوجوان لڑکے کو چھپے ہوئے دیکھا۔ سادھو نے روشنی آگے کر کے کہا:

"بیٹا تم کون ہو؟ اور یہاں کیوں چھپے ہوئے ہو؟"

راجکمار پر سادھو کی میٹھی نرم زبان نے بڑا اثر کیا۔ وہ کونے میں سے نکل کر سامنے آ گیا اور بولا:

"مہاراج، میں مصیبت کا مارا ہوں۔ ڈاکو میرے پیچھے لگے ہیں۔"

راجکمار نے اب بھی سادھو کو اپنے دل کا بھید نہ بتایا۔ اسے سادھو کے سوال پر ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے راجکمار کو نہیں پہچانا۔ سادھو نے کہا:

"بیٹا باہر آ جاؤ۔ یہاں کوئی ڈاکو نہیں ہے۔ اس پہاڑی کے اوپر کون ڈاکو آئے گا بھلا۔ آؤ۔ آؤ۔"

سادھو بڑی شفقت سے راجکمار کو غار سے باہر لے آیا۔ ڈھلتی دھوپ کی سنہری روشنی میں آ کر سادھو نے ایک بار پھر راجکمار کو غور

سے دیکھا اور کہا:

"ڈاکو تمہارے پیچھے کیوں لگے تھے بیٹا؟"

راجکمار نے یونہی ایک فرضی کہانی گھڑ کر سنا دی۔

سادھو نے کہا:

"گھبراؤ نہیں، تم جب تک چاہو، اس غار میں بیٹھے رہو۔ میں تو اپنے رب کی عبادت کرتے یہاں آیا ہوں۔ مجھے کسی سے کیا کام۔"

مگر راجکمار کو ابھی تک شبہ تھا کہ یہ سادھو ضرور وزیر کا جاسوس ہے۔ اُس نے کہا:

"جی نہیں مہاراج، آپ کو تکلیف ہو گی۔ میں دوسری پہاڑی کے مندر میں چلا جاتا ہوں۔ کچھ روز وہاں رہ کر جب ڈاکوؤں کا خطرہ ٹل جائے گا تو اپنے وطن روانہ ہو جاؤں گا۔"

سادھو نے جلدی سے کہا:

"بیٹا، تم مجھے بڑے بھولے لگتے ہو۔ میری نصیحت پلے باندھ لو، اُس مندر کا رُخ کبھی نہ کرنا۔"

"کیوں مہاراج؟" راجکمار نے یونہی پوچھ لیا۔

سادھو نے کہا:

"بیٹا، وہاں کا پجاری اچھا آدمی نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے، وہ باہر کے لوگوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا۔"

راجکمار کو عنبر کا بھی خیال لگا ہوا تھا جو اس پجاری سے مقابلہ

کرنے اور ماریا کو رہا کرانے گیا ہوا تھا۔ اُس نے کریدتے ہوئے پوچھا:

"میں نے سُنا ہے مہاراج کہ وہ جادوگر بھی ہے۔"

سادھو نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا:

"تم نے بالکل ٹھیک سُنا ہے بیٹا۔ پجاری جادوگر بھی ہے اور انسانوں کا قاتل بھی ہے۔"

قاتل کے لفظ پر راجکمار کے کان کھڑے ہو گئے۔

"قاتل؟ کیا اس نے کسی کو قتل بھی کیا ہے مہاراج۔"

سادھو نے کہا:

"میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ابھی ابھی اُس مندر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ اس شیطان جادوگر نے میری آنکھوں کے سامنے ایک نوجوان کو اندھے کنوئیں میں گرا کر اوپر بہت بڑا پتھر رکھ دیا ہے۔"

راجکمار پریشان ہو گیا۔ اُس نے سادھو سے اُس نوجوان کا حلیہ پوچھا تو سادھو نے عنبر کا حلیہ صاف صاف بیان کر دیا۔ سادھو نے راجکمار کو بے چین دیکھا تو پوچھا:

"تم پریشان کیوں ہو گئے بیٹا۔ کیا وہ نوجوان تمہارا کوئی عزیز تھا؟"

راجکمار خاموش ہو گیا۔ وہ مندر کی طرف دیکھ رہا تھا جو دوسری پہاڑیوں کی چوٹی پر ڈوبتے سورج کی سنہری دھوپ میں صاف نظر آ رہا

تھا۔ سادھو کو بھی شک گزرا کہ ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ اس نے راجکمار کے کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھ دیا اور کہا :

"بیٹا، اصل بات مجھے بتا دو۔ ہو سکتا ہے، میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔ مجھے اپنا ہمدرد سمجھو۔"

سادھو کی باتوں کا راجکمار پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے کھول کر ساری حقیقت بیان کر دی۔ سادھو نے مسکراتے ہوئے راجکمار کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا :

"میرے بچے، تم ہی راجکمار ہو۔ کوئی بات نہیں، تمہارا راز میرے پاس امانت بن کر رہے گا۔ لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عنبر کو کس طرح کنوئیں سے نکالا جائے۔ وہ تو کل تک دم گھٹنے سے مر جائے گا۔"

راجکمار نے کہا :

"مہاراج، مجھے عنبر کے بارے میں اتنا معلوم ہے کہ وہ مر نہیں سکتا۔"

سادھو نے ہنس کر کہا :

"کیوں، وہ کوئی دیوتا ہے، جو مر نہیں سکتا۔ آخر انسان ہے، اور انسان دم گھٹنے سے فوراً مر جاتا ہے۔"

راجکمار بولا :

"یہ میں کچھ نہیں جانتا، لیکن میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے عنبر پر تلواریں چلتی دیکھی ہیں۔ تلواریں اس کے جسم سے ٹکرا کر ٹوٹ گئیں اور اُسے کچھ بھی نہ ہوا۔"

سادھو بولا :

"ہو سکتا ہے، عنبر بھی کوئی جادوگر ہو۔"

راجکمار نے کہا :

"اگر جادوگر ہوتا تو جادو کے زور سے اب تک کنوئیں سے باہر آ گیا ہوتا۔"

سادھو نے کہا :

"تو پھر وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ یہاں اسے کس کی تلاش تھی۔"

راجکمار نے کہا :

"مجھے وہ دریائے سندھ کے ایک شہر کی سرائے میں ملا تھا۔ اور مجھ سے غیبی دیوی کے بارے میں سُن کر اس سے ملنے یہاں آ گیا اور کہنے لگا کہ وہ مجھے میرا کھویا ہوا تخت ضرور دلائے گا۔"

سادھو نے کہا :

"میرے بچے، یہ آدمی مجھے کوئی چکر باز لگتا ہے۔ تمہیں اس سے بچ کر ہی رہنا چاہیے۔ تمہارا تخت تو اب بھگوان ہی تمہیں دلائے گا۔ یہاں تمہاری جان خطرے میں ہے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ ابھی کچھ عرصہ تبت کی طرف نکل جاؤ۔"

راجکمار بولا:

"نہیں مہاراج، عنبر نے میری جان بچائی تھی۔ میں اسے یوں کنویں میں اکیلا چھوڑ کر اس کے ساتھ دھوکا کر کے نہیں جا سکتا۔ میں اسے بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

سادھو بولا:

"ٹھیک ہے پھر اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم اس نوجوان عنبر کو کنویں سے کیونکر نکال کر اپنے ساتھ لے جاؤ گے؛ کنویں کے اوپر اتنا بھاری پتھر پڑا ہے کہ اسے سو آدمی مل کر بھی تو نہیں اٹھا سکتے۔"

"یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔"

راجکمار نے ناامید ہو کر سر جھکا دیا۔ اچانک سادھو کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ کہنے لگا:

"ایک ترکیب میرے دماغ میں آئی ہے۔"

راجکمار نے پوچھا:

جلدی بتائیے کون سی ترکیب ہے؟

سادھو نے کہا:

"اس پہاڑی کے پیچھے جنگل میں ایک ہاتھی رہتا ہے۔ جب میں اس جنگل میں عبادت کیا کرتا تھا تو وہ ہاتھی اکثر میرے پاس آ کر بیٹھ جاتا تھا، میں اسے کھانے کو جنگلی پھل دیا کرتا تھا۔ میں نے اس کا نام

کندن رکھ چھوڑا تھا۔ کندن ہاتھی میرا بڑا دوست بن گیا تھا۔ جب میں اس جنگل سے آنے لگا تو وہ مجھے چھوڑنے جنگل کے آخری کنارے تک آیا تھا۔"

راجکمار نے پوچھا:

"تو اس ہاتھی سے آپ کیا کام لینا چاہتے ہیں؟"

سادھو بولا:

"راجکمار، تم اب بھی نہیں سمجھے۔ میں اس ہاتھی کی مدد سے کنویں کا پتھر ہٹوا دینا چاہتا ہوں، پھر ہم کسی نہ کسی طرح رسا ڈال کر عنبر کو باہر نکال لیں گے۔"

راجکمار نے کہا:

"لیکن جادوگر پجاری کو فوراً پتا لگ جائے گا اور وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

سادھو نے کہا:

"میں جادوگر پجاری کو یہاں سے باہر بھجوا دوں گا۔"

"وہ کیسے؟" راجکمار نے سوال کیا۔

سادھو بولا:

"میں کہوں گا، اسے وزیر نے بلایا ہے۔ جادوگر پجاری کو مجھ پر بڑا اعتماد ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

پہاڑی سے اتر کر سادھو نے راجکمار کو ساتھ لیا اور دوسری طرف

والے جنگل میں آگیا۔ یہاں اسے ایک درخت کے اوپر مچان پر بٹھایا، خود جادوگر پجاری سے ملنے چلا گیا۔

شام ہونے کے بعد سادھو واپس راجکمار کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ اُس نے جادوگر پجاری کو شاہی محل کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ اب ہمیں ہاتھی کندن کو تلاش کرنا ہے۔ سادھو جنگل میں جس جگہ عبادت کیا کرتا تھا وہاں آگیا۔ اس نے بلند آواز سے ہاتھی کو آوازیں دیں:

"کندن، کندن، کندن، تم کہاں ہو؟"

راجکمار پہلے تو سمجھا کہ سادھو پاگل ہو گیا ہے۔ بھلا کبھی ہاتھی بھی اس طرح بلانے سے آتے ہیں، لیکن وہ حیران رہ گیا۔ جب اُس نے ایک اونچے بھاری بھرکم زبردست طاقت والے ہاتھی کو جھاڑیوں اور درختوں میں سے نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا۔ اُس نے آتے ہی سونڈ اٹھا کر سادھو کو سلام کیا۔ سادھو نے اسے پیار کیا اور سونڈ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہاتھی سے باتیں کرنے لگا۔ راجکمار نے شاہی محل میں ہاتھی کی کئی بار سواری کی تھی، مگر وہ سدھائے ہوئے ہاتھی ہوتے تھے اور مہاوت بھی ساتھ ہوتا تھا۔ یہ جنگلی ہاتھی تھا اور جنگلی ہاتھیوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا کہ کب آدمی کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں۔ مگر یہ ہاتھی سادھو سے بہت گھل مل چکا تھا اور سونڈ اٹھا کر اسے سلام کر رہا تھا۔ سادھو نے جیب سے گُڑ نکال کر اُسے کھانے کو دیا جسے وہ بڑے مزے لے لے کر

کھانے لگا۔ سادھو نے راجکمار سے ہاتھی کا تعارف کروایا اور کہا:

"کندن، یہ ہمارے راجکمار ہیں۔ انہیں سلام کرو۔"

کندن ہاتھی نے سونڈ اٹھا کر راجکمار کو بھی سلام کیا۔ راجکمار نے ڈرتے ڈرتے اس کی سونڈ پر ہاتھ پھیرا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا ڈر بھی دور ہو گیا۔ سارا دن وہ جنگل میں سفر کرتے رہے۔ سادھو ہاتھی اور راجکمار۔ جب شام ہوئی تو وہ ہاتھی کو لے کر پہاڑی والے مندر کے قریب بانس کے درختوں کے جھنڈ میں آکر رک گئے۔ سادھو نے راجکمار سے کہا:

"ہمیں رات کے اندھیرے میں کنوئیں پر ہاتھی کو لے جانا ہوگا۔ کچھ دیر یہاں انتظار کرتے ہیں۔"

وہ ہاتھی سے اتر پڑے اور ایک جگہ بیٹھ گئے۔ پوٹلی سے روٹی نکال کر سادھو نے راجکمار کو بھی دی۔ خود بھی کھائی۔ ہاتھی بانس کی نرم نرم شاخیں توڑ توڑ کر کھانے لگا۔ جب رات ہو گئی، ہر طرف خاموشی اور اندھیرا چھا گیا تو سادھو اور راجکمار ہاتھی پر سوار ہو گئے اور اسے لے کر مندر کی طرف چل پڑے۔

مندر میں خاموشی تھی۔ اندھیرا تھا۔ صرف ایک جگہ چراغ جل رہا تھا۔ مندر کے پچھواڑے بھی اندھیرا تھا۔ سادھو اور راجکمار ہاتھی سے اُتر گئے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ سادھو ہاتھی کو آگے لیے جا رہا تھا۔ وہ کنوئیں کے پاس درختوں میں آکر رک گئے۔ سادھو نے

دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا آدمی تو نہیں — جب اسے یقین ہو گیا کہ وہاں کوئی نہیں ہے تو وہ ہاتھی کو لے کر آگے بڑھا اور کنوئیں کے بڑے چٹانی پتھر کے پاس آ کر رُک گیا — اس نے پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہاتھی سے کہا:

"کُندن! اسے اٹھا کر باہر پھینک دو۔"

ہاتھی نے سادھو کا حکم مانتے ہوئے اپنی سونڈ آگے بڑھائی — بڑے پتھر کے ساتھ اپنا ماتھا لگایا اور زور لگانا شروع کر دیا۔ پتھر بہت بھاری تھا — ہاتھی زور لگاتے لگاتے تھک گیا مگر پتھر صرف تھوڑا سا ہی کھسکا — سادھو آہستہ آہستہ ہاتھی کو کچھ بتا رہا تھا:

"شاباش کُندن! زور لگاؤ۔"

آخر ہاتھی نے پتھر اٹھا کر دُور پھینک دیا — راجکمار اور سادھو نے ہاتھی کو پیار کیا — راجکمار نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا۔ کنوئیں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا — سادھو نے کہا:

"عنبر اب تک نہیں بچا ہو گا — وہ مر گیا ہو گا۔"

راجکمار نے کہا:

"عنبر نہیں مر سکتا۔"

راجکمار نے کنوئیں کے اندر منہ کر کے عنبر کو آواز دی۔ کنوئیں کے اندر سے عنبر کی آواز آئی —

"راجکمار! کیا یہ تم ہو؟"

"ہاں عنبر! ہم رسی پھینک رہے ہیں — اسے پکڑ لینا۔ ہم تمہیں اوپر کھینچ لیں گے۔"

رسی وہ اپنے ساتھ ہی جنگل سے لائے تھے — انہوں نے رسی کنوئیں کے اندر پھینک دی — عنبر نے اسے پکڑ لیا اور انہوں نے اُسے اوپر کھینچ لیا — ہاتھی قریب ہی کھڑا تھا — راجکمار نے سادھو کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر کے کہا:

"عنبر! یہ ہمارے دوست ہیں، سادھو جی مہاراج — اگر یہ میری مدد نہ کرتے تو تمہیں ہم کنوئیں میں سے نہیں نکال سکتے تھے اور اس ہاتھی نے وہ بھاری بھرکم پتھر ہٹایا جو جادوگر پجاری کنوئیں کے منہ پر رکھ گیا تھا۔"

Sca

عنبر نے پوچھا:

"وہ خود کہاں ہے؟"

راجکمار بولا:

"اُسے سادھو جی نے شاہی محل میں بھجوا دیا ہے۔"

سادھو بڑا حیران تھا کہ ایک دُبلا پتلا نوجوان اتنی دیر اندھے کنوئیں میں پڑے رہنے کے بعد نہ صرف یہ زندہ باہر نکل آیا، بلکہ بالکل تر و تازہ اور ہشاش بشاش بھی ہے —

سادھو نے کہا:

"اس سے پہلے کہ جادوگر پجاری آ جائے، ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

چاہیے — میرا خیال ہے، ہم واپس جنگل میں ہی چلے جاتے ہیں۔"

راجکمار، سادھو اور عنبر ہاتھی کو لے کر واپس جنگل کی طرف چلنے لگے تو عنبر نے کہا:

"اس پتھر کو تو واپس کنوئیں کے منہ پر رکھ دو۔ نہیں تو جادوگر پجاری کو علم ہو جائے گا کہ میں فرار ہو چکا ہوں۔"

اسی وقت سادھو نے ہاتھی کو اشارہ کیا اور ہاتھی نے پتھر کو دھکیل کر اندھے کنوئیں کے منہ پر ویسے ہی رکھ دیا جیسے وہ پہلے رکھا ہوا تھا — اب وہ لوگ وہاں سے واپس روانہ ہو گئے — ایک دم سے سادھو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"مندر کے اندر دیوی کا بت ہے — مجھے یقین ہے کہ دیوی آنے والے واقعات کی جادوگر کو خبر کر دیتی ہے — ایک بار میں نے خود دیکھا تھا کہ دیوی کی آنکھوں سے روشنی نکل رہی تھی اور جادوگر پجاری اس کے سامنے بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔"

"پھر تمہاری کیا رائے ہے؟" عنبر نے پوچھا۔

سادھو بولا:

"اگر ہم دیوی کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں تو جادوگر پجاری ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہ کر سکے گا کہ ہم کہاں چھپے ہیں — لیکن یہ کام کوئی مسلمان ہی کر سکتا ہے — ہم ہندو ہیں — دیوی کی آنکھیں نہیں پھوڑ سکتے — ہمیں ڈر آتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"یہ کام میں کروں گا اور مجھے ماریا کا بھی پتا لگانا ہے۔ تم لوگ جنگل میں جاؤ اور وہاں ٹھہر کر میرا انتظار کرو۔ میں دیوی کی آنکھیں پھوڑ کر اور ماریا کا سراغ لگا کر تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

سادھو بولا:

"ٹھیک ہے، ہم نیچے جنگل میں کالے پتھروں والے چشمے پر تمہارا انتظار کریں گے — اور جب تک تم نہیں آؤ گے، ہم وہاں سے کہیں نہیں جائیں گے۔"

یہ کہہ کر سادھو اور راجکمار ہاتھی پر بیٹھ کر نیچے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے اور عنبر مندر کی طرف چل پڑا — رات کا وقت تھا۔

عنبر سیدھا مندر کی اس کوٹھڑی میں آ گیا جہاں دیوی کا بت چبوترے پر رکھا ہوا تھا — دیوی نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا، مگر وہ بے بس تھی۔ عنبر پر اس کا جادو نہیں چل سکتا تھا — وہ اپنی مکاری سے جادوگر پجاری کی مدد سے عنبر کو کنوئیں میں تو گرا سکتی تھی، مگر اس پر اپنا جادو نہیں کر سکتی تھی — دیوی کی آنکھوں سے لال لال روشنی نکل کر عنبر پر پڑی — دیوی کا خیال تھا کہ شاید عنبر اس روشنی سے ڈر کر بھاگ جائے — کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ مسلمان ہے اور مسلمان بتوں کی پوجا نہیں کرتے، بلکہ انہیں توڑ دیا کرتے ہیں۔

عنبر نے بھی دیر نہ کی — آگے بڑھ کر اُس نے دیوی کی آنکھوں میں انگلیاں ڈال کر اس کی پتھر کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں — عنبر کی انگلیاں لوہے کے کیل کی طرح دیوی کی آنکھوں میں گھس گئی تھیں۔ دیوی کے منہ سے ایک چیخ نکلی — اور اس کی آنکھوں سے خون بہنے لگا — عنبر نے ایک ہی ہاتھ مار کر دیوی کے بُت کی گردن توڑ کر اسے پاش پاش کر دیا —

عنبر کوٹھری سے باہر آ گیا — اب اس نے ماریا کی تلاش شروع کر دی — وہ سانس کھینچ کر ماریا کی بُو سُونگھنے کی کوشش کرنے لگا — پھر ایک طرف سے اُسے ماریا کی خوشبو آ گئی — عنبر اس خوشبو کی طرف بڑھا — مندر کے پیچھے مغرب کی طرف ایک اونچی چٹان کی جانب سے یہ خوشبو آ رہی تھی — ادھر اندھیرا تھا، مگر عنبر کو اس اندھیرے میں بھی سب کچھ نظر آ رہا تھا — وہ چٹان پر جاتی سیڑھیاں چڑھ کر چبوترے پر آیا تو دیکھا کہ سامنے ایک کوٹھری ہے جس کے دروازے پر لوہے کا بڑا تالا پڑا ہے — ماریا کی خوشبو اسی کوٹھری سے آ رہی تھی۔ اس کوٹھری کے اندر ماریا چپ چاپ کھڑی تھی — اب وہ غائب نہیں تھی، بلکہ اسے عنبر دیکھ سکتا تھا — مگر وہ جادوگر پجاری کے جادو کے اثر میں تھی — نہ وہ عنبر کو پہچان سکتی تھی اور نہ ناگ کو پہچان سکتی تھی —

عنبر نے باہر سے ماریا کو آواز دے کر بلایا — ماریا نے ایک مرد کی آواز سنی تو اسے ہلاک کرنے کے لیے بے تاب ہو گئی — یہ جادوگر پجاری کے زہر کا اثر تھا کہ اس کے اندر انسانوں کو ہلاک کرنے کی زبردست طاقت آ گئی تھی — عنبر نے دو تین بار پکارا۔ اندر سے جو آواز آئی، وہ ماریا کی ہی تھی، مگر ماریا نے عنبر کو اُس کے نام سے آواز نہیں دی تھی، بلکہ یوں آواز نکالی تھی جیسے کوئی درندہ اپنے شکار کو دیکھ کر غراتا ہے — عنبر کچھ حیران ضرور ہوا۔ مگر ماریا کی آواز نے اُسے دروازہ توڑنے پر مجبور کر دیا — وہ اس بات پر بھی پریشان تھا کہ ماریا نے خود دروازہ کیوں نہیں توڑا — وہ تو بڑی آسانی سے دروازہ توڑ کر آزاد ہو سکتی تھی — اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جادوگر پجاری کے جادو کے اثر میں تھی —

دروازہ کھل گیا تھا — عنبر نے اندر دیکھا تو اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا — اس کے سامنے اندھیرے میں ایک لڑکی کھڑی تھی۔ جس کا رنگ نیلا تھا، جس کے بال کھُلے ہوئے تھے اور نیلی آنکھیں چمک رہی تھیں — اس کے جسم سے ماریا کی تیز خوشبو نکل رہی تھی — یہ ضرور ماریا ہی تھی — مگر ماریا تو غائب ہوا کرتی تھی — یہ کیسے نظر آنے لگی۔ عنبر ماریا کو پہلی بار دیکھ رہا تھا — اس نے آگے بڑھ کر کہا:

"ماریا، کیا یہ تم ہو؟"

ماریا کے منہ سے آواز نکلی —

"میں ماریا ہوں، مگر تم کون ہو؟"

اور اس کے ساتھ ہی ماریا دونوں بازو آگے پھیلا کر عنبر کی طرف بڑھی۔ عنبر سمجھ گیا کہ جادوگر پجاری نے اپنے جادو سے ماریا کو قابو میں کر لیا ہے اور اسے ظاہر بھی کر دیا ہے۔ وہ پیچھے ہٹا۔ ماریا کے منہ سے درندے کے غرانے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ عنبر کو ہلاک کرنے کے لیے اُس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

عنبر نے ماریا سے کہا:

"ماریا ہوش کرو، میں عنبر ہوں۔ تمہارا بھائی عنبر ہوں۔ ہوش میں آؤ۔"

مگر ماریا عنبر کو بالکل نہیں پہچان رہی تھی۔ اُس نے اُچھل کر عنبر کو پکڑ لیا اور پوری طاقت سے اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ عنبر ہکا بکا ہو کر ماریا کو تکنے لگا۔ اس نے چھلانگ لگائی اور چٹان سے نیچے دوسرے چبوترے پر آگیا اور اُوپر دیکھا۔ ماریا اندھیری رات میں پتھروں پر بازو پھیلائے کھڑی اُس کی طرف خونخوار آنکھوں سے دیکھ کر غرا رہی تھی۔

عنبر اُسے وہیں چھوڑ کر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

• ماریا کا جادو کس طرح ختم ہوا؟ • عنبر کو ماریا نے کب پہچانا؟ • ناگ کی چنگیز خان سے کیسے ملاقات ہوئی؟

ان سوالوں کے جواب کے لیے ناگ، عنبر، ماریا کی واپسی کی قسط نمبر ۲۸ قریبی بک سٹال سے طلب کریں۔

موت کے تعاقب کی

عنبر ناگ ماریا

۵ ہزار سالہ سفر کی پراسرار اور سنسنی خیز داستان

مُصنف : اے حمید

۱ - لاش سے ملاقات ۴/-
۲ - جہاز ڈوب گیا ۴/-
۳ - سمندر کی چڑیل ۴/-
۴ - پُراسرار غار کی مورتی ۴/-
۵ - ناگ لندن میں ۴/-
۶ - تابوت میں سانپ ۴/-
۷ - موت کا دریا ۴/-
۸ - سانپ کا انتقام ۴/-
۹ - سانپ کی آواز ۴/-
۱۰ - ناگ کا قتل ۴/-
۱۱ - شاہ بلوط کا خزانہ ۴/-
۱۲ - پتھر کا ہاتھ ۴/-
۱۳ - طوفانی سمندر کا بھوت ۴/-
۱۴ - ڈائنا سورس کا جزیرہ ۴/-
۱۵ - سیاہ پوش سایہ ۴/-
۱۶ - انسانی بلی ۴/-
۱۷ - سانپوں کا جنگل ۴/-
۱۸ - ماریا اور بن مانس ۴/-
۱۹ - قبر نما انسان ۴/-
۲۰ - لکشمی دیوی کا انتقام ۴/-
۲۱ - ناگ اور جادوئی ترشول ۴/-
۲۲ - ناگ عنبر مقابلہ ۴/-
۲۳ - لاش کی چیخ ۴/-
۲۴ - آسیب کی رات
۲۵ - تناتوے سیڑھیوں کا راز (خاص نمبر)
۲۶ - عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں
۲۷ - ماریا اور جادوگر سانپ
۲۸ - نقلی ناگ کی سازش
۲۹ - بابل کی بدروحیں
۳۰ - قبر کی دلہن ۴/-

نیا مکتبہ اقراء ۔ ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ ، لاہور ۸

۴۸
نقلی ناگ کی سازش
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

نقلی ناگ کی سازش

اے حمید

قوس پبلی کیشنز
۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔۸

فہرست

قیمت ۵ روپے

بار اوّل ۱۹۸۶ء

ناشر: مبارک انور۔ قوس پبلی کیشنز۔ لاہور

طابع: تاج دین پرنٹرز لاہور

پیارے دوستو!

اس وقت عنبر اپنے دوست سادھو اور راجکمار کے ساتھ کوہِ ہمالیہ کے دامن میں ایک پہاڑی مندر کے اوپر جنگل میں ہے اور ماریا کو جادوگر پجاری نے جادو کے زور سے اپنا غلام بنا کر ایک کوٹھڑی میں قید کر رکھا ہے۔ ماریا کسی کو نہیں پہچانتی۔ اس کی یادداشت کھو گئی ہے اور عنبر اسے جادوگر کے جادو سے نجات دلانے کی کوشش میں سادھو اور راجکمار سے مشورہ کرتا ہے۔ سادھو کہتا ہے کہ اگر وہ مندر کی دیوی کی مورتی کو توڑ ڈالے تو ہو سکتا ہے ماریا کا جادو ٹوٹ جائے مگر مورتی ٹوٹ جانے سے ہو سکتا ہے ایسا زلزلہ آ جائے کہ یہ سارا پہاڑ زمین کے اندر دھنس جائے لیکن عنبر کہتا ہے، میں مسلمان ہوں۔ میرا کام ہی بتوں کو توڑنا ہے اور وہ مورتی کو توڑنے مندر کی طرف جاتا ہے۔

پھر کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ ورق اُلٹ کر خود ہی پڑھ لیں گے۔

اے حمید

ماریا ــــ جادوگر پجاری کی غلام

عنبر جنگل میں کالے پتھر کے چشمے پر آگیا۔

سادھو اور راجکمار اس کا انتظار کر رہے تھے۔ عنبر نے آکر انہیں بتایا کہ اس کی بہن ماریا پر جادوگر پجاری نے بڑا خوفناک جادو کر رکھا ہے اور وہ اسے بالکل نہیں پہچانتی بلکہ وہ اسے مارنے کو دوڑی تھی۔ سادھو نے کہا کہ اس وقت ہمیں آرام سے سو جانا چاہیے۔ صبح اُٹھ کر کوئی بات سوچیں گے۔ رات کا ایک پہر باقی تھا۔ عنبر جاگتا رہا۔ سادھو اور راجکمار سو گئے۔ عنبر یہی سوچتا رہا کہ ماریا کو جادوگر پجاری کے جادو سے کیسے نجات دلائی جا سکتی ہے۔ یہ کم بخت پجاری کوئی بہت بڑا جادوگر تھا۔ اگر سادھو اور راجکمار اپنا دوست کُندن ہاتھی لے کر اس کی مدد کو نہ آتے تو وہ نہ جانے کب تک اندھے کنوئیں میں پڑا رہتا۔

سورج نکلا۔ جنگل میں روشنی ہوگئی۔ چڑیاں چہچہانے لگیں۔ چشمے پر منہ ہاتھ دھونے کے بعد ان تینوں نے جنگلی پھلوں کا ناشتہ کیا اور پھر ماریا کے بارے میں سوچنے لگے۔ سادھو نے کہا۔

"جادوگر پجاری کے جادو کا کوئی توڑ نہیں ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"میں نے اس کی مورتی کو پاش پاش کر ڈالا ہے۔ یہی مورتی اسے آنے والے واقعات کی خبر دیتی ہے۔ اب ہم اس کے جادو کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

سادھو بولا۔

"اب وہ ہمارے ٹھکانے کا پتہ نہیں چلا سکے گا۔ لیکن ہم اس کے جادو کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ ہندوستان کا سب سے بڑا جادوگر ہے وہ اگر اس پہاڑ کو حکم دے تو ہمارے سر پر آکر گر پڑے۔"

عنبر نے کہا۔

"یہ تمہاری بھول ہے۔ پہاڑ اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ انہیں سوائے اللہ کے اور کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتا۔ تم پجاری کے جادو سے بہت زیادہ ڈرتے ہو۔"

سادھو نے کہا۔

"اس نے تمہیں بھی تو کنوئیں میں ڈال دیا تھا اور تم وہیں پڑے ہوئے تھے۔ تمہاری بہن ماریا پر بھی اس نے کوئی زبردست جادو کر رکھا ہے اور وہ اپنی یادداشت بھی بھول گئی ہے۔"

راجکمار نے کہا۔

"اگر ہم کسی طرح جادوگر پجاری کو مار ڈالیں تو اس کا جادو ختم ہو سکتا ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"میں اسے ہلاک کر دوں گا۔ پہلے اس نے مجھے جادو سے نہیں بلکہ دھوکے سے کنوئیں میں گرایا تھا۔ اس کا جادو مجھ پر نہیں چل سکتا۔"

سادھو نے پوچھا۔

"کیوں بھائی تم پر کیوں نہیں چل سکتا؟ کیا تم کوئی دیوتا ہو؟"
عنبر نے کہا۔

"ہاں تم یہی سمجھ لو کہ میں دیوتا ہوں۔"
سادھو بولا۔

"تو پھر تم اپنے آپ کنوئیں میں سے کیوں نہیں نکل گئے؟"
عنبر بولا۔

"بس اسی جگہ آ کر میں مجبور ہو جاتا ہوں۔ میرے ساتھ ایک ہی کمزوری ہے کہ اگر میں کسی کنوئیں میں گر پڑوں تو اپنے آپ وہاں سے نہیں نکل سکتا۔ ہاں میں وہاں مر نہیں سکتا۔"
سادھو نے مذاق کیا۔

"کیا تم نے زندہ رہنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔"
عنبر بولا۔

"یہی سمجھ لو بھائی کہ میں ابھی پانچ ہزار سال تک نہیں مر سکتا۔"
سادھو بولا۔

"راجکمار بھی تمہارے بارے میں یہی کہتا تھا کہ تم مر نہیں سکتے۔ میں نے خود بھی دیکھ لیا ہے کہ کنوئیں میں اتنی دیر پڑا رہنے کے بعد تم زندہ باہر نکل آئے۔ مگر مجھے یقین نہیں آتا۔ اس دنیا میں جو انسان بھی پیدا ہوا ہے۔ موت اس کے سر پہ منڈلا رہی ہے۔ کیا تم اپنے دعوے کا کوئی ثبوت دے سکتے ہو۔"
عنبر کہنے لگا۔

"میں نے کبھی ایسا کیا نہیں۔ لیکن تم نے مجھے کنوئیں سے باہر نکالا ہے۔ میں تمہارا احسان مند ہوں۔ تمہیں اپنے نہ مر سکنے کا ثبوت ضرور دوں گا۔"

عنبر نے سادھو سے پوچھا کہ وہ کس طرح کا ثبوت چاہتا ہے۔ سادھو مسکرا رہا تھا۔ بولا۔

"تم اس چشمے میں غوطہ لگاؤ اور جب تک میں پانی میں پتھر نہ پھینکوں باہر نہیں نکلنا۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"
عنبر نے ہنس کر کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

راجکمار بھی اس مقابلے میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ عنبر نے چشمے میں چھلانگ لگائی اور پانی میں ڈبکی لگا گیا۔ پانی اوپر سے مل گیا۔ ایک منٹ دو منٹ، دس منٹ ۔۔۔ جب عنبر کو پانی کے اندر گئے بیس منٹ گزر گئے تو راجکمار نے کچھ پریشان ہو کر کہا۔

"بھائی پتھر پھینکو۔ اب کافی دیر ہو گئی ہے۔"
سادھو ہنس کر بولا۔

"میں پورا ثبوت چاہتا ہوں۔ ابھی بیس منٹ اور انتظار کرنا ہوگا۔"

جب پورے چالیس منٹ گزر گئے تو سادھو نے پتھر اٹھا کر چشمے کے پانی میں پھینکا۔ اس کے ساتھ ہی عنبر پانی کے اندر سے سر باہر نکال کر چشمے سے باہر آ گیا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس پہ پانی کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس نے ابھی ڈبکی لی تھی اور ابھی

باہر نکل آیا ہے۔ سادھو اس کی طرف آنکھیں کھولے حیرت سے
تک رہا تھا۔ اس نے عنبر کے آگے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا دیا۔
"تم سچ مچ آکاش کے دیوتا ہو۔ مَیں تمہارے آگے اپنا سر جھکاتا ہوں۔"
عنبر نے سادھو کا سر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔
"بھائی سجدہ صرف خدا کے آگے کرنا چاہیے۔ مَیں تو اس کا ادنیٰ بندہ
ہوں۔ ہاں اس نے اپنی رحمت سے مجھے کچھ عرصے کے لیے غیر فانی بنا دیا ہے۔
اچھا یہ بتاؤ اب تو تمہیں یقین آگیا ہے نا کہ مَیں مر نہیں سکتا۔"
سادھو نے ہاتھ باندھ کر کہا۔
"بالکل مہاراج بالکل۔ آپ امر ہیں۔ کبھی نہیں مر سکتے۔"
راجکمار بولا۔
"مَیں نے پہلے نہیں آپ سے کہا تھا کہ عنبر نے موت کو شکست دے
دی ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"اب بتاؤ کیا مَیں جادوگر پجاری کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"
"ضرور کر سکتے ہیں مہاراج، ضرور کر سکتے ہیں۔ آپ نے اتنی زبردست
طاقت والی دیوی کی مورتی کو پاش پاش کر دیا اور وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ
سکی۔ بھلا جادوگر پجاری آپ کا کیا مقابلہ کر سکے گا۔ آپ اسے جا کر
ختم کریں۔ تاکہ آپ کی بہن ماریا جادو کی مصیبت سے چھوٹے اور ہم
راجکمار کو چل کر اس کے تخت پر بٹھائیں اور وزیر کو اس کے ظلم کا
مزہ چکھائیں۔"

"ایسا ہی ہوگا، آؤ میرے ساتھ۔"
سادھو نے کہا۔
"ہم آپ کے ساتھ کیوں جائیں گے۔ جادوگر پجاری ہمیں زندہ نہیں
چھوڑے گا۔"
عنبر نے ہنس کر کہا۔
"تم لوگ پیچھے رہنا اور تماشہ دیکھنا کہ میرا اور جادوگر پجاری کا
مقابلہ کیسے ہوتا ہے۔"
عنبر نے سادھو اور راجکمار کو ساتھ لیا اور مندر کی طرف چل پڑا۔
اُدھر آدھی رات کے بعد جادوگر پجاری وزیر کے محل سے ایک
گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑیوں اور جنگلوں پر اُڑتا واپس اپنے مندر میں
آگیا۔ جب وہ دیوی کی کوٹھڑی کے قریب سے گزرا تو اسے اندر سے
لال لال خون بہتا دکھائی دیا۔ وہ گھبرا کر کوٹھڑی میں گیا تو کیا دیکھتا ہے
کہ دیوی کی مورتی کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں اور ان ٹکڑوں میں سے
خون نکل رہا ہے۔ پجاری سر پیٹ کر رہ گیا۔
"ہے بھگوان! یہ کیا ہوگیا؟ دیوی کو کس نے ہلاک کر دیا۔ میں
اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مَیں اسے بھسم کر دوں گا۔"
پجاری جادوگر غصے میں آگ بگولا ہو کر باہر نکلا۔ اس کی آنکھوں
سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ وہ سیدھا ماریا کی کوٹھڑی میں گیا۔ کیا
دیکھتا ہے کہ اس کا بھی تالا ٹوٹا ہوا ہے۔ مگر ماریا اندر موجود تھی
مگر اس کے بال پریشان تھے۔ آنکھوں سے نیلی نیلی چنگاریاں پھوٹ ر

تھیں۔ جادوگر پجاری نے پوچھا۔

"کیا ہوا ہے؟ دیوی کی مورتی کس نے توڑی ہے۔"

ماریا اپنی نیلی نیلی آنکھوں سے جادوگر پجاری کو تکنے لگی۔ پھر بولی۔

"مجھے کچھ یاد نہیں۔"

جادوگر پجاری نے اپنا سر پکڑ لیا۔ اب اسے یاد آیا کہ ماریا کی تو کوئی یادداشت ہی نہیں ہے۔ پھر اس نے پوچھا۔

"یہ تالہ کس نے توڑا ہے؟ تم غصے میں کیوں ہو؟ یہاں کون آیا تھا؟"

ماریا جادوگر پجاری کو نیلی نیلی آنکھوں سے تکتی رہی اور بولی۔

"مجھے کچھ یاد نہیں۔"

جادوگر پجاری نے منتر پڑھ کر ماریا پر پھونک ماری۔ ماریا کے ہاتھ میں ایک لمبی تیز دھار والی تلوار آگئی۔ جادوگر پجاری نے کہا۔

"میرے حکم کا انتظار کرو۔"

جادوگر پجاری اپنے مندر میں آگیا۔ ساری رات وہ پریشان رہا۔ صبح ہوئی تو اس کو عنبر کا خیال آیا کہ کہیں وہ کسی طریقے سے کنوئیں سے نہ نکل گیا ہو اور جا کر دیوی کی مورتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر آیا ہو۔ جادوگر پجاری مندر سے نکل کر پیچھے آگیا۔ سورج کی روشنی درختوں میں سے چھن چھن کر کنوئیں پر پڑ رہی تھی۔ پتھر اس طرح کنوئیں کے اوپر پڑا تھا۔۔۔ جادوگر پجاری نے منتر پھونک کر پتھر کی طرف اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ پر سے غائب ہوگیا۔ جادوگر پجاری نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا۔

اس کی آنکھوں سے روشنی نکل کر کنوئیں میں پڑی۔ کنواں لال روشنی سے جگمگا اٹھا۔ کنواں خالی تھا۔ جادوگر پجاری کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ عنبر بھاگ چکا تھا۔ مگر وہ اتنے بھاری پتھر کو ہٹا کر کیسے فرار ہوگیا!

جادوگر پجاری اب دیوی سے بھی مدد نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ دیوی کا بت پاش پاش ہو چکا تھا۔ اسے ایسا لگا۔ جیسے اس کی جادو کی سلطنت ختم ہو رہی ہے۔ وہ راجکمار کو بھی نہیں تلاش کر سکا۔ وزیر کی نظروں میں اس کی عزت گھٹ جائے گی۔ جادوگر پجاری پریشان ہوگیا۔ وہ سیدھا اپنی کوٹھڑی میں گیا اور چبوترے پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور جادوگروں کی سب سے بڑی دیوی پرتھال کے منتر پڑھنے لگا۔ جب وہ منتر پڑھ چکا تو دیوی پرتھال اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ دیوی پرتھال کا رنگ سیاہ تھا۔ آنکھیں لال تھیں اور سر کے اوپر بالوں کی جگہ سانپ لٹک رہے تھے۔ جادوگر پجاری نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"دیوی پرتھال! ایک مسلمان نے دیوی کا بت توڑ کر میری آدھی طاقت ختم کر دی ہے۔ وزیر مجھ سے ناراض ہے۔ میں راجکمار کو تلاش کر کے اس کے حوالے نہیں کر سکا۔ میری مدد کرو۔"

دیوی پرتھال اپنے لمبے دانت نکال کر ہنسی اور خرخراہٹ ایسی آواز کے ساتھ بولی۔

"اے خبیث دوست! تیرا جادو تجھے دھوکہ دے گیا۔ ایک مسلمان کے آگے دیوی کا بت نہیں ٹھہر سکا۔ مسلمان بتوں کو توڑنے کے

لیے دنیا میں آتا ہے۔"

جادوگر پجاری نے کہا۔

"اے دیوی! ابھی ماریا میرے قبضے میں ہے اور میرا جادو میرے پاس ہے۔ میں مر نہیں سکتا۔"

دیوی بولی۔

"مگر اس جگہ تمہاری زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ اگر تم زیادہ دیر یہاں ٹھہرے تو وہی مسلمان جس نے تمہاری دیوی کا بت توڑا ہے وہ تمہیں بھی ہلاک کر دے گا۔"

جادوگر پجاری نے گڑگڑا کر کہا۔

"اے دیوی! مجھے اس مسلمان عنبر سے بچا لے۔ بتائیں کیا کروں، اور کہاں جاؤں؟"

دیوی پرتھال نے کہا۔

"ماریا تیرا آخری سہارا ہے۔ اسے ساتھ لے کر یہاں سے فرار ہو جا۔"

جادوگر پجاری نے پوچھا۔

"میں کہاں جاؤں اے دیوی! اور ماریا کو میرے ساتھ دیکھ کر دوسرے لوگ مجھ پر شک کریں گے کہ میں اس لڑکی کو اغوا کر کے لے جا رہا ہوں۔"

دیوی پرتھال نے اپنی انگوٹھی اتار کر جادوگر پجاری کی طرف پھینکی اور کہا۔

"اس انگوٹھی کو اپنی انگلی میں پہن لے، تو جب اشارہ کرے گا،

ماریا غائب ہو کر تمہارے ساتھ چلے گا اور جب اشارہ کرے گا وہ ظاہر ہو جائے گی۔ جب وہ غائب ہو گی تو صرف تم اسے دیکھ سکو گے دوسرا کوئی اسے نہیں دیکھ سکے گا۔ تمہاری موت چلی آ رہی ہے۔ اس وقت یہاں سے بھاگ جا اور ملک بغداد کے شمال میں کالا پہاڑ ہے۔ وہاں آگ کی پوجا کرنے والوں کا ایک شہر آباد ہے۔ اس میں آتش پرستوں کا ایک مندر ہے۔ اس کی پجارن کا نام کوکلاں ہے۔ اس کو جا کر میرا نام دینا، وہ تمہاری مدد کرے گی اور تمہیں تمہارے دشمن عنبر سے محفوظ کر کے اپنے پاس رکھے گی۔"

جادوگر پجاری نے کہا۔

"کیا میں عنبر کو ہلاک کر کے دیوی کا بدلہ لے سکوں گا؟"

دیوی پرتھال نے کہا۔

"یہ وقت آنے پر معلوم ہو گا۔"

اتنا کہہ کر دیوی غائب ہو گئی۔ جادوگر پجاری فوراً باہر آ گیا۔ اس نے اپنا گھوڑا نکالا۔ اس پر زین کسی اور درخت کے ساتھ باندھ کر سیدھا اوپر ماریا کی کوٹھڑی میں گیا۔ ماریا تلوار ہاتھ میں لیے کوٹھڑی کے اندر ایک بت کی طرح کھڑی تھی۔ جادوگر پجاری نے دیوی پرتھال کی انگوٹھی والے ہاتھ کا اشارہ کر کے ماریا سے کہا۔

"ماریا! اس انگوٹھی کے حکم پر غائب ہو جا۔"

ماریا ایک دم غائب ہو گئی۔ مگر جادوگر پجاری اسے دیکھ رہا تھا۔ پہلے تو جادوگر پجاری کو یقین نہ آیا کہ ماریا غائب ہوئی ہے۔

کیونکہ وہ تو اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ماریا کو ہاتھ لگایا تو اس کا ہاتھ ماریا کے جسم کو نہ لگ سکا۔ جس سے اس نے اندازہ لگایا کہ ماریا روشنی کی کرنوں میں تبدیل ہو کر غائب ہو چکی ہے اور صرف اس کو ہی نظر آ رہی ہے۔ جادوگر پجاری نے ماریا کو حکم دیا کہ نیچے جا کر گھوڑے کی گردن پر بیٹھ جاؤ۔ وہ جانتا تھا کہ گھوڑے کو ذرا سا بھی دباؤ محسوس نہیں ہوگا۔ ماریا چٹان کے اوپر سے اتر کر جادوگر کے گھوڑے کی گردن پر آ کر بیٹھ گئی۔ جادوگر بھی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے گھوڑے کو اڑنے کا حکم دیا۔ گھوڑا جادوگر اور ماریا کو لے کر اُڑ گیا۔

رات کے اندھیرے میں جادوگر کا اُڑنے والا گھوڑا اسے لیکر ملک بغداد کی طرف اُڑنے لگا۔

ادھر عنبر سادھو اور راجکمار جب چٹان کے اوپر مندر میں پہنچے، تو انہیں معلوم ہوا کہ جادوگر پجاری وہاں سے جا چکا ہے۔ وہ بھاگے بھاگے ماریا کی جھونپڑی میں گئے، وہ بھی خالی تھی۔ ماریا بھی جا چکی تھی، عنبر نے کہا۔

"جادوگر پجاری بھاگ گیا ہے اور وہ ماریا کو بھی اپنے قبضے میں کر کے لے گیا ہے۔"

راجکمار نے کہا۔

"وہ کہاں جا سکتا ہے؟"

سادھو بولا۔ "اس بات کا کھوج لگایا جا سکتا ہے۔"

عنبر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم جادوگر پجاری کا کھوج لگا کر رہیں گے۔ کیونکہ مجھے اپنی بہن ماریا کو اس کے قبضے سے آزاد کرانا ہے۔ لیکن اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ راجکمار کو اس کا تاج و تخت واپس دلایا جائے اور غدار وزیر کو اس کی غداری کی سزا دی جائے۔"

سادھو بولا۔ "میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

راجکمار کہنے لگا۔

"آپ لوگ میری خاطر کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ میرا کیا ہے، میں کسی دوسرے ملک میں جا کر زندگی گذار لوں گا۔"

عنبر نے کہا۔

"نہیں۔ تمہیں اپنا حق نہیں چھوڑنا چاہیے اور پھر وزیر ایک ظالم راجہ ہے۔ وہ رعایا کے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ رعایا کو تمہاری ضرورت ہے تاکہ ان کے ساتھ انصاف ہو اور وہ خوش حال رہیں۔ رعایا تمہیں واپس بلا رہی ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

سادھو بولا۔

"ہمیں بڑی ہوشیاری سے کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔ کیونکہ ہماری کسی غلط چال سے راجکمار کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ وزیر بڑا مکار ہے۔ اس نے دولت اور عہدے دے کر دربار کے سارے امیروں کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے۔ کوئی بھی اس حالت میں راجکمار کی حمایت نہیں کرے گا۔ جب کہ انہیں معلوم ہے کہ حکومت وزیر کے ہاتھ میں ہے۔"

عنبر نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم ایک ترکیب سے شاہی محل میں داخل ہوتے ہیں۔"

عنبر نے سادھو اور راجکمار کو اپنی اسکیم سمجھائی اور وہ لوگ راتوں
رات سفر کرتے ریاست کے شہر سے باہر آ گئے۔ شہر کا دروازہ ابھی
نہیں کھلا تھا۔ کیونکہ ابھی دن پوری طرح سے نہیں نکلا تھا۔ جب دن نکلا ...
دروازہ کھلا تو عنبر اور راجکمار تو وہیں گھنے درختوں میں چھپ کر بیٹھے
رہے اور سادھو کو شہر کی طرف روانہ کر دیا۔ سادھو کو کسی نے بھی
نہ روکا۔ وہ ایک گھنٹے بعد شہر سے واپس آیا تو وہ اپنے ساتھ شہر سے
ایک گول ٹوکرا اور سات تلواریں اور ایک زنانہ لباس بھی خرید کر لایا
تھا۔ زنانہ لباس راجکمار کو پہنا دیا گیا۔ وہ لڑکے سے ایک دم لڑکی بن گیا
اور ایسی لڑکی بنا کر دیکھنے والے کو ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ
لڑکی نہیں بلکہ لڑکا ہے۔ راجکمار کے سر پہ لمبے نقلی بال لگا دیے گئے۔
ماتھے پہ تلک لگا دیا گلے میں موتیوں کی مالا اور ہاتھوں میں کنگن پہنائے
گئے۔ ساڑھی پہن کر وہ بالکل عورت بن گیا۔ اُدھر عنبر نے سادھوؤں والا
حلیہ بنا لیا۔

اس حالت میں کہ وہ دو سادھو تھے اور ایک لڑکی ان کے ساتھ تھی
وہ اپنے آپ کو تماشہ دکھانے والے بازی گر کہہ کر شہر کے اندر داخل
ہو گئے۔ کسی نے بھی اُن پہ شک نہ کیا کہ ان میں سے جو لڑکی ہے، وہ
راجکمار ہے۔ جاتے ہی انہوں نے شہر کے چوک میں تماشہ دکھانا شروع
کر دیا۔ سادھو نے مُرلی بجا کر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ راجکمار نے لڑکی کی شکل
میں ڈانس دکھایا۔ پھر عنبر ٹوکرے میں بیٹھ گیا۔ اوپر ... ٹوکرے کا منہ
بند کر دیا گیا۔ سادھو نے اعلان کیا۔

"بھائیو! میرا دوست ٹوکرے میں بند ہے۔ میں اس ٹوکرے سے
سات تلواریں پار کر دوں گا۔ مگر میرا دوست زندہ سلامت رہے گا۔"

سادھو نے ٹوکرے میں ایک ایک کر کے سات تلواریں پار کر دیں۔ اندر
تلوار آتی تو عنبر اسے دوسری طرف کر دیتا تھا۔ جب عنبر ٹوکرے سے صحیح
سلامت باہر نکلا تو لوگوں نے تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے
بعد سادھو نے راجکمار کا ڈانس دکھانا شروع کیا۔ اس عرصے میں عنبر
سادھو کی شکل میں لوگوں کے قریب چلا گیا۔ پھر ایک بوڑھے آدمی سے
آہستہ سے کہا۔

"سُنا ہے راجکمار رعایا کی مدد کرنے آ گیا ہے۔"

اس آدمی نے پوچھا۔ "کیا ہمارا راجکمار آ گیا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"سُنا تو میں نے بھی ہے کہ راجکمار ظالم وزیر کے ظلم سے نجات
دلانے شہر میں آ چکا ہے۔"

سادھو عنبر اور راجکمار تماشہ ختم کر کے شہر میں آگے نکل گئے۔
اور لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ راجکمار آ گیا ہے۔ راجکمار انہیں
وزیر کے ظلم سے نجات دلانے آ گیا ہے۔ عنبر راجکمار سادھو یہی چاہتے
تھے کہ شہر میں افواہ پھیلا کر لوگوں کو بغاوت کے لیے تیار کر دیں۔
جہاں جہاں انہوں نے تماشہ دکھایا، انہوں نے لوگوں میں یہی افواہ پھونک

دی کہ راجکمار شہر میں آگیا ہے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر وزیر تک بھی پہنچ گئی کہ شہر میں لوگ باتیں کر رہے ہیں کہ راجکمار آگیا ہے۔ وزیر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"اگر وہ خود آ رہا ہے تو اُسے آنے دو۔ میرے جلّاد کی تلوار اس کی گردن کے خون کی پیاسی ہے اور انتظار کر رہی ہے۔"

خوشامدی درباریوں نے کہا۔

"ہم بھی راجکمار کے خون کے پیاسے ہیں۔"

لیکن ان میں ایک بوڑھا نجومی بھی تھا جس نے حساب لگا کر رات ہی کو معلوم کر لیا تھا کہ راجکمار شہر میں داخل ہو چکا ہے۔ وہ اوپر سے وزیر کی ہاں میں ہاں ملاتا تھا لیکن دل سے راجکمار کے ساتھ تھا۔ وزیر نے سات روز بعد راجہ بن کر تخت پر بیٹھنا تھا۔ اس نے شاہی نجومی کو بلا کر کہا۔

"ذرا حساب لگا کر بتائیں کہ کیا راجکمار شہر میں داخل ہو گیا ہے؟"

اندر سے وزیر بھی خوف کھا رہا تھا۔ کیونکہ رعایا اپنے راجکمار سے اب بھی پیار کرتی تھی اور وزیر کے ظلم و ستم سے تنگ آچکی تھی۔ شاہی نجومی نے حساب لگایا تو ستاروں نے اسے بتایا کہ راجکمار اس وقت شہر کے اندر ایک عورت کے رُوپ میں موجود ہے اگر وہ وزیر کو بتا دیتا تو وہ اسی وقت شہر کی تمام عورتوں کی تلاشی کا حکم دے دیتا اور پھر راجکمار پکڑا جاتا اور اسے فوراً قتل کر دیا جاتا۔ لیکن شاہی نجومی دل سے راجکمار کے ساتھ تھا، اس نے کہا۔

"مہاراج! میرا حساب بتاتا ہے کہ راجکمار اس وقت شہر سے ہزاروں

میل دور ایک سمندری جزیرے میں بیمار پڑا ہے اور مرنے والا ہے۔"

وزیر بڑا خوش ہوا۔ اس نے شاہی نجومی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ہمیں یہ سن کر خوشی ہوئی۔ اب یہ بتاؤ کہ ہماری تاجپوشی کا دن خیریت سے گزر جائے گا اور کوئی ہنگامہ تو نہیں ہوگا؟"

شاہی نجومی نے حساب لگایا تو ستاروں کے حساب نے بتایا کہ تاجپوشی والے دن وزیر زندہ نہیں ہوگا۔ شاہی نجومی چونک پڑا۔ وزیر نے جلدی سے پوچھا۔

"کیوں کیا کوئی بُری خبر ہے تم چونکے کیوں ہو؟"

شاہی نجومی نے کہا۔

"میں خوشی سے چونکا تھا حضور! کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تاجپوشی کے دن آپ زندہ سلامت اور شاہی تاج میں بڑے خوب صورت لگ رہے ہیں۔"

وزیر نے خوش ہو کر شاہی نجومی کو موتیوں کے ہار انعام میں دے کر رخصت کیا۔ نجومی نے دل میں کہا۔

"تاج پوشی سے پہلے میں تمہاری لاش سڑکوں پر گھسٹتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔"

نقلی ناگ کی سازش

عنبر، سادھو اور راجکمار کو بازی گروں کے بھیس میں شہر میں آئے، تیسرا دن تھا۔ وزیر کی تاجپوشی میں چار دن باقی رہ گئے تھے، شہر میں لوگوں کو کوئی خوشی نہیں تھی۔ مگر وزیر نے شاہی محل میں رات کو چراغ روشن کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ شاہی محل میں روزانہ کھیل تماشے ہوتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ محل کے ارد گرد سخت پہرہ بھی لگا تھا۔ کیونکہ وزیر کو معلوم تھا کہ راجکمار ابھی پکڑا نہیں جا سکا اور کہیں وہ اس کے لیے مصیبت نہ بن جائے۔

عنبر اور سادھو بھی تماشہ دکھاتے دکھاتے شاہی محل کے دروازے پر آ گئے۔ راجکمار بھی عورت کے بھیس میں ان کے ساتھ تھا۔ پہریدار نے روکا تو انہوں نے کہا کہ وہ وزیر صاحب کو ایک انوکھا تماشہ دکھانا چاہتے ہیں۔ بات وزیر تک پہنچی۔ اس نے تاجپوشی کی خوشی میں اجازت دے دی اور حکم دیا کہ تماشہ دکھانے والوں کو شاہی محل میں پہنچا دیا جائے۔ عنبر بہت خوش ہوا۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح محل کے اندر پہنچ جائیں۔

انہیں دربار میں وزیر کے سامنے پیش کیا گیا۔ عورت کے لباس میں راجکمار کو کوئی بھی نہ پہچان سکا۔ لیکن شاہی نجومی نے راجکمار

کو پہچان لیا۔ اس کے حساب نے اُسے بتا دیا کہ راجکمار اسی بازی گروں کی ٹولی میں عورت کے روپ میں موجود ہے۔ وہ بڑا خوش ہوا، اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔ وزیر کی موت کا وقت قریب آ گیا تھا۔

عنبر اور سادھو نے وزیر کو سلام کیا۔ وزیر نے کہا۔

"تم کس ملک کے بازی گر ہو؟ سُنا ہے تم کوئی انوکھا تماشہ دکھانا چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"ہم ملک افریقہ سے آئے ہیں، مہاراج اور ہم آپ کو ایک ایسا تماشہ دکھائیں گے جو آپ نے آج تک نہ دیکھا ہوگا۔"

وزیر نے راجکمار کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ لڑکی تمہاری کیا لگتی ہے؟"

سادھو نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "مہاراج! یہ میری بیٹی ہے۔"

وزیر بولا۔ "کیا یہ بھی کوئی تماشہ دکھائے گی!"

سادھو بولا: "مہاراج یہ صرف ڈانس کرتی ہے۔"

وزیر نے کہا۔ "یہ بولتی کیوں نہیں؟"

سادھو نے کہا۔ "مہاراج یہ گونگی ہے بول نہیں سکتی۔"

یہ بات پہلے ہی انہوں نے آپس میں طے کر لی تھی کہ راج کمار کو وہاں گونگی عورت بنانا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وزیر راج کمار کی آواز سے اسے پہچان لے۔ وزیر نے کہا۔

"ہمیں افسوس ہے۔ اچھا اب تماشہ دکھاؤ۔"

سادھو نے کہا۔

"مہاراج! میرا یہ بھائی بند ٹوکرے میں بیٹھ جائے گا۔ میں ٹوکرے میں سات تلواریں آر پار کر دوں گا مگر میرا بھائی زندہ باہر نکل آئیگا۔"

وزیر نے کہا۔ "لیکن ٹوکرے میں تلواریں ہمارا آدمی ڈالے گا۔"

عنبر نے کہا۔ "مجھے منظور ہے مہاراج!"

اس وقت عنبر ٹوکرے میں بیٹھ گیا۔ اوپر سے ٹوکرے کا منہ بند کر دیا گیا۔ وزیر کے حکم سے جلاد سامنے آگیا۔ اس نے سات تلواریں اپنے پاس رکھ لیں اور ایک ایک کر کے زور سے ساری کی ساری تلواریں ٹوکرے کے آر پار کر دیں۔ ٹوکرے کے اندر عنبر تلواروں میں پھنسا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تلواریں باہر کھینچ لی گئیں۔ ٹوکرے کا منہ کھول دیا گیا۔ عنبر مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ دربار میں لوگ تالیاں بجانے لگے۔ وزیر بھی بڑا خوش ہوا۔ جلاد کو بڑا غصہ آیا۔ کہ اس نے تو تین تلواریں عنبر کے جسم میں داخل کر دی تھیں۔ پھر یہ کیوں کر زندہ رہا۔ اس نے جھک کر وزیر سے کہا۔

"مہاراج! انہوں نے دھوکے بازی کی ہے۔ اگر یہ شخص ٹوکرے کے اندر زندہ رہ سکتا ہے تو پھر اسے باہر بھی تلوار کا وار کھا کر زندہ رہنا چاہیے۔"

وزیر نے سادھو سے کہا۔ "کیا تمہارا دوست میرے جلاد کی تلوار کا وار سہہ کر بھی زندہ رہ سکتا ہے؟"

سادھو نے کہا۔ "مہاراج اس میں ذرا خطرہ ہے۔"

عنبر بول اٹھا۔ "نہیں مہاراج! کوئی خطرہ نہیں۔ میں آپ کے جلاد کا وار کھا کر زندہ رہوں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا، بیان کرو۔" وزیر نے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔ "شرط یہ ہے کہ اگر میں جلاد کی تلوار کا وار کھانے کے بعد بھی زندہ رہا تو پھر مجھے بھی اجازت دی جائے کہ میں بھی جلاد پہ ایک وار کروں۔"

وزیر نے کہا۔ "اجازت ہے۔"

جلاد کانپ اٹھا۔ وہ یہ شرط قبول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر وزیر نے حکم دے دیا تھا۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دربار سے بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو خوف کے مارے کانپنے لگا۔ وزیر نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اے شاہی جلاد! ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی خواہش پوری کرو اور اس سادھو کے بھائی پر تلوار چلاؤ۔"

جلاد نے سوچا آخر وہ بھی انسان ہے، اس کی تلوار کا وار کھا کر کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ اس نے ہزاروں انسانوں کی گردنیں اتاری تھیں۔ وہ تلوار لے کر بیچ میں آگیا۔ سادھو اور راج کمار ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ عنبر نے کہا۔

"اے جلاد! تم میرے جسم کے کس حصے پر تلوار چلانا پسند کرو گے؟"

جلاد کے ہاتھ میں بڑی لمبی بھاری اور تیز دھار والی تلوار تھی۔ اس نے تلوار اٹھا کر کہا۔ "میں تمہاری گردن پر وار کروں گا۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔" عنبر نے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی اپنی گردن جھکا دی۔ جلاد ایک قدم آگے بڑھ کر آیا۔ تلوار کی دھار عنبر کی گردن پر رکھی۔ پھر اسے اوپر اٹھا کر ہاتھ میں تلوار کو تولا۔ دوسری بار تلوار پھر گردن پر رکھی اور دونوں ہاتھوں سے دستہ پکڑ کر تلوار کو اپنے سر سے اوپر تک لے جا کر ایک چیخ ماری اور پوری طاقت کے ساتھ تلوار عنبر کی گردن پر مار دی۔ کھٹاک کی آواز آئی۔ جیسے پہاڑی سے گرا ہوا پتھر کسی لوہے کی چٹان سے ٹکرایا ہو اور تلوار دو ٹکڑے ہو کر گر پڑی۔ صرف دستہ جلاد کے ہاتھ میں رہ گیا۔ عنبر نے سر اٹھا لیا۔ اس کی گردن پر ایک خراش تک نہیں آئی تھی۔ درباری دنگ رہ گئے۔ وزیر بھی حیران ہو کر عنبر کو تکنے لگا۔ جلاد کا رنگ خوف کے مارے زرد ہو گیا تھا۔ کیونکہ اب اس کی باری تھی۔

عنبر نے وزیر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مہاراج! آپ نے دیکھ لیا کہ میں زندہ ہوں۔ اب اپنا وعدہ نبھائیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں جلاد پر وار کروں۔"

"اجازت ہے۔" وزیر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جلاد تھر تھر کانپنے لگا۔ عنبر نے کہا۔

"مہاراج! میں تلوار سے نہیں بلکہ ایک پتلی چھڑی سے اس کی گردن پر وار کروں گا۔"

عنبر نے سادھو سے ایک پتلی چھڑی لے کر ہاتھ میں پکڑی۔ جلاد

کو کچھ حوصلہ ہوا کہ یہ چھڑی اس کا کیا بگاڑ سکے گی۔ وزیر نے جلاد کو حکم دیا کہ گردن نیچی کر لے۔ جلاد نے گردن نیچی کر لی۔ عنبر نے پتلی چھڑی کو ہوا میں دو ایک بار لہرایا اور پھر چھڑاپ کی آواز پیدا کرتے ہوئے زور سے جلاد کی گردن پر چوٹ لگائی۔ دربار میں سب لوگ حیرت زدہ ہو کر رہ گئے۔ جب جلاد کی گردن کٹ کر دور جا پڑی۔

وزیر عنبر کی اس بازی گری سے بے حد خوش ہوا۔ اس نے کہا۔

"اے سادھو ہم تمہیں آج سے اپنا شاہی جلاد مقرر کرتے ہیں۔ کیا تمہیں منظور ہے؟"

عنبر نے دل میں کہا۔ "سب سے پہلے تمہاری گردن اتاروں گا۔"

اور اوپر سے کہا۔ "منظور ہے مہاراج! مگر میرا بھائی سادھو اور ہماری یہ گونگی بہن میرے ساتھ محل میں رہے گی۔"

وزیر نے کہا۔ "میری طرف سے اجازت ہے۔"

اس وقت عنبر سادھو اور راجکمار کو محل میں ایک کمرہ دے دیا گیا۔ اپنے الگ کمرے میں آتے ہی انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب انہیں کیا کرنا ہوگا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ تینوں الگ الگ ہو کر بیٹھ گئے۔ عنبر نے کہا۔ "دروازہ کھول دو۔"

سادھو نے دروازہ کھولا تو شاہی نجومی اندر آ گیا۔ تینوں نے بڑے ادب سے سلام کیا۔ عنبر نے کہا۔

"مہاراج! آپ کو بھی ہمارا تماشہ پسند آیا ہوگا۔"

شاہی نجومی نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں تو اب بھی آپ کا تماشہ دیکھ رہا ہوں اور مجھے آپ کا تماشہ پسند ہے۔"

راجکمار کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں نجومی نے اسے پہچان تو نہیں لیا۔ مگر وہ عورت کے لباس میں خاموش بیٹھا رہا۔ عنبر نے اپنا شک دور کرنے کے لیے پوچھا۔ "مہاراج! ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھے؟"

شاہی نجومی نے راجکمار کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا۔

"راجکمار کو زنانہ لباس بڑا اچھا لگتا ہے۔"

تینوں چونک پڑے۔ عنبر شاہی نجومی پر حملہ کرنے ہی والا تھا کہ اس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"میں تمہارا دوست ہوں اور راجکمار کا وفادار ہوں۔ میں نے پہلے ہی حساب لگا کر تمہیں پہچان لیا تھا کہ تم راجکمار کو اس کا تخت و تاج واپس دلانے آئے ہو۔"

راجکمار نے کہا۔ "آپ ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

سادھو بولا۔ "پہلے اس بات کا ثبوت ملنا چاہیے کہ شاہی نجومی ہمارے ساتھ دھوکہ نہیں کر رہا۔"

شاہی نجومی بولا۔

"اس سے بڑھ کر میری وفاداری کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ میں نے راجکمار کو محل میں داخل ہوتے ہی پہچان لیا تھا۔ مگر میں نے وزیر کو بالکل نہیں بتایا۔"

سادھو نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے کہا۔

"ہمیں شاہی نجومی کی وفاداری پر اب شک نہیں کرنا چاہیے۔"

پھر انہوں نے شاہی نجومی سے پوچھا کہ وزیر رات کو کس کمرے میں سوتا ہے اور دربار میں کون کون اس کے ساتھ ہوتا ہے اور فوج اس کی کہاں تک وفادار ہے۔ شاہی نجومی نے انہیں بتایا کہ وزیر ہر رات ایک نئے کمرے میں سوتا ہے جس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی وزیر آدھی رات کو کمرہ بدل لیتا ہے۔ درباری خوشامدی ہیں۔ وہ دل سے اس کے ساتھ نہیں ہیں۔ فوج کا بھی یہی حال ہے۔

"وزیر کو سب سے زیادہ مدد جادوگر پجاری سے حاصل تھی۔ مگر اب وہ بھی نہیں رہا۔ سنا ہے وہ مندر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے کیونکہ کسی مسلمان نے اس کی دیوی کے بت کو پاش پاش کر دیا ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"وہ مسلمان میں ہوں جس نے دیوی کے بت کے ٹکڑے اڑائے تھے۔"

شاہی نجومی نے عنبر کی طرف غور سے دیکھا اور کہا۔

"تمہارے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ایک طاقت ور نوجوان ہو اور وزیر کی موت تمہارے ہاتھوں ہی آئے گی۔ تم آج رات بھیس بدل کر میرے ساتھ آنا۔ میں تمہیں وہ کمرے دکھاؤں گا، جہاں وزیر جگہ بدل بدل کر سوتا ہے۔"

اس رات عنبر نے درباریوں ایسا لباس پہنا تاکہ محل میں کوئی اس پر شک نہ کرے اور شاہی نجومی کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ شاہی نجومی نے عنبر کو ساتھ لیا اور محل کی دوسری منزل پر آ گیا۔ یہاں کتنے

ہی کمرے بنے ہوئے تھے جہاں وزیر کے لیے شاہی پلنگ پر شاندار بستر لگے تھے اور باہر پہرے دار تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ شاہی نجومی اور عنبر ان کے قریب سے گزر گئے۔ واپس آ کر شاہی نجومی نے عنبر سے پوچھا۔

"اب تم کس طرح وزیر پر حملہ کرو گے؟ تمہیں کیسے معلوم ہو گا کہ وہ کون سے کمرے میں سو رہا ہے؟"

عنبر نے کہا۔

"یہ میں معلوم کر لوں گا۔ میں کل رات وزیر کا خاتمہ کر دوں گا۔ آپ فوج کے سردار کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں۔"

شاہی نجومی نے کہا۔

"میں اس سے بات کر چکا ہوں۔ وہ ہمارے ساتھ ہے۔ وزیر کی موت کی خبر ملتے ہی فوج محل پر قبضہ کر لے گی اور راجکمار کے راجہ ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔"

عنبر نے ساری بات آ کر سادھو اور راجکمار کو بتا دی۔ دوسری رات کو جب محل میں سب سو گئے تو عنبر اپنی کوٹھڑی سے راجکمار اور سادھو کو ضروری باتیں سمجھا کر باہر نکلا۔ اس کی جیب میں ایک خنجر کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ وہ درباریوں کے لباس میں تھا۔ پہلی منزل پر اس کو کسی نے نہ روکا۔ لیکن جب وہ دوسری منزل کی طرف بڑھا تو سیڑھیوں پر پہرے دار نے اسے روک لیا۔

"مہاراج! آپ اتنی رات گئے اوپر کس لیے جا رہے ہیں؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے وزیر صاحب سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

پہرے دار ویسے بھی درباریوں سے گھبرایا کرتے تھے۔ کیونکہ درباری وزیر کے بڑے منہ چڑھے ہوئے تھے۔ اور ان کے اشارے پر وزیر لوگوں کو قتل کروا دیا کرتا تھا۔ پہرے دار خاموش ہو گیا۔ عنبر سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل پر آ گیا۔ اب یہاں پچاس کمرے تھے۔ کچھ معلوم نہیں تھا کہ وزیر کس کمرے میں سو رہا ہے۔ ہر کمرے کے باہر پہرے دار ننگی تلوار لیے پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر جس کمرے کے آگے سے گزرتا پہرے دار اسے گھور کر دیکھتا۔ عنبر محل کی تیسری منزل پر آ گیا۔ دوسری طرف محل کی دیوار تھی جس کے نیچے گہری کھڈ تھی۔ ایک کمرے کی کھڑکی میں سے کسی نے ہاتھ باہر نکال کر کوئی چیز نیچے پھینکی۔ عنبر اوپر سے جھانک کر نیچے دیکھنے لگا۔ یہ کسی کنیز کا ہاتھ تھا۔ عنبر سمجھ گیا کہ وزیر آج کی رات اسی کمرے میں سو رہا ہے۔

ایک مضبوط ریشمی رسی وہ اس مقصد کے لیے اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔ اس نے رسی اپنی کمر کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔ رسی اتار کر عنبر نے چھت کے ایک ستون کے ساتھ باندھ کر نیچے لٹکا دی۔ پھر وہ اس کے ساتھ نیچے اتر گیا۔ جب وہ دیوار کے ساتھ کھسکتا ہوا کھڑکی کے پاس پہنچا تو پردہ پرے ہٹا کر اندر دیکھا۔ اس کی دلی آرزو پوری ہو گئی تھی۔ وزیر ایک شاندار پلنگ پر چوکڑی مار کر بیٹھا دودھ کی ملائی میں اناناس ملا کر کھا رہا تھا۔ ایک کنیز اور ایک غلام ننگی

تلوار لیے اس کے پاس کھڑے تھے۔ کنیز مور کے پروں کا پنکھا کر رہی تھی۔ عنبر کے پاس سوچنے کے لیے اب کوئی وقت نہیں تھا۔ اس نے پردہ ہٹا کر کمرے میں چھلانگ لگا دی اور خنجر نکال لیا۔ وزیر نے چونک کر عنبر کو دیکھا اور بستر پر سے اُچھل پڑا اور چلایا۔

"اسے قتل کر دو۔"

پہرے دار ننگی تلوار لے کر عنبر کی طرف بڑھا اور اس پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ وہ اپنی طرف سے سمجھ رہا تھا کہ اس کی تلوار سے عنبر کی گردن کٹ جائے گی اور وہ مر جائے گا۔ لیکن اس کے اُلٹ ہوا — پہرے دار کی تلوار عنبر کے جسم سے ٹکراتے ہی آدھی ٹوٹ کر گر پڑی۔ وزیر نے خنجر نکال لیا۔ عنبر وزیر کے بستر پر چڑھ گیا۔ کنیز بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ پہرے دار نے بھی اب خنجر نکال لیا تھا۔ عنبر نے وزیر کو دبوچ لیا اور خنجر اس کے دل میں اُتار دیا۔ پہرے دار عنبر پر خنجر کے وار کرنے لگا مگر اس کا خنجر بھی ٹوٹ گیا۔ وہ گھبرا کر باہر کو بھاگا۔

عنبر نے وزیر کی لاش بستر پر پھینکی اور رسی کی مدد سے اوپر چھت پر آ گیا۔ یہاں سے وہ سیدھا شاہی نجومی کے کمرے میں گیا۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے بتایا کہ وزیر کا خاتمہ کر دیا گیا ہے — شاہی نجومی کوٹھڑی سے نکلا اور فوج کے کمانڈر کی طرف بھاگا۔ محل میں شور مچ گیا۔ کمانڈر نے محل پر قبضہ کر لیا۔ صبح ہوتے ہی راجکمار کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ سب کام سکیم کے مطابق ہو گیا تھا۔

اسی روز راجکمار نے تخت پر بیٹھ کر دربار بلایا۔ شاہی نجومی کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا، درباریوں کو انعام و اکرام دیا۔ سادھو کو اپنا خاص دوست بنا کر دربار میں کرسی دی۔ عنبر کا اس نے دل سے شکریہ ادا کیا۔ اسے دربار میں وزیر خاص بنانا چاہا مگر عنبر نے کہا، کہ وہ وزیر بننے کے لیے وہاں نہیں آیا تھا۔ اسے ناگ اور ماریا کی تلاش میں نکلنا ہے۔ دوسرے ہی دن عنبر نے راجکمار کو خدا حافظ کہا اور وہاں سے ملک بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ کیونکہ شاہی نجومی نے حساب لگا کر اسے بتا دیا تھا کہ اس کے بہن بھائی دریائے دجلہ اور فرات کی وادی میں اسے ملیں گے اور یہ بغداد اور شام کا علاقہ تھا۔

اُدھر جادوگر پجاری ماریا کو گھوڑے پر بٹھائے بادلوں میں اڑتا ہوا ملک بغداد کے شمال میں کالے پہاڑ کی آتش پرست بستی میں پہنچ گیا تھا۔ اس پہاڑ کے نیچے لوگوں کی بستی تھی۔ پہاڑ میں ایک بہت بڑا مندر تھا۔ جہاں آگ کی پوجا ہوتی تھی۔ اسی مندر میں دیوی کوکلاں کی بڑی مورتی تھی۔ دیوی کوکلاں آگ کی پوجا کرنے والوں کی دیوی تھی۔ دیوی پرنتال کی انگوٹھی جادوگر پجاری کی انگلی میں تھی۔ کالے پہاڑ کے مندر میں اترنے کے بعد جادوگر پجاری نے ایک خالی کوٹھڑی میں ماریا کو بند کر کے اسے حکم دیا کہ وہ وہاں سے بالکل نہ ہلے۔ ماریا کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ کوٹھڑی کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ جادوگر پجاری نے کوٹھڑی پر تالا

لگایا اور سیدھا مندر کے بڑے پروہت کے پاس آ گیا۔ اس نے پروہت سے کہا کہ وہ کوہ ہمالیہ کے پرانے مندر کا پجاری ہے اور دیوی کوکلاں کے درشن کرنا چاہتا ہے۔ پروہت نے کہا۔

"ہماری دیوی کوکلاں کے درشن صرف آگ کی پوجا کرنے والے ہی کر سکتے ہیں۔ تم بتوں کی پوجا کرتے ہو۔ تم دیوی کے درشن نہیں کر سکتے۔"

جادو گر پجاری کو غصہ آ گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ بغل سے باہر نکال پروہت کی طرف کیا۔ اس کی ہتھیلی میں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ ہت ڈر گیا۔ جادو گر پجاری نے کہا۔

"کیا اب بھی تم مجھے دیوی کے پاس نہیں لے جاؤ گے؟"

پروہت نے ہاتھ باندھ لیے اور کہا۔

"مہاراج! میں نے کب انکار کیا ہے۔ آیئے میرے ساتھ۔"

پروہت جادو گر کو دیوی کوکلاں کی مورتی کے پاس لے گیا۔ یہ ایک تنگ کوٹھڑی تھی جس میں گھی کا چراغ جل رہا تھا۔ دیوی کوکلاں کا بت دیوار میں سے ابھرا ہوا تھا اور اس پہ لال سیندور ملا ہوا تھا۔ جادو گر پجاری نے پروہت کو باہر نکال دیا۔ دیوی کے آگے ۔ گڑھے میں آگ جل رہی تھی۔ جادو گر پجاری نے انگوٹھی اتار کر ۔ کے آگے رکھ دی اور کہا۔

"اے دیوی کوکلاں! مجھے دیوی پرتھال نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ دشمن میرے پیچھے لگا ہے۔ وہ مجھے قتل کر کے ماریا کو مجھ سے

چھیننا چاہتا ہے۔ ماریا کو میں نے اپنے قابو میں کر رکھا ہے اور وہی میری طاقت ہے۔ میری مدد کرو اور مجھے بتاؤ کہ میں اپنے دشمن عنبر کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں۔"

دیوی کوکلاں کی آواز کوٹھڑی میں گونج اٹھی۔

"اے احمق جادو گر! تو ایک ایسے انسان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے جو ابھی پانچ ہزار سال تک زندہ رہنے کے لیے واپسی کا سفر کر رہا ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت ہلاک نہیں کر سکتی۔"

جادو گر پجاری نے پریشان ہو کر سوال کیا۔

"اے دیوی! یہ شخص کیا کوئی بہت بڑا جادو گر ہے؟"

دیوی نے کہا۔

"وہ جادو گروں کا بھی سب سے بڑا بادشاہ ہے۔ تمہارا جادو اس کے آگے نہیں چل سکتا۔"

جادو گر پجاری بولا۔

"اے دیوی! میں بڑی دور سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ میری مدد کر اور مجھے عنبر سے بچنے کی کوئی تدبیر بتا۔"

دیوی کوکلاں کی آواز آئی۔

"عنبر کی صرف ایک ہی کمزوری ہے جس سے تم نے پہلے بھی فائدہ اٹھایا تھا۔ اگر تم کسی طرح اسے کسی گہرے مگر تنگ کنویں میں گرانے میں کامیاب ہو جاؤ تو وہ وہاں سے باہر نہیں نکل سکے گا۔"

جادو گر پجاری نے کہا۔

"اے دیوی! میں اس علاقے سے ناواقف ہوں۔ ایسا کنواں مجھے کہاں ملے گا اور میں عنبر کو کہاں سے تلاش کر کے اس کنویں کے پاس لاؤں گا۔ وہ اس بار میرے جال میں نہیں آئے گا۔"

دیوی کوکلاں نے کہا۔

"اس پہاڑ سے دور ایک شہر بابل ہے۔ یہ شہر تباہ ہو چکا ہے۔ اس کے کھنڈروں میں ایک چاہ بابل ہے۔ یہ ہزاروں سال پرانا کنواں ہے۔ اس کی گہرائی آج تک کسی نے نہیں دیکھی۔ اگر تم اس میں عنبر کو گرا دو تو تم کو اس سے نجات مل سکتی ہے۔"

جادو گر پجاری بولا۔

"میں عنبر کو بابل کے کنویں تک کیسے لے جاؤں اے دیوی! مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

دیوی نے کہا۔

"عنبر اس وقت بغداد شہر کی طرف ماریا اور ناگ کی تلاش میں آ رہا ہے۔ تم ناگ کا روپ بدل کر اسے اپنی چال میں پھنسا سکتے ہو۔"

جادو گر پجاری بولا۔

"میں ناگ کی شکل کیسے بدل سکتا ہوں۔ میں نے تو آج تک ناگ کو دیکھا تک نہیں۔"

دیوی کوکلاں نے کہا۔

"میں نے ناگ کو دیکھا ہے، وہ پہلے ایک سانپ تھا مگر ہزار برس زندہ رہنے کے بعد اب وہ جو چاہے شکل بدل لیتا ہے۔ میں

میں ابھی ناگ کی شکل میں بدل دیتی ہوں۔ چونکہ تم بھی سانپ بن سکتے ہو اس لیے عنبر کو بڑی آسانی سے دھوکہ دے سکو گے۔ اسے ذرا بھی شک نہیں ہوگا کہ تم اصلی ناگ نہیں ہو۔ اس سے پہلے کہ بغداد میں اس کی اصلی ناگ سے ملاقات ہو تم اسے پھسلا کر بابل کے کنویں کی طرف لے آؤ اور اپنی سازش پر عمل کرو۔"

جادو گر پجاری بولا۔

"اے دیوی کوکلاں! مجھے ناگ کی شکل عطا کر دو۔"

دیوی کوکلاں کے ماتھے پر سے نیلی روشنی کی ایک شعاع نکلی اور جادوگر پجاری کو اس نے نیلی روشنی میں ڈھانپ لیا۔ جب روشنی ہٹی تو وہاں جادو گر پجاری کی جگہ ناگ کھڑا تھا۔ وہی شکل، وہی آنکھیں، وہی ناک نقشہ۔ ہوبہو ناگ تھا۔ جادو گر پجاری نے دیوی کو سلام کیا اور باہر نکل گیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور گھوڑے کو اڑاتا ہوا بغداد شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ وہ بہت جلد بغداد شہر پہنچ گیا۔ وہ بغداد شہر کے سب سے بڑے دروازے کے سامنے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور عنبر کا انتظار کرنے لگا کہ وہ کب باہر سے آ کر شہر میں داخل ہوتا ہے۔

عنبر بابل کے کنویں میں

ناگ عقاب بن کر اڑتا ہوا بغداد کے بڑے دروازے کے قریب آ گیا۔

یہاں ایک بڑا خوب صورت سبزہ زار تھا جو شہر کے بڑے دروازے کے سامنے دور تک پھیلا ہوا تھا۔ آگے دریائے دجلہ تھا۔ اور اس کے آگے صحرائی میدان تھا۔ ناگ کو یہ سبزہ زار اچھا لگا تھا۔ یہاں درخت بھی تھے جن کی چھاؤں ٹھنڈی تھی۔ ناگ ان درختوں میں اتر آیا۔ ایک شاخ پر بیٹھ کر اس نے نیچے دیکھا۔ چنگیز خان کے حملے کا زبردست خطرہ تھا جس کی وجہ سے باہر کی بستیوں کے لوگ اپنے کچے مکان خالی کر کے شہر کے اندر جا رہے تھے کیونکہ شہر کے گردا گرد اونچی پختہ فصیل تھی۔

ناگ درخت سے نیچے آ کر انسانی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ وہ لوگوں کو خبردار کرنا چاہتا تھا کہ وہ بغداد شہر میں جانے کی بجائے یہاں سے کہیں دور چلے جائیں۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ چنگیز خان بہت جلد شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا اور اس کی خون خوار فوج بغداد کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہائے گی۔ اس نے پہلے ایک دو آدمیوں کو خبردار کیا بھی تھا مگر انہوں نے ناگ کو غدار کہہ کر قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس لیے کہ بغداد کے لوگ اپنی فوج پر بڑا بھروسہ کیے ہوئے تھے اور ان کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ ان کی فوج چنگیز خان کی فوج سے شکست کھا جائے گی۔

ناگ نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ کمر پر لکڑیوں کا گٹھا لادے دو بچوں کو انگلی سے لگائے شہر کے دروازے کی طرف جا رہا ہے۔ ناگ نے چاہا کہ اسے شہر میں جانے سے روک دے۔ کیونکہ ناگ کے حساب کے مطابق چار روز بعد چنگیز خان کی فوج بغداد پر حملہ کرنے والی تھی۔ لیکن ناگ کو پھر عنبر کا خیال آ گیا۔ عنبر نے کہا تھا کہ ہم تاریخ کی واپسی کا سفر کر رہے ہیں اور یہ سب لوگ مر چکے ہیں۔ ہم کسی ایسے آدمی کو موت کے منہ سے نہیں بچا سکتے، جو ہم سے مدد کی خود درخواست نہ کرے۔ یہ سوچ کر ناگ خاموش رہا اور وہ شہر کے دروازے کی طرف بڑھا۔ شہر کے دروازے کے باہر جادوگر پجاری یعنی نقلی ناگ ہو بہو ناگ کی شکل میں ایک طرف بیٹھا عنبر کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے آگ کی دیوی کوکلاں نے کہا تھا کہ عنبر اسی دروازے سے شہر میں داخل ہو گا۔ اچانک اس کی نظر اصلی ناگ پر پڑ گئی۔ جادوگر پجاری جلدی سے ایک ستون کے پیچھے ہو کر چھپ گیا۔ اصلی ناگ کی شکل بالکل نقلی ناگ کی طرح تھی۔ صرف دونوں کے لباس میں فرق تھا۔ اصلی ناگ کا لباس عربی تھا اور نقلی ناگ یعنی

جادو گر پجاری نے شام کے لوگوں ایسا لباس پہن رکھا تھا۔ نقلی
ناگ اپنے ہم شکل اصلی ناگ کو چھپ کر دیکھتا رہا۔ ناگ شہر کے
دروازے کے پاس آ کر رک گیا۔ اس نے اونچے دروازے کی
محراب کو دیکھا۔ پھر دروازے کے پہرے دار سے کوئی بات کی اور
شہر میں داخل ہو گیا۔

نقلی ناگ یعنی جادو گر پجاری نے سُکھ کا سانس لیا۔ اب
اس کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ عنبر کو وہیں روک لے اور
شہر میں داخل نہ ہونے دے۔ کیونکہ اگر وہ شہر میں داخل
ہو گیا تو وہ اصلی ناگ سے جا کر مل جائے گا اور نقلی
ناگ یعنی جادو گر پجاری کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ نقلی
ناگ ستون سے نکل کر ایک اونچے چبوترے پر بیٹھ گیا اور ہر آتے جاتے
مسافر کو غور سے دیکھنے لگا۔

عین اس وقت عنبر دروازے کے سامنے والے باغ میں آتا
دکھائی دیا۔ اس کا رُخ بھی دروازے کی طرف تھا۔ وہ ناگ اور
ماریا کی تلاش میں شہر کی طرف آ رہا تھا۔ جادو گر پجاری نے
عنبر کو صاف پہچان لیا۔ بھلا وہ اس کی شکل کیسے بھلا سکتا
تھا۔ خود اپنے ہاتھوں اسے کنویں میں قید کر چکا تھا۔ جادو گر
پجاری کا دل عنبر کو دیکھتے ہی خوشی سے اُچھل پڑا۔ اس کی
جان کا دشمن اس کے سامنے تھا۔ اب وہ اسے ہاتھ سے
نہیں جانے دے گا۔ وہ ناگ کی شکل میں تھا۔ بڑی آسانی سے

عنبر کو دھوکہ دے کر اپنے ساتھ لے جائے گا۔

جادو گر پجاری چبوترے سے نیچے اُتر آیا اور عنبر کی
طرف چلا۔ عنبر باہر باغ میں تھا اور آتے جاتے مسافروں
کو غور سے تک رہا تھا۔ اچانک اسے ناگ کی شکل دکھائی
دی۔ لپک کر اس کی طرف بڑھا۔ جادو گر پجاری ناگ کی صورت
بنائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"پیارے بھائی عنبر! بھگوان کا شکر ہے تم آ گئے۔"

عنبر نے بڑھ کر ناگ کو گلے لگا لیا۔ پھر اس کی طرف
دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"پہلے تو تم نے کبھی بھگوان نہیں کہا تھا، یہ آج بھگوان کا
لفظ تمہاری زبان پہ کیسے آ گیا۔"

جادو گر پجاری کو اچانک اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ شرم سار
سا ہو کر بولا۔ "عنبر بھائی! کچھ دن ہندوستان میں کافروں کے
درمیان رہا، بس وہیں سے عادت پڑ گئی۔"

"لیکن پہلے تو تمہیں کبھی عادت نہیں پڑی تھی؟"

عنبر نے ناگ کے کندھے پہ بازو رکھ کر کہا۔ جادو گر پجاری
نے عنبر کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "یار اب بات کی کھال کیوں
نکالنے لگے۔ یہ بتاؤ ماریا کا کچھ پتہ چلا؟"

عنبر نے کہا۔

"میں تو خود تم دونوں کی تلاش میں یہاں آ رہا ہوں۔ خدا کا

شکر ہے تم مل گئے، اب ماریا کو اکٹھے مل کر تلاش کریں گے۔"
نقلی ناگ نے کہا "تمہیں سن کر خوشی ہو گی کہ میں نے ماریا کا کھوج لگا لیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟" عنبر نے جلدی سے پوچھا۔

نقلی ناگ بولا۔

"مجھے یہاں بغداد کے ایک بزرگ نجومی نے بتایا ہے کہ وہ ملک بابل کے کھنڈروں میں بابل کے کنویں میں ہے۔"

عنبر کہنے لگا۔ "وہ اُدھر کیسے چلی گئی؟"

نقلی ناگ خاموش رہا۔ عنبر نے پوچھا۔

"تم چار سو سال پیچھے کہاں جا کر نکلے تھے۔"

اس کی جادو گر پجاری یعنی نقلی ناگ کو سمجھ نہ آئی کہ عنبر کیا پوچھ رہا ہے۔ اس نے گردن پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

عنبر نے کہا۔

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم پانچ ہزار سال کی واپسی کے سفر پر ہیں اور ایک دم سے کئی کئی سو سال تاریخ میں پیچھے چلے جاتے ہیں۔"

"ارے ہاں یاد آیا۔" نقلی ناگ کھسیانا ہو کر بولا "اصل میں ماریا اور تمہاری جدائی کی وجہ سے میری عقل ماری گئی تھی۔ میں — میں بغداد میں آ گیا تھا۔

عنبر نے نقلی ناگ کو غور سے دیکھ کر کہا۔

"تم کافی بدلے بدلے سے دکھائی دیتے ہو۔ تمہاری آواز بھی بھاری ہو گئی ہے، کیا بات ہے ناگ؟"

جادو گر پجاری یعنی نقلی ناگ بڑی مکاری سے بولا۔

"بغداد میں آ کر چھ روز بخار میں پھنکتا رہا۔ کسی نے نہ پوچھا۔ آخر ایک بزرگ نے دوا پلائی اور آرام آیا۔ گلا بھی کئی روز خراب رہا۔ اسی وجہ سے آواز بھاری ہے اور حافظہ بھی کمزور ہو گیا ہے۔"

عنبر مسکرایا۔ "چلو اب تو ٹھیک ہو گئے۔ اب مجھے شہر میں چل کر کچھ دیر آرام کرنا چاہیے۔"

شہر کا نام سنتے ہی نقلی ناگ گھبرا گیا۔ شہر میں تو اصلی ناگ پھر رہا تھا۔ وہ عنبر کو بھلا شہر کیسے لے کر جاتا۔ جھٹ بولا۔

"میں تو شہر کے دروازے پر بیٹھا کب سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں کہ تم آؤ تو ماریا کی طرف چلیں۔ خدا جانے بے چاری کس مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ شہر میں کیا کریں گے جا کر — ویسے اگر تمہاری مرضی آرام کرنے کی ہے تو بے شک چلے چلو...." نقلی ناگ نے ماریا کی پریشانی کا کچھ ایسا نقشہ کھینچا، کہ عنبر تڑپ اٹھا اور بولا۔ "لعنت بھیجو آرام پر — ماریا بہن کے بغیر آرام کیسا۔ ابھی بابل شہر کی طرف کوچ کرتے ہیں۔"

نقلی ناگ یعنی جادو گر پجاری یہی تو چاہتا تھا۔ جھٹ عنبر کو ساتھ لے کر شہر سے باہر ایک منڈی میں لے آیا۔ وہاں سے

اس نے دو گھوڑے خریدے۔ اُن پر سوار ہوئے اور بغداد شہر سے باہر بابل کی طرف جاتی سڑک پر روانہ ہو گئے۔ نقلی ناگ کو بڑی جلدی تھی۔ وہ گھوڑا دوڑائے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں ایک جگہ ذرا گھوڑوں کو دم دلانے کے لیے رُکے۔ عنبر نے دیکھا کہ ناگ کا بھی سانس پھُولا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔

"کیا بات ہے ناگ! تمہارا بھی دوسرے آدمیوں کی طرح سانس پھُولنے لگا۔ پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا"

نقلی ناگ نے جھٹ جواب دیا۔

"عنبر بھائی! بخار نے میرا بُرا حال کر دیا ہے۔ بس اس وقت مجھ میں اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نہیں رہا۔"

عنبر نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"تو کیا تمہاری شکل بدلنے کی طاقت بھی جاتی رہی ہے؟"

نقلی ناگ بولا۔ "وہ کیسے جا سکتی ہے۔ میں ابھی تمہیں جون بدل کر دکھائے دیتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر جادوگر پجاری نے منہ ہی منہ میں کچھ منتر پڑھے اور پھر انسان سے سانپ بن کر پھنکارنے لگا۔ عنبر کے ارد گرد چند چکر لگائے اور دوبارہ انسانی شکل میں آ گیا۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ بھیا! پہلے تو تم اوپر کو سانس کھینچ کر شکل بدلا کرتے تھے۔ اب منہ ہی منہ میں کیا پڑھ رہے تھے؟"

نقلی ناگ کو کیا خبر تھی کہ اصلی ناگ کیا کیا کرتا ہے۔ وہ تو بس یونہی جھوٹ کا بھرم رکھنے کو سب کچھ کیے جا رہا تھا۔ اس کے پاس صرف سانپ کی جُون بدلنے کا منتر تھا۔ سو وہ پڑھ کر سانپ بن گیا۔ اب اگر عنبر اسے کسی دوسرے جانور کی جُون بدلنے کو کہتا تو نقلی ناگ کا سارا بھید کھل جاتا۔ وہ بیماروں ایسا منہ بنا کر بولا۔

"عنبر بھیا! بیماری سے نڈھال ہوں۔ سانس بھی پوری طرح نہیں کھینچا جاتا۔ اس لیے منتر پڑھ کر سانپ بن گیا۔"

نقلی ناگ نے بات کا رُخ بدل کر ماریا کی باتیں شروع کر دیں کہ کہیں عنبر اسے کوئی دوسری جُون بدلنے کو نہ کہہ دے۔ آخر عنبر نے کہہ ہی دیا۔ کہنے لگا۔

"تم گھوڑے پر میرے ساتھ ساتھ کیوں ہو، تم تو چڑیا، کبوتر اور عقاب بن کر بھی میرے ساتھ سفر کر سکتے ہو۔"

نقلی ناگ کو تو چکر آ گیا۔ کم بخت نے یہ کیا فرمائش کر دی۔ وہ تو کبوتر کیا ایک چیونٹی بھی نہیں بن سکتا۔ مگر آدمی بڑا مکار تھا۔ آخر اتنا بڑا جادوگر تھا۔ کہنے لگا۔

"کمال ہے عنبر بھائی۔ ایک تو بخار نے مجھے اتنا کمزور کر دیا ہے کہ گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے دم پھُولنے لگا ہے اور اوپر سے تم کہتے ہو کہ میں کبوتر یا عقاب بن کر اڑوں۔ بھلا میں اتنی دور تک پر مارتا اُڑ سکتا ہوں۔ تھک نہ جاؤں گا۔"

"ارے ہاں ۔" عنبر نے کہا۔ "تم تو بیمار رہے ہو۔ مگر یار پہلے تو کبھی اس طرح بیمار نہیں ہوئے۔"

نقلی ناگ بولا۔ "بس بغداد میں آ کر ہی یہ بخار چڑھتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ بغدادی بخار ہوتا ہے۔"

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"بغدادی چور تو سنا تھا یہ بغدادی بخار پہلی بار سن رہا ہوں۔ چلو اب چلتے ہیں۔ ماریا خدا جانے کس حال میں ہو گی۔"

نقلی ناگ یہی تو چاہتا تھا۔ جلدی سے بولا۔

"میں تو کب سے تیار بیٹھا ہوں کہ تم بات ختم کرو تو گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا ہو جاؤں۔"

وہ گھوڑوں پر بیٹھے اور آگے بڑھے۔ نقلی ناگ بڑی تیز گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ عنبر کو اس کے ساتھ ساتھ چلنے کے لیے خود بھی گھوڑے کو سرپٹ دوڑانا پڑ رہا تھا۔ پورے ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد وہ دریائے فرات کے کنارے بابل شہر کے ویران کھنڈروں میں پہنچ گئے۔ عنبر اس سے پہلے بھی یہ کھنڈر دیکھ چکا تھا۔ جب وہ ماریا اور ناگ کے ساتھ اپنے آگے کا سفر کرتا ہوا وہاں سے گزرا تھا ۔ کھنڈر ویسے کے ویسے ہی تھے۔ اجاڑ بیابان علاقہ تھا۔ نہ آدم نہ آدم زاد ۔ شام کا وقت تھا ۔ اندھیرے میں کھنڈر بھوت لگ رہے تھے۔

عنبر نے نقلی ناگ سے پوچھا۔

"ماریا یہاں کس لیے آ گئی ہے۔"

نقلی ناگ نے بھی تعجب سے کہا۔ "میں خود حیران ہوں۔ مگر نجومی نے کہا تھا کہ اسی جگہ ایک کنواں ہے بس وہیں ماریا ہو گی۔"

عنبر بولا۔ "کیا تم اس کنویں کو نہیں جانتے ناگ؟ ہم پہلے بھی یہاں سے ایک بار گزرے تھے۔ یہ کنواں چاہ بابل کہلاتا ہے۔ کیا تمہیں یاد نہیں؟"

نقلی ناگ نے جھٹ کہا۔

"کیوں نہیں ۔ مجھے سب یاد ہے۔ میرا خیال ہے وہ سامنے ہے وہ کنواں ۔ اُدھر جہاں پتھروں کا ٹوٹا ہوا مینار ہے۔"

جادو گر پجاری عنبر کو لے کر ٹوٹے ہوئے مینار کے پاس آ گیا۔ جہاں چاہ بابل تھا۔ ایک ایسا تنگ و تاریک کنواں جس کی گہرائی کا کسی کو اندازہ ہی نہیں تھا۔ جادو گر پجاری یعنی نقلی ناگ کنویں کی منڈیر پر کھڑا ہو کر نیچے جھانکنے لگا۔ وہ اس لیے پہلے خود کنویں کی منڈیر پر جا کھڑا ہوا تھا کہ عنبر بھی وہاں آ جائے۔ اس نے دو ایک بار نیچے جھانک کر دیکھا۔ پھر عنبر سے کہا مجھے تو نیچے کچھ نظر نہیں آتا۔ تم ہی آ کر دیکھو۔"

عنبر نے کہا۔ "ماریا کو آواز دو ناں۔"

نقلی ناگ ماریا کو آوازیں دینے لگا۔ کنویں میں سے اس کی اپنی آواز پلٹ کر واپس آ گئی۔ وہاں کوئی ماریا ہوتی تو

اسے جواب دیتی ۔ ماریا کو تو جادو گر پجاری نے جادو کر کے آگ کی دیوی کوکلاں کے مندر کی ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا تھا بھائی عنبر تم خود ہی آ کر ماریا کو آواز دو۔" نقلی ناگ نے کہا۔

عنبر بغیر کسی خوف کے کنویں کی منڈیر پر آ گیا ۔ نقلی ناگ بھی نیچے جھانک رہا تھا ۔ عنبر بھی نیچے جھانکنے لگا ۔ پھر اس نے ماریا کو تین چار آوازیں دیں ۔ جادو گر پجاری آہستہ آہستہ پیچھے کھسکتا گیا ۔ عنبر کنویں میں جھک کر ماریا کو آواز دے رہا تھا ۔ کہ اچانک جادو گر پجاری نے پیچھے آ کر اسے زور سے دھکا دیا اور عنبر کنویں میں گر پڑا ۔ عنبر نے گرتے گرتے آواز دی ۔

"ناگ ! یہ تم نے کیا کیا ؟"

جادو گر پجاری نے قہقہہ لگا کر کہا ۔

"ناگ نہیں جادو گر پجاری کہو ۔"

جادو گر پجاری خوشی سے قہقہے لگا رہا تھا ۔ پھر اس نے ایک بہت بڑی چٹان کی طرف دونوں بازو پھیلا کر ہاتھوں کا اشارہ کیا اور بلند آواز سے منتر پڑھنے لگا ۔ چٹان اپنی جگہ سے اوپر اٹھی اور چاہ بابل کے منہ پر آ کر ٹک گئی ۔

جادو گر پجاری نے سوچا کہ کیوں نہ دوسرے اور آخری دشمن ناگ کا بھی خاتمہ کر دیا جائے ۔ تاکہ وہ آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکے ۔ ناگ کے بارے میں جادو گر پجاری کو کوکلاں

دیوی نے اتنا بتا دیا تھا کہ اگر اس پر وار کیا جائے تو اس کا جسم دو ٹکڑوں میں کٹ جائے گا ۔ اور اگر اس کے جسم کو کوہ ہمالیہ کی مقدس جھیل میں ایک مہینے تک نہ رکھا جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا اور پھر کبھی زندہ نہیں ہو سکے گا ۔

جادو گر پجاری اصلی ناگ کو شہر بغداد میں داخل ہوتے دیکھ چکا تھا ۔ پس جادو گر پجاری نقلی ناگ کی شکل میں اصلی ناگ کی تلاش میں بغداد کی طرف روانہ ہو گیا ۔ وہ بڑا زبردست جادو گر تھا ۔ ہوا میں اڑتا ہوا راتوں رات بغداد شہر کے دروازے پر پہنچ گیا ۔ رات کو شہر کا دروازہ بند تھا ۔ مگر جادوگر کو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی ۔ وہ شہر کی دیوار کے اوپر سے اڑ کر شہر کے اندر چلا گیا ۔

شہر سو رہا تھا ۔ گلی کوچے بازار سنسان پڑے تھے ۔ جادوگر پجاری کو ایک سرائے نظر آئی جس کے دروازے پر شمع جل رہی تھی ۔ اور مسافر باہر تختوں پر قالین بچھائے سو رہے تھے ۔ جادوگر پجاری نے سوچا کہ رات یہاں بسر کرتا ہوں ۔ صبح ہو گی تو ناگ کو تلاش کروں گا ۔ اس نے سرائے کی مالک عورت کو جگا کر ایک تخت کرائے پر لیا اور سو گیا ۔

ادھر ناگ شہر کے شمالی علاقے کی ایک مسجد کی چھت پر سو رہا تھا ۔ دن نکلا تو وہ چھت پر سے اٹھ کر مسجد میں آیا ۔ وضو

کر کے اس نے نماز پڑھی اور پھر بازار میں آگیا۔ شہر میں رات ہی سے یہ افواہ گرم تھی کہ خلیفہ نے چنگیز خان کے کسی سفیر کو قتل کروا دیا ہے اور چنگیز خان اپنی ڈیڑھ لاکھ فوج کے ساتھ بغداد کی طرف چلا آ رہا ہے۔ لوگ پریشان تھے اور ایک دوسرے سے چنگیز خان کے بارے میں پوچھتے تھے کہ کیا سچ مچ چنگیز خان بغداد پہ حملہ کرنے آ رہا ہے۔ ناگ کو علم تھا کہ بغداد پہ قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ مگر وہ کسی کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ جو اسے خود مدد کے لیے پکارے۔

ناگ بغداد کے بڑے چوک میں آگیا۔ یہاں شہر کے سب سے بڑی مسجد تھی جس کی لائبریری میں لاکھوں قیمتی کتابیں پڑی تھیں — ناگ جانتا تھا کہ چنگیز خاں کے سپاہی اس لائبریری کی ساری کتابوں کو آگ لگا دیں گے۔ مگر وہ ان میں سے کسی ایک کتاب کو بھی نہیں بچا سکتا تھا۔ وہ لائبریری کے اندر آگیا۔ لکڑی کی بڑی بڑی الماریاں چمڑے کی جلدوں والی کتابوں سے بھری ہوئی تھیں۔ کونے میں قالین پہ بھی کتابوں کے ڈھیر لگے تھے۔ طالب علم مطالعہ کر رہے تھے۔

ناگ لائبریری سے باہر نکل کر ایک گلی میں آگیا۔ یہاں دکانیں کھلی تھیں۔ مگر لوگ گھبرائے گھبرائے سے تھے۔ ہر ایک کی زبان پہ چنگیز خان کا نام تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ چنگیز خان ایک خونخوار سردار ہے۔ اور اس نے شام ایران اور سمرقند میں بے پناہ

قتل عام کیا ہے اور اب اگر بغداد شہر میں داخل ہو گیا تو کسی مسلمان کو زندہ چھوڑے گا۔

یہاں ایک حکیم کی دکان تھی۔ کچھ بیمار بیٹھے دوائی بنوا رہے تھے۔ حکیم کا ملازم پتھر کے کھرل میں دوائیاں گھوٹ رہا تھا۔ اتنے میں ایک کنیز عورت پریشان پریشان حکیم کے پاس آئی اور بولی۔

"حکیم جی! بیگم صاحبہ کو پھر غش آ گیا ہے۔ خدا کے لیے اُن کے بچے کو ٹھیک کر دیں۔ نہیں تو بیگم صاحبہ بھی زندہ نہیں بچیں گی۔" حکیم نے کہا۔

"بی بی! میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ بیگم صاحبہ کا بیٹا زندہ نہیں بچ سکتا۔ اسے کالے ناگ نے کاٹا ہے۔ اب دعا کرو کہ اس کی جان آسانی سے نکل جائے۔ میں ساری دوائیاں آزما چکا ہوں۔ اب علاج بے کار ہے۔" کنیز کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ناگ نے آگے بڑھ کر کنیز سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ حکیم نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میاں برخوردار! اپنی راہ لو۔ ان کا وقت ضائع نہ کرو۔"

پھر حکیم نے کنیز سے کہا کہ جا کر خدا سے دعا کرو کہ لڑکے کی جان آسانی سے نکل جائے۔

ناگ نے کنیز سے کہا۔ "چلو مجھے لڑکے کے پاس لے چلو۔ میں اس کا علاج کروں گا۔" حکیم نے غصے میں کہا۔

"ارے واہ! کل کا لونڈا ہمیں آنکھیں دکھاتا ہے۔ میاں ہم بغداد کے سب سے بڑے حکیم ہیں۔ ہم لڑکے کا علاج نہیں کر سکے، تم

کیا کرو گے۔"

ناگ نے کہا۔ "میں لڑکے کو ٹھیک کروں گا۔"

حکیم نے کہا۔

"اسے کالے ناگ نے ڈسا ہے اور زہر اس کے سارے جسم پر اثر کر چکا ہے۔ وہ تو بس اب دو تین سانس کا مہمان ہے۔"

ناگ بولا۔ "میں اس کا علاج کروں گا۔"

حکیم نے ڈنڈا زمین پر مار کر کہا۔

"اگر تم اسے ٹھیک کر دو تو یہ گدی تمہاری ہو گی۔ میں تمہارا نوکر بن جاؤں گا اور اگر تم ہار گئے تو تمہیں میرا غلام بن کر رہنا ہو گا۔ منظور ہے۔"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔ "منظور ہے۔"

اور وہ کنیز کے ساتھ لڑکے کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ ایک غریب سا گھر تھا۔ ایک عورت غش کھا کر پڑی تھی۔ اس کا بیٹا چار پائی پر آخری سانس لے رہا تھا۔ سارا بدن سانپ کے زہر سے نیلا پڑ گیا تھا۔ ناگ نے کنیز سے کہا۔

"پیالے میں پانی لاؤ۔"

کنیز فوراً پیالہ بھر کر پانی لے آئی۔ ناگ نے پانی کا ایک چھینٹا بچے کی بے ہوش ماں کے منہ پر مارا، اسے ہوش آ گیا۔ ہوش میں آتے ہی وہ اپنے بچے کو دیکھ کر زار و قطار رونے لگی۔ ناگ نے اسے تسلی دی۔ اور کہا کہ وہ دوسرے کمرے میں

چلی جائے۔ اس کا بچہ انشاء اللہ اچھا ہو جائے گا۔" بے چاری ماں اٹھی اور آنسو پونچھتی کنیز کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ ابھی شاید اللہ میاں اس اجنبی نوجوان کے ہاتھوں اس کے بچے کو شفا دے دے۔ لیکن کنیز کو یقین تھا کہ لڑکا زندہ نہیں بچ سکے گا۔ کیونکہ سانپ کے زہر نے بچے کے جسم کو نیلا کر دیا تھا اور اس کا سانس اکھڑ اکھڑ کر چل رہا تھا۔

ناگ نے دروازہ بند کر دیا۔ ایک گہرا سانس لے کر سانپوں کی آواز میں اس کالے ناگ کو آواز دی جس نے اس لڑکے کو ڈسا تھا۔ دوسرے لمحے کالا ناگ مکان کے روشندان سے داخل ہو کر ناگ کے سامنے بڑے ادب سے کنڈلی مار کر بیٹھا تھا اور سر جھکا کر پوچھ رہا تھا۔

"عظیم ناگ دیوتا! غلام کو کس لیے یاد فرمایا؟"

ناگ نے سانپ کی گردن پکڑی اور غصے میں کہا۔

"کیا تمہیں خدا نے اس لیے پیدا کیا ہے کہ معصوم بچوں کو ڈس کر ہلاک کرتے پھرو؟"

سانپ کانپنے لگا اور بولا۔

"عظیم ناگ! مجھے معاف کر دو۔ مگر اس لڑکے نے میری دم پر پتھر مارا تھا۔ اگر میں اسے نہ ڈستا تو یہ مجھے ہلاک کر دیتا۔"

ناگ نے ڈانٹ کر کہا۔

"پھر بھی تمہیں بچے کو نہیں ڈسنا چاہیے تھا۔"

سانپ نے خوف سے لرزتی آواز میں کہا۔

"غلطی ہو گئی عظیم ناگ! مجھے معاف کر دیں۔ مجھے سزا نہ دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسی حرکت کبھی نہیں ہو گی۔"

"چلو۔ اب جلدی سے اس بچے کے جسم اندر کا وہ سارا زہر چوس ڈالو جو تم نے اس کے جسم میں داخل کیا ہے۔"

"جو حکم عظیم ناگ!"

اور سانپ نے اپنا منہ لڑکے کے جسم پر اس جگہ رکھ دیا۔ جہاں اس نے لڑکے کو ڈسا تھا۔ سانپ نے بڑی تیزی سے لڑکے کے جسم کا سارا زہر واپس چوس لیا۔ لڑکے کا جسم پھر سے سفید ہو گیا اور اس کا سانس بھی جو پہلے اکھڑا ہوا تھا۔ درست ہو گیا۔ مگر وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔ ناگ نے سانپ کو ایک بار پھر ڈانٹ کر واپس بھیج دیا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکے نے آنکھیں کھول دیں اور ناگ کو دیکھ کر بولا۔

"آپ کون ہیں؟ میری امی جان کہاں ہیں؟"

ناگ نے لڑکے کی ماں اور کنیز کو واپس بلا لیا۔ اپنے بیٹے کو ہنستا مسکراتا صحت مند دیکھ کر ماتا کی ماری ماں اس سے لپٹ کر خوشی کے آنسو بہانے لگی۔

بغداد میں قتلِ عام

ناگ نے اس عورت سے کہا۔

"بہن! تم اپنے بچے کو لے کر اس شہر سے نکل جاؤ۔"

عورت ناگ کی بہت شکر گزار تھی۔ اس کا بیٹا بھلا چنگا ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔

"بھائی میں اس شہر کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گا۔ میرے خاوند کو وزیر نے قید میں ڈال رکھا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"تم اپنے بچے کو لے کر کسی دوسرے شہر چلی جاؤ، میں تمہارے خاوند کو بھی وہاں پہنچا دوں گا۔"

عورت نے پوچھا۔

"مگر میں یہ شہر کیوں چھوڑ دوں بھائی۔"

اس سے آگے ناگ کو کہنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ سلام کر کے مکان سے نکل آیا۔ سیدھا حکیم کی دکان پر گیا اور اسے جا کر بتایا کہ میں نے لڑکے کو ٹھیک کر دیا ہے۔ اتنے میں وہی لڑکا کنیز کے

ساتھ حکیم کی دکان پر آ گیا۔ حکیم تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے تکنے لگا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ کیونکہ وہ اسے موت کے کنارے چھوڑ کر آیا تھا۔ حکیم نے ناگ سے کہا۔

"بیٹا آؤ میری گدی پر بیٹھ جاؤ۔ آج سے تم اس دکان کے مالک ہو اور میں تمہارا غلام ہوں۔"

ناگ نے کہا۔

"محترم ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ اس گدی پر آپ ہی سجتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت کرنے کو تیار ہوں۔"

حکیم نے ناگ کو گلے لگا لیا اور کہا۔

"تم میرے ساتھ دکان میں بیٹھا کرو۔ جس مریض کا علاج میں نہ کر سکوں، اس کا علاج تم کیا کرو۔ تاکہ لوگوں کا بھلا ہو سکے۔"

ناگ نے سوچا کہ وہ آدھا دن دکان پر بیٹھ کر عنبر کو بازار میں دیکھے گا اور آدھا دن شہر کی گشت لگا کر ان کا کھوج لگائے گا۔ وہ حکیم کی دکان پر بیٹھ گیا۔ حکیم نے اس سے پوچھا کہ اس نے لڑکے کے جسم سے زہر کیسے نکالا؟ ناگ نے کہا کہ بس ایک دعا پڑھی اور زہر نکل گیا۔ ناگ دوپہر تک حکیم کی دکان پر بیٹھا۔ آتے جاتے لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اسے نہ تو عنبر کہیں نظر آیا اور نہ ہی ماریا کی کہیں سے خوشبو آئی۔ دوپہر کے بعد وہ دکان سے اٹھ کر شہر کا چکر لگانے چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی اتفاق سے حکیم کی دکان کے آگے سے نقلی ناگ کا گزر ہوا۔ وہ اصلی ناگ کی تلاش میں تھا۔ حکیم نے اسے اصلی ناگ سمجھتے ہوئے بلا کر کہا۔

"میاں تم ابھی تو دکان سے اٹھ کر گئے تھے اور ابھی پھر آ گئے ہو۔ کہیں تم جادوگر تو نہیں ہو؟"

نقلی ناگ یعنی جادوگر پجاری فوراً سمجھ گیا کہ اصلی ناگ اسی دکان پر بیٹھتا ہوگا۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"اصل میں، میں آپ کو یہ کہنا بھول گیا تھا کہ میں شام کو واپس آؤں گا۔"

حکیم نے کہا۔

"لیکن یہ کون سی کہنے والی بات ہے، تم تو روز ہی دوپہر کو جا کر پھر شام کو واپس آتے ہو۔"

نقلی ناگ ذرا سا گھبرا گیا۔ مگر مکار آدمی تھا۔ جھٹ بول پڑا۔

"پھر بھی آپ میرے بزرگ ہیں۔ مجھے آپ کو روزانہ بتا کر جانا چاہیے۔"

یہ کہہ کر نقلی ناگ یعنی جادوگر پجاری وہاں سے کھسک گیا۔ اس بار جادوگر پجاری نے بھی اصلی ناگ کی طرح کا عربی لباس پہن رکھا تھا۔ تاکہ کسی کو ذرا سا بھی شک نہ ہو۔ اب جادوگر پجاری شام کا انتظار کرنے لگا۔ کہ شام کو جب اصلی ناگ وہاں آئے، تو

وہ اس کو کسی طریقے سے خنجر مار کر ہلاک کرنے کی کوشش کرے۔ اس نے ایک چھرا اس کام کے لیے پہلے ہی سے اپنی لمبی قمیض کے اندر چھپا رکھا تھا۔ جادوگر بیچارہ اپنی سرائے میں آ کر لیٹ گیا اور شام کا انتظار کرنے لگا۔

ادھر ایسا ہوا کہ ناگ سڑکوں پر عنبر ماریا کو تلاش کرتے کرتے یونہی دو گھنٹے بعد ہی واپس حکیم کی دکان پر آ گیا۔ حکیم نے اسے دیکھ کر کہا۔

"میاں کیا بات ہے۔ یہ دوسرا چکر ہے تمہارا۔"

"کیا مطلب؟" اصلی ناگ نے حکیم سے پوچھا۔

حکیم نے کہا۔

"اتنی جلدی بھول گئے۔ ارے ابھی ایک گھنٹہ پہلے بھی تم آئے تھے اور مجھے کہہ کر گئے کہ تم شام کو واپس آؤ گے مگر شام سے پہلے ہی آ گئے۔ بتاؤ اب کیا لینے آئے ہو؟"

ناگ نے حیرانی سے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں تو دوپہر کا گیا ابھی آیا ہوں۔ بیچ میں بالکل نہیں آیا۔ کہیں آپ نے خواب تو نہیں دیکھا؟"

حکیم سوچ میں پڑ گیا۔

"تو وہ کون تھا؟"

"کون ہے وہ؟" ناگ نے پوچھا۔

حکیم بولا۔

"وہی جو ابھی ابھی آیا تھا اور جس کی شکل بالکل تمہاری تھی اور اس نے تمہاری طرح کے کپڑے پہن رکھے تھے۔"

اب ناگ سوچنے لگا کہ یہ کیا چکر ہے۔ یہ کون ناگ ہے جو اس کی شکل و صورت بنائے شہر میں پھر رہا ہے؟ کیا وہ کوئی جادوگر ہے؟ وہ کیا مقصد لے کر شہر میں میری شکل بنا کر آیا ہے؟ یہ سوال تھے جو ناگ کے دماغ میں پیدا ہو رہے تھے اور جن کا جواب اسے معلوم نہیں تھا۔ اس نے حکیم سے کہا۔

"ایسا لگتا ہے کہ کوئی شخص میرا حلیہ بنائے میری تلاش میں ہے اور مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ آپ ایسا کریں کہ اب جب وہ شخص آئے تو اسے اس جگہ بٹھائیں اور جانے نہ دیں۔"

حکیم نے ہنس کر کہا۔

"پاگل ہو گئے ہو۔ اپنا ہی چھپ چھپ کر انتظار کر رہے ہو۔ ارے وہ تم ہی تھے۔ تم بھول رہے ہو۔"

ناگ نے کہا۔

"آپ ویسے ہی کریں جیسا میں کہتا ہوں۔"

اور یہ کہہ کر ناگ وہاں سے نقلی ناگ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون مکار بہروپیا

ہے جو ہو بہو اس کی شکل بنا کر اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ ناگ نے سوچا کہ اگر وہ اپنی اصلی شکل میں بازاروں میں گھوما تو نقلی ناگ اسے پہچان لے گا۔ اور ہو سکتا ہے لئے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے بہتر یہی ہے کہ حلیہ بدل کر اس کا کھوج لگایا جائے۔ یہ سوچ کر ناگ شہر کے ایک کھیت میں آگیا۔ اس نے ایک معمولی کالے کوّے کی شکل بدلی اور اڑتا ہوا شہر کے بازاروں کے اوپر آگیا۔ اگر وہ عقاب بنتا تو خطرہ تھا کہ لوگ گلی کوچوں بازاروں کے اوپر عقاب کو اڑتا دیکھ کر اس پر تیر نہ چلا دیں۔

ناگ کوّا بن کر شہر کے بازاروں پر اڑنے لگا۔ کبھی وہ ایک بازار میں آکر کسی دکان کے چھجے پر بیٹھ جاتا اور کبھی دوسرے مکان کی منڈیر پہ بیٹھ کر آتے جاتے لوگوں کو تکنے لگتا۔ اسی طرح نقلی ناگ کو تلاش کرتے کرتے ناگ شہر کی دیوار کے قریب ایک پرانے بے آباد قلعے کے اوپر آیا تو اس نے اپنے آپ کو دیکھ لیا۔ ایک آدمی ہو بہو اس کی شکل والا ویسا ہی لباس پہنے قلعے کے سامنے ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔

ناگ اسی کھجور کے درخت پر جا کر بیٹھ گیا۔ اب جو اس نے غور سے دیکھا تو خود بھی دنگ رہ گیا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ خود کھجور کے درخت تلے بیٹھا ہے۔ وہی آنکھیں، وہی ناک نقشہ وہی سر کے بال وہی گال اور وہی ہاتھ — اس نے

ایسی جادو گری پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ جادو گر پجاری کو کوئی خبر نہیں تھی کہ اس کے اوپر شاخ پر وہی شخص بیٹھا اسے دیکھ رہا ہے جس کی وہ تلاش میں وہاں آیا ہے۔ وہ تو وقت گزار رہا تھا کہ شام ہو تو شہر میں حکیم کی دکان پر چھپ کر جائے اور ناگ پر حملہ کر کے اسے ختم کر دے۔ بیٹھے بیٹھے جادو گر پجاری کو خیال آیا کہ ذرا اس پرانے قلعے کی سیر کرے۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر قلعے کی چھت پر آگیا۔ یہاں بے شمار پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ یہ قلعہ مسلمانوں کے پہلے کے زمانے کا تھا۔ اور اب ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ چھت درمیان سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ اور نیچے گہری کھڈ بنی ہوئی تھی۔

اُدھر اصلی ناگ بھی کوّے کی شکل میں چھت کے اوپر آگیا، اور منڈیر پہ ایک جگہ بیٹھ کر جادو گر پجاری یعنی اپنی شکل والے پُر اسرار آدمی کو تکنے لگا۔ پھر اس نے سوچا کہ اس شخص کے سامنے ظاہر ہو جانا چاہیے اور اس سے معلوم کرنا چاہیے کہ یہ اس کی شکل کیسے بنا کر پھر رہا ہے۔ ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی اصلی شکل میں جادو گر پجاری کے سامنے آگیا۔

اب وہاں دو ناگ تھے ایک اصلی اور ایک نقلی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ مگر اصلی اور نقلی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں ایک ہی معلوم ہو رہے تھے۔ جیسے انسان کا آئینے میں عکس

نظر آتا ہے۔ جادو گر پجاری نے جو اپنے سامنے اصلی ناگ یعنی اپنے دشمن کو دیکھا تو ایک بار تو گھبرا کر پیچھے ہٹا مگر فوراً ہی سنبھلا اور جادو کا منتر پڑھ کر ناگ پر پھونکا۔ ناگ پر جادو کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ناگ نے کہا۔

"تم کون ہو؟ اور میری شکل کس لیے بنائے پھر رہے ہو؟"

جادو گر پجاری نے اب مکاری سے کام لیا اور مسکرا کر کہا۔

"اے ناگ! میں تمہارا جڑواں بھائی ہوں۔ پانچ ہزار سال پہلے میں تمہارے ساتھ ہی پیدا ہوا۔ مگر تمہاری ماں نے مجھے پہاڑوں میں چھپا دیا۔ کیونکہ ہمارا باپ جو کہ ایک شیش ناگ تھا۔ جڑواں سانپ پسند نہیں کرتا تھا۔"

ناگ نے غصے میں کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔ تم میری ناگن ماں پر الزام لگا رہے ہو تم کوئی دھوکے باز جادو گر ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ تم نے میری شکل کس مقصد کے لیے بنائی ہے۔ نہیں تو میں تمہیں ابھی ہلاک کر دوں گا۔"

جادو گر پجاری کچھ بوکھلایا۔ پھر سنبھل گیا اور کہنے لگا۔

"تمہاری ناگن ماں میری بھی ماں تھی۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اپنی ماں پر الزام لگانے کی۔ میری بات مانو — میں تمہارا بھائی ہوں۔"

ناگ نے کہا۔

"تو پھر اپنی گردن پر لگا ہوا شیش ناگ کا خاندانی نشان دکھاؤ۔"

جادو گر پجاری نے ایک ہاتھ سے گردن پر سے کپڑا پرے ہٹا کر کہا۔

"لو آ کر دیکھ لو بے شک۔ یہ ہے نشان۔"

ناگ آگے بڑھا اور گردن پر نشان دیکھنے کے لیے جھکا تو جادو گر پجاری نے دوسرے ہاتھ سے خنجر نکال کر وار کر دیا مگر ناگ بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے جادو گر پجاری کا ہاتھ پکڑ کر زور سے گھمایا۔ جادو گر پجاری قلا بازی کھا کر گر پڑا۔ ناگ کا خیال تھا کہ وہ اسے اس طرح قابو میں کر لے گا۔ یہ اس کی بھول تھی۔ جادو گر پجاری بہت طاقتور تھا۔ ناگ پجاری کی طرف بڑھا کہ اس کی گردن دبوچ لے کہ پجاری نے ایک پتھر اٹھا کر زور سے مارا۔ پتھر ناگ کے سر پر لگا اور اسے چکر آ گیا۔ اب ناگ نے سانس کھینچا اور ایک اژدہے کی شکل اختیار کر لی اور جادو گر پجاری کی طرف پھنکارتا ہوا لپکا۔ جادو گر پجاری نے جادو کے منتر پڑھ کر سانپ کی شکل بدل لی اور وہاں سے تیزی سے بھاگا مگر اژدہا بہت بڑا تھا۔ اس نے زور سے سانس کھینچ کر جادو گر پجاری کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ جادو گر پجاری نے جادو کا منتر پڑھا اور ایک گھوڑا بن گیا اور اژدہا کو ٹانگوں سے کچلنے

کے لیے اس پہ لپکا۔ ناگ نے اس وقت ایک شیر کی شکل بدل لی اور دھاڑ مار کر جادوگر پجاری کی گردن اپنے جبڑے میں لے کر ایک ایسا زبردست جھٹکا دیا کہ گھوڑے کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور وہ مر گیا۔

ناگ نے اس کی گردن چھوڑ دی۔ جادوگر پجاری موت کے ساتھ ہی اپنی اصلی صورت میں آ گیا۔ وہ مر چکا تھا۔ ناگ نے بھی شیر سے انسان کی شکل بدل لی۔ اس کے سر پر جو پتھر لگا تھا اس کی چوٹ کی وجہ سے اسے بار بار چکر آ رہے تھے۔ وہ چھت پر لڑکھڑاتا ہوا چل کر سیڑھی کے دروازے تک بڑی مشکل سے آیا۔ اسے ہر شے گھومتی نظر آ رہی تھی۔ وہ عقاب بن کر وہاں سے اڑنے کے لیے سانس کھینچنے ہی لگا تھا کہ بے ہوش ہو کر وہیں پرانے قلعے کی چھت پر سیڑھی کے پاس گر پڑا۔

جادوگر پجاری کے مرتے ہی ماریا پر سے اس کا جادو اور طلسم ختم ہو گیا۔ کالے پہاڑ والے آتش پرستوں کے مندر کی ایک کوٹھڑی میں وہ تلوار ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔ اچانک اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ پوری طرح غائب ہو گئی۔ اب اسے کوئی بڑے سے بڑا جادوگر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کی یادداشت بھی اچانک واپس آ گئی۔ اس نے کوٹھڑی میں چاروں طرف دیکھا کہ میں کہاں آ گئی ہوں۔ مجھے یہاں کون لایا۔

عنبر اور ناگ کہاں ہیں! کوٹھڑی پر تالا لگا تھا مگر ماریا کے لیے وہ تالہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے دروازے کو باہر کو دھکیلا تو تالا ٹوٹ گیا، اور دروازہ کھل گیا۔ ماریا نے دیکھا کہ دن کی روشنی پہاڑیوں میں پھیلی ہے اور وہ ایک چٹان کے اوپر مندر کی سیڑھیوں کے اوپر کھڑی ہے۔

"میں کونسی جگہ آ گئی ہوں۔ مجھے کس نے یہاں لا کر بند کر دیا تھا۔ یہ کون سا ملک ہے؟"

وہ سوچنے لگی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ آگ کی دیوی کوکلاں کو بھی جادوگر پجاری کی موت اور ماریا کے آزاد ہونے کا پتہ چل گیا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ جادوگر خود ہی اپنی بے وقوفی سے موت کے منہ میں چلا گیا تھا۔ ماریا مندر کے نیچے سیڑھیاں اتر کر آ گئی۔ پہاڑیوں کے پار اسے ایک دریا دکھائی دیا۔ وہ دریا کی طرف زمین سے بلند ہو کر اڑنے لگی۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ عنبر وہاں سے دور بابل کے کھنڈروں کے کنویں میں بند ہے اور ناگ شہر بغداد کے اندر ایک پرانے قلعے کی چھت پہ ٹوٹی ہوئی سیڑھیوں کے پاس بے ہوش پڑا ہے۔ ماریا دریا پار کر گئی۔ یہاں اس نے دیکھا کہ مشرق کی طرف سے بہت دھول اور گرد و غبار اٹھ رہا ہے۔ وہ ادھر کو گئی کہ معلوم کرے کہ یہ گرد و غبار کس شے کا ہے۔ پہلے وہ سمجھی کہ شاید کوئی زبردست آندھی آ رہی ہے۔ قریب جا کر معلوم ہوا کہ یہ چنگیز خان کی فوج ہے جو بغداد پر

حملہ کرنے جا رہی ہے۔ اب ماریا سمجھ گئی کہ وہ بغداد شہر کے قریب ہے۔ جہاں عباسی خلیفہ کی حکومت ہے۔ وہ جانتی تھی کہ چنگیز خان کی یہ فوج بغداد کے گلی کوچوں میں لوگوں کا قتل عام کرنے جا رہی ہے۔ مگر وہ کسی کی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ یہ تقدیر کا فیصلہ تھا۔ اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتا تھا۔ یہ ہونی تھی جس کو ہو کر رہنا تھا۔ ماریا نے چنگیز خان کی فوج کے اوپر ایک چکر لگایا۔ بہت بڑی فوج تھی۔ جدھر دیکھو سپاہی ہی سپاہی نظر آتے تھے۔ تلواریں نیزے چمک رہے تھے۔ پتھر پھینکنے والی اور آگ کے گولے پھینکنے والی لکڑی کی مشینیں ہزاروں کی تعداد میں ساتھ تھیں۔ چنگیز خان دو سینگوں والا تاج پہنے ایک بہت بڑے رتھ کے اوپر تخت پہ تلوار لیے بیٹھا تھا۔ اور چار حبشی غلام اس کے پیچھے کھڑے تھے۔ چنگیز خان کا چہرہ بڑا خوفناک تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں غصے سے پھڑک رہی تھیں۔ کیونکہ بغداد کے بادشاہ نے اس کے سفیروں کو قتل کر دیا تھا۔ وہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجانے اور لوگوں کی گردنیں کاٹنے جا رہا تھا۔

ماریا نے چنگیز خان کے لشکر کو وہیں چھوڑا اور خود بغداد کی طرف چل پڑی۔ وہ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پہ ہوا میں بڑی تیزی سے اڑتی جا رہی تھی۔ شام کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ بغداد شہر کے پاس آ گئی۔ یہاں بھی چنگیز خان کی فوج کی خبر پھیل گئی تھی۔

شہر کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ کسی کو باہر جانے یا اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ شہر کی دیوار کے اوپر مورچوں میں عباسی فوج کے سپاہی تیر کمان لے کر بیٹھ گئے تھے۔ شہر کے اندر لوگ گھبرائے ہوئے تھے اور اپنے اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔

شہر کے بازاروں میں شاہی فوج کے دستے پھر رہے تھے۔ کچھ دکانیں کھلی تھیں۔ زیادہ دکانیں بند تھیں۔ گھروں میں چراغ جل رہے تھے۔ بازاروں میں بھی تیل کے لیمپ روشن تھے۔ ماریا شاہی محل کی طرف آ گئی۔ یہاں فوج کا زبردست پہرہ تھا۔ ماریا محل کے اندر آ گئی۔ شہزادیاں پریشان تھیں۔ کنیزیں چنگیز خاں کی فوج کا سن کر گھبرائی ہوئی پھر رہی تھیں۔ بادشاہ نے دربار لگا رکھا تھا۔ اور اپنے امیروں اور وزیروں سے جنگ کے بارے میں مشورہ کر رہا تھا۔ یہاں سازشی امیر بھی تھے۔ جو اندر سے چنگیز خان کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اور جنہوں نے چنگیز خان کو اپنی مدد کا یقین دلایا ہوا تھا۔

ماریا نے ایک شہزادی کو دیکھا کہ جس کا چہرہ فرشتے کی طرح پاک تھا۔ کالی آنکھیں کالے بال اور گورا رنگ تھا۔ وہ اپنے کمرے میں کم خواب کے بستر پہ پریشان بیٹھی تھی۔ اس کی کنیز اسے حوصلہ دے رہی تھی۔

"شہزادی صاحبہ آپ ناحق پریشان ہوتی ہیں۔ چنگیز خان کی

فوج شاہی محل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ آپ بے فکر رہیں۔"
شہزادی نے کہا۔

"میں بادشاہ کے سوتیلے بھائی کی یتیم شہزادی ہوں۔ سب اپنے اپنے بچاؤ کی فکر کر رہا ہے۔ میری کسی کو پرواہ نہیں ہے کاش میں اپنی ماں کے پاس دمشق چلی جاتی۔"

کنیز نے کہا۔

"شہر کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ آپ یہاں سے کہیں نہیں جا سکتیں۔ حوصلہ نہ ہاریں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ماریا شہزادی کے کمرے سے نکل کر چھت پر آگئی اور پھر وہاں سے پرواز کرتی شہر کے بڑے دروازے کی طرف آئی۔ تو چنگیز خان کی خونخوار فوج سامنے میدان میں پہنچ چکی تھی۔ شہر میں افراتفری مچ گئی تھی۔ فصیل کے اوپر عباسی فوج کے سپاہی چوکس ہو گئے تھے۔ اس افراتفری میں ناگ اور عنبر کو تلاش کرنا محال تھا۔

ویسے بھی عنبر چاہ بابل میں پڑا تھا اور ناگ شہر کے پرانے قلعے کی چھت پر بے ہوش پڑا تھا۔ ماریا نے شہر کے دروازے کے اوپر آ کر ایک برج میں بیٹھ گئی۔ چنگیز خان کی فوجوں نے حملہ شروع کر دیا۔ بڑی بڑی لکڑی کی مشینیں شہر کی فصیل پر پتھر پھینکنے لگیں تاکہ دیوار توڑ کر اندر گھسا جائے۔ دیوار کے اوپر سے عباسی فوجوں نے تیروں کی بارش کر دی۔ جنگ شروع ہو گئی

چنگیزی فوجیں شہر کے دروازے کو توڑنے لگیں۔ اوپر سے ان پر گرم کھولتا ہوا تیل پھینکا گیا جس نے سینکڑوں فوجی ہلاک ہو گئے۔ باقی پیچھے ہٹ گئے۔ چنگیز خان نے حکم دیا کہ حملہ روک کر شہر کا محاصرہ کر لیا جائے۔ تاکہ شہر کے اندر کوئی کھانے پینے کی چیز نہ جا سکے۔ ماریا ساری رات برج میں بیٹھی رہی۔

دن نکلا تو وہ شاہی قلعے میں واپس آ گئی۔ یہاں قلعے کے اوپر ایک خالی کمرہ بنا ہوا تھا۔ ماریا نے وہاں ڈیرا ڈال دیا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ناگ اور عنبر اسے اسی شہر میں ملیں گے۔ اُدھر دوسرے دن جب دھوپ نکلی تو ناگ کو ہوش آگیا۔ اس کا سر ابھی تک درد کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ پرانے قلعے کی چھت پر پڑا ہے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔ کھیتوں کے پار شہر کے مکانوں کو سڑک جاتی تھی۔ اس نے وہاں لوگوں کو اِدھر اُدھر پریشانی میں دوڑتے بھاگتے دیکھا تو ایک آدمی سے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی ہے؟ اس نے بتایا کہ چنگیز خان کی فوجوں نے شہر کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔

ناگ وہاں سے سیدھا حکیم صاحب کی دکان پر آیا۔ ان کی دکان بند تھی۔ وہاں سے ناگ اس عورت کے گھر آیا جس کے بیٹے کا اس نے علاج کیا تھا۔ وہ گھر بھی بند تھا۔ ناگ نے سوچا کہ اسے اس شہر سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ وہاں بڑا زبردست قتل عام ہونے والا تھا۔ یہ سوچ کر وہ گلی میں سے نکل کر بازار میں آ گیا۔ وہ کسی

کھلی جگہ پہنچ کر ہوا میں اُڑ جانا چاہتا تھا۔ کھلی جگہ پر آتے ہی ہوا کا ایک جھونکا ایسا آیا جس میں ماریا کی خوشبو تھی۔

ناگ وہیں رُک گیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس کا اندازہ درست نکلا۔ ماریا اسی شہر بغداد میں ہی ہے۔ وہ اس طرف کو چلا جدھر سے خوشبو آئی تھی، مگر افسوس کہ تھوڑی دور چلنے کے بعد خوشبو غائب ہو گئی۔ ناگ نے ایک بار پھر شہر کے گلی کوچوں میں ماریا کی تلاش شروع کر دی۔ وہ شام تک ماریا کو تلاش کرتا رہا مگر وہ اسے نہ مل سکی۔

رات کو ناگ ایک سرائے میں آ گیا جہاں لوگ پریشانی کی حالت میں بیٹھے چنگیز خان کے حملے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ عباسی فوج چنگیز خان کو شکست دے دے گی اور کوئی کہتا تھا کہ چنگیز خان شہر کو تباہ و برباد کرنے آیا ہے۔ ناگ خاموشی سے بیٹھا ان کی باتیں سنتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ شہر میں قتل عام ہو گا۔ اور ان لوگوں میں سے شاید ہی کوئی زندہ بچے۔ مگر وہ یہ بات اب کسی کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ لوگ اس کو قتل کرنے کو دوڑتے۔ رات ناگ نے وہیں بسر کر دی۔ اسی طرح اُدھر ماریا بھی شاہی محل کی چھت والے کمرے میں پڑی تھی۔ تین دن گزر گئے۔ ماریا روز دن کو شہر میں ناگ کو تلاش کرتی۔

لیکن اس زمانے کا بغداد شہر بہت بڑا تھا۔ ہمارے لاہور اور کراچی کے شہر سے دوگنا تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس

کے باغ اور پارک اتنے بڑے تھے کہ ایک کنارے پر کھڑا آدمی دوسرے کنارے سے نظر نہیں آتا تھا۔ ماریا کو ناگ نہ مل سکا۔ اسی طرح چھ روز گزر گئے۔ ساتویں روز چنگیز خان کی فوجوں نے شہر کا دروازہ توڑ دیا اور وہ تلواریں لہراتی شہر میں داخل ہو گئیں۔ اب وہاں قتل عام شروع ہو گیا۔ چیخ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ وحشی سپاہی انسانوں کو دھڑا دھڑ قتل کیے جا رہے تھے۔

ماریا کو محل کی اس شہزادی کا خیال آ گیا جو بادشاہ کے سوتیلے بھائی کی بیٹی تھی۔ بھلا اس افراتفری میں اسے کون پوچھے گا۔ اور وہ تو پہلے ہی بڑی پریشان تھی۔ اب تو شہر میں قتل عام ہو رہا ہے۔ خدا جانے اس کا کیا حال ہو گا۔

ماریا نے محل کی چھت پر سے دیکھا۔ چنگیز خان کی فوجوں نے شاہی محل کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور کئی جگہوں پر اسے آگ لگا دی تھی۔ شہر میں بھی سپاہی لوٹ مار کر کے گھروں کو آگ لگا رہے تھے۔ ماریا محل کی چھت کے نیچے اُتر آئی۔ محل میں شور مچا تھا۔ بادشاہ ملکہ اور تمام شہزادیاں محل کے کسی خفیہ راستے سے نکل کر تہہ خانوں میں جا چکی تھیں۔ ماریا شہزادی کے کمرے کے پاس آئی تو دیکھا کہ اس کے کمرے کے باہر بڑا بھاری تالا پڑا تھا۔ اندر شہزادی بند تھی۔ اندر سے شہزادی اور اس کی کنیز کی آوازیں آ رہی تھیں کہ انہیں باہر نکالا جائے۔ ایسا

لگتا تھا کہ شاہی خاندان اسے وہیں بند کر کے بھاگ گیا ہے۔

ماریا نے لات مار کر دروازہ توڑ دیا۔ شہزادی سخت پریشانی میں پلنگ پر بیٹھی رو رہی تھی۔ کنیز دروازے کے پاس حیران کھڑی تھی۔ دروازہ ٹوٹا تو شہزادی نے پلٹ کر دیکھا۔

کنیز نے کہا۔

"شہزادی صاحبہ! یہاں سے بھاگ چلیں۔"

"مگر یہ دروازہ کس نے توڑا ہے۔ کیا دشمن محل میں آ گیا ہے۔"

کنیز نے دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا اور کہا۔

"دشمن تو ابھی نہیں آیا مگر ہمارے کسی مہربان نے ہمارے لیے دروازہ توڑ دیا ہے۔ چلیے یہاں سے نکل چلیں۔"

شہزادی نے کہا۔

"وہ لوگ مجھے کیوں بند کر گئے تھے۔"

"اس لیے کہ آپ ان پر بوجھ ہیں۔ وہ آپ کو فالتو چیز سمجھتے ہیں۔ آپ یتیم ہیں۔"

شہزادی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"خدا کرے کہ میں خیریت سے نکل کر دمشق میں اپنی امی حضور کے پاس پہنچ جاؤں۔ پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گی۔"

کنیز نے پوچھا۔

"کیا آپ کو خفیہ راستے کا پتہ ہے؟"

شہزادی بولی۔

"ہاں — میں ایک بار اپنے باپ کے ساتھ اس راستے سے محل میں داخل ہوئی تھی۔ تم آؤ میرے ساتھ۔"

شہزادی نے کنیز کو ساتھ لیا اور محل کے خفیہ راستے کی طرف دوڑ پڑی۔

ماریا یہ سب کچھ دیکھتی اور سنتی رہی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ شہزادی اب محل سے باہر نکل جائے گی تو وہ محل سے باہر آ گئی۔ شہر کی سڑکوں میں چنگیز خاں کے سپاہی لوگوں کو قتل کر رہے تھے۔ ماریا ان کے اوپر سے ہوتی ہوئی ایک چوک میں آ گئی۔ یہاں آ کر ماریا نے دو خونخوار منگول سپاہیوں کو دیکھا کہ ایک عورت کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ عورت کے بال کھلے تھے — وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ ایک سپاہی نے اس پر نیزہ پھینکا۔ خوش قسمتی سے نیزہ مکان کے دروازے سے جا ٹکرایا۔ عورت مکان میں داخل ہو گئی۔ منگول سپاہی بھی ساتھ ہی مکان میں گھس گئے۔ ماریا بھی غوطہ لگا کر مکان کے اندر آ گئی۔ اس نے مصیبت زدہ عورت کو بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ناگ ہاتھی اور شہزادی

ماریا کو مکان میں آتے ہی ناگ کی خوشبو آئی۔

وہ چونک پڑی۔ خوشبو بڑی تیز آ رہی تھی۔ عورت نے ایک کوٹھڑی میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ منگول سپاہی دروازہ توڑنے لگے۔ ماریا نے ناگ کو آواز دی۔ اتنے میں عورت چیخ مار کر کوٹھڑی سے باہر نکل آئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک لمبا سیاہ ناگ پھنکارتا ہوا سپاہیوں کی طرف بڑھا۔ یہ ناگ تھا۔ اس نے ابھی ماریا کی تیز خوشبو اور آواز محسوس کر لی تھی۔ اس نے اپنی زبان میں ماریا سے کہا۔

"ماریا! انہیں یہیں ختم کر دو۔"

سپاہی سانپ کو مارنے کے لیے تلواریں لے کر اس پر حملہ کرنے لگے تو ماریا نے ایک سپاہی کو پیچھے سے ایسا ہاتھ گردن پر مارا کہ وہ پیچھے گرا اور پھر نہ اُٹھ سکا۔ دوسرے کو ناگ نے ڈس لیا۔ عورت کونے میں لگی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ناگ جلدی سے ماریا کو لے کر دوسرے کمرے میں آگیا۔ یہاں آتے ہی وہ انسانی شکل میں آیا۔

اور اس نے ماریا سے کہا۔

"خدا کا شکر ہے تم سے پھر ملاقات ہوئی۔"

ماریا نے خوش ہو کر کہا۔

"مجھے تو مکان میں داخل ہوتے ہی تمہاری خوشبو آگئی تھی۔ عنبر کہاں ہو گا۔؟"

ناگ نے کہا۔

"یہ تو کچھ معلوم نہیں۔ خیر اسے بھی تلاش کر لیں گے۔ بغداد پر منگول فوج خدا کا قہر بن کر ٹوٹ پڑی ہے۔ چلو اس عورت کو یہاں سے باہر نکالیں۔"

ناگ انسانی شکل میں عورت کے پاس کوٹھڑی میں آیا تو وہ ابھی تک خوف سے کانپ رہی تھی۔ ناگ نے اسے حوصلہ دیا۔ عورت نے کہا۔

"مجھے خدا نے بچا لیا۔ اگر سانپ نہ آتا تو یہ لوگ مجھے قتل کر دیتے۔"

ناگ نے پوچھا۔

"تمہیں کہاں جانا ہے۔ آؤ میں تمہیں چھوڑ آؤں۔"

عورت نے کہا۔

"مجھے اس شہر سے باہر نکال دو کسی طرح سے دریا پار میری بہن کا گاؤں ہے میں وہاں چلی جاؤں گی۔"

ناگ نے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے شہر میں چنگیز خان کی فوج لوگوں کا قتل عام کر رہی

ہے۔ ایسی حالت میں تم کیسے شہر سے باہر نکل سکو گی۔"

عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ کہنے لگی۔

"گاؤں میں میرے بچے میرے لیے پریشان ہوں گے۔ خدا کے واسطے مجھے کسی طرح یہاں سے باہر نکال دو۔"

ناگ نے اپنی زبان میں ماریا سے بات کی۔ یہ خاموش زبان تھی۔ ماریا سے مشورہ لیا۔ ماریا نے کہا ۔"ایسا ہی کر دو۔"

ناگ نے عورت سے کہا۔" اچھا دیکھو باہر میرا ایک وفادار ہاتھی کھڑا ہے۔ تم باہر آؤ گی تو وہ تمہیں اپنی سونڈ پہ اٹھا کر دوڑنا شروع کر دے گا۔ ہرگز ہرگز ڈرنا نہیں۔ وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ وہ تمہیں تمہارے گاؤں پہنچا کر واپس آ جائے گا۔"

عورت بے چاری کو موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ وہ ہاتھی پر سوار ہونے کے لیے بھی تیار ہو گئی۔ ناگ نے کہا۔

"میں باہر جا کر ہاتھی کو لاتا ہوں۔ جب تمہیں ہاتھی کی آواز سنائی دے باہر نکل آنا۔ میں تمہیں وہاں نہیں ملوں گا۔ میں جا چکا ہوں گا۔ مگر تم بے فکر ہو کر ہاتھی کے ساتھ چلی جانا۔"

اتنا کہہ کر ناگ باہر نکل گیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے سانس لیا اور ایک بہت بڑی افریقی ہاتھی کی شکل اختیار کر لی۔ اس نے ایک چنگھاڑ ماری۔ عورت بے چلسی ڈرتے ڈرتے مکان سے باہر آ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ سامنے ایک پہاڑ جتنا بڑا ہاتھی کھڑا ہے۔ خوف سے پیچھے کو جانے ہی لگی تھی کہ ہاتھی نے

اسے سونڈ آگے بڑھا کر اس میں کپیٹ لیا اور اس کے ساتھ ہی بازار میں آ کر شہر کے بڑے دروازے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔

ایک خوفناک ہاتھی کی سونڈ میں عورت کو دیکھ کر منگول فوج کے سپاہی بھی ڈر کے مارے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ہاتھی دیوانوں کی طرح چنگھاڑتا سپاہیوں کو لتاڑتا بھاگا چلا جا رہا تھا۔ وہاں ایک اور بھگدڑ مچ گئی۔ چنگیز خان کے فوجی لوگوں کو قتل کرنا بھول کر اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگنے لگے۔ ہاتھی شہر کے دروازے میں آ گیا۔ عورت اس کی سونڈ میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کے بال لہرا رہے تھے اور وحشت سے آنکھیں کھلی تھیں۔ دو سپاہیوں نے آگے بڑھ کر ہاتھی پر نیزے پھینکے۔ ہاتھی نے ان دونوں کو اپنے بھاری بھر کم پاؤں تلے کچل دیا۔

شہر کا دروازہ کھلا تھا۔ لوگوں میں افراتفری مچی تھی۔ ہاتھی عورت کو لیکر شہر سے باہر نکل گیا اور دریا کی طرف میدان میں بھاگنا شروع کر دیا۔ یہاں آ کر اس نے عورت کو اپنی گردن پہ بٹھا دیا۔ عورت کا خوف کے مارے برا حال تھا۔ مگر وہ موت کے منہ سے نکل آئی تھی اور خدا کا شکر ادا کر رہی تھی۔ ہاتھی دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ ماریا ہاتھی کے اوپر اس کے ساتھ ساتھ اڑ رہی تھی۔ یہاں تک کہ دریا آ گیا۔ ہاتھی دریا میں اتر گیا۔ دریا کا پانی گہرا تھا۔ مگر ہاتھی تیر کر دریا پار کر گیا۔ دریا کے دوسرے کنارے پر آ کر اسے دور ایک گاؤں دکھائی دیا۔ عورت نے اس گاؤں کی طرف اشارہ کر کے ہاتھی سے کہا۔" ہاتھی بھائی! مجھے اس گاؤں میں جانا ہے۔"

ماریا بھی اب ہاتھی پہ بیٹھ گئی تھی۔ وہ ہنس پڑی۔ اس نے اپنی خاموش زبان میں ناگ سے کہا۔ "چلو ناگ بھائی اس عورت کو اس کے گاؤں تک چھوڑ آتے ہیں۔"

ہاتھی نے گاؤں کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ ناگ نے عورت کو گاؤں کنارے نیچے اتار دیا۔ گاؤں کے اکثر لوگ منگولوں کے حملے کے ڈر سے بھاگ چکے تھے۔ صرف اس عورت کے بچے اور ماں باپ ابھی تک اس کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے اسے دیکھا کہ ہاتھی پر سے نیچے اتر رہی ہے تو پہلے انہیں اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا۔ جب ہاتھی عورت کو اتار کر دریا کی طرف واپس چلا گیا تو وہ بھاگ کر اس عورت کے پاس آئے اور خوشی سے روتے ہوئے اس سے لپٹ گئے۔ عورت نے کہا۔ "خدا جانے یہ ہاتھی تھا یا کوئی فرشتہ تھا۔ بھی مجھے یہاں تک نکال لایا ہے۔"

دریا کے دوسرے کنارے پہ جا کر ہاتھی نے پھر سے ناگ کی شکل بدل لی اور ماریا سے کہا۔ "اب عنبر کو ہم کہاں تلاش کریں؟ بغداد میں تو تاریخ کا سب سے بڑا خون خرابہ ہو رہا ہے۔ کیا ان حالات میں وہ اس شہر میں ہوگا؟"

ناگ نے کہا: "آؤ اسے شہر سے باہر کہیں تلاش کرتے ہیں۔"

دونوں شہر سے باہر آ کر ایک چبوترے پہ بیٹھ گئے۔ سامنے دور تک چنگیز خان کی فوجوں کے خیمے لگے تھے اور ان پہ فتح کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ یہاں ناگ نے ماریا کو بتایا کہ کس طرح سے وہ جادوگر پجاری کے قبضے میں آ کر اپنی یادداشت تک بھول گئی تھی اور پھر کس طرح ناگ

نے جادوگر پجاری کو ہلاک کر دیا۔

"ضرور عنبر بھی ہماری تلاش میں ہوگا۔"

ماریا نے کہا: "مجھے کچھ یاد نہیں۔ صرف اتنا یاد ہے کہ مجھے جب ہوش آیا تو تلوار میرے ہاتھ میں تھی اور میں یہاں سے میل دور ایک پہاڑی مندر کی کوٹھڑی میں اکیلی کھڑی تھی۔"

ناگ بولا: "ہو سکتا ہے عنبر تمہاری تلاش میں اسی شہر گیا ہو!"

ماریا کہنے لگی: "اگر وہ اس شہر میں بھی گیا ہوگا تو اب تک اسے معلوم ہو چکا ہوگا کہ میں وہاں نہیں ہوں۔"

وہ باتیں کر رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا شہر سے چھکڑوں میں کتابیں بھر بھر کر باہر لائی جا رہی ہیں۔ ماریا نے کہا: "یہ بہت قیمتی کتابیں ہیں۔ انہیں یہ وحشی فوجی دریائے دجلہ میں پھینکنے جا رہے ہیں۔"

ناگ نے کہا: "اور ہم اس میں سے ایک کتاب بھی نہیں بچا سکتے۔ کیونکہ ہم تاریخ کے دھارے کو نہیں بدل سکتے۔ نہ تاریخ کے واقعات میں دخل دے سکتے ہیں۔"

منگول سپاہیوں کے ہاتھوں میں خون آلود تلواریں تھیں اور چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ شہر میں قتل عام بند ہو چکا تھا۔ شاید اس لیے کہ قتل ہونے کے لیے کوئی نہیں بچا تھا۔ پھر چنگیز خان کے حکم سے شہر کو آگ لگا دی گئی اور شہر دھڑا دھڑ جلنے لگا۔ ماریا اور ناگ وہاں سے اٹھ کر دریا کے قریب ایک بارہ دری میں آ کر بیٹھ گئے۔ ماریا نے کہا:

"اب اگر عنبر شہر میں ہوا بھی تو ضرور باہر آجائے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہم آگ میں نہیں رہ سکتے اور باہر نکل آئے ہوں گے۔"

بارہ دری سے شہر کا بڑا دروازہ سامنے نظر آ رہا تھا۔ شہر میں آگ کے شعلوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"کیوں نہ چنگیز خان کو چل کر دیکھا جائے۔ وہ اپنے خیمے کے دربار میں ہوگا۔"

ناگ بولا: "چلو چلتے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ وہیں کہیں عنبر بھی نظر آجائے۔ اس کا کوئی پتہ نہیں۔ وہ کبھی کسی اور کبھی کسی روپ میں مل جاتا ہے۔"

ناگ اٹھنے ہی لگا تھا کہ تین چار سپاہی قہقہے لگاتے خرمستیاں کرتے تلواریں لہراتے اس کے پاس آکر بولے۔

"کیوں بے۔ کون ہے تو؟" ناگ نے انہیں خاموشی سے دیکھا۔ ماریا بھی انہیں تکنے لگی۔ ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"بغداد شہر کا رہنے والا ہوں۔ آگ سے بچ کر یہاں بیٹھا تھا۔"

ایک سپاہی نے تلوار اٹھا کر کہا: "بدبخت تو ابھی زندہ ہے۔"

ناگ نے کہا: "ہاں میں زندہ ہوں تاکہ تمہیں موت کے پاس روانہ کر سکوں۔"

سپاہیوں کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ تلوار لہراتے ناگ پر ٹوٹ پڑے۔ مگر ناگ بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر گہرا سانس لیا اور سفید عقاب بن کر پھڑپھڑاتا ہوا اوپر اڑ کر چکر لگانے لگا۔ تینوں سپاہی ہکے بکے ہو کر کبھی اوپر اور کبھی ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایک انسان دیکھتے دیکھتے عقاب کیسے بن گیا۔

اس دوران میں ماریا نے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ ایک سپاہی کے پیچھے آئی۔ اس کی کلائی پر ٹھڈ مارا۔ تلوار اس سپاہی کے ہاتھ سے گر پڑی۔ ماریا نے تلوار اٹھا لی۔ تلوار اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گئی اور پھر یہ غیبی تلوار ایک سپاہی کے سینے سے پار ہو کر باہر نکل آئی۔ سپاہی خون میں لت پت ہو کر گرا۔ تو ماریا نے تلوار دوسرے سپاہی کے سینے میں گھونپ دی۔ دوسرے سپاہی کو گرتا دیکھ کر تیسرا سپاہی وہاں سے بھاگا ہی تھا کہ ناگ نے عقاب کی شکل میں آندھی کی طرح غوطہ لگایا اور اس کی آنکھوں پر ایسا پنجہ مارا کہ اس کے دونوں ڈیلے نکل گئے۔ ان تینوں سپاہیوں نے بغداد کے سینکڑوں بے گناہ انسانوں کا خون بہایا تھا۔ قدرت نے انہیں ان کے ظلم کا بدلہ دے دیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر ناگ اور ماریا چنگیز خان کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ عقاب کی شکل میں اڑ رہا تھا اور ماریا اس کے ساتھ ساتھ کافی نیچے ہوا میں تیرتی ہوئی جا رہی تھی۔ وہ فوجوں کے خیموں کے اوپر سے گزر رہے تھے۔ بے شمار خیمے لگے تھے۔ جہاں فوج کے سپاہی لوٹ مار کا سامان جمع کر رہے تھے۔ شام ہو گئی تھی۔ جگہ جگہ مشعلیں جل رہی تھیں۔ خیموں کے آگے ہر جگہ آگ جل رہی تھی۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ ایک خیمہ جو سب سے خوبصورت تھا۔ درمیان میں لگا تھا۔ اس کے آگے منگول سپاہیوں کا ایک دستہ پہرہ دے رہا تھا۔ ماریا چونکہ ناگ کو

عقاب کی شکل میں اڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس لیے اس نے قریب آ کر بولی۔

"ناگ! یہی خیمہ چنگیز خاں کا خیمہ ہے مگر تم اس کے اندر جاؤ گے تو یہ تمہیں پکڑ لیں گے۔ سفید عقاب تو چنگیز خان بہت پسند کرتا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"پکڑ لے گا تو وہ مجھے شاہی عقاب بنا کر رکھے گا۔ مجھے ذبح تو نہیں کرے گا۔ اتنی دیر بادشاہوں کی دعوت ہی اڑاؤں گا۔ تم میرے ساتھ ساتھ رہنا۔"

ماریا نے مسکرا کر کہا۔

"کہیں دعوت کے لالچ میں کسی مصیبت میں نہ پھنس جانا۔ ویسے میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

ناگ غوطہ لگا کر خیمے کے دروازے میں سے اندر داخل ہو گیا۔ پہرے دار اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ عقاب اندر جا کر اِدھر اُدھر پھڑ پھڑا کر اڑنے لگا۔

اندر چنگیز خان اپنے درباری امیروں کے ساتھ بیٹھا بغداد کے بعد دمشق پر حملہ کرنے کی سکیم بنا رہا تھا کہ اچانک ایک سفید عقاب کو اندر آتے دیکھا تو قہقہہ مار کر بازو پھیلا کر بولا۔

"دیوتاؤں نے مجھے ساری دنیا کی فتح کی خوشخبری دے کر یہ

عقاب بھیجا ہے۔"

ناگ بھی بڑا ہوشیار تھا۔ سیدھا جا کر چنگیز خان کے ہاتھ پر بیٹھ گیا۔ چنگیز خان بہت خوش ہوا اور عقاب کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگا۔ ماریا ایک طرف کھڑی یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ درباری بھی خوش ہو کر خوشامدیوں کی طرح چنگیز خان کو سفید عقاب کی بشارت پر مبارک باد دینے لگے۔ چنگیز خان نے ان کی طرف بڑے غرور سے گردن اٹھا کر کہا۔

"میں ساری دنیا کا بادشاہ ہوں۔ خاقان ہوں۔ سورج جہاں غروب ہوتا ہے وہاں تک میری حکومت ہو گی۔ دیوتا میرے ساتھ ہیں۔ یہ سفید عقاب دیوتاؤں کی نشانی ہے۔"

اس نے ایک غلام کو اشارہ کیا کہ سفید عقاب کو چاندی کے پنجرے میں ڈال دیا جائے۔ اسی وقت ایک پنجرہ لایا گیا۔ مگر سفید عقاب اوپر اُڑ گیا۔ بہت کوشش کی کہ کسی طرح وہ پنجرے میں بند ہو جائے مگر سفید عقاب قابو میں نہ آیا۔ چنگیز خان نے کہا۔

"چھوڑ دو۔ دیوتاؤں کو یہ منظور نہیں کہ سفید عقاب قید ہو۔ یہ ہمارے خیمے میں ہمارے ساتھ آزاد حالت میں رہے گا۔"

جتنی دیر چنگیز خان اپنے وزیروں سے مشورہ کرتا رہا سفید عقاب یعنی ناگ اس کے کندھے پر بیٹھا رہا۔ ماریا بھی وہیں خیمے میں بیٹھی جھاڑ فانوس اور قیمتی پردوں کو دیکھتی رہی۔ جب چنگیز خان

آدھی رات کے وقت سونے کے لیے جانے لگا۔ تو ایک سپہ سالار نے آ کر کہا۔

"خاقانِ اعظم! ہمارے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ بادشاہ بغداد نے اپنا سونے جواہرات کا خفیہ خزانہ یہاں سے دور کے کھنڈروں میں ایک خفیہ غار میں چھپایا ہوا ہے۔"

چنگیز خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"عباسی خلیفہ نے ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہمارے جاسوسوں نے آخر خزانے کا پتہ معلوم کر لیا۔"

پھر اس نے حکم دیا۔

"صبح ہونے سے پہلے پہلے سپاہیوں کا ایک دستہ روانہ کر دیا جائے اور انہیں تاکید کر دی کہ خزانہ لے کر واپس آئے۔"

سپہ سالار نے کہا۔

"جو حکم خاقانِ اعظم۔"

اور سر جھکا کر باہر چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرا سپاہی اندر آیا اور ادب سے بولا۔

"خاقانِ اعظم! ہم نے بادشاہ کے سارے خاندان کو قتل کر دیا ہے۔ صرف ایک قاضی شہر کی بیٹی زندہ آپ کے لیے لے آئے ہیں تاکہ آپ کی کنیز بن کر خدمت کرے۔"

چنگیز خان نے کہا۔

"نہیں — ہمیں کسی کنیز کی ضرورت نہیں۔ جاؤ اور اسے جا کر قتل کر دو۔"

سپاہی نے کہا۔

"خاقانِ اعظم! وہ بڑی عبادت گزار لڑکی ہے اور خوبصورت بھی ہے۔"

چنگیز خان نے جھڑک کر کہا۔

"اسے قتل کر دیا جائے۔"

سپاہی سر جھکا کر خیمے سے باہر نکل گیا۔ ناگ اور ماریا نے جب سنا کہ یہ ظالم لوگ ایک عبادت گزار نیک لڑکی کو قتل کرنے والے ہیں جو قاضی شہر کی بیٹی ہے تو ماریا نے عقاب کے قریب آ کر کہا۔

"میں اس نیک لڑکی کی جان بچاؤں گی۔"

ناگ نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

چنگیز خان اپنی خواب گاہ میں جانے لگا تو اس کے ہاتھ پر سے سفید عقاب غائب ہو گیا۔ اس نے حیران ہو کر دیکھا کہ ایک زرد رنگ کی چڑیا پھُرر کے ساتھ خیمے سے باہر نکل گئی ہے۔ وہ اس کے پیچھے خیمے سے باہر نکل آیا۔ پہرے دار ایک دم چوکس ہو گئے۔

چنگیز خان نے کہا۔

"میرا سفید عقاب اُڑ گیا۔ دیوتا کہیں مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گئے۔ اس کو پکڑ کر لاؤ۔"

سپاہی یونہی ایک طرف کو اُٹھ دوڑے۔

ناگ زرد رنگ کی چڑیا کی شکل میں ماریا کے ساتھ ساتھ تھا اور ماریا اس سپاہی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی جو قاضی شہر کی نیک دل مسلمان لڑکی کو قتل کرنے کا حکم لے کر جا رہا تھا۔ لشکر کے آخیر میں ایک خیمہ تھا۔ جس کے باہر حبشی غلام ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ سپاہی نے چنگیز خان کا حکم انہیں سنایا۔ خیمے کا پردہ ہٹا دیا گیا۔ اور ایک سرخ و سفید چمکتے چہرے والی پاکیزہ شکل خوبصورت لڑکی کو باہر لایا گیا جس کے چہرے پر خوف کا اثر تھا اور وہ سہمی ہوئی ہرنی کی طرح اپنے جلادوں کو تک رہی تھی۔

"اسے جنگل میں لے جا کر قتل کر دو اور اس کا سر کاٹ کر چنگیز خان کی خدمت میں پیش کرو۔"

چار سپاہی اور ایک جلاد نیک دل لڑکی کو پکڑ کر جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ماریا اور ناگ ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ نیکدل مسلمان عبادت گزار لڑکی منہ ہی منہ میں قرآن شریف کی آیات پڑھ رہی تھی۔ ناگ زرد چڑیا کی شکل میں اس کے سر کے اوپر اُڑ رہا تھا۔ خیموں سے نکل کر سپاہی ایک ویران علاقے میں آ گئے۔ ایک سپاہی نے مشعل تھام رکھی تھی۔ جس کی روشنی میں وہ راستہ تلاش کرتے جا رہے

تھے۔ جنگل جب بہت سنسان ہو گیا اور ویرانہ آ گیا تو ایک سپاہی نے رُکنے کا اشارہ کیا۔ سپاہی رُک گئے۔ لڑکی کو درمیان میں لایا گیا۔ سپاہی نے جلاد سے کہا۔

"اس کی گردن پہ تلوار اس طرح مارو کہ اس کا سر کٹ جائے۔ ہمیں یہ سر خاقان اعظم کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔"

جلاد نے ننگی تلوار بلند کر کے کہا۔

"بڑی ہوشیاری سے گردن کاٹوں گا میرے آقا۔"

ناگ اور ماریا نے دیکھا کہ نیک دل لڑکی نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور وہ ہاتھ پھیلا کر خدا سے منہ ہی منہ میں دعا مانگ رہی تھی۔

"اسے گھٹنوں کے بل کھڑی کر دو۔" سپاہی نے کہا۔

جلاد نے آگے بڑھ کر لڑکی کو دھکا دے کر کہا۔

"گھٹنوں کے بل جھک کر گردن نیچی کر لو۔"

ماریا نے ناگ سے کہا۔

"اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔"

ناگ نے کہا۔

"تم جلاد کو پکڑو۔ میں دوسرے سپاہیوں کی خبر لیتا ہوں۔"

ماریا آگے بڑھ کر جلاد کے پاس آ گئی۔ جلاد لڑکی کی گردن جھکا کر تلوار کا وار کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ ماریا نے جلاد کی گردن پہ ایک زبردست ہاتھ مارا۔ یہ ہاتھ اتنا طاقتور تھا کہ

جلاد کے ہاتھ سے تلوار دور جا گری اور اس کی گردن کٹک کی
آواز کے ساتھ ٹوٹ کر دُہری ہو گئی اور وہ مٹی کا ڈھیر بن کر
گر پڑا۔ باقی سپاہی اس کی طرف دوڑ کر آئے کہ اسے کیا
ہو گیا ہے۔ ماریا نے جلاد کی تلوار اٹھا لی تھی اور اُدھر ناگ
نے ایک پل میں ایک بہت بڑے اژدہا کی شکل بدل لی۔ سپاہیوں
نے جو اپنے سامنے ایک سیاہ رنگ کا اژدہا دیکھا تو ڈر کر پیچھے
ہٹے۔ مگر آخر چنگیز خان کی فوج کے سپاہی تھے۔ اژدہا پر حملہ
کرنے کے لیے بڑھے۔ اژدہا کے منہ سے آگ کا ایک شعلہ نکلا۔
جس نے ایک سپاہی کو جلا کر راکھ کر دیا۔ دوسرا سپاہی تلوار کا
وار کرنے لگا تو اژدہا کے منہ سے نکلے ہوئے شعلے نے اسے
بھی جلا کر بھسم کر دیا۔ مشعل والا سپاہی مشعل پھینک کر بھاگا تو
اس کے ماریا نے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیے۔ اب صرف ایک
سپاہی ہی باقی رہ گیا تھا۔ وہ ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اژدہا
بھی درخت کے نیچے آ گیا اور آتے ہی غائب ہو گیا۔

نیک دل لڑکی یہ سارا تماشہ حیران کھڑی دیکھ رہی تھی۔ وہ
اسے خدائی مدد سمجھ رہی تھی کہ خدا نے اس کی دعا قبول کر لی۔
اور اس کو بچانے کے لیے غیبی مدد بھیج دی۔ ناگ چھوٹے
سانپ کی شکل میں درخت پر چڑھ گیا اور شاخوں میں چھپے
ہوئے سپاہی کو ڈس دیا۔ سپاہی چیخ مار کر نیچے گرا اور پھر

نہ اُٹھ سکا۔ ناگ کے زہر کو کوئی انسان دو سیکنڈ سے زیادہ برداشت
نہیں کر سکتا تھا۔

جب میدان صاف ہو گیا تو ناگ درختوں کے پیچھے آ گیا۔ ماریا بھی
اس کے پاس آ گئی۔ ناگ نے کہا: "میں اس لڑکی کے پاس جا رہا ہوں۔
ہم اپنا آپ اس پہ ظاہر نہیں کریں گے۔"

اتنا کہہ کر ناگ نیک دل لڑکی کے پاس انسانی شکل میں آیا اور بولا۔
"بہن! تم کون ہو اور یہ لوگ کون تھے۔ میں چھپ کر سب کچھ
دیکھ رہا تھا کہ ایک اژدہا نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔"

نیک دل لڑکی نے کہا: "بھائی! میں بغداد کے قاضی شہر کی اکلوتی
بیٹی ہوں۔ میرے ماں باپ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ یہ سپاہی میرا سر
کاٹنے یہاں لائے تھے کہ خدا نے میری مدد کو ایک اژدہا بھیج دیا۔"

ناگ نے کہا: "خدا کا شکر ہے تمہاری جان بچ گئی۔ بہن! مجھے بتاؤ،
میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ میں مصر کا باشندہ ہوں اور میرا نام
ناگ ہے۔"

لڑکی نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا: "میرا اب سوائے میرے ایک
بڑے بھائی کے دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ وہ شہر بابل کے کھنڈر کے پاس
والے گاؤں میں رہتا ہے جو یہاں سے کافی دور ہے۔ اگر تم مجھے میرے
بھائی کے پاس پہنچا سکو تو خدا تمہارا بھلا کرے گا۔"

ناگ نے کہا: "بہن! مجھے تمہیں تمہارے بھائی کے پاس پہنچا کر بڑی خوشی

ہو گی۔ آؤ میرے ساتھ۔ کیا تمہیں گاؤں کا راستہ آتا ہے۔"

"ہاں۔ میں کئی بار وہاں جا چکی ہوں۔ لیکن ہم پیدل نہیں جا سکتے۔ گاؤں بہت دور ہے۔"

ناگ بولا: "میں گھوڑوں کا بھی بندوبست کر لوں گا۔ آؤ میرے ساتھ۔"

ناگ اور ماریا نے اس لڑکی کو ساتھ لیا اور راستے میں ایک خیمے کے باہر سے دو گھوڑے کھولے۔ اس پر سوار ہوئے اور بابل کے کھنڈرں والے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ وہی علاقہ تھا۔ جہاں بابل کے کھنڈر میں ایک کنوئیں میں عنبر بند کر دیا گیا تھا۔

کیا ماریا اور ناگ کو عنبر مل گیا؟
عنبر سے ان کی ملاقات کیسے ہوئی؟
چنگیز خان سے پہلے مسلمان صلاح الدین ایوبی کے حملے کے وقت ناگ ماریا عنبر کہاں تھے؟
یروشلم کی فتح اور عنبر ناگ ماریا کے کارنامے پڑھنے کے لیے
عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی اگلی قسط ۲۹

آج ہی

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں۔

موت کے تعاقب کی واپسی

۵ ہزار سالہ سفر کی پر اسرار اور سنسنی خیز داستان

مصنف: اے حمید

نیا مکتبہ اقراء ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

پاتال کی ہیروئن
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قیمت پانچ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں
بار اول :
تعداد : دو ہزار

ناشر : مکتبہ اقراء [illegible] شاہ عالم مارکیٹ لاہور

طابع : تاج پرنٹنگ پریس لاہور

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی ۲۹ ویں قسط حاضر ہے۔ اُمید ہے آپ اسے بھی اسی طرح پسند کریں گے اور شوق سے پڑھیں گے جس طرح آپ اس کے پہلے کی قسطیں پڑھتے اور پسند کرتے رہے ہیں۔ اس قسط میں ناگ اور ماریا چنگیز خان کے خونی سپاہیوں سے نیکدل لڑکی کو بچا کر اس کے گاؤں کی طرف لے جا رہے ہیں کہ راستے میں صحرا میں رات ہو جاتی ہے۔ ماریا کو وہ نیکدل لڑکی دیکھ نہیں سکتی۔ ناگ گھوڑے سے اُتر کر صحرا میں رات بسر کرنے کے لیے کمبل بچھاتا ہے۔ پھر جب رات آدھی گزر جاتی ہے تو ماریا اُٹھ کر صحرا میں ٹہلنے لگتی ہے۔ اچانک اُسے دور ٹیلے کے پاس چاندنی رات میں دو سائے حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ ناگ اور نیکدل لڑکی سو رہے تھے۔ ماریا خاموشی سے اُن پُر اسرار سایوں کی طرف روانہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ آپ خود پڑھ لیں گے۔

- بابل کی بدرُوحیں
- موت کے قیدی
- دس سروں والا اژدہا
- طلسمی جھٹکا

بابل کی بدرُوحیں

ناگ گھوڑے پر سوار بغداد سے کافی دُور نکل گیا۔

نیک دل لڑکی گھوڑے پر سوار اُس کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ ان دونوں کے اوپر ماریا ہوا میں تیرتی ہوئی اُڑتی جا رہی تھی۔ اس نیک دل لڑکی کو ناگ چنگیز خان کی خونخوار وحشی فوجوں سے چھڑا کر لایا تھا اور اب اسے اس کے بھائی کے گھر پہنچانے جا رہا تھا۔ جو بابل کے پرانے کھنڈروں کے قریب ہی ایک گاؤں میں تھا۔ یہی بابل کے وہ کھنڈر تھے جس کے ایک کنوئیں میں عنبر قید تھا۔ یہ ایک اجاڑ بیابان علاقہ تھا اور لوگ دن کے وقت بھی ڈر کے مارے ادھر نہیں آتے تھے۔ لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ یہاں پرانے
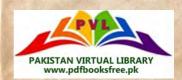
زمانے کے لوگوں کی بد رُوحیں رات کو گھوم پھر کر لوگوں کو اپنی طرف بُلاتی ہیں۔ جب کوئی آواز کے پیچھے جاتا ہے تو اُسے کھا جاتی ہیں۔

سفر کرتے کرتے جب رات ہو گئی تو ناگ نے ایک جگہ رات بسر کرنے کو ڈیرا جمایا۔ یہاں صحرا میں ایک جگہ کھجوروں کے جھنڈ تھے اور پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ بھی تھا۔ لڑکی کو ابھی تک ماریا کا علم نہیں تھا کہ ایک غیبی لڑکی بھی ان کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی ہے۔ ناگ نے ایک طرف لڑکی کا بستر لگا دیا اور خود سامنے ایک درخت کے نیچے جا کر لیٹ گئی۔ ماریا اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا۔

"ابھی ایک رات کا سفر باقی ہے۔"

"ہاں — ہم پرسوں دن کے وقت منزل پر پہنچ جائیں گے۔"

ماریا نے کہا۔

"اس لڑکی کو گھر چھوڑ کر ہمیں فوراً عنبر کی تلاش میں نکلنا ہوگا۔ خدا جانے وہ کس حال میں ہے اور کہاں ہے۔ اب تک اسے مل جانا چاہیے تھا۔"

ناگ نے کہا۔

"بغداد میں تو چنگیز خان کی فوجوں نے قتل عام شروع کر رکھا

ہے۔ میرا خیال ہے۔ عنبر وہاں سے نکل کر کہیں بیت المقدس کی طرف نہ چلا گیا ہو۔"

ماریا بولی۔

"تو پھر تمہاری رائے میں ہمیں یہاں سے یروشلم کی طرف جانا ہوگا۔"

"میرا مشورہ تو یہی ہے۔ آگے تمہاری رائے جو ہو، اس پر عمل کر لیں گے۔"

"خیر — پہلے اس لڑکی کو تو اس کے گھر پہنچائیں۔ رات کافی ہو گئی ہے۔ چاند بھی نکل آیا ہے۔ میرا خیال ہے اب تم بھی کچھ دیر آرام کر لو۔"

اُدھر سے جب لڑکی نے دیکھا کہ اس کا بھائی ناگ اپنے آپ باتیں کر رہا ہے تو بڑی حیران ہوئی۔ کیونکہ اسے ناگ کی آواز تو آ رہی تھی مگر وہ ماریا کی آواز نہیں سن سکتی تھی۔ اُس سے نہ رہا گیا۔ اُس نے لیٹے لیٹے سر اُٹھا کر کہا۔

"ناگ بھائی! تم یہ اپنے آپ سے کیوں باتیں کر رہے ہو؟"

ناگ بھول ہی گیا تھا کہ وہ نیک دل لڑکی ابھی جاگ رہی ہو گی۔ اُس نے مسکرا کر کہا۔

"بس یونہی بہن! بس رات کو اپنے آپ سے باتیں کرنے

کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ اب سو رہا ہوں، تم بھی سو جاؤ۔"

ناگ کو ماریا کی ہلکی ہلکی ہنسی کی آواز آئی۔ ناگ نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"خاموش !"

لڑکی نے آواز دی۔

"ناگ بھائی ! مجھ پر ناراض کیوں ہوتے ہو ؟"

ناگ نے کہا۔

"بہن مَیں نے تمہیں نہیں کہا۔ اب سو جاؤ۔ شب بخیر۔"

اس کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔ آج سے کئی سو سال پہلے اجاڑ بیابان علاقوں میں کس قسم کی خاموشی ہوتی تھی۔ اس کا آپ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے۔ جب کہ زور زور سے کسی ریل گاڑی کے گزرنے اس کی سیٹی یا ہوائی جہاز کے گزرنے یا کسی سڑک سے بس کے گزرنے کی بھی آواز نہیں آ سکتی تھی۔ بالکل قبر ایسی خاموشی ہوتی تھی۔ دن کو شہر سے باہر نکلو تو سناٹا ہو جاتا تھا۔ رات کو تو اتنی خاموشی ہو جاتی کہ اپنے سانس کی آواز تک اونچی سنائی دیتی تھی۔

ماریا اور ناگ کو سونے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ مگر جیسا کہ آپ پچھلی قسطوں میں پڑھ چکے ہیں۔ وہ کبھی کبھی سکون

حاصل کرنے کے لیے سو جایا کرتے تھے۔ دونوں گھوڑے درخت تلے کھڑے تھے۔ شاید وہ بھی کھڑے کھڑے سو گئے تھے۔ لڑکی گہری نیند میں کھو گئی تھی۔ ناگ کو بھی نیند آ گئی۔ صرف ماریا جاگ رہی تھی۔ وہ نیک دل لڑکی اور ناگ سے ذرا دُور چشمے کے ایک پتھر پر بیٹھی رات کی خاموشی میں چشمے کے بہنے کی میٹھی آواز سن رہی تھی۔ چاند صحرا کے آسمان پر اوپر آ گیا تھا۔ یہ چودھویں کا چاند تھا۔ سارا صحرا چاندنی میں نہا گیا تھا۔ ماریا کو صحراؤں کی چاندنی راتیں بڑی اچھی لگتی تھیں۔ وہ چشمے پر سے اُٹھ کر صحرا میں ٹہلنے لگی۔

اچانک اس کو ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔ ماریا نے جدھر سے آواز آئی تھی اُدھر دیکھا۔ ذرا دُور ایک ریت کے ٹیلے کے پاس اسے ایک اونٹ دکھائی دیا۔ جس کے پاس دو تین انسانوں کے سائے حرکت کر رہے تھے۔ آواز ایسی تھی۔ جیسے کوئی مدد کے لیے پکار رہا ہو۔ ماریا نے ناگ اور لڑکی کو دیکھا۔ دونوں سو رہے تھے۔ ماریا ہوا میں تیرتی ہوئی ٹیلے کے پاس پہنچ گئی۔ یہاں دو آدمی جن کی شکل صورت وحشی ڈاکوؤں ایسی تھی۔ ایک بوڑھے آدمی کو زمین پر گرائے اسے مار پیٹ رہے تھے۔ ایک نے بوڑھے کی گردن پہ پاؤں رکھا ہوا تھا اور دوسرا تلوار نکالے اس کے سر پر کھڑا تھا۔

"تم جانتے ہو شاہ بابل کا خزانہ کس جگہ دفن ہے۔ اگر تم نے
نہ بتایا تو تمہیں اسی جگہ قتل کر کے پھینک دیا جائے گا۔"

بوڑھا روتے ہوئے بولا۔

"میں قسم کھاتا ہوں مجھے خزانے کا کچھ پتہ نہیں۔ خدا کے
لیے مجھے میری بچی کے پاس واپس جانے دو۔"

دوسرے آدمی نے بوڑھے کے سر پر لات ماری۔ بے چارہ
بوڑھا لڑھک گیا۔

"بکواس کرتے ہو تم۔ خزانے کا نقشہ تمہارے دادا کے
پاس تھا۔ اس نے تمہارے باپ کو دیا اور تمہارے باپ سے
تمہارے پاس آگیا ہے۔ جلدی بتاؤ خزانہ کس جگہ پر دفن کیا
گیا تھا؟"

بوڑھے نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"اگر میرے پاس نقشہ ہوتا تو میں تمہیں فوراً بتا دیتا۔ یقین
کرو۔ مجھے خزانے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

اس پر ایک آدمی نے دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس کو قتل کر دو۔"

بوڑھے نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"مجھے نہ مارو۔ میری بچی میرے پیچھے زندہ نہ رہے گی۔"

ڈاکو چلایا۔

"تو پھر بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ یقین کرو۔ میں کچھ نہیں جانتا۔"

ڈاکو نے چیخ کر کہا۔

"اسے قتل کیوں نہیں کرتے۔"

اس کے ساتھ ہی تلوار ہوا میں اوپر بلند کی۔ وہ تلوار کے
ایک ہی وار سے بوڑھے کی گردن تن سے جدا کر دینا چاہتا
تھا۔ مگر ماریا بھی غافل نہیں تھی۔ وہ اس ڈاکو کے پاس ہی کھڑی
تھی۔ اس نے بڑے آرام سے پیچھے سے اس ڈاکو کے ایک لات
ماری۔ ڈاکو منہ کے بل آگے جا گرا۔ دوسرا گرج اٹھا۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں۔"

پہلا ڈاکو جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ مجھے لات کس نے ماری تھی؟"

"لات ماری تھی؟ ارے الو کے پٹھے یہاں میرے سوا
اور کون ہے اور میں تمہیں لات کیوں مارنے لگا۔"

پہلے ڈاکو نے کہا۔

"مجھے کسی نے پیچھے لات ماری ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ پیچھے ہٹو۔ میں اس بڈھے کا کام تمام

کرتا ہوں۔"

دوسرے ڈاکو نے تلوار نکال کر لہرائی تو ماریا نے اس کے ہاتھ سے ایک جھٹکے کے ساتھ تلوار چھین لی۔ ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار غائب ہو گئی۔ اب دونوں ڈاکو ایک دوسرے کو پریشانی کے ساتھ تکنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ پہلے ڈاکو کو پسینہ آ گیا۔ بوڑھا آدمی اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور کچھ کچھ وہ بھی حیران تھا کہ یہ کیا تماشہ شروع ہو گیا ہے۔ پہلے ڈاکو نے خنجر نکال لیا۔

"میں اس بُڈھے کو نہیں چھوڑوں گا۔"

دوسرے ڈاکو نے کہا۔

"یہاں سے بھاگ چلو۔ یہاں کوئی بھوت آ گیا ہے۔"

"میں بھوت کو بھی آج زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ماریا کو ہنسی آ گئی۔ اس نے تلوار کی نوک پہلے ڈاکو کی گردن پر رکھ دی۔ تلوار ڈاکو کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ مگر اس کی نوک کی چبھن گردن پر بُری طرح محسوس ہو رہی تھی۔ اب تو وہ بھی خوفزدہ ہو گیا۔ ماریا نے تلوار کی نوک پیچھے کر لی۔ ڈاکو بھاگ کر اونٹ کی طرف گیا۔ اونٹ ٹیلے کے پاس بیٹھا جگالی کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی۔

"جلدی سے بھاگ چلو۔"

دونوں ڈاکو اُونٹ پر بیٹھ گئے۔ اونٹ کو انہوں نے اٹھایا اور پھر تیز تیز چلاتے صحرا میں بھاگ گئے۔ بوڑھا ابھی ریت پر بیٹھا حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنا وہ ضرور سمجھ گیا تھا کہ خدا نے اس کی مدد کے لیے کوئی غیبی رُوح وہاں بھیج دی ہے۔ ماریا نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"بابا! گھبراؤ نہیں۔ میں خدا کی طرف سے تمہاری مدد کرنے آئی ہوں۔ میں صحرا کی رُوح ہوں اور بھُولے بھٹکے مصیبت زدوں کی مدد کرتی ہوں۔"

بوڑھے نے ہاتھ سینے پر رکھ کر کہا۔

"اے صحرا کی نیک رُوح! مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ کوئی نیک رُوح میری مدد کو آ پہنچی ہے۔ یہ لوگ مجھے میرے بابل گاؤں سے یہاں اُٹھا لائے تھے۔ انہیں کسی نے جھُوٹی خبر دی تھی، کہ میرے پاس کسی خزانے کا نقشہ ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"اگر تمہارے پاس نقشہ ہو بھی تو مجھے اس سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔"

بوڑھا بولا۔

"اے صحرا کی رُوح! مجھے میرے گھر میری بچی کے پاس پہنچا

دو۔ وہ میرے بغیر پریشان ہو رہی ہو گی۔"
ماریا نے کہا۔

"اُدھر چشمے کے پاس دو انسان سو رہے ہیں۔ ایک میرا بھائی ناگ ہے اور ایک قاضی شہر بغداد کی بیٹی ہے۔ ہم اسے تمہارے گاؤں میں ہی چھوڑنے جا رہے ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔"

ماریا بوڑھے کو لے کر چشمے کے پاس آ گئی۔ یہاں ناگ اور لڑکی ابھی تک سو رہے تھے۔ ماریا نے ناگ کو جگا کر اسے بوڑھے کی کہانی سنائی اور کہا۔

"یہ بھی ہمارے ساتھ جائیں گے ناگ!"
پھر ماریا نے بوڑھے سے کہا۔

"بابا! ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔ اس لڑکی کو ابھی تک معلوم نہیں ہے کہ اس کے ساتھ صحرا کی رُوح یعنی میں سفر کر رہی ہوں۔ راستے میں مجھ سے کوئی بات کرنے کی کوشش نہ کرنا اور نہ اس لڑکی کو بتانا۔ نہیں تو وہ ڈر جائے گی۔"
بوڑھے نے کہا۔

"اے صحرا کی نیک رُوح! میں تمہارے راز کو اپنا راز بنا کر دل ہی میں رکھوں گا۔"

"اچھا اب تم بھی سو جاؤ۔ ابھی آدھی رات باقی ہے۔"
ناگ نے بوڑھے کو اپنے قریب ہی ریت پر چادر بچھا دی۔
بوڑھے نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس کی جان بچ گئی تھی۔ اور اب وہ واپس اپنی بچی کے پاس گاؤں جا رہا تھا۔ وہ چادر پر لیٹ گیا۔ اس کی آنکھوں میں بھلا نیند کہاں تھی۔ باقی رات اس نے جاگ کر گزاری۔ صبح ہوئی تو لڑکی بھی اُٹھ بیٹھی۔ وہ بوڑھے کو دیکھ کر ناگ سے پوچھنے لگی۔

"یہ بابا راتوں رات کہاں سے آ گئے ہیں ناگ بھائی؟"
ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"تم سو گئیں تو یہ ادھر سے گزرے۔ ان کا اونٹ انہیں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ میں نے کہا چلو ہمارے ساتھ سفر کر لو۔ کیونکہ صحرا میں اکیلے سفر کرنا بے حد خطرناک ہوتا ہے۔ یہ بھی تمہارے گاؤں ہی جائیں گے۔"

انہوں نے پوٹلی نکال کر تھوڑا بہت ناشتہ کیا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

سارا دن یہ لوگ ریت کے ٹیلوں کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہے۔ ان کا یہ سفر آدھی رات تک جاری رہا۔ پھر وہ سو گئے۔ اگلے روز سورج نکلنے کے بعد جب صحرا میں چاروں

طرف روشنی پھیل گئی تو یہ لوگ بابل کے کھنڈر کے پاس پہنچ
گئے۔ ان لوگوں کا گاؤں بھی دور سے نظر آ رہا تھا۔ کھنڈر کے
قریب سے ہو کر ایک کچی سڑک گاؤں کو جاتی تھی۔ یہاں سے
گزرتے ہوئے بوڑھے نے کہا۔

"ان کھنڈروں میں دن کے وقت بھی کوئی نہیں آتا۔ یہاں سے
بھوتوں اور بدروحوں کی آوازیں آتی ہیں۔"

ناگ نے ہنس کر کہا۔

"فکر نہ کرو بابا! ہمیں بدروحیں کچھ نہیں کہیں گی۔"

اور بوڑھے کے منہ سے نکل گیا۔

"ہمیں بدروحیں کیا کہہ سکتی ہیں۔ ہمارے ساتھ تو صحرا کی نیک
روح ہے۔"

لڑکی نے چونک کر پوچھا۔

"ہمارے ساتھ کون سی روح ہے بابا؟"

ماریا نے بوڑھے کی طرف دیکھا۔ ناگ نے فوراً کہا۔

"صحرا کی ایک روح ہوتی ہے جو نیک بوڑھوں کی مصیبت میں
مدد کرتی ہے۔"

لڑکی نے خوش ہو کر کہا۔

"خدا کا شکر ہے ہم اپنے گاؤں آ گئے ہیں۔ آپ لوگوں کا احسان

زندگی بھر یاد رکھوں گی۔"

ناگ نے کہا۔

"یہ میرا فرض تھا۔ بہن اور خدا کی مرضی تھی کہ تمہیں چنگیز خان
کے خونخوار سپاہیوں سے بچایا جائے۔"

بوڑھے نے کہا۔

"چنگیز خان نے سنا ہے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"بغداد میں کوئی عمارت سلامت نہیں رہی۔ گلی کوچوں میں
مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ خدا ہمارے گناہ معاف کرے۔"

اسی طرح باتیں کرتے وہ گاؤں میں پہنچ گئے۔ سو پچاس کچے
مکان تھے۔ ہر مکان میں ایک کھجور کا درخت تھا۔ باہر چشمے پر اونٹ
پانی پی رہے تھے۔ ناگ نے سب سے پہلے نیک دل لڑکی کو
اس کے بڑے بھائی کے حوالے کیا۔ اس کے بعد بوڑھے کو اس
کی بیٹی کے پاس پہنچایا۔ اس کی بیٹی اپنے باپ سے لپٹ کر
رونے لگی۔ ناگ نے کہا۔

"تمہارے باپ کی زندگی باقی تھی جو یہ بچ گئے۔ اللہ کا شکر
ادا کرو۔"

بیٹی نے اسی وقت ناگ اور بابا کے ہاتھ دھلائے اور قالین

پر ناشتہ لگا دیا۔ موٹی باجرے کی روٹیاں تھیں اور ساتھ اونٹنی کا
دودھ اور شہد تھا۔ اس زمانے کے دیہات کا یہی ناشتہ ہوا کرتا تھا۔
بوڑھے نے کہا:
"ناگ بیٹا! کیا اب میں صحرا کی نیک رُوح سے بات نہیں
کر سکتا؟ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی سے اس کا تعارف کرا دوں۔"
ناگ نے ماریا کو خاموش آواز میں پوچھا۔
ماریا نے کہا:
"ہاں۔ اجازت ہے۔"
پہلے تو جب بوڑھے کی بیٹی نے ماریا کی غیبی آواز سُنی تو
ڈر گئی۔ پھر جب ماریا نے اس کے ساتھ پیار سے دو باتیں
کیں تو اس کا ڈر کچھ کچھ دور ہو گیا۔ ناگ اور ماریا کو اس بوڑھے
کے گھر میں رہتے دو دن گزر گئے تھے۔ اصل میں ناگ اور ماریا آگے
ملک یروشلم جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ جہاں ان کے خیال میں
عنبر سے ان کی ملاقات ہو سکتی تھی۔ انہیں خبر ہی نہیں تھی کہ عنبر
اُن سے تین میل دور بابل کے کھنڈروں کے کنوئیں میں قید میں
پڑا ہے۔
عنبر کو اس کنوئیں میں پڑے پڑے جب کافی وقت گزر گیا
تو اس نے ایک بار پھر باہر نکلنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس

کنوئیں پر پرانے جادوگروں کے جادو کا ابھی تک اثر تھا۔ جس
کی وجہ سے وہاں کوئی نیک روح نہیں آتی تھی۔ آدھی رات
کو عنبر کو باہر بدرُوحوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیا کرتی
تھیں۔ کنوئیں کے اوپر بھاری چٹان پڑی تھی۔ یہ چٹان عنبر سے
کافی بلندی پر تھی۔ کنوئیں کی دیوار پر چڑھنے کے لیے کوئی
سوراخ تک نہیں تھا کہ جس پر پیر رکھ کر وہ اوپر چڑھنے کی
کوشش کرتا۔ اس نے ایک بار پھر کوشش کی مگر ناکام ہو
گیا اور چپکے بیٹھا رہا۔
اُدھر تیسرے دن ماریا اور ناگ بوڑھے کے گاؤں سے رخصت
ہو گئے۔ وہ دریائے فرات کے کنارے پر آ کر ایک کشتی میں دوسرے
مسافروں کے ساتھ سوار ہو کر دریا کے پار چلے گئے اور یہاں سے
ایک قافلے میں شامل ہو گئے جو یروشلم کی طرف جا رہا تھا۔ اس
قافلے میں بارہ چودہ اُونٹ اور اتنے ہی گھوڑے تھے۔ اونٹوں
پر مسافر اور سامانِ تجارت لدا ہوا تھا۔ جانے سے پہلے ناگ
اور ماریا نے بوڑھے بابا اور اس کی بیٹی کو بتا دیا تھا کہ وہ یروشلم
اپنے ایک بھائی کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ یروشلم پر اس وقت
عیسائیوں کا قبضہ تھا اور ابھی سلطان صلاح الدین ایوبی کا حملہ
ہونے والا تھا۔ قافلہ یروشلم کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ اور ماریا کو یروشلم کی طرف روانہ ہوئے دو دن گزر گئے ہوں گے کہ کنویں میں ایک رات بیٹھے بیٹھے عنبر کو اپنی بے بسی پر سخت غصہ آیا کہ آخر وہ کب تک اس اندھے کنویں میں قید رہے گا۔ اس کو آدھی رات کے وقت باہر سے بد رُوحوں کی آوازیں سنائی دیا کرتی تھیں۔ اس رات جب آدھی رات ہو گئی اور باہر سے بدرُوح کی آواز آئی تو وہ پہلی بار عنبر کا نام لے کر اسے آوازیں دے رہی تھی۔ بدرُوح کی آواز کسی چڑیل کی آواز کی طرح ڈراؤنی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی انسان اس آواز کو سنتا تو غش کھا کر گر پڑتا۔ آواز کنویں کے اندر بڑی دھیمی آ رہی تھی۔

"عنبر! عنبر! مجھ سے بولو! عنبر!"

عنبر نے پورا زور لگا کر آواز دی۔

"میں کنویں میں قید ہوں۔ کنویں کے اوپر سے چٹان اٹھاؤ۔"

بدرُوح نے آواز دی۔

"نہیں۔ اس پر جادو ہوا ہے۔ میں نہیں اٹھا سکتی۔"

اور پھر بد رُوح کی آواز غائب ہو گئی۔ وہ رات بھی گزر گئی۔ دوسری رات کو کسی بد رُوح کی آواز نہ آئی۔ عنبر کو سخت غصہ آیا کہ وہ تو کنویں کا مینڈک بن کر پڑا ہوا ہے۔ خدا جانے

ناگ اور ماریا اس کی تلاش میں کتنے پریشان نہیں ہو رہے ہوں گے۔ عنبر نے ناگ کے یاد کرائے ہوئے منتر کو پڑھ کر سانپ کو بھی بلانے کی کوشش کی مگر کنویں کے جادو کی وجہ سے کوئی سانپ ادھر کو نہیں آ رہا تھا۔ زلالہ کی رُوح بھی طلسم کی وجہ سے نہیں آ رہی تھی۔ کم بخت جادو گر پجاری کوئی بڑا خوفناک جادو گر تھا۔

عنبر نے اُٹھ کر کنویں کی گول دیوار کو ایک بار پھر غور سے دیکھنا شروع کیا۔ عنبر نے دیکھا کہ دیوار کے ایک بڑے پتھر کے نیچے سے ایک چوہا اس کی طرف چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ عنبر قریب گیا تو وہ پیچھے بل میں گھس گیا۔

عنبر نے سوچا کہ اس چوہے نے یہاں دیوار کے اندر اپنا گھر بنا رکھا ہے۔ تو ضرور یہاں سے دیوار نرم ہو گی۔ اس نے بل کے اندر چار انگلیاں ڈال کر زور لگایا تو سوراخ چوڑا ہو گیا۔ بھربھری ریت نیچے گرنے لگی۔ عنبر نے پورا ہاتھ اندر ڈال کر زور لگایا تو ایک پتھر اُکھڑ گیا اور چوہا نکل کر کنویں کے اندھیرے میں کہیں گم ہو گیا۔ عنبر کے سامنے امید کی شمع روشن ہو گئی۔ اب وہ کنویں کی دیوار میں سیندھ لگا کر باہر نکل سکتا ہے۔ اس نے اپنی ساری طاقت خرچ کرتے ہوئے دیوار کے دو بڑے بڑے پتھر اُکھاڑ

ڈالے اور پھر ان کے پیچھے کی دیوار کی مٹی کھودنی شروع کر دی۔
عنبر میں طاقت بہت زیادہ تھی۔ اس کے ہاتھ کی مشین کے
بیلچے کی طرح کام کر رہے تھے۔ سارے دن میں اس نے دیوار کے
اندر ایک گول سُرنگ سی بنا لی اور وہ مٹی کھودتا ہوا آگے چلنے
لگا۔ آگے جا کر اس نے سُرنگ کی کھدائی اس طریقے سے شروع
کر دی کہ وہ زمین سے باہر نکل سکے۔ اسی طرح زمین کھودتے
کھودتے جب اسے دو روز گزر گئے تو آخر رات کے وقت وہ
زمین سے باہر نکل آیا۔ اس نے پہلے اپنا سر زمین کے سوراخ سے
باہر نکال کر دیکھا۔ تازہ ٹھنڈی ہوا اس کے چہرے کو لگی تو اس
کی آنکھیں کھل گئیں۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔
عنبر سوراخ میں سے باہر نکل آیا۔ نہ جانے رات کتنی گزر چکی تھی
عنبر ایک پرانا تاریخی انسان تھا۔ اس نے ستاروں کو دیکھ کر اندازہ
لگایا کہ رات کا پچھلا پہر ہے۔ اسے دور ستاروں کی دھیمی روشنی
میں گاؤں کے مکانوں کے سائے دکھائی دیے۔ وہ ان مکانوں کی
طرف چل پڑا۔ ابھی وہ گاؤں کے باہر ہی تھا کہ اس نے دو گھوڑ
سواروں کو گاؤں کے کنارے والے مکان کی دیوار کے پاس جا کر
کھڑے ہوتے دیکھا۔ عنبر ایک برساتی نالے کے اینٹوں والے پُل پر تھا
اُسے یہ دونوں گھوڑ سوار بڑے پُراسرار لگے۔ آدھی رات کو

یہ ایک گاؤں کے مکان کے پاس کھڑے کیا کر رہے ہیں۔ وہ سوچنے
لگا۔ اتنے میں ایک گھوڑ سوار نے گھوڑے پر کھڑے ہو کر مکان کی
دیوار کے اوپر کمند پھینکی اور پھر باری باری دونوں مکان کی چھت
پر چڑھ گئے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ دونوں ڈاکو ہیں اور اس گھر میں ڈاکہ
مارنے آئے ہیں۔ وہ آگے بڑھ کر مکان کی دیوار کے پاس آ گیا۔ مکان
کا دروازہ گلی میں تھا جو اندر سے بند تھا۔
عنبر ابھی اندر جانے کا راستہ تلاش کر رہا تھا کہ مکان میں سے
کسی لڑکی کی چیخ کی آواز سنائی دی۔
عنبر نے دروازے کو زور سے دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ عنبر اندر
داخل ہو گیا۔ ایک ڈیوڑھی میں سے گزر وہ دوسرے دروازے پر آیا۔ یہ
دروازہ بھی بند تھا۔ عنبر نے درز میں سے جھانک کر اندر دیکھا۔ کمرے میں
شمع روشن تھی اور دونوں ڈاکوؤں نے ایک خوش شکل لڑکی اور
اس کے باپ کو باندھ رکھا تھا اور مکان کا سامان سمیٹ کر بوریوں
میں ڈال رہے تھے۔ ایک ڈاکو خنجر لیے باپ بیٹی کے سر پر کھڑا تھا۔
باپ رو رو کر التجا کر رہا تھا کہ اسے عمر بھر کی کمائی سے محروم نہ
کیا جائے۔ ڈاکو قہقہے لگا رہے تھے۔ لڑکی خوف سے زرد ہوئی جا
رہی تھی۔ ڈاکوؤں نے اپنے قہقہوں کے شور میں پہلے دروازے کے
کھلنے کی آواز نہیں سنی تھی۔ اصل میں یہ وہی نیک دل لڑکی تھی۔

جس کو ناگ اور ماریا اس کے باپ کے پاس چھوڑ کر واپس یروشلم کی طرف چلے گئے تھے۔ عنبر کو یہ بات معلوم نہیں تھی۔ وہ صرف انسانی ہمدردی کی خاطر اُن کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ جب بوڑھے نے بہت گڑگڑا کر انہیں التجائیں کیں تو ایک ڈاکو نے کہا۔

"اس کی بیٹی کو بھی اغوا کر کے لے چلو۔ اسے چنگیز خان کے لشکر میں جا کر بیچ دیں گے۔"

اس پر بوڑھے نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میرے سارے گھر کو لوٹ کر لے جاؤ مگر میری بچی کو مجھ سے جدا نہ کرو۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔"

ڈاکو نے کہا۔

"ہم تمہاری بیٹی کو ساتھ لے کر جائیں گے۔"

اور اس کے ساتھ ہی ڈاکوؤں نے بوڑھے کو باندھ کر الگ پھینک دیا اور لڑکی کو گھسیٹنے لگے۔ لڑکی کا خوف سے بڑا حال تھا۔ اس کے منہ سے آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔ عنبر جلدی سے دروازے سے ہٹ کر ڈیوڑھی سے نکل کر باہر آ گیا۔ جہاں ڈاکوؤں کے دونوں گھوڑے دیوار کے کونے پر کھڑے تھے۔

موت کے قیدی

نیک دل لڑکی کا باپ اندر ہی بندھا پڑا تھا۔

ڈاکو لڑکی کو گھسیٹتے ہوئے مکان کے باہر لے آئے۔ عنبر اندھیرے میں گھوڑوں کے قریب دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ اس نے دونوں گھوڑوں کی رسیاں کھجور کے درخت کے ساتھ اس طرح سے کس کر باندھ دی تھیں کہ بڑی مشکل سے کھلتیں۔ ڈاکوؤں نے لڑکی کو زبردستی اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا۔ لڑکی اگر شور مچاتی تو ہو سکتا تھا کہ گاؤں والے جاگ اُٹھتے اور اس کی مدد کرتے، مگر دہشت اور صدمے کی وجہ سے جیسے اس کی آواز ہی بند ہو گئی تھی۔ ڈاکو گھوڑوں کی رسی کھولنے لگے تو حیران ہو کر ایک دوسرے

کو تکا کہ یہ رسی کس نے اتنی کس کر باندھ دی ہے۔ عنبر اب
اندھیرے سے نکل کر سامنے آ گیا۔

"یہ رسی مَیں نے درخت سے باندھی ہے۔"

ڈاکو تو آگ بگولا ہو گئے۔ غصے سے آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے
لگیں۔ انہیں ستاروں کی مدھم روشنی میں ایک نوجوان سامنے ہٹ
دھرمی سے کھڑا نظر آ رہا تھا۔ ایک ڈاکو نے آگے بڑھ کر عنبر
کو گردن سے دبوچ لیا۔

"کون ہو تم ؟"

عنبر نے کہا۔

"تم جس لڑکی کو اغوا کر کے لے جا رہے ہو۔ مَیں اس کا
بھائی ہوں۔ ابھی تم یہی سمجھ لو۔ اگر تمہاری زندگی باقی ہوئی
تو تمہیں اس کے آگے بھی سمجھا دوں گا۔"

اتنی دلیری۔ اتنی جرأت کہ اس علاقے کے دو سب سے
بڑے ڈاکوؤں کے آگے ایک دبلا پتلا نوجوان انہیں چیلنج کرے۔
ڈاکوؤں نے عنبر کو دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ ایک بولا۔

"دیکھتے کیا ہو اسے ختم کر دو خنجر مار کر۔"

ظاہر ہے خنجر عنبر کے آگے بیکار تھا۔ ڈاکو نے عنبر کو
خنجر مارا مگر خنجر کا انجام وہی ہوا جو ہر اس خنجر کا ہوا کرتا ہے

جو عنبر کے جسم میں داخل ہونے کی حماقت کرتا ہے۔ ڈاکو یہ
سمجھے کہ عنبر کو لگنے کی بجائے خنجر دیوار سے جا ٹکرایا ہو گا۔
عنبر نے دوسرے ڈاکو کے ہاتھ سے خنجر چھین کر پرے پھینک
دیا۔ ڈاکوؤں نے تلواریں نیام سے باہر نکال لیں اور عنبر پر
حملہ کر دیا۔ گھوڑے پر سے اُتر کر لڑکی گھر کے اندر بھاگ گئی۔
اس نے اپنے باپ کی رسیاں کھولیں اور اسے بتایا کہ ایک
نوجوان ڈاکوؤں سے گتھم گتھا ہے۔

لڑکی کا باپ بھاگ کر باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ دونوں
ڈاکوؤں کی لاشیں اندھیرے میں ریت پر پڑی تھیں اور عنبر انہیں
دفن کرنے کے لیے زمین کھود رہا تھا۔ لڑکی کے باپ نے عنبر
کا ماتھا چُوم کر کہا۔

"بیٹا تم نے میری آبرو بچا لی۔ مَیں تمہارا کس طرح شکریہ
ادا کروں۔"

عنبر نے کہا۔

"اس طرح کہ میرے ساتھ زمین کھودیں تاکہ ان بدکردار
ڈاکوؤں کی لاشیں صبح ہونے سے پہلے زمین میں چلی جائیں۔"

لڑکی اندر سے بیلچہ اٹھا لائی۔ عنبر نے تھوڑی دیر میں ایک
گڑھا کھود لیا۔ پھر انہوں نے مل کر دونوں لاشوں کو اس

میں ڈال کر زمین اوپر سے ہموار کر دی۔

"بیٹا اندر آ جاؤ۔ تم تھک گئے ہو۔ ہمارے پاس تمہاری خاطر کو بکری کے دودھ کا مکھن اور روٹی موجود ہے۔"

عنبر مکان میں آ گیا۔ اس نے سب سے پہلے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر مکھن کے ساتھ روٹی کھائی۔ اگرچہ اسے بھوک وغیرہ کچھ نہیں تھی۔ پھر بھی اس کا دل چاہتا تھا کہ یہ چیزیں کھائے۔ اس نے بوڑھے اور اس کی لڑکی سے کوئی زیادہ بات چیت نہ کی۔ اسے ان سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ باقی رات آرام کرنے کے بعد وہ صبح ہوتے ہی وہاں سے ناگ اور ماریا کی تلاش میں کسی طرف نکل جائے گا۔

عنبر سو گیا۔ وہ دوسرے دن اٹھا تو سورج سر پہ آ گیا تھا۔ عنبر نے نہانے کے بعد کپڑے پہنے اور جانے کی تیاری کرنے لگا۔ بوڑھے نے پوچھا۔

"بیٹا تم نے اپنے بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتایا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ کہاں جا رہے ہو؟"

عنبر بولا۔

"بابا جان! میں ایک مسافر ہوں اور بس یوں ہی ملک ملک کا سفر کرتا پھرتا ہوں۔"

بوڑھے نے کہا۔

"میری خواہش تھی کہ تم ابھی کچھ روز اور ہمارے ہاں ٹھہرتے ہم غریب لوگ ہیں مگر تمہاری خاطر داری کر کے ہمیں خوشی ہوتی۔"

عنبر نے کہا۔

"میں زیادہ دیر کسی جگہ نہیں ٹھہر سکتا بابا جان۔"

لڑکی عنبر کے لیے قہوہ تیار کر کے لے آئی۔ انہوں نے ابھی کھانا کھایا تھا۔ عنبر قہوہ پینے لگا۔ بوڑھے نے کہا۔

"تم کس شہر کو جاؤ گے بیٹا؟ سنا ہے بغداد کو تو چنگیز خان کے لشکر نے جلا کر راکھ کر دیا ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"ہاں۔ میں وہیں سے آ رہا ہوں۔ بغداد میں کوئی مسلمان نہیں بچا۔ شہر زمین کے ساتھ مل گیا ہے۔"

بوڑھے نے کہا۔

"خدا ہمارے گناہ بخش دے۔"

عنبر جانے لگا تو بوڑھے نے کہا۔

"بیٹا تم جاؤ گے تو بابل کے کھنڈروں کی طرف سے مت جانا۔ وہاں دوپہر کے وقت بھی بد روحیں آواز دے کر مسافروں کو اپنی طرف بلاتی ہیں۔"

عنبر ہنس کر بولا۔

"بابا جان! میں ان باتوں کو نہیں مانتا۔ کوئی روح دنیا میں واپس نہیں آیا کرتی۔"

اس پر لڑکی نے کہا۔

"لیکن ہمارے ساتھ تو ایک نیک رُوح نے سفر کیا تھا۔ بلکہ وہ مجھے بچا کر یہاں لائی تھی۔"

اس پر عنبر چونکا۔

"کون سی نیک رُوح؟"

بوڑھے نے کہا۔

"بیٹا میری بچی پہلے بھی بغداد میں پھنس گئی تھی۔ اسے چنگیز خان کے لشکری اٹھا کر لے گئے تھے کہ وہاں سے ایک نوجوان نے اسے بچایا اور پھر ایک نیک رُوح اس کی مدد کو آئی۔"

عنبر نے پوچھا۔

"اس نوجوان کا حلیہ کیسا تھا؟"

بوڑھے نے جو حلیہ بتایا وہ ناگ کا حلیہ تھا۔ عنبر نے کہا۔

"بہن کیا تم نے نیک روح کی آواز سُنی تھی۔"

لڑکی بولی۔

"صرف ایک بار۔۔ وہ بڑی طاقتور رُوح تھی۔ اس نے تمہاری

طرح بڑی بہادری سے ایک ڈاکو کو اٹھا کر آسمان کی طرف اچھال دیا تھا۔"

اب عنبر سمجھ گیا کہ وہ ناگ اور ماریا کے سوا اور کوئی نہ تھے۔ عنبر نے کہا۔

"کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ یہاں سے کس طرف کو کہہ کر گئے ہیں؟"

بوڑھے نے کہا۔

"وہ یروشلم کا نام لے رہے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہ بھی اپنے ایک ساتھی کی تلاش میں تھے۔"

عنبر نے کہا۔

"وہ ساتھی میں ہی ہوں۔ مجھے بھی ان کی تلاش ہے۔ ان میں سے ایک میرا بھائی اور ایک میری بہن ہے۔"

پھر عنبر نے ان سے پوچھا۔

"کیا آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ یروشلم کو یہاں سے کوئی قافلہ جاتا ہے؟"

بوڑھے نے کہا۔

"یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر شہر کوفہ ہے جو دریائے فرات کے کنارے پر آباد ہے۔ وہاں سے مہینے میں ایک بار

یروشلم کو قافلہ سامان تجارت لے کر جاتا ہے۔ میرا خیال ہے، تین چار روز پہلے وہ قافلہ جا چکا ہوگا۔"

عنبر نے کہا۔

"میں کوفے میں جا کر دوسرے قافلے کے روانہ ہونے کا انتظار کروں گا۔ مجھے اپنے بہن بھائی سے ضرور ملنا ہے۔"

عنبر نے بوڑھے اور اس کی بیٹی سے اجازت لی اور گاؤں سے نکل کر دریائے فرات کی طرف روانہ ہو گیا۔ دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی اور صحرا میں بڑی تپش تھی۔ بوڑھے نے عنبر کو کہا بھی تھا کہ وہ رات کو سفر کرے مگر عنبر پر چونکہ گرمی سردی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے وہ دوپہر کو ہی کڑکتی دھوپ میں سفر پر روانہ ہو گیا۔ گاؤں سے تھوڑی دور کے فاصلے پر ہی صحرا شروع ہو گیا۔ ریت کے ٹیلوں سے گرم بھاپ کے بھبکے اُٹھ رہے تھے۔ دُور دُور تک کوئی چرند پرند تک دکھائی نہ دیتا تھا۔ عنبر اکیلا چلا جا رہا تھا۔ اس وقت اگر کوئی اسے دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ یہ شخص یا تو پاگل ہو گیا ہے اور یا تھوڑی دیر میں پاگل ہو جائے گا، کیونکہ گرمی اتنی زبردست تھی کہ آدمی کی کھوپڑی چٹخ جائے۔ مگر عنبر پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ نہ اسے گرمی لگ رہی تھی اور نہ اسے تکان ہی محسوس ہو رہی تھی۔

اسی طرح سفر کرتے کرتے اسے شام ہو گئی۔ صحرا ٹھنڈا ہونے لگا۔ عنبر کو کسی جگہ رُکنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سفر کرتا چلا گیا۔ رات ہو گئی۔ آسمان چمکتے ستاروں سے بھر گیا۔ ساری رات عنبر صحرا میں سفر کرتا رہا۔ صبح وہ دریا پر پہنچ گیا۔ یہ دریائے فرات تھا اور اس کے کنارے آگے جا کر کوفہ شہر آباد تھا۔ دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ عنبر دریا کے کنارے کنارے چلتا گیا۔ دوپہر کو اسے دُور کوفہ شہر کی خوبصورت مسجدوں کے گنبد دکھائی دیے۔ اس کا دل ایمان کی روشنی سے منور ہو گیا۔ دوپہر کے بعد عنبر کوفہ پہنچ گیا۔

کافی بڑا شہر تھا۔ بازاروں میں رونق تھی۔ مسلمان خلیفہ کی حکومت میں لوگ خوش حال زندگی بسر کر رہے تھے۔ عنبر نے معلوم کیا کہ شہر کی سب سے بڑی سرائے کہاں ہے اور پھر وہاں پہنچ کر ایک کوٹھڑی میں پڑ کر سو گیا۔ وہ وقت گزارنے کے لیے سو جانا چاہتا تھا۔ عنبر ساری دوپہر اور ساری رات سویا رہا۔ دوسرے دن بھی جب بارہ بجے تک وہ نہ اٹھا تو سرائے کی مالکہ کو فکر پڑ گئی۔ وہ دو آدمی ساتھ لے کر عنبر کی کوٹھڑی میں آئی اور اسے ڈرتے ڈرتے ہلا کر دیکھا۔ عنبر

اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

سرائے والی نے کہا۔

"بیٹا تم تو ایسی لمبی تان کر سوئے کہ ہم ڈر ہی گئے تھے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"میں بہت تھکا ہوا تھا۔"

عنبر نے جب تک قافلہ نہیں آیا اسی سرائے میں وقت بسر کیا۔ آخر شام سے ہوتا ہوا قافلہ کوفے پہنچ گیا۔ تین دن کوفے میں رُکنے کے بعد قافلہ یروشلم کی طرف روانہ ہو گیا۔ عنبر بھی اس قافلے میں شامل تھا اور ایک اونٹ پہ دوسرے سامان تجارت کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ اس قافلے کو پندرہ دن کے سفر کے بعد یروشلم پہنچنا تھا۔

اب ہم آپ کو ماریا اور ناگ کے پاس لیے چلتے ہیں۔ اور معلوم کرتے ہیں کہ وہ جب یروشلم پہنچے تو ان کے ساتھ کیا گزری؟

یروشلم پہنچ کر ناگ اور ماریا نے عنبر کی تلاش شروع کر دی۔

یروشلم پر ایک یہودی بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ ایک ظالم بادشاہ

تھا اور مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھایا کرتا تھا۔ مسلمان شہر میں سہمے ہوئے رہتے تھے۔ یروشلم پر پہلے مسلمانوں کی حکومت تھی۔ لیکن بعد میں یہ شہر ان سے چھن گیا اور یہودی بادشاہ حکومت کرنے لگا۔ یہ بادشاہ مسلمانوں کو جاسوسی کے جھوٹے الزام میں پکڑ کر قید میں ڈال دیتا اور پھر ہر مہینے شہر کے سب سے بڑے میدان میں میلہ لگتا تو سٹیڈیم میں مسلمان قیدیوں کو چھوڑ کر ان پر بھوکے شیر چھوڑ دیتا۔ بھوکے شیر بے چارے قیدیوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا کرتے۔

یہ ساری معلومات ناگ اور ماریا کو یروشلم میں آ کر حاصل ہوئیں۔ انہیں پتہ تھا کہ کچھ عرصے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی اس شہر پر حملہ کر کے اسے فتح کر لے گا اور ایک بار پھر یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اس لیے وہ کسی بات میں زیادہ دخل نہیں دیتے تھے اور پریشان بھی نہیں تھے۔ کیونکہ یہودی بادشاہ کے ظلم کے دن تھوڑے رہ گئے تھے۔

یروشلم میں بیت المقدس بھی تھا جو مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہ تھی بلکہ جو قبلہ اوّل بھی رہ چکا تھا۔ مسلمانوں کو بیت المقدس میں بھی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہودیوں نے مسلمانوں پر اس مسجد کے دروازے بند کر رکھے تھے۔

ناگ اور ماریا نے شہر کے دروازے سے باہر ایک پرانی بارہ دری کے قریب اپنا ٹھکانا بنا لیا تھا۔ یہاں ایک حجرہ بنا ہوا تھا۔ ناگ اسی حجرے میں رہتا تھا۔ ماریا بھی یہیں اس کے ساتھ رہتی تھی۔ دن بھر دونوں شہر میں عنبر کو دیکھتے اور رات کو بارہ دری والے حجرے میں آ جاتے۔ انہیں معلوم تھا کہ کچھ دنوں بعد ملک شام سے ایک قافلہ آ رہا ہے۔ ناگ اور ماریا وہ قافلہ دیکھ کر یروشلم سے جانا چاہتے تھے۔

ابھی انہیں یروشلم میں آئے چھ سات روز ہی ہوئے تھے کہ میلے کا دن آ گیا۔ شہر میں اعلان کروا دیا گیا کہ اس میلے میں ایک مسلمان نوجوان میاں بیوی کو بھوکے شیر کے آگے ڈالا جائے گا۔ ناگ نے یہ اعلان سنا تو اسے بڑا افسوس ہوا۔ اس نے ماریا سے کہا۔

"ہمیں ان مسلمان میاں بیوی کو ہر حالت میں بچانا ہوگا۔"

ماریا نے کہا۔

"لیکن عنبر تو کہا کرتا ہے کہ ہم تاریخ کے واقعات میں دخل نہیں دے سکتے۔"

ناگ بولا۔

"جہنم میں جائے تاریخ۔ میں ایک نوجوان مسلمان عورت اور اس

کے خاوند کے ساتھ یہ ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔"

ماریا بولی۔

"تو پھر ابھی چل کر پتہ کرتے ہیں کہ یہ دونوں کس تہہ خانے میں قید ہیں۔ وہاں سے انہیں نکلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ عین اس وقت ہم دونوں کو بچائیں جب کہ میدان میں ان پر بھوکا شیر چھوڑا جائے۔ اس طرح سے ان دونوں کی بہادری اور جادوگری کی دھاک بیٹھ جائے گی اور ہو سکتا ہے اس کے بعد یہودی بادشاہ ڈر کر کسی دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے۔"

"خیال تو اچھا ہے۔" ماریا نے کہا۔ "لیکن اس میں دونوں میاں بیوی کے زخمی ہو جانے کا بھی خطرہ ہے۔"

ناگ بولا۔

"ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔"

آخر یہی طے پا گیا۔ چنانچہ جس روز یروشلم کے بڑے میدان میں میلہ لگا۔ ناگ اور ماریا بھی وہاں پہنچ گئے۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں سیڑھیوں پر بیٹھے شور مچا رہے تھے۔ یہودی بادشاہ کی سواری آئی تو یہودیوں نے نعرے لگائے۔ مسلمان خاموشی سے بیٹھے

رہے۔ اُن کے دل خون کے آنسو رو رہے تھے۔ مگر وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اکھاڑے کا گول میدان خالی کر دیا گیا۔ اب وقت آ گیا تھا کہ مسلمان جوڑے کو میدان میں لایا جائے اور پھر ان پر بھوکا شیر چھوڑ دیا جائے۔ اس شیر کو پنجرے میں کئی روز سے بھوکا رکھا گیا تھا اور وہ بھوک سے گرج رہا تھا۔ اس کی دھاڑیں میدان میں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

ناگ اور ماریا سیڑھیوں والی نشستوں میں سب سے اوپر ایک ستون کے پاس کھڑے میدان میں دیکھ رہے تھے۔ جب یہودی بادشاہ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ مسلمان جوڑے کو لایا جائے تو ہر طرف ایک شور مچ گیا۔ مسلمان اداس ہو گئے۔ یہودی زور زور سے مسلمانوں کے خلاف نعرے لگانے لگے۔

ماریا نے ناگ کے کان میں کہا۔

"میں نیچے جا رہی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی ماریا پتھر پر سے اچھلی اور لوگوں کے سروں کے اوپر سے تیرتی ہوئی اس گول میدان میں آ گئی۔ جہاں ابھی تھوڑی دیر بعد ایک خونی ڈراما کھیلا جانے والا تھا۔ ماریا کی نگاہیں اوپر کو لگی تھیں۔ جہاں سے ناگ کو بھی کسی پرندے کی شکل میں اس کے پاس آنا تھا۔ اتنے میں ماریا نے ایک سفید عقاب کو میدان میں

اترتے دیکھا۔ یہ ناگ تھا۔ لوگوں نے عقاب کو دیکھ کر تالیاں بجائیں بادشاہ کے خوشامدیوں نے کہا۔

"بادشاہ سلامت! یہ عقاب آپ کو سلامی دینے میدان میں اُترا ہے۔"

موٹا یہودی بادشاہ خوش ہو کر اپنے پھولے ہوئے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر اشارہ دے دیا سفید عقاب میدان میں آ کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ ماریا اس کے قریب آ کر بولی۔

"ناگ! کوئی چھوٹا سا پرندہ بنتے۔ تم عقاب بن گئے ہو، اور سارے لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر میں خدا جانے مجھے کیا کیا شکلیں بدلنی پڑیں گے۔"

ماریا بولی۔

"بادشاہ نے اشارہ کر دیا ہے۔ مسلمان میاں بیوی آنے ہی والے ہیں۔"

ناگ نے پوچھا۔

"تم نے آگے جا کر انہیں دیکھا نہیں؟"

"نہیں۔" ماریا نے کہا۔

میدان کے ساتھ ساتھ دیوار میں موٹی موٹی لوہے کی سلاخوں والی کوٹھڑیاں بنی تھیں۔ جن کے اندر موت کے قیدی رکھے جاتے تھے۔ چار یہودی سپاہی آگے بڑھے اور ایک کوٹھڑی کا جنگلہ کھول کر مسلمان میاں بیوی کو باہر کھینچ لائے۔ ماریا نے انہیں قریب جا کر دیکھا۔ دونوں نوجوان اور خوبصورت میاں بیوی تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ان کی شادی ہوئی ہے۔ مگر موت کے خوف سے ان کے رنگ زرد تھے اور آنکھوں سے دہشت ٹپک رہی تھی۔ بے چاری بیوی کا تو بہت بُرا حال تھا۔ وہ اپنے مسلمان خاوند سے چمٹی ہوئی تھی۔

انہیں دیکھتے ہی یہودیوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں، اور نعرے لگانے شروع کر دیے۔ چاروں سپاہی نیزے چبھو چبھو کر انہیں میدان کے درمیان میں لا رہے تھے۔ ماریا نے ناگ کے پاس جا کر کہا۔

"موت کے خوف سے ان کا بُرا حال ہو رہا ہے۔ مجھ سے تو ان مسلمان میاں بیوی کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے۔ بہت جلد کرنا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے پہلے ہی بھوکا شیر ان بے گناہ مسلمان جوڑے کو چیر پھاڑ کر

رکھ دے۔"

ناگ نے کہا۔

"ایسا نہیں ہوگا۔ تم بے فکر رہو۔"

لوگوں میں ایک دم شور اٹھا۔ ناگ اور ماریا نے بڑے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں سے شیر کے پنجرے کو کھینچ کر میدان میں لایا جا رہا تھا۔ پنجرے کے اندر بھوکا شیر دھاڑیں مار رہا تھا۔ وہ کئی روز سے بھوکا تھا۔ اور انسانی گوشت اور خون ہڑپ کرنے کو بے تاب تھا۔ شیر کے پنجرے کو دیکھ کر دونوں مسلمان میاں بیوی ایک دوسرے سے چمٹ گئے اور پھر سجدے میں گر کر خدا کے حضور گڑگڑا کر زندگی کی دعا مانگنے لگے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی اور پہلے ہی سے ناگ اور ماریا کو وہاں بھیج دیا تھا۔

ماریا نے ناگ سے کہا۔

"ہوشیار ہو جاؤ ناگ۔ شیر کا پنجرہ کھلنے ہی والا ہے ـــ ویسے تم کیا کرو گے؟"

ناگ نے کہا۔

"شیر کو ہلاک کرنے میں تم میری مدد کرنا ماریا۔ کیونکہ مجھے سب سے زیادہ فکر ان دونوں میاں بیوی کی ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ماریا نے کہا۔

بادشاہ کے اشارے پر شیر کے پنجرے کی سلاخیں اوپر اٹھا دی گئیں۔ پنجرہ کھلتے ہی بھوکا شیر گرجتا، دھاڑتا ہوا باہر نکل آیا۔ دونوں مسلمان میاں بیوی زمین پر سجدے میں خدا کے حضور گرے زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ شیر لپکتا ہوا ان کے قریب آیا اور پنجہ مار کر عورت کی گردن منہ میں دبوچنے ہی لگا تھا کہ اچانک لوگوں نے دیکھا کہ شیر ایک دھکے کے ساتھ پیچھے گرا۔ شیر کو جیسے کسی نے دھکا دے کر پیچھے پھینک دیا تھا۔ شیر غراتا ہوا دوبارہ اٹھا اور مسلمان قیدی میاں بیوی پر حملہ کرنے آیا۔

اس بار ناگ نے سانس بھرا اور پھر تماشائیوں کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہاں ایک پل کے لیے سب نے سانس روک لیے۔ کیونکہ جو کچھ وہ اپنے سامنے دیکھ رہے تھے، ایسا انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میدان میں ایک بہت بڑا سیاہ مست ہاتھی اچانک نمودار ہو گیا تھا اور اس نے شیر کی کمر کے گرد اپنی سونڈ لپیٹ کر اسے اوپر اٹھا لیا تھا۔ یہودی بادشاہ دہشت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے خوشامدی درباری بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ یہ ہاتھی کہاں سے

آ گیا ہے؛ ہر ایک کی زبان پر یہی سوال تھا۔ بعض کہہ رہے تھے۔

"یہ دونوں مسلمان میاں بیوی بڑے بزرگ ہیں۔ انہیں چھوڑ دو۔"

کوئی کہہ رہا تھا۔

"یہ جادوگر ہیں۔ انہیں ہلاک کر دیا جائے۔"

میدان میں ہاتھی اور شیر کی جنگ شروع ہو گئی تھی شیر نے اپنے آپ کو ہاتھی کی سونڈ سے آزاد کرا لیا تھا اور اب وہ اچھل اچھل کر ہاتھی کی سونڈ کو نوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر ناگ بھی غافل نہیں تھا۔ اس وقت وہ ہاتھی سے بھی زیادہ طاقتور تھا۔ ماریا نے شیر کو دم سے پکڑ کر ہوا میں زور سے اچھال دیا۔ شیر زمین سے کئی فٹ اوپر ہوا میں اچھلا اور پھر دھماکے سے زمین پر گرا۔ اس کے گرتے ہی ہاتھی نے اس کے پیٹ پر اپنا بھاری پاؤں رکھ کر پورا بوجھ ڈال دیا۔ شیر کچل کر زمین کے اندر دھنس گیا۔

یہ سارا خونی اور انوکھا ڈرامہ دونوں میاں بیوی زمین پر دو زانو بیٹھے حیرانی سے تک رہے تھے۔ وہ اسے خدا کی غیبی مدد سمجھ رہے تھے کہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی ہے اور

فرشتوں کو ہاتھی کے روپ میں وہاں بھیج دیا ہے۔ جب شیر
مر گیا تو ہاتھی نے سونڈ اوپر اٹھا کر فتح کا نعرہ مارا اور غائب
ہو گیا۔ یہودی بادشاہ پریشان ہو گیا۔ یہ اس کی شکست تھی۔
خطرہ تھا کہ رعایا اس کے خلاف ہو جائے گی۔ رعایا پر رعب
جمانے کے لیے اور ان سے اپنی طاقت منوانے کے لیے ضروری
تھا کہ ان دونوں میاں بیوی کو ہلاک کروا دیا جائے۔ اس نے
بلند آواز میں اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔

"میدان میں اتر کر ان دونوں کی گردنیں اتار دو۔"

سپاہیوں کا ایک دستہ تلواریں لہراتا میدان میں اتر آیا اور
دونوں میاں بیوی کی طرف بڑھا۔ ماریا نے کہا۔

"ناگ! خطرناک گھڑی آ گئی ہے۔"

یہ آواز دونوں میاں بیوی نہ سن سکے۔ انہیں موت سامنے
نظر آ رہی تھی۔ شیر سے تو وہ بچ گئے تھے مگر ان خونخوار سپاہیوں
کی چمکتی تلواروں سے بچنا ناممکن تھا۔ لیکن جس اللہ میاں نے انہیں
بھوکے شیر سے بچایا تھا وہ یہاں بھی انہیں بچا سکتا تھا۔ ماریا
کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔ ماریا جس گھوڑے پر بیٹھتی
تھی یا جس شے کو ہاتھ میں لے لیتی تھی وہ غائب ہو جاتی تھی۔
اسے اس وقت ایک گھوڑے کی ضرورت تھی۔ اس نے ناگ

سے کہا۔

"ناگ! تم ایک پل کے لیے ان سپاہیوں کو سنبھالو میں گھوڑا
لے کر آتی ہوں۔"

ناگ سمجھ گیا کہ ماریا کیا کرنا چاہتی ہے۔ وہ دونوں میاں بیوی کو
کسی طرح اپنے گھوڑے پر بٹھا کر وہاں سے نکال لے جانا چاہتی تھی۔
ناگ نے کہا۔

"تم گھوڑا لاؤ۔ میں انہیں روکتا ہوں۔"

وہ اپنی خاص خاموش آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔ مسلمان میاں
بیوی کی حالت ایک بار پھر خراب ہو رہی تھی۔ یہودی سپاہی تلواریں
لہراتے ان کے قریب آ گئے تھے اور تلواروں سے ان کے جسم
ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے تھے۔ کہ اچانک سامنے ایک بہت بڑا
اژدہا اپنا دس منہ والا سر اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور اس کے ہر
منہ سے آگ کے شعلے نکل کر سپاہیوں کی طرف بڑھے۔ سپاہی ایک
لمحے کے لیے وہیں رک گئے۔

دس سروں والا اژدہا

تماشائی دنگ رہ گئے۔
اتنا خوفناک اژدہا انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا بیہودی بادشاہ
بھی اس اژدہا کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے تک رہا تھا۔ اس نے چلّا
کر کہا۔
"سپاہیو! اس اژدہا کے بھی ٹکڑے کر دو — یہ سب جادو
گری ہے۔"
سپاہی جونہی تلوار لے کر اژدہا پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے
اژدہا کے سب سے بڑے منہ میں سے آگ کا ایک تیز سرخ شعلہ
پھنکار مار کر نکلا اور دو سپاہی آگ میں جھلس کر وہیں گر پڑے

یہودی بادشاہ کے حکم کی وجہ سے سپاہی پیچھے نہیں ہٹ سکتے تھے۔
باقی سپاہی دوسری طرف سے اژدہا پر حملہ کرنے آئے۔ اژدہا نے
منہ گھما گھما کر آگ برسانی شروع کر دی۔ سپاہیوں نے اژدہا پر
نیزے پھینکنے شروع کیے۔ اب بڑا خطرہ تھا کہ کوئی نیزہ اگر ناگ
کے جسم میں کھُب گیا تو وہ شدید زخمی ہو جائے گا اور پھر ایک
مصیبت پڑ جائے گی۔ اسے ہمالیہ کی جھیل مانسرور میں جانا پڑے گا۔
اور وہاں اپنے زخم کو ٹھیک کرنے کے لیے پانی کے اندر ایک
ماہ تک رہنا ہوگا۔ ناگ نیزوں سے بچ رہا تھا اور سپاہیوں کو
دونوں مسلمان میاں بیوی کے قریب بھی نہیں آنے دے رہا تھا۔
اژدہا نے مسلمان جوڑے کے ارد گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔
اتنے میں ماریا بڑے دروازے کے پاس پہنچ کر ایک گھوڑا
لے کر ناگ کی طرف بڑھی۔ یہ گندمی گھوڑا ایک نوکر کے پاس
کھڑا تھا کہ اچانک غائب ہو گیا۔ نوکر آنکھیں ملنے لگا۔ اس نے تین
بار آنکھیں مل کر دیکھا۔ گھوڑا غائب ہو چکا تھا۔ وہ چیخ مار کر بھاگ
گیا تھا۔
ناگ کو گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ ماریا گھوڑا
لے کر آ گئی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ اگر وہ کسی طرح دونوں مسلمان
میاں بیوی کو گھوڑے پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئی تو پھر
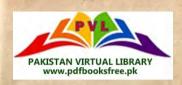
ناگ کو کسی طرف سے خطرہ نہیں ہو گا۔ اس نے اژدہا کی شکل
میں ہی خاموش لہروں کے ذریعے ماریا سے کہا۔
"جلدی سے ان دونوں کو گھوڑے پر اٹھا لو ماریا۔"
ماریا نے کہا۔
"میں آ گئی ہوں۔"
میاں بیوی اژدہا کے گھیرے میں سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ گھوڑے
کی ٹاپوں کی آواز انہوں نے بھی سن لی تھی۔ یہ آواز سپاہیوں
نے بھی سنی تھی۔ اتنے میں عورت نے محسوس کیا کہ کوئی اسے
اٹھا رہا ہے۔ وہ گھبرا گئی۔ اب ماریا کے لیے بولنا ضروری ہو
گیا تھا۔ اس نے کہا۔
"بہن اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔"
عورت نے دہشت بھری آواز میں کہا۔
"گھوڑا کہاں ہے۔ تم کون ہو؟"
ماریا نے کہا۔
"یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔ اپنے خاوند کو لے کر جلدی
سے اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔ یہ دیکھو۔ یہ ہے گھوڑا۔"
ماریا نے عورت اور مرد کا ہاتھ پکڑ کر گھوڑے کی گردن سے
لگا دیا۔ عورت کا خاوند جلدی سے اپنی بیوی کو لے کر گھوڑے

پر سوار ہو گیا۔ لوگوں نے جب قیدی مسلمان جوڑے کو اچانک
میدان سے غائب ہوتے دیکھا تو وہاں ایک سناٹا چھا گیا۔ بادشاہ
بھی دنگ رہ گیا کہ یہ اچانک غائب کیسے ہو گئے۔ ادھر ناگ
سخت پریشانی میں تھا۔ نیزے اس کے آس پاس گر رہے تھے۔
اس نے میاں بیوی کو غائب ہوتے دیکھا تو خدا کا شکر ادا کیا
اور ایک سیکنڈ کے اندر اندر عقاب بن کر پھڑپھڑاتا ہوا اوپر اڑ
گیا۔ لوگ چیخنے چلانے لگے کہ یہ مسلمان جادوگر ہیں۔ شہر میں
انہیں ایک ایک کر کے قتل کر دو۔ یہ جادوگر ہیں۔ بادشاہ کی
یہ بہت بڑی شکست تھی۔ وہ جلدی سے اپنے درباریوں کے
ساتھ اٹھا اور شاہی بگھی پر سوار ہو کر اپنے محل کی طرف چلا
گیا۔ لوگ میدان میں اتر آئے اور سپاہیوں پر پتھر پھینکنے لگے۔
کہ انہوں نے مسلمان قیدیوں کو ہلاک کیوں نہیں کیا۔
باقی سپاہی بڑی مشکل سے جان بچا کر دروازے کی طرف
بھاگ گئے۔
ماریا غیبی گھوڑے کے ساتھ ابھی تک میدان میں ایک
طرف کھڑی تھی۔ وہ انتظار کر رہی تھی کہ لوگوں کا ہجوم وہاں
سے کم ہو تو وہ گھوڑے کو نکال کر لے جائے۔ ناگ سفید
عقاب کی شکل میں میدان کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ وہ ماریا کی

خوشبو پر پہنچے آ گیا۔ ماریا نے کہا۔

"مَیں میدان میں ہوں ناگ۔ یہ لوگ دفع ہوں تو مَیں باہر نکل کر بارہ دری کی طرف جاؤں گی۔ تم بارہ دری میں جا کر میرا انتظار کرو۔ سپاہی تم پر تیر برسانے لگے ہیں۔"

سپاہیوں کے دستے عقاب پر تیر چلانے لگے تھے۔ کیونکہ وہ سفید عقاب کو ہی سب سے بڑا جادو گر سمجھ رہے تھے۔ ناگ ماریا کو چھوڑ کر ہوا میں بلند ہو گیا اور پھر لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ عقاب کو غائب ہوتے دیکھ کر سپاہی واپس چلے گئے۔ لوگ مسلمانوں کے خلاف نعرے لگاتے شور مچاتے میدان سے نکلنے لگے۔ جب ہجوم کم ہو گیا تو ماریا گھوڑا لے کر ایک دروازے کی طرف بڑھی۔ یہاں دو سپاہی آمنے سامنے پہرہ دے رہے تھے۔ راستہ خالی تھا۔ ماریا گھوڑا لے کر وہاں سے گزری تو پہرے داروں نے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سُنی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

اتفاق سے گھوڑا زور سے ہنہنایا۔ اب تو پہرے داروں پر خوف چھا گیا کہ گھوڑا دکھائی نہیں دیتا۔ مگر اس کے ہنہنانے اور چلنے کی آواز آ رہی ہے۔

مارا گھوڑا لے کر میدان سے باہر کھلی سڑک پر آ گئی۔ لوگ

ٹولیوں کی شکل میں مسلمان عربوں کے خلاف نعرے لگاتے جا رہے تھے۔ "یہ جادو گر ہیں۔ انہیں قتل کر دو۔ یہ جادو گر ہیں انہوں نے ہمارے یہودی سپاہی ہلاک کیے ہیں۔"

ماریا گھوڑا دوڑاتی ان کے قریب سے نکل گئی۔ وہ اونچی نیچی پتھریلی جگہوں سے گزرتی قلعے کی دیوار کے ساتھ ساتھ گھوڑا دوڑائے یروشلم شہر کے بڑے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس دروازے پر بہت لوگ تھے۔ ہر جگہ مسلمان میاں بیوی کے غائب ہو جانے اور اژدہا اور ہاتھی اور شیر کی لڑائی کا ذکر ہو رہا تھا۔ مسلمان بے چارے اپنے اپنے گھروں میں جا کر چھپ گئے تھے۔ دروازے میں سے گھوڑے کے گزرنے کی جگہ نہیں تھی۔ مسلمان میاں بیوی غائب تھے مگر ماریا انہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ سہمے ہوئے حیران بیٹھے تھے۔ ان سے بات تک نہیں ہو رہی تھی۔ ماریا نے کہا۔

"خاموش بیٹھے رہنا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے تم دونوں کو اور اس گھوڑے کو کوئی نہیں دیکھ رہا۔"

ماریا گھوڑے کو دروازے کے قریب لے آئی۔ اتنے میں ایک یہودی گھوڑے سے ٹکرا گیا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ وہاں کوئی گھوڑا نہیں تھا۔ وہ دہشت سے چیخ اٹھا۔

"جادو کا گھوڑا اس جگہ پر ہے۔"

دروازے پر پہرہ دینے سپاہیوں کا دستہ تیر کمان اور نیزے
لے کر اس جگہ کی طرف بڑھا۔ ماریا نے جُھک کر ایک سپاہی
کو بازو سے پکڑ کر اٹھا اور پھر ہوا میں تین چکر دے کر زور
سے دوسرے سپاہیوں پر دے مارا۔ لوگ ڈر کر اِدھر اُدھر بھاگ
گئے۔ راستہ خالی ہو گیا۔ ماریا گھوڑا دوڑاتی دروازے سے باہر
نکل گئی۔ شہر سے باہر میدان خالی تھا۔

سامنے ایک کچی سڑک دور زیتون اور سنگتروں کے باغ کی طرف
چلی گئی تھی۔ اس باغ کے پیچھے مٹی کے ٹیلے کے پاس وہ پرانی
بارہ دری تھی جس کے خالی حجرے میں ناگ اپنی اصلی انسانی شکل
میں بیٹھا تھا ماریا کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ناگ نے
گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ آواز بارہ دری کی طرف آ رہی
تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ ماریا آ رہی ہے۔ وہ کوٹھڑی سے نکل کر
بارہ دری میں آگیا۔

گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز اس کے قریب آ کر رُک گئی۔
ناگ نے کہا۔

"ماریا! تم آ گئیں؟"

ماریا نے جواب دیا۔

"ہاں۔ میں انہیں اپنے ساتھ لے کر آ گئی ہوں۔ لیکن ابھی

گھوڑے سے نیچے نہیں اُتروں گی۔ کیونکہ میں گھوڑے سے نیچے
اُتری تو گھوڑا اور اس کے اوپر بیٹھے ہوئے دونوں میاں بیوی
ظاہر ہو جائیں گے اور لوگ انہیں دیکھ لیں گے۔"

ناگ نے پوچھا۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ انہیں لے کر ہم کہاں جائیں؟"

عورت کے مسلمان خاوند نے کہا۔

"یہاں سے دو میل نیچے ایک گاؤں ہے وہاں ہمارا گھر اور
چھوٹا سا انگور کا باغ ہے۔ آپ ہمیں وہاں لے چلیں۔"

ناگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ وہاں چل کر سوچیں گے کہ آگے کیا کرنا ہے۔"

خاوند بولا۔

"میرا نام ابو عبداللہ ہے اور یہ میری بیوی زبیدہ ہے۔"

زبیدہ نے کہا۔

"آپ لوگوں نے ہمیں موت کے منہ سے نکالا ہے مگر میں
اپنے خاوند کو نہیں دیکھ سکتی۔"

ابو عبداللہ بولا۔

"میں بھی اپنی بیوی زبیدہ کو نہیں دیکھ سکتا۔"

ماریا بولی۔

"جب تک میں اس گھوڑے پر بیٹھی ہوں نہ کوئی تم دونوں کو دیکھ سکتا ہے اور نہ اس گھوڑے کو دیکھ سکتا ہے۔ جونہی میں گھوڑے سے اُتری تم سب ظاہر ہو جاؤ گے اور اس شہر میں تمہارا ظاہر ہونا خطرناک ہوگا۔ لوگ تمہاری تلاش میں تلواریں خنجر لیے پھر رہے ہیں۔"

زبیدہ نے کہا۔

"یروشلم کے یہودی تو یہاں کے تمام مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"اس کے بارے میں بھی تمہارے گھر چل کر سوچتے ہیں۔"

ماریا نے پوچھا۔

"کیا تمہارے گھر میں ایسی جگہ ہے جہاں تم کچھ دنوں کے لیے چھپ سکو۔"

ابو عبداللہ بولا۔

"ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔ مگر ہمارا اب یروشلم میں رہنا مناسب نہیں ہے۔"

ناگ نے پوچھا۔

"پھر تم لوگ کہاں جاؤ گے؟"

ابو عبداللہ نے کہا۔

"ہم دریائے اردن پار کر کے ملک شام کی طرف اپنے ماں باپ کے گھر چلے جائیں گے۔"

ماریا بولی۔

"تو پھر کیوں نہ ہم تمہیں دریائے اردن تک پہنچا دیں۔ وہاں سے تم آگے چلے جانا۔"

ناگ نے کہا۔

"اچھا خیال ہے۔ تمہارے انگور کے باغ والے گھر میں ضروری سامان تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔" ابو عبداللہ نے کہا۔ "ہم اس مکان کو خالی کر کے یروشلم آ گئے تھے۔ میں شاہی فوج کے لیے تلواریں ڈھالنے کا کام کرتا تھا کہ ایک یہودی جرنیل میرے خلاف ہو گیا اور اس نے مجھے غداری کے جھوٹے الزام میں پکڑوا دیا۔"

ناگ بولا۔

"تم ہمیں اپنا انگور کے باغ والا مکان دکھا دو۔ ہو سکتا ہے ہمیں یروشلم کے مسلمانوں کو بچانے کے سلسلے میں ابھی کچھ دیر وہاں رہنا پڑے۔"

ماریا نے کہا۔

"بادشاہ کے سپاہی ان دونوں کی تلاش میں اس مکان میں بھی ضرور آئیں گے۔"

ناگ بولا۔

"یہ اچھی بات ہے۔ ہم ان کی اچھی خاطر کریں گے۔"

ابو عبداللہ نے کہا۔

"یہاں سے جنوب مشرق کی طرف چلیں۔ میں آپ کو پہلے اپنا مکان دکھاتا ہوں۔"

زبیدہ نے کہا۔

"میرے کچھ کپڑے وہاں پڑے ہیں۔ میں وہ بھی اپنے ساتھ لے لوں گی۔"

ناگ نے گہری سانس لی اور عقاب کی شکل بن کر ہوا میں بلند ہو گیا۔ ماریا نے گھوڑے کو آگے بڑھا دیا۔ زیتون کے باغ والی سڑک سے نیچے اتر کر وہ یروشلم سے دور ہوتے گئے۔ یروشلم ایک پہاڑی پر آباد اب پیچھے رہ گیا تھا۔ ناگ ان کے اوپر برابر اڑ رہا تھا۔ میدانوں اور باجرے کے کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے وہ انگور کے ایک باغ میں پہنچ گئے۔ جس کی بیلیں خشک ہو رہی تھیں۔ اس باغ کے ساتھ ہی ایک کچا اک منزلہ مکان تھا۔ جس کے صحن میں روٹیاں لگانے والا تنور بنا ہوا تھا۔ ابوعبداللہ

نے کہا۔ "یہ ہمارا باغ اور مکان ہے۔"

ماریا نے مکان کے صحن میں گھوڑا کھڑا کر دیا اور خود گھوڑے سے اتر آئی۔ اس کے اترتے ہی ابو عبداللہ، گھوڑا اور اس کی بیوی زبیدہ ظاہر ہو گئے۔ انہوں نے آنکھیں جھپک جھپک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ماریا اب بھی انہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ زبیدہ اور اس کے خاوند کو یہ سب کچھ ایک خواب لگ رہا تھا۔ اتنے میں ناگ بھی انسانی شکل میں وہاں آ گیا۔ ماریا نے زبیدہ سے کہا کہ وہ جلدی سے اپنے کپڑے مکان کے اندر جا کر لے آئے۔ کیونکہ خطرہ تھا کہ شاہی فوج کا دستہ ان کی تلاش میں وہاں نہ آ جائے۔ زبیدہ اندر سے کپڑوں کی ایک گٹھڑی اٹھا لائی۔

ناگ نے کہا۔

"اب یہاں سے نکل چلو۔"

زبیدہ اور اس کا خاوند ابو عبداللہ پہلے گھوڑے پر بیٹھے۔ اس کے بعد ماریا بیٹھ گئی۔ ماریا کے بیٹھتے ہی سب غائب ہو گئے۔ ناگ پھر سے سفید عقاب بن گیا اور وہ دریائے اردن کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابو عبداللہ ماریا کو راستہ بتاتا جاتا تھا۔ شام ہو گئی۔ ساری رات وہ سفر کرتے رہے۔ صبح کے وقت وہ دریا پر آ گئے۔ یہاں ایک جگہ کشتی کھڑی تھی جس میں مسافر سوار تھے۔ ماریا نے

گھوڑا ایک طرف اوٹ میں کھڑا کر دیا۔ ناگ بھی انسانی شکل میں نیچے اُتر آیا۔ ماریا گھوڑے سے اُتر گئی۔

زبیدہ اور ابو عبداللہ بھی گھوڑے سے اُتر آئے۔ ناگ نے کہا۔

"ماریا! میں ان دونوں کو کشتی میں سوار کروا کے واپس اسی جگہ آتا ہوں۔ تم میرا انتظار کرنا۔"

پھر اس نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ یہ کشتی میں جو مسافر ہیں۔ اُن سے کوئی خطرہ تو نہیں؟ ابو عبداللہ نے آگے جا کر مسافروں کو دیکھا اور کہا۔

"یہ سب مسلمان ہیں۔ میرا خیال ہے۔ یہ بھی اسرائیل کا علاقہ خالی کر کے جا رہے ہیں۔"

زبیدہ اور ابو عبداللہ نے کشتی پر سوار ہونے سے پہلے ناگ کا تہہ دل سے ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور کشتی میں دوسرے مسافروں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ کشتی دریا میں چلی تو ناگ خدا حافظ کہہ کر واپس ماریا کے پاس آ گیا۔ ماریا نے کہا۔

"ہم گھوڑا اسی جگہ چھوڑ دیں گے۔ اس کی اب ضرورت بھی نہیں ہے۔"

ناگ نے عقاب کی شکل بدلی اور ماریا ہوا میں پچاس فٹ بلند ہو گئے۔ دونوں بڑی تیز رفتاری کے ساتھ واپس روانہ ہو

گئے۔ ان کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دوپہر ہونے تک وہ ابو عبداللہ کے انگور کے باغ والے گھر میں پہنچ گئے۔ اب انہوں نے غور کیا کہ یروشلم کے مسلمانوں کو یہودیوں کے ظلم و ستم سے کس طرح بچایا جا سکتا ہے

ماریا نے کہا۔

"یہودی مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ انہوں نے ضرور اب تک مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے ہوں گے۔"

ناگ بولا۔

"اور یہودی بادشاہ کو اپنا تخت بچانے اور یہودی عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کا قتل عام کروانا پڑے گا۔ اور یہ بڑی ظلم کی بات ہو گئی۔"

"تو پھر ہمیں اسی وقت یروشلم پہنچنا چاہیے۔"

ناگ گہری سوچ میں تھا

"سوال یہ ہے کہ ہم یروشلم کے کتنے مسلمانوں کو بچا سکیں گے۔ شہر میں تو ہزاروں مسلمان آباد ہیں۔ ہمیں تو کوئی ایسا قدم اٹھانا چاہیے کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

ماریا نے کہا۔

"ایک ترکیب ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا ؟" ناگ نے پوچھا۔

ماریا بولی۔

"ہم کسی طرح سے بادشاہ یا اس کی ملکہ اور بچوں کو یرغمالی بنا لیں تو یروشلم کے مسلمانوں کی جانیں بچا سکتے ہیں۔"

ناگ خوشی سے اچھل پڑا۔

"سبحان اللہ! بڑی اچھی ترکیب ہے۔ ہم ابھی شاہی محل میں چلتے ہیں۔"

ماریا نے کہا۔

"مگر پہلے ہمیں سوچ لینا چاہیے کہ بادشاہ یا ملکہ کو کس طریقے سے اغوا کریں گے؟"

دونوں خاموش ہو گئے۔ وہ سوچ رہے تھے۔ ناگ بولا۔

"میں سانپ بن کر ملکہ کی گردن سے لپٹ جاؤں گا اور اپنا منہ ملکہ کی شہ رگ پر رکھ دوں گا۔ تم اپنی انسانی آواز میں بادشاہ کو حکم دینا کہ یروشلم کے مسلمانوں کے خلاف ہونے والا ظلم و ستم بند کیا جائے۔ نہیں تو میرا سانپ ملکہ کو ڈس کر ایک سیکنڈ میں ہلاک کر دے گا۔ کیسی ترکیب ہے؟"

ماریا نے خوش ہو کر کہا۔

"بہت انوکھی ترکیب ہے۔ ہمیں آج ہی بلکہ ابھی یروشلم پہنچ

کر اس پر عمل شروع کرنا ہو گا۔ کیونکہ خدا جانے اب تک یہودیوں نے کتنے بے گناہ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہو گا۔"

ماریا اور ناگ انگور کے باغ سے نکل کر سیدھے یروشلم میں آ گئے۔ یہاں آ کر انہوں نے دیکھا کہ شہر میں مسلمانوں کے خلاف بلوے ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کے مکانوں کو آگ لگائی جا رہی تھی۔ اور یہودی سپاہی یہودی عوام کی مدد کر رہے تھے۔ کئی مسلمان قتل ہو چکے تھے۔

ناگ نے ماریا سے کہا۔

"جلدی سے بادشاہ کے محل کی طرف چلو۔"

ناگ عقاب کی شکل میں تھا۔ دونوں فضا میں اڑتے ہوئے شاہی محل کے باغ میں اتر آئے۔ ناگ نے یہاں پہنچ کر ایک چھوٹی سی سیاہ چڑیا کی شکل بدل لی۔ ماریا اس کے ساتھ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ انہیں کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ ناگ اتنی چھوٹی سی چڑیا بن گیا تھا کہ اس کی طرف کسی کا دھیان بھی نہ گیا اور وہ دونوں شاہی محل کے برآمدوں اور بڑے بڑے کمروں سے ہوتے ملکہ کے کمرے میں آ گئے۔

ملکہ شاہی ہیرے موتیوں والی کرسی پر بیٹھی تھی۔ کنیزیں اس کے بالوں میں موتی پرو رہی تھیں۔ ایک کنیز نے سیاہ ننھی سی چڑیا

کو اندر اڑتے دیکھا تو خوش ہو کر بولی۔

"ملکہ سلامت! دیکھیے کتنی پیاری چڑیا ہے۔"

ملکہ نے بھی چڑیا کو دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر بولی۔

"پیاری چڑیا! میرے پاس آ جا۔"

چڑیا پہلے ہی ملکہ کے پاس آنے کے لیے پر تول رہی تھی۔ وہ پھر سے اڈاری مار کر ملکہ کی گردن پر آ کر بیٹھ گئی۔ جونہی ملکہ نے ہاتھ اوپر کر کے اسے پکڑنا چاہا اُسے ایک تیز پھنکار کی آواز سنائی دی اور کنیزیں چیخیں مارتی وہاں سے بھاگ کر پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ اب ملکہ نے بھی دیکھ لیا تھا کہ اس کے کندھے پر چڑیا کی بجائے ایک گز بھر لمبا سیاہ کالا سانپ اپنی زبان نکالے پھنکار رہا ہے۔ وہ موت کی دہشت سے ٹھنڈی برف ہو گئی۔ کنیزیں چیختی چلاتیں سپاہیوں کو بلانے باہر کو بھاگیں۔ سانپ ملکہ کی گردن کے گرد لپٹ گیا اور اپنا منہ ملکہ کی شہ رگ کے قریب کر لیا۔

سارے محل میں کہرام مچ گیا کہ ملکہ پر سانپ نے حملہ کر دیا ہے۔ سپاہی بھاگے بھاگے آ گئے۔ بادشاہ پریشانی کی حالت میں دوڑتا ہوا ملکہ کے کمرے میں آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سیاہ کالے سانپ نے ملکہ کی گردن کے گرد اپنا آپ لپیٹ رکھا ہے۔ اور منہ شہ رگ کے قریب کیا ہے اور بار بار یوں زبان

نکال کر پھنکار رہا ہے جیسے ابھی اسے ڈس کر ہلاک کر دے گا۔ ملکہ کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اور اس کا سر کرسی کی پشت سے لگا ہوا تھا۔ بادشاہ نے سپاہیوں سے چیخ کر کہا۔

"اس سانپ کو ہلاک کر دو۔"

اتنے میں ماریا کی آواز آئی۔

"اے بادشاہ! میں سانپوں کی دیوی بول رہی ہوں۔ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے مگر میں تم سب کو دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری ملکہ کی زندگی اس وقت میرے ایک اشارے میں ہے۔ میں ہلکا سا اشارہ دوں گی اور میرا سانپ ملکہ کی شہ رگ پر ڈس دے گا اور وہ ایک پل میں ہلاک ہو جائے گی۔ کیونکہ میرے سانپ کا زہر بے حد زہریلا اور خطرناک ہے۔"

بادشاہ، کنیزیں، سپاہی اور دوسرے لوگ سانس روک کر "دیوی" کی آواز سن رہے تھے۔ بادشاہ کا چہرہ پسینے میں تھا۔ اس کو اپنی ملکہ سے بہت محبت تھی اور اس کے ولی عہد ہونے والی ماں تھی۔ اس نے کہا۔

"اے سانپوں کی دیوی! میری ملکہ پر یہ ظلم کس لیے کیا جائے گا؟"

ماریا نے کہا۔

"اس لیے کہ تم یروشلم کے مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہو۔ شہر میں مسلمانوں کا قتل عام فوراً بند کرا دو۔ میرا سانپ تمہاری ملکہ کو چھوڑ دے گا۔"

بادشاہ نے ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں سپاہیوں کو حکم دیا۔

"شہر میں خون خرابہ بند کر دیا جائے اور مسلمانوں کو شاہی حفاظت میں لے لیا جائے۔"

ماریا نے کہا۔

"اور یہ بھی حکم دو کہ جو مسلمان شہید ہوئے ہیں۔ ان کے خاندان والوں کو دس دس ہزار سونے کی اشرفیاں دی جائیں۔"

بادشاہ نے یہ حکم بھی دے دیا۔ ماریا نے کہا۔

"اور جو مسلمان زخمی ہوئے ہیں اور جن کے گھر آگ میں جل گئے ہیں، انہیں پانچ پانچ ہزار اشرفیاں دی جائیں۔"

"ایسا ہی کیا جائے۔" بادشاہ نے حکم دیا۔ "اب میری ملکہ کو چھوڑ دیا جائے اے سانپوں کی ملکہ۔"

ماریا نے کہا۔

"لیکن ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنا حکم واپس لیا یا شہر میں آج کے بعد کسی مسلمان کے گھر کو آگ لگائی گئی یا کوئی مسلمان

شہید ہوا تو میں اسی شہر میں رہوں گی۔ میں خود محل میں آ کر تمہیں اور تمہاری ملکہ کو ہلاک کر دوں گی۔"

بادشاہ نے کہا: "میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد میرے شہر میں مسلمان امن و امان کی زندگی بسر کریں گے۔ اب سانپ کو حکم دو کہ وہ میری ملکہ کو چھوڑ دے۔"

ماریا کی آواز بلند ہوئی: "میرا سانپ تمہاری ملکہ کو چھوڑ دے گا۔ مگر وہ اسی کمرے کے ایک طاق میں رہے گا۔ تاکہ تم اپنے وعدے سے پھر نہ جاؤ۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ شہر میں مسلمان پر ظلم نہیں ہو رہا تو میں اپنے سانپ کو واپس بلا لوں گی۔"

بادشاہ نے کہا: "مجھے منظور ہے اے دیوی۔"

ماریا نے اسی وقت اپنی خاموش آواز میں ناگ سے کہا کہ وہ ملکہ کی گردن چھوڑ کر ننھی سی چڑیا کی شکل میں اُڑ کر دیوار کے اونچے طاق میں جا کر دوبارہ سانپ بن کر بیٹھ جائے کیونکہ اگر وہ سانپ بن کر ملکہ کی گردن سے اتر کر قالین پر رینگتا ہوا طاق پر جاتا تو خطرہ تھا کہ کوئی سپاہی تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے نہ کر دے۔ اگرچہ ماریا نے دیکھا تھا، کہ بادشاہ پر اس کی آواز کی دہشت بیٹھی ہوئی تھی۔ ناگ نے اسی وقت ملکہ کی گردن چھوڑی، چڑیا بن کر اڑا اور دیوار کے طاق میں جا کر وہی سانپ بن کر کنڈلی مار پھن پھیلا کر بیٹھ گیا۔

طلسمی جھٹکا

ماریا نے بلند آواز سے کہا۔

"اے بادشاہ! غور سے سنو! یہ سانپ میرے حکم سے اس طاق میں اس وقت تک بیٹھا رہے گا جب تک مجھے یقین نہیں ہو جاتا کہ اب یروشلم کے کسی مسلمان پر ظلم نہیں ہو رہا۔ اس عرصے میں اگر کسی نے اس سانپ کو نقصان پہنچانے یا اس کو مارنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میرے پاس بڑے بڑے سانپ ہیں میں اپنے سانپوں کو حکم دوں گی کہ وہ تمہیں اور تمہاری ملکہ اور تمہارے سارے خاندان کو ڈس کر ہلاک کر دیں۔"

بادشاہ نے فوراً کہا۔

"اے سانپوں کی دیوی! اس سانپ کی میرا شاہی فوج کا دستہ حفاظت کرے گا۔ اس کی ہر طرح سے دیکھ بھال کی جائے گی۔ مگر یہ کب تک میرے محل میں رہے گا۔"

ماریا نے کہا۔

"کم از کم سات دن تک یہ سانپ اسی طاق میں بیٹھا رہے گا۔ اب میں جاتی ہوں۔"

بادشاہ نے سُکھ کا سانس لیا۔ اسی وقت ملکہ کو دوسرے شاہی کمرے میں لے جا کر گلاب کے عطر سنگھایا گیا۔ شاہی حکیم ملکہ کو ہوش میں لانے لگا۔ بادشاہ نے چار سپاہیوں کا پہرہ سانپ کے پاس لگا دیا تاکہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔ ماریا نے ناگ کے قریب جا کر خاموش آواز میں کہا۔

"سب ٹھیک ہو گیا ناں۔"

ناگ نے کہا۔

"مجھے یہی پریشانی تھی کہ کہیں کوئی میرے دو ٹکڑے نہ کر دے۔ تم نے اب اچھا انتظام کر دیا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"اب تو خود بادشاہ کے سپاہی تمہاری حفاظت کر رہے ہیں۔ اچھا۔ اب میں شہر میں جا کر دیکھتی ہوں کہ مسلمانوں کا قتل عام

بند ہوا ہے کہ نہیں۔"

ماریا محل سے باہر نکل گئی۔ بادشاہ نے اسی وقت خاص حکم کے ذریعے شہر میں اعلان کروا دیا کہ جس یہودی نے کسی مسلمان پر ہاتھ اٹھایا یا اس کے گھر کو آگ لگائی تو اسے بھوکے شیروں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔ ساتھ ہی بادشاہ کی طرف سے شہید اور زخمی مسلمانوں کو سونے کی اشرفیاں کا معاوضہ بھی تقسیم کیا جانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ہی شہر میں امن و امان ہو گیا۔ مسلمان محفوظ ہو گئے۔ اور شہر میں آزادی سے گھومنے اور کاروبار کرنے لگے لیکن شہر کے ساری یہودی اپنے بادشاہ کے خلاف ہو گئے اور اندر ہی اندر بغاوت کرنے کی سازشیں سوچنے لگے۔

یروشلم کے یہودی بادشاہ کو بھی اس کے جاسوس پل پل کی خبریں لا کر دیتے تھے۔ اسے خبریں مل رہی تھیں کہ اس نے مسلمانوں کی حفاظت کی جو ذمہ داری لے لی ہے اس کی وجہ سے یہودی رعایا اس کے خلاف ہو گئی ہے اور اس کی جگہ اپنے لیے کوئی نیا بادشاہ چاہتی ہے جو انہیں مسلمانوں کا خون بہانے کی اجازت دے دے۔

بادشاہ کے لیے یہ مشکل تھی کہ اس کے سر پر سانپ بیٹھا ہوا تھا۔ اگر وہ مسلمانوں کے قتل کی اجازت دیتا ہے یا شہر میں ایک

بھی مسلمان قتل ہوتا ہے تو سانپ طاق پر سے نکل کر اس کی ملکہ کو ڈس لے گا اور اگر وہ سانپ کو مرواتا ہے تو سانپوں کی دیوی اس کے محل میں سانپ چھوڑ کر اس کو اور اس کے سارے خاندان کو ہلاک کروا دے گی۔

بادشاہ سخت اُلجھن میں پھنس گیا تھا۔ اس کے پاس دربار میں ملک مصر کا ایک بڑا ماہر اور تجربہ کار جوتشی تھا۔ یہ مصری جوتشی اتنا لائق تھا کہ حساب لگا کر آنے والے خطروں سے بادشاہ کو خبردار کر دیا کرتا تھا۔ اس جوتشی کے پاس فرعونوں کے زمانے کے کچھ طلسم اور جادو کے ٹوٹکے بھی تھے۔ بادشاہ نے اس مصری جوتشی کو اپنے خاص کمرے میں آدھی رات کو بُلا کر اپنی مصیبت بیان کی اور کہا۔

"ابھی ستاروں کا حساب لگا کر زائچہ بناؤ اور بتاؤ کہ میری سلطنت اور تخت و تاج کا کیا بنے گا؟ کہیں رعایا میرا تختہ تو نہیں اُلٹ دے گی؟"

جوتشی نے سونے کے فریم والی سلیٹ پر فوراً حساب بنا کر بتایا کہ "اے بادشاہ! اگر تُو نے رعایا کو خوش نہ کیا اور انہیں مسلمانوں کا خون بہانے کی اجازت نہ دی تو لوگ تمہارا تختہ اُلٹ دیں گے اور تمہارے محل کو آگ لگا دیں گے۔"

بادشاہ تو کانپ اٹھا۔ فوراً بولا۔

"لیکن میں کیسے اجازت دے سکتا ہوں۔ میرے سر پہ یہ سانپ جو موت بن کر بیٹھا ہے۔"

پھر جوتشی کو رازداری سے کہا۔

"کیا کسی طریقے سے یہ سانپ اور سانپوں کی دیوی کو قابو میں نہیں کیا جا سکتا؟ کیا کوئی ایسا جادو تمہارے پاس نہیں ہے کہ جس کی مدد سے میں سانپ کو ہلاک کر کے سانپوں کی دیوی کو قبضے میں کر لوں۔ پھر مجھے اپنی اور اپنی ملکہ کی زندگی کی کوئی فکر نہیں ہو گی اور میں رعایا کو مسلمانوں کے قتل اور لوٹ مار کی اجازت دے دوں گا اور رعایا خوش ہو جائے گی اور میرا تخت و تاج بچ جائے گا۔ جلدی حساب لگا کر بتاؤ۔"

جوتشی نے کہا۔

"اے بادشاہ! اس میں حساب لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ سانپوں کی دیوی ایسا نہیں کرنے دے گی۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔"

بادشاہ کو غصہ آ گیا۔

"کیا تمہارے پاس کوئی ایسا جادو نہیں ہے؟ تم کیسے جادوگر ہو کہ وقت پہ ہمارا تخت و تاج بھی نہیں بچا سکتے؟"

اب تو جوتشی کو اپنی جان خطرے میں نظر آنے لگی۔ اس نے جھٹ کہا۔

"حضور! میں ابھی زائچہ بنا کر بتاتا ہوں۔"

جوتشی بڑا قابل اور علم والا تھا۔ اس نے سلیٹ پر ستاروں کا حساب نکالا اور سانپوں کی دیوی کی آواز کو ذہن میں رکھ کر اس کا زائچہ بنایا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بادشاہ نے جوتشی کے چہرے پر حیرانی دیکھی تو پوچھا کہ اسے کیا دکھائی دیا ہے؟ جوتشی نے کہا۔

"میں دنیا کی عجیب و غریب چیز دیکھ رہا ہوں۔ یہ عورت جس کی آواز ہم نے سنی تھی اور جو اپنے آپ کو سانپوں کی دیوی کہہ رہی تھی اصل میں انسان ہے۔"

بادشاہ چونکا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ کہیں تمہارا حساب تمہیں دھوکہ تو نہیں دے رہا؟"

جوتشی کی آنکھیں سلیٹ پر لگی تھیں۔ کہنے لگا۔

"میرا حساب کبھی دھوکہ نہیں دیتا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ایک عیسائی عورت ہے اور اس کو آج سے پانچ ہزار سال پہلے کسی زبردست طاقت نے اپنے طلسم سے غائب کر دیا ہے۔ اب یہ سب

کو دیکھ سکتی ہے مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا۔

"تو کیا اس کے پاس ایسی طاقت نہیں ہے کہ یہ ہمارے محل میں سانپ پھینک دے اور انہیں حکم دے کہ ہمیں ہلاک کر دیں"

"نہیں بادشاہ سلامت! اس کے پاس صرف یہی ایک سانپ ہے"

بادشاہ ایک دم خوش ہو کر جوش میں آ گیا۔

"تو ہم ابھی اس سانپ کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں۔"

جوتشی نے کہا۔

"لیکن یہ غیبی عورت پھر بھی آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ وہ تو کسی کو نظر نہیں آتی۔ کیا معلوم کب اور کس وقت وہ آپ کے سینے میں خدا نہ کرے خنجر گھونپ دے یا ہماری پیاری ملکہ کو ہلاک کر دے۔"

بادشاہ خاموش ہو گیا۔ جوتشی نے کہا۔

"ذرا ٹھہریں۔ میں اس سانپ کا زائچہ بنا کر دیکھتا ہوں کہ یہ کون ہے؟ کہیں یہ یوحا تو نہیں۔"

"یوحا کون ہوتا ہے؟" بادشاہ نے پوچھا۔

جوتشی نے جواب دیا۔

یوحا اس سانپ کو کہتے ہیں جو ایک سو یا پانچ سو سال

زندہ رہنے کے بعد جو شکل چاہے بنا سکتا ہے۔"

جوتشی نے ناگ کا زائچہ بنایا تو اچھل پڑا۔

"حضور انور! میرا اندازہ درست نکلا۔ یہ سانپ جو شاہی محل کے طاق میں کنڈلی مارے بیٹھا ہے یوحا ہے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" بادشاہ نے زائچہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

جوتشی نے کہا۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں بادشاہ سلامت! یہ اصل میں ایک سانپ ہے جو پانچ ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہے اور جس شکل میں چاہے اپنے آپ کو ظاہر کر سکتا ہے۔ سانپوں کی دیوی اس کی ساتھی ہے اور یہ دونوں پانچ ہزار سال سے سفر کرتے ہوئے اب واپس اپنے وطن مصر کی طرف تاریخ کے ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔"

بادشاہ چکر میں پڑ گیا۔ اس نے تنگ آ کر کہا۔

"میں اس سانپ کو مروانے کا حکم دینے لگا ہوں۔"

جوتشی نے کہا۔

"یہ سانپ مرے گا نہیں۔ بلکہ زندہ رہے گا۔ میرا حساب بتاتا ہے کہ اس کو ابھی موت نہیں ہے۔ لیکن اس کی موت کے بعد سانپوں کی دیوی آپ سے انتقام ضرور لے گی۔"

بادشاہ نے جھنجلا کر کہا۔

"تو پھر مجھے بتاؤ میں اس مصیبت سے کیسے چھٹکارا پا سکتا ہوں اور اپنا تخت و تاج کیسے بچاؤں؟"

جوتشی نے کہا۔

"صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟ جلدی بتاؤ۔" بادشاہ نے کہا۔

جوتشی بولا۔

"میں اس سانپ کو اپنے خاص جادو سے سونے کا بت بنا ڈالوں گا۔ اگر مجھے سانپوں کی دیوی نظر آ رہی ہوتی تو میں اسے بھی سونے کا بت بنا دیتا۔ لیکن وہ ہماری نظروں سے غائب ہے۔ یہ سانپ ہمارے سر پر موت کا نشان بن کر بیٹھا ہے میں اسے سونے کے بت میں تبدیل کر کے بحیرہ روم کی چٹانوں میں پھینک دوں گا۔"

بادشاہ نے کہا۔

"اور جب سانپوں کی دیوی کو پتہ چلا کہ سانپ غائب ہے۔ تو وہ تو مجھے اور میری ملکہ کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

جوتشی نے مسکرا کر کہا۔

"چونکہ وہ ایک انسان ہے۔ دیوی نہیں ہے۔ اس لیے

وہ میرے طلسم سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ میں شاہی محل اور یروشلم شہر کی دیوار کے ارد گرد ایسا جادو پھونک دوں گا کہ یہ غیبی عورت اس جادو کی لکیر کو پاٹ کر شہر کے اندر داخل نہیں ہو سکے گی۔"

بادشاہ بولا۔

"مگر وہ ہوا میں اڑ کر ہمارے محل تک پہنچ جائے گی۔"

جوتشی نے کہا۔

"میرے طلسم اور جادو کا اثر اوپر آسمانوں تک ہوگا۔ غیبی عورت شہر میں داخل نہ ہو سکے گی۔"

بادشاہ خوش ہوگیا۔ کہنے لگا۔

"تو کیا ہم سانپ کو سونے کا بت بنا کر اپنے خزانے میں نہیں رکھ سکتے؟"

جوتشی بولا

"نہیں بادشاہ سلامت! ایسا کرنے سے وہ زہریلا سانپ جو آپ کے خزانے کی حفاظت کرتا ہے مر جائے گا اور آپ کا خزانہ محفوظ نہیں رہے گا۔ ہم اسے بحیرہ روم کی چٹانوں میں پھینک دیں گے۔"

بادشاہ نے کہا۔

"کیوں نہ اسے بحیرہ روم کی لہروں میں بہا دیں ؟"

"نہیں حضور انور! جوتشی کہنے لگا۔" یہ سانپ چونکہ اصل میں یوحا ہے اس لیے سمندر میں پھینکنے سے سمندر میں ہر سال زبردست طوفان آنے لگے گا اور ہمارے ساحل کے شہر تباہ و برباد ہو جائیں گے۔"

بادشاہ نے کہا۔

"یہ سانپ کہیں دوبارہ زندہ ہو کر ہمیں نقصان تو نہیں پہنچائے گا؟"

جوتشی نے کہا۔

"نہیں حضور! اب یہ صرف ایک طریقے سے دوبارا زندہ سانپ بن سکتا ہے کہ اس کے سونے کے بت کو اہرام مصر میں ملکہ نفریتی کے تابوت کے اوپر چلتے چراغ کی روشنی میں لے جا کر رکھا جائے اور چونکہ ایسا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے اب یہ ہزاروں سال تک اسی طرح سونے کے بت کی شکل میں چٹانوں میں پڑا رہے گا۔"

بادشاہ نے کہا۔

"اس کو زمین کے اندر کیوں دفن نہیں کر دیتے ؟"

جوتشی نے کہا۔

"زمین کے اندر دفن کرنے سے سارے سانپ باہر نکل آئیں گے اور لوگوں کو ہلاک کرنا شروع کر دیں گے۔"

بادشاہ کچھ سوچ کر کہنے لگا۔

"یہ غیبی عورت تو یہاں سے نہیں جائے گی۔ وہ تو اپنے سانپ کے انتظار میں یروشلم شہر کے باہر منڈلاتی رہے گی۔ اور ہم جب کبھی شاہی سواری لے کر باہر نکلیں گے تو ہمیں تلوار کے وار سے قتل کر دے گی۔"

جوتشی نے کہا۔

"اس غیبی عورت کو اپنے سانپ کے جسم سے نکلتی۔ ایک خاص بُو آتی ہے۔ جس سے اُسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ سانپ فلاں جگہ پر ہے۔ جب سانپ یروشلم شہر کے اندر نہیں ہوگا۔ تو اسے اس کی بُو بھی نہیں آئے گی۔ وہ کچھ دیر انتظار کر کے اپنے آپ تنگ ہار کر یہاں سے واپس چلی جائے گی۔ ہاں آپ اتنا ضرور کریں کہ کم از کم ایک سال تک یروشلم شہر سے باہر نہ جائیں۔"

"میں اور شاہی خاندان کا کوئی بھی شخص اپنے محل سے ایک برس تک باہر نہیں نکلیں گے۔"

جوتشی نے کہا۔

"پھر میں اپنے ستاروں کے حساب سے آپ کو بتا دوں گا کہ غیبی عورت یروشلم سے جا چکی ہے۔"

بادشاہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے کہا۔

"اب میرے ساتھ سانپ کے پاس چلو اور اسے سونے کا بُت بنا دو۔"

جوتشی مسکرایا اور بولا۔

"حضور انور! اس کو سونے کا سانپ بنانے سے پہلے مجھے اجازت دیں کہ میں طلسم پڑھ کر آپ کے محل کے باہر اور یروشلم شہر کی دیوار کے باہر پھونک دوں تاکہ غیبی عورت کے اندر آ کر حملہ کرنے کا کوئی خطرہ نہ رہے۔"

بادشاہ نے کہا۔

"اجازت ہے یہ کام آج کی رات کے اندر اندر ہو جانا چاہیے۔"

جوتشی نے طلسم پڑھ کر ایک پانی سے بھرے ہوئے مٹکے میں پھونکا اور پھر اس پانی کو شہر کے چاروں دروازوں اور دیوار پر گرا دیا۔ اس کے بعد اس نے محل کی چار دیواری پر بھی یہ جادو کا پانی چھڑکا دیا۔ اس وقت صبح ہونے والی تھی۔ یروشلم پر رات کا اندھیرا مدھم ہو رہا تھا کہ جوتشی طلسم پڑھتا ہوا اس

کمرے میں داخل ہوا جس کے ایک طاق میں ناگ سانپ کی شکل میں کنڈلی مارے بیٹھا ماریا کا انتظار کر رہا تھا کہ کب وہ آ کر اسے بتائے کہ شہر میں مسلمان محفوظ ہیں اور اس کی جان بھی چھوٹے۔

جوتشی ہاتھ میں جادو کیے ہوئے پانی کا پیالہ لیے اندر آ گیا سپاہی سانپ کے آس پاس کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ ان سپاہیوں کو خبر کر دی گئی تھی کہ آج رات سانپ پر جادو کر کے اسے قابو کر لیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے جوتشی کو کچھ نہ کہا۔ جوتشی بڑا مکار تھا۔ اس نے دھوکے بازی سے کام لیتے ہوئے سانپ کے سامنے جا کر ہاتھ باندھ لیے اور سر جھکا کر کہا۔

"اے دیوتا سانپ! میں تمہارے لیے مقدس دریا کا میٹھا پانی لایا ہوں۔"

ناگ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہونے والا ہے۔ وہ جوتشی کو اپنے سامنے ہاتھ باندھے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ حالانکہ اسے غور کرنا چاہیے تھا کہ یہ شخص کہیں کوئی خطرناک سازش تو نہیں کرنے والا۔ ادھر جوتشی بھی موقع کی تلاش میں تھا۔ جونہی سانپ کا منہ ذرا دوسری طرف ہوا جوتشی نے جادو کے پانی کا کٹورہ اس کے اوپر اچھال دیا۔ پانی میں ناگ کا سارا جسم بھیگتے ہی وہ جیسے سن ہو گیا اور پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

ناگ سونے کا بُت بن چکا تھا۔ جوتشی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ سپاہی بھی تعجب سے ناگ کے سونے کے بُت کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے بھی شکر ادا کیا کہ پہرے داری کی مصیبت سے جان چھوٹی۔ جوتشی نے سونے کے سانپ کو اٹھا کر جھولی میں ڈالا اور سیدھ بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ سانپ کو سونے کے بُت میں دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔

جوتشی کہنے لگا۔

"بادشاہ سلامت! اب آپ کی اور آپ کے خاندان کی جان بچ گئی ہے۔ آپ کا تخت و تاج بھی بچ گیا ہے۔ آپ ایسا کریں کہ شہر میں مسلمانوں کی جان و مال کی جس حد تک ہو سکتی ہے حفاظت کریں۔"

بادشاہ نے کہا۔

"مگر رعایا تو انہیں قتل کرنا چاہتی ہے۔"

جوتشی بولا۔

"آپ مسلمانوں کو شہر سے باہر کسی نئی بستی میں کچھ دیر کے لیے پہنچا کر ارد گرد پہرہ لگا دیں۔ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ سانپ سے تو بچ گئے ہیں مگر ظلم کی وجہ سے کسی آسمانی عذاب میں نہ پھنس جائیں۔"

بادشاہ اگرچہ کسی وزیر امیر نے اس قسم کی نصیحتیں سننے کا عادی نہیں تھا مگر ایک تو وہ جوتشی کی بات پر بھروسہ بہت کرتا تھا۔ دوسرے اس نے اس کی جان بچائی تھی اور تاج و تخت بچایا تھا۔ اس نے کہا۔

"میں ایسا ہی کروں گا۔"

جوتشی نے کہا۔

"اب میں اس سونے کے سانپ کو اسی وقت لے کر نکل جاتا ہوں۔ میں اسے خود بحیرہ روم کے کنارے کی چٹانوں میں کسی ایسی جگہ رکھ کر آؤں گا۔ جہاں صدیوں تک کسی انسان کی نظر نہیں پڑ سکے گی۔"

صبح ہونے سے پہلے جوتشی ناگ کے سونے کے بُت کو لیکر شہر سے نکل گیا۔

ادھر دن چڑھا تو ماریا بھی ابو عبداللہ کے انگوروں کے باغ سے نکل کر شہر میں آ گئی۔ یہاں اس نے دیکھا کہ مسلمان شہر سے باہر جا رہے ہیں۔ لوگ جو باتیں کر رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو شہر سے باہر ایک بستی میں لے جایا جا رہا ہے تاکہ وہ یہودیوں کے ظلم و ستم سے بچے رہیں۔

ماریا کو یہ بات اچھی بھی لگی اور بُری بھی۔ مگر اتنا پھر بھی غنیمت تھا۔ کیونکہ اس طرح سے ان کی جانیں بچ گئی تھیں۔ ماریا نے سوچا کہ وہ ابھی شاہی محل میں بادشاہ سے جا کر بات کرتی ہے۔ ماریا شہر کے دروازے میں داخل ہونے لگی، تو اسے ایک زبردست جھٹکا لگا۔ وہ دس قدم پیچھے جا کر گر پڑی۔ بڑی حیران ہوئی۔ دوسری بار اندر جانے لگی تو پھر جھٹکا لگا۔ ماریا سمجھ گئی کہ کسی نے دروازے پہ جادو کر کے پھونک دیا ہے۔ وہ زمین سے پچاس فٹ اوپر اُٹھ کر فضا میں آگئی اور دیوار کے اوپر سے گذرنے لگی تو ویسا ہی جھٹکا اسے پھر لگا۔ وہ نیچے گر پڑی۔ ماریا پریشان ہو گئی۔ اس نے شہر کے چاروں دروازوں میں سے باری باری داخل ہونے کی کوشش کی مگر ہر بار اسے طلسمی جھٹکا لگتا اور وہ نیچے گر پڑتی۔

سارا دن ماریا طرح طرح سے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرتی رہی مگر وہ داخل نہ ہو سکی۔

اسے معلوم ہو چکا تھا کہ بادشاہ نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اور اپنے جادو گر سے شہر کی دیوار پہ طلسم کر دیا ہے۔ ماریا کو ناگ کا خیال ستانے لگا۔ اسے اب ناگ کی جان کی فکر لگی تھی۔ کہ کہیں اس کو کوئی نقصان نہ پہنچ گیا ہو۔ کبھی وہ سوچتی

کہ ناگ نے اپنا بچاؤ کر لیا ہوگا اور وہ محل سے نکل آیا ہوگا۔ پھر خیال آتا کہ اگر وہ محل سے نکل آتا تو اس کے پاس اس کی خوشبو محسوس کر کے ضرور آتا۔

وہ دن ماریا نے شہر کے باہر جگہ جگہ ناگ کی تلاش میں گذار دیا۔ جہاں کھیتوں میں اسے کوئی پرندہ یا انسان نظر آتا۔ وہ جھٹ وہاں پہنچ جاتی۔ ایک چڑیا کو دیکھ کر ماریا نے بار بار ناگ کا نام لے کر پکارا۔

"ناگ بھیا! ناگ بھیا!"

مگر چڑیا پھُر سے اُڑ گئی۔ رات آگئی۔ شہر کے دروازوں پر مشعلیں روشن ہو گئیں۔ پھر آدھی رات کو شہر کے دروازے بند کر دیے گئے۔ ماریا ابھی تک ناگ کا انتظار کر رہی تھی۔ جب وہ انتظار کرتے کرتے تھک گئی تو واپس بارہ دری میں آکر بیٹھ گئی۔ عنبر اور ناگ کے بغیر وہ اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ دعا مانگنے لگی کہ اے خدا ناگ بھیا کی زندگی کی حفاظت کرنا۔ اچانک بارہ دری کی جھاڑیوں میں پھنکار کی آواز آئی۔ ماریا نے دیکھا۔ کہ ایک سانپ کسی مینڈک پر جھپٹ رہا تھا۔ مینڈک نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ ماریا کو خیال آیا کہ کیوں نہ اس سانپ سے کچھ مدد لی جائے۔

ماریا خاموش زبان سے واقف تھی۔ اس نے سانپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

سانپ نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ جدھر سے آواز آئی تھی۔ وہاں اسے کوئی انسان یا سانپ نظر نہ آیا۔ ماریا نے کہا۔

"تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ پہلے میری بات کا جواب دو۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

سانپ نے کہا۔

"میں سن رہا ہوں۔ مگر تم کون ہو اور تم ہم سانپوں کی زبان کیسے جانتی ہو؟"

ماریا نے کہا۔

"سنو! میں ناگ دیوتا کی بہن ماریا ہوں۔"

اتنا سن کر سانپ نے ماریا کے آگے سر جھکا دیا اور کہا۔

"اے عظیم ناگ دیوتا کی بہن! میں آپ کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

ماریا نے کہا۔

"ناگ دیوتا شہر کے اندر شاہی محل میں ایک ضروری کام سے گیا تھا اور اس کے ایک طاق میں بیٹھا تھا۔ تم جا کر پتہ کرو کہ ناگ

اس وقت کہاں ہے؟ اگر وہ تمہیں ملے تو اسے ساتھ لے کر میرے پاس آ جاؤ۔"

"بہت بہتر!"

اتنا کہہ کر سانپ بارہ دری سے نکل کر رات کے اندھیرے میں شاہی محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماریا بارہ دری میں بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ کافی دیر گزر گئی تو پھر کہیں اسے سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ وہ شہر کی طرف سے آتی کچی سڑک پر سے گزر کر اس کے پاس آ گیا۔ ماریا نے بے تاب ہو کر پوچھا۔

"ناگ کا کچھ پتہ چلا؟"

سانپ نے کہا۔

"میں نے شاہی محل اور شہر کا چپہ چپہ چھان مارا ہے مگر ناگ دیوتا کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ عظیم دیوتا اس شہر میں نہیں ہے۔ اگر وہ ہوتا، تو مجھے اس کی خوشبو آ جاتی۔ طاق خالی پڑا تھا۔"

اب تو ماریا بہت زیادہ فکر کرنے لگی۔ اس نے سانپ کو رخصت کر دیا اور خود گہری سوچ میں ڈوب گئی کہ ناگ کہاں چلا گیا ہو گا۔ اس کے ساتھ کیا بیتی ہو گی؟ ضرور اس پر بھی جادو گر نے کوئی جادو کر دیا ہو گا۔ مگر وہ تو اس شہر میں کہیں بھی نہیں ہے؟ تو پھر وہ اسے کہاں ڈھونڈھے؟ یہ وہ سوال تھے جو ماریا کو پریشان

کر رہے تھے۔

عنبر کس طرح ماریا سے ملا؟

سونے کا سانپ کہاں سے کہاں چلا گیا؟

کیا ماریا ناگ سے مل سکی؟

عنبر کو شاہی محل کے جادوگر نے کیا بتایا؟

یہ معلوم کرنے کے لیے آج ہی عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی ۳۰ ویں قسط جس کا نام "قبر کی دلہن" ہے اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کر کے پڑھیں۔

موت کے تعاقب کی

عنبر ناگ ماریا

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پر اسرار اور سنسنی خیز داستان

مُصنّف: اے حمید

پتا مکتبہ اقراء - ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۸

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
۳۰
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

پیارے دوستو

آپ کے بے شمار خطوط ملے۔ آپ کی ناراضگی درست کہ قسط نمبر ۲۰ آپ کو مارکیٹ میں نہ مل سکی۔ مگر اب آپ خوش ہو جائیں قسط نمبر ۳۰ "قبر کی دُلہن" حاضر ہے اور اس کے صفحات بھی ۱۶۰ ہیں۔ کیوں ہو گئی نا پچھلی کمی پوری۔ اب آپ اسے پڑھیں اور اپنی رائے سے مجھے نوازیں۔

آئندہ آپ کو ہر ماہ دو ناول ملا کریں گے۔

اے۔ حمید

قیمت سات روپے پچاس پیسے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ
بار اول: ۱۹۸۱ء
تعداد: دو ہزار

ضروری اطلاع

آئندہ عنبر ناگ ماریا کے ہمراہ دو سلسلے اخباری کاغذ کی بجائے سفید کاغذ پر شائع ہوں گے۔ ضخامت بھی ۱۲۸ صفحات ہوگی اور قیمت ۲/۰۰ روپے ہوگی۔

سونے کا سانپ

ماریا تین دن یروشلم کے ارد گرد ناگ کو ڈھونڈھتی رہی۔

جب اسے یقین ہوگیا کہ ناگ وہاں کہیں بھی نہیں ہے تو اس نے سوچا کہ اب آگے چلنا چاہیے تاکہ ناگ کو کسی کسی دوسرے ملک میں جا کر تلاش کیا جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ناگ کو جادوگر نے جادو کر کے کسی دور علاقے میں یا کسی جگہ پہاڑوں میں پھینک دیا ہو۔ چلنے سے پہلے ماریا کو عنبر کا بھی خیال آیا کہ وہ بغداد سے کس طرف گیا ہوگا۔ ہو سکتا تھا کہ عنبر بھی یروشلم کی طرف آ نکلے۔ ماریا کو ناگ کی فکر لگی تھی۔ وہ وہاں بیٹھ کر عنبر کا انتظار کیسے کر سکتی تھی۔ جب کہ اسے یقین بھی نہیں تھا کہ عنبر اُدھر ضرور آئے گا۔

پھر اس کے دل میں ایک انوکھا خیال آیا۔ اس نے ایک پتھر اٹھا کر یروشلم کے شہر کے باہر ٹیلے والی بارہ دری کے ستون پر پرانی مصری زبان میں عنبر کے لیے ایک عبارت لکھ دی۔ اس خیال سے کہ اگر عنبر کا ادھر سے گزر ہو اور وہ اتفاق سے بارہ

وری میں آئے تو عبارت پڑھ کر اسے معلوم ہو جائے کہ ماریا کہاں
گئی ہے۔ عبارت یہ تھی۔

"عنبر! ناگ یروشلم کے شاہی محل میں
سانپ بن کر طاق میں بیٹھا تھا۔ اس پر شاہی
محل کے جادوگر نے جادو کر دیا اور وہ
گم ہو گیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں افریقہ
کی طرف جا رہی ہوں۔ میں ایک مہینہ افریقہ
کے شہر کارتھیج کی سرائے میں ٹھہروں گی۔ مجھے
ناگ کی تلاش ہے۔"

"ماریا"

یہ عبارت پانچ ہزار سال پرانی مصری زبان میں لکھی تھی۔
جس کو سوائے عنبر کے یا ناگ کے اور کوئی نہیں پڑھ سکتا
تھا۔ ماریا نے بارہ دری سے نکل کر سمندر کا رُخ کر لیا۔ وہ
سمندر کے اوپر سے گزر کر افریقہ کے ساحل پر پہنچنا چاہتی تھی۔
عنبر قافلے کے ساتھ ملک شام سے یروشلم کی طرف آ
رہا تھا۔ قافلہ ابھی یروشلم سے تین دن کے فاصلے پر تھا کہ
ایک رات جب یہ قافلہ ایک بستی سے دور پڑاؤ ڈالے آرام
کر رہا تھا اور سب لوگ سو رہے تھے۔ آدھی رات کا وقت
تھا۔ عنبر کو تو سونے کی ضرورت ہی نہ تھی وہ تو یونہی کبھی

کبھار آنکھیں بند کر کے لیٹ جاتا تھا کہ جیسے سو رہا ہو
اس رات جب عنبر جاگ رہا تھا تو اسے دور سے بہت سے
گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آتی سنائی دی۔ وہ تعداد میں کافی
زیادہ لگتے تھے۔ ہوتے ہوتے وہ آوازیں قریب آتی گئیں۔
عنبر کے دل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ ڈاکوؤں نہ ہوں،
اور قافلہ لوٹنے کے لیے آ رہے ہوں۔ مگر ایسا نہ ہوا۔
گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز قافلہ سے ہٹ کر بستی کی طرف
چلی گئی۔ عنبر نے سوچا، شاید وہ اس بستی کے رہنے والے
ہوں گے اور کہیں باہر سے اپنی بستی میں واپس آ گئے
ہیں۔ ایک آدھ گھنٹہ ہی گزرا ہوگا کہ عنبر نے دیکھا کہ
دور اس بستی میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور
لوگوں کی چیخ و پکار کی آوازیں اندھیرے کو چیرتی ہوئی
اُن تک پہنچ رہی ہیں، اس چیخ و پکار سے قافلے والے
لوگ بھی جاگ پڑے۔ مختلف قسم کی باتیں ہونے لگیں۔
کوئی کہہ رہا تھا کہ کسی قبیلے نے دوسرے قبیلے پر حملہ
کر دیا ہے، کوئی کہہ رہا تھا کہ ڈاکوؤں نے گاؤں پر
حملہ کیا ہے اور اب وہ لوٹ مار کر رہے ہیں۔ قافلے
میں سے ایک بوڑھے بزرگ نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں
ہے، اگر وہ لوگ ڈاکو ہوتے تو وہ پہلے ہمارے

قافلے پر حملہ آور ہوتے۔ یہ ڈاکو نہیں ہیں۔ میرا
خیال ہے کہ یہودیوں نے مسلمانوں کی بستی پر حملہ کیا
ہے اور ان کو تباہ کر کے آگ لگا دی ہے۔ واقع
یوں ہے کہ ابھی حال ہی میں یروشلم کے بادشاہ نے
مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ علاقہ قائم کیا ہے، اور
جہاں نئی بستی بسائی گئی تھی، وہاں پر اپنی فوج بھی ان
کی حفاظت کے لیے مقرر کی تھی۔ مگر کچھ مسلمانوں نے
خوف سے کہ نہ جانے کب یہ یہودی پھر ہم پر
حملہ آور ہو جائیں اس علاقہ کو بھی چھوڑ دیا۔ ان میں
سے کچھ لوگوں نے یہاں نئی بستی آباد کی تھی۔
عنبر بھی اس بات کو جانتا تھا کہ اب صلاح الدین
ایوبی کا دور آ رہا ہے اور وہ یروشلم کو جلد فتح
کر لے گا۔ مگر اسی وقت یہودی مسلمانوں پر ظلم و ستم
ڈھا رہے ہیں۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ مسلمانوں
کی بستی ہے اور یہودی اس کو تباہ کر رہے ہیں تو
وہ فوراً ان کی مدد کے لیے اس بستی کی طرف روانہ
ہو گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ساری
بستی تباہ ہو چکی ہے، بے شمار مسلمان قتل ہو چکے ہیں۔
اور جو بچ گئے تھے وہ اس بستی کو چھوڑ کر چلے گئے

ہیں اور بستی میں آگ ہی آگ دکھائی دے رہی ہے،
اور یہودی بھی یہ ظلم و ستم ڈھا کر واپس جا چکے تھے۔
اس کو اس بات کا بہت دکھ ہوا، مگر اب وہ کیا کر
سکتا تھا۔ وہ یونہی بستی کی گلیوں میں گھوم پھر رہا تھا کہ
اسے ایک جگہ بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ وہ اس
طرف چل دیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک
بوڑھا آدمی اپنی زندگی کی آخری سانس لے رہا ہے اور
دو بچے جن میں ایک بچی جس کی عمر سات برس کے
قریب تھی اور ایک لڑکا جس کی عمر کوئی دس گیارہ سال
کے لگ بھگ تھی، اس کے قریب بیٹھے رو رہے تھے۔
جب عنبر ان کے قریب پہنچا تو اس بوڑھے نے بڑی
حسرت سے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے اس بوڑھے کی
آنکھوں میں ایک ایسی جھلک دیکھی جیسے وہ یہ سمجھ رہا ہو
کہ عنبر یہودی ہے اور وہ ابھی اسے اور اس کے دونوں
بچوں کو ختم کر دے گا۔ عنبر نے بھی اس بات کو محسوس کر
لیا اور بولا۔
"بابا! میں مسلمان ہوں میرا نام عنبر ہے اور میں ملک
مصر کا رہنے والا ہوں اور اس قافلہ کے ساتھ یروشلم
جا رہا ہوں جو اس بستی سے کافی دور پڑاؤ کیے ہوئے

ہے۔ وہاں سے میں نے اس بستی کو آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں دیکھا تھا۔ اور یہاں آن پہنچا۔

بوڑھے بزرگ کو جب یہ پتا چلا کہ عنبر مسلمان ہے، تو اس نے بڑی تشکر آمیز نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا کہ اسے کسی غیبی مدد کا انتظار تھا جو عنبر کی صورت میں اسے مل گئی۔ اس نے بڑی کمزور اور نحیف آواز میں عنبر سے کہا۔

"عنبر بیٹا میں اب کچھ لمحوں کا مہمان ہوں جانے کب میری جان نکل جائے۔"

"آپ فکر نہ کریں بابا۔ اب آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے۔" عنبر نے تسلی دیتے ہوئے بوڑھے بزرگ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میرے ہوتے ہوئے آپ کو یا ان بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ انشاء اللہ آپ بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔"

بوڑھے بزرگ کی آواز لرزی۔

"عنبر بیٹا اب تم خاموش رہو اور میری بات توجہ سے سنو۔ یہ دونوں بچے میرے پوتے ہیں۔ ان کا باپ یعقوب کاروبار کے سلسلہ میں اردن گیا ہوا ہے اور اسے ابھی بہت دیر سے واپس آنا ہے۔ تم میرے مرنے

کے بعد ان بچوں کو اس کے پاس پہنچا دینا۔ وعدہ کرو کہ تم میرا یہ کام کر دو گے۔ میری سانس صرف ان کے لیے ہی اٹکی ہوئی ہے۔ میری روح میرے جسم کا ساتھ چھوڑے جا رہی ہے۔"

عنبر بولا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں بابا کہ ان بچوں کو ان کے باپ کے پاس پہنچا دوں گا۔"

بوڑھے بزرگ نے کہا۔

"عنبر باہر اصطبل میں ایک بہت اعلیٰ نسل کا گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ سواری کے لیے تم وہ لے لینا۔ یہ گھوڑا ان بچوں کے ساتھ بہت گھلا ملا ہوا ہے۔ اس پر سواری میں تمہیں کوئی دقت نہ ہو گی۔"

عنبر بولا۔

"اچھا بابا میں ایسا ہی کروں گا۔"

عنبر کا اتنا کہنا تھا کہ بوڑھے بزرگ نے جان دے دی اور بچے زار و قطار رونے لگے۔ عنبر نے بچوں کو پیار دلاسا دیا اور وہ بڑی مشکل کے ساتھ خاموش ہوئے۔ پھر عنبر نے بوڑھے کے کفن دفن کا انتظام کیا۔ رات عنبر نے وہیں گزاری اور دوسرے دن وہ بچوں کو لیکر

سفر پر روانہ ہوا۔

اب عنبر قافلہ کی طرف واپس بھی نہ گیا۔ وہ ان بچوں کو جلد از جلد ان کے باپ تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ عنبر ایک گھوڑے اور دو بچوں کو لیے دشوار گزار وادیوں میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک شام کے وقت عنبر کو گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اس آواز سے پوری وادی کانپ رہی تھی۔ بچے جو ایک دفعہ حادثہ سے گزر چکے تھے۔ ان آوازوں کو سن کر چیخ اٹھے، عنبر نے فوراً دونوں کے منہ پر ہاتھ رکھ دیے جس سے ان کی آوازیں دب کر رہ گئیں۔ اگر عنبر احتیاط نہ کرتا تو ان کی چیخ سے پوری وادی گونج اٹھتی اور وہ گھوڑ سوار جو کوئی بھی تھے، ان کو عنبر اور بچوں کی موجودگی کا علم ہو جاتا اور وہ اس طرف آ سکتے تھے۔ عنبر یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی گڑ بڑ ہو۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بچے بہت چھوٹے ہیں ان کو سنبھالنا آسان نہیں تھا۔ پتا نہیں گھوڑ سواروں کی تعداد کتنی تھی۔ بہر حال اب یہ بچے عنبر کی مجبوری اور کمزوری تھے۔ اپنی بے پناہ طاقت کے اور نہ ختم ہونے والی زندگی کے باوجود عنبر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا، وہ

بچوں کو ہر حال میں زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ گھوڑا بھی اب ہوشیار ہو گیا تھا اور کسی آنے والے خطرے کی بو محسوس کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ خوف کی وجہ سے بچوں کا رنگ سفید مائل ہو گیا تھا۔

عنبر نے اُن کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

"پتا نہیں یہ کون لوگ ہیں۔ مجھے شک ہے کہ یہ وہی یہودی ہیں جنھوں نے تمہاری بستی کو تباہ کیا ہے اگر تم نے شور مچایا تو ان لوگوں کو ہماری موجودگی کا پتا چل جائے گا وہ لوگ تمھیں قتل کر دیں گے اور تمہارا گھوڑا بھی چھین لے جائیں گے۔"

عنبر کی بات سنتے ہی بچے اور زیادہ ڈر گئے اور عنبر سے چمٹ گئے۔ اب عنبر بچوں کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔ کہ اب یہ کسی قسم کا شور نہیں کریں گے۔

عنبر بچوں کو لے کر ان جھاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں وہ چھپ کر ساری وادی کو دیکھ سکتا تھا اور کسی کی نگاہ ان کو نہ دیکھ سکتی تھی۔ یہ جھاڑیاں زیادہ اونچی نہ تھیں لیکن عنبر ان دونوں بچوں کو چھپانے کے لیے مناسب جگہ سمجھ رہا تھا۔ مگر وہ گھوڑے کے بارے میں یہ نہ جان سکا کہ آیا وہ

نظر آ سکتا ہے یا نہیں۔ ویسے بھی رات گزارنے کے
لیے یہ جگہ موزوں تھی۔ کیونکہ وادی میں یہ جگہ سب
سے اونچی تھی اور اس کے ارد گرد گھنی جھاڑیوں کا
اچھا خاصا ہجوم تھا۔ عنبر نے گھنی جھاڑیوں کے درمیان
ایک جگہ کپڑا بچھا کر بچوں کو آرام کرنے کے لیے
اس پر بٹھا دیا۔ رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد دونوں بچے نیند کی آغوش میں
چلے گئے۔ اب عنبر مطمئن تھا کہ وہ لوگ ان تک نہ
پہنچ سکیں گے اور رات گزارنے کے بعد دن کے
وقت وہ صورت حال کا جائزہ لے کر کوئی قدم
اٹھائے گا۔

آدھی رات کے بعد آسمان صاف ہو گیا اور پچھلی رات
کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور
اس کی ہلکی ہلکی روشنی میں پوری وادی سائے کی طرح
نظر آ رہی تھی۔

عنبر نیچے وادی میں ہر ایک چیز کو صاف طور پر
دیکھ سکتا تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ وہ گھوڑ سوار ابھی
تک وادی میں موجود تھے۔ شاید ان کو عنبر اور بچوں
کی موجودگی کا احساس تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے

کہ یہ سب کے سب کہیں چھپ گئے ہیں۔ شاید
وہ بھی بادلوں میں سے چاند کے نکلنے کا انتظار کر
رہے تھے۔ وہ گھوڑ سوار بے حد خطرناک نظر آ
رہے تھے اور یہ تعداد میں پانچ تھے۔

انہوں نے چشمہ کے قریب اپنا ڈیرا جمایا ہوا تھا۔
نہ جانے یہ کون لوگ تھے اور کہاں سے آئے تھے،
اور ان کی منزل کون سی ہے۔ عنبر نے سوچا۔ مگر
اگر ان کے آنے کا راستہ وہی ہوا۔ جدھر کو وہ جا
رہا ہے تو وہ ان سے ضرور مل لیتا۔ مگر ان کا
راستہ وہی تھا۔ جدھر سے عنبر بچوں کو بچا کر لایا
تھا۔ عنبر کو خطرہ تھا کہ یہ وہ یہودی ہی نہ ہوں،
جنہوں نے اس بستی کو تباہ کیا تھا اور اب یہ کہیں
ان بچوں کو بھی نقصان نہ پہنچائیں۔ عنبر یہ تو اچھی طرح
جانتا تھا کہ یہ لوگ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔
اسے فکر تھی تو صرف بچوں کی۔

ان گھوڑ سواروں میں ایک اچھے خاصے مضبوط جسم
کا لمبی ڈیل ڈول والا آدمی تھا اور اس کا قد
عام آدمی کے قد سے خاصا بڑا تھا۔ اس نے چاند
نکلتے ہی چاندنی میں اُٹھ کر وادی کے چاروں

طرف نظر دوڑائی اور یہ نظر گھومتی گھومتی وہاں آ
کر رُک گئی۔ جہاں عنبر ان دو بچوں کے ساتھ
موجود تھا۔ عنبر یہ بات اچھی طرح نہ جان سکا کہ
آیا اس نے ان لوگوں کو دیکھ بھی لیا ہے کہ
نہیں۔ مگر عنبر محسوس کر رہا تھا کہ وہ آدمی مسلسل
اس طرف نظریں جمائے دیکھ رہا ہے جدھر وہ
چھپے ہوئے ہیں۔ پھر وہ آدمی آہستہ آہستہ گھٹنوں کے
بل جُھک گیا۔ اور اس نے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ
کوئی بات کی۔ پھر وہ پانچوں گھوڑ سوار چشمہ سے پانی
پینے لگے۔

اس لمحے عنبر نے اپنے پیچھے آہٹ محسوس کی،
اس نے جو پلٹ کر دیکھا تو عاصمہ اس کے پیچھے
کھڑی تھی۔ وہ عنبر کو اس وقت بڑی اُداس
اور معصوم گڑیا کی طرح نظر آ رہی تھی۔ وہ بھی
عنبر کے پیچھے کھڑی ان پانچوں کو دیکھنے لگی، جو
چشمہ سے پانی پی رہے تھے۔

"یہ کون لوگ ہیں؟"

عاصمہ نے خوف زدہ اور دھیمی آواز میں عنبر
سے سوال کیا۔ اُس کے اس انداز سے پتا چلتا

ں کہ اس کا ننھا اور معصوم سا دل کسی ٹہنی کی
طرح لرز رہا ہے۔

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ اس کی نظریں
ان پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ لوگ کون ہیں۔؟" عاصمہ نے استفسار کیا۔
عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہ ڈاکو ہیں۔"

عاصمہ نے معصوم لہجے میں بولی۔

"ڈاکو بچوں کو تو کچھ نہیں کہتے۔"

عنبر نے عاصمہ کی معصومیت کو محسوس کرتے ہوئے
سرگوشی میں کہا۔

"خاموش رہو، ڈاکو قتل کرتے وقت چھوٹوں بڑوں
کا کوئی خیال نہیں کرتے۔"

یہ کہتے ہوئے عنبر کی نظروں میں بستی کا وہ منظر
گھوم گیا۔ جس میں یہودیوں نے بچوں، بوڑھوں اور
کو بے دردی سے قتل کر دیا تھا اور انہوں
کا بھی لحاظ نہ کیا تھا۔ عنبر نے عاصمہ کے
ہی ڈاکوؤں کا نام لیا تھا۔ حالانکہ اسے پورا
کہ یہ ان یہودیوں میں سے ہی ایک ٹولہ

ہے۔

پانی پینے کے بعد لمبے قد والے آدمی نے اپنی گردن سب سے پہلے اوپر اٹھائی اور اس کے ساتھ ہی تین چار قدم پیچھے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ عنبر کو اس کی حرکات سے محسوس ہو رہا تھا کہ اس لمبے قد والے آدمی کو شبہ ہو گیا ہے کہ ان کے دور نزدیک کوئی چھپا ہوا ضرور ہے۔ غالباً اس نے عاصمہ کی کوئی معمولی آہٹ محسوس کر لی تھی جس سے اسے شبہ ہو گیا تھا۔ عنبر نے سوچا۔ اگر واقعی اس آدمی کو ہماری موجودگی کا احساس ہو چکا ہے تو یہ آدمی بہت خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بھی پانی پی لیا تھا۔ وہ چاروں چشمہ کے کنارے کپڑا بچھا کر لیٹ گئے مگر وہ لمبے قد والا آدمی یونہی پتھر پر بیٹھا رہا۔

عنبر اور عاصمہ بھی خاموش بیٹھے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد عنبر نے عاصمہ کو بہت پیار سے نرم لہجے میں کہا۔

"عاصمہ سو جاؤ۔"

عاصمہ نے جواب دیا۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔"

اس نے یوں ڈرتے ڈرتے یہ لفظ ادا کیے، جیسے اسے ڈر ہو کہ کہیں عنبر اس بات پر اسے ڈانٹ نہ دے۔

عنبر نے خاموشی سے جو تھوڑا سا کھانا تھا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اور عاصمہ چپکے سے چھوٹے چھوٹے لقمے توڑ کر کھانے لگی۔ کھانا کھانے کے بعد عاصمہ نے پانی مانگا تو عنبر نے احتیاط کے ساتھ پانی کا برتن اس کی طرف بڑھا دیا۔ کچھ دیر کے بعد عنبر نے دوبارہ عاصمہ کو سونے کے لیے کہا، تو عاصمہ لیٹ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد خراٹے لینے لگی۔ اس کے سونے کے بعد عنبر بچوں سے کچھ ہٹ کر بیٹھ گیا۔

عنبر کی نظریں مسلسل ان پانچوں آدمیوں پر لگی ہوئی تھیں اور وہ بڑے سکون کے ساتھ ان کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ کہ اچانک گھوڑے کے بہت زور سے ہنہنانے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی عاصمہ کی دلدوز چیخ سنائی دی۔ عنبر اندھا دھند اٹھ کر بچوں کی طرف دوڑا اور پھر اسے چونک کر رک

جاتا پڑا۔ عنبر کو ایک لمحہ کے لیے یقین نہ آیا کہ اس
جگہ ریچھ بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اسے یقین کرنا پڑا ۔
عاصمہ اور قاسم بڑی طرح چیخ رہے تھے اور گھوڑا
زور زور سے اپنے پاؤں زمین پر مار رہا تھا۔

عنبر نے دیکھا کہ گھوڑے نے اپنی اگلی ٹانگیں تھوڑی
سی جھکا لی تھیں اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے
وہ ریچھ کے حملے کا جواب دینے کے لیے اپنے آپ
کو تیار کر رہا ہے۔

عنبر نے گھوڑے کا تو کوئی خیال نہ کیا اور دوڑ
کر دونوں بچوں کو اپنی گود میں اُٹھا لیا اور فوراً
ہی پلٹ کر دور ہٹ گیا۔ جہاں چند درخت موجود تھے
اب عنبر نے دونوں بچوں کو درخت کی گھنی شاخوں میں
ایک مضبوط تنے پر بٹھا دیا۔

عنبر نے دیکھا کہ ریچھ کو بھی اندازہ ہو گیا ہے کہ گھوڑا
اسے مقابلہ کی تیاری کر رہا ہے۔

عنبر نے ریچھ کے اندازے سے یہ محسوس کیا کہ وہ
کسی بات کا فیصلہ کر رہا ہے کہ وہ پہلے گھوڑے کا
مقابلہ کرے یا عنبر پر حملہ کرے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ
چلتا ہوا گھوڑے کی طرف خوفناک انداز میں بڑھنے لگا۔

جیسے وہ گھوڑے کو اپنے تیز ناخنوں اور دانتوں سے چیر
پھاڑ کر رکھ دے گا۔ اسی لمحے اس نے ایک جست
لگائی لیکن گھوڑا پھرتی کے ساتھ ایک طرف کود گیا اور
اسی وقت گھوڑے نے کمال کر دیا۔ وہ ایک لمحے کے
لیے اپنی اگلی ٹانگوں پر جھکا اور پھر جلدی سے گھوم
گیا۔ اس کا یوں گھومنا ریچھ کے لیے بے حد خطرناک
ثابت ہوا۔ گھوڑے نے جیسے ہی ریچھ کی طرف پشت
کی اور اس نے اپنی دونوں پچھلی ٹانگیں اٹھا کر ریچھ
کو دولتی ماری اور ریچھ لڑکھڑا کر دور جا گرا۔ چوٹ
ریچھ کے کندھے پر لگی تھی۔ لیکن ریچھ فوراً سنبھل گیا۔
اور اس کی آنکھیں غصے سے چمکنے لگیں۔

عنبر جہاں تھا وہی کھڑا رہا۔ ریچھ کے سنبھلتے
سنبھلتے گھوڑے نے ایک اور دولتی جھاڑ دی۔ اب
کی بار ریچھ کو کندھے پر شدید چوٹ آئی تھی۔ عنبر
نے دیکھا کہ اس کے کندھے سے خون بہہ رہا تھا۔
ریچھ نے اس ضرب کو کھانے کے بعد بڑی خوفناک
چیخ ماری جس سے ساری وادی دہل اُٹھی اور اب
وہ گھوڑے کی طرف کچھ اپنا پنجہ اس طرح اٹھا رہا
تھا جیسے وہ ایک ہی وار میں گھوڑے کی گردن توڑ

دینا چاہتا ہو۔ ایسی حالت میں اگر وہ گھوڑے پر وار
کر دیتا تو عنبر کو یقین تھا کہ گھوڑا اس حملے سے
اتنا زخمی ہو جاتا کہ اس کے جسم کا کوئی نہ کوئی
حصّہ بیکار ہو جاتا۔ یہی وہ لمحہ تھا۔ جب عنبر بھاگ
کر گھوڑے کے قریب پہنچا اور یونہی ریچھ گھوڑے پر
حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو عنبر نے ایک زور
دار تھپڑ اس کے جسم پر مارا اور ریچھ لڑکھڑاتا ہوا
اس چشمہ کی طرف لڑھکنے لگا جہاں وہ پانچ گھوڑ سوار
بیٹھے ہوئے تھے۔ ریچھ کی ایک ہولناک چیخ نکلی تھی۔
یہی وہ وقت تھا جب ان پانچ گھوڑ سواروں کو اُن
کی موجودگی کا مکمل علم ہو گیا۔

قاسم اور عاصمہ درخت پر بیٹھے اِدھر اُدھر دیکھ
رہے تھے۔ عاصمہ کی آنکھوں میں خوف و دہشت کے آثار
نمایاں تھے۔ غالباً ریچھ کے گرنے کے دھماکے نے اس
کے ننھے سے دل میں کئی طوفان اٹھا دیئے تھے۔

"کون ہے؟"

قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"خاموش رہ۔"

عنبر نے سخت لہجے میں کہا۔

گھوڑا بھی اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے کان بھی
کھڑے تھے۔ کیونکہ اب پانچوں گھوڑ سواروں نے گھوڑوں
پر سوار ہونا شروع کر دیا تھا۔ اور ان کے گھوڑوں
کے ٹاپوں کی آواز ان کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی۔
اور تھوڑی دیر کے بعد ان گھوڑ سواروں کے گھوڑے
ٹھیک اس درخت کے نیچے آ کر رُکے جہاں عاصمہ اور
قاسم چھپے ہوئے تھے۔

ان بچوں کی گھوڑ سواروں کو دیکھ کر خوف سے
چیخ نکل گئی۔ اس چیخ کے سنتے ہی لمبے قد والے
آدمی نے اوپر درخت کی طرف دیکھا۔ اور بڑے
ہولناک انداز میں بولا۔

"اوہ۔۔۔ دو ننھے کبوتر۔"

عنبر نے غصّہ بھری نظروں سے بچوں کی طرف دیکھا۔
انہوں نے خود کو ظاہر کر کے عنبر کے لیے ایک
مصیبت کھڑی کر دی تھی۔

عنبر اپنے دل میں ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ جس پر
اب عمل کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ اپنے دل میں
ان بچوں کو چھپا کر مطمئن ہو گیا تھا یہ سوچ ہی
رہا تھا کہ میں ان پانچوں کا تیا پانچہ کروں گا کہ

ان بچوں کی چیخ نے سارا معاملہ ہی اُلٹ کر رکھ دیا تھا۔

اب عنبر کو کوئی نیا فیصلہ کرنے کی ضرورت تھی۔ لمبے قد والا آدمی عنبر کو بڑے غور سے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے درخت کی طرف اشارہ کر کے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ ان بچوں کو نیچے اتار کر اپنے قبضے میں کر لو۔ پھر اس سے نپٹ لیتے ہیں۔

یہ لمحہ اتنا خوفناک اور ڈراؤنا تھا کہ دونوں بچے خوف کے مارے زور زور سے چیخیں مار کر رونے لگے۔

عنبر کو اب یہ خدشہ ہوا کہ کہیں بچے خوف سے درخت پر سے نیچے نہ گر جائیں۔ اس نے صورت حال کے مطابق نرمی سے کام لیتے ہوئے لمبے قد والے آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔

"تمہیں بچوں کے سامنے اتنی سختی سے نہیں بولنا چاہیے تھا، تمہیں بچوں کے ساتھ پیار اور محبت سے بات کرنا چاہیے تھی۔ یہ ننھے اور معصوم دل کے مالک تمہارے خوفناک لہجہ اور کرخت آواز سے ڈر گئے ہیں۔"

اسی لمحے عنبر نے دیکھا کہ اس لمبے قد والے آدمی کے چہرے پر سخت گیری جھلک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں لال پیلی ہو رہی ہیں۔

چند لمحوں تک لمبے قد والا آدمی عنبر کو تیز آنکھوں کے ساتھ دیکھتا رہا پھر بڑے حقارت آمیز انداز میں کہنے لگا۔

"کالے سور بتاؤ تم کون ہو اور یہ تمہارے ساتھ بچے کس کے ہیں اور تم کب سے ان کو ساتھ لے کر پھر رہے ہو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے عنبر کے کندھے پر اپنی طاقت کے اظہار کے لیے ہاتھ رکھ کر ذرا دبایا۔

عنبر کا خون کھول اٹھا۔ بے اختیار اس کا جی چاہا کہ اس لمبے قد والے آدمی کو اٹھا کر اتنی دور پھینک دے کہ پھر اس کی لاش تک نظر نہ آئے۔ لیکن ان دونوں بچوں کی مجبوری نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان دونوں بچوں کی جانیں بھی ضائع ہو سکتی تھیں۔ وہ اپنے غصے کو ضبط کر گیا۔

پھر لمبے قد والے کے ساتھی نے بچوں کو درخت

سے اتار لیا۔ بچے ڈرتے ڈرتے نیچے اتر آئے اس وقت عنبر کو بچوں پر غصہ بھی آ رہا تھا اور رحم بھی۔ اگر وہ نہ بولتے تو ان لوگوں کو ان کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر لمبے قد والے آدمی نے عنبر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اور کون ہے تمہارے ساتھ۔"

عنبر بولا۔

"میرے ساتھ ان بچوں کے سوائے یہاں اور کوئی نہیں ہے۔"

لمبے قد والے آدمی نے عنبر کو زور سے لات ماری مگر وہ خود اپنی ٹانگ بھی سہلانے لگا۔ کیونکہ عنبر کو لات مارنے سے اسے ہی پاؤں میں دھچکا سا لگا تھا۔ مگر وہ اس بات کو سمجھ نہ سکا۔ بلکہ اپنے اس درد کو چھپانے کے لیے زور زور سے قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔ اور جب اس کے قہقہے بند ہوئے، تو بولا۔

"ہاں بتاؤ، کہاں سے لائے ہو ان بچوں کو۔"

عنبر نے کہا۔

"یہ کسی کی امانت ہیں اور میں ان کو امانت دار کے حوالے کرنے جا رہا ہوں۔"

لمبے قد والا بولا۔

"تم یہ اتنا خوبصورت گھوڑا کہاں سے چرا کر لائے ہو۔"

عنبر نے جو ان بچوں کے ہاتھوں مجبور تھا، ایک بار پھر وہ واقعہ جو بچوں اور اس کے ساتھ گزر چکا تھا، صاف صاف ان لوگوں کو بتا دیا۔

جب عنبر یہ واقعہ بیان کر چکا تو اس نے دیکھا کہ اس لمبے قد والے آدمی کا رویہ کچھ اور سخت ہو گیا تھا۔ عنبر نے اندازہ لگا لیا کہ ان پانچوں کا بستی پر حملہ کرنے والوں سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ کوئی ڈاکو ہیں۔

اتنے میں عنبر نے سنا کہ لمبے قد والا آدمی اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہ بچے بڑے کام کے ہیں اور یہ شاندار گھوڑا میں لوں گا۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا شاندار اور خوبصورت گھوڑا کبھی نہیں دیکھا۔ گھوڑا ان سب سے دور کھڑا حیران حیران نظروں سے دیکھ رہا تھا اور کوئی بات سمجھے

کی کوشش کر رہا تھا۔

لمبے قد والا بولا۔

"ہم ان بچوں کو اور اس کو کسی عرب ریاست میں فروخت کر کے اچھے پیسے کما سکتے ہیں۔"

عنبر نے دیکھا کہ دونوں بچے بُری طرح سہمے ہوئے کھڑے ہیں۔

عنبر نے پہلے سوچا کہ ان سے دو دو ہاتھ ہو جائیں بعد میں دیکھا جائے گا جو ہو گا۔ مگر اس خوف سے پھر رُک گیا کہ لڑائی جھگڑے میں یہ خطرناک ڈاکو کسی بچے کو نقصان نہ پہنچائیں اور کوئی بچہ جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔ عنبر نے اتنے طویل سفر میں پہلی بار اپنے آپ کو اتنا بے بس پایا۔ وہ پانچ تھے، اگر دو تین ہوتے تو شاید اب تک اپنے انجام کو پا چکے ہوتے۔

اب لمبے قد والے آدمی نے دونوں بچوں کو ایک ایک اپنے ساتھی کے حوالے کیا اور عنبر کو بھی ایک ساتھی کے ساتھ گھوڑے پہ سوار ہونے کو کہا۔

عنبر نے پہلی بار کسی کا کہنا اس طرح مانا تھا۔ صرف کسی مناسب وقت کے لیے۔

عنبر ایک بات پہ حیران تھا کہ بچوں کا گھوڑا ان کے

آنے کے تھوڑی دیر بعد ان سے دور آتا دکھائی دیا جو ڈاکوؤں کے سردار یعنی لمبے قد والے آدمی نے اپنے ایک ساتھی کو پکڑنے کے لیے کہا تھا مگر گھوڑا کسی طرح بھی اس کے قابو میں نہ آیا تھا۔ وہ اسے اِدھر اُدھر بھگاتا رہا تھا۔ آخر وہ تھک ہار کر واپس آ گیا تھا۔ یہ منظر سب ڈاکوؤں نے دیکھا تھا۔

لمبے قد والا بولا۔

"چلو چھوڑ دو اس گھوڑے کو"

یہ کہا اور وہ عنبر اور دونوں بچوں کو لے کر چل دیئے۔

مگر کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ دور ہی دور گھوڑا ان کا پیچھا کر رہا ہے۔

وہ کسی عرب ریاست کی طرف سفر کر رہے تھے۔ جہاں انہوں نے ان کو فروخت کرنا تھا۔ لیکن عنبر موقع کی تلاش میں تھا۔

یہ لوگ ان تینوں کو لے کر ایک طویل اور انجانے سفر پہ روانہ ہوئے۔ دن گزرتا گیا اور شام کا اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ وادی میں کافی آگے جا کر درختوں کا ایک جنگل آ گیا۔ درخت گھنے جھکے سے تھے اور ان کے

تنے کافی بڑے بڑے تھے۔ ایک جگہ کچھ درختوں نے ایک گول چکر سا بنا رکھا تھا۔ اس چکر کے اندر ایک چھوٹا سا ٹیلہ بنا ہوا تھا۔ اس ٹیلے پر گھاس اور جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ چاند کی روشنی جنگل میں آ رہی تھی۔ گھوڑے بری طرح تھک چکے تھے۔

پھر عنبر نے دیکھا کہ وہ سب ایک ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں آگ کے شعلے روشن تھے۔ عنبر نے سوچا شاید وہاں اُن کے اور ساتھی موجود ہوں گے۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا صرف آگ روشن تھی۔ قریب پہنچنے پر پتا چلا۔ شاید ان سے پہلے کوئی قافلہ وہاں سے اُٹھ کر گیا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی رات گہری ہو گئی تھی۔ ڈاکوؤں کے سردار نے گھوڑوں سے اُترنے کا حکم دیا۔ سب گھوڑوں سے اتر گئے اور گھوڑے ایک طرف کرنے لگے۔

ڈاکوؤں کے سردار نے عنبر اور بچوں کو کچھ کھانے کو دیا۔ عنبر کو تو بھوک کی پرواہ تک نہ تھی۔ اس نے چپکے سے اپنے حصے کا کھانا بھی بچوں کو کھلا دیا کیونکہ وہ کافی دیر سے بھوکے تھے۔ ان میں سے ایک قریبی چشمہ سے پانی لے آیا اور سب نے پیا۔

ڈاکوؤں کے سردار نے پہلی بار اپنے ساتھیوں کو

ان کے نام سے پکارتے ہوئے کہا۔

"ڈیوڈ۔ جیکب تم دونوں ایک ایک بچے کو اپنے ساتھ سلاؤ گے اور نوجوان کو الگ سونے دو۔"

ان دونوں نے بیک زبان کہا۔

"بہتر سردار۔"

پھر لمبے قد والا عنبر سے مخاطب ہوا۔

"سنو نوجوان ۔ یہ لو کمبل اور لیٹ جاؤ اور ہاں ایک بات یاد رکھنا کہ ہمارے ساتھ کوئی چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرنا، رات کو معمولی سی آہٹ پہ تیر چلا دیا کرتا ہوں۔"

عنبر خاموش رہا۔

لمبے قد والے آدمی نے عنبر کا کان پکڑ کر اسے زور سے مروڑ دیا۔

عنبر پھر بھی خاموش رہا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی آہ تک نہ نکلی۔

ڈاکوؤں کا سردار تلملا کر بولا۔

"جانے یہ نوجوان کس چیز کا بنا ہوا ہے۔ میرے اس طرح کان مروڑنے سے طاقتور آدمی بھی چلا اٹھتا ہے مگر اس کے منہ سے اُف تک نہیں

نکلی ہے۔"

پانچوں میں سے ایک بولا۔

"سردار اسے کوئی معمولی نوجوان نہ سمجھو، مَیں تو حیران ہوں کہ یہ اب تک خاموش کیوں ہے۔ نہ جانے یہ کس وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ اسے ختم کر دیں۔ کیونکہ یہ کسی وقت بھی ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

دوسرا بولا۔

"سردار اس نے ہمارے سامنے جھوٹ بولا تھا کہ یہ دونوں بچے کسی کی امانت ہیں اور یہ انہیں کہیں لے کر جا رہا ہے۔ اس نے یہ بچے اغوا کیے ہیں۔"

یہ بات سنتے ہی عنبر کا ہاتھ کچھ اس طرح اوپر اُٹھ گیا کہ وہ اس آدمی کو نہیں چھوڑے گا۔ مگر اس کے سامنے چار ننھی ننھی معصوم آنکھیں گھوم گئیں اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

عنبر خاموشی کے ساتھ ایک طرف لیٹ گیا۔ اس نے سوچا تھا کہ جب یہ لوگ سو جائیں گے تو وہ ان بچوں کو کسی محفوظ جگہ پہنچا کر ان سے دو دو ہاتھ کرے گا۔ اسے اس وقت ناگ اور ماریا بہت

یاد آئے کہ خدا جانے وہ دونوں کہاں ہوں گے۔ اگر وہ اس وقت اس کے ساتھ ہوتے تو معاملہ کب کا صاف ہو چکا ہوتا۔

دونوں بچے تھکے ہوئے تھے۔ بہت جلد سو گئے۔ عنبر کو نیند کی ضرورت ہی نہ تھی۔ وہ تو صرف دکھاوے کے لیے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا جیسے وہ سو رہا ہو۔

عنبر ان پانچوں کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ان سے کیسے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور بچے بھی محفوظ رہیں۔

عنبر نے کمبل سے منہ باہر نکال کر دیکھا تو وہ پانچوں آگ کے قریب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ لمبے بالوں والا آدمی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ ہمیں اس نوجوان کو سوتے میں ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔ اور ان بچوں کو ہم کسی جگہ فروخت کر دیں گے اور گھوڑا مَیں لے لوں گا۔

اس کا ایک ساتھی بولا۔

"سردار یہ گھوڑا ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔ میرا خیال ہے یہ ان بچوں سے بہت گھلا ملا ہے۔ آپ

دیکھیں نا ۔ گھوڑا ہم سے دور کس طرح چوکس کھڑا بچوں کو دیکھ رہا ہے۔"

ڈاکوؤں کا سردار بولا۔

"تو پھر کیوں نہ ان بچوں کو بھی اس کے ساتھ ہی ختم کر دیا جائے۔ دن نکلنے تک میں اپنے ساتھ گھوڑے کو مانوس کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں اس کی پشت پر سوار ہو گیا تو پھر اس کا سنبھالنا میرے لیے مشکل نہ ہو گا۔"

اس کے ساتھی نے کہا۔

"سردار یہ تو ٹھیک ہے اگر بعد میں کسی نے گھوڑا ہمارے پاس دیکھ لیا تو ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ لوگ کون ہیں اگر اس گھوڑے کی وجہ سے بچوں کے وارثوں سے ملاقات ہو گئی تو کیا جواب دو گے۔ میرا تو خیال ہے کہ ان تینوں کو ختم کر دو اور گھوڑا کہیں جا کر فروخت کر دیں گے۔"

اس کے دوسرے ساتھی نے گھور کر اس آدمی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کیسی بے وقوفوں سی بات کرتے ہو۔ ہم صرف اس

نوجوان کو ہی ہلاک کریں گے اور بچوں کو فروخت کر دیں گے۔ گھوڑا سردار کو پسند ہے۔ اسے ہم فروخت نہ کریں گے۔ اگر ان بچوں کو کوئی والی وارث ملا تو کہہ دیں گے کہ یہ ہمیں کسی چراگاہ میں چرتے ہوئے ملا تھا۔ اس کے پاس کسی بچے وچے کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ اس لیے ہم نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ اب ہم سو جائیں۔"

سردار نے اپنے دوسرے ساتھی کی بات کی تائید کی۔ مگر اس نے فی الحال عنبر کو ہلاک کرنے کا منصوبہ ملتوی کر دیا۔ اور بولا۔

"ہم اس کے متعلق صبح فیصلہ کریں گے اور . . ."

وہ لوگ سونے کی تیار کرنے لگے۔

ابھی وہ لوگ سونے کی تیاری کر رہی تھے کہ عاصمہ جاگ اٹھی اور وہ اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے عنبر کے پاس آ گئی۔

ڈاکوؤں کے سردار نے بڑے غور سے عاصمہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"اے لڑکی! اپنی جگہ پر واپس جاؤ اور سو جاؤ اور جو اس کے پاس دوبارہ آئی تو میں جان

سے مار دوں گا۔"

اس سے پہلے کہ عاصمہ واپس جاتی۔ عنبر سردار
سے مخاطب ہوا۔

"سردار رہنے دو اسے میرے پاس ہی، ہم بھاگ
تو نہیں جائیں گے۔"

کچھ سوچ کر سردار خاموش رہا اور پھر وہ سب
سونے کے لیے لیٹ گئے۔

سردار نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔

"تم جاگتے رہو۔ جب تمہیں نیند آنے لگے تو دوسرے
کو جگا دینا۔"

اس نے کہا۔"بہتر سردار۔"

کچھ دیر کے بعد وہ چاروں سو گئے۔ مگر ان کا
پانچواں ساتھی جاگ رہا تھا اور اُونگ رہا تھا۔ کافی
دیر بعد عنبر نے محسوس کیا کہ ان کا پانچواں ساتھی
کسی کو جگائے بغیر سو گیا ہے۔

عاصمہ عنبر کے ساتھ چمٹ کر سوئی ہوئی تھی۔
عنبر نے اٹھنے کا ارادہ کیا یہ سوچ کر کہ قاسم
کو خاموشی سے جگا لے۔ تو لڑکی جاگ پڑی۔ اس
نے دیکھا کہ سب ڈاکو سوئے ہوئے ہیں۔ تو عاصمہ

عنبر سے بولی۔

"مجھے ان آدمیوں سے ڈر لگتا ہے۔"

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

"تم خاموش رہو۔ میں خود بھی ان کو پسند نہیں
کرتا۔ میں ابھی قاسم کو جگاتا ہوں۔ پھر ہم لوگ
بھاگ چلیں گے۔"

عنبر نے دیکھا کہ ڈاکوؤں کے گھوڑے بندھے
ہوئے ہیں اور ان کا اپنا گھوڑا دور کھڑا اسی
طرف دیکھ رہا ہے۔ عنبر نے سوچا کہ میں ان دونوں
کو اٹھا کر گھوڑے پر سوار ہو جاؤں [illegible] پھر ہم
بھاگ جائیں گے۔"

عنبر اٹھا مگر اسے اچانک کسی کی گھورتی ہوئی آنکھوں
کا احساس ہوا۔ اور ان ڈاکوؤں میں سے ایک بڑی
خونخوار آنکھوں سے عنبر کو دیکھ رہا تھا۔

عنبر پھر لیٹ گیا۔ اس نے دو تین بار اس شخص
کی طرف کنکھیوں سے دیکھا مگر وہ مسلسل جاگ رہا
تھا۔ ایسی صورت میں عنبر سمجھ گیا کہ فرار ہونا ناممکن
ہے۔ پھر عنبر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ اسے
[illegible] تھا کہ یہ لوگ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے

مسئلہ صرف عاصمہ اور قاسم کا تھا۔ وہ ڈرتا تھا کہ
ڈاکو کہیں ان کو نہ کوئی نقصان پہنچائیں۔

صبح تک ڈاکوؤں نے نیند پوری کر لینا تھی سورج
نکلنے کے بعد جو حالات پیش آنے والے تھے۔ عنبر
ان پر غور کر رہا تھا۔

عنبر کو قریب پاکر عاصمہ پھر بے فکر ہو کر
سو گئی تھی۔ رات کو فرار ہونے کا منصوبہ ترک کر
دینا پڑا عنبر کو — رات کو آگ کے قریب ان
پانچوں کے درمیان جو بات چیت ہوئی تھی۔ اس
سے عنبر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اسے ختم
کر دینا چاہتے ہیں۔ صرف بچوں اور گھوڑے کو
ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔

سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی وہ لوگ جاگ
پڑے۔ پھر انہوں نے چائے بنائی، خود بھی پی اور
بچوں اور عنبر کو بھی دی۔ اس سے فارغ ہونے
کے بعد ڈاکوؤں کا سردار قاسم سے مخاطب ہوا۔

"یہ گھوڑا تمہارے ساتھ بہت گھلا ملا ہوا لگتا ہے، ت
اس کو پکڑو۔"

قاسم گھوڑے کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ جب

گھوڑے کے قریب پہنچا تو گھوڑا پیار سے ہنہنایا۔ قاسم نے
گھوڑے کو تھپکی دی اور لمبے قد والے کو اشارے
سے اس کے پیچھے آکر سوار ہونے کے لیے کہا۔
جب لمبے قد والا آدمی گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں کے
قریب پہنچا تو قاسم نے گھوڑے کو ایک خاص اشارہ
دیا۔ گھوڑا ایک دم اگلی ٹانگوں پر جھکا اور اس نے
اپنی پچھلی ٹانگوں کو اوپر اٹھایا اور لمبے قد والے کو
ایک زور دار دولتی جھاڑ دی۔ وہ اس کی دولتی کھا
کر دور جا گرا اور پھر اٹھ نہ سکا۔

لمبے قد والے کی یہ حالت دیکھ کر اس کے دو
ساتھی قاسم اور گھوڑے کی طرف بڑھے۔ باقی دو عنبر
کے پاس کھڑے رہے۔ یہی وہ موقع تھا جس کا عنبر کو
انتظار تھا۔ عنبر نے بھی خوب فائدہ اٹھایا اور دونوں
کو اٹھا کر دور نیچے وادی میں پھینک دیا اور دوڑ
کر قاسم کے پاس چلا گیا۔

عنبر جب قاسم کے پاس پہنچا تو باقی دونوں نے
اسے قابو کر لیا، اور اپنے ساتھی ڈاکوؤں کو ادھر ادھر
دیکھا جو انہیں کہیں بھی نظر نہ آئے۔

عنبر بھی مذاق کے موڈ میں آ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا

کر یہ دونوں اس کا اور بچوں کا اب کچھ نہیں بگاڑ
سکتے ۔ لہٰذا ان دونوں سے تھوڑی سی دل لگی کرنی
چاہیے ۔ وہ بلا حیل و حجت ان ڈاکوؤں کے قبضے میں
آ گیا تھا ۔

عنبر نے اپنے اوپر اس طرح خوف طاری کر لیا کہ
جس سے یہ ڈاکو سمجھیں کہ عنبر ڈر گیا ہے ۔

ایک ڈاکو نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا ۔

"اس کے ہاتھ رسی کے ساتھ پیچھے باندھ دو ۔"

عنبر خاموش رہا ۔ وہ تو ان کا تماشا بنانا چاہتا
تھا ۔ اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کے لیے کوئی
کوشش نہ کی ۔ ڈاکو کے ساتھی نے عنبر کے ہاتھ
پیچھے رسی کے ساتھ باندھ دیے ۔

پہلے والے ڈاکو نے بڑی غصیلی آواز میں کہا ۔

"تم نے ہمارے دو ساتھیوں کو دھوکے سے مار
دیا ہے ۔ اب ہم تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے ۔"

پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا ۔

"اسے زمین پر لٹا دو ، میں خود اس کا سر کاٹتا
ہوں ۔"

مگر عنبر خاموش تھا ۔ اور وہ دونوں حیران تھے کہ

عنبر پر موت کا ذرا برابر بھی خوف نہ تھا ۔ وہ مسکرا
رہا تھا ۔

پہلا ڈاکو بولا ۔

"ابھی تمہاری ساری مسکراہٹ ختم ہو جائے گی ۔"

جب دونوں ڈاکو عنبر کو زمین پر لٹانے لگے تو عنبر
نے کہا ۔

"کیوں میرا اور اپنا وقت ضائع کرتے ہو ، تم میرا
سر نہیں کاٹ سکو گے ۔"

"بکواس بند کرو ۔"

ایک نے کہا ۔

پھر دونوں ڈاکوؤں نے عنبر کو نیچے گرا دیا ۔ انھوں
نے کیا گرانا تھا ۔ عنبر خود ہی ذرا ڈرامہ پیدا کرنے کے لیے
نیچے گر کر لیٹ گیا ۔

ایک ڈاکو نے خنجر نکالا اور خنجر عنبر کی گردن پر
رکھ کر اس طرح چلانے لگا ۔ جس طرح قصائی بکرے
کی گردن پر چھری چلاتے وقت اپنے ساتھی کو بکرا مضبوطی
سے پکڑنے کے لیے کہنے کے لیے آواز نکالتا ہے ۔ پھر
وہ پریشان ہونے لگا ۔ کیونکہ ایک تو گلا نہیں کٹ رہا
تھا ۔ دوسرے خنجر کی آواز اس طرح آ رہی تھی جیسے

وہ خنجر پتھر کی سل پر چل رہا ہو۔
اس نے خنجر کی دھار دیکھی تو وہ بھی کچھ اس طرح
کند ہو چکی تھی جیسے اسے واقعی پتھر پر چلایا گیا ہو۔
پھر اس نے جھک کر غور سے عنبر کی گردن کو دیکھا
پھر ہاتھ سے ٹٹولا کر کہیں اس شخص نے گردن کے
گرد لوہے کا کوئی پٹہ تو نہیں ڈال رکھا۔ مگر ایسی
بات نہیں تھی۔

عنبر کی گردن باقاعدہ گوشت کی بنی ہوئی تھی اور
نرم تھی۔ مگر جب وہ خنجر اس پر رکھ کر چلانے
لگتا تھا تو وہ پتھر کی طرح سخت ہو جاتی تھی جس ڈاکو
نے عنبر کو پکڑ رکھا تھا۔ اپنے ساتھی سے اس نے کہا۔
"تم میں زور نہیں ہے ابھی تک تم اس کی گردن ہی نہیں
کاٹ سکے۔ ہٹو مجھے دو، میں ابھی اس کا معاملہ صاف
کرتا ہوں۔"

پہلے نے کہا۔
"میں کیا کروں میں نے اپنی پوری قوت صرف کر کے
اس کی گردن پر کئی بار خنجر چلایا ہے مگر اس کی گردن
تو پتھر کی طرح ہے۔"
پھر دوسرے نے عنبر کی گردن پر خنجر چلانا شروع

کیا۔ وہ حیران رہ گیا۔ اس نے کئی بار خنجر چلا کر
دیکھا۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا اور عنبر کی گردن پر
ایک ذرا سی لکیر تک نہ پڑی تھی۔ اب ڈاکو نے
خنجر عنبر کے پیٹ پہ زور سے مارا۔ خنجر کا پھل ٹوٹ
گیا اور ڈاکو کا اپنا ہاتھ زخمی ہو گیا اور عنبر مسکرا رہا
تھا۔ اس نے کہا۔
"میں نے کہا نہیں تھا کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔
لو اب تیار ہو جاؤ۔ میری باری اب ہے۔"

عاصمہ اور قاسم حیرانگی سے عنبر کو دیکھ رہے تھے اور
سوچ رہے تھے یہ کس قسم کا انسان ہے، جس پہ خنجر کا
کوئی اثر نہیں ہوتا نہ تو خنجر اس کی گردن پہ چلا اور نہ
ہی اس کے پیٹ میں لگا۔

انہوں نے دیکھا۔
عنبر نے ایک ہلکے سے جھٹکے سے اپنے ہاتھوں کی
رسیاں توڑ ڈالیں۔ عنبر نے اچانک حملہ کر دیا اور ڈاکو
سے خنجر چھین کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔
دوسرے ڈاکو نے عنبر کو پکڑ کر زمین پر گرانے کی
کوشش کی مگر اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ کسی
چٹان کو نیچے گرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

عنبر اب اپنی پوری طاقت میں آ چکا تھا۔ اب اسے
گرانا محال تھا۔ عنبر نے ڈاکو کو گردن سے پکڑ کر اپنے
سامنے کر لیا۔ ڈاکو خوف سے کانپنے لگا۔ اس نے اتنی
طاقت والا انسان آج تک نہ دیکھا تھا۔ وہ اسے کوئی
بھوت سمجھنے لگا اور اس کی اپنی طاقت جواب دے گئی
اس میں اتنی سکت بھی نہ رہی کہ وہ عنبر سے اپنا
آپ چھوڑ کر بھاگ جائے۔ عنبر نے اسے اوپر اٹھایا
اور ایک ایسا جھٹکا دیا کہ اس کی گردن کا منکا ٹوٹ
گیا۔ عنبر نے اسے نیچے پھینک دیا۔

عنبر آہستہ آہستہ چلتا ہوا عاصمہ اور قاسم کے قریب
پہنچا۔ عاصمہ بڑی طرح سہمی ہوئی تھی۔ عنبر نے اسے اٹھا
کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھول جیسی بچی کا مارے
خوف کے برا حال تھا۔ عنبر نے محسوس کیا کہ عاصمہ
اس سے بھی خوف زدہ ہے۔

عنبر نے عاصمہ کو تسلی دی اور کہا۔

"میرے پاس جادو ہے جس کی وجہ سے خنجر کا
وار مجھ پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ میرے ساتھ میری
ماں کی دعا ہے اس لیے کوئی برا آدمی میرا کچھ نہیں
بگاڑ سکتا۔ جو بچے اپنے ماں باپ کا کہا مانتے ہیں

وہ ان سے دعائیں لیتے ہیں۔ یہ دعائیں زندگی میں
انسان کی حفاظت کرتی ہیں۔"

عنبر نے اسے پیار کیا۔ وہ دل میں سوچنے لگا کہ
اگر ایسے ہی واقعات ہوتے رہے تو اس کا ننھا سا
دل دھڑکنا بند کر دے۔ اس نے دل میں سوچا۔
مجھے جلد از جلد ان بچوں کو ان کے والد کے پاس
پہنچا دینا چاہیے۔

گھوڑا بھی یہ سارا تماشا اطمینان سے دیکھ رہا تھا۔
اب عنبر گھوڑے کے پاس گیا اور اسے پکڑ کر
ان کے پاس لے آیا۔ عنبر اس جگہ کو جلد سے جلد
چھوڑ دینا چاہتا تھا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ ان ڈاکوؤں
کے ساتھی نہ آ جائیں۔ یا کہیں کوئی اور ہی مصیبت
کھڑی نہ ہو جائے۔

عنبر نے بچوں کو اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار
کیا اور اپنے سفر پر چل دیا۔

دن ڈھلتا رہا اور شام کا اندھیرا چھاتا رہا۔
عنبر بچوں کے ساتھ سفر کرتا رہا۔

ماریا یروشلم سے ناگ کی تلاش میں ملک افریقہ کی طرف روانہ
ہو گئی۔ یروشلم سے نکل کر ماریا نے زمین سے بلند ہو کر
ہوا میں مغرب کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔ افریقہ کا ملک
اس کا دیکھا بھالا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یروشلم سے دور بحیرہ
روم آئے گا۔ اس سمندر کے اوپر سے ہو کر وہ جنوب
کی طرف جائے گی تو افریقہ کا ساحل آ جائے گا۔ وہ صبح کو
یروشلم سے چلی تھی۔ شام ہونے سے پہلے پہلے وہ روم کے
سمندر کے کنارے پر پہنچ گئی۔ یہاں دور تک سمندر کے کنارے
کنارے بھوری چٹانیں چلی گئی تھیں۔ ان ہی چٹانوں میں ایک
جگہ گہرے کھوہ کے اندر ناگ سونے کے بت کی شکل میں
بے حس و حرکت پڑا تھا۔ مگر نہ ماریا کو اس کا پتہ لگ سکتا
تھا اور نہ ناگ کو ہی ماریا کا علم ہو سکتا تھا۔

ماریا ان چٹانوں کے پاس اتر آئی۔ اس نے ایک پتھر
بیٹھ کر دور تک پھیلے ہوئے روم کے نیلے سمندر کو دیکھا۔
اس سمندر میں کئی تاریخی جنگیں لڑی گئی تھیں اور ابھی کئی
جنگیں لڑی جانے والی تھیں۔ ماریا کو دور سمندر میں ایک
بادبانی جہاز اپنی منزل کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ اس کے سفید
اور نیلے بادبان ہوا میں پھولے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد
جہاز اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بیٹھے بیٹھے
آسمان پر بادل گھر کر آ گئے اور ہوا چلنے لگی۔ اتنے میں
ساحل کے ایک گاؤں کے کچھ بچے بھاگتے ہوئے آئے
اور ماریا کے قریب سے باتیں کرتے بھوری چٹانوں میں
جا کر گم ہو گئے۔ وہ کسی خفیہ خزانے کی باتیں کر رہے تھے۔
ماریا ہنس پڑی۔ بھلا یہ نادان بچے یہاں کس کا خفیہ خزانہ ڈھونڈ
رہے ہیں۔ یونہی دلچسپی کی خاطر ماریا پتھر پر سے اٹھ کر ان
چٹانوں کی طرف آ گئی جہاں بچے گئے تھے۔

بچوں کی آوازیں چٹانوں کے اندر کی بھول بھلیوں سے
آ رہی تھیں۔ یہ بھول بھلیاں وہ تنگ راستے تھے جو ساتھ
ساتھ لگ کر بکھری ہوئی چٹانوں کے درمیان بن گئے تھے۔
بچوں کی آواز پر ایک چٹان کے غار میں داخل ہوئی تو
دیکھتی ہے کہ بچے ایک جگہ سے زمین کھود رہے ہیں۔
چپ چاپ ان کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ بچے گھر

سے رسّی لے کر آئے تھے اور بڑی محنت سے سخت زمین
کو کھود رہے تھے۔ پھر انہوں نے وہاں سے ایک چمڑے
کا چوکور ٹکڑا نکال کر ایک دوسرے کو دکھایا۔ ایک لڑکے
نے قدیم عبرانی زبان میں کہا۔

"دیکھو یہ خزانے کا نقشہ ہے سام۔"

"دکھاؤ تو۔ ارے اس پر تو سمندر لکھا ہے۔"

"اور ساتھ پہاڑ بھی بنا ہے۔"

"نہیں یار خزانہ یہاں نہیں ہے۔"

"تو اور کہاں ہوگا؟"

اتنے میں ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا
تھا۔ کہنے لگا۔

"خزانہ مل گیا۔"

"کہاں ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ۔"

سب لڑکے اس کے پیچھے بھاگے۔ ماریا بھی ان کے پیچھے
پیچھے گئی کہ ذرا چل کر دیکھوں تو سہی کون سا خزانہ مل گیا
ہے۔ یہ سب لڑکے ایک چٹان کے اندر گھس گئے۔ آگے راستہ
تنگ تھا۔ وہ رینگ کر کھوہ میں داخل ہوئے۔ آگے ایک بڑے
پتھر کے نیچے سے اس لڑکے نے ایک سنہری سانپ کا بُت

نکال کر اپنے ساتھیوں کو دکھایا۔

"دیکھو۔ یہ ہے خزانہ۔ یہ سونے کا سانپ ہے۔"

باقی لڑکے اسے دیکھ کر کچھ ڈر سے گئے۔

"نہیں نہیں۔ اسے وہیں پھینک دو۔ یہ ضرور جادو کا سانپ
ہے۔ ہم اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

اس لڑکے نے سانپ وہیں پھینک دیا۔ ماریا کو سونے
کا سانپ دیکھ کر خیال آیا کہ کہیں یہ ناگ ہی نہ ہو۔ اسے
جادو گر نے جادو کر کے سونے کا سانپ بنا کر یہاں پھینک
دیا ہو۔ ماریا نے جلدی سے سونے کے سانپ کو اٹھا لیا۔ ان
لڑکوں نے جو سونے کے سانپ کو غائب ہوتے دیکھا تو
دہشت کے مارے ان کے چہرے زرد ہو گئے۔

"دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا یہ جادو کا سانپ ہے۔ بھاگو بھاگو
یہاں سے۔"

لڑکے افراتفری میں بھاگ اٹھے۔ ماریا سونے کے سانپ
کو لے کر غار سے باہر آگئی اور اسے غور سے دیکھنے لگی۔
ناگ جب سانپ بنتا تھا تو اس کی شکل صورت بالکل ایسی
ہی ہوتی تھی۔ جیسی کہ سونے کے سانپ کی تھی۔ ماریا بڑی
خوش ہوئی کہ اسے ناگ مل گیا۔ مگر سونے کے سانپ کی شکل
میں۔ اب وہ اسے کیسے دوبارہ زندہ کر سکے گی۔ اور کیا

معلوم یہ ناگ نہ ہو بلکہ کسی خزانے کا سونے کا سانپ ہو۔ ماریا نے فیصلہ کیا کہ وہ سونے کے سانپ کو اپنے پاس ہی رکھے گی اور افریقہ ہی جا کر کسی جادوگر سے مدد لیکر اسے زندہ کرنے کی کوشش کرے گی۔

رات کا اندھیرا چٹانوں اور سمندر پر پھیل رہا تھا۔ کالی گھٹا نے اس اندھیرے کو اور زیادہ تاریک بنا دیا تھا۔ لیکن ماریا کے لیے اندھیرا کچھ نہیں تھا۔ وہ اندھیرے میں بھی ہر شے کو دیکھ لیتی تھی۔ وہ ایک چٹان پر چڑھ گئی اور پھر چھلانگ لگا دی۔ نیچے گرنے کی بجائے وہ ہوا میں اڑنے لگی۔ اس کے نیچے گہرا سمندر تھا جو رات کے اندھیرے میں بڑا ڈراؤنا لگ رہا تھا۔ ماریا اُڑتے اُڑتے ساحل سے دور نکل کر سمندر کے درمیان میں آ گئی۔ وہ اپنے اندازے کے مطابق جنوب کی طرف چلی جا رہی تھی۔ وہ سمندر سے دس پندرہ فٹ اونچی تھی۔ تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ پھر بارش بھی آ گئی اور سمندر میں طوفان آ گیا۔ بڑی بڑی طوفانی لہریں ماریا کے پاؤں کو چھونے لگیں۔ ماریا سمندر سے اور اونچی ہو گئی۔ سمندر کی لہریں اوپر اُٹھ اُٹھ کر سمندر میں طوفان مچا رہی تھیں۔ ہوائیں سیٹیاں بجاتی چل رہی تھیں۔ ماریا کو کوئی پریشانی نہ تھی۔ وہ بڑے آرام سے اُڑتی چلی جا رہی تھی۔

ماریا ساری رات سمندری طوفان میں جھاگ اڑاتی موجوں کے اوپر اُڑتی رہی۔

دوسرے روز بھی وہ سمندر کے اوپر تھی مگر طوفان ختم ہو چکا تھا۔ آندھی رُک گئی تھی۔ بادل اسی طرح چھائے ہوئے تھے۔ ماریا نے کافی اونچا جا کر دیکھا تو اسے دور افریقہ کا ساحل نظر آیا۔ پھر بھی اسے کنارے تک پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔ افریقہ کے ساحل پر گھنے جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ کارتھیج کا شہر اور بندرگاہ وہاں سے جنوب کی طرف تھی۔ ماریا اس سے پہلے بھی وہاں عنبر اور ناگ کے ساتھ ایک بار آئی تھی۔ کارتھیج کو عرب قرطاجنہ کہتے تھے اور یہاں عربوں کی حکومت تھی۔ سارے شمالی افریقہ پر عربوں کی حکومت تھی اور لوگ خوش حال زندگی بسر کر رہے تھے۔ ماریا جنگلوں دلدلوں اور افریقہ کی جھیلوں کے اوپر سے ہوتی ہوئی قرطاجنہ پہنچ گئی۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ گرمیوں میں جب برسات کا موسم شروع ہوتا ہے تو اس کے اندر زمین سے اوپر ہو کر اٹھنے کی زیادہ طاقت آ جاتی ہے۔ جونہی ساون کا موسم گزر جاتا ہے وہ دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتی ہے اور پھر وہ زمین سے صرف اس طرح ہی اڑ سکے گی کہ ذرا سا اچھلی اور ایک فرلانگ تک اڑتی چلی گئی اور پھر زمین پہ آ گئی۔ اس

لیے ماریا اس موسم میں اپنی طاقت کا زیادہ سے زیادہ فائدہ
اٹھا رہی تھی۔

آج کل یہ شہر افریقہ کے مغربی ساحل کی ایک چھوٹی سی
بندر گاہ ہے۔ جہاں سے صرف کشتیوں پر سامان دوسرے
ساحلی شہروں تک جاتا ہے لیکن آج سے سات آٹھ سو سال
پہلے جب ماریا اس شہر میں داخل ہوئی تو یہ شہر بہت آباد
تھا اور تجارتی سامان سے لدی ہوئے بادبانی جہاز یہاں آ
کر ٹھہرتے تھے اور یہاں سے دوسرے ملکوں کو روانہ ہوتے
تھے۔

ماریا شہر میں اتر آئی تھی۔

رات کا وقت تھا اور شہر سو رہا تھا۔ کہیں کہیں مکانوں
میں تیل کے چراغوں کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ بندرگاہ
پر مشعلیں روشن تھیں اور چوکیدار آوازیں لگا کہ پہرہ دے
رہے تھے۔ شہر سنسان تھا۔ ماریا اس شہر میں دو ایک
بار پہلے بھی آ چکی تھی مگر اس وقت یہ لوگ آباد
نہیں تھے بلکہ ان کے پڑداوا اور نگڑ دادا آباد تھے۔ شہر میں
کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔

ماریا ایک سرائے کو پہچان کر اس کی چھت پر سے اتر کر
نیچے ڈیوڑھی میں آ گئی۔ یہاں ایک چوکیدار پہرہ دے رہا

تھا۔ موسم بڑا خوشگوار تھا۔ کچی سڑکوں اور گلی کوچوں میں
کہیں کہیں تیل کے چراغ جل رہے تھے۔ ماریا ڈیوڑھی میں
داخل ہوئی تو چوکیدار کے کتے کے کان کھڑے ہو گئے۔
کتے، بلیوں کو بھوتوں، روحوں اور غیبی انسانوں کی ایک
پل میں خبر ہو جاتی ہے۔ وہ زور زور سے بھونکنے لگا۔
اسے ماریا نظر تو نہیں آ رہی تھی مگر غیبی انسان کی بو
اسے ضرور آ رہی تھی۔ چوکیدار نے چوکنا ہو کر ارد
گرد نگاہ ڈالی۔ پھر کتے کو چپ کراتے ہوئے کہا۔

"ابے کس پر بھونک رہا ہے؟ یہاں تو کوئی بھی
نہیں ہے۔"

ماریا نے سانپ کا سونے کا بت اٹھا رکھا تھا۔ اصل
میں وہ اس بت کو کسی ایسی جگہ چھپا کر رکھنا چاہتی تھی کہ
جب وہ افریقہ کے کسی جادو گر کا پتہ چلا لے تو بت
کو اس جگہ سے اٹھا کر اس کے پاس لے جائے۔ افریقہ
میں ہی اسے ایسا جادو گر مل سکتا تھا جو سونے کے بت
کے بارے میں اسے ٹھیک ٹھیک بتا سکتا تھا کہ یہ معمولی
سانپ کا بت ہے یا ناگ پر جادو گر نے جادو کر کے اسے سونے
کا بت بنا دیا ہے۔

سرائے کی ڈیوڑھی سے نکل کر سامنے ایک بڑا کمرہ

تھا۔ جہاں بہت بڑا قالین بچھا تھا اور مسافر سو رہے تھے۔ اس کے پیچھے ایک کوٹھڑی تھی۔ جس میں سرائے کے مالک نے آٹے چاول کی بوریاں اور بڑے بڑے گھڑے رکھے ہوئے تھے۔ ان گھڑوں میں تیل بھرا ہوا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ آٹے کی بوریاں چھت تک لگی ہوئی ہیں۔ ان بوریوں کے اٹھانے کی باری کافی دیر بعد آنے والی تھی۔ ماریا نے سانپ کے بُت کو بوریوں کے پیچھے کونے میں چھپا کر رکھ دیا۔

ایک بوجھ سا ماریا کے سر سے اُتر گیا۔ اب وہ آزادی سے کسی جادوگر کو تلاش کر سکتی تھی۔

وہ رات اس نے سرائے کی چھت پر ایک خالی چارپائی پر لیٹ کر گزاری۔ دوسرے روز وہ شہر سے باہر ایک گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس گاؤں کو لوگ جادوگروں کا گاؤں کہا کرتے تھے اور افریقہ کے جنگلی لوگ اسی جگہ جادوگروں سے علاج کرانے آتے تھے۔ ماریا صرف دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کے مطلب کا بھی کوئی جادوگر وہاں ہے کہ نہیں۔ گاؤں میں پہنچ کر وہ سب سے بڑے بوڑھے جادوگر کے گھر گئی۔ وہاں پہلے ہی سے لوگ مایوس کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جادوگر بابا۔ جنگل میں جھیل پر چلّہ کاٹنے گیا ہوا ہے۔

ماریا نا اُمید نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ گھنے جنگل میں جادوگر کو تلاش کر سکتی تھی۔ گاؤں سے نکل کر وہ زمین سے بلند ہو کر ہوا میں اُڑنے لگی۔ جنگل کافی دور دریا کے کنارے پر تھا۔ ایک دریا جنگل کے ساتھ ساتھ بہہ رہا تھا۔ اس دریا میں ماریا نے کئی مگرمچھ دیکھے جو منہ کھولے آسمان کو تک رہے تھے۔ ماریا کو ایک سفید عقاب فضاؤں میں اُڑتا نظر آیا۔ کہیں یہ ناگ نہ ہو۔ ماریا نے یہ سوچ کر ہوا میں اوپر اٹھی اور سیدھی عقاب کے پاس آ گئی۔

اس نے کہا۔

"ناگ! کیا یہ تم ہو؟"

ماریا کو ناگ کی خوشبو بھی نہیں آ رہی تھی۔ عقاب نے بوکھلا کر غوطہ لگایا اور دور نیچے پہاڑوں کے درمیان چلا گیا۔ ماریا واپس نیچے جنگل کے درختوں کے اوپر آ گئی۔ اور اب وہ جادوگر بابا کو ڈھونڈنے لگی۔ اس نے دوپہر تک سارا جنگل چھان مارا مگر جادوگر بابا اسے کہیں نہ مل سکا۔ مگر ماریا نے تلاش جاری رکھی اور وہ دریا کو پار کر کے دوسرے جنگل میں داخل ہو گئی۔

اِدھر ماریا جادوگر بابا کو ڈھونڈھ رہی تھی اُدھر پیچھے شہر کی سرائے میں دوپہر کے کھانے کی تیاریاں ہو رہی

تھیں۔ مسافر قالین پر کھانے کے انتظار میں بیٹھے ایک دوسرے
کو مختلف ملکوں کی کہانیاں سنا رہے تھے۔ سرائے کے
مالک نے ایک حبشی غلام دو روز ہوئے نوکر رکھا تھا۔
مالک نے اسے کہا کہ کوٹھڑی میں جائے اور آٹے کی بوری
اٹھا لائے۔

حبشی غلام کوٹھڑی میں آ گیا۔ اس نے بوریوں کے اوپر
چڑھ کر سب سے اوپر والی بوری اٹھانے کے لیے ہاتھ
ڈالا تو اچانک اس کی کلائی میں سے پتھر کا کڑا نکل کر نیچے
بوریوں میں گر پڑا۔ یہ کڑا حبشی غلام کی ماں نے مرتے ہوئے
اسے دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کی حفاظت کرنا یہ تمہیں
کسی روز بڑا دولت مند بنا دے گا۔ حبشی غلام نے بوری
تو وہیں رکھی اور اپنا کڑا ڈھونڈنے لگا۔ وہ بوریوں کے
درمیان جو جگہیں بنی تھیں ان میں اتر گیا۔ وہ نچلی بوریوں
کے درمیان آ گیا تھا۔ اچانک اسے بوریوں کے درمیان ایک
چمکتی ہوئی چیز نظر آئی۔

حبشی غلام سمجھا کہ شاید یہ کڑا ہے۔ اس نے ہاتھ
ڈال کر وہ شے باہر نکال لی۔ یہ سونے کے سانپ کا
بت تھا۔ اس کے پاس ہی حبشی کا کڑا بھی پڑا تھا۔ حبشی
غلام نے کڑا اٹھا کر پہن لیا اور سونے کے بت کو حیرت

کی آنکھوں سے تکنے لگا۔ اسے اپنی ماں کی پیشن گوئی
یاد آ گئی۔

"یہ کڑا تمہیں ایک نہ ایک روز دولت مند بنا دے گا"

حبشی غلام کا دل خوشی سے اچھلنے لگا تھا۔ اس کی
ماں کا کہا سچ ثابت ہو رہا تھا۔ اس کو سونے کا سانپ
مل گیا تھا۔ وہ اسے دوسرے شہر میں جا کر بیچ کر امیر
آدمی بن جائے گا۔ پھر وہ تجارت شروع کر دے گا اور
تھوڑے ہی دنوں بعد اس کا شمار افریقہ کے امیر سوداگروں
میں ہونے لگے گا۔

یہ خیالی پلاؤ پکاتے ہوئے حبشی غلام آٹے کی بوری
کو تو بھول گیا۔ اس نے سونے کا سانپ اپنی لمبی قمیض
کے اندر چھپایا اور بوری پیٹھ پر لاد کر سرائے کے مالک
کے پاس لے آیا۔ پھر وہ مالک کی نظر بچا کر باہر نکل گیا۔
سڑک پر آتے ہی وہ تنگ و تاریک گلیوں میں آ
گیا اور بھاگتا ہوا شہر کی دوسری طرف نکل کر جنگل میں
داخل ہو گیا۔

وہ جنگل کی دوسری طرف سے دریا پار کر کے کسی
قافلے کے ساتھ مل کر مصر جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ مصر میں
اس قسم کی چیزوں کے بڑے دام مل جاتے تھے۔

ماریا کو جادو گر نہ مل سکا تو وہ واپس شہر آگئی۔
وہ رات اس نے سرائے میں گزاری۔ دوسرے دن پھر
جادو گر کی تلاش میں روانہ ہو گئی۔ اس بار ماریا نے دریا
پار کے جنگل میں ایک جگہ ایک بوڑھے کو دیکھا کہ ایک
چٹان پر آسن جمائے بیٹھا ہے۔ ماریا اس کے قریب جاکر
کھڑی ہو گئی۔
جادو گر کو اپنے جادو کے ذریعے فوراً پتہ چل گیا،
کہ ایک انسان جو غائب ہے اس کے پاس کھڑا ہے۔ اس
نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی زبان میں کہا۔
"تم کون ہو؟ اور میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟"
ماریا نے کہا۔
"اب آپ نے مجھے پہچان لیا ہے تو ضرور آپ وہی
جادو گر ہیں۔ میں جس کی تلاش میں ہوں۔"
جادو گر نے کہا۔
"تم کیا مانگنے آئی ہو؟"
ماریا نے سانپ کے سونے کے بت کے بارے میں بات
کھول کر بیان کی تو جادو گر مسکرایا اور بولا۔
"تم جس سانپ کے بارے میں بات کر رہی ہو وہ اس

جگہ پر نہیں ہے جہاں تم نے اسے چھپایا تھا۔"
ماریا پریشان ہو گئی۔ اور بولی۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے تو اسے کوٹھڑی میں
بوریوں کے نیچے چھپایا تھا۔"
جادو گر بولا۔
"وہیں سے ایک حبشی غلام اسے نکال کر لے گیا ہے۔"
ماریا نے پوچھا۔
"وہ مجھے کہاں ملے گا؟"
جادو گر نے آنکھیں بند کیں اور پھر کھول کر کہا۔
"وہ اس وقت ایک گھنے جنگل سے نکل کر دریا پار
کر کے ملک مصر کے صحرا کی طرف جا رہا ہے۔"
ماریا نے کہا۔
"اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس کے پاس جو سونے کے
سانپ کا بت ہے وہ اصل میں کیا ہے؟"
جادو گر نے تھوڑا سا مسکرا کر کہا۔
"تم ہمارا امتحان لے رہی ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ تو سنو۔
وہ سانپ کا بت ایک ایسے انسان کا ہے جو اصل میں ایک سانپ
ہے اور جو پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔"
ماریا کی چیخ سی نکل گئی۔

"پھر تو بڑا غضب ہو گیا۔ وہ ناگ ہے۔ وہ میرا بھائی
ہے۔ میں اسی کو ڈھونڈتی ہوئی یہاں تک آئی ہوں۔ میں حبشی
غلام کے پیچھے جاتی ہوں۔"

جادو گر خاموش تھا۔ ماریا نے پوچھا۔

"کیا میں اس حبشی غلام کو پکڑ سکوں گی؟"

جادو گر نے کوئی جواب نہ دیا اور آنکھیں بند کر کے اپنی
جادو کی دنیا میں گم ہو گیا۔ ماریا سمجھ گئی کہ جادو گر اس
کے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا اور اسے خود ہی حبشی غلام
کو صحرا میں جا کر پکڑنا ہو گا۔ ماریا نے جادو گر کو ادب سے
سلام کیا اور واپس روانہ ہو گئی۔

حبشی غلام بھی سونے کے سانپ کا بت لیے سفر کرتا آخر
مصر پہنچ گیا۔ مصر کا سب سے بڑا شہر قاہرہ تھا اور یہاں
بڑے بڑے سوداگر تھے جو پرانی چیزیں خرید لیتے تھے۔
حبشی غلام کو ایک سوداگر سے پتہ چلا کہ شہر کے باہر دریائے
نیل کے کنارے ایک پادری رہتا ہے جو پرانی چیزیں شوق
سے خریدتا ہے اور اس کے پاس بڑی دولت ہے۔ حبشی
غلام پادری کے مکان پر آ گیا۔ پادری کا مکان دریائے نیل
کے دوسرے کنارے پر تھا اور سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔
نوکر چاکر کام میں لگے تھے۔ حبشی غلام پادری سے ملا اور

اسے سونے کا سانپ دکھایا۔ پادری بڑا ہوشیار آدمی تھا۔
اس نے دیکھا کہ سانپ کا بت نہ صرف اصلی سونے کا ہے
بلکہ اتنا پرانا ہے کہ وہ اسے فرانس یا ملک روم کے
شہنشاہ کے دربار میں لے جا کر منہ مانگا انعام پا سکتا
ہے۔ اس نے حبشی غلام کو دس ہزار اشرفیاں پیش کیں جو
اس نے فوراً لے لیں اور سونے کا سانپ پادری کے
حوالے کر کے واپس روانہ ہو گیا۔ سونے کی اشرفیاں
اس نے ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر تھیلا اپنی کمر
کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ اس نے ایک شاندار گھوڑا بھی خرید لیا
اور ایک قافلے کے ساتھ افریقہ اپنے وطن کی طرف چل پڑا۔

اُدھر عنبر کا قافلہ یروشلم پہنچ گیا۔ اس نے ایک سرائے میں
قیام کیا اور شہر میں گھوم پھر کر ناگ اور ماریا کی ٹوہ لگانی شروع
کی۔ اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کو یہودیوں نے شہر سے باہر ایک
الگ بستی میں آباد کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں سے مل کر عنبر کو معلوم
ہوا کہ یروشلم کا یہودی بادشاہ مسلمانوں پر بڑے ظلم کرتا تھا پھر
آسمان سے ایک غیبی فرشتہ آیا۔ اس نے ایک مسلمان جوڑے کو
ہاتھی بن کر شیر سے بچا لیا۔ اس کے بعد بادشاہ مسلمانوں کو ایک
الگ جگہ آباد کروا کر ان کی حفاظت کرنے لگا۔ عنبر کے کان کھڑے
ہو گئے۔ یہ ہاتھی سوائے ناگ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس

نے بہتیرا پوچھا۔ مگر شہر کا کوئی مسلمان اس سے زیادہ نہ بتا سکا۔
عنبر نے شہر میں گھومنا شروع کر دیا۔ دو دن تک اس نے ایک
ایک گلی ایک ایک بازار چھان مارا مگر ناگ اور ماریا کا کوئی سراغ
نہ ملا۔ پھر کسی نے اسے بتایا کہ شاہی محل میں ایک سانپ ہوتا تھا
جس نے ملکہ کی گردن سے لپٹ کر اسے ہلاک کرنا چاہا تھا مگر ملکہ
کو بچا لیا گیا۔ یہ ساری باتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔
کہ ناگ اسی شہر میں ہی ہے۔

تیسرے دن عنبر شہر سے باہر نکل آیا۔
کیونکہ وہ ناگ اور ماریا کو تلاش نہ کر سکا تھا اور
پریشان تھا۔ اس نے دور ایک سر سبز باغ دیکھا۔ وہاں چلا آیا۔
یہاں اسے ایک سنگ مرمر کی بارہ دری دکھائی دی۔ وہ یونہی گھومتا
پھرتا بارہ دری میں آ گیا۔ اچانک اس کی نظر پرانی مصری زبان
کی ایک عبارت پر پڑی جو پتھر پر کندہ تھی۔ یہ وہی عبارت تھی
جو ماریا لکھ کر عنبر کے لیے چھوڑ گئی تھی۔

"عنبر! ناگ یروشلم کے شاہی محل میں سانپ بن کر طاق میں
بیٹھا تھا۔ اس پر شاہی محل کے جادوگر نے جادو کر دیا اور وہ
گم ہو گیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں افریقہ جا رہی ہوں۔ میں ایک
مہینہ افریقہ کے شہر کارتھیج کی سرائے میں ٹھہروں گی۔ مجھے ناگ کی
تلاش ہے۔"

"ماریا"

تابُوت کا چراغ

ناگ سونے کا بن گیا تھا۔
یہ سونے کا سانپ ایک پادری نے اپنے گھر کے صندوق میں چھپا کر رکھا تھا کہ جب وہ قافلے کے ساتھ روم جائے تو وہاں کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے انعام حاصل کرے۔ ناگ ایک زبردست جادو کے ذریعے سونے کے سانپ میں بدل گیا تھا۔ اور یروشلم کے جادوگر نے کہا تھا کہ اگر ناگ کے سونے کے سانپ کو مصر کے اہرام میں ملکہ نفرپتی کے تابُوت پر جلتے دِیے کی روشنی کے پاس لے جایا جائے گا تو اس کا جادو ٹوٹ جائے گا اور وہ پھر سے زندہ ناگ بن جائے گا۔ جس حبشی غلام نے سونے کا سانپ پادری کے پاس دس ہزار اشرفیوں کے عوض بیچا تھا۔ وہ ایک قافلے کے ساتھ مصر سے افریقہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ اُدھر سے ماریا بھی

مصر کی طرف آ رہی تھی۔ عنبر یروشلم میں ناگ کو تلاش کر رہا تھا۔ ماریا نے یروشلم سے جاتے ہوئے بارہ دری کے پتھروں پر لکھ دیا تھا کہ ناگ یروشلم کے بادشاہ کے محل میں سانپ بن کر طاق میں بیٹھا تھا کہ وہاں سے غائب ہو گیا ہے اور جادو گر نے یروشلم کے ارد گرد زبردست جادو کی لہریں چھوڑ رکھی ہیں جس کی وجہ سے وہ شہر یروشلم میں داخل نہیں ہو سکتی اور ناگ کی تلاش میں ملک مصر جا رہی ہے۔ عنبر نے ماریا کی لکھی ہوئی یہ عبارت پڑھ لی تھی اور اب یروشلم کے بادشاہ کے محل کی طرف جا رہا تھا کہ شاید وہاں سے ناگ کا کوئی سراغ مل سکے۔

یروشلم کے مسلمانوں کو شہر سے باہر آباد کر دیا گیا تھا اور ان پر یہودیوں کا ظلم و ستم کم ہو گیا تھا۔ یروشلم کا بادشاہ اپنی ملکہ کے ساتھ شہر سے باہر جا چکا تھا۔ محل میں یہ بات ہر ایک کی زبان پر تھی کہ محل میں ایک سانپ طاق میں بیٹھا تھا جس کو جادو گر نے سونے کا سانپ بنا کر سمندر میں پھینک دیا ہے۔ جادو گر بھی یروشلم میں نہیں تھا۔ عنبر تین روز تک ناگ کو ڈھونڈتا رہا۔ جب ناامید ہو گیا تو وہ بھی ماریا کے پیچھے پیچھے مصر کی طرف روانہ

ہو گیا۔ مصر۔ جو عنبر کا وطن تھا۔ مگر آج سے سوا چار ہزار سال پہلے اور وہ چونکہ تاریخ میں پیچھے کی طرف سفر کر رہا تھا اس لیے ابھی اسے اپنا مکان اور اپنی گلی محلہ کہیں نظر نہیں آ سکتا تھا۔ پندرہ دنوں کے بعد ایک قافلہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ عنبر اس میں شامل ہو گیا۔

اب ہم واپس مصر چلتے ہیں۔ جہاں ناگ سونے کے سانپ کی شکل میں پادری کے مکان کے اندر ایک صندوق میں بند ہے۔ پادری کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب اہرام مصر میں اکثر ڈاکو راتوں کو چھپ کر ڈاکے مارا کرتے تھے۔ وہ اہرام کو کھود کر کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہو جاتے اور وہاں سے فرعون بادشاہوں کے قیمتی خزانے لوٹ کر بھاگ جاتے۔

ایک رات کا ذکر ہے۔ آسمان پر گھٹا ٹوپ بادل چھائے تھے۔ رات کے دو بجے ہوں گے۔ شہر اندھیرے اور خاموشی میں ڈوبا سو رہا تھا۔ شہر کے دروازے پر ایک مشعل جل رہی تھی۔ پادری بھی اپنے دریا والے مکان کی چھت پر سو رہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں وہ خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ دریا کی طرف سے ڈاکوؤں کا ایک گروہ گھوڑے دوڑاتا ہوا

اُدھر سے گزرا۔ پادری کے مکان میں ایک چراغ روشن تھا۔ یہ وہی ڈاکو تھا جن کا ذکر الف لیلا کی کہانی علی بابا چالیس چور میں بھی آیا ہے۔ انہوں نے بغداد اور مصر کے درمیان ایک پہاڑی علاقے میں ایک غار بنا رکھا تھا۔ جس کے اندر یہ اپنا لُوٹا ہوا مال جا کر چھپا دیتے تھے۔ اس غار کے منہ پر ایک بھاری پتھر کا دروازہ تھا جو کھل سم سم کا اسم پڑھنے سے کھل جاتا تھا اور بند ہو جا سم سم کا اسم پڑھنے سے بند ہو جاتا تھا۔ یہ ڈاکو بغداد سے مصر کے شاہی قبرستان میں ملکہ نفریتی کے اہرام میں ڈاکہ ڈالنے کے لیے آ رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ ملکہ نفریتی کے اہرام میں ہیرے جواہرات کا بڑا قیمتی خزانہ پڑا ہے۔

جب ان کا گزر پادری کے مکان کے سامنے سے ہوا تو ڈاکوؤں کے سردار نے مکان میں روشنی دیکھ کر گھوڑا روک لیا۔ دوسرے ڈاکو بھی وہیں رُک گئے۔ سردار نے کہا "کیوں نہ اس مکان میں چل کر تھوڑی سی پیٹ پُوجا کر لی جائے۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ ملکہ نفریتی کے اہرام کا خزانہ بعد میں کھودیں گے۔"

ڈاکوؤں کا سردار پادری کے مکان کی طرف آ گیا۔

چار ڈاکو مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور انہوں نے پادری کو قابو کر لیا۔ باقی مکان کے باہر گھوڑوں پر بیٹھے پہرہ دینے لگے۔ سردار نے مکان میں داخل ہو کر پادری سے کہا کہ کھانے کو جو کچھ ہے لے آؤ۔ پادری بے چارہ ڈاکوؤں کے خوفناک چہرے دیکھ کر تھر تھر کانپ رہا تھا۔ جھٹ زیتون کا تیل اور روٹیاں لے آیا۔ شہد کا پیالہ بھی سامنے رکھ دیا۔ سردار اور اس کے کچھ ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ جانے لگے تو سردار کی نظر کونے میں رکھے صندوق پر پڑ گئی۔

"اس میں کیا ہے؟" اس نے گرج کر پوچھا۔

"اس میں سونے کا سانپ تھا۔ پادری نے کہا۔

"جناب کچھ نہیں۔ پرانے کپڑے ہیں۔"

سردار نے صندوق کھلوا کر دیکھا تو اندر سے ناگ کا سونے کا سانپ کا بُت نکل آیا۔ سردار ہنسا اور پادری کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تم ہم سے یہ سونے کا خزانہ چھپا رہے تھے؟ بولو! اب تمہیں کیا سزا دی جائے؟"

پادری قدموں پر گر پڑا۔ سردار نے کہا۔

"ہم نے تمہارے گھر کی روٹی کھائی ہے۔ جاؤ تمہیں

معاف کرتے ہیں۔ یہ سونے کا سانپ ہمارے خزانے میں
رہے گا۔"

سردار نے ناگ کے سونے کے سانپ کو اپنی جیب
میں رکھ لیا اور اپنے گروہ کے ساتھ پادری کے گھر سے
نکل کر فرعون بادشاہوں کے پرانے قبرستان کی طرف
روانہ ہو گیا۔ پادری نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کی
جان بچ گئی۔ ڈاکو راتوں رات اہرام مصر کے قریب پہنچ
گئے۔ انکو اہرام ستاروں کی روشنی میں بڑے ہیبت ناک
دکھائی دے رہے تھے۔ مگر ڈاکو خود بڑے ہیبت ناک
تھے۔ وہ کئی بار یہ اہرام لوٹ چکے تھے۔ اس بار
وہ ملکہ نفرتیتی کا اہرام لوٹنے آئے تھے۔ ان کے ایک
جاسوس نے ملکہ کے اہرام کا پورا نقشہ انہیں بتا دیا تھا۔
ڈاکو سیدھا ملکہ کے اہرام پر پہنچ گئے۔ یہاں ایک خفیہ
صحرائی جھاڑیوں سے چھپا ہوا راستہ ملکہ نفرتیتی کے اہرام
کے اندر جاتا تھا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے اپنے آدمیوں
کو باہر کھڑا کیا اور خود اپنے دو خاص ڈاکوؤں کے ہمراہ
خفیہ راستے سے گزر کر ملکہ کے اہرام کے اندر پہنچ گیا۔

آگے ایک دیوار آ گئی۔ جب اسے نیزوں سے توڑا
گیا تو دوسری طرف ایک تنگ کوٹھڑی نکل آئی۔ سردار

کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف
ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے مرتبان بھرے پڑے
ہیں۔ درمیان میں ایک تابوت ہے جس کے اوپر ملکہ نفرتیتی
کا سونے کا چہرہ بنا ہوا ہے اور ایک چراغ اس کے
سرہانے جل رہا ہے۔ اتنی ساتھیوں دیکھ کر سردار کی
باچھیں کھل اٹھیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ
سارے ہیرے جواہرات کے مرتبان ملکہ کے تابوت کے
قریب لا کر رکھ دو۔ سارا خزانہ تابوت کے پاس جمع
کر دیا گیا۔ سردار نے اپنی جیب سے ناگ کا سونے
کا سانپ بھی اسی خزانے میں تابوت کے پاس رکھ دیا۔

اب قدرت خدا کی دیکھئے کہ جہاں ناگ سونے کے
سانپ کی شکل میں پڑا تھا۔ وہاں تابوت کے چراغ کی
روشنی عین اس کے اوپر پڑ رہی تھی۔ ملکہ نفرتیتی کے
تابوت کے چراغ کی روشنی کا پڑنا تھا کہ یروشلم کے
جادوگر کا طلسم ٹوٹنے لگا اور سونے کے سانپ میں
زندگی کی لہر دوڑنا شروع ہو گئی۔

ڈاکوؤں کے سردار نے باہر آ کر اپنے سارے
ڈاکوؤں کو حکم دیا کہ اہرام کے اندر جاؤ اور سارا
خزانہ اٹھا کر گھوڑوں پر لاد دو۔ ڈاکو شور مچاتے چیختے

چلّاتے خوشی سے دیوانے ہو کر اہرام میں گھس گئے اور لوٹ مار شروع کر دی۔ ڈاکوؤں کی تعداد چالیس تھی۔ کیونکہ یہی علی بابا کی کہانی کے چالیس چور تھے۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں سارا خزانہ اٹھا کر باہر لے آئے۔ ڈاکوؤں کے پاس فالتو گھوڑے بھی تھے۔ خزانے کے مرتبان فالتو گھوڑوں پر لاد کر باندھ دیے گئے اور ڈاکوؤں کا یہ گروہ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ سونے کے بُت کی شکل میں ایک مرتبان کے اندر ہیرے موتیوں کے ساتھ بند تھا۔ اس پہ کیا گیا جادُو ختم ہو چکا تھا۔ اور اس میں جان پڑنی شروع ہو گئی تھی مگر وہ بڑی آہستہ آہستہ دوبارہ زندہ ہو رہا تھا۔ سب سے پہلے ناگ کا دماغ زندہ ہوا اور اُسے سب کچھ یاد آنے لگا کہ کس طرح ماریا نے اُسے یروشلم کی ملکہ کے کمرے کے ایک طاق میں بیٹھا دیا تھا اور پھر وہاں جادو گر آیا۔ اس نے طلسم پڑھ کر اُس پہ پھونکا اور وہ سونے کا سانپ بن گیا تھا۔ اور اسے کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ ناگ کا دماغ پوری طرح زندہ ہو گیا تھا۔ مگر ابھی تک اس کا باقی جسم سونے کا ہی تھا۔ ڈاکوؤں کا گروہ گھوڑے دوڑاتا بغداد کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔

ساری رات کے سفر کے بعد ڈاکو دن کے وقت صحرا میں ایک جگہ رُکے۔ کچھ دیر کھانا کھانے کے بعد آرام کیا اور پھر گھوڑے دوڑاتے اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ دوسری رات بھی سفر میں گزر گئی۔ تیسرا دن آ گیا۔ ڈاکو ایک نخلستان میں آ کر گھوڑوں سے اُترے۔ یہاں انہوں نے ایک بار پھر آرام کیا۔ شام کو دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ اگلے روز آدھی رات کو وہ اپنی منزل کے قریب پہنچ گئے تھے۔ دُور سے انہیں چاندنی رات میں وہ پہاڑ نظر آیا جس میں کھل جا سم سم کا غار تھا۔

بغداد کا سفر اس پہاڑ سے چھ سات میل کے فاصلے پر تھا۔ چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ بغداد شہر کو لوٹ کر آگ اور خون کا بازار گرم کر کے جا چکا تھا۔ لوگوں نے اپنی حویلیوں اور مکانوں کی پھر سے مرمت اور تعمیر شروع کر دی تھی۔ عباسی بادشاہ نے چنگیز خان کی اطاعت میں دوبارہ اپنا محل آباد کر لیا تھا۔ یہ قتل ہونے والے بادشاہ کا سب سے بڑا لڑکا تھا جو اب بغداد کے تخت پہ بیٹھا تھا۔ شہر میں آہستہ آہستہ پھر سے رونق اور زندگی کی گہما گہمی واپس آ رہی تھی۔ چنگیز خان کے حملے کے وقت علی بابا شہر

سے بھاگ گیا تھا۔ اب وہ پھر واپس آ گیا تھا اور
بغداد کے ایک محلے میں اپنے مکان میں رہتا تھا۔ یہ
جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور شہر میں فروخت
کر کے گزارہ کرتا تھا۔

کھل جا سم سم کے غار کو راستہ پہاڑیوں کے درمیان
سے ہو کر جاتا تھا۔ ڈاکو گھوڑوں پر سوار غار کے سامنے
جا کر رُک گئے۔ غار کے منہ پر پتھر کی بہت بڑی سِل
گری ہوئی تھی، جس کو ایک ہزار آدمی مل کر بھی نہیں ہلا
سکتے تھے۔ سردار نے اپنا گھوڑا لے کر پتھر کے دروازے
کے سامنے آیا۔ اس نے دونوں بازو پھیلا کر کہا۔

"کھل جا سم سم!"

ایک گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ پتھر کی سِل اپنی
جگہ سے کھسک کر ایک طرف پہاڑ کے اندر چلی گئی۔
سُرنگ کا راستہ کھل گیا۔ سردار ڈاکوؤں اور لوٹے ہوئے
خزانے کو لے کر غار کے اندر چلا گیا۔ آگے جا کر غار
چوڑا ہو گیا تھا۔ وہاں پہلے ہی بڑی قیمتی لوٹی ہوئی
چیزیں پڑی تھیں۔ یہ خزانہ بھی وہیں جمع کر دیا گیا۔
سردار نے آدھا خزانہ اپنے ڈاکو ساتھیوں میں بانٹ
دیا اور باقی اپنے حصّے کے لیے رکھ لیا۔

ڈاکوؤں نے غار کے باہر آگ جلائی۔ وہ جو دُنبے
اپنے ساتھ لوٹ مار کر لائے تھے۔ انہیں حلال کر کے
وہیں بھونا اور کھانے لگے۔ پھر وہ غار کے اندر ہی
پتھروں پر لیٹ کر سو گئے۔ سارا دن سوئے رہے۔
شام کو سردار نے انہیں جگایا اور کہا۔

"سُنا ہے ایک بہت مالدار قافلہ یروشلم سے سفر کرتا
ہوا مصر میں داخل ہونے والا ہے۔ کیونکہ نہ راستے میں اس
کا صفایا کر دیا جائے۔"

ڈاکوؤں کے منہ کو حرام لگ چکا تھا۔ نعرے لگا کر
بولے۔

"ہم تیار ہیں۔ ہم تیار ہیں۔"

ڈاکوؤں کے سردار نے اپنے چالیس ڈاکوؤں کو ساتھ
لیا اور اسی رات بغداد کے پہاڑوں سے نکل کر آندھی
کی طرح یروشلم اور مصر کے درمیانی صحرا کی طرف روانہ
ہو گیا۔ وہ اس قافلے کو مصر کی سرحد سے کافی دور
پہلے ریگستان میں ہی لوٹ لینا چاہتے تھا۔ یہ وہ قافلہ
تھا جس میں ماریا بھی سفر کر رہی تھی۔ جس قافلے میں
عنبر سفر کر رہا تھا۔ وہ یروشلم سے چل کر موصل اور
دمشق سے ہوتا ہوا مصر کی طرف سفر کر رہا تھا۔ جس

وقت ڈاکو غار کے منہ کو بند کر کے وہاں سے چلے گئے
تھے۔عین اس وقت بغداد اور الف لیلیٰ کا مشہور کردار
علی بابا اپنے دونوں گدھوں کے ساتھ ایک طرف چھپا یہ
سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ جونہی ڈاکو نظروں سے اوجھل ہوئے
علی بابا غار کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کو وہ
اسم یاد تھا جو ڈاکو بولا کرتے تھے۔ اس نے بھی بازو
پھیلا کر کھل جا سم سم کہا اور دروازہ کھل گیا۔
علی بابا غار میں داخل ہو گیا۔ اندر سونے جواہرات سے
بھرا ہوئے مرتبان صندوق اور قیمتی خزانہ پڑا تھا۔علی بابا
کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ علی بابا نے جلدی جلدی
جواہرات اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے دو مرتبان
اٹھا کر گدھوں پر لادے اور غار سے باہر نکل گیا۔ان میں
سے ایک مرتبان میں ناگ بھی تھا۔ وہ آہستہ آہستہ زندگی کی
طرف لوٹ رہا تھا۔ اس کا دماغ اور آنکھیں زندہ ہو چکی تھیں
باقی جسم ابھی سونے کا تھا۔ ناگ کی زندہ آنکھیں سب کچھ
دیکھ رہی تھیں۔ اس نے غار کو بھی دیکھا۔ علی بابا کو بھی
دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہ علی بابا چالیس چوروں کی غار ہے
اور الف لیلیٰ کی کہانی ایک بار پھر دہرائی جا رہی ہے۔
اپنے گھر میں آ کر جیسا کہ الف لیلیٰ کی کہانی میں لکھا

ہے۔ علی بابا۔ نے اپنے چچا قاسم کے گھر سے ترازو منگوایا۔
اور اس کی بیوی نے ترازو کے ایک پلڑے کے نیچے
موم چپکا دی۔ علی بابا اور اس کی بیوی کوٹھڑی بند کر کے
بیٹھ گئے اور اشرفیاں اور جواہرات تولنے لگے۔ ایک
مرتبان سے سونے کا سانپ نکلا تو علی بابا کی بیوی ڈر
گئی۔ "سانپ!" اس نے چلّا کر کہا۔ علی بابا بھی پہلے
ڈر گئے۔ پھر سانپ کو دیکھ کر بولا۔
"ارے یہ تو سونے کا ہے۔"
اس کی بیوی کہنے لگی۔
"مگر اس کی آنکھیں زندہ ہیں۔ دیکھو کیسے آنکھوں میں سے
شعاعیں نکل رہی ہیں۔"
علی بابا نے غور سے ناگ کی آنکھوں کو دیکھا۔ ڈاڑھی
کھجا کر بولا۔
"تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ سونے کا سانپ
ہے۔ یہ بڑا مبارک ہوتا ہے اور دولت کی حفاظت کرتا
ہے۔ ہم اسے اپنے خزانے کے ساتھ رکھیں گے۔"
انہوں نے خزانے کو کوٹھڑی میں ایک جگہ زمین کھود کر
چھپا دیا اور سونے کے سانپ کو کونے میں ایک طرف
رکھ دیا۔ علی بابا کی چچی نے جب ترازو کو دیکھا تو اس

کے ایک پلڑے کے نیچے اشرفی اور ہیرا چپکا ہوا تھا۔ اس نے اپنے خاوند قاسم سے کہا کر علی بابا کو کہیں سے خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے تم بھی جا کر معلوم کرو۔ قاسم بڑا چالاک اور مکّار شخص تھا۔ اس نے علی بابا سے خزانے کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی مگر علی بابا بھی کوئی احمق نہیں تھا۔ اس نے قاسم کو کچھ بھی نہ بتایا۔ قاسم اس کے پیچھے لگا رہا اور چکنی چپڑی باتیں کر کے خزانے کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

اُدھر ڈاکو ریگستان میں قافلے کے سر پر پہنچ گئے۔ ماریا اس قافلے کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ڈاکوؤں کو دیکھ کر قافلے کے مسافر اِدھر اُدھر ریگستان میں بھاگ گئے اور ریت کے ٹیلوں کے پیچھے جا کر چھپ گئے۔ ڈاکوؤں نے اونٹوں اور گھوڑوں پر لدا ہوا سامان کھول کر ان میں سے قیمتی چیزیں نکال کر جمع کرنی شروع کر دیں۔ ماریا نے ڈاکوؤں کے سردار کو دیکھا کہ وہ ایک سیاہ عربی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا تلوار لہراتے ہوئے ڈاکوؤں کو لوٹ مار پر اُکسا رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ اس کم بخت کی پہلے گردن اڑانی چاہیے۔ وہ اس کے قریب گئی۔ چاہتی تھی کہ اسی کی تلوار چھین کر اس کی گردن پر وار کرے کہ اچانک ٹھٹھک گئی۔ اسے ناگ کی خوشبو آنے

لگی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر چاروں طرف سونگھا۔ یہ خوشبو ڈاکوؤں کے سردار کے کپڑوں سے آ رہی تھی۔ ماریا بڑی خوش ہوئی کہ ناگ کا سراغ مل گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ ڈاکوؤں کے سردار کے کپڑوں سے ناگ کی خوشبو کیوں آ رہی ہے؟ خوشبو اتنی تیز بھی نہیں تھی کہ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ ناگ سردار کی جیب میں چھپا بیٹھا ہے۔ ناگ اگر اس کی جیب میں ہوتا تو اسے بھی ماریا کی خوشبو آ گئی ہوتی اور وہ باہر نکل آتا۔ ماریا سردار سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے کپڑوں سے ناگ کی خوشبو کیوں آ رہی ہے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ یہ شخص جس جگہ سے آ رہا ہے ضرور وہاں پر ناگ بھی موجود ہے۔ اتنے میں سردار نے چلّا کر کہا۔

"بہت مال لوٹ لیا۔ اب واپس اپنے غار میں چلو۔"

ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ ہو نہ ہو ناگ ضرور ان ڈاکوؤں کے غار میں کہیں ہے۔ ماریا نے مصر جانے کا خیال چھوڑ دیا اور ڈاکوؤں کے ساتھ ان کے غار کی طرف روانہ ہو گئی۔

اُدھر یہ ہو رہا تھا اور اُدھر بغداد میں علی بابا نے ایک شاندار حویلی خرید لی تھی اور اس میں بڑے ٹھاٹھ سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ نوکر چاکر اس کی خدمت پر تیار رہتے تھے۔

کنیزیں اس کی بیوی کی خدمت کرتی تھیں۔ اس سے اس کے چچا قاسم نے بھی خزانے کا راز معلوم کر لیا تھا اور وہ بھی دو تین بار جا کر غار سے خزانہ لوٹ لایا تھا۔ دونوں چچا بھتیجے نے ساتھ ساتھ حویلیاں خرید لی تھیں۔ اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ سے رہنے لگے تھے۔

اُدھر ڈاکوؤں کا گروہ اپنے غار کی طرف چلا آ رہا تھا۔ اِدھر علی بابا کے چچا قاسم نے لالچ کیا اور خچر لے کر ایک بار پھر کھل جا سم سم کے غار میں خزانہ چرانے چلا گیا۔ اس بار اس کی موت اسے وہاں لے گئی تھی۔

ناگ کے آدھے جسم میں جان پڑ چکی تھی۔ مگر جب تک اس کے سارے ناگ میں لہو گردش نہ کرے وہ زندہ نہیں ہو سکتا تھا۔ علی بابا نے اسے سونے کا سانپ سمجھ کر اپنے خزانے کے اوپر بند کوٹھڑی میں رکھا ہوا تھا۔ علی بابا کا چچا قاسم خچر کو باہر کھڑا کر کے غار میں داخل ہو گیا، وہ ہیرے جواہرات باندھ کر باہر نکلنے لگا تو کھل جا سم سم کا اسم بھول گیا۔ دروازہ بند تھا اور اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے کہ دروازہ کھل جائے۔ کبھی بھاگ کر ایک طرف جاتا، کبھی بھاگ کر دوسری طرف جاتا کبھی کچھ کہتا، کبھی کچھ بولتا۔ مگر "کھل جا سم سم" اس کی

زبان پر نہیں آ رہا تھا۔ اتنے میں ڈاکو غار کے دروازے پر پہنچ گئے۔ سردار نے بازو پھیلا کر اسم پڑھا۔ غار کا دروازہ کھل گیا اور ڈاکو غار میں داخل ہو گئے۔ سردار نے جو ایک آدمی کو اشرفیوں کی بوریوں کے پیچھے چھپا دیکھا تو اسے گردن سے پکڑ کر باہر کھینچ لایا۔ اب جو اس نے دیکھا تو خزانے میں سے ہیرے جواہرات اور اشرفیوں کے کتنے ہی مرتبان غائب تھے۔ وہ مرتبان بھی غائب تھا جس میں سردار نے اپنا پسندیدہ سونے کا سانپ رکھا تھا۔ سمجھ گیا کہ یہی چور ہے جس نے کھل جا سم سم کا راز کہیں سے معلوم کر لیا ہے اور چپکے چپکے ان کے پیچھے خزانہ لوٹتا رہا تھا۔ سردار نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن اڑا دی۔ اور لاش غار کے درمیان چھت سے لٹکا دی۔ ماریا غار میں ایک طرف کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

اسے معلوم ہو گیا تھا کہ علی بابا کی کہانی دوبارہ تاریخ کے سٹیج پر کھیلی جا رہی ہے اور یہ علی بابا کا چچا قاسم ہے۔ چونکہ تاریخ میں اس کا مر جانا ہی لکھا تھا اس لیے ماریا اسے نہیں بچا سکتی تھی۔ ماریا نے محسوس کیا کہ غار کے ایک کونے میں سے ناگ کی خوشبو زیادہ تیز آ رہی تھی۔ ماریا اس کونے میں آ گئی۔

عنبر نے ماریا اور ناگ دونوں کو منع کر رکھا تھا کہ وہ تاریخ کی کہانیوں اور واقعات کی کسی بھی کڑی کو اپنی جگہ سے ادھر اُدھر نہ کریں۔ کیونکہ اس طرح سے تاریخ کے واقعات کے سلسلے درہم برہم ہو جاتے ہیں۔

ماریا ناگ کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ یہاں سے ناگ کہاں چلا گیا ہوگا۔ وہ یہاں کس طرح آ گیا؟ ہو سکتا ہے وہ دوبارہ بھی اسی غار میں آ جائے۔ ماریا ناگ کا انتظار کرنے لگی۔ جب رات آدھی گزر گئی تو باہر سے کسی نے کھل جا سم سم کہا۔ غار کا دروازہ کھل گیا اور علی بابا اپنے گھوڑے کو لے کر غار میں داخل ہوا۔

ماریا نے تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے الف لیلا کی کہانیوں میں علی بابا چالیس چوروں کی کہانی بڑے شوق سے پڑھی تھی۔ اس وقت وہ اس کہانی کے خاص کردار علی بابا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ علی بابا نے اپنے چچا قاسم کی لاش دیکھی تو اسے بہت دُکھ ہوا۔ وہ سمجھ گیا کہ ڈاکوؤں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ اس نے لاش کو نیچے اتارا اور گھوڑے پر ڈال کر گھوڑے کو پیچھے موڑنے کے لیے ماریا کے ذرا قریب آیا تو ماریا کو اس کے کپڑوں سے ناگ کی بڑی تیز خوشبو آئی۔ ماریا چونک

یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ یہاں ناگ کافی دن بیٹھا رہا ہے۔ ڈاکو کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر کہیں شکار کی تلاش میں نکل گئے۔ غار میں ماریا اور قاسم کی لاش رہ گئی۔ ماریا نے دیکھا کہ لاش کے پاؤں میں جوتی تھی اور دوسری جوتی زمین پر گری ہوئی ہے۔ ماریا کو معلوم تھا کہ آج رات کسی وقت علی بابا آئے گا اور اپنے چچا کی لاش گدھے پر لاد کر لے جائے گا، مگر وہ زمین پر گری ہوئی جُوتی اٹھانی بھول جائے گا۔ پھر ایک ڈاکو اس جوتی کو لے کر قاسم کے گھر کی تلاش میں نکلے گا اور علی بابا کے گھر پہنچ جائے گا اور اس کے مکان پر نشان لگا کر واپس آ جائے گا۔ اس کے بعد علی بابا کی کنیز مرجینا گلی کے سارے مکانوں پر وہی نشان لگا دے گی اور ڈاکو چکر میں پڑ جائیں گے۔ اس کے بعد سردار خود علی بابا کی حویلی میں اپنے چالیس چوروں کو تیل کے خالی کپّوں میں چھپا کر آئے گا اور یوں کہانی آگے چلے گی۔ اس کہانی میں کسی جگہ بھی ماریا ذرا سا بھی دخل نہیں دے سکتی تھی۔ کیونکہ جس طرح سے کہانی لکھی گئی تھی۔ اس کے واقعات کو اسی طرح ہونا تھا۔ ماریا قاسم کی زمین پر پڑی ہوئی جوتی بھی نہیں اٹھا کر پرے کر سکتی تھی

اٹھی۔ کیا ناگ علی بابا کے پاس ہے؟ علی بابا غار سے
باہر نکل گیا۔ ماریا بھی اس کے پیچھے چل دی۔ غار کا
دروازہ بند کر کے علی بابا دوسرے گھوڑے پر خود بیٹھ
گیا اور رات کے اندھیرے میں صحرائی راستے پر سے ہوتا
بغداد شہر کی طرف روانہ ہوا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل
رہی تھی۔

بغداد شہر وہاں سے تھوڑی ہی دور تھا۔ صبح ہونے سے
پہلے پہلے علی بابا شہر کی گلیوں میں آگیا۔ بغداد کی گلیاں
پچھلی رات کے اندھیرے میں بڑی پُر اسرار لگ رہی تھیں۔
علی بابا اپنی شاندار حویلی میں داخل ہو گیا۔ ماریا بھی اس
کے ساتھ ہی حویلی کے اندر چلی گئی۔ یہاں اسے چاروں
طرف ناگ کی ہلکی خوشبو پھیلی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ بڑی
خوش ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ ناگ اس حویلی میں
کسی جگہ موجود ہے۔

علی بابا نے چچا کی لاش راتوں رات اس کے گھر ساتھ
والی حویلی میں پہنچا دی۔ اس کی بیوی دھاڑیں مار کر رونے
لگی۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ علی بابا اپنے گھر آکر
سو گیا۔ ناگ کی خوشبو سارے گھر میں ایک جیسی پھیلی ہوئی
تھی۔ کسی جگہ پر بھی ماریا کو یہ خوشبو تیز محسوس نہ ہوئی

جس سے وہ یہ اندازہ لگا سکتی کہ ناگ اس جگہ پر ہے۔ اس
نے ساری حویلی میں گھوم پھر کر دیکھ لیا۔ سب جگہ ناگ کی خوشبو
ایک ہی طرح کی ہلکی ہلکی تھی۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ ناگ پر
ابھی طلسم کے اثر کی کمزوری ختم نہیں ہوئی تھی اور وہ پوری
طرح زندہ نہیں ہوا تھا۔ وہ علی بابا کی کوٹھڑی میں خزانے کے
اوپر کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اور اس کا آدھا دھڑ ابھی تک
سونے کا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے ماریا کی بھی خوشبو بہت
ہلکی ہلکی آ رہی تھی مگر وہ ابھی زبان سے کوئی لفظ نہیں ادا
کر سکتا تھا۔ اسے پوری طرح ٹھیک ہونے کے لیے ابھی تین
دن چار راتوں کی ضرورت تھی۔

قبر کی دلہن

جب رات گہری ہو گئی تو ماریا علی بابا کی حویلی سے نکل
آئی ۔ وہ اسی سوچ میں گم تھی کہ ناگ کی خوشبو اگر اس
حویلی سے آ رہی ہے تو وہ خود کہاں ہے ؟ ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ وہ ہوا میں بکھر گیا ہے ۔ ماریا کا یونہی دل چاہا کہ
وہ ذرا باہر تازہ ہوا میں رات کو گھومے پھرے ۔ شہر
ایک بھیانک تباہی سے گزرنے کے بعد دوبارہ آہستہ آہستہ
زندہ ہو رہا تھا اور اس کی رونق واپس آ رہی تھی ۔ ماریا
چلتی چلتی دریائے دجلہ کے کنارے پر آ گئی ۔ یہاں ایک
طرف کھجوروں کا جھنڈ تھا ۔ اس طرف سے میٹھی کھجوروں کی
خوشبو آ رہی تھی ۔ ماریا کو یہ خوشبو بڑی اچھی لگی ۔ وہ
کھجوروں کے جھنڈ کے قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ
وہاں ایک قبرستان ہے ۔ اینٹوں کی چار دیواری میں
بے شمار قبریں بکھری ہوئی تھیں ۔ ماریا کو قبرستانوں سے
کبھی ڈر نہیں لگا تھا ۔ مگر اس قبرستان میں کوئی انوکھی بات

تھی کہ اس کے اندر داخل ہوتے ہی ماریا کو اپنے جسم میں
ایک ٹھنڈی لہر دوڑتی محسوس ہوئی ۔

رات بہت اندھیری تھی ۔ آسمان پر نہ تو چاند تھا اور نہ وہاں
کسی قبر پر کوئی دیا ہی جل رہا تھا ۔ ستارے بادلوں میں چھپے
ہوئے تھے ۔ ماریا کے کان میں ایسی آواز آئی جیسے کسی نے
اسے کہا ہو کہ اس قبرستان سے باہر نکل جاؤ ۔ لیکن ماریا
نے کوئی خیال نہ کیا ۔ ماریا قبروں کے درمیان بنے ہوئے
راستے پر گھومنے لگی ۔ قبروں پر گھاس اُگی ہوئی تھی ۔ کھجور
کی شاخیں ہوا میں سرسراتیں تو قبرستان کی خاموشی اور ڈراؤنی
ہو جاتی ۔

ماریا کو ایک جگہ سے بہت ہی ہلکی سی روشنی دکھائی
دی ۔ وہ روشنی کی طرف بڑھی کہ یہ کہاں سے آ رہی ہے ۔
قریب جا کر اس نے دیکھا کہ ایک قبر پھٹی ہوئی تھی اور روشنی
اس کے اندر سے آ رہی تھی ۔ قبر کے اندر اترنے کو ایک
ڈھلان سی بن گئی تھی ۔ ماریا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ
روشنی کہاں سے آ رہی ہے ۔ نیچے قبر میں اُتر گئی ۔ یہ ایک
کافی بڑا گڑھا تھا ۔ قبر میں ایک مُردے کی کھوپڑی اور
انسانوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں ۔ ماریا نے دیکھا کہ قبر کی
دیوار میں ایک طاق بنا ہے جو بند ہے اور اس کی درز

میں سے روشنی کی کرنیں باہر نکل رہی ہیں۔ ماریا نے طاق کو تھوڑا سا آگے دھکیلا تو اسے ایک زبردست جھٹکا لگا۔ اور وہ اپنی جگہ پر اس طرح گھومنے لگی۔ جس طرح آندھی کے بگولے میں پھنسا ہوا کاغذ گھومنے لگتا ہے۔ وہ چکر کھا رہی تھی اور اس بگولے سے نکلنے کی بہت کوشش کر رہی تھی مگر بگولا اسے اٹھا کر طاق کے اندر لے جا رہا تھا۔

ماریا سمجھ گئی کہ یہاں کسی نے جادو کر رکھا ہے اور وہ طلسم میں پھنس گئی ہے۔ بگولے نے اسے اٹھا کر طاق کی دوسری طرف پھینک دیا۔ ماریا زمین پر گر پڑی۔ وہ اوندھے منہ پڑی تھی اور اس کا سر ابھی تک چکرا رہا تھا پھر اس نے چہرہ اوپر اٹھا کر دیکھا۔ قبر کا طاق بند ہو گیا تھا۔ وہ جلدی سے مُڑ کر طاق کی طرف گئی تاکہ وہاں سے نکل کے وہ شعاعوں کی طرح پتھروں اور لوہے کی دیواروں سے بھی گزر جاتی تھی۔ مگر طاق کے قریب جاتے ہی اسے ایک بار پھر وہی جھٹکا لگا اور وہ گھومتی چکر کھاتی دس فٹ دُور زمین پر جا گری۔ یہ میں کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں! وہ سوچنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ روشنی ایک دیوار سے نکل رہی ہے۔ اس دیوار میں ایک سوراخ تھا۔ ماریا اس سوراخ سے نکل کر دوسری طرف آ گئی۔

یہاں اس نے دیکھا کہ وہ کسی پرانی خانقاہ کے محراب دار دروازے میں کھڑی ہے۔ ایک پتھر پر کافوری چراغ روشن ہے جس کی روشنی دیوار سے نکل کر طاق اور طاق کی درز سے گزر کر قبر میں پڑ رہی ہے۔ خدایا! یہ کون سی جگہ ہے یہاں کون دفن ہے؟ ماریا نے آگے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اسے قدموں کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز ایسی تھی۔ جیسے کوئی انسان آہستہ آہستہ سیڑھیاں اُتر رہا ہو۔ ماریا محراب کی اوٹ میں ہو گئی۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ اوپر کو پتھر کی پرانی سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ ماریا کی نظر ان سیڑھیوں پر ہی تھی۔ آواز اُدھر ہی سے آ رہی تھی۔

چند لمحوں کے بعد ماریا نے دیکھا کہ ایک آدمی جس نے ہزاروں برس پرانے مصری کاہن کا لباس پہن رکھا تھا۔ ایک سرخ لباس والی عورت کو بازوؤں پر اٹھائے سیڑھیاں اُتر رہا ہے۔ عورت کے بازو نیچے لٹک رہے تھے اور وہ بے ہوش لگتی تھی۔ مصری کاہن کا سر مُنڈا ہوا تھا اور اس کے لمبے کرتے کا رنگ نیلا اور سیاہ تھا جیسا کہ پرانے مصری کاہن پہنا کرتے تھے۔ آج سے پانچ ہزار سال پہلے ماریا نے ایسے مصری کاہن فرعون کے زمانے میں دیکھے تھے۔ یہ لوگ بڑے زبردست جادو گر ہوتے تھے۔ یہ ایسا ایسا جادو جانتے

تھے کہ ہوا میں اُڑ کر سیر کیا کرتے اور اپنے دشمن کا گھر
بیٹھے کلیجہ نکال لیا کرتے تھے۔ ماریا کو اب معلوم ہو چکا
تھا کہ اس جگہ اس مصری کاہن نے طلسم کر رکھا ہے جس
کی وجہ سے وہ دیوار کے پار نہیں جا سکتی اور اس قبر کے
نیچے پُر اسرار خانقاہ میں قید ہو گئی ہے۔

ماریا کو اب یہ معلوم کرنا تھا کہ یہ عورت کون ہے۔
جس کو کاہن اپنے بازوؤں پر اٹھائے ہوئے سیڑھیاں اُتر
کر سامنے دیوار کی طرف آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ اس کے
قریب جاتے ہی دیوار اپنی جگہ سے شق ہو گئی۔ کاہن عورت
کو لے کر اندر داخل ہو گیا۔ دیوار اپنے آپ بند ہو گئی۔ ماریا
دبے پاؤں چلتی دیوار کے پاس آ گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ مصری
کاہن کو ابھی تک ماریا کے اندر آنے کا علم نہیں ہوا تھا اگر
ایسی بات ہوتی تو وہ ضرور اسے اپنے طلسم میں جکڑنے کی
کوشش کرتا۔

ماریا نے دیوار کی طرف ہاتھ پھیلائے کہ وہ دوسری
طرف نکل جائے۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ دیوار کی دوسری
طرف آ گئی۔ یہاں کوئی طلسم نہیں تھا۔ ماریا ایک چھوٹے سے
حجرے ایسی کوٹھڑی میں آ گئی۔ جہاں کونے میں شمع روشن
تھی۔ ایک ممی کا تابوت دیوار کے ساتھ رکھا تھا۔ ایک چبوترے

پر مصری کاہن نے عورت کو لٹا دیا تھا اور اسے ہوش میں
لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مصری کاہن نے عورت کے منہ
کے اوپر اپنا پنجہ کھول دیا اور پھر تین بار اوپر نیچے کیا۔ عورت
کو ہوش آ گیا۔

ماریا دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی یہ تماشہ خاموشی سے
سے دیکھ رہی تھی۔ اس بات سے اسے بڑی تسلی ہوئی تھی۔
کہ کاہن کو یہ پتہ نہیں ہے کہ ماریا وہاں موجود ہے۔ مصری
کاہن نے عورت کو آنکھیں کھول کر جھپکاتے ہوئے دیکھا تو بھاری
خرخراہٹ والی آواز میں کہا۔

"تم میری دلہن ہو۔ تم ساری زندگی اسی قبر کے اندر میرے
پاس رہنا ہو گا۔"

ماریا کو عورت کی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ مصری کاہن
اس بدنصیب عورت سے عربی میں بات کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ
فرعون کے زمانے کا کاہن تھا اور اس کے ماتھے پر تین سُرخ
لکیریں بنی ہوئی تھیں جو پرانے زمانے کے کاہن جادو کر اپنے
ماتھے پر بنایا کرتے تھے۔ ماریا ان لکیروں کو خوب پہچانتی تھی۔
اور وہ پرانی مصری زبان اچھی طرح جانتی تھی۔ کاہن نے ایک
دو منتر ہاتھ کھڑا کر کے پرانی مصری زبان میں بھی پڑھے جو
ماریا جانتی تھی۔ لیکن چونکہ وہ عورت بغداد کی رہنے والی تھی،

اس لیے کاہن اس کے ساتھ عربی زبان میں بات کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تمہیں میرے پاس آئے آج ایک مہینہ گزر گیا ہے۔ میرا چلّہ ساٹھ دنوں میں پورا ہوگا۔ ساٹھویں روز میں تمہارا سینہ کھول کر تمہارا گرم گرم دھڑکتا ہوا دل کھا جاؤں گا۔ پھر میں دوبارہ ایک بہت طاقتور فرعون بن کر جی اٹھوں گا۔ اور ساری دنیا پر میری حکومت ہوگی۔ میرا مقابلہ چنگیز خان کا لشکر بھی نہ کر سکے گا۔ کیونکہ پھر میں مر نہ سکوں گا۔ ابھی میں مرا ہوا ایک پانچ ہزار سال پرانا مُردہ ہوں اور صرف قبر کے اندر اس کوٹھڑی میں اپنے جادو کے زور سے زندہ ہوں۔ میرے چلّے میں ایک مسلمان کنواری لڑکی سے شادی کر کے اسے اس قبر میں زندہ رکھنا سب سے بڑی شرط ہے اور میں اسی لیے تمہیں یہاں لایا ہوں۔"

عورت رونے لگی۔ کاہن نے کہا۔

"رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تمہاری قسمت میں یہی لکھا تھا کہ تم میری دلہن بن کر میرے ساتھ قبر میں رہو اور ساٹھ روز کے بعد

میں تمہارا دل تمہارے سینے سے نکال کر کھا جاؤں یہاں تمہاری مدد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔"

عورت نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

"میرا خدا میری مدد کرے گا۔"

کاہن نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر منتر پڑھا اور کہا۔

"میرے دیوتا تمہارے خدا کی مدد اس قبر کے اندر نہیں پہنچنے دیں گے۔ صرف تیس دن اور باقی رہ گئے ہیں۔ اب تم یہاں آرام کرو۔ میں کل رات پھر تمہارے پاس آؤں گا۔"

یہ کہہ کر کاہن اپنی جگہ سے اٹھا اور دیوار کے قریب گیا۔ دیوار اپنی جگہ سے کھسکی ہوئی۔ کاہن اس میں سے گزر گیا۔ دیوار پھر بند ہو گئی۔ اب اس کوٹھڑی میں ماریا اور وہ عورت اکیلی رہ گئیں۔ عورت تھوڑی دیر روتی رہی۔ پھر چبوترے پر اُٹھ کر بیٹھ گئی اور اپنا اداس چہرہ گھٹنوں میں چھپا کر گہری سوچ میں گم ہو گئی۔ کونے میں چراغ جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں بدقسمت عورت کے سیاہ بال اس کے شانوں پر بکھرے نظر آ رہے تھے۔ کونے میں ممی کا بت خاموش کھڑا تھا۔ بت کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ جس کا رُخ دیوار کی طرف تھا۔

ماریا کو ایک بات کی خوشی تھی کہ کاہن اپنے جادو کے باوجود اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس نے کوئی ایسا جادو کر رکھا تھا کہ جو

قبر کے اندر آجائے پھر باہر نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے جادو نے ماریا کو قبر کے اندر بند ضرور کر دیا تھا مگر وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر دیکھ سکتا تو ماریا کو عورت کے پاس کبھی اکیلا چھوڑ کر نہ جاتا۔ اس سے ماریا کو حوصلہ ہوا اور اسے یقین ہونے لگا کہ وہ اس بدنصیب مسلمان عورت کی جان بچا لے گی۔ اب وہ اس عورت سے بات کرنا چاہتی تھی۔ خطرہ تھا کہ وہ ڈر جائے گی۔ لیکن اس سے بات کرنی بہت ضروری تھی۔ ماریا اس کے پاس آگئی۔ اس نے آہستہ سے کہا

"السلام علیکم"

عورت نے ایک دم اپنا چہرہ اوپر اٹھایا۔ اس کے سیاہ بال پیچھے ہو گئے۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت تھی مگر چہرہ موت کے خوف سے زرد ہو رہا تھا اور آنکھوں میں آنسو سوکھ چکے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کوٹھڑی میں اس طرف دیکھ رہی تھی جدھر سے اسے ماریا کی آواز آئی تھی۔ ماریا نے کہا،

"بہن ڈرو نہیں۔ میں تمہاری مدد کرنے آئی ہوں۔"

عورت نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا،

"تم ـــــ تم کون ہو۔ کیا ـــــ کیا تم میری بہن کی روح ہو؟"

ماریا نے کہا،

"میں تمہاری بہن کی روح نہیں ہوں۔ مگر تم یہی سمجھ لو، ویسے میرا نام ماریا ہے اور میں بھی تمہاری طرح ایک لڑکی ہوں مگر کسی طلسم کی وجہ سے غائب ہوں اور تم مجھے نہیں دیکھ سکتیں۔ مجھے تمہارا کاہن شوہر بھی نہیں دیکھ سکا۔"

عورت نے کہا۔

"وہ میرا شوہر نہیں ہے۔"

ماریا بولی۔

"میں نے ساری گفتگو سن لی ہے۔ جب وہ تم سے باتیں کر رہا تھا تو میں اسی جگہ کھڑی تھی۔ مگر یہ تمہیں کہاں سے اٹھا کر لایا ہے اور تم کون ہو؟"

پھر اس عورت نے اپنی کہانی یوں بیان کی۔

"میری ہمدرد بہن! میرا نام خولہ ہے۔ میں بغداد کے ایک سوداگر کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ ایک دن میں اپنے گھر والوں کے ساتھ قبرستان میں فاتحہ پڑھنے آئی۔ میں نے اپنے بالوں میں خوشبودار تیل لگا رکھا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ قبروں پر چراغ روشن تھے۔ میرا باپ اور میری خالہ ایک جگہ فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ میں اپنی ایک سہیلی کی قبر کی تلاش میں اس طرف آنکلی۔ میں نے ایک قبر دیکھی جو کھلی تھی اور جس کے اندر مردے کی کھوپڑی اور ٹانگوں کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں۔

میں ان پر مٹی ڈالنے کے لیے جھکی ہی تھی کہ جیسے کسی نے پیچھے سے مجھے دھکا دے دیا اور میں قبر کے اندر گر پڑی دہشت کے مارے میری آواز بھی نہ نکل سکی اور پھر میں ایک بگولے میں پھنس گئی اور زور سے چکر کھانے لگی۔ اس بگولے نے مجھے اٹھا کر قبر کے طاق کی دوسری طرف پھینک دیا۔ میں بے ہوش ہو گی۔ ہوش آیا تو دیکھا کہ یہی کاہن میرے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے سونے کی انگوٹھی میری انگلی میں ڈال کر کہا۔ تم آج سے میری دلہن ہو۔ میں ہی تمہیں یہاں لایا ہوں۔ اس بات کو آج پورا ایک مہینہ گزر گیا ہے۔ خدا جانے میری جدائی میں میرے باپ کا کیا حال ہو گا۔"

یہ کہہ کر وہ عورت جس کا نام خولہ تھا رونے لگی۔

ماریا نے پوچھا۔

"کیا تم نے یہاں سے نکلنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔"

خولہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"یہاں میرے ارد گرد کوٹھڑی کے اندر اور باہر زبردست جادو کر دیا گیا ہے۔ یہ ممی کا بُت تم دیکھ رہی ہو، یہ مجھ پہ پہرہ دے رہا ہے۔ یہ جادو کا بُت ہے۔ میں اگر دیوار سے ٹکریں بھی ماروں تو وہ مجھے راستہ نہیں دے گی۔"

پھر خولہ نے کہا۔

"اب تم آ گئی ہو تو میری مدد کرو اور مجھے یہاں سے کسی طرح باہر نکالو۔ نہیں تو یہ بدبخت کاہن مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اور میرا دل نکال کر چبا جائے گا۔"

ماریا نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"میں کوشش کروں گی۔ کیونکہ اس وقت اس کاہن نے قبر کے طاق کے ارد گرد ایسا جادو کا دائرہ کھینچ رکھا ہے کہ اس کے اندر سے میں بھی تمہیں ساتھ لے کر نہیں نکل سکتی۔ اس جادو کے دائرے سے ٹکرا کر میں چکر کھاتی ہوئی اس قبر کے اندر آ گئی ہوں اور میں نے کاہن کو تمہیں بازوؤں پر اٹھائے اس طرف آتے دیکھا۔"

خولہ نے پوچھا۔

"پھر تم یہاں کیسے آ گئیں۔"

ماریا نے کہا۔

"میں دیوار میں سے گزر جاتی ہوں۔ یہاں کا جادو مجھ پر اثر نہیں کر سکا۔ اور کاہن مجھے دیکھ بھی نہیں سکا یہی ایک بات ہے جو مجھے حوصلہ دیتی ہے۔"

خولہ اداس ہو گئی۔ اس نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھ دیا اور آنسو بھری آواز میں کہا۔

"ایسا لگتا ہے کہ ماریا بہن تم بھی یہاں میرے ساتھ ہی

قید ہو گئی ہو اور شاید تم بھی میری کوئی مدد نہیں کر سکو گی۔"
یہ کہہ کر خود کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ماریا اگرچہ اسے حوصلہ دے رہی تھی مگر دل میں وہ بھی پریشان تھی کہ اسے لے کر وہاں سے کیسے باہر نکل سکے گی۔ کیونکہ زبردست کاہن کے جادو کے آگے وہ بھی اپنے آپ کو بے بس پا رہی تھی۔ پھر بھی وہ نا اُمید نہیں تھی۔ اس نے زندگی میں بڑی بڑی بھیانک مصیبتیں دیکھی تھیں۔ ماریا نے کہا۔

"ایسا نہ کہو خولہ بہن! مجھے کوشش کر لینے دو۔ تم حوصلہ رکھو۔ خدا نے چاہا تو ہم اس جگہ سے بہت جلد فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

ماریا کونے میں رکھے مصری ممی کے بُت کو غور سے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے خولہ سے کہا۔

"تم دیوار کی طرف بڑھو۔"

خولہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دیوار کی طرف آئی جونہی وہ دیوار کے قریب پہنچی۔ ممی کے بُت کے منہ سے ایک چیخ کی آواز نکلی اور اس کے ہاتھ کا نیزہ زور سے دیوار کے ساتھ آ کر ٹکرایا۔ اگر خولہ جلدی سے پیچھے نہ ہٹتی تو نیزہ اس کے سینے میں کھُب گیا ہوتا۔ خولہ چبوترے پر جا کر بیٹھ گئی خوف کے مارے اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ ماریا نے

اسے حوصلہ دیا اور دل میں خدا کا شکر بھی ادا کیا کہ وہ بچ گئی ورنہ اس کی غلطی سے خولہ ہلاک ہونے لگی تھی۔

لیکن ممی کے بُت کے حرکت کرنے کی خبر کاہن کو ہو گئی تھی۔ ایک دم سے دیوار شق ہوئی اور کاہن کا ہیولا سامنے آ گیا۔ اس کی سرخ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"بدبخت عورت! تم نے اگر دوبارہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی تو اس ممی کا نیزہ تمہارے سینے میں اُتر جائے گا۔"

اس کے بعد کاہن کا ہیولا غائب ہو گیا اور دیوار اپنی جگہ پر آ گئی۔ خولہ نے کہا۔

"ماریا! کیا تم یہاں ہو؟"

"ہاں۔" ماریا نے کہا۔ "میں تمہارے پاس ہی ہوں۔"

خولہ کہنے لگی۔

"اس نے تمہیں نہیں دیکھا۔ لیکن اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرا یہاں سے نکلنا کتنا مشکل ہے۔ پیاری بہن! میرے لیے تم اپنی جان مصیبت میں نہ ڈالو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

ماریا نے کہا۔

"ایسا میں نے کبھی نہیں کیا۔ میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔"
یہ کہہ کر ماریا دیوار میں سے گزر کر کوٹھڑی کے باہر آ گئی۔

سامنے وہ سیڑھیاں تھیں۔ جہاں سے اُتر کر کاہن نیچے آیا تھا ماریا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گئی تو وہاں بائیں طرف ایک غار دکھائی دیا۔ ماریا دیوار کے ساتھ لگ کر غار میں چلی گئی۔ آگے ایک تہہ خانہ بنا تھا۔ لکڑی کا ایک تابوت پڑا تھا۔ کاہن تابوت کے سرہانے دو زانو ہو کر بیٹھا منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔ ماریا ایک طرف کھڑی اسے غور سے تکنے لگی۔ منتر پڑھنے کے بعد کاہن اُٹھا۔ اس نے تابوت کا ڈھکنا اٹھایا۔ اس کے اندر جا کر مردے کی طرح لیٹ گیا اور تابوت کا ڈھکنا اوپر گرا دیا۔ ماریا نے دیکھا، تابوت کے اوپر کالی بلی کا سر بنا ہوا تھا کالی بلی فرعون کی ملکہ کی خاص نشانی ہوا کرتی تھی اور کاہن اس پر جادو کے طلسم بنایا کرتے تھے۔ یہ بھی طلسمی بلی لگتی تھی ماریا واپس آ گئی۔ ابھی وہ کسی چیز کو چھیڑنا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ اس قبر کے اندر کسی بھول بھلیوں میں جادو کے ذریعے قید ہو گئی تھی۔ اور باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ وہ سب سے پہلے باہر نکلنے کی کوئی تدبیر کرنا چاہتی تھی۔ اس جادو کا توڑ دریافت کرنا چاہتی تھی۔ وہ ایک بار پھر قبر کے بند طاق کے پاس آ گئی۔ اس نے جونہی طاق کی طرف قدم بڑھایا۔ ایک زبردست جھٹکا اسے لگا۔ اور وہ بگولے کی طرح چکر کھانے لگی۔ چکر کھاتے کھاتے وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑی۔ وہ نڈھال ہو گئی

تھی۔ آخر ہمت کر کے اُٹھی اور کوٹھڑی کے باہر آ کر سیڑھیوں کے نیچے خاموش ہو کر بیٹھ گئی اور ناگ عنبر کے بارے میں سوچنے لگی کہ شاید وہ اس قبرستان کی طرف آ نکلیں اور اس کی خوشبو پا کر اس کے پاس آنے کی کوشش کریں۔ ماریا کو اپنے اوپر افسوس ہونے لگا کہ وہ کیوں قبرستان کی طرف نکل آئی۔ نہ ادھر آتی اور نہ اس نئی مصیبت میں پھنستی۔

جہاں وہ بیٹھی تھی۔ وہاں اندھیرا تھا۔ مگر وہ اندھیرے میں سامنے والی پتھریلی دیوار دیکھ رہی تھی جس کی دوسری طرف بے چاری عرب مسلمان لڑکی خولہ قید تھی۔ جسے ظالم کاہن نے اپنی دلہن بنا رکھا تھا۔ اور تین دنوں کے بعد اسے ہلاک کر کے اس کا دل کھا جانے والا تھا۔ تاکہ وہ ایک غیر فانی فرعون بن کر دنیا کے سامنے آئے اور ساری دنیا کا بادشاہ بن کر حکومت کرے۔ جب ماریا بیٹھی بیٹھی تھک گئی تو اُٹھ کر دیوار میں سے گزری اور خولہ کے پاس آ گئی۔ خولہ چبوترے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے کچھ خبر نہ ہوئی کہ ماریا اس کے پاس کھڑی ہے۔ جب ماریا نے اسے آواز دی تو خولہ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"کوئی راستہ ملا ماریا بہن؟"

"نہیں خولہ،" ماریا نے کہا: "مگر کوئی نہ کوئی فرار کا راستہ ضرور مل جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔"

خولہ نے خاموش ہو کر سر جھکا لیا۔ پھر وہ ایک سسکی بھر کر بولی،

"میرے باپ کا کیا حال ہو گا میرے بغیر!"

"گھبراؤ نہیں خولہ۔ خدا پر بھروسہ رکھو" اور پھر میں بھی تو تمہارے ساتھ ہی یہاں قید ہوں"

خولہ بولی؛

"ماریا بہن! تمہیں کاہن کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن مجھے تیس دنوں کے بعد وہ ہلاک کر دے گا اور تم بھی مجھے نہ بچا سکو گی"

ماریا نے کہا،

"ابھی بہت دن پڑے ہیں۔ اس سے پہلے پہلے ہم دونوں اس خونی قبر سے باہر ہوں گی"

کہنے کو تو ماریا نے یہ بات کہہ دی تھی لیکن حقیقت میں اسے بھی پوری طرح یقین نہیں تھا کہ وہ کب اور کیسے وہاں سے نکل سکے گی؟

ادھر علی بابا کی حویلی کے اندر خزانے کے اوپر بیٹھے بیٹھے ناگ کی زندگی پوری طرح دوبارا واپس آ گئی اور جادو کا اثر اس پر سے پوری طرح ختم ہو گیا۔ وہ اب سونے کا سانپ نہیں رہا تھا۔ اس نے اندھیرے میں اس پاس غور سے دیکھا۔

اب وہ ہر شے کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا اور پوری طرح غور کر سکتا تھا۔ اسے یہ تو پہلے روز ہی سے علم ہو گیا تھا۔ کہ وہ علی بابا کی حویلی میں آ گیا ہے۔ علی بابا کے چالیس چور اسے پادری کے گھر سے چرا کر اپنے غار میں لے گئے تھے۔ جہاں سے علی بابا اسے خزانے کے ساتھ اٹھا کر اپنی حویلی میں لے آیا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہاں رہتے ہوئے کتنے دن گزر گئے ہیں۔

ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ اسے پھر سے نئی زندگی مل رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں ڈاکوؤں کے سردار کا شکر گزار تھا۔ کہ جس کی وجہ سے وہ پادری کے گھر سے نکل کر ملک نفریتی کے اہرام میں گیا اور وہاں اس کے تابوت پہ جلتے چراغ کی روشنی اس پہ پڑی اور اس کے اندر نئی زندگی کا عمل شروع ہوا۔ اسے یاد آیا کہ یروشلم میں ماریا نے اسے بادشاہ کے محل کے ایک طاق میں بٹھایا تھا کہ شاہی جادو گر نے اس پہ طلسم پھونک دیا اور وہ سونے کا سانپ بن گیا۔ ماریا یقیناً یروشلم سے نکل آئی ہو گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ عنبر نے بھی وہاں پہنچ کر ماریا ناگ کو نہ پایا تو وہاں سے نکل پڑا ہو۔ ناگ نے گہرا سانس لیا انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔ اندر اندھیرا بھی

تھا۔ ناگ نے دوبارہ سانپ کی شکل بدلی اور دروازے
کے سوراخ میں سے باہر نکل آیا۔ علی بابا کی حویلی میں سب
لوگ سو رہے تھے۔ نوکر اور کنیزیں بھی دن بھر کے
کام کاج کے بعد میٹھی نیند سو رہے تھے۔ ناگ رینگتا ہوا
حویلی کے پیچھے نکل آیا۔ یہاں اس نے ایک کنیز کو گودام
میں سے نکل کر ایک طرف جاتے دیکھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ
الف لیلٰہ والی علی بابا کی کنیز مرجینا ہے۔ اور ضرور چالیس
چوروں کے کپّوں میں کھولتا ہوا تیل ڈال کر آئی ہو گی۔
ناگ جلدی سے گودام کے اندر چلا گیا۔ اندر دیوار کے
ساتھ ساتھ چالیس بڑے بڑے کپّے پڑے تھے۔

ناگ نے باری باری تمام کپّوں میں جھانک کر دیکھا۔
ہر ایک کپّے میں ایک ایک ڈاکو کی جلی ہوئی لاش پڑی
تھی۔ مرجینا نے اوپر سے کھولتا ہوا تیل ڈال کر ان
سب چالیس کے چالیس چوروں کو ہلاک کر دیا تھا۔ ناگ
جانتا تھا کہ کہانی کے مطابق ان چوروں کا یہی انجام
ہونا تھا۔ وہ حویلی کے دوسرے کمروں کی طرف آ
گیا۔ اسے ایک کمرے سے گانے اور ناچنے کی
آواز آئی۔

اندر گیا تو دیکھا کہ قالین پر محفل لگی ہے۔

علی بابا اور ڈاکوؤں کا سردار گاؤ تکیے لگائے
بیٹھے ہیں۔ سامنے پھل طرح طرح کے پرندوں
کا بھنا ہوا گوشت، مٹھائیاں اور خشک میوں کے
بھرے ہوئے طشت پڑے ہیں اور مرجینا رقص کر
رہی تھی۔

ڈاکوؤں کا سردار بڑا خوش تھا۔ کیوں کہ ابھی
تھوڑی دیر میں وہ سیٹی بجا کر اپنے ساتھی ڈاکوؤں
کو بلانے والا تھا۔ اسے کیا خبر تھی کہ اس کے سارے
ساتھی اپنے کپّوں یا مٹکوں کے اندر ہی ہلاک ہو چکے
ہیں اور وہ اب دُنیا میں تنہا رہ گیا ہے۔ مرجینا
ڈاکوؤں کے سردار کو پہچان گئی تھی۔ علی بابا کو کچھ
علم نہیں تھا۔ وہ تو ڈاکوؤں کے سردار کو سوداگر ہی
سمجھ رہا تھا جو زیتون کا تیل فروخت کرنے بغداد

آیا تھا اور رات کی رات علی بابا کی حویلی میں ٹھہر گیا تھا۔ ناچتے ناچتے مرجینا نے خنجر نکال لیا۔ علی بابا کچھ گھبرایا کہ مرجینا نے بھلا چمکیلا خنجر کیوں نکال لیا ہے۔ اس بے چارے کو کیا خبر تھی کہ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے اس کی جان کے دشمن کو ہلاک کرنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔

کھل جا سم سم کا غار

مرجینا خنجر لہراتی دو تین بار ڈاکوؤں کے سردار کے پاس آئی۔

علی بابا ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ مگر ڈاکوؤں کا سردار ایک بہادر آدمی تھا۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھا مسکراتا رہا۔ اس کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ابھی اس کی لاش وہاں پڑی تڑپ رہی ہو گی۔ ناگ سانپ کی شکل میں ایک جگہ دیوار کے پردے کے ساتھ چھپا یہ خونی کھیل دیکھ رہا تھا۔ وہ سردار کو بچانا چاہتا تھا مگر نہیں بچا سکتا تھا۔ کیونکہ تاریخی کہانی میں ڈاکوؤں کا سردار مر چکا تھا۔ اور جو شخص مر گیا تھا۔ اسے ناگ زندہ نہیں کر سکتا تھا۔ مرجینا ناچتے ناچتے ایک بار اچانک ڈاکوؤں کے سردار کے قریب گئی اور پھر جھپٹ کر اس نے خنجر سردار کے سینے میں گھونپ دیا۔ سردار ایک دم سے اٹھا اور پھر لڑکھڑا گیا۔ سمجھ گیا کہ اس کے خلاف سازش ہوئی ہے۔ مرتے مرتے اس نے سیٹی بجائی مگر اس کی

سیٹی کی آواز وہاں کون سنتا۔ اس کے ساتھی تو مٹکوں میں
مرے پڑے تھے۔ علی بابا نے مرجینا کو بڑا بھلا کہنا شروع
کر دیا کہ اس نے اس کے مہمان کو ہلاک کر ڈالا۔

مرجینا نے کہا:

"میرے آقا! یہ مہمان نہیں بلکہ ڈاکوؤں کا سردار ہے
میرے ساتھ آیئے میں آپ کو اس کے دوسرے
چالیس چور دکھاتی ہوں جو مٹکوں میں مرے
پڑے ہیں۔"

مرجینا نے علی بابا کو جا کر سارے مٹکے دکھائے۔ ان
میں ڈاکوؤں کی لاشیں پڑی تھیں۔ علی بابا نے مرجینا کا
شکریہ ادا کیا اور کہا:

"اب ان لاشوں کا کیا کریں؟ انھیں کہاں دفن کریں
کہیں سارا بھانڈہ نہ پھوٹ جائے۔"

مرجینا نے کہا:

"میں اس کا بھی انتظام کیے دیتی ہوں۔"

اس نے سارے نوکروں کو جگایا اور چالیس مٹکے چھکڑے
پر لدوا کر انھیں بند کر کے دریائے دجلہ میں راتوں
رات پھنکوا دیا۔ ناگ مرجینا کی عقل مندی پر بڑا خوش ہوا کہ
اگر وہ جاسوسی نہ کرتی تو ڈاکوؤں نے قاسم کی طرح علی بابا
کو بھی ہلاک کر دیا ہوتا۔

الف لیلے میں اتنا ہی لکھا ہے کہ ڈاکوؤں کے مرنے کے
بعد علی بابا چین سے زندگی بسر کرنے لگا۔ لیکن ایسا نہیں
ہوا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ الف لیلے میں نہیں لکھا
لیکن ہم آپ کو ناگ کی گواہی کے ساتھ بیان کرتے ہیں
علی بابا بڑا خوش تھا کہ مرجینا نے اسے ڈاکوؤں سے
بچا لیا۔ لیکن اس کی موت بھی قریب آ چکی تھی۔ ڈاکوؤں کی
موت کی خبر کسی نہ کسی طرح اس کے ایک دوست خاقان
ڈاکو تک پہنچ گئی۔ کسی جاسوس نے جا کر اسے ساری
بات بتا دی کہ اسے علی بابا نے دھوکے سے مروا دیا
ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ خاقان ڈاکو اپنے پیارے دوست اور
اس کے ساتھیوں کی موت کا بدلہ لینے ملک بابل سے چل
کر بغداد آن پہنچا۔ وہ سیدھا پہاڑیوں میں کھل جا سم سم
غار میں گیا۔ مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ سارے کا سارا
خزانہ ڈاکوؤں کی موت کے بعد علی بابا لوٹ کر لے
گیا تھا۔ آدھی دولت مرجینا نے لے لی تھی اور ایک الگ
محل بنا کر شان سے رہتی تھی۔ خاقان ڈاکو سب سے
پہلے مرجینا کے محل میں آیا۔ اس نے ایک درویش بزرگ کا
بھیس بدل رکھا تھا۔ بڑی لمبی تسبیح ہاتھ میں تھی اور لٹکی

سفید ڈاڑھی لگا کر لمبا چغہ پہن رکھا تھا۔ اس نے محل کے باہر آ کر غلاموں سے کہا کہ اپنی مالکہ کو جا کر خبر کر دو کہ ملک شام سے ایک بڑا پہنچا ہوا بزرگ اس سے ملنے آیا ہے۔ مرجینا نے اسی وقت "بزرگ" کو اپنے خاص کمرے میں بلوا لیا۔ ڈاکو نے لمبے کرتے کے نیچے بڑا تیز خنجر چھپا رکھا تھا۔

مرجینا نے "بزرگ" کو جو اصل میں ڈاکو تھا ادب سے اٹھ کر سلام کیا۔

بزرگ نے کہا،

"میرے پاس آ کر میری دعا لو بچی"

جونہی مرجینا "بزرگ" کے پاس آئی اس نے ایسا خنجر مرجینا کے سینے میں اتارا کہ اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔

دوسرے روز اس نے علی بابا کے محل کا رُخ کیا۔

خاقان ایک بزرگ کی شکل میں علی بابا کی حویلی میں داخل ہوا۔ اس نے علی بابا کے آگے جُھک کر سلام کیا اور کہا۔

"اے بیٹا علی بابا! میں ملک خراسان کے پہاڑوں سے تجھے دعائے خیر دینے آیا ہوں۔"

علی بابا نے بڑی محبت سے بزرگ ڈاکو کو اپنے کمرۂ خاص میں لے جا کر بٹھایا اور کنیزوں سے کہا کہ بابا کے لیے شربت لائیں۔ اتفاق سے ناگ نے بزرگ ڈاکو کو علی بابا کے کمرۂ خاص میں جاتے دیکھ لیا تھا۔ اسے اس بزرگ پر کچھ شک سا پڑ گیا۔ وہ سانپ کی شکل میں علی بابا کی حویلی کی چھت والی بارہ دری پر رات بسر کرنے کے بعد نیچے اتر رہا تھا۔ ناگ نے ایک سفید ننھی سی چڑیا کی شکل بدلی اور علی بابا کے کمرۂ خاص میں پہنچ گیا۔

اندر جا کر کیا دیکھتا ہے کہ علی بابا تکیہ لگائے مسند پر بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ہی بزرگ ڈاکو بھی تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور بار بار پہلو بدل رہا ہے اور باہر کو دیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ حویلی کے باہر اس کے چھ ڈاکو ساتھی چھپے ہوئے تھے اور اس بات کے انتظار میں تھے کہ سردار کی سیٹی کی آواز سنائی دے اور وہ علی بابا کی حویلی کو آگ لگا دیں۔ علی بابا کے غلام حویلی کے چاروں طرف پہرہ دے رہے تھے۔ مگر ڈاکوؤں نے سکیم یہ تیار کی تھی کہ وہ ایک دم سے حملہ کر کے غلاموں کو قتل کر کے حویلی کے اندر جاتے ہی آگ لگا دیں گے۔

ناگ کمرے کے فانوس کے اوپر جا کر بیٹھ گیا۔ سفید قیمتی فانوس میں موم بتیاں لگی ہوئی تھیں۔ کسی نے اس

کی طرف دھیان نہ دیا۔ ناگ کی نگاہیں بزرگ ڈاکو کی طرف
لگی ہوئی تھیں۔ علی بابا بزرگ ڈاکو کے آگے پھل اور
خشک میوے رکھ رہا تھا اور بار بار کہہ رہا تھا۔

"جناب یہ بھی کھا کر دیکھیں۔ یہ کھجوریں میں نے دمشق
سے منگوائی ہیں۔"

بزرگ ڈاکو تو موقع کی تلاش میں تھا۔ ناگ نے فانوس
کے اوپر سے دیکھا کہ بزرگ ڈاکو نے علی بابا سے باتیں
کرتے ہوئے اپنی کمر کے پیچھے ہاتھ ڈالا — یہاں اس
نے زہر بھرا خنجر چھپا رکھا تھا۔ ناگ علی بابا کا یہ انجام
نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اگرچہ علی بابا کے پاس ناجائز دولت تھی۔
مگر وہ خیرات بھی بہت کرتا تھا۔ ناگ چھپر سے اُڑ کر
نیچے آیا اور پردے کے پیچھے جا کر اس نے فوراً سانپ
کی شکل اختیار کی اور پردے کے پیچھے سے رینگ کر
نکل ہی رہا تھا کہ اسے علی بابا کی چیخ کی آواز سنائی دی۔
وہ تیزی سے باہر آیا۔ علی بابا کے سینے میں بزرگ ڈاکو
خاقان کا خنجر دھنسا ہوا تھا اور وہ خون میں لت پت
تڑپ رہا تھا۔ ڈاکو خاقان نے سیٹی بجائی۔ اس کے ساتھی
ڈاکو آگے بڑھے اور انہوں نے حبشی غلاموں کو ایک ایک
وار میں قتل کر کے حویلی کو آگ لگا دی۔ ڈاکو خاقان

نک لگا کر کھڑکی سے نیچے کود گیا۔ نیچے اس کے
ی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ گھوڑے دوڑاتے
ں سے غائب ہو گئے۔

یہ سارا کام اتنی تیزی سے ہو گیا کہ ناگ علی بابا کو
سکا۔ شاید علی بابا کی موت اسی طرح لکھی تھی۔ قدرت
ا ہی منظور تھا۔ علی بابا تو اپنی لکھی ہوئی موت
مگر ناگ اس ڈاکو خاقان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا
ے علی بابا کو قتل کر کے اس کی حویلی کو آگ
ی۔

ے معلوم تھا کہ یہ ڈاکو بھی اسی کھل جا سم سم کی
ں گئے ہوں گے۔ کیونکہ یہ ڈاکو چالیس چوروں کے
ا دوست تھا اور اسی کا بدلہ لینے بغداد میں آیا
اگ نے ایک گھوڑا لیا اور اس پر بیٹھ کر ان پہاڑیوں
رف روانہ ہو گیا۔ جن کے اندر ڈاکوؤں کا غار تھا۔ کالی
سمان پر رات ہی سے چھائی ہوئی تھی۔ ناگ جب
ں میں پہنچا تو بارش شروع ہو گئی۔ وہ کھل جا سم سم
سامنے ایک کھوہ کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا۔ گھوڑا
نے پہاڑیوں میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ غار کا دروازہ بند
س کا مطلب یہ تھا کہ ابھی خاقان ڈاکو یہاں پہنچا

نہیں تھا۔ یا اگر پہنچ گیا تھا تو وہ غار کے اندر تھا۔
وہ غار کے قریب ہی پہنچا تھا کہ پیچھے سے گھوڑوں
ٹاپوں کی آواز آئی اور خاقان ڈاکو کے ساتھیوں نے
ناگ کو گھیر لیا۔ وہ تلواریں لہرا رہے تھے۔ اتنے میں
خاقان ڈاکو بھی وہاں آ گیا۔ اس نے ناگ کو دیکھا تو پوچھا۔

"کون ہو تم؟"

ناگ نے کہا۔

"مسافر ہوں۔ بارش میں یہاں دم لینے کو رکا تھا۔ اب
بارش بند ہو گئی ہے اپنے سفر پر جانے لگا تھا کہ ان
لوگوں نے پکڑ لیا۔"

خاقان ڈاکو کی آنکھیں سرخ تھیں اور مونچھیں خوفناک
اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے یہ علی بابا کا ساتھی ہے اور ہماری جاسوسی
کرنے یہاں آیا ہے۔"

سب نے نعرہ لگا کر کہا۔

"سردار! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔"

اس کے ساتھ ہی ڈاکو تلواریں لہراتے ناگ کی طرف
بڑھے۔ سردار خاقان نے تلوار اٹھا کر کہا۔

"نہیں — ہم اسے غار کے اندر لے جا کر اسی طر

ل کریں گے جس طرح میرے دوست نے علی بابا کے
قاسم کو ہلاک کیا تھا۔ ہم اس کی لاش غار میں لٹکا کر
جائیں گے۔" ڈاکو ناگ کو پکڑ کر غار کے اندر لے گئے۔
کے اندر آتے ہی ڈاکو ناگ کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے
گئے اور سردار خاقان کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کس کو حکم
ہے کہ ناگ کا سر اڑا دے۔ خاقان نے تلوار کھینچ کر کہا۔
یہ میرے دوست کے دشمن کا جاسوس ہے۔ میں خود اسے
کروں گا۔"

اب ناگ نے کہا۔

اے خاقان ڈاکو! میں جانتا ہوں کہ تو اس ڈاکو
دوست ہے جس کو علی بابا کی کنیز نے قتل کیا تھا اور
بھی جانتا ہوں کہ تو نے ہی علی بابا کو ہلاک کر کے
کی حویلی کو آگ لگائی ہے۔ کیونکہ میں اس وقت علی
کی حویلی میں موجود تھا۔ جب تو نے اس کے سینے
مارا تھا۔ میں اسے بچا نہ سکا۔ شاید اس لیے کہ
کی موت اسی طرح لکھی تھی۔ لیکن اب میں یہاں
جاسوسی کرنے نہیں آیا تھا۔"

خاقان سردار نے قہقہہ لگا کر کہا۔

پھر تو ادھر کیا کرنے آیا تھا؟"

ناگ نے کہا۔
"میں تم سے ملی بابا کے قتل کا بدلہ لینے آیا ہوں۔"
وہاں اک سناٹا چھا گیا۔ خاقان ڈاکو کا مارے غصے کے
رنگ سُرخ ہو گیا۔ اس کے ساتھی ڈاکو بھی طیش میں کانپنے لگے
ایک ڈاکو نے چیخ کر کہا۔
"خاقان اس گستاخ گیدڑ کو میں قتل کرنے لگا ہوں۔"
اور وہ تلوار لے کر بڑھا ہی تھا کہ خاقان نے کہا۔
"نہیں۔ یہ میرا شکار ہے۔ یہ مجھے قتل کرنے آیا ہے
اس لیے اسے میں خود اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔"
ناگ نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔
"خاقان! میں دیکھ رہا ہوں کہ موت اپنے سیاہ پر
پھیلائے تمہارے اوپر منڈلا رہی ہے۔ تمہارا آخری وقت
آ پہنچا ہے اور تمہاری موت میرے ہاتھوں لکھی ہے۔"
اب خاقان ڈاکو سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے
ایک نعرہ لگایا اور تلوار لہرا کر ناگ کی گردن پر ماری
ہی تھی کہ ناگ غائب ہو گیا۔ وہ چڑیا بن کر اڑتا اور
غار کی چھت کے ایک سوراخ میں چھپ گیا۔
خاقان سردار اور دوسرے ڈاکو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
ایک دوسرے کو تکنے لگے کہ ان کا شکار کیسے گم ہو

س غائب ہو گیا؟ اس عرصے میں ناگ سانپ بن کر دیوار پر
گیا۔ غار میں اتنی روشنی نہیں تھی۔ ناگ کالے سانپ کی شکل
تھا اور وہ انتقام لینے کے لیے خاقان سردار کی طرف
رہا تھا۔
ناگ پتھروں میں زمین پر آ گیا اور رینگتا رینگتا اس جگہ
جہاں خاقان سردار کا ایک ساتھی کھڑا اس سے ناگ
بارے میں باتیں کر رہا تھا کہ یہ ضرور کوئی جادو گر ہو گا۔
نے اس کی ٹانگ پر ڈس دیا اور خود اندھیرے میں غائب
گیا۔ ڈاکو کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ وہ پنڈلی پکڑ کر
ہی تھا کہ ناگ کے زہر نے اسے نیچے گرا دیا۔ وہ
گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ خاقان نے دیکھا کہ اس کے منہ
سے جھاگ نکل رہی تھی۔ اتنے میں دو اور ڈاکوؤں
انہیں ماریں اور وہ بھی دھڑام سے زمین پر گر پڑے
مر گئے۔
خاقان ڈاکو گھبرا کر غار کے ایک بڑے پتھر کے
چڑھ گیا۔ وہ تلوار نکالے آنکھیں پھاڑ کر تکنے لگا۔
نے حکم دیا کہ مشعل روشن کر دو۔ اسی وقت
مشعلیں روشن کر دی گئیں۔ غار میں روشنی ہو گئی۔
ڈاکو دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ ناگ نے اب

اسے اپنا شکار بنایا۔ وہ بھی اس کا زہر اپنے جسم میں
کر دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ اب وہاں صرف دو ڈا
اور ایک سردار خاقان رہ گیا۔ دو ڈاکو ڈر کر بھاگ
خاقان نے پیچھے سے تیر مار کر انھیں غار کے دروا
پر ہی گرا دیا۔ ناگ اسے وہی سزا دینا چاہتا تھا جو ا
نے ناگ کے لیے تجویز کی تھی۔

اس نے پتھروں کے پیچھے بیٹھے بیٹھے ایک لمبا سا
چھوڑا اور پہاڑیوں میں رہنے والے تمام سانپوں کو آ
دی۔ ناگ کی آواز پر ارد گرد پہاڑیوں میں جتنے سانپ
رہتے تھے۔ وہ سب کے سب پھنکاریں مارتے پھن
اٹھائے کھل جا سم سم غار کے اندر نکل آئے او
ناگ کے سامنے آ کر جھک گئے۔ خاقان ڈاکو نے جب
غار میں سانپوں کا ہجوم دیکھا تو گھبرا گیا۔ وہ جس چ
پر کھڑا تھا اس پر کوئی سانپ ابھی تک نہیں آیا
اس نے تلوار ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور تیار تھا کہ
کوئی سانپ اس کی طرف بڑھا اور اسے کاٹ کر ر
دے گا۔ لیکن اتنے سانپوں کے سامنے وہ اپنے آپ
بے بس بھی محسوس کر رہا تھا۔

ناگ کو اس بات کا احساس تھا کہ خاقان ڈاکو کے ا

لی تلوار ہے اور وہ چھ سات سانپوں کو ہلاک کر سکتا ہے۔
اس خطرے سے بچنے کے لیے ناگ نے ایک ترکیب سوچی
اور گہرا سانس لے کر سانپ سے ایک دم بہت بڑے
سیاہ مست ہاتھی کی شکل اختیار کر لی اور اس سے پہلے
کہ خاقان ڈاکو سنبھل سکے پیچھے سے اس کے تلوار والے
ہاتھ کو اپنی سونڈ میں لے کر اتنے زور سے جھٹکا دیا،
کہ تلوار خاقان ڈاکو کے ہاتھ سے دور جا گری۔

خاقان ڈاکو خوف سے پیلا ہو گیا کہ یہ ہاتھی غار کے
اندر کہاں سے آ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا مقابلہ ایک
دست جادوگر سے ہے اور اب اس کی خیر نہیں
ہے۔ تلوار کے گرتے ہی وہ باہر کو بھاگا۔ مگر ناگ بھی
غافل نہیں تھا۔ اس نے سانپ کی شکل بدلی اور اپنے سانپوں
کو حکم دیا کہ ڈاکو کی ٹانگوں کو جکڑ دیا جائے۔ چھ سانپ
خاقان کی طرف لپکے اور دیکھتے دیکھتے اس کی ٹانگوں
کو جکڑ دیا۔

اب ناگ انسانی شکل میں آ گیا تھا۔ اس نے غار
میں پڑی ہوئی رسی اٹھائی اور خاقان ڈاکو کی ٹانگوں
کو اس کے ساتھ باندھ دیا۔ ناگ نے سانپوں کو حکم دیا کہ
وہ واپس چلے جائیں۔ سانپ جدھر سے آئے تھے ادھر کو

چلے گئے۔ خاقان ڈاکو رسی میں جکڑا زمین پر پڑا تھا۔
ناگ نے کہا۔
"اب بتاؤ۔ تم تو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔"
خاقان ڈاکو نے بڑی بہادری سے جواب دیا۔
"تم جادو گر ہو۔ میں جادو گر نہیں ہوں۔ اگر تم انسان
ہوتے اور میں آزاد ہوتا تو تمہاری گردن اڑا دیتا۔"
ناگ نے کہا۔
"میں تمہارے بہادرانہ جواب سے خوش ہوا ہوں۔ تم سچ
مچ ایک بہادر انسان ہو اور میں نے تمہیں معاف کیا۔"
اس کے ساتھ ہی ناگ نے خاقان کی ٹانگوں سے
بندھی ہوئی رسی کھول دی اور اس کے ساتھ ہی ہاتھ
ملا کر کہا۔
"آج سے ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"
خاقان ڈاکو نے ناگ کے ساتھ گرم جوشی کے ساتھ
ہاتھ ملایا اور مسکراتے ہوئے کہا۔
"تم نے بھی میرے ساتھ ایک بہادر آدمی کا سلوک
کیا ہے۔ میں تمہارا یہ سلوک ساری زندگی یاد رکھوں گا۔
تم نے میری دشمنی بھی دیکھ لی ہے۔ اب خدا نے چاہا تو
میں تمہاری دوستی میں بھی پورا اتروں گا۔"

ناگ نے کہا۔
"تمہارے سارے ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب تمہارا کیا
ارادہ ہے؟"
خاقان ڈاکو بولا۔
"آج سے میں نے ڈاکے مارنے سے توبہ کر لی ہے
اب میں ایک نیک آدمی بن کر زندگی بسر کروں گا۔ دمشق
میں جا کر تجارت کروں گا۔ اور شادی کر کے نیک زندگی
گزاروں گا۔ لیکن مجھے ایک بات بتاؤ۔ یہ اتنا زبردست جادو
تم نے کہاں سے سیکھا ہے۔"
ناگ مسکرایا۔ خاقان نے پھر پوچھا۔
"کیا تم یہ سب کچھ جادو کے زور سے کرتے ہو۔"
ناگ بولا۔
"تم یہی سمجھ لو کہ میرے پاس تھوڑا سا جادو ہے جس کی
مدد سے میں شکل بدل لیتا ہوں اور سانپوں کو بلا لیتا
ہوں۔ بس۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں ہوں۔"
خاقان ڈاکو نے کہا۔
"چلو ٹھیک ہے۔ میں اسے مان لیتا ہوں۔ لیکن کیا تم
میرے ساتھ دمشق نہیں چلو گے۔ وہ میرا وطن ہے۔
وہاں میری ایک پرانی حویلی ہے۔ تم میرے ساتھ

رہنا۔ تمہاری یہ جادوگری میرے بھی کام آ
سکتی ہے۔"
ناگ نے کہا۔
"مگر میں تمہیں زمین کے اندر سے کوئی خزانہ نکال کر نہیں
دے سکتا۔"
خاقان نے کہا۔
"مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے دوست۔"
ناگ سوچ میں پڑ گیا کہ کیا وہ خاقان کے ساتھ
دمشق چلا جائے۔ کیوں کہ بغداد میں تو اسے ابھی تک
نہ ماریا ہی ملی تھی اور نہ عنبر ملا تھا۔ آخر اس
نے دمشق جانے کا فیصلہ کر لیا اور خاقان ڈاکو سے
کہا۔
"بہت اچھا دوست۔ میں کچھ روز تمہارے ساتھ
دمشق میں چل کر رہنے کو تیار ہوں۔"
جب ناگ اور خاقان ڈاکو غار سے باہر نکلے تو دن
ڈوب رہا تھا اور پہاڑیوں کے سائے لمبے ہونے
لگے تھے۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور دمشق
کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ نے سوچا کہ ہو سکتا
ہے کہ ماریا اس کی تلاش میں ادھر آ نکلے۔ اس کے

لیے کوئی نشانی، کوئی پیغام یہاں کسی جگہ چھوڑ دینا
چاہیے تاکہ اسے پتا چل جائے کہ میں دمشق کی طرف
گیا ہوں۔
سوال یہ تھا کہ ماریا کے نام پیغام کہاں پر چھوڑا
جائے۔ اس وقت ناگ اور خاقان ڈاکو دریائے دجلہ
پار کر کے ایک کچے راستے پر سے گزر رہے تھے۔
کہ ناگ نے ایک طرف کھجوروں کے جھنڈ اور دیوار دیکھی
کیوں نہ وہ اس دیوار پر ماریا کے نام پیغام لکھ دے۔
یہ سوچ کر ناگ نے خاقان سے کہا۔
"دوست! تم یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"
اس سے پہلے کہ خاقان ڈاکو اس سے پوچھے کہ وہ
کیا کرنے جا رہا ہے۔ ناگ گھوڑا دوڑا کر کھجوروں کے جھنڈ
میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ دیوار کے اندر ایک پرانا
قبرستان ہے۔ یہ وہی قبرستان تھا۔ جس کے نیچے ایک قبر
کی پر اسرار بھول بھلیوں میں اس وقت ماریا قید تھی۔
اور اس کے ساتھ خولہ نام کی عرب مسلمان لڑکی بھی
تھی۔ جس کے ساتھ جادوگر کاہن نے شادی کر رکھی تھی۔
کاہن جو اصل میں مرچکا تھا مگر خولہ سے شادی کے
دو مہینے بعد اس کا دل کھا کر ایک طاقتور فرعون بن کر

دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ناگ نے قبرستان کی دیوار پر پتھر کی نوک سے اپنا نام اور آگے یہ سطر لکھ دی۔

"عنبر بھائی! میں خاقان ڈاکو کے ساتھ
دمشق جا رہا ہوں۔"
"ناگ"

اس کے بعد ناگ گھوڑا دوڑاتا قبرستان سے نکل کر اپنے دوست خاقان کے پاس آ گیا۔ اور وہ دونوں دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوسرے روز عنبر قافلے کے ساتھ بغداد پہنچ گیا۔ وہ ایک سرائے میں اترا۔ اس نے دیکھا کہ تباہ و برباد بغداد کی جگہ ایک نیا شہر آباد ہو گیا تھا۔ اور لوگ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ عنبر نے رات آرام کیا اور صبح اٹھ کر شہر کے بازاروں میں ماریا اور ناگ کی کھوج میں گھومنے لگا۔

کُبڑا جادوگر پُراسرار بلّی

عنبر کو گھومتے پھرتے شام ہو گئی۔
گھروں میں چراغ روشن ہو گئے۔ عنبر کو کہیں بھی ماریا اور ناگ کا کھوج نہ ملا۔ وہ سیر کرتے کرتے دریا کی طرف نکل گیا۔ اس طرف غریب لوگوں کے کچے مکان تھے۔ دریا کی طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ عنبر ان درختوں کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ ماریا اور ناگ کو کہاں تلاش کرے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے عنبر کو خبر ہی نہ ہوئی اور رات گہری ہوتی گئی۔ جب وہ اپنے خیالات سے چونکا۔ تو اس نے دیکھا کہ ہر طرف گہری خاموشی چھا گئی ہے۔ غریبوں کی بستی میں بھی سناٹا ہے۔ لوگ گھروں میں چراغ بجھا کر میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں۔

عنبر اٹھا اور واپس سرائے کی طرف چل پڑا۔ جب وہ بستی میں سے گزرا تو اسے شہر کی جانب سے گھوڑا سواروں کا ایک دستہ اندھیرے میں بستی کی طرف آتا

دکھائی دیا۔ سپاہیوں کی تلواریں اندھیرے میں بھی چمک
رہی تھیں۔ عنبر سوچنے لگا کہ یہ سپاہی بستی میں کیا کرنے
آ رہے ہیں۔ اتنے میں گلی میں ایک مکان کی کھڑکی کھلی
اور کسی عورت نے باہر جھانک کر کہا۔

"شاہی فوج آ گئی۔"

اور جلدی سے کھڑکی بند کر دی۔ اس مکان کے باہر
ایک گھوڑا بھی اندھیرے میں کھڑا تھا۔ عنبر کے دل میں
خیال آیا کہ اندر چل کر معلوم کرنا چاہیے کہ کیا بات ہے
ہو سکتا ہے کہ یہ عورت کسی مصیبت میں ہو۔ عنبر دیوار
پھاند کر مکان کے صحن میں کود پڑا۔ پھر اس نے دیکھا کہ
کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور ایک سیاہ عربی لباس والا آدمی
تلوار ہاتھ میں لیے باہر نکلا۔ اس کے پیچھے پیچھے وہی
عورت تھی جس نے کھڑکی کھولی تھی۔ وہ اس سے
کہہ رہی تھی۔

"بھائی تمہارا اس وقت جانا ٹھیک نہیں۔ یہیں کہیں چھپ
جاؤ۔ میں کہہ دوں گی تم آ کر چلے گئے تھے۔"

عربی سیاہ پوش بولا۔

"بہن! اگر میری موت آ گئی ہے تو اسے کوئی نہیں
روک سکتا۔"

باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آئیں۔ شاہی فوج
کے دستے نے مکان کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ پھر سپاہیوں
نے دروازے پر لاتیں مارنا شروع کر دیں۔ عنبر نے سمجھا کہ
یہ بہن بھائی ہیں۔ بھائی کو شاہی فوج گرفتار کرنے آئے
ہیں۔ اس کی مدد کرنی چاہیے۔ عنبر تیزی کے ساتھ اندھیرے
سے باہر نکل آیا۔ عربی سیاہ پوش نے تلوار کا وار کر دیا۔
تلوار عنبر کے کندھے پر پڑی مگر اسے کچھ نہ ہوا۔ اس
نے تلوار کھینچ کر پرے پھینک دی اور کہا۔

"میں تمہارا دوست ہوں۔ اندر آؤ۔"

وہ عربی سیاہ پوش اور عورت کو لے کر کوٹھڑی
میں چلا گیا۔

"میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔ تم دونوں کون ہو
اور شاہی فوج کے سپاہی تمہیں پکڑنے کیوں آئے ہیں؟"

عربی سیاہ پوش نے کہا۔

"یہ میری بہن ہے۔ میں دمشق سے آیا ہوں اور بادشاہ
کے سپاہی مجھے اس لیے پکڑنا چاہتے ہیں کہ میں نے بادشاہ
کو اس کے ظلم و ستم سے روکا تھا جو وہ اپنی غریب
رعایا پر کرتا ہے۔ میرا نام زید ہے مگر بادشاہ نے میرا
نام باغی لٹیرا رکھا ہوا ہے۔ میں اپنی بہن کو کچھ اشرفیاں

دینے آیا تھا کہ شاہی فوج کو پتا چل گیا۔ اب وہ مجھے گرفتار کرنے آئے ہیں اور دروازہ توڑ رہے ہیں۔"

دروازہ آدھا ٹوٹ چکا تھا۔ کچھ سپاہی دیوار پھاند کر صحن میں کود پڑے اور کوٹھڑی کے دروازے کو توڑنے لگے۔ عنبر نے کہا۔

"جلدی سے اپنا سیاہ لبادہ مجھے دے دو اور خود اس صندوق کے پیچھے چھپ جاؤ۔"

"مگر ....."

"مگر وگر کچھ نہیں۔ وقت کم ہے۔ جلدی کرو۔"

عنبر نے عربی باغی لٹیرے کا سیاہ لبادہ اتروا کر خود پہن لیا اور اسے صندوق کے پیچھے چھپا دیا۔ پھر جلدی سے دروازہ کھول کر سپاہیوں سے کہا۔

"اے بادشاہ کے سپاہیو! باغی لٹیرا تمہارے سامنے موجود ہے۔ میری بہن کے مکان کے دروازے مت توڑو۔ یہ لو مجھے گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے چلو۔"

آج تک کسی نے باغی لٹیرے کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ سب کو یہی معلوم تھا کہ وہ سیاہ لباس پہنے رکھتا ہے۔ اور رات کے اندھیرے میں سفر کرتا ہے۔ سپاہیوں نے اپنے سامنے سیاہ پوش نوجوان کو دیکھا تو اسے باغی لٹیرا سمجھ

کر فوراً پکڑ کر رسیوں سے اس کے ہاتھ باندھ ڈالے اور مکان کے باہر لے آئے۔ عنبر نے باغی لٹیرے کی بہن کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میری بہن! خدا تم پر فضل و کرم کرے۔"

اس غریب عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کیونکہ عنبر نے عین وقت پر آ کر اپنی جان دے کر اس کے بھائی کی جان بچا لی تھی۔ عرب عورت تو یہی سمجھ رہی تھی کہ عنبر زندہ نہیں بچ سکے گا۔ سپاہیوں نے عنبر کو زور سے گھسیٹ کر گھوڑے پر بٹھایا اور رات کے اندھیرے میں تلواریں لہراتے اسے شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد اصلی باغی لٹیرا صندوق کے پیچھے سے نکل آیا۔ اس کی بہن نے بھائی کا ماتھا چوم لیا اور کہا۔

"مجھے یقین ہے، یہ کوئی فرشتہ تھا۔ جس نے عین وقت پر آ کر تمہاری جان بچا لی۔"

باغی لٹیرا بولا۔

"میری پیاری بہن! میرا بھی یہی خیال ہے۔ کیونکہ اس شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اچھا اب میں واپس دمشق جاتا ہوں۔ پھر کسی دن آؤں گا۔"

باغی لیڈرا بہن کے مکان سے نکل کر گھوڑے پر بیٹھا
اور دریا کی طرف گھوڑا سرپٹ دوڑاتے غائب ہوگیا۔
شاہی سپاہی عنبر کو سیدھا شاہی محل کے قید خانے میں
لے گئے اور اسے وہاں بند کر کے سخت پہرہ لگا دیا۔
عنبر حوالات کی کوٹھڑی میں گھاس پھونس پر بیٹھ گیا۔ دو
حبشی سپاہی تلواریں اٹھائے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر
کو اس بات سے بڑی خوشی ہو رہی تھی کہ اس نے
ایک بہن کے بھائی کو موت کے منہ میں جانے سے بچا
لیا ہے۔ اپنے آپ کو عنبر نے حالات پر چھوڑ دیا تھا۔
وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بادشاہ اسے کیا سزا دیتا ہے۔ اس
کے ساتھ ہی وہ بادشاہ کے شاہی محل کا بھی اس بہانے
ایک چکر لگانا چاہتا تھا کہ شاید یہاں ماریا ناگ سے ملاقات
ہو جائے وہ رات عنبر نے قید کی کوٹھڑی میں گزار دی۔
دوسرا دن بھی گزر گیا۔ دوپہر کو اسے ایک سوکھی روٹی
کھانے کے لیے دی۔ عنبر کو بھلا روٹی کھانے کی کیا
ضرورت تھی۔ شام کو اسے بادشاہ کے دربار میں پیش
کیا گیا۔ وزیر اور امیر ادب سے کھڑے تھے۔ بادشاہ
ہیرے جواہرات کا تاج پہنے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس نے
عنبر کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ کیوں کہ

وہ عنبر کو باغی لیڈرا سمجھ رہا تھا اور باغی لیڈرا اس کا
سب سے بڑا دشمن تھا۔
"اے بد بخت باغی لیڈرے! آج تمہاری موت کا وقت
آگیا۔ میں تمہیں وہ سزا دوں گا کہ جس سے لوگ
کانپ جائیں گے۔"
عنبر نے کہا۔
"اے بادشاہ! میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ مگر
تمہیں بھی کہوں گا کہ غریب رعایا پر ظلم و ستم بند کر
دے۔ نہیں تو تمہارا انجام بڑا بھیانک ہوگا۔"
بادشاہ نے طیش میں آ کر حکم دیا۔
"اسے کل صبح قبرستان لے جا کر زندہ دفن کر دو۔"
سپاہی حکم سنتے ہی عنبر کو کھینچتے ہوئے واپس حوالات
کی کوٹھڑی میں لے گئے اور اسے بند کر کے پہرہ اور زیادہ
سخت کر دیا۔ عنبر وہاں سے بھاگ سکتا تھا مگر اس نے
سوچا کہ اگر وہ بھاگ گیا تو یہ غریب پہرے دار حبشی غلام
مارے جائیں گے۔ بادشاہ ان سب کو قتل کروا دے گا۔
بس اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ وہ زندہ قبر میں دفن ہو
جائے اور جب سپاہی اسے قبر میں دفن کر کے چلے جائیں
گے تو وہ باہر نکل آئے گا۔

اسی طرح رات گزر گئی۔ صبح کی پہلی نیلی روشنی پھیلی تو سپاہیوں کا ایک دستہ آیا اور عنبر کی مشکیں کس کر اسے ایک گھوڑے پر بٹھایا اور لے کر قبرستان کی طرف چلے یہ وہی قبرستان تھا جس کی ایک قبر کے اندر ماریا جادو گر۔ مُردہ کاہن کے طلسم میں گرفتار تھی۔

سپاہی عنبر کو لے کر قبرستان میں داخل ہو گئے۔ اس قبرستان میں داخل ہوتے ہی عنبر کو پہلی بار ماریا کی خوشبو آئی۔ اس کے دل کی کلی جیسے کھل اٹھی۔ مگر یہ خوشبو بہت ہی دھیمی اور مدھم تھی۔ جیسے کہیں دور سے آ رہی ہو۔ سپاہی ایک خالی جگہ پر جا کر رک گئے۔ انہوں نے قبر کھودنی شروع کر دی۔ عنبر جھوٹ موٹ ڈرنے لگا اور ڈرتے ڈرتے بولا۔

"خدا کے لیے مجھے قبر میں زندہ دفن نہ کرو۔ میں مر جاؤں گا۔"

ایک سپاہی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"بدبخت! یہی تو ہم چاہتے ہیں کہ تو مر جائے۔"

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اے خدا! مجھے ان ظالموں سے بچا لے۔"

سپاہی قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ زمین میں جب گڑھا

کافی گہرا کھود لیا گیا تو سپاہیوں کے سردار نے کہا۔

"باغی لیٹرے کو قبر کے اندر بٹھا کر کھونٹیوں کے ساتھ جکڑ دو۔"

قبر کے اندر زمین میں کھونٹیاں گاڑ دی گئی تھیں۔ عنبر کو قبر میں بٹھا کر اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں رسی میں جکڑ کر کھونٹیوں کے ساتھ کس کر باندھ دیے گئے۔ عنبر اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہل سکتا تھا۔ سپاہیوں نے اپنے سردار کے حکم سے قبر میں مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ دیکھتے دیکھتے قبر مٹی سے بھر گئی اور عنبر اس کے اندر چھپ گیا۔ ایک عجیب بات تھی کہ عنبر کو قبر کے اندر ماریا کی خوشبو زیادہ آنے لگی تھی۔ اس لیے کہ اسی قبر سے دس پندرہ قبریں چھوڑ کر ماریا ایک قبر کے اندر عربی لڑکی خولہ کے ساتھ موجود تھی۔

سپاہی عنبر کو زندہ دفن کر کے چلے گئے تو قبرستان میں موت کی خاموشی چھا گئی۔ اتنے میں ایک کبڑا آتش پرست ایرانی بوڑھا قبرستان میں داخل ہوا اس کو ایسے مُردے کی تلاش تھی۔ جس کو دفن کیا گیا ہو۔ آتش پرست کو پتا چل گیا تھا کہ آج صبح بادشاہ کے حکم سے باغی لیٹرے کو قبرستان میں زندہ دفن کیا جا رہا ہے۔ آتش پرست انتظار کر رہا تھا کہ عنبر قبر کے اندر دم گھٹنے سے

مر جائے تو وہ پھر اپنا جادو شروع کرے۔ کیونکہ وہ مُردے
کو زندہ کرنا چاہتا تھا۔ زندہ آدمی اس کے کسی کام کا نہیں
تھا۔۔۔۔

قبر کے اندر عنبر کو ماریا کی بڑی تیز خوشبو آ رہی تھی۔
عنبر خوش ہوا کہ ضرور ماریا یہیں کہیں پر موجود ہے۔ اس
نے بڑے آرام سے رسی تڑا کر اپنے ہاتھ پیر آزاد کرا لیے۔
اوپر جب آتش پرست نے محسوس کیا کہ آدھ گھنٹہ گزر گیا
ہے اور زندہ انسان قبر کے اندر مرچکا ہو گا تو اس نے
جادو کے منتر پڑھنے شروع کر دیے اور جیب سے ایک
کالے رنگ کی شیشی نکال کر اس کا پانی قبر پر چھڑک دیا۔

تھوڑی دیر بعد قبر کی مٹی میں حرکت پیدا ہوئی۔ مٹی قبر
کے اندر کی طرف جا رہی تھی۔ آتش پرست جادو گر بہت
خوش ہوا کہ اس کا جادو چل گیا اور مردہ قبر میں زندہ ہو
گیا ہے۔ اس کو کیا خبر تھی کہ یہ مردہ نہیں بلکہ عنبر ہے۔
جو پہلے ہی زندہ تھا۔ آتش پرست نے اونچی آواز میں منتر
پڑھنے شروع کر دیے۔ وہ آنکھیں کھولے بڑے غور سے
قبر کو دیکھ رہا تھا۔ قبر میں سوراخ ہو گیا۔

اس کے بعد عنبر کا سر مٹی میں سے باہر نکل آیا۔ آتش
پرست جادو گر نے تیز تیز منتر پڑھ کر عنبر پر پھونکیں ماری

اور قبر کے گڑھے میں داخل ہو گیا۔

قبر کے اندر سے کسی عورت کی چیخ کی آواز سنائی دی۔ عنبر چونکا۔ مگر یہ آواز ماریا کی نہیں تھی۔ آتش پرست گبڑا زور زور منتر پڑھنے لگا تھا۔ پھر اس نے عنبر کی طرف منہ پھیرا اور بلند آواز میں کہا۔

"اے میرے غلام مُردے! اس قبر میں اُتر جا۔"

عنبر قبر میں اُتر گیا۔ یہاں اسے ماریا کی خوشبو قریب سے آنے لگی۔ وہ بڑا خوش ہوا کہ اس کھیل کے ساتھ ساتھ اسے ماریا کا سراغ بھی مل رہا تھا۔ عنبر دھوئیں کے بادل میں سے گزر کر آگے بڑھا تو سامنے ایک طاق آ گیا۔ یہ طاق قبر کی دیوار میں بنا تھا۔ اور وہی تھا جس میں سے گزرتے ہی ماریا کو مصری کاہن کے طلسم نے اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا۔

لیکن عنبر پر کاہن کے طلسمی لہروں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ عنبر آتش پرست گبڑے جادوگر کے اثر میں تھا اور یہ گبڑا جادوگر مصری کاہن سے جادوگری میں ہزار سال پرانا اور تجربے کار تھا۔ اوپر سے گبڑے آتش پرست کی آواز آئی۔

"اے میرے غلام مُردے! طاق کو کھول کر اندر چلا جا

اندر تمہیں ایک غار ملے گا۔ اس غار میں سے گزر کر آگے جاؤ گے تو ایک دالان آ جائے گا۔ دالان میں پتھر کی سیڑھی اوپر جاتی ہے۔ اس سیڑھی کے نیچے ایک بھاری پتھر ہے۔ اس پتھر کو اکھاڑو گے تو نیچے تمہیں ایک سونے کی بلی کا بُت ملے گا۔ اس بُت کے سر پہ ایک دیا روشن ہو گا۔ دیئے کو پھونک مار کر بجھا دینا اور سونے کی بلی لے کر میرے پاس واپس آ جانا۔ جاؤ۔"

عنبر طاق نے کھولا تو اسے ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اسے پیچھے سے دھکیل رہا ہے۔ وہ تھوڑا سا ایک طرف کو گھوم گیا۔ یہ کاہن جادوگر کے جادو کی طاقتور لہریں تھیں جو عنبر کو بگولے کی طرح گھمانے اور وہاں سے اٹھا کر زمین پر پٹخنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ لیکن ایک تو عنبر کی اپنی طاقت اور دوسرے گبڑے آتش پرست کے جادو کا اثر تھا۔ کہ عنبر اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا اور آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔

سامنے ایک غار سا تھا۔ اس غار میں عنبر کو ماریا کی خوشبو تیز ہوتی محسوس ہوئی۔ عنبر خوش ہوا کہ ماریا اسی جگہ کہیں قید ہے۔ غار سے نکل کر عنبر دالان میں آ گیا۔

یہاں اس نے دیکھا۔ ایک جگہ سے پتھر کی سیڑھی اوپر جاتی تھی۔ عنبر اس سیڑھی کے پاس آ گیا۔ پہلی سیڑھی کے قریب ہی ایک بھاری پتھر کی سل رکھی تھی۔ یہی وہ سل تھی جس کو عنبر نے اٹھانا تھا۔ عین اس وقت ماریا کو بھی عنبر کی خوشبو آنے لگی۔ وہ خولہ کے پاس چبوترے پر بیٹھی تھی۔ عنبر کی خوشبو کے آتے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ عرب لڑکی خولہ بے چاری چبوترے پر بے حس و حرکت پڑی تھی۔ ماریا دیوار میں سے گزر کر دالان میں آئی تو سامنے سیڑھیوں کے پاس عنبر کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"عنبر!"

عنبر نے جدھر سے ماریا کی آواز آئی تھی اُدھر دیکھا ماریا کی خوشبو بالکل قریب سے آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"ماریا بہن! تم یہاں کیسے آ گئیں؟"

ماریا نے کہا۔

"یہ لمبی کہانی ہے پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا قبر میں داخل ہوتے ہوئے تمہیں جادو کے بگولے نے نہیں روکا۔"

عنبر نے کہا۔

"روکا تھا مگر میری طاقت اور کُبڑے جادوگر کے جادو

نے مجھے یہاں تک آنے میں مدد دی۔"

"یہ کُبڑا جادوگر کون ہے؟"

عنبر بولا۔

"یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ بعد میں بتاؤں گا۔ ذرا ٹھہرو۔ یہاں سے میں سونے کی بلّی نکال لوں۔"

"سونے کی بلّی؟" ماریا نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم دیکھتی رہو۔"

ماریا کو یقین تھا کہ مصری کاہن کو پتا چل گیا ہوگا کہ باہر سے کوئی دوسرا انسان قبر میں داخل ہوا ہے اور وہ آ ہی رہا ہوگا۔ ماریا جانتی تھی کہ وہ اسے اور عنبر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بس ایک ہی خطرہ تھا کہ کہیں وہ جادو کے زور سے عرب لڑکی یعنی اپنی قبر کی دلہن کو غائب کر کے اپنے ساتھ کسی دوسری جگہ نہ لے جائے اور پھر ماریا اس کی جان نہ بچا سکے۔ اس نے عنبر کو دیکھا۔ وہ بھاری پتھر ہٹا چکا تھا۔ نیچے سونے کی بلّی بیٹھی تھی۔ جس کے سر پر ایک چراغ جل رہا تھا۔

نقاب پوش قاتل

عنبر نے پھونک مار کر دیا بجھا دیا۔

دیا بجھا۔ اندھیرا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی بڑی تیز آندھی چل پڑی۔ ماریا اور عنبر زمین پر لیٹ گئے۔ سارے کمرے میں ایک طوفان مچا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آندھی کمرے کو اٹھا کر اڑی جا رہی ہے۔ تیز ہوا کی چیخوں سے کان پھٹ رہے تھے۔ عنبر نے چلّا کر کہا۔

"ماریا! تم میرے پاس ہی ہو کیا؟"

ماریا نے عنبر کی آواز بالکل نہ سنی۔ اگرچہ وہ عنبر کے پاس ہی زمین کے ساتھ چمٹی ہوئی تھی۔ اچانک بجلی زور سے کڑکی۔ روشنی ہوئی اور اس روشنی میں آندھی رک گئی اور سیڑھیوں پر مصری کاہن نمودار ہوا۔ اس نے دونوں بازو پھیلا رکھے تھے۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ عنبر نے گڑھے میں ہاتھ ڈال کر سونے کی بلّی پکڑ لی۔ بلّی کے منہ سے شیر کی دھاڑ ایسی گرج پیدا ہوئی اور سیڑھیاں

پھر کھڑے مصری کاہن کا جسم ایک دم پتھر کی طرح ساکت ہوگیا۔ اپنی جگہ پر وہ جم گیا۔ پھر وہ سیڑھیوں پر گرا اور لڑھکتا ہوا فرش پر آگیا۔ عنبر اور ماریا بھاگ کر اس کے پاس گئے تھے۔

کاہن کا جسم مُردہ ہو چکا تھا اور آہستہ آہستہ گلنے سڑنے لگا تھا۔ عنبر اور ماریا کی آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے کاہن کے جسم کی ساری ہڈیاں گل سڑ کر مٹی بن گئیں۔ ماریا نے کہا۔

"یہ شخص اصل میں ایک مُردہ تھا اور اپنے طلسم کے زور سے زندہ ہو کر اس قبر کے اندر رہ رہا تھا۔ اس نے ایک عرب عورت سے شادی کر رکھی تھی جس کو ایک ماہ بعد یہ ہلاک کرنے والا تھا۔"

عنبر نے پوچھا۔

"وہ عرب عورت کہاں ہے؟"

ماریا نے کہا۔

"اس دیوار کے پیچھے ہے۔"

ماریا نے دیوار کی طرف اشارہ کیا ہی تھا کہ دیوار دھڑام سے گر پڑی اور سامنے چبوترے پر خولہ بیٹھی خوف بھری نظروں سے عنبر کو تک رہی تھی۔

"کون... کون ہو تم؟"

اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ماریا نے کہا۔

"ڈرو نہیں خولہ! یہ میرا بھائی عنبر ہے۔ اب تم آزاد ہو۔ میں بھی آزاد ہوں۔ اسی نے ہم دونوں کو آزاد کرایا ہے۔"

خولہ کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے بعد عنبر نے ماریا کو کبڑے جادوگر کا واقعہ بتایا اور کہا کہ وہ قبر کے باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ ماریا نے کہا۔

"اس کو اس بچی کی کیا ضرورت ہے؟ کہیں وہ بھی کسی عورت پر ظلم کرنے کی سازش نہ تیار کر رہا ہو۔ چل کر اس کی خبر لیتے ہیں۔"

عنبر نے کہا۔

"وہ بھی کوئی زبردست جادوگر لگتا ہے۔ کہیں ہمیں نقصان نہ پہنچائے۔"

ماریا بولی۔

"اس کاہن سے بڑا جادوگر نہیں ہو سکتا وہ۔ آؤ باہر چلتے ہیں۔"

ماریا، عنبر اور خولہ غار سے نکل کر قبر کے ہال میں

آ گئے۔ طاق اسی طرح کھلا تھا۔ مگر جادو کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ عنبر نے کہا:

"میں ابھی تک مُردے کی اداکاری ہی کروں گا۔ تم اور خول پیچھے رہ کر تماشہ دیکھنا۔"

باہر قبرستان میں رات کا گھنا اندھیرا پھیلا ہوا تھا عنبر سونے کی بلی کا بت لے کر قبر سے باہر نکل آیا۔ سامنے کبڑا جادوگر ہاتھ پھیلائے اندھیرے میں کھڑا بھوت لگ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"اے مُردے! کیا تو سونے کی بلی لے آیا؟"

عنبر نے کہا:

"میں سونے کی بلی لے آیا ہوں۔ مگر پہلے یہ بتاؤ کہ تم اس بلی کو کیا کرو گے؟"

کبڑے جادوگر نے غصے میں آ کر کہا:

"اے گستاخ مُردے تو میرا غلام ہے۔ تیری یہ ہمت کہ مجھ سے اُلٹا سوال کرے؟"

عنبر نے کہا:

"اگر تو نے مجھے یہ نہ بتایا کہ تو اس بلی کو لے کر کیا کرے گا تو میں یہ بلی تمہیں نہیں دوں گا۔"

کبڑے جادوگر نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور کہا:

"میں تجھے پھر سے مُردہ بنا کر قبر میں دفن کر دوں گا۔"

اب عنبر نے کبڑے جادوگر کے قریب جا کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"اے احمق میں مُردہ نہیں بلکہ زندہ انسان ہوں اور میرا نام عنبر ہے۔ کیا تیرا جادو تجھے اتنا بھی نہیں بتا سکتا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں اور میرے اندر کون سی خفیہ طاقت ہے؟"

کبڑا آتش پرست اتنا بڑا جادوگر نہیں تھا کہ عنبر کی زندگی کے بارے میں کچھ معلوم کر سکتا۔ اس نے عنبر کو انسانوں کی طرح باتیں کرتے دیکھا تو طیش میں آ کر بولا:

"اے بلی! اس گستاخ کی گردن پنجہ مار کر تن سے جُدا کر دے۔"

بلی شیر کی طرح ایک بار پھر دھاڑی اور اس کا پنجہ ایک فٹ لمبا ہو گیا۔ مگر عنبر نے اسے دبوچے رکھا۔ بلی ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے شیر کی طرح گرجتی رہی۔ پنجہ چلاتی رہی مگر عنبر نے اسے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اتنے میں خول اور ماریا بھی عنبر کے پاس آ گئیں۔ آتش پرست کبڑے نے خول کو دیکھ کر کہا:

"تم کون ہو؟"

ماریا نے کہا:

"میں بتاتی ہوں تمہیں"

آتش پرست کبڑے جادوگر نے جب ماریا کی آواز سنی تو گھبرا کر اندھیرے میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے طلسم پڑھ کر زور سے پھونک ماری۔ اس کے منہ سے شعلہ نکل کر خول کی طرف بڑھا۔ عنبر نے بلی کو اُٹھا کر زمین پر اتنی زور سے پٹخ دیا کہ اس کے گیارہ بارہ ٹکڑے ہو گئے۔ پھر وہ کبڑے جادوگر کی طرف بڑھا اور اسے بھی گردن سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"خبیث جادوگر تیرا جادو مجھ پر اور ماریا پر نہ چل سکے گا۔ ہم دونوں پانچ ہزار سال پرانے مصر کے اہراموں سے نکل کر آئے ہیں۔"

کبڑے آتش پرست نے عنبر کا ہاتھ تھام کر کہا:

"بیٹا مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں مُردہ سمجھ رہا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ یہ میرا جادو ہے جس کے اثر سے تم کاہن کی قبر سے جادو کی بلی اُٹھا لائے ہو۔ اب معلوم ہوا کہ میرے جادو میں کوئی اثر نہیں تھا بلکہ یہ تمہاری طاقت تھی جس کی وجہ سے تم زندہ بچ کر واپس آ گئے۔"

ماریا نے کہا:

"تم کون ہو اور کس لیے یہ سب کچھ کر رہے تھے؟"

کبڑا جادوگر بولا:

"میں آتش پرست ایرانی ہوں۔ دریا پار اپنے مندر ں رہ کر پچاس برس سے آگ کی پوجا کر رہا ہوں۔ ں نے پرانی کتابوں میں ایک طلسم پڑھا کہ اگر میں پرانے رستان میں جا کر کسی تازہ مُردے کو جادو کے زور سے ندہ کر کے اسے قبرستان کی کھلی قبر کے اندر بھجوا دوں تو اہن جادوگر سے جادو کی بلی حاصل کر سکتا ہوں۔ پھر ں دنیا کا سب سے بڑا جادوگر بن جاؤں گا اور جن ھوت میرے قبضے میں آ جائیں گے۔ میں نے دیکھا کہ شاہی اہی عنبر کو زندہ دفن کرنے کے لیے لا رہے ہیں۔ بس ں اس کے مرنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں نے منتر پڑھا ر یہ سمجھا کہ یہ میرے طلسم سے جی اٹھا ہے۔ اب معلوم کہ یہ زندہ تھا اور مر نہیں سکتا۔ اب بلی ٹوٹ کر خاک ل گئی ہے میرے جادو کا اثر ختم ہو گیا ہے۔ میں نہیں کر سکتا۔"

عنبر نے کہا:

"تم دلچسپ آدمی لگتے ہو۔ چلو ہم ایک رات تمہارے ر میں بسر کریں گے۔"

"مجھے بڑی خوشی ہوگی" کبڑے جادوگر نے کہا۔
ماریا بولی:
"عنبر! تم مندر میں چلو میں خول کو اس کے
باپ کے گھر چھوڑ کر آتی ہوں۔"
کبڑے آتش پرست نے ماریا کو مندر کا راستہ سمجھا
دیا تاکہ وہ خول کو چھوڑ کر اُن کے پاس آ جائے اور
عنبر کو لے کر اپنے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماریا نے مس
لڑکی خول کو ساتھ لیا اور شہر کی طرف چل پڑی۔
کبڑا آتش پرست اور عنبر گھوڑوں پر سوار رات کے
اندھیرے میں گھوڑے دوڑاتے دریا کے کنارے کنارے چلے
رہے تھے۔ ناگ نے قبرستان کی دیوار پر عنبر کے لیے جو پیغام
لکھا تھا کہ وہ دمشق جا رہا ہے وہ وہیں لکھا رہ گیا اس
پر نہ عنبر کی نظر پڑی اور نہ ماریا اسے دیکھ سکی تھی۔
آتش پرست کبڑے کا ویران مندر قریب ہی تھا
گھوڑے باہر باندھ کر کبڑا عنبر کو اپنے ساتھ اندر لے
گیا۔ ایک جگہ آگ جل رہی تھی۔ کبڑے نے آگ کے
آگے جا کر پُوجا کی اور جان بچ جانے پر آگ کی دیوی
کا شکریہ ادا کیا۔ عنبر اسے دیکھتا رہا۔ وہ ماریا کا انتظار کر
رہا تھا۔ کہ وہ آئے تو اسے ساتھ لے کر وہ دونوں ناگ

کی تلاش میں نکلیں۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ کبڑا
آتش پرست ابھی تک پُوجا کر رہا تھا۔ عنبر مندر کے باہر
سیڑھیوں پر آکر بیٹھ گیا۔ آسمان پر تارے جھلملا رہے تھے۔
صحرا دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔
اچانک عنبر کو غنودگی آنے لگی اور وہ سو گیا۔
جب اس کی آنکھ کھلی، کیا دیکھتا ہے کہ دوسرے حبشی
غلاموں کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک چھکڑے میں
کھڑا ہے اور چھکڑا روم شہر کے بازاروں سے گزر رہا
ہے۔ دونوں طرف رومن عورتیں اور مرد کھڑے انہیں
گالیاں دے رہے ہیں اور پتھر مار رہے ہیں۔ عنبر یہ منظر
دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کہاں سے کہاں آ گیا۔ فوراً سمجھ
گیا کہ تاریخ نے کروٹ بدلی ہے اور وہ دو چار سو سال
ایک دم پیچھے آ گیا ہے۔ عنبر نے اپنا سر تھام لیا، کہ
کم بخت تاریخ کے اس واپسی کے سفر میں پیچھے آنا ہی تھا۔
تو وہ کسی بادشاہ یا شہزادے کے روپ میں آتا۔ یہ کیا
کہ غلام کی شکل میں ظاہر ہو گیا کہ جن کو رومن سپاہی
زنجیروں میں جکڑے چھکڑوں میں لادے سُولی پر لٹکانے
لیے جا رہے تھے۔ اس زمانے میں چوروں اور ایسے غلاموں
کو رات ملکہ کو زہر دے دیا جائے کہ اسے سُولی پر لٹکا دیا

جاتا تھا۔

اس کے ساتھ چار حبشی غلام تھے۔ جن کا موت کے خوف سے بُرا حال ہو رہا تھا۔ اور وہ چھکڑے میں بار بار گر پڑتے تھے۔ سپاہی چمڑے کے ہنٹر مار مار کر انہیں پھر سے اٹھا دیتے۔ عنبر نے دیکھا کہ اس کا لباس بھی جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ یہ روم شہر کا بازار تھا۔ عنبر ان بازاروں اور لوگوں کو پہچان سکتا تھا۔ اسے سب سے پہلے ماریا کا خیال آیا کہ خدا جانے وہ کس جگہ اور تاریخ کے کس مقام پر جا نکلی ہوگی۔

ماریا بھی روم میں آ کر نکلی تھی۔ اس رات جب کہ عنبر مندر کی سیڑھی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ ماریا خولہ کو اس کے باپ کے حوالے کر کے مندر کی طرف چلی آ رہی تھی کہ دریا کے پُل پر پہنچ کر اسے اچانک یوں لگا۔ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ پُل جھولنے لگا اور ماریا پُل پر سے نیچے دریا میں گر پڑی۔ وہ ابھی دریا کے پانی سے نہیں ٹکرائی تھی کہ ایک بجلی چمکی۔ ہر طرف دن کی روشنی ہو گئی۔ اس کے بعد گہرا اندھیرا چھا گیا اور ماریا بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور وہ کسی شاہی محل کی چھت پر کھڑی ہے۔ وہ ماریا کھڑی رہا تھا۔ کہ وہ آئے تو اسے ساتھ لے کر وہ دونوں نا

ہے۔ محل کے برج رومن طرز کے تھے۔ وہ بھی فوراً سمجھ گئی کہ تاریخ نے پیچھے کی طرف دو چار سو سال کی چھلانگ لگائی ہے اور وہ روم کے کسی بادشاہ کے محل کی چھت پر آ گئی ہے۔ اسے بھی سب سے پہلے عنبر کا خیال آیا کہ خدا جانے وہ کس ملک اور کس جگہ جا نکلا ہوگا۔ اس کا دھیان ناگ کی طرف چلا گیا کہ نہ معلوم وہ کہاں ہوگا، اور اب ان کی آپس میں کب اور کس قسم کے حالات میں ملاقات ہو گی۔

ماریا محل کی سیڑھیاں اُتر کر نیچے آئی تو اس نے دیکھا کہ دربار کے امیر رومن طرز کا کھلا لباس پہنے سروں پر گلاب کے پھولوں کی شاخیں لگائے سرخ قالینوں کے اوپر بڑے آرام آرام سے چل کر ہنستے مسکراتے باتیں کرتے بڑے ہال کمرے کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ دوسرے برآمدے میں آئی تو یہاں دو رومن ستون کے ساتھ لگ کر کھڑے بڑے پُراسرار انداز میں ایک دوسرے سے کھُسر پھُسر کر رہے تھے۔ ماریا ان کے قریب کھڑی ہو کر ان کی باتیں سننے لگی۔ وہ روم کی ملکہ کو قتل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ ماریا کے کان کھڑے ہو گئے۔ ایک کہہ رہا تھا۔

”آج رات ملکہ کو زہر دے دیا جائے گا۔“

"تم نے کنیز کو پوری طرح سب کچھ سمجھا دیا تھا؟"
"ہاں ۔ اس کی انگوٹھی میں قاتل زہر کا سفوف ہے۔ رات کو جب وہ ملکہ کو سونے سے پہلے شربت پلائے گی تو اس میں زہر کا سفوف ڈال دے گی اور پھر ملکہ کے مرتے ہی ہم تخت پر قبضہ کر لیں گے۔ میں نے فوج کے سپہ سالار کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔"

"آؤ اب دربار میں چلتے ہیں۔ ہمیں ملکہ کے سامنے رہنا چاہیے تاکہ اسے کوئی شک نہ ہو۔"

دونوں دربار ہال کی طرف چل دیے۔ ماریا نے سوچا کہ ذرا دیکھنا چاہیے کہ یہاں کی ملکہ کون ہے جس کو یہ لوگ آج رات قتل کرنے والے ہیں۔ وہ بھی دربار کی طرف آ گئی۔ دربار میں ہر طرف شان و شوکت تھی۔ سرخ کم خواب کے پردے چھتوں سے فرش تک لٹک رہے تھے۔ درباری ادب سے کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ تخت پر سونے کی کرسی رکھی تھی۔ اتنے میں ملکہ آ گئی۔ اس کے ساتھ کنیزوں اور غلاموں کا جلوس تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ ملکہ ایک اٹھارہ انیس سال کی بے حد خوبصورت اور معصوم لڑکی ہے۔ ماریا نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ اتنی بھولی بھالی اور خوبصورت لڑکی کو کبھی نہیں مرنے دے گی۔ ملکہ کو دیکھ کر سارے

دونوں ناگ

ادب سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب ملکہ کرسی پر بیٹھی تو سارے درباری بھی بیٹھ گئے۔ ماریا نے سوچا کہ وہ رات تک ملکہ کے ساتھ رہے گی۔

اُدھر روم کے بازاروں میں بدنصیب موت کے مسافر حبشی غلاموں کا جلوس موت کی پہاڑی پر پہنچ گیا۔ وہاں پانچ سولیاں لگی ہوئی تھیں اور رسّے لٹک رہے تھے۔ پانچوں جلاد ان کو سولی پر لٹکانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ چکڑا کھڑا کر کے غلاموں کو اتار کر باری باری ایک ایک سولی کے آگے لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ لوگ شور مچا رہے تھے۔ نعرے لگا رہے تھے کہ ان کو آہستہ آہستہ پھانسی دو۔ عنبر کو معلوم تھا کہ وہ تاریخ کے سب سے لرزہ خیز دور میں ہے۔ جب رومن بادشاہ مجرموں اور اپنے دشمنوں پر بھوکے کتے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ وہ خاموش تھا اور پھانسی کا انتظار کر رہا تھا۔

سیڑھی کے ذریعے غلاموں کو پھانسی پر چڑھا کر ان کے گلوں میں رسّی ڈال دی گئی۔ عنبر کے گلے میں بھی رسّی ڈال دی گئی۔ پھر ایک سپاہی نے رومال کا اشارہ کیا کہ نیچے سے سیڑھیاں کھینچ دی گئیں۔ پانچوں کے پانچوں غلام عنبر سمیت رسّی کے پھندے میں کس کر جھولنے لگے۔ چاروں غلام تو پھڑک رہے تھے۔ تڑپ رہے تھے۔ ان کی گردنیں

پھندے میں پھنسی لٹک رہی تھیں۔ عنبر بھی تڑپنے پھڑکنے کی اداکاری کرنے لگا۔ وہ یونہی ذرا تماشا کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ اتنے لوگوں کے ہجوم میں اس کی خفیہ طاقت کا راز کھل جائے۔ چاروں غلام ٹھنڈے ہو گئے۔ عنبر نے بھی پھڑکنا چھوڑ دیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ بھی مرگیا ہے۔ لوگ نعرے لگاتے چلے گئے۔ سپاہی بھی چلے گئے۔ رات ہو گئی۔ سُولیوں پر چاروں لاشیں لٹک رہی تھیں۔ عنبر کی لاش بھی لٹک رہی تھی۔ جب اندھیرا چھا گیا تو عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ پہاڑی پر کوئی نہیں تھا۔ اس نے آہستہ سے اپنی گردن کے گرد بندھا ہوا رسّا کھول دیا۔ اور نیچے چھلانگ لگا دی۔ اتنے میں سپاہیوں کے قدموں کی بھاری چاپ سنائی دی۔ عنبر جلدی سے ایک طرف جھاڑیوں کے پیچھے ہو گیا۔

وہ رومن سپاہی خنجر لگائے نیزے اٹھائے سُولیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک لاش غائب ہے تو وہ چونک پڑے۔ لاش کا غائب ہو جانا بہت بڑا جرم تھا۔ قانونی طور پر سُولی پانے والوں کی لاشیں دو دن تک لٹکتی رہا کرتی تھیں۔ وہ یہ سمجھے کہ شاید اس غلام کا کوئی رشتے دار لاش اتار کر لے گیا ہے۔ وہ پیچھے

کو بھاگے تو اچانک جھاڑی میں ایک سپاہی کی نظر پڑ گئی۔

"کون ہو؟ باہر نکلو۔"

اس نے نیزہ دکھا کر عنبر سے کہا۔ عنبر باہر نکل آیا۔

"کون ہو تم؟" سپاہی نے اندھیرے میں عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

عنبر نے کہا۔

"میں اس سُولی کی لاش ہوں۔"

اب ان سپاہیوں نے عنبر کو پہچان لیا۔ کیونکہ ان کے سامنے عنبر کو پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے عنبر کو گھورنے لگے۔

ایک نے کہا۔

"رسی ڈھیلی ہو گئی ہو گی۔ اسے پکڑ کر ہلاک کر دو۔"

عنبر نے کہا۔

"اپنی زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

مگر رومن قوم کا سپاہی بھاگنا نہیں جانتا تھا۔ انہوں نے عنبر پر حملہ کر دیا اور پھر وہی ہوا جو ہوا کرتا ہے — تھوڑی دیر بعد دونوں سپاہیوں کی لاشیں پڑی تڑپ رہی تھیں۔ عنبر پہاڑی سے اتر کر شہر میں آ گیا۔ شہر میں اندھیرا تھا۔ کہیں کہیں گلی کوچوں کے کونوں پر لیمپ روشن تھے۔

وہ شہر کی گلیوں میں سے نکل کر باہر کھیتوں میں آ گیا ۔
یہاں ایک ٹیلے پر کسی دیوتا کا بہت بڑا مجسمہ بنا تھا ۔ عنبر
اس مجسمے کے نیچے چبوترے پر آ کر بیٹھ گیا اور سوچنے
لگا ماریا ناگ کہاں ہوں گے ۔ اور وہ یہاں سے کس طرف
کو جائے ۔'

ادھر جب آدھی رات ہوئی تو روم کی ملکہ اپنے سونے
کے کمرے میں آ گئی ۔ اس کی خاص کنیز اس کے ساتھ
ساتھ تھی ۔ اپنے شاندار بستر پر بیٹھتے ہی ملکہ نے اپنے زیور
اتار کر رکھ دیے اور کنیز سے کہا ۔

"میرا شربت لاؤ ۔"

کنیز ایک طرف چلی گئی ۔ جہاں شربت کا مرتبان رکھا تھا ۔ اس
نے اپنی انگوٹھی اتار کر گلاس میں زہر کا سفوف ڈال دیا اور
پھر شربت انڈیل کر ملکہ کے پاس آ گئی ۔ ملکہ اپنے بالوں کو
بنا رہی تھی ۔ ماریا یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی ۔ ملکہ نے کہا ۔

"گلاس رکھ دو اور ذرا میرے نئے رومال تو دوسرے
کمرے سے اٹھا کر لاؤ ۔"

کنیز نے سوچا کہ وہاں گلاس کو کون چھیڑ سکتا ہے ۔ بڑی
خاموشی سے گلاس تپائی پر رکھ کر دوسرے کمرے میں چلی
گئی ۔ اب ماریا نے ملکہ روم کے کان کے قریب جا کر آہستہ

سے کہا ۔

"میری بات غور سے سنو ملکہ ! میں آسمان کی روح ہوں ،
اور تمہاری مدد کے لیے آئی ہوں ۔ اس گلاس میں زہر ہے ۔"

ملکہ چونک کر پرے ہٹ گئی ۔

"ڈرو نہیں ۔ تم ملکۂ روم ہو ۔ تمہیں بہادر ہونا چاہیے
میں تمہاری دوست روح ہوں ۔ اس گلاس میں تمہاری کنیز
نے زہر ڈال دیا ہے ۔ یہ گلاس اپنی کنیز سے کہو کہ پیئے ۔
تمہیں پتا چل جائے گا ۔"

ملکہ کوئی جواب دینے ہی لگی تھی کہ کنیز رومال ہاتھوں
پر ڈالے واپس آ گئی ۔ ملکہ کچھ گھبرائی گھبرائی سی اور پریشان
تھی ۔ کنیز نے سب سے پہلے گلاس کی طرف دیکھا ۔ وہ اسی
طرح بھرا ہوا تھا ۔ ملکہ نے کنیز کو دیکھ کر کہا ۔

"اس گلاس میں سے آدھا شربت تم پی جاؤ ۔"

اتنا سننا تھا کہ کنیز کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی ۔ ملکہ
نے ڈانٹ کر کہا ۔

"اسے پیئو ۔ یہ میرا حکم ہے ۔"

کنیز تھر تھر کانپنے لگی ۔ اسے صاف اپنی موت نظر آ
رہی تھی ۔ ماریا اس کے قریب کھڑی اسے غور سے دیکھ
رہی تھی ۔ کنیز ملکہ کا حکم نہیں ٹال سکتی تھی اور وہ مرنا

بھی نہیں چاہتی تھی۔ کنیز نے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ پردے کے پیچھے سے ایک تیر سن کر کے آیا اور کنیز کے سینے میں آ کر کھُپ گیا۔ کنیز چیخ مار کر گر پڑی اور تڑپنے لگی۔ ماریا بھاگ کر پردے کے پیچھے گئی۔ ایک حبشی غلام بھاگ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔